سلسلہ احادیثِ صحیحہ (اردو)

جلد سوم

تصنیف

مجدد دین محدثِ کبیر محقق شہیر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ تبویب، شرح

فضیلۃ الشیخ ابوالقاسم محمد محفوظ احمد حفظہ اللہ

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ محمد عبد اللہ سلیم حفظہ اللہ || فضیلۃ الشیخ قمر الزمان المدینی حفظہ

فضیلۃ الشیخ محمد نعیم رضوان حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور

فون: 042-37357587

نام کتاب: سلسلہ احادیث صحیحہ (اردو)

تصنیف

مجدد دین محدث کبیر محقق شہیر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ تبویب، شرح

فضیلۃ الشیخ ابو القاسم محمد محفوظ احمد حفظہ اللہ

ناشر: ابو مومن منصور احمد حفظہ اللہ

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-Mail: darussalamny@hotmail.com
Web Site: www.darussalamny.com

فهرسة ابواب
سلسلة الاحاديث الصحيحة

جلد اوّل

- الأيْمَانُ وَالتَّوحِيدُ وَالدِّينُ وَالْقَدْرُ.....ایمان،توحید،دین اور تقدیر کا بیان
- العِلْمُ وَالسُّنَّةُ وَالْحَدِيْثُ النَّبَوِيّ.....علم،سنت اور حدیثِ نبوی
- اَلطَّهَارَةُ وَالْوُضُوْءُ .....طہارت اور وضو کا بیان

جلد دوم

- اَلأَذَانُ وَالصَّلاةُ.....اذان اور نماز
- اَلصِّيَامُ وَالْقِيَامُ.....روزے اور قیام کا بیان
- اَلزَّكَاةُ وَالسَّخَاءُ وَالصَّدَقَةُ وَالْهِبَةُ.....زکوۃ،سخاوت،صدقہ،ہبہ
- اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ.....حج اور عمرہ
- اَلْبيوعُ والْكَسْبُ وَالزُّهْدُ.....خرید وفروخت،کمائی اور زہد کا بیان
- اَلْحُدُوْدُ وَالْمُعَامَلاتُ وَالاَحْكَامُ.....حدود،معاملات،احکام
- اَلْخِلافَةُ وَالْبَيْعَةُ وَالطَّاعَةُ وَالْإِمَارَةُ .....خلافت،بیعت،اطاعت اور امارت کا بیان

جلد سوم

- الأَيْمَانُ وَالنُّذُوْرُ وَالْكَفَّارَاتُ.....قسموں،نذروں اور کفارات کا بیان
- الزَّوَاجُ، وَالْعَدْلُ بَيْنَ الزَّوْجَاتِ وَتَرْبِيَّةُالْأَوْلادِ وَالْعَدْلُ بَيْنَهُمْ وَتَحْسِيْنُ أَسْمَائِهِمْ
  شادی،بیویوں کے مابین انصاف،اولاد کی تربیت،ان کے درمیان انصاف اور ان کے اچھے نام
- اَلطِّبُّ وَالْعِيَادَةُ.....علاج کرنا اور تیمارداری کرنا
- اَلْمَرَضُ وَالْجَنَائِزُ وَالْقُبُوْرُ.....بیماری،نماز جنازہ،قبرستان
- اَلْأَضَاحِي وَالذَّبَائِحُ وَالْأَطْعِمَةُوَالْأَشْرِبَةُ وَالْعَقِيْقَةُ وَالرِّفْقُ بِالْحَيَوَانِ

جلد چہارم

جلد پنجم

جلد ششم

فہرست

❁❁❁❁

الْأَيْمَانُ وَالنُّذُوْرُ وَالْكَفَّارَاتُ

قسموں، نذروں اور کفّارات کا بیان

الایمان: لغوی معنی: "یمین" کی جمع ہے، قسم، قوت، طاقت، برکت، دایاں ہاتھ

اصطلاحی تعریف:..... قسم ایسے مضبوط عقد کو کہتے ہیں، جس کے ذریعے قسم اٹھانے والا اللہ تعالیٰ کا نام پیش کر کے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم کرتا ہے۔

النذور: لغوی معنی: "نذر" کی جمع ہے، نذر، منت

اصطلاحی تعریف:..... کسی خیر کے کام کو سرانجام دینے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کر لینا نذر کہلاتا ہے، اس طرح سے غیر واجب کام واجب ہو جاتا ہے، اگر اس کو پورا نہ کیا جائے تو قسم والا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

الکفارات: لغوی معنی: "کفارۃ" کی جمع ہے، ڈھانکنے والا، چھپانے والا

اصطلاحی تعریف:..... وہ نیک کام جو گنہگار اپنے گناہ کی تلافی کے لیے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے۔ اس کی متعدد اقسام ہیں، اس باب میں قسم توڑنے اور نذر پوری نہ کرنے کا کفارہ بیان کیا گیا ہے۔

امورِ کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت کارفرما ہے

(١٤٠٩)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوْعاً: ((لَا تَقُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ۔)) (الصحيحة:١٣٧)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس طرح نہ کہا کرو کہ (وہی ہوتا ہے یا ہوگا) جو اللہ تعالیٰ چاہے گا اور فلاں چاہے گا، بلکہ یوں کہا کرو کہ (وہ ہوا یا ہوتا ہے یا ہوگا) جو اللہ تعالیٰ چاہے گا اور پھر فلاں چاہے گا۔''

تخريج: رواه أبو داود: ٤٩٨٠، والطحاوي في "مشكل الآثار" ١/ ٩٠، والبيهقي: ٣/ ٢١٦، وأحمد: ٥/ ٣٨٤، ٣٩٣، ٣٩٤، ٣٩٨، وابن ماجه: ٢١١٨

شرح:..... صدیوں سے اس وسیع و عریض کائنات کا نظم و نسق باندازِ احسن طے پا رہا ہے۔ عظیم سے عظیم تر امور تو کیا، ادنی سے ادنی معاملات کے وقوع پذیر ہونے یا نہ ہونے میں کارفرما چیز خالق کائنات کی مرضی و منشا ہے۔ جو کچھ ہو

رہا ہے، اس کی مشیت سے ہو رہا ہے اور جو کچھ نہیں ہو رہا، اس میں بھی مکمل دخل اس کی مرضی کا ہے۔ ہر قسم کی مخلوق کا ہر قسم کا اختیار اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔

بارشوں کا دور ہو یا قحط سالی کا زمانہ، آندھیاں چل رہی ہوں یا ہوا تھمی ہوئی ہو، زلزلے آ رہے ہوں یا زمین خزینے اگل رہی ہو، موت کا بھوت رقص کناں ہو یا زندگی کی لہر کا غلبہ، خوشحالی کے لمحات ہوں یا تنگ سالی کا زمانہ، فتوحات کی خوشخبریاں ہوں یا شکست و ہزیمت کی پریشانیاں، اشیائے ضرورت کی قیمت بڑھتی جا رہی ہو یا مفت تقسیم ہو رہی ہوں، عوام کے سکون کا باعث بننے والے حکمران مسندِ حکومت پر جلوا فروز ہوں یا عوام کو ظلم و ستم کی چکی میں پینے والے فرمانروا قابض ہوں .... غرضیکہ جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے یا ہو گا، اس میں محض اللہ تعالیٰ کی مشیت کارفرما ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے فقہ الحدیث پر بحث کرتے ہوئے کہا: اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آدمی کا ''جو اللہ تعالیٰ اور آپ چاہیں'' کہنا شرک ہے، کیونکہ اس جملے سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کی مشیت ایک درجے کی چیز ہے۔

بعض عوام الناس اپنے مخصوص اہل علم یا معاونین کے بارے میں یہ دعویٰ کرتے ہیں: مَا لِيْ غَيْرُ اللّٰهِ وَاَنْتَ (اللہ تعالیٰ اور تیرے علاوہ میرا کوئی بھی نہیں ہے)، تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ وَعَلَيْكَ (ہم نے اللہ تعالیٰ اور تجھ پر بھروسہ کیا)۔ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں: بِاسْمِ اللّٰهِ وَالْوَطَنْ (اللہ تعالیٰ اور وطن کے نام سے)۔

یہ سب شرکیہ کلمات ہیں، اللہ تعالیٰ کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ توبہ کرتے ہوئے ان کلمات کو ترک کر دیا جائے، کیونکہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں کوئی دخل حاصل نہیں ہے، وہی کچھ ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے، تمام مخلوقات کی مرضی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ (صحیحہ: ۱۳۷)

صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی جائے ...... قسم کی اقسام

(۱۴۱۰)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنْتَ رَسُوْلِي إِلَى مَكَّةَ فَأَقْرِئْهُمْ مِنِّي لَهُمُ السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُمْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُكُمْ بِثَلَاثٍ: لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ وَفِي رِوَايَةٍ: بِغَيْرِ اللّٰهِ وَإِذَا تَخَلَّوْتُمْ، فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا، وَلَا تَسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ وَلَا بِبَعْرٍ۔)) (الصحيحة: ۳۹۵۳)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بیان کیا: ''تو اہل مکہ کی طرف میرا قاصد ہے، اُن کو میرا سلام کہنا اور ان کو بتلانا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں تین چیزوں کا حکم دیتے ہیں: (۱) اپنے آباء و اجداد (اور ایک روایت کے مطابق غیر اللہ) کی قسمیں نہ اٹھاؤ، (۲) جب تم قضائے حاجت کرو تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ اور (۳) اور ہڈی اور مینگنی کے ساتھ استنجا نہ کرو۔''

تخريج: أخرجه الحاكم في "المستدرك": ٣/ ٤١٢ - والسياق له - ، وأحمد: ٣/ ٤٨٧

شرح: ......قسم ایسے مضبوط عقد کو کہتے ہیں، جس کے ذریعے قسم اٹھانے والا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم کرتا ہے۔ اس سلسلے میں صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا خیال رکھا گیا ہے کہ اس عقد میں صرف اس کا نام پیش کیا جائے کیونکہ کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہے کہ اس کی اتنی تعظیم کی جا سکے۔ جو لوگ اس موقع پر غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ والی عظمت سے موصوف ٹھہرا کر ان کا نام پیش کرتے ہیں، ان کی مذمت بیان کرتے ہوئے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ ، وَفِي رِوَايَةٍ: فَقَدْ كَفَرَ .)) (ابو داود: ٣٢٤٩، ترمذی: ١٥٣٤، ابن ماجه: ٢٠٩٤) ......''جس بندے نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی، اس نے شرک کیا اور ایک روایت کے مطابق کفر کیا۔''

بعض مرید قسم کے لوگ اپنے پیروں اور سرکاروں کی قسمیں اٹھاتے ہیں، ان کو متنبہ رہنا چاہیے۔

لیکن ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک دیہاتی آدمی کے بارے میں فرمایا: ((اَفْلَحَ وَاَبِيْهِ اِنْ صَدَقَ .)) ......''اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے سچ کہا ہے تو وہ کامیاب ہو گیا ہے۔'' (مسلم)

اس کا جواب یہ ہے کہ عربوں کے ہاں یہ قسم مروج تھی، وہ کلام میں تاکید پیدا کرنے کے لیے ایسا کہا کرتے تھے، نہ کہ کسی کی تعظیم کے لیے، ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب غیر اللہ کی قسم ان کی تعظیم کی خاطر اٹھائی جائے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفات کی قسم بھی اٹھانا درست ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ قسم اٹھاتے تھے: ((لَا وَمُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ .)) (دلوں کو الٹ پلٹ کرنے والے کی قسم) (بخاری: ٦٦٢٨) اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کے مطابق جب جبریل امین اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جنت دیکھ کر آئے تو کہا: ((وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا)) ......''تیری عزت کی قسم! جو بندہ اس کے بارے میں سنے گا، وہ اس میں داخل ہو کر رہے گا۔'' (ابو داود: ٤٧٤٤، نسائی: ٣٧٩٤)

چونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس لیے قرآن مجید کی قسم اٹھانا جائز ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

ذہن نشین رہنا چاہیے کہ قسم کی تین اقسام ہیں:

(۱) **لغو:** وہ قسم ہے جو انسان بات بات پر بغیر ارادہ کے عادتاً اٹھاتا رہتا ہے۔ اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہو گا۔

(۲) **غموس** (جھوٹی قسم): وہ قسم ہے جو انسان کسی کو دھوکہ اور فریب دینے کے لیے اٹھائے، یہ کبیرہ گناہ ہے اور اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ ایسی قسم اٹھانے والے کو توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ ایسی کمینگی سے باز آ جانا چاہئے۔

(۳) **منعقدہ:** وہ قسم ہے جو انسان اپنی بات میں تاکید پیدا کرنے کے لیے قصداً اٹھاتا ہے، اگر یہ قسم پوری نہ کی جا سکے تو اس کا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

قسم دینے والے کی قسم پوری نہ کرنا

(١٤١١)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَجُلاً أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطِفُ بِالسَّمَنِ وَالْعَسَلِ، فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُوْنَ مِنْهَا، فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ، وَإِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ، فَأَرَاكَ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ، ثُمَّ أَخَذَهُ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ، ثُمَّ أَخَذَهُ رَجُلٌ فَانْقَطَعَ، ثُمَّ وُصِلَ۔ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِيْ أَنْتَ! وَاللّٰهِ! لَتَدَعُنِّيْ فَأَعْبُرَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ: ((اُعْبُرْهَا۔)) قَالَ: أَمَّا الظُّلَّةُ: فَالْإِسْلَامُ، وَأَمَّا الَّذِيْ يَنْطِفُ مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمَنِ، فَالْقُرْآنُ حَلَاوَتُهُ تَنْطِفُ، فَالْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ، وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، فَالْحَقُّ الَّذِيْ أَنْتَ عَلَيْهِ تَأْخُذُ بِهِ فَيُعْلِيْكَ اللّٰهُ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ فَيَعْلُوْ بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُوْ بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ فَيَنْقَطِعُ بِهِ ثُمَّ يُوْصَلُ لَهُ فَيَعْلُوْ بِهِ۔ فَأَخْبِرْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِيْ أَنْتَ! أَصَبْتُ أَمْ أَخْطَأْتُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا۔)) قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّيْ بِالَّذِيْ أَخْطَأْتُ، قَالَ: ((لَا تُقْسِمْ۔)) (الصحيحة:١٢١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں نے رات کو ایک خواب دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان ہے، اس سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا، میں نے دیکھا کہ لوگ اُس سے چلو بھر رہے ہیں، کوئی زیادہ لے رہا ہے اور کوئی کم۔ ادھر ایک رسی ہے، جو زمین سے آسمان تک پہنچ رہی ہے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اس کو پکڑا اور اوپر چڑھ گئے، پھر ایک دوسرے آدمی نے اس کو پکڑا اور وہ بھی چڑھ گیا، پھر ایک تیسرے آدمی نے پکڑا، اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا، پھر ایک آدمی نے اس کو پکڑا لیکن وہ رسی ٹوٹ گئی، پھر اسے جوڑا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی تعبیر بیان کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ٹھیک ہے) تم اس کی تعبیر بیان کرو۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: سائبان اسلام ہے اور اس سے ٹپکنے والے شہد اور گھی سے مراد قرآن کی مٹھاس ہے۔ پس کوئی قرآن کا زیادہ حصہ سیکھنے والا ہے اور کوئی کم اور جو آسمان سے زمین تک پہنچنے والی رسی ہے، وہ حق ہے، جس پر آپ قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے ذریعے سر بلند فرمائے گا۔ پھر اس کو ایک آدمی پکڑے گا، وہ بھی اس کے ساتھ بلندی پر فائز ہوگا، پھر اس کو ایک دوسرا آدمی پکڑے گا وہ اس کے ساتھ بلند ہوگا، پھر اس کو تیسرا آدمی پکڑے گا، پس وہ ٹوٹ جائے گی۔ پھر اس کو جوڑا جائے گا، پھر وہ اس کے ساتھ بلند ہوگا۔ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے بتلایئے میری یہ بیان کردہ تعبیر صحیح ہے یا غلط؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بعض حصہ درست بیان کیا اور بعض میں غلطی کی۔'' سیدنا ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ضرور میری غلطی کو بیان کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر! قسم نہ اٹھاؤ۔''

تخریج: أخرجه مسلم أيضا: ۷/ ۵۵-۵۶، وأبوداود: ۳۲۶۸و۴۶۳۲، والترمذي: ۲/ ۴۷، والدارمي: ۲/ ۱۲۸، وابن ماجه:۳۹۱۸، وابن أبي شيبة في "المصنف": ۱۲/ ۱۹۰/ ۲، وأحمد: ۱/ ۲۳۶

شرح: ......اس حدیث میں دو امور قابل وضاحت ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکر صدیق کی قسم پوری نہ کرنا اور...... (۲) اس خواب اور اس کی تعبیر کا مفہوم۔

مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر قسم ڈال دے تو وہ اسے پورا کرے، جیسا سیدنا برا بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات امور کا حکم دیا، (ان میں سے ایک یہ تھا کہ) کہ ((إِبْرَارُ الْمُقْسِمِ)) ......''قسم دینے والے کی قسم کو پورا کیا جائے۔'' (بخاری: ۵۸۶۳)

اس حدیث میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قسم ڈالی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پورا نہ کیا، بلکہ دوبارہ قسم نہ اٹھانے کی تلقین کر دی۔ امام نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس موقع پر سیدنا ابوبکر کی قسم پوری کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینے میں کوئی مفسدت یا کوئی مشقت تھی، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینا نامناسب سمجھا۔ ممکن ہے کہ مفسدت سے مراد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور اس موقع پر جنگوں اور فتنوں کے نمودار ہونے کی خبر دینا ہو، جس سے مسلمان وقت سے پہلے غمگین ہو جائیں گے۔ (شرح مسلم) کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ قسم اٹھانے والے کی قسم پوری کرنی چاہیے، بشرطیکہ ایسا کرنے میں کوئی مفسدت اور خرابی نہ ہو۔

(۲) خواب کی وضاحت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین افراد کا ذکر کیا گیا ہے، پہلے فرد سے مراد خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، دوسرے سے مراد خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور تیسرے سے مراد خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن تیسرے فرد پر رسی کے ٹوٹ جانے سے کیا مراد ہے؟ اس کے دو جواب دیے گئے ہیں: (۱) ممکن تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان قضایا کی بنا پر صدیق و فاروق کو نہ مل پاتے، جن کا لوگوں نے انکار کر دیا تھا، اس خلا کو رسی کے کٹنے سے تعبیر کیا گیا، پھر ان کے حق میں شہادتیں دی گئیں تو وہ ان کے ساتھ مل گئے اور ان کی خلافت مکمل ہو گئی۔ (۲) رسی کے ٹوٹنے سے مراد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس رسی کو جوڑا گیا۔ لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے تھے، ان کی شہادت کو رسی کے ٹوٹنے سے تعبیر کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ان کا قتل مخصوص عداوت کی بنا پر تھا، جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اس ولایت کی وجہ سے تھا، جس کے ذریعے وہ بلند ہوئے تھے۔ (تلخیص از عون المعبود)

تنبیہ: ...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غلطی کی وضاحت کیوں نہیں کی؟ مذکورہ بالا وجہ کے علاوہ اس سے یہ استدلال کرنا بھی درست ہے کہ اگر کسی خواب کی تعبیر نہ کرنے میں کوئی مصلحت ہو یا تعبیر کرنے سے کوئی مفسدت لازم آتی ہو تو تعبیر کرنے والے کو خاموش رہنا چاہیے۔

غیر اللہ کی قسم اٹھانا منع ہے

(١٤١٢)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((كُلُّ يَمِيْنٍ يُحْلَفُ بِهَا دُوْنَ اللّٰهِ شِرْكٌ۔))

(الصحيحة:٢٠٤٢)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا شرک ہے۔''

تخريج: أخرجه البغوي في"الجعديات": ٢٣٣٢، والحاكم في"المستدرك":١/ ١٨، وأخرجه احمد: ٢/ ١٢٥، بلفظ: ((من حلف بغير الله فقد كفر او اشرك۔))، ورواه الترمذي: ١/ ٢٩٠

شرح: ......ترمذی میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو ''کعبہ کی قسم'' کہتے ہوئے سنا تو کہا: غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھائی جاتی، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ)) ......''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی، اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔''

قسم: ایسے مضبوط عقد کا نام جس کے ذریعے قسم اٹھانے والا کسی فعل کے کرنے یا اسے چھوڑنے کا عزم کرتا ہے۔

قسم میں اللہ تعالیٰ کا نام پیش کرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ کا حقیقی مصداق وہ شخص ہوگا جو اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم اٹھاتا ہے اور اس کے ذہن میں اُس چیز کی اتنی تعظیم ہوتی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ ایسا شخص واقعی کافر اور مشرک ہوگا۔ مزید تفصیل درج ذیل ہے:

حافظ ابن حجر نے کہا: (سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی) حدیث میں غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے سختی کے ساتھ روکنے اور اس فعل پر زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے لیے اس کو کفر یا شرک کہا گیا۔ لیکن جو لوگ غیر اللہ کی قسم اٹھانے کو حرام سمجھتے ہیں، انھوں نے اسی حدیث سے حرمت کا استدلال کیا ہے۔

علمائے کرام کا خیال ہے کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے اس چیز کی عظمت و تعظیم لازم آتی ہے، جو در حقیقت اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی ذات اور اس کی صفات سے قسم منعقد ہو جاتی ہے اور غیر اللہ کی قسم اٹھانا مکروہ ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ غیر اللہ کی قسم اٹھائے۔

سوال یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانا حرام ہے یا مکروہ؟ مالکیہ کے اس بارے میں دو اقوال ہیں، مشہور قول کراہت کا ہے، حنابلہ کے ہاں بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، ان کا مشہور قول حرمت کے بارے میں ہے۔ اہل ظاہر کے نزدیک غیر اللہ کی قسم اٹھانا حرام ہے۔ امام شافعی نے تردّد کا اظہار کرتے ہوئے کہا: مجھے تو اس بات کا خدشہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانا معصیت ہوگا۔

امام الحرمین نے کہا: غیر اللہ کی قسم اٹھانا کم از کم مکروہ تو ہے، اگر غیر اللہ کی قسم اٹھانے والا اپنے اعتقاد میں اس چیز

کی اتنی تعظیم رکھتا ہے، جتنی کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں رکھی جاتی ہے، تو وہ اس اعتقاد کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اور اسی صورت کو اس حدیث کا مصداق بنایا جائے گا۔ لیکن اگر غیر اللہ کی قسم اٹھانے والا اپنے اعتقاد میں اُس چیز کی اتنی تعظیم رکھتا ہے، جس کے وہ لائق ہے، تو اس وجہ سے اسے کافر نہیں قرار دیا جا سکتا، بہر حال اس کی قسم منعقد نہیں ہوگی۔ (فتح الباری: ۱۱/ ۶۵۱۔ ۶۵۲)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم اٹھاتا ہے اور اپنے اعتقاد کے مطابق اس کو اتنی تعظیم کا مستحق سمجھتا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، تو وہ کافر اور مشرک قرار پائے گا۔ لیکن اگر کسی کی مراد اللہ تعالیٰ والی تعظیم وتکریم نہیں ہوتی تو اس پر شرک یا کفر کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا، درج ذیل حدیث اور اس کی شرح پر غور فرمائیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلِفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى ، فَلْيَقُلْ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ .)) (بخاری: ۶۶۵۰) ۔۔۔۔ ''جس نے قسم اٹھائی اور اپنی قسم میں کہا: لات اور عزی کی قسم، تو وہ ''لا اله الا الله'' پڑھے۔''

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: (لات اور عزی، بتوں کے نام ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کی قسم اٹھانے والے کو '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ . '' کہنے کی تعلیم دی ہے، کیونکہ قسم اٹھانے والا بتوں کی تعظیم کے درپے ہوا ہے۔ جمہور علمائے کرام کا خیال ہے: جو آدمی لات، عزی یا کسی دوسرے بت کی قسم اٹھاتا ہے یا وہ کہتا ہے کہ اگر اس نے ایسے کیا تو وہ یہودی یا عیسائی ہو جائے گا یا اسلام یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہو جائے گا، تو اس کی قسم منعقد نہیں ہوگی۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی غلطی پر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے، اس پر کوئی معینہ کفارہ نہیں پڑے گا اور ایسے شخص کے لیے ''لا الـه الا اللّٰـه'' کہنا مستحب ہے۔

احناف کا خیال ہے کہ ایسے شخص پر کفارہ پڑے گا، ہاں جب وہ کہے گا کہ اگر اس نے ایسے کیا تو وہ بدعتی ہوگا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہوگا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہوگا، ان لوگوں نے ظہار پر قیاس کرتے ہوئے کفارہ کے وجوب کا فتوی دیا ہے، کیونکہ دونوں منکر ہیں۔ لیکن اس حدیث کے ذریعے احناف کا تعاقب کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف '' لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ . '' پڑھنے کی تلقین کی ہے اور کفارے کا کوئی ذکر نہیں کیا، کفارے کے لیے واضح دلیل کی ضرورت ہے۔

احناف کو متنبہ رہنا چاہیے کہ اس صورت کا ظہار پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ احناف نے خود اپنے فتوے میں تناقض پیدا کرتے ہوئے قیاس ظہار پر کیا، لیکن ظہار والا کفارہ واجب نہیں قرار دیا اور انھوں نے خود اس صورت سے ایسی چیزیں مستثنی کر لیں، جو منکر ہیں، مثلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براءت کی بات کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں لات وعزی کی قسم اٹھانے والے کو کلمۂ توحید پڑھنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ بتوں کی قسم اٹھانے سے کفار کی مشابہت ہوتی ہے اور کلمۂ توحید کے ذریعے اس کی تلافی کی جا سکتی ہے۔ (فتح الباری: ۱۱/ ۶۵۷۔ ۶۵۸)

اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لات و عزیٰ کی قسم اٹھانے میں اللہ تعالیٰ والی تعظیم و تکریم مراد نہیں لی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

(۱٤۱۳)۔ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ، فَلَيْسَ مِنَّا۔))

(الصحيحة:٩٤)

ابن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں۔''

تخريج: رواه أبو داود: ٣٢٥٣، وابن حبان في "صحيحه": ١٣١٨، والحاكم: ٤/ ٢٩٨

شرح :..... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: خطابی نے (معالم السنن: ٤/ ٣٥٨) میں اس حدیث پر تعلیق لگاتے ہوئے کہا: امانت کی قسم اٹھانا کیوں منع ہے؟ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کی قسم اٹھانے کا حکم دیا ہے اور امانت اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی طرف سے عائد کیا ہوا فرض ہے۔ اگر امانت کی قسم اٹھائی جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور امانت میں برابری لازم آئے گی۔ (صحیحہ:۹۴)

معلوم ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی جائے، کوئی مخلوق اس تعظیم کی مستحق نہیں ہے۔

(۱٤۱٤)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعاً: ((إِحْلِفُوْا بِاللّٰهِ وَبَرُّوْا وَاصْدُقُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ يَكْرَهُ أَنْ يُحْلَفَ إِلَّا بِهِ۔))

(الصحيحة:١١١٩)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم اٹھایا کرو، اسے پورا کیا کرو اور سچ بولا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ غیر کی قسم اٹھانے کو ناپسند کرتا ہے۔''

(۱٤۱٥)۔ عَنْ قُتَيْلَةَ بِنْتِ صَيْفِيٍّ اِمْرَأَةٍ مِنْ جُهَيْنَةَ، قَالَتْ: إِنَّ حِبْراً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ تُشْرِكُوْنَ! تَقُوْلُوْنَ: مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ وَتَقُوْلُوْنَ: وَالْكَعْبَةِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ وَقُوْلُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔))

(الصحيحة:١٣٦)

جہینہ قبیلے کی خاتون حضرت قتیلہ بنت صیفی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک یہودی عالم نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: تم لوگ شرک کرتے ہو، تم کہتے ہو: (وہ ہوتا ہے) جو اللہ چاہے اور تم چاہو۔ نیز تم یہ بھی کہتے ہو: کعبہ کی قسم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کہا کرو: (وہ ہوتا ہے) جو اللہ چاہے اور پھر تم چاہو اور قسم اٹھاتے وقت کہا کرو: ربِّ کعبہ کی قسم۔''

تخريج: أخرجه الطحاوي في "المشكل": ١/ ٣٥٧، والحاكم: ٤/ ٢٩٧، والبيهقي: ٣/ ٢١٦، وأحمد: ٦/ ٣٧١-٣٧٢، والنسائي: ٢/ ١٤٠

شرح :..... کعبہ بھی غیر اللہ ہے، یہودی نے کعبہ کی قسم اٹھانے کو شرک کہا اور آپ ﷺ نے سکوت اختیار کیا،

بلکہ کعبہ کی بجائے کعبہ کے رب کی قسم اٹھانے کا حکم دے کر اس کی تائید کر دی۔

اس حدیث کا مفہوم بھی سابقہ والی حدیث والا ہوا کہ اگر کعبہ کی قسم اٹھاتے وقت اسے اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم کا مستحق سمجھا جائے تو قسم اٹھانے والا واقعی مشرک قرار پائے گا اور اگر اتنی تعظیم مراد نہ لی جائے تو کفر اور شرک کی حقیقی وعید نہیں سنائی جا سکتی۔

کائنات کے تمام امور بلا شرکتِ غیرے اللہ تعالیٰ کی منشا و مرضی کے مطابق سرانجام پا رہے ہیں، ان میں کسی دوسرے کی رضامندی اور ناراضگی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ہاں ہر ایک کی مرضی کارفرما ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بعد۔ لہٰذا ہمیں اپنے کلام کی تصحیح کرنی چاہیے، بسا اوقات ہم کسی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے غلو سے کام لیتے ہیں اور اپنے محسن کو یوں کہہ دیتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی اور آپ کی مہربانی۔ حالانکہ یوں کہنا چاہیے: اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور پھر آپ کی مہربانی۔ علی ہذا القیاس۔

امانت کی قسم اٹھانا منع ہے

(١٤١٦)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ، وَمَنْ خَبَّبَ عَلَى امْرِءٍ زَوْجَتَهُ أَوْ مَمْلُوْكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا۔))

(الصحيحة: ٣٢٥)

عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے کسی آدمی کے حق میں اس کی بیوی یا خادم کو خراب کر دیا، وہ بھی ہم میں سے نہیں۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٥/ ٣٥٢، وابن حبان: ١٣١٨، والبزار: ١٥٠٠

شرح:...... امانت بھی باقی مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اس لیے اس کی قسم اٹھانے سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: خطابی نے (معالم السنن: ٤/ ٣٥٨) میں اس حدیث پر تعلیق لگاتے ہوئے کہا: امانت کی قسم اٹھانا کیوں منع ہے؟ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کی قسم اٹھانے کا حکم دیا ہے اور امانت اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی طرف سے عائد کیا ہوا فرض ہے۔ اگر امانت کی قسم اٹھائی جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور امانت میں برابری لازم آئے گی۔ (صحيحه: ٩٤)

گھر کے پرسکون ماحول کے لیے اور اولاد کی بہترین تعلیم و تربیت کے لیے بیوی اور خادم کا اطاعت گزار ہونا ضروری ہے، جو آدمی گھر کے سربراہ کے ذہن میں اس کی بیوی اور خادم کے بارے میں سوئے ظن پیدا کر دیتا ہے، تو پھر ماحول میں ایسا بگاڑ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ایسے گھروں میں ہر قسم کی سہولت ہونے کے باوجود بے سکونی اور اولاد کی بغاوت اور آوارگی رقص کناں ہوتی ہے اور اہل و عیال کی تربیت کا نظام شدید متاثر ہوتا ہے۔ اگرچہ کسی کو کسی کا مخالف کر دینا منع ہے، لیکن اہمیت کی وجہ سے بیوی اور خادم کا معاملہ زیادہ اہم ہے۔

اس اور دیگر احادیث میں "فَلَيْسَ مِنَّا" (وہ ہم میں سے نہیں ہے) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

یہ جملہ اس اعتبار سے سخت ہے کہ رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص سے براءت و بیزاری کا اعلان کیا ہے، بہرحال بلا شک وشبہ یہ الفاظ دین سے خارج ہونے پر دلالت نہیں کرتے، لیکن ایسے گناہوں میں مبتلا لوگوں کو چاہیے کہ وہ ایسے امور سے باز آ جائیں اور آپ ﷺ کے مکمل فرمانبردار بن جائیں۔

یہ جملہ دراصل کسی سے نفرت و براءت کا اظہار کرنے کے لیے بولا جاتا ہے، اس موقع پر اس لفظ کا حقیقی معنی کیا ہے؟ اس کا جواب دیتے ہیں امام سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: اس قسم کے الفاظ کی تاویل سے رک جانا چاہیے، تاکہ یہ الفاظ لوگوں کے دلوں میں گھر کر سکیں اور مبالغہ کے ساتھ ان کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے لیے مفید ثابت ہو سکیں۔

بہرحال مختلف علما وفقہا نے ان الفاظ کے درج ذیل چند مفہوم بیان کیے ہیں:

(۱) "لَيْسَ مِنَّا أَيْ مِنْ أَهْلِ سُنَّتِنَا وَطَرِيْقَتِنَا، وَلَيْسَ المرادُ بِهِ إخراجَهُ عَنِ الدِّيْنِ، وَلٰكِنْ فائدةُ إِيْرَادِهِ بِهٰذَا اللَّفْظِ الْمُبَالَغَةُ فِيْ الرَّدْعِ عَنِ الْوُقُوْعِ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ۔"...... (وہ ہم میں سے نہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہماری سنت اور طریقے پر نہیں ہے، یہ معنی نہیں کہ دین سے خارج ہو گیا ہے، ان الفاظ کا فائدہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے لیے ان میں مبالغہ پایا جاتا ہے، تاکہ وہ ایسے امور کا ارتکاب کرنے سے بچے۔)

(۲) "فَلَيْسَ مِنَّا أَيْ لَيْسَ عَلٰى دِيْنِنَا الكامِلِ" (وہ ہم میں نہیں سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے مکمل دین پر نہیں) یعنی اس کا دین غیر مکمل اور ناقص ہے۔

(۳) "لَيْسَ مِنَّا اى لَيس من أَدِبنا أوليس مِثْلَنَا" (اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے آداب پر یا ہماری طرح کا نہیں ہے۔)

جھوٹی قسم کے نقصانات

جھوٹی قسم کے ذریعے دنیوی فوائد حاصل کرنا چالاکی نہیں، وبال ہے

(۱٤۱۷)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْيَمِيْنُ الْكَاذِبَةُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مُمْحِقَةٌ لِلْكَسْبِ۔ وَفِيْ لَفْظٍ: لِلْبَرَكَةِ۔))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹی قسم سودا تو بیچنے والی ہے، لیکن کمائی مٹا دینے والی ہے۔'' اور ایک روایت کے لفظ ہیں: ''برکت مٹا دینے والی ہے۔''

(الصحيحة: ٣٣٦٣)

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٢٣٥، ٢٤٢، ٤١٣، ومن طريقه أبونعيم في"الحلية": ٩/ ٢٣٣، وابن حبان: ٧/ ٢٠٤/ ٤٨٨٦، والبيهقي في"السنن": ٥/ ٢٦٥، والحديث رواه الشيخان بلفظ: ((الحلف منفقة

للسلعة، ممحقة للبركة۔))

شــــرح :...... جھوٹی قسم اٹھانا کبیرہ گناہ ہے۔ قسم میں اللہ تعالیٰ کا نام پیش کرنے کا مقصود اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے بعض روایات میں غیر اللہ کی قسم کو شرک یا کفر قرار دیا ہے، کیونکہ کسی ہستی کو اس عظمت کا مستحق نہیں قرار دیا جا سکتا، جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ جو آدمی سودا کرتے وقت کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اسے اس سودے سے کمائی ہوئی دولت کے بارے میں کیا امید ہونی چاہیے؟ اس کا فیصلہ ہر ذی شعور کر سکتا ہے۔

مومن و مسلمان کی توجہ مال و دولت کی کثرت کی طرف مبذول نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اس کو حلال مال کی برکت اور اس کے بارے میں شرعی احکام کو مدّ نظر رکھنا چاہیے۔ اسے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دولت ڈھلتی چھاؤں ہے، جو اپنی جہتیں بدلتی رہتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے کاروبار کے بجائے پوری کائنات کے رزّاق پر اعتماد کریں اور اس کی منشا کے مطابق رزق تلاش کریں۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ آسمان برکتیں برسائے گا اور زمین خزانے اگل دے گی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے در میں دیر ہوتی ہے، اندھیر نہیں ہوتی۔

(١٤١٨)۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ، كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءَ فِيْ قَلْبِهِ لَا يُغَيِّرُهَا شَيْءٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ٣٣٦٤)

حضرت ابوامامہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس نے جھوٹی قسم کے ساتھ کسی مسلمان کے مال پر قبضہ کیا، اُس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، جس کو قیامت تک کوئی چیز نہیں مٹا سکتی۔''

تخریج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٢٩٤، والطبراني في "المعجم الكبير": ١/ ٢٥٠/ ٨٠١

شرح :...... جھوٹی قسم اٹھانا ویسے بھی کبیرہ گناہ ہے، اگر اس کے ذریعے ایسا مال حاصل کیا جائے، جو سرے سے حرام ہو، تو جرم کی نوعیت میں سنگینی پیدا ہو جاتی ہے۔

قسم توڑنے اور نذر پوری نہ کرنے کا کفارہ

(١٤١٩)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّمَا النَّذْرُ يَمِيْنٌ، كَفَّارَتُهَا كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ۔)) (الصحيحة: ٢٨٦٠)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''نذر قسم ہی ہے، اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٤/ ١٤٩، ١٥٦

شرح:...... نذر: کسی خیر کے کام کے سرانجام دینے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کر لینا نذر کہلاتا ہے، اس طرح سے غیر واجب کام واجب ہو جاتا ہے، اگر اس کو پورا نہ کیا جائے تو قسم والا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

قسم کا کفارہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ﴾ (سورۂ مائدہ: ۸۹) ...... ''اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا کھلانا ہے اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا دینا ہے یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور جس کو (ان تین امور میں سے کسی ایک کی) طاقت نہ ہو تو وہ تین دنوں کے روزے رکھ لے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا لو اور اپنی قسموں کا خیال رکھو''

معلوم ہوا کہ جو آدمی قسم پوری کرنے کے ارادے سے قسم اٹھائے، لیکن بوجوہ پورا نہ کر سکے تو وہ درج ذیل تین امور میں سے ایک سرانجام دے:

ا۔ دس مساکین کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا۔

ب۔ دس مساکین کو لباس مہیا کرنا

ج۔ غلام یا لونڈی آزاد کرنا (فی الحال اس شق پر عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں)

اگر کوئی آدمی غربت یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے ان تین شقوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کر سکے تو وہ تین روزے رکھ لیا کیا۔ بعض لوگ مذکورہ بالا تین امور کے ساتھ تین روزوں کا تذکرہ کر دیتے ہیں، جو کہ درست نہیں ہے۔ تین روزوں کی سہولت اس آدمی کے لیے جو بعض وجوہات کی بنا پر پہلے تین امور کو سرانجام نہ دے سکتا ہو۔

برائی پر مشتمل نذر کو ترک کرنا اور اس کا کفارہ

(۱۴۲۰)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلنَّذْرُ نَذْرَانِ: فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَكَفَّارَتُهُ الْوَفَاءُ، وَمَا كَانَ لِلشَّيْطَانِ، فَلَا وَفَاءَ فِيهِ، وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ.)) (الصحيحة:٤٧٩)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نذر دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) ایک نذر اللہ کے لیے ہوتی ہے، اس کا کفارہ اس کو پورا کرنا ہے، اور (۲) ایک نذر شیطان کے لیے ہوتی ہے، اس کو پورا نہیں کرنا، لیکن اس پر قسم کا کفارہ پڑ جائے گا۔''

تخريج: اخرجه ابن الجارود في "المنتقى": ۹۳۵، وعنه البيهقي: ۱۰/ ۷۲

شرح:... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ حدیث دو امور پر دلالت کرتی ہے:

(اول) ...... جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر ہو تو اسے پورا کرنا واجب ہے، اس کا یہی کفارہ ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ.))

(بخاری، مسلم) ..... ''جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر مانی، وہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے اس کی معصیت کرنے کی نذر مانی، وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

(دوم) جس نذر سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا اور شیطان کی اطاعت کرنا لازم آتی ہو، ایسی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اس کا قسم والا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اگر نذر والا کام مکروہ یا مباح ہو تو پھر تو بالاولی کفارہ پڑ جائے گا، نیز آپ ﷺ کا یہ ارشاد عام ہے: ((كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ .)) (مسلم) ..... ''نذر کا کفارہ، قسم والا کفارہ ہے۔'' یہ حدیث سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔

مذکورہ بالا تمام گزارشات پر علمائے کرام کا اتفاق ہے، سوائے نافرمانی والی نذر پر کفارہ پڑنے کے، اس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ترمذی کے دعوی کے مطابق امام احمد اور امام اسحق کی یہ رائے ہے کہ معصیت والی نذر کی وجہ سے کفارہ ادا کرنا واجب ہے، فقہ حنفی کا بھی یہی مسلک ہے اور اس باب کی اور اس معنی و مفہوم کی دوسری احادیث کی روشنی میں یہی حق ہے۔ (صحیحہ: ۴۷۹)

اس مسئلہ کی مزید تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ .)) (ابوداود: ۳۲۹۰، ترمذی: ۱۵۲٤، ابن ماجہ: ۲۱۲۵) ''نافرمانی میں کوئی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔''

کن امور میں نذر مانی جائے؟

(۱٤۲۱)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ۔)) (الصحيحة: ۲۸۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نذر وہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کی گئی ہو۔''

تخريج: أخرجه البيهقي: ۱۰/ ٦۷، واحمد: ۲/ ۱۸۳، والطبراني في "الاوسط": ۱/ ۷۷/ ۱/ ۱٤۱۲

شرح:...... نذر کی تعریف میں یہ بات گزر چکی ہے کہ کسی خیر کے کام کو سرانجام دینے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کر لینا نذر کہلاتا ہے، اس طرح سے غیر واجب کام واجب ہو جاتا ہے، اگر اس کو پورا نہ کیا جائے تو قسم والا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معاہدہ ان امور میں ہی ہو سکتا ہے، جو اس کی خوشنودی و رضامندی کا سبب ٹھہر سکتے ہوں۔ ''برائی پر مشتمل نذر کو ترک کرنا اور اس کا کفارہ'' کے عنوان میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر ماننا ناجائز ہے، بلکہ اسے ایسا کرنے کی وجہ سے کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

(۱٤۲۲)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: أَنَّ امْرَأَةَ أَبِي ذَرٍّ جَاءَتْ عَلَى (الْقَصْوَاءِ) رَاحِلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی سواری ''قصواء'' پر بیٹھ کر آئی، یہاں تک کہ اسے مسجد کے پاس

أَنَاخَتْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! نَذَرْتُ لَئِنْ نَجَّانِيَ اللّٰهُ عَلَيْهَا لَآكُلَنَّ مِنْ كَبِدِهَا وَسَنَامِهَا! قَالَ: ((بِئْسَمَا جَزَيْتِيْهَا! لَيْسَ هٰذَا نَذْرًا، إِنَّمَا النَّذْرُ مَاابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ.))

(الصحيحة:۳۳۰۹)

بٹھادیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر مجھے نجات دے دی تو میں اس کے جگر اور کوہان سے ضرور کھاؤں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے تو اسے بہت برا بدلہ دیا ہے۔ یہ نذر نہیں ہے، نذر تو صرف وہی ہے جس سے اللہ کی خوشنودی تلاش کی جائے۔''

تخريج: أخرجه البيهقي في "سننه": ۱۰/ ۷۵

شرح:...... حدیث مبارکہ کے آخر میں نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرما دی ہے کی نذر کا تعلق نیکی والے امور سے ہے، مثلاً نفلی نماز کی نذر ماننا، نفلی روزوں کی نذر ماننا، نفلی صدقہ و خیرات کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ کیا ہوا کہ آدمی یہ کہنا شروع کر دے کہ میں نذر مانتا ہوں کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنا کچھ کھاؤں گا اور اتنا کچھ پیوں گا یا وہاں تک پیدل چل کر جاؤں گا۔

نذر میں محل کا تعین اور اس کی شرط

(۱۴۲۳)۔ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَاكِ، قَالَ: نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَنْحَرَ (بِبُوَانَةَ) فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّيْ نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ (بِبُوَانَةَ) فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟)) قَالَ: لَا۔ قَالَ: ((فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟)) قَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَاوَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ، وَلَافِيْمَا لَايَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ۔)) (الصحيحة:۲۸۷۲)

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ مقام پر اونٹ نحر کرے گا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں نے بوانہ مقام پر اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا وہاں دورِ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت ہے، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہاں ان (مشرکوں) کی عیدوں میں سے کوئی عید تو نہیں منائی جاتی؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کر، کیوں کہ کوئی نذر نہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں، قطع رحمی میں اور اس چیز میں جس کا ابن آدم مالک ہی نہ ہو۔''

تخريج: رواه أبوداود:۳۳۱۳، والطبراني :۱/ ۱۳۴/ ۱، واصل هذا الحديث في "الصحيحين"

شرح:...... اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے کی نذر قابل تعریف ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محمود نذر کے لیے مقام کا تعین کیا جا سکتا ہے، لیکن وہ کوئی ایسی جگہ نہ ہو جس سے مشرکوں سے کوئی مشابہت لازم آتی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذبح کے لیے خانقاہوں، درباروں، مزاروں اور بت خانوں کا تعین کرنا ناجائز ہے، کیونکہ عام طور پر ان مقامات میں شرک و بدعت کا ارتکاب کیا جاتا ہے، بالخصوص میلوں اور عرسوں کے موقعوں پر۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: فقہ الحدیث یہ ہے کہ معصیت والی نذر پوری کرنا حرام ہے، جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر ایسے محل میں پوری کی جائے، جہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہو یا وہاں کافر لوگ کوئی عید مناتے ہوں۔ امام ابن تیمیہ نے (الاقتضاء) میں اس موضوع پر بہت مفصل، عمدہ، بے مثال اور انتہائی اہم بحث کی ہے۔ (صحیحہ: ۲۸۷۲)

نذر کی اقسام اور معلّق نذر کا مکروہ ہونا

(۱۴۲۴)۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَايَأْتِي النَّذْرُ عَلَى ابْنِ آدَمَ بِشَيْءٍ لَمْ أَقْدِرْهُ عَلَيْهِ، وَلٰكِنَّهُ شَيْءٌ أَسْتَخْرِجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ، يُؤْتِيْنِي عَلَيْهِ مَالَا يُؤْتِيْنِيْ عَلَى الْبُخْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ: مَالَمْ يَكُنْ آتَانِي مِنْ قَبْلُ۔)) (الصحیحة:۴۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نذر ابن آدم کو وہ چیز نہیں دلاتی، جو میں نے اس کے مقدر میں نہ لکھی ہو۔ نذر ایک ایسی چیز ہے کہ میں جس کے ذریعے بخیل سے مال نکال لیتا ہوں۔ وہ اس کی وجہ سے مجھے (مال) دیتا ہے جو (عام حالات میں) وہ بخل کی وجہ سے نہیں دیتا۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''جو اس نے اس سے پہلے مجھے نہیں دیا تھا۔''

تخریج: أخرجه الامام أحمد:۲/ ۲۴۲، ورواه النسائی: ۲/ ۱۴۲ مختصرا، واخرجه مسلم بلفظ: ((لاتنذروا، فان النذر لایغنی من القدر شیئا، وانما یستخرج به من البخیل۔))

شرح: ...... جب نذر ماننے والا اپنی نذر کو کسی مقصد کی تکمیل کی شرط کے ساتھ مشروط کر دیتا ہے، تو اسے نذر معلّق کہتے ہیں، جیسے کوئی کہے: میں نذر مانتا ہوں کہ اگر میں فلاں امتحان میں کامیاب ہو گیا تو پچاس روپے صدقہ کروں گا۔ یہ نذر کی مکروہ قسم ہے، محمود اور قابل تعریف نذر وہ ہے جو کسی شرط اور تعلیق کے بغیر مانی جاتی ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی فقہ پر بحث کرتے ہوئے کہا: اس حدیث کے تمام طرق کو اکٹھا کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ نذر مکروہ عمل ہے۔ جن احادیث میں نذر سے منع کیا گیا ہے، وہ اس کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور بعض علما کا یہ مسلک بھی ہے۔ لیکن اس حدیث کے ان الفاظ پر غور کریں:

اللہ تعالیٰ نے کہا: ((وَلٰكِنَّهُ شَيْءٌ أَسْتَخْرِجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ)) ...... ''میں نذر کے ذریعے بخیل سے مال نکال لیتا ہوں۔'' ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ نذر حرام نہیں ہے، مکروہ ہے۔ جو نذر نیکی کی غرض سے اور کسی چیز کے ساتھ معلق کیے بغیر مانی جائے، وہ محض ثواب ہوتی ہے، کیونکہ اس میں نذر ماننے والے کا مقصد صحیح ہوتا ہے، ایسے آدمی کو نذر پوری کرنے پر اتنا ثواب ملے گا، جتنا کہ کسی واجب کی ادائیگی پر ملتا ہے۔ ایسی نذر کا ثواب نفلی کام کے اجر سے زیادہ ہوتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نذر کی اسی قسم کو سراہتے ہوئے فرمایا: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ (سورۂ دھر : ۷) ......"(نیکوکار لوگ) نذر کو پورا کرتے ہیں۔"

حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ۱۱/ ۵۰۰) میں کہا: امام طبری نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ کی تفسیر میں امام قتادہ سے یہ قول صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے: لوگ نماز، روزہ، زکاۃ، حج، عمرہ اور دوسرے فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو نیکوکار کہا، اس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ان کی نذر معلّق نہیں ہوتی تھی۔

انھوں نے اس سے پہلے کہا: امام قرطبی نے (المُفھِم) میں نذر سے نہی والی احادیث کو معلّق نذروں پر محمول کرتے ہوئے کہا: اس نہی کا محل یہ ہے کہ بندہ کہے: میں نذر مانتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفا دے دی،، تو میں اتنا صدقہ کروں گا۔ اس میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس بندے نے ثواب والے کام کو مذکورہ غرض و غایت کی تکمیل کے ساتھ معلّق کر دیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا ارادہ محض ثواب کا نہیں ہے، وہ تو معاوضے والا کام کرنا چاہتا ہے کہ اگر مریض کو شفا مل گئی تو صدقہ کرے گا اور وہ شفایاب نہ ہوا تو صدقہ نہیں کرے گا۔ بخیل لوگوں کی یہی حالت ہوتی ہے۔ وہ صدقہ و خیرات کر تو دیتے ہیں، لیکن دنیا میں ہی اس کا عوض اور بدلہ چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ کے اس قول کا یہی معنی و مفہوم ہے: "(نذر کی اس قسم) کے ذریعے بخیل سے مال نکال لیا جاتا ہے۔"

اس قسم میں یہ مفسدت اور خرابی بھی پائی جاتی ہے کہ بسا اوقات معلّق نذر ماننے والا بندہ اس خیال اور فاسد عقیدے کا غلام بن جاتا ہے کہ اس کی نذر کی وجہ سے اس کا مقصود ہر صورت میں پورا ہو گا یا اللہ تعالیٰ اس کی نذر کی وجہ سے اس کا مقصود پورا کر دے گا۔ اس خیال کا رد کرنے کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا: "نذر اللہ تعالیٰ کی تقدیر والے معاملات کو رد نہیں کر سکتی۔" واضح رہے کہ پہلا خیال کفر کے قریب کی چیز ہے اور دوسرا خیال واضح غلطی ہے۔

پھر امام قرطبی نے نہی والی احادیث کو کراہت پر محمول کیا اور کہا: مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نذر معلّق ماننا اس آدمی کے حق میں حرام ہے، جس سے فاسد عقیدے کا خطرہ ہو اور جو بندہ اس عقیدے سے سالم ہو، اس کے حق میں مکروہ ہے۔

یہ بہترین تفصیل ہے، راویٔ حدیث سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نہی والی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے، وہ حدیث بھی نذر معلّق کے بارے میں ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ کی حدیث سے مراد یہ روایت ہے: سعید بن حارث کہتے ہیں بنو کعب کے باشندے مسعود بن عمرو نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: اے عبد اللہ! میرا بیٹا فارس کی سرزمین میں عمر بن عبید اللہ کے پاس تھا اور بصرہ میں طاعون کی شدید وبا واقع ہو چکی تھی، جب مجھے ساری صورتحال کا پتہ چلا تو میں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو سالم لے آیا تو میں کعبہ کی طرف چل کر جاؤں گا۔ اب سوال یہ ہے کہ میرا بیٹا واپس تو آ گیا تھا، لیکن بیمار تھا اور اس بیماری کی وجہ سے مر گیا، ایسی صورتحال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ سیدنا عبد

اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیا تم لوگوں کو نذر سے منع نہیں کیا گیا؟ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلنَّذْرُ لَا یُقَدِّمُ شَیْئًا وَلَا یُؤَخِّرُ ، فَإِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِیْلِ .)) أَوْفِ بِنَذْرِكَ . ...''نذر نہ کسی چیز کو مقدم کرتی ہے اور نہ مؤخر، بس اس کے ذریعے بخیل سے (کچھ نہ کچھ مال) نکال لیا جاتا ہے۔'' پس تو اپنی نذر پوری کر۔ (مستدرک حاکم، حافظ ابن حجر نے اس روایت کی سند کے راوی فُلیح بن سلیمان کے بارے میں ''صدوق كثير الخطأ'' کہا، لیکن اس سے کوئی نقصان پیدا نہیں ہوگا، کیونکہ اصل حدیث روایت کرنے میں یہ راوی متفرد نہیں ہے، بلکہ یہ روایت بخاری میں بھی ہے، البتہ وہاں اس قصے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام: مسلمانوں کو معلق نذر کے بارے میں متنبہ کیا گیا ہے، لوگوں کو چاہیے کہ اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھیں، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی کی مخالفت سے بچا جا سکے، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ ممنوعہ کام کو نیک عمل سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتے رہیں۔ (صحیحہ : ٤٧٨)

خواہ مخواہ کی مشقت والی نذر سے اجتناب کرنا چاہیے

(١٤٢٥)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: نَذَرَتْ أُخْتِيْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْكَعْبَةِ حَافِيَةً حَاسِرَةً، فَأَتَى عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا بَالُ هٰذِهِ؟)) قَالُوْا: نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْكَعْبَةِ حَافِيَةً حَاسِرَةً۔ فَقَالَ: ((مُرُوْهَا فَلْتَرْكَبْ وَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَحُجَّ ، وَلْتُهْدِ هَدْياً۔))

(الصحيحة: ٢٩٣٠)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری بہن نے نذر مانی یہ کہ وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر چل کر کعبہ کی طرف جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور فرمایا: ''اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کعبہ کی طرف ننگے پاؤں اور ننگے سر چل کر جائے گی۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو حکم دو کہ سوار ہو جائے، چادر اوڑھے، حج کرے اور ایک قربانی ذبح کر دے۔''

تخريج: أخرجه الطحاوي في "شرح المعاني":٢/ ٧٤، والطبراني في "المعجم الكبير":١٧/ ٣٢٠/ ٨٨٦، والروياني في "مسنده":١٩/ ٦/ ١، ورواه الشيخان و غيرهما مختصرا جدا بلفظ: ((لتمش ولتركب۔))

شرح:...... اس حدیث میں سفرِ حج کے وقت سواری کا اہتمام کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور شریعتِ اسلامیہ میں خواہ مخواہ کی مشقتوں میں پڑنے سے روکا گیا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا دین اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ۔)) ''ملتِ اسلام، جو نرمی و سہولت آمیز شریعت ہے۔'' (صحیحہ : ٨٨١)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ

اِلَّا غَلَبَهٗ ....)) ......''بیشک دین آسان ہے اور جو آدمی (اپنے لیے مشکل عبادات کا تعین کر کے) دین سے زور آزمائی کرے گا، دین اس کو پچھاڑ دے گا۔'' (بخاری)

ان لوگوں کو متنبہ ہو جانا چاہیے جو اولیا کے میلوں اور عرسوں کے مواقع پر یا ویسے درباروں کی طرف پیدل اور ننگے پاؤں سفر کر کے جاتے ہیں یا گاڑیوں کی سہولت ہونے کے باوجود لمبے لمبے سفر کے لیے سائیکلیں استعمال کرتے ہیں۔ ایسے کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تو زمین کے مقدس ترین مقام اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف بھی پیدل چل کر جانے کو ناپسند کیا۔

الزَّوَاجُ، وَالْعَدْلُ بَيْنَ الزَّوْجَاتِ وَتَرْبِيَةُ الْأَوْلَادِ وَالْعَدْلُ بَيْنَهُمْ وَتَحْسِينُ أَسْمَائِهِمْ

شادی، بیویوں کے مابین انصاف، اولاد کی تربیت، ان کے درمیان انصاف اور ان کے اچھے نام

نکاح آپ ﷺ کی سنت ہے

(١٤٢٦)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَتَزَوَّجُوْا، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ۔)) (الصحيحة:٢٣٨٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نکاح میری سنت ہے، جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں۔ تم لوگ شادیاں کیا کرو، میں تمھاری تعداد کی بنا پر سابقہ امتوں سے کثرتِ تعداد میں مقابلہ کروں گا۔ جس کے پاس وسعت ہو وہ نکاح کر لے اور جسے استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے، کیونکہ روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ١٨٤٦

شرح: ...... نکاح، نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، اس سے مراد وہ ''سنت'' نہیں جو مستحب اور مندوب کے معانی میں استعمال ہوتی ہے، بلکہ اس مقام پر اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح، آپ ﷺ کا طریقہ ہے، اس سنت پر عمل نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو آدمی آپ ﷺ کے طریقے کو ترک کر کے غیروں کے طرزِ حیات کو اپناتا ہے تو وہ آپ ﷺ سے نہیں رہتا۔ دراصل آپ ﷺ رہبانیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، جس کے قائلین نے دین میں سختی اور تشدید کو دریافت کر لیا اور پھر بیچارے اس کو پورا بھی نہ کر سکے۔

آپ ﷺ کے دین میں یکسوئی اور نرمی و سہولت ہے، اس میں مسلسل روزوں کے بجائے اسے ترک کرنے کی

بھی تعلیم دی گئی، تاکہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھنے کی قوت پیدا ہو سکے، اس شریعت میں رات کو قیام کرنے کے ساتھ ساتھ سو جانے کی بھی ترغیب دلائی گئی۔ نیز آپ ﷺ نے شادیاں کرنے کو زندگی کا حصہ قرار دیا تاکہ شہوت کو توڑا جا سکے اور پاکدامنی برقرار رہے اور امت میں اضافہ ہو۔

"فَلَيْسَ مِنِّيْ" کے دو مفہوم ہیں: (۱) اگر کوئی آدمی شادی کو مشروع سمجھنے کے باوجود اپنے لیے کوئی گنجائش نکال کر شادی نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا یہ انداز آپ ﷺ کے طریقے سے موافقت نہیں کرتا، اس سے ملتِ اسلام سے خروج لازم نہیں آتا۔ (۲) لیکن اگر کوئی آدمی شادی نہیں کرتا اور اس کے اس اعراض میں اس قدر تکلف اور غلوّ پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے اس عمل کو شادی کرنے سے راجح اور بہتر سمجھتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ملّت اور دین پر نہیں ہے، کیونکہ ایسی سوچ اور اعتقاد کفر کی قسم ہے۔

شادی کرنے کی ترغیب اور اس کی وجہ

(۱٤۲۷)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ مَرْفُوْعاً: ((تَزَوَّجُوْا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَاتَكُوْنُوْا كَرَهْبَانِيَّةِ النَّصَارٰى۔)) (الصحيحة:۱۷۸۲)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شادیاں کرو، کیونکہ میں روزِ قیامت تمھاری بنا پر باقی امتوں سے کثرتِ تعداد میں مقابلہ کروں گا۔ عیسائیوں کی رہبانیت کی طرح نہ ہو جاؤ۔"

تخريج: أخرجه البيهقي في "السنن الكبرى": ۷/ ۷۸ من طريق ابن عدي، وهذا في "الكامل": ق ۳۲۹/ ۱

شرح:...... دنیا اور اس کی نعمتوں اور اہل و عیال سے کنارہ کشی کر کے گوشہ نشینی اختیار کرنا رہبانیت کہلاتا ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ آپ نے شادیاں کرنے کی بھرپور ترغیب دلائی ہے، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور دین بھی محفوظ ہو جاتا ہے، بلکہ آپ ﷺ نے شادی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔

نکاح میں لڑکی کی رضامندی ضروری ہے

(۱٤۲۸)۔ عَنْ أَبِي مُوْسٰى، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهُ فَلْيَسْتَأْذِنْهَا۔)) (الصحيحة:۱۲۰٦)

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا: "جب آدمی اپنی بیٹی کی شادی کرے تو (پہلے) اس سے اجازت لے۔"

تخريج: أخرجه أبويعلي في "مسنده" ۱۷۳۵، والطبراني

(۱٤۲۹)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعاً: ((اسْتَأْمِرُوْا النِّسَاءَ فِي أَبْضَاعِهِنَّ۔)) قِيْلَ: فَإِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِي أَنْ تَكَلَّمَ؟ قَالَ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عورتوں سے ان کے جسموں (یعنی ان کا نکاح کرنے) کے بارے میں مشورہ کرو۔" کہا گیا کہ کنواری

((سُكُوْتُهَا إِذْنُهَا۔)) (الصحيحة:۳۹۸)

عورت تو بات کرنے سے شرماتی ہے (اس سے مشورہ کیسے کیا جائے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اجازت طلب کرتے وقت) اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے۔''

تخریج: رواه النسائي: ۲/ ۷۸، وأحمد: ٦/ ٤٥، ۲۰۳، وقد اخرجه البخاري: ۸/ ٥٧، ومسلم: ٤/ ۱٤۱، واحمد: ٦/ ١٦٥ بمعناه

(۱٤۳۰)۔ عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ مَرْفُوْعاً: ((أَشِيْرُوْا عَلَى النِّسَاءِ فِي أَنْفُسِهِنَّ۔)) فَقَالَ: إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِي يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الثَّيِّبُ تُعْرِبُ عَنْ نَفْسِهَا بِلِسَانِهَا، وَالْبِكْرُ رِضَاهَا صُمَاتُهَا۔)) (الصحيحة: ١٤٥٩)

عدی بن عدی کندی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں (کا نکاح کرتے وقت) ان کے نفسوں کے بارے میں ان سے مشورہ کیا کرو۔'' کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کنواری لڑکی تو شرماتی ہے (اس سے مشورہ کیسے کیا جائے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیوہ تو اپنے بارے میں خود وضاحت کر دیتی ہے اور کنواری کی رضامندی اس کا خاموش ہو جانا ہے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٤/ ١٩٢

شرح:...... نکاح کے معاملے میں جو جھجک کنوراری بچی کو ہوتی ہے، یقیناً وہ بیوہ یا مطلقہ عورت کو نہیں ہوتی، اس حدیث میں یہی فرق بیان کیا گیا ہے۔

(۱٤۳۱)۔ كَانَ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ بِنْتاً مِنْ بَنَاتِهِ جَلَسَ إِلَى خِدْرِهَا فَقَالَ: ((إِنَّ فُلَاناً يَذْكُرُ فُلَانَةَ۔)) يُسَمِّيْهَا وَيُسَمِّي الرَّجُلَ الَّذِي يَذْكُرُهَا۔ فَإِنْ هِيَ سَكَتَتْ، زَوَّجَهَا، أَوْ إِنْ كَرِهَتْ نَقَرَتِ السِّتْرُ فَإِذَا نَقَرَتْهُ لَمْ يُزَوِّجْهَا۔ رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ: عَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ۔ (الصحيحة:۲۹۷۳)

رسول اللہ ﷺ جب کسی بیٹی کی شادی کرتے تو اس کے پردے کے پاس بیٹھ کر (اجازت لینے کے لیے) فرماتے: 'فلاں آدمی، فلاں عورت کا تذکرہ کر رہا تھا، ان دونوں کا نام بھی لیتے۔ اگر وہ خاموش رہتی تو اس کے ساتھ اس کی شادی کر دیتے اور اگر وہ ناپسند کرتی تو پردہ گرا دیتی تھی، جب وہ پردہ گرا دیتی تھی تو آپ ﷺ اس مرد سے اس کی شادی نہ کرتے تھے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخریج: (۱)۔ أما حديث عائشة: فأخرجه أحمد: ٦/ ٧٨، وابن عدي في "الكامل": ٤/ ١٦٠، وأبي يعلي: ۸/ ٤٨٨٣، وعلقه البيهقي: ٧/ ١٢٣

(۲)ـ وأما حديث أبي هريرة؛ فأخرجه البيهقي في "السنن": ۷/ ۱۲۳، و البزار في "مسنده": ۲/ ۱٦۰/ ۱٤۲۱ـ كشف الأستار

(۳)ـ وأما حديث ابن عباس؛ فأخرجه الطبراني في " المعجم الكبير": ۱۱/ ۳۵۵/ ۱۱۹۹۹، وقال الهيثمي: ٤/ ۲۷۸، و ابن عساكر في "تاريخ دمشق": ٤/ ۵۷٤،

(٤)ـ و أما حديث أنس: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ۲/ ۱٤٦/ ۱/ ۷۲۵۵

شــــرح:...... یہ کنواری کی موافقت یا عدم موافقت کا ایک انداز تھا۔ مقصود یہ ہے کہ اس کی رضامندی اور عدم رضامندی کا پتہ چل جائے، انداز کوئی بھی اپنایا جا سکتا ہے۔

(۱٤۳۲)ـ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ مَرْفُوْعاً: ((لَاتُكْرِهُوْا الْبَنَاتَ فَإِنَّهُنَّ الْمُؤْنِسَاتِ الْغَالِيَاتِ۔)) (الصحيحة: ۳۲۰٦)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنی بیٹیوں کو مجبور نہ کرو، کیونکہ وہ دل بہلانے والی اور اہمیت کی حامل ہیں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ۱۵۱، ومن طريقه: ابن الجوزي في "العلل": وتمام: ۱۱/ ۱۹۷/ ۲، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱۷/ ۳۱۰/ ۸۵٦

(۱٤۳۳)ـ عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ مَرْفُوْعاً: ((آمِرُوْا الْيَتِيْمَةَ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا۔)) (الصحيحة: ٦۵٦)

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کنواری بچی (کے نکاح کے بارے میں) خود اس سے مشورہ کرو اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہوگی۔''

تخريج: هكذا أورده السيوطي في "الجامع الكبير": ۱/ ۳/ ۲ من رواية الطبراني في "المعجم الكبير"

شرح:...... اس وقت ہمارے معاشرے کی صورتحال یہ ہے کہ ولی اپنی بچیوں پر اپنا فیصلہ ٹھونسنا چاہتا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ رضامند ہیں یا نہیں۔ دوسری طرف بچیوں نے باغیانہ رویہ اپنا رکھا ہے اور عدالتوں کے چکر لگا کر مرضی کے یار تلاش کر رہی ہیں، قطع نظر اس سے کہ بڑوں کی مرضی کیا ہے۔ یہ دونوں انتہائیں ہیں، جن کا مستقبل تاریک اور بد سکون ہے، ان کی شریعت اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ولی کی رضامندی کی طرح لڑکی کی اجازت بھی نکاح کا بنیادی جزو ہے، شریعت نے اولیا پر پابندی لگائی ہے کہ وہ اپنی ماتحت بچیوں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے۔ چونکہ کنواری لڑکی شرم و حیا کی پیکر ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب اس سے نکاح کی اجازت طلب کی جاتی ہے تو وہ بول کر رضامندی کا اظہار نہیں کر سکتی۔ ایسی صورت میں شریعت نے اس کی خاموشی کو رضامندی کی علامت قرار دیا ہے۔

اگر کوئی ولی اپنی کم سن نابالغ بچی کا نکاح کر دیتا ہے، تو وہ نکاح اس بچی کے بالغ ہونے کے بعد اجازت دینے تک

معلق رہے گا، اگر بچی بالغ ہو کر رضامندی کا اظہار کرتی ہے تو نکاح مکمل ہو جائے گا اور اگر وہ انکار کر دے تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔

بعض لوگ اپنی بچیوں کو اپنی خواہشات کے مطابق نکاح کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں، ان کے ایسے رویے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کیا ہے اور وہ ناپسند کرتی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دے دیا۔ (ابو داود)

(١٤٣٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعاً: ((اَلثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوْهَا فِي نَفْسِهِ وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا۔)) (الصحيحة:١٨٠٧)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیوہ عورت (اپنے خاوند کے انتخاب کے بارے میں) اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری لڑکی سے اس کا باپ اجازت لے گا اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہوگی۔''

تخريج: رواه مسلم: ٤/ ١٤١، وأبوداود: ١/ ٣٢٧، والنسائي:٢/ ٨٧، والدارقطني: ٣٩٠، وأحمد: ١/ ٢١٩، والطبراني: رقم ١٠٧٤٥

(١٤٣٥)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعاً: ((اَلْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا۔)) (الصحيحة:١٢١٦)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیوہ عورت اپنے لیے (خاوند کا انتخاب کرنے میں) اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی اور اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہوگی۔''

تخريج: أخرجه مالك: ٢/ ٦٢، ومسلم: ٢/ ٦٢، وأبوداود: ١/ ٣٢٧، والنسائي: ٢/ ٧٧۔ ٧٨، والترمذي: ١/ ٢٠٦ وصححه، والدارمي: ٢/ ١٣٨، وابن ماجه: ١/ ٥٧٦، والدارقطني: ٣٨٩، وأحمد: ١/ ٢٤٢و ٣٤٥و ٣٦٢

شرح:...... حدیث مبارکہ کے پہلے جملے کا یہ مفہوم لینا غلط ہے کہ شوہر دیدہ عورت خود اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث دونوں میں کنواری عورت کی طرح بیوہ یا مطلقہ عورت بھی اپنے اولیا کے ماتحت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (سورۂ بقرہ: ٢٣٢) ...... ''اگر وہ عورتیں اپنے (پہلی اور دوسری طلاق کی عدت گزر جانے کے بعد اپنے سابقہ خاوندوں سے) نکاح کرنا چاہیں تو تم انھیں مت روکو۔''

اس آیت میں مطلقہ عورتوں، جن کی عدت گزر چکی ہو، کے اولیا کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر وہ اپنے سابقہ خاوندوں

سے نکاح کرنے پر راضی ہو جائیں تو اولیا کو چاہئے کہ وہ نکاح کر دیا کریں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ایسی عورت کو بھی اولیا روک سکتے ہے۔ نیز صحیح بخاری کی روایت کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ایک بھائی نے اپنی مطلقہ بہن کا سابقہ خاوند دوبارہ نکاح کرنے سے انکار کر دیا تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے دوبارہ نکاح کروا دیا۔ امام بخاری نے اس آیت کے شانِ نزول پر "لا نکاح الا بولی" کا باب قائم کیا۔

سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا نکاح الا بولی۔)) (ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ) ......"ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔"

اس حدیث میں لفظ "احق" میں مشارکت پائی جاتی ہے، یعنی نکاح میں شوہر دیدہ کا حق بھی ہے اور ولی کا بھی اور عورت کے حق کی زیادہ اہمیت ہے، بہرحال دونوں کے حقوق کا متفق ہونا ضروری ہے۔

نیز درج ذیل حدیث سے "احق بنفسها" کے معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔

سیدنا عدی کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَشِيْرُوْا عَلَى النِّسَاءِ فِي أَنْفُسِهِنَّ، فَقَالَ: إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الثَّيِّبُ تُعْرِبُ عَنْ نَفْسِهَا بِلِسَانِهَا، وَالْبِكْرُ رِضَاهَا صُمَاتُهَا۔)) (صحيحه: ۱۴۵۹) ......"عورتوں سے ان کے نفسوں کے بارے میں مشورہ کیا کرو۔" کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کنواری لڑکی تو شرماتی ہے (اس سے مشورہ کیسے کیا جائے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیوہ تو اپنے بارے میں خود وضاحت کرتی ہے اور کنواری کی رضامندی اس کا خاموش ہو جانا ہے۔"

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ میں اسلام کا انتہائی معتدل اور عدیم النظیر قانون پیش کیا گیا ہے، سلسلۂ نکاح میں جہاں اولیا کی رضامندی ضروری ہے، وہاں لڑکی کو کسی صورت میں بے اختیار نہیں سمجھا جا سکتا ہے، بلکہ رفیقِ حیات کے انتخاب میں اس کی پسند یا عدم پسند کا مکمل لحاظ رکھا جائے گا۔

چشم فلک گواہ ہے کہ جہاں صرف اولیا نے اپنی مرضی ٹھونسنا چاہی یا جہاں صرف لڑکی کی رضامندی کو معتبر سمجھ کر اسے بااختیار قرار دیا گیا، وہاں حالات کو معمول کے مطابق نہ پایا گیا اور معاشرہ سے حقیقی تسکین مفقود ہو گئی، الا ما شاء اللہ۔ ہمیں ان لوگوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو اپنی بچیوں کی شادیوں کو اپنی "انا" کا مسئلہ سمجھ کر اپنے فیصلوں پر نظر ثانی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور یوں اپنی بیٹیوں کو ان کے غیر پسندیدہ افراد کے سپرد کر کے ان کی طویل زندگیوں کو بے مزہ کر کے ان کی دنیا و آخرت کو داؤ پر لگا لیتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم ان بچیوں سے کبھی بھی اتفاق نہیں کریں گے، جو اپنے بڑوں کی بغاوت کر کے اپنی زندگی کے ساتھی تلاش کر کے اپنی عفت کو داغدار بنا دیتی ہیں اور یا تو ان کو خاندان سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے، یا پھر ذلت کی زندگی گزارنی پڑتی ہے۔

قارئین کرام! اولاد کی تربیت صرف ایک ذمہ داری نہیں، بلکہ یہ انسانی زندگی کی سب سے اہم مہم ہے، جو مسلسل توجہ اور توجہ کے تقاضوں کو پورا کیے بغیر سر نہیں کیا جا سکتا۔ والدین کو چاہیے کہ وہ شروع سے اپنے بچوں اور بچیوں کو ایسا

ماحول مہیا کریں جو بعد میں ہر لمحۂ حیات کے لیے باعثِ تسکین ٹھہرے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ والدین اور اولاد کو دوستانہ ماحول پیدا کر کے شادی کے مسائل طے کرنے چاہئیں اور کسی کو اپنی ''انا'' کا مسئلہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ فی الحال جن حالات و واقعات کا ہمیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ان کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ بہت پہلے بیٹوں اور بیٹیوں کی نسبتیں طے نہیں کر دینی چاہئیں۔ بعد میں ان کی دینی حالت، تعلیم، اہلیت اور ماحول کو دیکھ فیصلہ کرنا چاہیے۔

شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لینا چاہیے

(١٤٣٦)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ مَرْفُوْعاً: ((إِذَا أُلْقِيَ فِي قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةُ امْرَأَةٍ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا۔))(الصحيحة:٩٨)

حضرت سہل بن ابو حثمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی آدمی کے دل میں کسی عورت سے منگنی کرنے کی خواہش پیدا ہو تو وہ (پہلے) اسے دیکھ لے، اس میں کوئی حرج نہیں۔''

تخريج: رواه سعيد بن منصور في "سننه": ٥١٩، وعبدالرزاق في "المصنف": ٦/ ١٥٨/ ١٠٣٣٨، وكذاابن ماجه: ١٨٦٤، والطحاوي: ٢/ ٨، والبيهقي: ٧/ ٨٥، والطيالسي: ١١٨٦، وأحمد: ٤/ ٢٢٥، والطبراني في "الكبير": ١٩/ ٢٢٣-٢٢٥

شرح: ...... میاں بیوی کے مابین اچھے تعلقات، بہترین معاشرے اور خاندان کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں، جہاں شریعت نے مردوں کے لیے غیر محرم عورتوں کو دیکھنا حرام قرار دیا ہے، وہاں کسی بڑے مقصد کے حصول کے لیے جواز کی گنجائش بھی پیدا کر دی ہے، اس سلسلے میں دونوں اطراف سے والدین کو دور رسی اور دور اندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے لڑکی اور لڑکے کی ملاقات اور ان کی رضامندی کا خیال رکھنا چاہیے۔

پاکستان کے حالات کے مطابق لڑکے کا لڑکی کو پسند نہ کرنا بچی کے لیے کسی قیامت صغری سے کم نہیں ہوتا، ایسے حالات میں منگیتر کو بچی دیکھنے کا موقع دیا جائے، اگرچہ بچی کے والدین اور بھائی وغیرہ باخبر نہ ہوں، تاکہ کسی کی حوصلہ شکنی کیے بغیر شریعت کی رخصت پر عمل ہو جائے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام بھیجا اور چھپ کر اس کو دیکھ لیا۔ اس سلسلے میں بچی کی سہیلیاں اور دور کی رشتہ دار عورتیں اچھا کردار ادا کر سکتی ہیں، بشرطیکہ وہ خیر خواہ اور راز دار ہوں، اگر متعلقہ بچی کو بھی آگاہ نہ کیا جائے تو بہتر ہوگا تاکہ پسند نہ آنے کی صورت میں اس کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ۹/ ۱۵۷) میں کہا: جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ اس مقصد کے لیے عورت کو اس کی اجازت کے بغیر دیکھا جا سکتا ہے۔ امام طحاوی نے بعض سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نکاح سے پہلے منگیتر کو نہیں دیکھا جا سکتا، کیونکہ وہ اجنبی اور غیر محرم ہوتی ہے، لیکن مذکورہ احادیث کی روشنی میں اس قول کا رد کیا جائے گا۔ (صحیحہ: ۹۸)

(۱٤۳۷)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى مَا يَدْعُوْهُ إِلٰى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ۔))

(الصحيحة:۹۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی کسی عورت کو منگنی کا پیغام بھیجے تو وہ اس کی جس صفت کی بنا پر اس سے شادی کرنا چاہتا ہے، اسے دیکھ لے۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ۲۰۸۲، والطحاوی، والحاکم، والبيهقی، وأحمد: ۳/ ۳۳٤و۳٦۰

شرح:...... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایک لڑکی کو پیغامِ نکاح بھیجا، پس میں چھپ کر بیٹھا رہا، حتی کہ اس سے اس چیز کو دیکھ لیا، جس کی وجہ سے میں اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ (صحیحہ:۹۹)

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: حدیثِ مبارکہ اپنے مفہوم میں واضح ہے، راویٔ حدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے عمل سے مزید وضاحت ہو جاتی ہے، محمد بن مسلمہ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

احناف اور شوافع صرف چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنے کے قائل ہیں۔ امام احمد سے درج ذیل اقوال منقول ہیں:

(اول)..... چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا

(دوم)......ان اعضا کو دیکھا جا سکتا ہے، جو ظاہر ہوتے رہتے ہیں، مثلاً گردن اور پنڈلیاں وغیرہ

(سوم)......اس کے مکمل وجود کو دیکھا جا سکتا ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ حدیث کے ظاہری مفہوم کو دیکھا جائے تو دوسرا قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے، صحابہ کرام کا عمل بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس موضوع پر دلالت کرنے والی ان احادیث اور ان کے موافق جمہور اہل علم کے اقوال کے باوجود عصرِ حاضر کے اکثر مسلمان ان سے اعراض کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ تقوی و پارسائی کو سامنے رکھتے ہوئے منگیتر لڑکے کو یہ موقع فراہم نہیں کرتے کہ وہ ان کی لڑکی کو دیکھ سکے، اگرچہ دیکھنے کا تعلق صرف چہرے اور ہاتھوں کے ساتھ ہو۔

لیکن حیرانگی اس بے حس تقوے پر ہے کہ بعض لوگ اپنی بچیوں کو شرعی پردے کے بغیر شاہراہوں پر ٹہلنے اور سفر کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں اور گھر کے اندر منگیتر لڑکے کو دیکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

بلکہ کچھ ایسے عقل و خرد سے کورے لوگ بھی موجود ہیں، جو یورپی تہذیب سے متاثر ہو کر اپنی بیٹیوں کے سلسلے میں اس قدر بے غیرت بن چکے ہیں کہ غیر محرم اور اجنبی بلکہ کافر فوٹو گرافروں کو ان کی تصویریں بنانے کی اجازت دے دیتے ہیں، پھر ان کی تصویریں شادی کا پیغام بھیجنے والے لڑکوں کو دیتے ہیں اور معاملہ طے نہ ہونے کی صورت میں ان کی بیٹیوں کی تصویریں اُن نوجوانوں کے پاس ہی رہ جاتی ہیں، اس طرح یہ لوگ نوجوانوں کی غیرت وحمیت کو مسخ کر دیتے ہیں۔

ہائے افسوس! ان باپوں پر، جو بے غیرت ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. (صحیحہ: ۹۹)

(۱٤٣٨)۔ عَنْ أَبِي حَمِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً، فَلاجُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَّنْظُرَ إِلَيْهَا إِذَا كَانَ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا لِخِطْبَتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ لَاتَعْلَمُ۔)) (الصحيحة:٩٧)

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی کسی کو منگنی کا پیغام بھیجے، تو اسے دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں، اگر چہ اس عورت کو علم نہ ہو، بشرطیکہ وہ منگنی کی وجہ سے دیکھ رہا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطحاوي، وأحمد: ٥/ ٤٢٤، والطبراني في"المعجم الأوسط": ١/ ٥٢/ ١/ ٨٩٨۔ بترقيمي

شرح:...... یہ بہت بڑی مصلحت ہے، اگر متعلقہ آدمی کو وہ عورت پسند نہیں آتی تو وہ اسی وقت اپنا ارادہ ترک کر دے۔ اگر ایسے نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ نکاح کے بعد اس عورت کی شکل وصورت نفرت کا باعث بنے اور معاملہ طلاق تک جا پہنچے۔

(١٤٣٩)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلاً أَرَادَ أَن يَّتَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُنْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا۔)) يَعْنِي: الصِّغْرَ۔ (الصحيحة:٩٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک انصاری عورت سے شادی کرنا چاہی، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''اسے دیکھ لے، کیونکہ انصاریوں کی آنکھیں (عموماً چھوٹی) ہوتی ہیں۔''

تخريج: أخرجه مسلم في"صحيحه": ٤/ ١٤٢، وسعيد بن منصور في"سننه": ٥٢٣، وكذاالنسائي: ٢/ ٧٣، والطحاوي في "شرح معاني الاثار": ٢/ ٨، وابن حبان في"صحيحه": ٤٠٣٠ ـالاحسان، والدارقطني: ٣٩٦، والبيهقي: ٧/ ٨٤

شرح:...... شادی کی ابتدا میں ہی مرد کو چاہئے کہ وہ اپنی متوقع بیوی کو دیکھ لے، تاکہ قابلِ اعتراض چیز کی صورت میں معاملے کو وہیں ٹھپ کر دیا جائے۔

(١٤٤٠)۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: أَنَّهُ خَطَبَ امْرَأَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أُنْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرٰى أَن يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا۔)) (الصحيحة:٩٦)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو شادی کا پیغام بھیجا۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں فرمایا: ''اسے دیکھ لو، کیونکہ اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ (اس بنا پر) تمھارے درمیان محبت ڈال دی جائے۔''

تخريج: أخرجه سعيد بن منصور في "سننه": ٥١٥ـ٥١٨، وكذاالنسائي: ٢/ ٧٣، والترمذي: ١/ ٢٠٢، والدارمي: ٢/ ١٣٤، وابن ماجه: ١٨٦٦، والطحاوي: ٢/ ٨، وابن الجارودفي "المنتقى": ٣١٣،

والدارقطني: ٣٩٥، والبيهقي: ٧/ ٨٤، وأحمد: ٤/ ١٤٤-٢٤٥/ ٢٤٦، وابن عساكر: ١٧/ ٤٤/ ٢وروى هذا الحديث عن بكر المزني عن انس عن المغيرة بن شعبة، رواه عبد الرزاق في "الامالي": ٢/ ٤٦/ ١-٢، وابن ماجه: ١٨٦٥، وابو يعلى في "مسنده": ق ١٧٠/ ١، وابن حبان: ١٢٣٦، وابن الجارود، والدارقطني والحاكم: ٢/ ١٦٥، والضياء في المختارة: ق ٨٨/ ٢

شرح :...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اس رخصت پر عمل کر لیا جائے اور لڑکی لڑکے کو پسند آ جائے تو محبت میں اضافہ ہوتا رہے گا، اور ایسے ہی ہوتا ہے۔

اگرچہ طبعی طور پر بچی کے والدین کے لیے یہ مرحلہ مشکل ہے، لیکن انھیں اپنی بچی کے بہترین مستقبل کے لیے اس نبوی گنجائش پر عمل کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے سب سے بڑے خیر خواہ تھے۔

شادی کے لیے کس کا انتخاب کیا جائے؟

(١٤٤١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((إِذَاأَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِيْنَهُ فَزَوِّجُوْهُ إِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ۔)) (الصحيحة:١٠٢٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمھارے پاس (رشتہ لینے کے لیے) کوئی ایسا رشتہ آئے جس کے اخلاق اور دین کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے شادی کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں وسیع پیمانے پر فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ١/ ٢٠١، وابن ماجه: ١/ ٦٠٦، والحاكم: ٢/ ١٦٤، والخطيب في "التاريخ" ١١/ ٦١

شرح :...... فتنہ وفساد سے مراد یہ ہے کہ اخلاق وکردار میں بگاڑ آ جائے گا، زنا اور بدکاری عام ہو جائے گی، نوجوانوں کے اعلی جذبات سفلی جذبات میں تبدیل ہو جائیں گے، غیرت وحمیت پر وھن اور بزدلی غالب آ جائے گی اور اب ایسے ہی ہو رہا ہے۔

اگر آج کے دور کا، جہاں شادی کے سلسلے میں مال و دولت کو ہی ترجیح دی جاتی ہے، جائزہ لیا جائے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی حقانیت عیاں ہو جائے گی۔

قارئین کرام! ہماری گزارشات قصۂ پارینہ نہیں ہیں، ہم جدید تہذیب کی عکاسی کر رہے ہیں۔ کیا کبھی آپ نے ایسے والدین دیکھے ہیں جو محض اپنی بیٹی کے لیے نیک گھرانے کی تلاش میں ہوں، جنھوں نے امانت و دیانت اور شرافت وصداقت کو معیار بنایا ہو، جنھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی لاج رکھنے کی کوشش کی ہو، جنھوں نے انتخاب کرتے وقت ''نیک، پارسا، متقی اور پرہیزگار'' جیسے الفاظ بولے ہوں، جنھوں نے مشورہ کرتے وقت رشتہ طے کرنے سے متعلقہ احادیث کے بارے میں جاننے کی کوشش کی ہو؟

ان ترجیحات کی وجہ سے اکثر والدین آزمائشوں کی بھٹیوں میں جھلس گئے اور بے سکون زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔ اول تو انہیں بیٹی کے لیے ان کے معیار کا رشتہ نہیں ملتا اور طویل انتظار کرنا پڑتا ہے، اس دعوی کی کئی مثالیں موجود ہیں، اگر کوئی مل جاتا ہے تو بعد میں میاں بیوی میں اتفاق واتحاد نظر نہیں آتا۔

دولہا اور دلہن میں یکسانیت کا دارومدار کس چیز پر ہے؟

(١٤٤٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوعاً: ((تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ فَانْكِحُوْا الْأَكْفَاءَ، وَأَنْكِحُوْا إِلَيْهِمْ۔)) (الصحيحة: ١٠٦٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے نطفوں کے لیے (اچھی عورتوں کا) انتخاب کرو، ہم پلہ عورتوں سے نکاح کرو اور ہم پلہ مردوں کو (اپنی بیٹیوں وغیرہ کا) نکاح دو۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ١/ ٦٠٧، وابن عدي في"الكامل" ٦٤/ ١، والدارقطني: ٤١٦، والحاكم: ٢/ ١٦٣، والخطيب: ١/ ٢٦٤، وابن عساكر فى "تاريخ دمشق": ٥/ ١٢٠/ ٢

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: دوسرے متابعات اور طرق کی بنا پر حدیث تو صحیح ہے، لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ مرد وزن میں یکسانیت و برابری کا دارومدار دین اور اخلاق پر ہے۔ (صحیحہ: ۱۰۶۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار وجوہات کی بنا پر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے: (۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) حسب ونسب کی وجہ سے (۳) حسن و جمال کی وجہ سے اور (۴) دین کی وجہ سے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ۔)) (بخاری، مسلم) ......''تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیاب ہو جا۔''

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا حدیث میں ''اکفاء'' یعنی ہم پلہ سے مراد دیندار لوگ ہیں۔

(١٤٤٣)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى إِحْدٰى خِصَالٍ ثَلَاثَةٍ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى مَالِهَا وَتُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى جَمَالِهَا، وَتُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى دِيْنِهَا، فَخُذْ ذَاتَ الدِّيْنِ وَالْخُلُقِ تَرِبَتْ يَمِيْنُكَ۔)) (الصحيحة: ٣٠٧)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین خصائل میں کسی ایک کی بنیاد پر عورت سے شادی کی جاتی ہے: (۱) اس کے مال کی بنا پر شادی کی جاتی ہے (۲) یا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے (۳) یا اس کے دین کی بنا پر شادی کی جاتی ہے۔ تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو، دین اور اخلاق والی عورت کا انتخاب کر لینا۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ١٢٣١، والحاكم: ٢/ ١٦١، وأحمد: ٣/ ٨٠-٨١

شرح:...... عصرِ حاضر میں چونکہ لڑکی لڑکے سمیت والدین کی ترجیحات بدل چکی ہیں، ہر ایک دنیوی تقاضوں کو

اس قدر ترجیح دیتا ہوا نظر آتا ہے کہ گویا شادی کا مقصد ہی دنیا ہے۔ اگرچہ والدین کی اس قسم کی خواہش ہوسکتی ہے، لیکن دین کی بھی کوئی اہمیت ہونی چاہیے۔

نکاح کی تشہیر کرنا

(١٤٤٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ هَبَّارِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ زَوَّجَ بِنْتاً لَهُ، وَكَانَ عِنْدَهُمْ كَبَرٌ وَغَرَابِلُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسِمَعَ الصَّوْتَ، فَقَالَ: مَاهٰذَا فَقِيْلَ: زَوَّجَ هَبَّارٌ ابْنَتَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَشِيْدُوْا النِّكَاحَ أَشِيْدُوْا النِّكَاحَ، هٰذَا النِّكَاحُ، لَا السِّفَاحُ۔)) قَالَ: قُلْتُ: فَمَا الْكَبَرُ۔ قَالَ: الطَّبْلُ الْكَبِيْرُ وَالْغَرَابِيْلُ الصُّنُوْجُ۔ (الصحيحة:١٤٦٣)

عبداللہ بن ابوعبداللہ بن ہبار بن اسود اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا حضرت ہبار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور ان کے پاس یک رخا ڈھول اور ایک دف تھا (اور وہ ان کا استعمال کر رہے تھے)۔ جب رسول اللہ ﷺ باہر آئے اور آوازیں سنیں تو پوچھا: ''یہ کیا ہے (یہ آوازیں کیوں آ رہی ہیں)؟'' کہا گیا کہ ہبار نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نکاح کی تشہیر کرو، نکاح کی تشہیر کرو، یہ نکاح ہے، زنا نہیں ہے۔'' ایک راوی کہتا ہے: میں نے کہا کہ ''کبر'' کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا بڑے ڈھول کو کہتے ہیں۔ اور ایک قسم کے باجے کو ''غَرَابِيْل'' کہتے ہیں۔

تخريج: رواه ابن منده في "المعرفة" ٢/ ٢١٨/ ٢، والطبراني في ترجمة "هبار" من "الاصابة"

شرح: ...... کم از کم نکاح کے درست ہونے کے لیے ولی اور دو دیندار گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ لغت میں "الكَبَر" کا معنی ''یک رخا ڈھول'' اور "الغِرْبَال" کا معنی ''دف'' بھی کیا گیا ہے، دوسری احادیث میں دی گئی اس قسم کی رخصتوں کے یہی معانی زیادہ مناسب ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بہترین نکاح کون سا ہے؟

(١٤٤٥)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ مَرْفُوْعاً: ((خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ۔)) (الصحيحة:١٨٤٢)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین نکاح وہ ہے، جو سب سے زیادہ آسان ہو۔''

تخريج: رواه أبوداود: ٢١١٧، وابن حبان: ١٢٥٧ و ١٢٦٢ و ١٢٨١، والقضاعي: ١٠٠/ ١۔٢، والدولابي: ١/ ١١٠

شرح: ...... سب سے بہتر نکاح وہ ہے جس میں نکاح کرنے والے کے حق میں آسانیاں ہوں، مثلاً حق مہر کا کم ہونا، غیر ضروری شرائط کا نہ ہونا، غیر شرعی رسم و رواج کا نہ ہونا۔

آجکل شادی کے موقع پر اتنے تکلفات کیے جاتے ہیں کہ یا تو متعلقہ لوگوں کو کئی سالوں تک تیاری کرنا پڑتی ہے یا پھر برسوں تک مقروض رہتے ہیں۔ یقین مانیئے کہ جب رشتہ داروں کو تین چار ایام پر مشتمل شادی کی دعوت دی جاتی ہے، تو ہمارے مشاہدے کے مطابق لوگوں کی اکثریت کو اس بنا پر پریشان پایا جاتا ہے کہ گھر کے ہر فرد کے لیے اتنے ملبوسات کا اہتمام کرنا ہے اور فلاں فلاں رسم میں اتنی اتنی رقم جمع کروانی ہے، لیکن محبت کے ظاہری دعووں اور رواجوں کو برقرار رکھنے کے لیے حیثیت سے بڑھے ہوئے تقاضوں کو پورا کیا جا رہا ہے۔

کیا آپ تسلیم کریں گے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے موقع پر ان کو لینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گئے تھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پروگرام کا علم ہی نہ تھا اور اکثر امہات المؤمنین سے شادی کے موقع پر دعوتِ ولیمہ میں ستو وغیرہ پیش کیا گیا اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جس کے پاس زائد کھجوریں اور ستو ہے، وہ لے آئے، اسے اکٹھا کر کے ولیمہ کر دیا، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کے موقع پر ایک بکری ذبح کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر صحابۂ کرام کی شادیوں کا علم ہی نہیں ہوتا تھا؟ لیکن اس دور میں ایسا کرنے والے کو موردِ طعن اور رشتہ داروں کا لحاظ نہ کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔

عصرِ حاضر میں حقیقی محبت مفقود ہے، خوشامد، چاپلوسی اور مال و دولت کا ضرورت سے زیادہ اظہار کیا جاتا ہے، مقابلہ بازی ہے، دنیا کو برتری حاصل ہے،......، مستحق، نادار، بے سہارا، لولے لنگڑے اور غریب رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا تو درکنار، زبانی کلامی ان کے دکھ درد میں شریک ہونے والا کوئی نہیں۔ ایسے میں وہی کچھ ہوگا، جو ہو رہا ہے۔

باہمی محبت میں میاں بیوی اپنی مثال آپ ہیں

(۱٤٤٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ۔)) (الصحيحة: ٦٢٤)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی مثال نہیں ملتی۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ١٨٤٧، والحاكم: ٢/ ١٦٠، والبيهقي: ٧/ ٧٨، والطبراني: ٣/ ١٠٦/ ١، وتمام في "الفوائد": ١٣٠/ ١، والعقيلي في "الضعفاء": ٣٩٨، والمقدسي في "المختارة": ٦٢/ ٢٨١/ ٢

شرح:...... بڑی عجیب بات ہے کہ جس لڑکے اور لڑکی کو شادی سے پہلے سرے سے یا حتمی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ میاں بیوی کے رشتے میں ڈھل جائیں، لیکن نکاح کے بعد وہی جوڑا شفقت و محبت اور پاس و لحاظ میں اپنی مثال آپ پیش کرتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ خاوند کو بیوی کی محبت والدین اور بہن بھائیوں کی محبت سے محروم نہ کر دے۔

بیویوں کے حقوق

(۱٤٤٧)۔ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ حَدَّثَنِي أَبِي

بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا حضرت معاویہ

عَـنْ جَـدِّیْ مُـعَاوِیَةَ بْنِ حِیْدَةَ قَالَ: قُلْتُ: یَـارَسُـوْلَ الـلّٰـهِ! نِسَـاؤُنَـا مَـانَأْتِی مِنْهُنَّ وَمَـانَذَرُ؟ قَالَ: ((اِئْتِ حَرْثَكَ أَنّٰی شِئْتَ، وَأَطْعِـمْهَـا إِذَا طَـعِمْـتَ، وَاكْسُهَـا إِذَا اكْتَسَيْـتَ، وَلَا تُـقَبِّـحِ الْـوَجْـهَ، وَلَا تَضْرِبْ۔)) (الصحیحۃ:٦٨٧)

بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کہاں سے عورت کو استعمال کیا جائے اور کہاں سے نہ کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی کھیتی میں جیسے چاہے آ اور جب تو کھائے تو اسے بھی کھلا اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنا اور چہرے کو برا بھلا مت کہہ اور نہ اس پر مار۔''

تخریج: أخرجه أبوداود: ١/ ٣٣٤، وابن ماجه: ١٨٥٠، وأحمد: ٥/ ٣و٥، والطبرانی فی "المعجم الکبیر": ١٩/ ٤١٥

شرح:...... اس میں بیوی کے حقوق کا بیان ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (سورۂ نساء: ١٩) ''اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ معاشرت اختیار کرو۔''

عورت سب سے زیادہ خاوند کے حسنِ اخلاق کی محتاج ہے، مختلف احادیث میں اس کی بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے، علاوہ ازیں عورت کے کھانے پینے، لباس اور رہائش کے اخراجات کا ذمہ دار خاوند ہے۔

اسلام ہی واحد مذہب ہے کہ جس نے بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے کا سبق دیا ہے، اس کی وجہ بالکل واضح ہے کہ شادی اور بالخصوص اولاد ہو جانے کے بعد عورت کا واحد سہارا اس کا خاوند ہوتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ شادی کے بعد اپنے والدین، بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں کے گھر جچتی ہی نہیں ۔ اس لیے خاوند حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنی رفیقۂ حیات کی بے بسی کا خیال رکھیں اور اس کی خدمت کو شرف انسانیت سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ماجور ٹھہریں۔

(١٤٤٨)۔ عَـنْ عَـمْـرِو بْنِ أُمَیَّةَ مَرْفُوْعاً: ((مَا أَعْطَی الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔)) (الصحیحۃ:١٠٢٤)

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی اپنی بیوی کو جو کچھ دے گا وہ صدقہ ہوگا۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٤/ ١٧٩، والطیالسی: صـ ١٩٤، رقم: ١٣٦٤، والبزار، واحمد

شرح:...... بیوی کے کھانے پینے، لباس اور رہائش کر بندوبست کرنا خاوند پر فرض ہے، یہ فرض ادا کرنے میں اسے ثواب ملتا ہے، اسی بنا پر بیوی کے اخراجات پورا کرنے کو صدقہ کہا گیا۔

(١٤٤٩)۔ عَـنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ، قَالَ: قَـالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا سَقَی الرَّجُلُ امْـرَأَتَهُ الْمَاءَ أُجِرَ۔)) فَقُمْتُ إِلَیْهَا فَسَقَیْتُهَا

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اسے اجر وثواب ملتا ہے۔'' میں یہ حدیث سن کر اٹھا، اپنی بیوی

وَأَخْبَرْتُهَا بِمَا سَمِعْتُ۔

کو پانی پلایا اور اسے یہ حدیث سنائی۔

(الصحيحة: ٢٧٣٦)

تخریج: أخرجه البخاری فی "التاریخ الکبیر": ٢/ ١/ ١٦٣، والطبرانی فی "الکبیر": ١٨/ ٣٥٨، و "الأوسط": ١/ ٤٩/ ٨٤٢، واحمد: ٤/ ١٢٨

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نبوی وصیت

(١٤٥٠)۔ عَنْ حَجْرِ بْنِ قَيْسٍ۔ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ۔ قَالَ: خَطَبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَ: ((هِيَ لَكَ عَلَى أَنْ تُحْسِنَ صُحْبَتَهَا۔)) (الصحيحة: ١٦٦)

حجر بن قیس، جنھوں نے زمانہ جاہلیت پایا تھا، کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تیری ہی ہے، بشرطیکہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔''

تخریج: رواہ الطبرانی: ١/ ١٧٦/ ١

شرح:...... ویسے بھی حسن سلوک بیوی کا حق ہے، آپ ﷺ نے مزید تاکید فرما دی۔

بیوی سے جھوٹ بولنا جائز ہے، لیکن کب؟

(١٤٥١)۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى أَهْلِي؟ قَالَ: ((لَا، فَلَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْكَذِبَ۔)) قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَسْتَصْلِحُهَا وَأَسْتَطِيْبُ نَفْسَهَا، قَالَ: ((لَاجُنَاحَ عَلَيْكَ۔)) (الصحيحة: ٤٩٨)

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اپنی بیوی کے ساتھ جھوٹ بولنے میں گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ نہیں بولنا، اللہ تعالیٰ جھوٹ کو پسند نہیں کرتا۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول میں (جھوٹ بول کر) اس سے صلح چاہتا ہوں اور اس کے نفس کو خوش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر کوئی گناہ نہیں۔''

تخریج: أخرجه الحمیدی فی "مسنده": ٣٢٩، واخرجه مسلم: ٨/ ٢٨، واحمد: ٦/ ٤٠٣ عن ام کلثوم بنت عقبه رضی اللہ عنہا بلفظ: قالت: ما سمعت رسول الله ﷺ رخص فی شیء من الکذب الا فی ثلاث: الرجل یقول القول یرید به الاصلاح، والرجل یقول القول فی الحرب، والرجل یحدث امرأته، والمرأة تحدث زوجها۔

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: قاضی عیاض کہتے ہیں: ممکن ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے اپنی اپنی محبت کا دعویٰ کریں، اگرچہ حقیقتِ حال اس کے برعکس ہو، تاکہ ان میں مزید اصلاح اور محبت

پیدا ہو سکے۔

لیکن میں (البانی) کہتا ہوں: اس سے مراد خاوند کا ایسا غلط دعوی نہیں، جس کو پورا کرنے کا اس کا ارادہ ہی نہ ہو اور نہ اسے ایسی غلط بیانی کی اجازت ہے کہ جس کا بعد میں واضح ہو جانے کا خطرہ ہو، کیونکہ ایسی صورت میں اصلاح کی بجائے فساد ہوگا۔ مثال کے طور پر اس کا یہ کہنا کہ وہ اپنی بیوی کے لیے فلاں چیز اتنی بھاری رقم کے عوض خرید کر لایا ہے، ایسی صورت میں بیوی کو بعد میں اصل قیمت کا پتہ چل سکتا ہے۔ (صحیحہ: ۴۹۸)

بہر حال اس چیز کا فیصلہ میاں بیوی میں سے ہر کوئی خود کرے گا، مثلا بیوی نے خاوند سے کوئی مطالبہ کیا، لیکن وہ کسی مجبوری کی وجہ سے پورا نہ کر سکا اور اس کی بیوی کا مزاج اس کو معذور سمجھنے کے لیے تیار نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ کوئی معقول بہانہ، جو اگرچہ خلاف حقیقت ہو، کر سکتا ہے۔ اور مطالبہ پورا کر دینے کی صورت میں وہ اپنی بیوی کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے زیادہ محنت اور کوشش کا دعوی کرتا ہے۔

بیوی کو اس کے خاوند کے حق میں نہ بگاڑا جائے

(١٤٥٢)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ خَبَّبَ خَادِمًا عَلٰى أَهْلِهَا فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ أَفْسَدَ امْرَأَةً عَلٰى زَوْجِهَا، فَلَيْسَ مِنَّا۔))

(الصحيحة:٣٢٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی خادم کو اس کے مالکوں کے خلاف بھڑکایا، وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جس نے کسی خاوند کے حق میں اس کی بیوی کو بگاڑا، وہ بھی ہم سے نہیں ہے۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٢/ ٣٩٧، وابوداود: ٥١٧٠، وابن حبان: ١٣١٩

شرح:...... حدیث میں جن دو گناہوں کی نشاندہی کی گئی ہے، وہ کسی گھرانے میں فساد ڈالنے کے لیے کافی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ کسی شادی شدہ عورت کے سامنے اس کے خاوند پر ناقدانہ بحث نہ کریں، بلکہ مختلف مثالیں دے کر اسے اپنے گھر پر مطمئن کرنے کی کوشش کریں، تاکہ اس کے دل میں خاوند کا احترام برقرار رہے اور وہ اس کی بغاوت کرنے سے باز رہے۔

آپ ﷺ کا اپنی بیویوں کا خیال رکھنا

(١٤٥٣)۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَتْ: دَخَلَ الْحَبَشَةُ الْمَسْجِدَ يَلْعَبُوْنَ، فَقَالَ لِي: ((يَا حُمَيْرَاءُ! اَتُحِبِّيْنَ أَنْ تَنْظُرِيْ إِلَيْهِمْ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ، وَجِئْتُهُ، فَوَضَعْتُ ذَقَنِي عَلٰى عَاتِقِهِ،

زوجۂ رسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حبشی لوگ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''حمیراء! کیا تو ان کو (کھیلتا) دیکھنا چاہتی ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ دروازے پر کھڑے ہو گئے، میں آئی اور اپنی ٹھوڑی آپ کے کندھے پر رکھی اور اپنے چہرے کو آپ

فَأَسْنَدْتُ وَجْهِي إِلَى خَدِّهِ، قَالَتْ: وَمِنْ قَوْلِهِمْ يَوْمَئِذٍ: أَبَا الْقَاسِمِ طَيِّبًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((حَسْبُكِ؟)) فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَاتَعْجَلْ۔ فَقَامَ لِي، ثُمَّ قَالَ: ((حَسْبُكِ؟)) فَقُلْتُ: لَاتَعْجَلْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَتْ: وَمَا لِي حُبُّ النَّظَرِ إِلَيْهِمْ وَلٰكِنِّي أَحْبَبْتُ أَن يَبْلُغَ النِّسَاءَ مَقَامُهُ لِي، وَمَكَانِي مِنْهُ۔ (الصحيحة:۳۲۷۷)

کے رخساروں کا سہارا دے (کر کھڑی ہو گئی)۔ وہ لوگ اس دن بار بار یہ کلمہ دوہراتے تھے: "أَبَا الْقَاسِمِ طَيِّبًا۔" آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا گیا: ''کیا اب کافی ہے؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول جلدی نہ کریں۔ آپ کھڑے رہے اور (کچھ دیر کے بعد) پھر پوچھا: ''کیا اب کافی ہے؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول جلدی نہ کریں۔ دراصل مجھے ان لوگوں کی طرف دیکھنا پسند نہیں تھا۔ میں تو چاہتی تھی کہ عورتوں کو پتہ چل جائے کہ آپ کے نزدیک میرا اور میرے نزدیک آپ کا کیا مقام ہے۔

تخريج: أخرجه النسائي في"السنن الكبرى": ٥/ ٣٠٧/ ٨٩٥١، والطحاوي في"مشكل الآثار": ١/ ١١٧ والترمذي: ٣٦٩١، وأخرجه البخاري: ٩٥٠، ومسلم: ٣/ ٢٢ مختصرا

شرح:...... یہ حسن اخلاق اور بیوی کے ساتھ اچھے برتاؤ کا بہترین انداز ہے۔ خاوند کو علم ہونا چاہیے کہ کون سے امور اس کی بیوی کی خوش طبعی کا باعث بنتے ہیں۔

بیوی پر خاوند کے حقوق کے تقاضے

(١٤٥٤)۔ عَنْ طَلْقٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ مِنَ امْرَأَتِهِ حَاجَةً فَلْيَأْتِهَا وَلَوْ كَانَتْ عَلَى تَنُّورٍ۔)) (الصحيحة:١٢٠٢)

حضرت طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی اپنی (فطری) ضرورت پوری کرنے کے لیے اپنی بیوی کو بلائے تو وہ اپنے خاوند کے پاس پہنچے، اگرچہ وہ تنور پر ہی ہو۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ١/ ٢١٧، وابن حبان: ١٢٩٥، وأحمد: ٤/ ٢٢، والبيهقي: ٧/ ٢٩٢

شرح:...... بیوی پر شوہر کی فرمانبرداری کرنا فرض ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی مرد اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے، پھر وہ مرد ساری رات اس سے ناراض رہے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (بخاری، مسلم)

اس موضوع پر مزید روایات اسی باب میں موجود ہیں، لہٰذا بیویوں کو چاہئے کہ وہ اپنے خاوندوں کے سامنے زبان درازی نہ کیا کریں، ان کی گستاخی نہ کیا کریں اور ان کا ہر حال میں شکریہ ادا کیا کریں۔

(١٤٥٥)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا دَعَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنی بیوی کو بلائے تو وہ (فوراً) تسلیم

فَلْتُجِبْ ، وَإِنْ كَانَتْ عَلٰى ظَهْرِ قَتَبٍ۔)) کرے، اگر چہ وہ پالان پر ہو۔"
(الصحيحة:۱۲۰۳)

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده" صـ ١٥٥ ـ زوائده، والطبراني في "الكبير" و "المعجم الاوسط": ١/ ١٧٠/ ١

شرح:...... بیوی کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہر ممکن طریقے سے خاوند کو راضی رکھنے کی کوشش کرے۔

(١٤٥٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ لَهُ فَحْلَانِ فَاغْتَلَمَا فَأَدْخَلَهُمَا حَائِطاً فَسَدَّ عَلَيْهِمَا الْبَابَ ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ لَهُ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنِّي جِئْتُ فِي حَاجَةٍ وَإِنَّ فَحْلَيْنِ لِي اغْتَلَمَا فَأَدْخَلْتُهُمَا حَائِطاً ، وَسَدَدْتُ الْبَابَ عَلَيْهِمَا ، فَأُحِبُّ أَنْ تَدْعُوَ لِي أَنْ يُسَخِّرَ هُمَا اللّٰهُ لِي! فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: ((قُوْمُوْا مَعَنَا۔))

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی کے دو طاقتور سانڈ تھے، وہ دونوں مستی میں آ گئے، اس نے ان کو ایک باغ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا، پھر دعا کروانے کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ نبی کریم ﷺ چند صحابہ میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آ کر کہا: اے اللہ کے نبی! میں ایک ضرورت کے پیش نظر آپ کے پاس آیا ہوں، میرے دو سانڈ ہیں، وہ دونوں مستی میں آ گئے ہیں، میں نے ان کو ایک باغ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو میرے لیے مسخر کر دے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ

فَذَهَبَ حَتّٰى أَتَى الْبَابَ فَقَالَ: ((افْتَحْ)) فَفُتِحَ الْبَابُ ، فَإِذَا أَحَدُ الْفَحْلَيْنِ قَرِيْبٌ مِنَ الْبَابِ ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ لَهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ائْتِنِيْ بِشَيْءٍ أَشُدُّ بِهِ رَأْسَهُ ، وَأُمَكِّنُكَ مِنْهُ۔)) فَجَاءَ بِخِطَامٍ ،

سے فرمایا: "اٹھو (چلتے ہیں)۔" آپ چلے یہاں تک کہ باغ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "دروازہ کھولو۔" دروازہ کھول دیا گیا۔ ایک سانڈ دروازے کے قریب ہی کھڑا تھا، جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو آپ کو سجدہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کوئی (رسی وغیرہ) لاؤ

فَشَدَّ بِهِ رَأْسَهُ وَأَمْكَنَهُ مِنْهُ۔ ثُمَّ مَشَيَا إِلٰى أَقْصَى الْحَائِطِ إِلَى الْفَحْلِ الآخَرِ، فَلَمَّا رَآهُ، وَقَعَ لَهُ سَاجِداً، فَقَالَ لِلرَّجُلِ: ((اِئْتِنِي بِشَيْءٍ أَشُدُّ بِهِ رَأْسَهُ۔)) فَشَدَّ رَأْسَهُ، وَأَمْكَنَهُ مِنْهُ وَقَالَ: ((اِذْهَبْ فَإِنَّهُمَا لَا يَعْصِيَانِكَ۔)) فَلَمَّا رَأَى أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ ذٰلِكَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَانِ فَحْلَانِ لَا يَعْقِلَانِ سَجَدَا لَكَ أَفَلَا نَسْجُدُ لَكَ؟ قَالَ: ((لَا آمُرُ أَحَداً أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ وَلَوْ أَمَرْتُ أَحَداً أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔)) (الصحيحة: ٣٤٩٠)

تا کہ میں اس کا سر باندھ کر اس کو تیرے لیے مسخر کروں۔'' وہ لگام لے کر آیا، آپ ﷺ نے اس کا سر باندھا اور اسے اس کے لیے مسخر کر دیا۔ پھر دوسرے سانڈ کو پکڑنے کے لیے باغ کے دوسرے کنارے کی طرف گئے، جب اس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو اس نے بھی سجدہ کیا، آپ ﷺ نے اس آدمی سے فرمایا: ''کوئی (رسی وغیرہ) لاؤ تا کہ میں اس کا سر باندھ دوں۔'' آپ ﷺ نے اس کا سر باندھا اور اس کی تسخیر میں دے دیا اور فرمایا: ''جاؤ، اب یہ تیری بغاوت نہیں کریں گے۔'' جب صحابہ نے (سجدہ کرنے کا) منظر دیکھا تو کہا: اے اللہ کے رسول یہ دو سانڈ، جو غیر عاقل ہیں، آپ کو سجدہ کرتے ہیں، کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیتا، اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ١١/ ٣٥٦/ ١٢٠٠٣

شرح:...... خاوند کی فرمانبرداری کرنا بیوی پر فرض ہے، کسی کو سجدہ کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے سامنے انتہائی عاجزی وانکساری اور اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار کیا جائے۔ اگر یہ انداز اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز ہوتا تو وہ صرف بیوی ہوتی جو اپنے خاوند کے سامنے اطاعت کا اظہار کرتی۔

(١٤٥٧)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ: أَنَّ مُعَاذاً قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ أَهْلَ الْكِتَابِ يَسْجُدُوْنَ لِأَسَاقِفَتِهِمْ وَبَطَارِقَتِهِمْ أَفَلَا نَسْجُدُ لَكَ؟ قَالَ: ((لَوْ كُنْتُ آمِراً أَحَداً أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول آپ نے دیکھا ہوگا کہ اہل کتاب اپنے پادریوں اور عالموں کو سجدہ کرتے ہیں۔ کیا ہم بھی آپ کو سجدہ کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ

لِزَوْجِهَا، وَلَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ زَوْجِهَا، حَتَّى لَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا عَلَى قَتَبٍ لَأَعْطَتْهُ۔)) (الصحيحة:٣٣٦٦)

اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے اور بیوی تو اس وقت تک اپنے خاوند کے حق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی، جب تک ایسا نہ ہو کہ وہ اس سے اس کے نفس کا سوال کرے اور وہ اس کی بات مان لے، اگرچہ وہ پالان پر ہی ہو۔"

تخریج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٥/ ٢٣٦/ ٥١١٦

(١٤٥٨)۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: نَهَى ﷺ عَنْ أَنْ تُكَلَّمَ النِّسَاءُ، يَعْنِي: فِي بُيُوْتِهِنَّ، إِلَّا بِإِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ۔)) (الصحيحة:٦٥٢)

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوندوں کی اجازت کے بغیر بیویوں سے (ان کے گھروں میں) گفتگو کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج: أخرجه الخرائطی فی "مكارم الأخلاق": ٨/ ٢٣٠/ ٢

شرح :...... اگر شادی شدہ عورتوں سے کوئی گفتگو کرنی ہو تو پہلے ان کے خاوندوں کو آگاہ کر کے ان سے اجازت لی جائے۔ اس حدیث سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عورت اپنے خاوند کی کس قدر پابند ہے۔

خاوند کو تکلیف دینے والی بیوی کے لیے حوروں کی بد دعا

(١٤٥٩)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا، إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ: لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا۔)) (الصحيحة:١٧٣)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو موٹی آنکھوں والی (جنتی) حوروں میں سے اس کی بیوی کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کرے، اس کو تکلیف نہ دے، یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، قریب ہے کہ یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے۔"

تخریج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٠٨ ـبشرح التحفة، وابن ماجه: ٢٠١٤، وأحمد: ٥/ ٢٤٢، وأبو عبدالله القطان فی "حديثه عن الحسن بن عرفة": ١٥٥/ ١، والهيثم بن كليب فی "مسنده": ١٦٧/ ١، وأبو العباس الأصم فی "مجلسين من الأمالی": ٣/ ١، والطبرانی فی "الكبير": ٢٠/ ١١٣/ ٢٢٤، وأبو نعيم فی "الحلية": ٥/ ٢٢٠، وفی "صفة الجنة": ١٤/ ٢

شرح :...... اولاد کی بہترین تربیت کا انحصار والدین کے دوستانہ ماحول پر ہے، اس معاملے میں خاوند کو کلیدی حیثیت حاصل ہے، اگر اس کی بیوی کے رویے میں کوئی کجی یا ٹیڑھ پن پایا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بھی ہمیشہ انتقامی کارروائی پر اترا رہے، اسے چاہیے کہ وہ اس کی اصلاح کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کرے۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مہمان کو "دَخِيْل" کہتے ہیں۔ حور کی ندا کا مطلب یہ ہوا کہ یہ خاوند اس بیوی کے پاس بطورِ مہمان ٹھہرا ہوا ہے، یہ اس کی عارضی بیوی ہے، اس کی حقیقی بیوی تو حور ہے۔ قریب ہے کہ وہ اس کو داغِ مفارقت دے کر اس کے پاس پہنچ جائے۔ اس حدیث میں خاوندوں کو اذیت دینے والی بیویوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔ (صحیحہ: ۱۷۳)

اعمال صالحہ میں بیوی کا اپنے خاوند کی اقتدا کرنا

(١٤٦٠)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! انْطَلَقَ زَوْجِي غَازِيًا وَكُنْتُ أَقْتَدِي بِصَلَاتِهِ إِذَا صَلّٰى، وَبِفِعْلِهِ كُلِّهِ، فَأَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُبَلِّغُنِيْ عَمَلَهُ حَتّٰى يَرْجِعَ؟ فَقَالَ لَهَا: ((أَتَسْتَطِيْعِيْنَ أَنْ تَقُوْمِي وَلَا تَقْعُدِيْ، وَتَصُوْمِي وَلَا تُفْطِرِيْ وَتَذْكُرِيْ اللّٰهَ- تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى- وَلَاتَفْتُرِي حَتّٰى يَرْجِعَ؟)) قَالَتْ: مَاأُطِيْقُ هٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ طُوِّقْتِيْهِ، مَا بَلَغْتِ الْعُشْرَ مِنْ عَمَلِهِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔))

(الصحيحة: ٣٤٥٠)

سہل بن معاذ بن انس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میرا خاوند جہاد کے لیے روانہ ہو گیا ہے اور میں اور اس کے تمام (اچھے) اعمال میں اس کی اقتدا کرتی تھی، اب آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں جو مجھے اس کے عمل (کے درجے) تک پہنچا دے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: "کیا تو طاقت رکھتی ہے کہ (مسلسل) قیام کرتی رہے اور آرام نہ کرے اور (مسلسل) روزے رکھتی رہے اور (کسی دن) افطار نہ کرے اور (مسلسل) اللہ کا ذکر کرتی رہے اور (کبھی) اس سے غفلت نہ برتے، یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے؟" اس نے کہا: اے اللہ کے رسول میں اس عمل کی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تجھے ان اعمال کو سرانجام دینے کی طاقت مل بھی جائے تو پھر بھی تو اس کے عمل کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکے گی۔

تخريج: أخرجه الأمام أحمد: ٣/ ٤٣٩، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٠/ ١٩٦/ ٤٤١

شرح:...... معلوم ہوا کہ بیوی کو اعمال صالحہ کے سلسلے میں اپنے خاوند کی اقتدا کرنی چاہیے، تا کہ اس کے اعمال کی مقدار میں اضافہ ہو سکے، وگرنہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بیویاں روایتی سستی اور غفلت کی وجہ سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ نیز اس میں مجاہد کی فضیلت وعظمت کا بیان ہے، مسلسل قیام، روزے اور ذکر اس کے عمل کے دسویں حصے کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔

بیوی کا خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا

(۱٤٦۱)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَايَجُوْزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ فِي مَالِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا)) (الصحيحة:۸۲٥)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی کا اپنے مال سے بھی عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔''

تخريج:أخرجه أبو داود: ۲/ ۱۱۰، والنسائی: ۱/ ۳۵۲، وأحمد: ۲/ ۱۷۹، ۱۸٤، ۲۰۷، وورد بلفظ: ((لايجوز لامرأة فی مالها اذا ملك عصمتها۔" اخرجه ابوداود، والنسائی: ۲/ ۱۳۷ واللفظ له، وابن ماجه: ۲/ ۷۰، والحاكم: ۲/ ٤۷، واحمد: ۲/ ۲۲۱، وزاد ابن ماجه: ((الا باذن زوجها۔))

(۱٤٦۲)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعاً: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَايَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا۔)) (الصحيحة: ۷۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت اپنے گھر کے کھانے (والی چیزوں) سے خرچ کرتی ہے، بشرطیکہ کہ ضائع کرنے والی نہ ہو، تو اسے خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے، خاوند کو کمانے کی وجہ سے اجر ملتا ہے اور خزانچی کو بھی اسی طرح ثواب ملتا ہے، کوئی کسی کے اجر وثواب میں کمی نہیں کرتا۔''

تخريج: رواه البخاری: ۲/ ۱۱۷و۱۱۹و۱۲۰، ومسلم: ۳/ ۹۰، وأبو داود: ۱/ ۲٦۷، والنسائی: ۱/ ۳۵۱۔۳۵۲، والترمذی: ۱/ ۱۳۰وصححه، وابن ماجه: ۲/ ٤٤، وأحمد: ٦/ ٤٤، ۹۹، ۲۷۸، والحميدی: ۱/ ۱۳۳/ ۲۷٦، وابن أبی شيبة: ٦/ ۵۸۲/ ۲۱۲۰، وعبد الرزاق: ٤/ ۱٤۸/ ۷۲۷۵، ۹/ ۱۲۸/ ۱٦٦۱۹

شرح:...... یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر مال و دولت میں تصرف نہیں کر سکتی۔ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع والے سال اپنے خطبہ میں فرمایا: ((لَا تُنْفِقُ اِمْرَأَةٌ شَ)يْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا .)) قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلَا الطَّعَامَ؟ قَالَ: ((ذَالِكَ مِنْ اَفْضَلِ اَمْوَالِنَا .)) (ترمذی، ابن ماجه) ......کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے۔ کسی نے کہا: اے اللہ رسول! کسی کو کھانا بھی نہ دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کھانا تو ہمارے افضل (اور قیمتی) اموال میں سے ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ، لَمْ تَجُزْ عَطِيَّتُهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ۔)) (صحیحه: ۲۵۷۱) ......''جب مرد (بذریعۂ نکاح) کسی عورت کا مالک بن جاتا ہے تو خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا عطیہ دینا جائز نہیں ہوتا۔''

سیدنا واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَيْسَ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَنْتَهِكَ شَيْئًا مِنْ مَالِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا .))(صحیحہ: ۷۷۵) ......''عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے کچھ بھی خرچ نہیں کر سکتی۔''

لہٰذا عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے خاوند کے صلاح و مشورے کے بعد کسی کو کوئی چیز دے، لیکن جس چیز کے بارے میں عورت کو علم ہو کہ اگر اس کو خرچ کر بھی دیا جائے تو خاوند کچھ نہیں کہے گا یا موجود ہونے کی صورت میں وہ اجازت دے دے گا، تو ایسا مال خرچ کرنے کی اسے اجازت ہوگی۔ متن میں مذکورہ، بعد میں آنے والی اور اس موضوع سے متعلقہ دوسری احادیث کا یہی معنی و مفہوم ہے۔

خاوند حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنی بیویوں کو معقول حد تک مالی تصرف کرنے کی اجازت دے دیں، تاکہ وہ اس جرم سے محفوظ رہیں۔

(١٤٦٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ۔))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرتی ہے تو اسے نصف اجر ملتا ہے۔''

(الصحيحة:٧٣١)

تخريج: أخرجه آخرجه البخاري: ٣/ ٨، ٦/ ٢٩٢ واللفظ له، ومسلم: ٣/ ٩١، وأبو داود: ١/ ٢٦٧، وأحمد: ٢/ ٣١٦، وعبد الرزاق: ٤/ ١٤٧/ ٧٢٧٢

شرح:...... یہ حدیث مبارکہ ان معمولی چیزوں سے متعلق ہے جو عام طور پر صدقہ کی جاتی ہیں یا جن کے بارے میں بیوی کو یہ ظن غالب ہوتا ہے کہ خاوند بھی رضامند ہو جائے گا۔

(١٤٦٤)۔ عَنْ وَاثِلَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَنْتَهِكَ شَيْئًا مِنْ مَالِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا۔))

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے کچھ بھی خرچ نہیں کر سکتی۔''

(الصحيحة:٧٧٥)

تخريج: أخرجه تمام في "الفوائد": ١٠/ ١٨٢/ ٢، والطبراني: ٢٢/ ٨٣/ ٢٠١، ٨٥/ ٢٠٦، وابن عساكر: ٤/ ٢٤

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: یہ حدیث اور اس مفہوم پر دلالت کرنے والی دوسری احادیث اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے ذاتی مال میں بھی تصرف نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ کا بھی یہی تقاضا ہے۔ لیکن اگر کوئی خاوند سچا مسلمان ہے، تو اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ اس حکم

شرعی کو بہانہ بنا کر اپنی بیوی پر جبر کرے اور ایسے مالی تصرف سے بھی روک دے، جس کا ان دونوں کو کوئی نقصان نہ ہونا ہو۔

غور فرمائیں کہ یہ حکم اس حق سے ملتا جلتا ہے، جو بچی کے ولی کو اس کی شادی کے سلسلے میں حاصل ہوتا ہے کہ جس کی اجازت کے بغیر وہ نکاح نہیں کر سکتی، لیکن جب ولی اس کو نکاح سے روک لیتا ہے تو معاملہ انصاف کا طالب بن کر شرعی قاضی تک جا پہنچتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی خاوند اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے اور اسے اس کے ذاتی مال میں شرعی تصرف کرنے سے بھی روک لیتا ہے، تو قاضی ان کے درمیان انصاف کی راہ ہموار کرے گا۔ معلوم ہوا کہ حکم میں اشکال نہیں ہے، بلکہ سوئے تصرف میں اشکال ہے۔ (صحیحہ: ۷۷۵)

(۱٤٦٥)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَرْفُوْعاً: ((إِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ، لَمْ تَجُزْ عَطِيَّتُهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ۔)) (الصحيحة: ۲٥۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مرد (نکاح کے ذریعے) کسی عورت کا مالک بن جاتا ہے تو خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا (کسی کو) عطیہ دینا جائز نہیں ہوتا۔''

تخريج: أخرجه الطيالسي: ص۲۹۹ رقم ۲٦٦۷، وأخرجه ابو داود: ۱/ ۱۱۰، والنسائي: ۱/ ۳٥۲، واحمد: ۲/ ۱۷۹ بلفظ: ((لايجوز لامرأة عطية في مالها الا باذن زوجها۔)) ذكره الالباني في صحيحته برقم ۸۲٥

شرح: ...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ بعض سلف نے اس حدیث پر عمل کیا ہے، جیسا کہ امام طحاوی نے (شرح المعانی: ۲/۴۰۳) میں وضاحت کی ہے اور امام ابن حزم نے (المحلی: ۸/ ۳۱۰۔ ۳۱۱) میں سیدنا انس بن مالک، سیدنا ابو ہریرہ، امام طاوس، امام حسن اور امام مجاہد کے نام ذکر کیے ہیں، مزید انھوں نے کہا: ''لیث بن سعد کا بھی یہی قول ہے، وہ اس چیز کو جائز نہیں سمجھتے کہ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر مالی معاملات میں تصرف کرے، ہاں معمولی چیز کی گنجائش موجود ہے، جو صلہ رحمی یا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔''

امام ابن حزم نے دوسرے علما کے اقوال ذکر کیے اور ان کے دلائل کا مناقشہ بھی کیا، وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ بیوی اپنے ذاتی مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتی ہے۔ انھوں نے اپنے مسلک کے حق میں بعض احادیث صحیحہ پیش کی ہیں، جیسے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ عید میں عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی انگوٹھیاں اور کڑے وغیرہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈال دیے۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ ابن حزم کی بیان کردہ ان احادیث مبارکہ میں ان کے مسلک کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی،

کیونکہ یہ مخصوص واقعات پر مشتمل ہیں اور اس باب کی درج ذیل اور دوسری احادیث سے متعارض نہیں ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ، لَمْ تَجُزْ عَطِيَّتُهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ.)) (صحیحہ: ۲۵۷۱) ...... ''جب مرد (نکاح کے ذریعے) کسی عورت کا مالک بن جاتا ہے تو خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا (کسی کو) عطیہ دینا جائز نہیں ہوتا۔''

آپ خود سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں عید کا ذکر ہے، پر غور کریں، اس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ عورتوں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صدقہ کیا۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ ان کو خاوندوں کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت نہ تھی، بلکہ یہ کہا جائے کہ انھوں نے ان کو منع کر رکھا تھا، لیکن جب آپ ﷺ نے مخصوص موقع پر ان کو براہِ راست حکم دیا، تو انھوں نے اس حکم نبوی کی تعمیل کی۔ اب کیا کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ خاوندوں سے اجازت کی پابندی، نبی کریم ﷺ کے حکم پر مقدم تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے واقعی عورتوں کو ان کے خاوندوں کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے سے منع کیا، لیکن جب آپ ﷺ کسی مناسبت کی وجہ سے ان کو صدقہ کرنے کا حکم صادر فرمائیں گے، تو اس حکم کو خاوندوں کی اجازت پر مقدم سمجھا جائے گا، حالانکہ کوئی ایسی دلیل بھی نہیں ہے کہ انھوں نے اپنی بیویوں کو منع کر رکھا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابن حزم نے جو مسلک اختیار کیا ہے، ممکن ہے کہ ان کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جائے کہ ان کے نزدیک وہ احادیث درجۂ صحت کو نہ پہنچ سکیں، جن میں بیویوں کے صدقہ و خیرات کو خاوندوں کی اجازت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے، وگرنہ امام صاحب ان کی فوراً تعمیل کرتے، کیونکہ یہ ایک مخصوص اور زائد حکم پر مشتمل ہیں، جس سے ان کی بیان کردہ احادیث خالی ہیں۔

لیکن انھوں نے عمرو بن شعیب عن ابیہ...... کی اس حدیث کو اس بنا پر معلول قرار دیا ہے کہ یہ صحیفہ منقطع ہے، جبکہ امام احمد سمیت جمہور علمائے حدیث کے نزدیک عمرو بن شعیب کا صحیفہ موصول ہے۔

پھر ابن حزم نے یہ کہا اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو اسے منسوخ سمجھا جائے گا، اس کا جواب دیا جا چکا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جزء، کل کو اور خاص، عام کو منسوخ کر دے؟

کافروں کی تہذیبوں کی موافقت کے خواہاں اور اسلام میں حقوقِ نسواں پر بحث کرنے والے نام نہاد مسلمان اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث سے غافل اور جاہل ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ علمی اعتبار سے ابن حزم کا مذہب ان کے نزدیک راجح ہے، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کی ہدایات کو مغربی کلچر کے قریب تر کر دیا جائے، اس کی ایک شق یہ ہے کہ عورت اپنے مال میں خود تصرف کرے۔

لیکن ان بیچاروں کو علم ہونا چاہیے کہ ان دلائل سے ان کو ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ وہ تو عورت کو غیر کے مال میں بھی تصرف کرنے اور اسے اولیا کی اجازت کے بغیر شادی کرنے اور اسے ہم راز اور یار بنانے کی بھی اجازت

دیتے ہیں۔ ہمارے اللہ نے سچ فرمایا: ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۲۰) ...... ''یہودی اور عیسائی اس وقت تک آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے، جب تک آپ ان کی ملت کی پیروی نہیں کریں گے۔'' (صحیحہ: ۲۵۷۱)

قارئین کرام! یقیناً آپ کو اور بالخصوص عورتوں کو اس حکم پر تعجب ہو رہا ہوگا کہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت اپنے مال میں بھی تصرف نہیں کر سکتی۔ اس تعجب کی وجہ ہمارا ماحول ہے، جہاں اکثر خواتین کو اپنے خاوندوں کے گھروں میں مجبور و مظلوم کی حیثیت سے زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بہترین قرار دیا جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہوتے ہیں۔ خاوند حضرات کو چاہیے کہ وہ حکم نبوی کے مطابق اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، دوستانہ ماحول بنائیں، آپس میں خوش و خرم رہیں، ایک دوسرے کی خوشی غمی کو سمجھیں اور دونوں ایک دوسرے کے والدین اور دوسرے قرابت داروں کی قدر کریں۔ نیز خاوند حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنی بیویوں کو کچھ تصرف کرنے کی اجازت دے دیں۔ ایسے ماحول میں ان احادیث پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

بیوی کی جنت و جہنم کا دار و مدار خاوند پر ہے

(۱٤٦٥م)۔ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ مِحْصَنٍ، عَنْ عَمَّةٍ لَّهُ يُقَالُ: اسْمُهَا أَسْمَاءُ أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِبَعْضِ الْحَاجَةِ فَقَضٰى حَاجَتَهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ؟)) قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ: ((كَيْفَ أَنْتِ لَهُ؟)) قَالَتْ: مَا آلُوْهُ، إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اُنْظُرِيْ أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ، فَإِنَّهُ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ۔)) (الصحيحة: ۲٦۱۲)

حصین بن محصن اپنی پھوپھی، جن کا نام اسما بتایا جاتا ہے، سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس کسی کام کے لیے گئیں، آپ ﷺ نے ان کا کام کیا اور پوچھا: ''کیا تو شادی شدہ ہے؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تیرا (اپنے خاوند) کے ساتھ کیسا سلوک ہے؟'' انھوں نے کہا: میں اس کے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی، مگر جو میرے بس میں نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دیکھ لے، تیرا اس کے ہاں کیا مقام ہے؟ کیونکہ وہی تیری جنت ہے اور وہی تیری جہنم ہے۔''

شرح:...... عورت پر خاوند کی اطاعت ضروری ہے، بلکہ اس کی کامیابی و کامرانی اور ناکامی و نامرادی کا انحصار خاوند کی رضامندی اور ناراضگی پر ہے۔

تخریج: أخرجه النسائي في "الكبرى": ق٨٦/ ٢ـ عشرة النساء، وأحمد: ٤/ ٣٤١و ٦/ ٤١٩، والحميدي: ٣٥٥، وعنه الحاكم: ٢/ ١٨٩، وعن هذا البيهقي: ٧/ ٢٩١، وابن أبي شيبة في "المصنف": ٧/ ٤٧/ ١، والطبراني في "الأوسط": ١/ ١٧٠/ ١

خاوند کی ناشکری کرنے والی عورت اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم

(١٤٦٦)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَايَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى امْرَأَةٍ لَاتَشْكُرُ لِزَوْجِهَا، وَهِيَ لَاتَسْتَغْنِيْ عَنْهُ۔)) (الصحيحة:٢٨٩)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف (نظرِ رحمت سے) نہیں دیکھتا جو اپنے خاوند کا شکریہ ادا نہیں کرتی، حالانکہ وہ اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔''

تخريج: أخرجه النسائي في "عشرة النساء": من "السنن الكبرى": ١/ ٨٤/ ١، والبزار: ٢/ ١٧٥/ ١٤٦٠، والحاكم: ٢/ ١٩٠

شرح:...... کوئی بیوی یہ نہیں چاہتی کہ وہ اپنے خاوند کا گھر چھوڑ کر چلی جائے اور اکثر خواتین کی صورتحال یہ ہے کہ شادی کے بعد ان کو خاوندوں کے علاوہ کوئی سنبھالنے والا بھی نہیں ہوتا، ان کے والدین بے بس ہو جاتے ہیں اور بھائی وغیرہ اپنے بیوی بچوں کی فکر میں ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ خاوند کا شکریہ تک ادا نہیں کرتی۔ مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے خاوندوں کے حقوق کی معرفت حاصل کریں اور ان کے تقاضے پورے کریں، وگرنہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم ہو جائیں گی۔

اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بیوی کے تمام اخراجات کا ذمہ دار اس کا خاوند ہے، بہرحال اس کا شکریہ ادا کرنا اپنی نوعیت کا مستقل مسئلہ ہے

بیوی اپنے خاوند کا کفر کیسے کرتی ہے؟

(١٤٦٧)۔ عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةَ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِيَّةِ، قَالَتْ: مَرَّبِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا فِي جَوَارٍ أَتْرَابٍ لِي، فَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَقَالَ: ((إِيَّاكُنَّ وَكُفْرَ الْمُنَعَّمِيْنَ۔)) فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا كُفْرُ الْمُنَعَّمِيْنَ؟ قَالَ: ((لَعَلَّ إِحْدَاكُنَّ تَطُوْلُ أَيْمَتُهَا مِنْ أَبَوَيْهَا، ثُمَّ يَرْزُقُهَا اللّٰهُ زَوْجاً، وَيَرْزُقُهَا مِنْهُ وَلَداً، فَتَغْضَبُ الْغَضْبَةَ فَتَكْفُرُ فَتَقُوْلُ: مَارَأَيْتُ مِنْكَ مِنْ خَيْرٍ قَطُّ۔)) (الصحيحة:٨٢٣)

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں اپنی ہم عمر لڑکیوں کے پاس بیٹھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خوشحال لوگوں کی طرح ناشکری کرنے سے بچنا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! خوشحال لوگوں کی ناشکری کیا ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ممکن ہے کہ تم عرصہ دراز تک اپنے والدین کے پاس بے شوہر کی زندگی گزارتی رہو، پھر اللہ تعالیٰ تمھیں خاوند عطا کرے اور (اس کے ذریعے) اولاد کی نعمت بھی دے، لیکن تم کسی دن غصے میں آکر (خاوند کو) یہ کہہ دو کہ میں نے تو تیرے پاس کوئی خیر و بھلائی دیکھی ہی نہیں۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ١٠٤٨، ورواه احمد: ٦/ ٤٥٢، ٤٥٧، والبخاري: ١٠٤٧،

ولابی داود: ٥٢٠٤ منه قصة السلام فقط، وكذالك اخرجه الترمذي: ٢/ ١١٧، وابن ماجه: ٧٧٠١

شــرح:...... اگر کوئی بیوی اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتی ہے تو یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے خاوند کے ذریعے عطا کی، جس کی وہ ناشکری کر رہی ہے۔ اسی طرح اگر خاوند اپنی اولاد کو اپنے لیے اعزاز اور خوشی سمجھتا ہے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی بیوی کے ذریعے یہ نعمت عطا کی ہے۔

خاوند کی عدم موجودگی میں بیوی کا غیروں کے لیے میک اپ کرنا

(١٤٦٨)۔ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ مَرْفُوْعًا: ((ثَلاثَةٌ لَاتَسْأَلْ عَنْهُمْ: رَجُلٌ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ، وَعَصَى إِمَامَهُ وَمَاتَ عَاصِيًا، وَأَمَةٌ أَوْ عَبْدٌ أَبَقَ فَمَاتَ، وَامْرَأَةٌ غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا قَدْ كَفَاهَا مُؤْنَةَ الدُّنْيَا، فَتَبَرَّجَتْ بَعْدَهُ، فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُمْ۔ وَثَلَاثَةٌ لَاتَسْأَلْ عَنْهُمْ: رَجُلٌ نَازَعَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ رِدَاءَهُ فَأَنَّ رِدَائَهُ الْكِبْرِيَاءُ، وَإِزَارَهُ الْعِزَّةُ، وَرَجُلٌ شَكَّ فِي أَمْرِ اللّٰهِ وَالْقُنُوْطُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ۔)) (الصحيحة:٥٤٢)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کے (عذاب کے) بارے میں تو مت سوال کر: (۱) ایسا آدمی جو جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہو اور امام کی نافرمانی کی ہو اور اسی حالت میں مر گیا ہو، (۲) ایسی لونڈی یا غلام جو (اپنے مالک سے) بھاگ گیا ہو اور اسی حالت میں مر گیا اور (۳) ایسی عورت کہ اُس کا شوہر اس سے غائب ہو اور وہ اُس کے دنیاوی اخراجات پورے کر کے گیا ہو، پھر بھی وہ (اس کی عدم موجودگی میں) بن سنور کر باہر نکلی ہو۔ ان کے بارے میں تو مت پوچھ (کہ یہ کتنے بڑے مجرم ہیں)۔ اسی طرح تین آدمی ہیں (ان کے عذاب کے بارے میں بھی) مت دریافت کر: (۱) ایسا آدمی جس نے اللہ سے اُس کی چادر چھیننے (کی کوشش کی ہو) اور اُس کی چادر کبریائی ہے اور اُس کا ازار عزت (وطاقت) ہے (۲) ایسا آدمی جس نے اللہ کے حکم میں شک کیا ہو اور (۳) ایسا شخص جو اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا ہو۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ٥٩٠، وابن حبان: ٥٠، والحاكم: ١/ ١١٩ دون الشطر الثاني، وأحمد: ٦/ ١٩، وابن أبي عاصم في "السنة": ٨٩، والبزار في "مسنده": ١/ ٦١/ ٨٤، الكشف، والأصبهاني في "الترغيب": ٩٤٦ و٢٣٣٤، وابن عساكر في "مدح التواضع وذم الكبر": ٥/ ٨٨/ ١

شــرح:...... ہمارے ہاں یہ خرابی بڑی عام ہوتی جا رہی ہے کہ عورت بازار جاتے یا کسی دوسرے کے گھر جاتے وقت اچھے لباس اور میک اپ کا خوب اہتمام کرتی ہے، حالانکہ اس چیز کا اہتمام تو صرف خاوند کے لیے ہونا چاہیے تھا تاکہ اس کے دل میں محبت پیدا ہو، لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، گھر میں رہتے ہوئے عام کام کاج والے کپڑے پہنے جاتے ہیں، صفائی کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا جاتا۔ یہ بات سمجھ نہیں آ رہی کہ شادی کے بعد عورتیں بازاروں میں جاتے وقت یا دوسروں کو دکھانے کے لیے اچھے لباس اور میک اپ کا اہتمام کیوں کرتی ہیں؟ اگر پردے کی شرعی حدود کا

خیال کیا جائے تو زیادہ مضائقہ نظر نہیں آتا، لیکن سوال یہ ہے کہ خاوندوں کی حیثیت یا ان کی ترجیحات کا خیال کیوں نہیں رکھا جاتا؟ ممکن ہے کہ یہ چیز بھی ان وجوہات میں سے ہو کہ جن کی بنا پر ہمارے ہاں میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے عام ہوتے جارہے ہیں۔ اس حدیثِ مبارکہ میں اس عورت کو بہت بڑا گنہگار قرار دیا گیا ہے کہ جس کے اخراجات کا اہتمام اس کا خاوند کرتا ہے، لیکن وہ بنتی سنورتی دوسروں کے لیے ہے۔

ازدواجی تعلق کا محل اور اس کا اجر

(١٤٦٩)۔ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِتْيَانُ النِّسَاءِ فِي أَدْبَارِ هِنَّ حَرَامٌ۔)) (الصحيحة: ٨٧٣)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں سے غیر فطری جماع کرنا (یعنی عورت کو پشت سے استعمال کرنا) حرام ہے۔''

تخريج: أخرجه النسائي في "العشرة" من "السنن الكبرى": ١/ ٧٧/ ٢

(١٤٧٠)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((مَنْ أَتَى النِّسَاءَ فِي أَعْجَازِهِنَّ فَقَدْ كَفَرَ۔)) (الصحيحة:٣٣٧٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عورتوں سے غیر فطری جماع کیا (یعنی ان کو پشت سے استعمال کیا)، اس نے کفر کیا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ٩/ ٨٥/ ٩١٨٠، وأخرجه النسائى فى "الكبرى": ٥/ ٣٢٣/ ٩٠١٨ بلفظ: ((اتيان النساء والرجال فى ادبارهن كفر۔))

شرح:...... معلوم ہوا کہ بیوی کو پشت سے استعمال کرنا یعنی اس سے غیر فطری جماع کرنا حرام ہے، خاوندوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس عضو کو حق زوجیت کا محل قرار دیا ہے، اسی کو استعمال کریں، اس سے نہ صرف ان کی خواہش کی تکمیل ہوگی، بلکہ اجر وثواب بھی ملے گا۔ آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: ''اور تم میں سے کسی کا اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے۔'' صحابہ نے سوال کیا: ہم میں سے ایک شخص شرم گاہ کے ذریعے سے اپنی جنسی شہوت پوری کرتا ہے، تو کیا اس میں بھی اس کے لیے اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بتلاؤ! اگر وہ اپنی شہوت حرام جگہ (بدکاری) کے ذریعے پوری کرتا، تو اسے گناہ ہوتا؟ (یقیناً ہوتا)، پس اگر وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اسے اجر بھی ملے گا۔ (مسلم) اس سے پتہ چلا کہ نیکی کا مفہوم بڑا وسیع ہے، اور اس میں ہر وہ عمل آجاتا جو اچھی نیت اور اچھے ارادے سے کیا جائے، بشرطیکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، حتی کی فطری عادات کی تکمیل پر بھی اجر ملتا ہے۔

عورتوں سے غیر فطری جماع کرنا ممنوع ہے

(١٤٠١)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ: ((نَهٰى ﷺ عَنْ مَحَاشِي النِّسَاءِ۔)) (الصحيحة:٢٣٩٩)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں سے غیر فطری جماع کرنے (یعنی ان کو پشت سے استعمال کرنے) سے منع فرمایا۔

تخریج: أخرجه الطبرانی فی "المعجم الأوسط": ۱/ ۱٦۹/ ۱۔ زوائد المعجمین

شرح: ...... غیر فطری جماع سے مراد پائخانہ والی جگہ کو استعمال کرنا ہے، اس کا یہ مفہوم نہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو الٹا نہیں لٹا سکتا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۲۳) ...... ''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتوں میں جس طرح چاہو آؤ۔''

یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر عورت کو پیٹ کے بل لٹا کر مباشرت کی جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ ان کے خیال کی تردید کی جا رہی ہے کہ چت لٹا کر مباشرت کی جائے یا پیٹ کے بل یا کروٹ پر، اس سے اولاد میں کوئی فرق نہیں پڑتا، ضروری یہ ہے کہ ہر صورت میں عورت کی مباشرت والی جگہ ہی استعمال ہو۔

عزل اور اس کا حکم

(۱٤۷۲)۔ عَنْ أَبِی سَعِیْدٍ، قَالَ: أَصَبْنَا سَبْیاً یَوْمَ حُنَیْنٍ، فَکُنَّا نَلْتَمِسُ فِدَاءَ هُنَّ، فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِ الْعَزْلِ؟ فَقَالَ: ((اِصْنَعُوْا مَا بَدَالَکُمْ، فَمَا قَضَی اللّٰهُ فَهُوَ کَائِنٌ، فَلَیْسَ مِنْ کُلِّ الْمَاءِ یَکُوْنُ الْوَلَدُ۔)) (الصحیحة: ۱٤٦۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے غزوۂ حنین والے دن کچھ قیدیوں پر قابو پا لیا۔ ہم چاہتے تھے کہ (بعد میں) ان کو فروخت کر دیں۔ اس لیے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال کیا (تاکہ قیدی عورتیں حاملہ نہ ہو جائیں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک مناسب سمجھو (عزل) کرتے رہو، (بہر حال) جو فیصلہ اللہ نے کر دیا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر پانی (مادۂ منویہ) سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔''

تخریج: أخرجه مسلم: ٤/ ۱٥۹۔ ۱٦۰، وأحمد: ۳/ ۲٦، ٤۷، ٥۹، ۸۲، ۹۳ واللفظ له، وابن أبي عاصم في "السنة" ۳٦٤، ۳٦٥

شرح: ...... عزل: وظیفۂ زوجیت کے دوران جب انزال ہونے لگے تو خاوند یا مالک آلۂ تناسل بیوی یا لونڈی کی شرمگاہ سے باہر نکال کر مادۂ منویہ ضائع کر دے عزل کہلاتا ہے۔

درج بالا روایت سے معلوم ہوا کہ ''عزل'' جائز ہے، مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ((کُنَّا نَعْزِلُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْقُرْآنُ یَنْزِلُ۔)) (بخاری، مسلم) ...... ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں عزل کرتے تھے اور قرآن اس وقت نازل ہو رہا تھا۔ (یعنی ہمیں منع نہیں کیا گیا، اگر عزل حرام ہوتا تو یقیناً منع کر دیا جاتا۔)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری ایک لونڈی ہے، میں نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو، اس لیے میں اس سے عزل کرتا ہوں، لیکن یہودی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ چھوٹا زندہ درگور کرنا

ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہودی جھوٹ بولتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنا چاہے تو تو اسے پھیر نہیں سکتا۔'' (ابوداود: ۲۱۷۱) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں عزل کا ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے کیوں کرتے ہو۔'' یہ نہیں فرمایا کہ نہ کیا کرو۔ پھر فرمایا: ''جس نفس نے پیدا ہونا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کر کے چھوڑے گا۔''

درج ذیل حدیث سے بعض لوگوں کو عزل کے ممنوع ہونے کا شبہ ہوا ہے:

سیدنا جذامہ بنت وہب بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے میں دریافت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((ذَالِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ .)) ..... ''یہ تو خفیہ طریقے سے زندہ درگور کرنا ہے۔'' (مسلم: ۱٤٤۲)

گزارش یہ ہے کہ یہ حدیث سابقہ جواز والی احادیث کے مقابلے میں ممانعت پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اعلانیہ طور پر بچوں کو زندہ درگور کرنا حرام ہے، اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ مذکورہ بالا خفیہ طریقے سے بھی ایسا کرنا ممنوع ہے، جبکہ تین چار احادیث عزل کے جواز پر بھی دلالت کرتی ہیں۔

کسرِ شہوت کا بہترین حل بیوی ہے

(۱٤۷۳)۔ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسًا فِي أَصْحَابِهِ، فَدَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ وَقَدِ اغْتَسَلَ، قُلْنَا يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَدْ كَانَ شَيْءٌ؟ قَالَ: ((أَجَلْ! مَرَّتْ بِيْ فُلَانَةُ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي شَهْوَةُ النِّسَاءِ، فَأَتَيْتُ بَعْضَ أَزْوَاجِي، فَأَصَبْتُهَا، فَكَذٰلِكَ فَافْعَلُوْا فَإِنَّهُ مَنْ أَمَاثِلِ أَعْمَالِكُمْ إِتْيَانُ الْحَلَالِ۔))

(الصحيحة: ۲۳۵)

حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، (اچانک) اندر چلے گئے اور غسل کر کے باہر تشریف لائے۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کچھ کام پڑ گیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، فلاں عورت میرے پاس سے گزری تو میرے دل میں عورت کی طلب پیدا ہوئی، اس لیے میں اپنی ایک بیوی کے پاس گیا اور اپنی حاجت پوری کی۔ تم بھی ایسے ہی کیا کرو، حلال چیز کو استعمال کرنا افضل عمل ہے۔''

تخريج: رواه أحمد: ٤/ ۲۳۱، والطبراني في "الأوسط": ۱/ ۱٦۸/ ۱-۲

شرح:...... شادی شدہ افراد کو بدکاری کے فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے شریعت نے قانون بنایا کہ اگر ان کے دلوں میں عورت کی طلب پیدا ہو تو وہ گھر جا کر وظیفۂ زوجیت ادا کریں۔

(۱۴۷۴)۔ عَنْ أَبِی كَبْشَةَ الْأَنْمَارِیِّ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِساً فِی أَصْحَابِهٖ، فَدَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ وَقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ كَانَ شَیْءٌ؟ قَالَ: ((أَجَلْ مَرَّتْ بِی فُلَانَةٌ فَوَقَعَ فِی قَلْبِی شَهْوَةُ النِّسَاءِ، فَأَتَیْتُ بَعْضَ أَزْوَاجِی، فَأَصَبْتُهَا، فَكَذٰلِكَ فَافْعَلُوْا فَإِنَّهُ مِنْ أَمَاثِلِ أَعْمَالِكُمْ إِتْیَانُ الْحَلَالِ۔))

(الصحيحة:۱۴۴۱)

حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ میں تشریف فرما تھے۔ (اچانک آپ اٹھے اور) گھر چلے گئے اور غسل کر کے واپس تشریف لائے۔ ہم نے پوچھا: اے اللہ رسول کچھ کام پڑ گیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، جب فلاں عورت میرے پاس سے گزری تو میرے دل میں عورتوں کی طلب پیدا ہوئی۔ اس لیے میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اپنی حاجت پوری کی۔ تم بھی ایسے ہی کیا کرو، کیونکہ حلال چیز کو استعمال کرنا افضل عمل ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۴/ ۲۳۱، وأبونعيم فی "الحلية": ۲/ ۲۰ من طريق الطبرانی فی "الكبير": ۲۲/ ۳۳۸

اولاد کے لیے خاوند کو جماع کی ترغیب دلانا

(۱۴۷۵)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ، فَأَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: ((إِذَا أَتَیْتَ أَهْلَكَ فَاعْمَلْ عَمَلاً كَیِّسًا۔)) فَلَمَّا أَتَیْتُ أَهْلِی، قُلْتُ: إِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَتَیْتَ أَهْلَكَ فَاعْمَلْ عَمَلاً كَیِّساً۔)) قَالَتْ: دُوْنَكَ۔ (الصحيحة:۱۱۹۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سفر سے واپس لوٹا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو اپنے اہل کے پاس جائے تو کوئی عقلمندانہ اقدام کرنا۔'' جب میں اپنی بیوی کے پاس گیا تو اسے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بتایا: ''جب تو اپنے اہل کے پاس جائے تو کوئی عقلمندانہ کام کرنا۔'' وہ کہنے لگی: تو پھر کرو۔

تخريج: أخرجه الخطيب في "تاريخ بغداد" ۱۲/ ۲۹۵۔ ۲۹۶، واخرجه أحمد: ۳/ ۲۹۸، والبخاری ۹/ ۲۹۸، ومسلم: ۴/ ۱۷۶، والبيهقی: ۴/ ۲۵۴، أتم منه

شرح:...... اس حدیث کا پس منظر یہ ہے: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک ہوئے، جب ہم واپس آئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو میں جلدی کرنے لگا، پیچھے سے ایک سوار آیا، جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''جابر! جلدی کیوں کر رہے ہو؟'' میں نے کہا: میں نے نئی نئی شادی کی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کنواری عورت سے یا بیوہ سے؟'' میں نے کہا: بیوہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جابر! عقلمندی سے کام لینا، عقلمندی سے۔'' یعنی اولاد۔ (صحیح بخاری: ۵۲۴۵)

''عَمَلًا كَیِّسًا'' (عقلمندانہ اقدام) سے مراد وظیفۂ زوجیت ہے، تاکہ وہ اولاد کا سبب بن سکے، جیسا کہ امام بخاری نے اس حدیث پر ''باب طلب الولد'' کا عنوان ثبت کیا ہے اور اس حدیث کے آخر میں ((اَلْكَیْسَ اَلْكَیْسَ یَا

جَـابِرًا ! .)) یعنی الولد کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان الفاظ کے مختلف معانی نقل کیے ہیں، خلاصہ یہ ہے: "الـکَیس" کے معانی رغبت دلانے اور اکسانے کے ہیں، یعنی حق زوجیت ادا کرنے پر، جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ کے معانی ترکِ جماع سے ڈرانے یعنی جماع پر ابھارنے کے ہیں،...... "الـکَیس" کے معانی عقل کے ہیں، یعنی جماع کی صورت میں اولاد کی کوشش کرنا عقلمندی ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ حق زوجیت کی ادائیگی کی رغبت دلا رہے ہیں، تاکہ اولاد کا سلسلہ جاری رہ سکے۔ (ملاحظہ ہو: فتح البـاری: ۹/ ٤٢٨) جو کہ نئی نئی شادی کر کے سفر پر چلے جانے اور پھر وہاں سے واپس آنے والے ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے۔

عورت گوشہ نشینی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتی ہے

(١٤٧٦)۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلْمَرْأَةُ عَـوْرَةٌ، وَإِنَّهَـا إِذَا خَـرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَـا الشَّيْـطَـانُ، وَإِنَّهَا لَاتَكُوْنُ أَقْرَبَ إِلَى اللّٰهِ مِنْهَا فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا۔)) (الصحيحة:٢٦٨٨)

سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عورت پردہ کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو اس کو شیطان جھانکتا ہے اور یہ اس وقت اللہ کے زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ گوشہ نشینی میں ہوتی ہے۔"

تخريج: أخرجه الطبراني في "الأوسط": رقم ٣٠٣٦۔ مصورتي

شرح :...... عورت کو چاہیے کہ وہ ضرورت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ نام

(١٤٧٧)۔ عَـنْ أَنَـسٍ مَـرْفُوْعاً: ((أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ: عَبْدُاللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَالْحَارِثُ۔)) (الصحيحة:٩٠٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "(تین) نام اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں: عبداللہ، عبدالرحمن اور حارث۔"

تخريج: أخرجه ابن عدي في "الكامل": ٨/ ٢، من طريق أبي يعلى، وهذا في "مسنده": ٢/ ٧٣٩

(١٤٧٨)۔ عَـنْ عَبْـدِالْـوَهَّـابِ بْنِ بَخْتٍ مَـرْفُـوْعـاً: ((خَيْـرُ الْأَسْمَـاءِ عَبْدُاللّٰهِ وَعَبْـدُالـرَّحْمٰنِ، وَأَصْدَقُ الْأَسْمَاءِ هَمَّامٌ وَحَارِثٌ وَشَرُّ الْأَسْمَاءِ حَرْبٌ وَمُرَّةٌ۔)) (الصحيحة:١٠٤٠)

حضرت عبدالوہاب بن بخت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عبداللہ اور عبدالرحمن سب سے بہترین اور ہمام اور حارث سب سے سچے نام ہیں، جبکہ بد ترین نام حرب اور مرہ ہیں۔"

تخريج: رواه ابن وهب في "الجامع" صـ ٧

شرح:......ان اسما کے معانی یہ ہیں:

عبداللہ: اللہ کا بندہ

عبدالرحمٰن: رحمٰن کا بندہ

ہمام: رنج وغم والا ہونا، ارادے کا پکا، بڑا باہمت، صاحب عزم وہمت، کام کو کر گزرنے والا۔

حارث: کمائی کرنے والا، اچھی طرح معاملہ کرنیوالا، کھیتی کرنے والا، جمع کرنے والا، ٹکڑے ٹکڑے کرنیوالا۔

حرب: لڑائی، جنگ۔

مرہ: کڑوا، تلخ۔

''عبداللہ'' اور ''عبدالرحمٰن'' کا سب سے پسندیدہ نام ہونے کی وجہ واضح ہے۔ رہا مسئلہ ''ہمام'' اور ''حارث'' کا تو ہر آدمی اپنی زندگی کے دوران ان اسما کے اکثر معانی کا مصداق بنتا رہتا ہے، اس لیے جو آدمی ان ناموں سے موسوم ہوگا، وہ اسم بامسمّٰی ہوگا۔ ''حرب'' اور ''مرہ'' کے معانی پر غور کیا جائے تو ان میں بدنمائی، خرابی، بگاڑ اور فساد نظر آتا ہے، یعنی کتنی بری بات ہوگی کہ ایک آدمی کے نام کے معانی ہی لڑائی، جنگ، کڑواہٹ اور تلخی کے ہوں، جبکہ نبی کریم ﷺ اچھی فال اور اچھے نام کو پسند کرتے تھے۔

انبیا وصلحا کے نام رکھنا

(۱۴۷۹)۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ نَجْرَانَ سَأَلُوْنِي، فَقَالُوْا: إِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ: ﴿يَاأُخْتَ هَارُوْنَ﴾ وَمُوْسٰى قَبْلَ عِيْسٰى بِكَذَا وَكَذَا فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: ((إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ بِأَنْبِيَائِهِمْ وَالصَّالِحِيْنَ قَبْلَهُمْ۔))

(الصحيحة:۳۵۸۸)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نجران آیا تو وہاں کے لوگوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تم لوگ (حضرت مریم علیہا السلام کو) ﴿اے ہارون کی بہن﴾ (سورۂ مریم: ۲۸) کہتے ہو، حالانکہ (ہارون کے بھائی) حضرت موسی علیہ السلام تو حضرت عیسی علیہ السلام سے بہت عرصہ پہلے تھے (تو حضرت مریم علیہا السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن کیسے ہوئیں)؟ جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو اس بارے میں پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اپنے انبیا اور سلف صالحین کے ناموں پر نام رکھتے تھے (یعنی حضرت مریم علیہا السلام کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا اور موسی علیہ السلام کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا)۔''

تخريج: رواه مسلم: ۷/ ۱۷۱، والترمذي: ۳۱۵۵، واحمد: ٤/ ۲۵۲، والنسائي في "الكبرى": ۱۱۳۱۵

شـــــرح:...... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا اور دوسرے قرآنی مقامات میں حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھائی بتلایا گیا اور حضرت موسیٰ اور حضرت مریم کے مابین تقریباً گیارہ بارہ صدیوں کا فاصلہ ہے، تو حضرت مریم، حضرت ہارون کی بہن کیسے ہوئیں؟ جواب یہ دیا گیا کہ اس وقت کے لوگ اپنے بچوں کے نام انبیا کے نام پر رکھتے تھے، اسی عادت کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مریم کے بھائی کا نام بھی ہارون رکھا گیا تھا، حضرت مریم کو ان کی بہن کہا گیا۔

ممنوعہ نام

(۱۴۸۱)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِي ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ زَجَرْتُ أَن يُسَمّٰى: بَرَكَةً وَنَافِعاً، وَأَفْلَحَ۔)) فَلَا أَدْرِي قَالَ: أَفْلَحَ أَوْلَا، فَقُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَمْ يَزْجُرْ عَنْ ذٰلِكَ۔ (الصحيحة: ۳۲۷۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا: ''اگر اللہ تعالے نے چاہا اور میں زندہ رہا تو ان ناموں سے روک دوں گا: برکت، نافع اور افلح۔'' مجھے یہ علم نہیں کہ آپ ﷺ نے ''افلح'' کہا تھا یا نہیں، پھر آپ ﷺ انتقال فرما گئے اور ان ناموں سے منع نہیں کیا تھا۔

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ۷/ ۵۳۳، والحديث في "صحيح مسلم"

شـــــرح:...... دراصل سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا علم نہ ہو سکا، جس میں آپ ﷺ نے ان ناموں سے حتمی طور پر منع کر دیا تھا۔ جیسا کہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رِبَاحًا وَلَا أَفْلَحَ وَيَسَارًا وَلَا نَجِيحَ۔ يُقَالُ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَيُقَالُ: لَا۔)) (مسلم) ......''اپنے بچے کا نام رباح، افلح، یسار اور نجیح نہ رکھو، کیونکہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ یہاں ہے؟ جواباً کہا جاتا ہے: نہیں۔''

ان ناموں کے معانی یہ ہیں: رباح: نفع۔ افلح: فلاح پانے والا۔ یسار: خوشحالی۔ نجیح: کامیاب ہونے والا۔

امام مبارکپوری کہتے ہیں: لوگ نیک فال لینے کے لیے یہ نام رکھتے تھے، کیونکہ ان اسما کے الفاظ اور معانی دونوں میں حسن اور برکت پائی جاتی ہے۔ لیکن انہی ناموں کی وجہ سے وہ بدفالی کا شکار ہو جاتے تھے۔ وہ اس طرح کہ جب پوچھا جاتا ہے کہ آیا یہاں (گھر میں) یسار یا نجیح ہے؟ (جن کے معانی بالترتیب خوشحالی اور کامیاب ہونے والے کے ہیں)۔ جب جواباً ''نہیں'' کہا جاتا تو لوگ اس سے بدفال مراد لیتے تھے اور خوشحالی سے ناامید ہو جاتے تھے۔ لوگوں کو اس سوئے ظن اور خیر و برکت اور ناامیدی سے بچانے کے لیے آپ ﷺ نے سرے سے ایسے نام رکھنے سے ہی منع کر دیا۔ (تحفة الاحوذی)

(١٤٨٢)۔ عَنْ عَبْدِالْوَهَّابِ بْنِ بَخْتٍ مَرْفُوْعاً: ((خَيْرُ الْأَسْمَاءِ عَبْدُاللّٰهِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ، وَأَصْدَقُ الْأَسْمَاءِ هَمَّامٌ وَحَارِثٌ وَشَرُّ الْأَسْمَاءِ حَرْبٌ وَمُرَّةٌ۔)) (الصحيحة:١٠٤٠)

حضرت عبدالوھاب بن بخت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ اور عبدالرحمٰن سب سے بہترین اور ہمام اور حارث سب سے سچے نام ہیں، جبکہ بدترین نام حرب اور مرہ ہیں۔''

تخريج: رواه ابن وهب في "الجامع" صـ ٧

شرح:...... ان الفاظ کے معانی اور وجوہات ''اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ نام'' کے عنوان میں گزر چکی ہیں۔

نام تبدیل کرنا

(١٤٨٣)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: شِهَابٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بَلْ أَنْتَ هِشَامٌ۔)) (الصحيحة:٢١٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک آدمی، جسے شہاب کہا جاتا تھا، کا تذکرہ کیا گیا، آپ ﷺ نے (اس کا نام تبدیل کرتے ہوئے) فرمایا: ''تو ہشام ہے (شہاب نہیں)۔''

تخريج: أخرجه البخارى فى "الأدب المفرد": ٨٢٥، وابن حبان: ٧/ ٥٢٩/ ٥٧٩٣، والبيهقى فى "الشعب": ٤/ ٣١٣/ ٥٢٢٧ أخرجه ابن الأعرابى فى "معجمه": ٧٥/ ٢، وعنه القاضاعى فى "مسند الشهاب": ٨٢/ ١، والحاكم فى "المستدرك": ١/ ١٥ـ١٦، والبيهقى فى "الشعب": ٦/ ٥١٧/ ٩١٢٢

شرح:...... ان اسما کے معانی یہ ہیں:

شہاب: آگ کا دہکتا ہوا انگارہ، شعلہ، روشن اور چمکدار ستارہ، آزمودہ کار اور ماہر آدمی، آتشیں تیر، نیزک، نیزے کا پھلکا۔

ہشام: سخاوت

لفظ ''شہاب'' کے مختلف معانی ہیں، بعض تو ویسے نامناسب ہیں اور بعض سے بڑائی کا احساس ہوتا ہے، ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے ان ہی معانی کا خیال کر کے نام بدلا کر ''ہشام'' رکھ دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

(١٤٨٤)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ عَجُوْزٌ إِلَى النَّبِيِّ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَنْتِ؟)) قَالَتْ: أَنَا جَثَّامَةُ الْمُزَنِيَّةُ، فَقَالَ: ((بَلْ أَنْتِ حُسَّانَةُ الْمُزَنِيَّةُ، كَيْفَ أَنْتُمْ؟ كَيْفَ حَالُكُمْ؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک بڑھیا عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، جبکہ آپ ﷺ میرے پاس تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا: میں جثامہ مزنی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو (جثامہ نہیں) حسانہ مزنی ہے، تم کیسی ہو تمہارا کیا حال ہے،

كَيْفَ كُنْتُمْ بَعْدَنَا؟)) قَالَتْ: بِخَيْرٍ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَارَسُوْلَ اللهِ! فَلَمَّا خَرَجَتْ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! تُقْبِلُ عَلٰى هٰذِهِ الْعَجُوْزِ هٰذَا الْإِقْبَالَ؟ فَقَالَ: ((إِنَّهَا كَانَتْ تَأْتِيْنَا زَمَنَ خَدِيْجَةَ وَإِنَّ حُسْنَ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيْمَانِ.)) (الصحيحة:٢١٦)

ہمارے بعد تم کیسے ہو" اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں خیرو عافیت کے ساتھ رہی۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول آپ اس بڑھیا پر اس قدر توجہ دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ خدیجہ کے زمانے میں ہمارے پاس آتی تھی اور (اس قسم کے فرد کا) اچھا خیال رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔"

تخريج: اخرجه ابن الاعرابی فی "معجمه": ق ٧٥/ ٢، وعنه القضاعی فی "منسد لشهاب": ق ٨٢/ ١، والحاكم فی "المستدرك": ١/ ١٥ـ١٦، والبيهقی فی "الشعب": ٦/ ٥١٧/ ٩١٢٢

شرح:...... آپ ﷺ نے جثامہ نام کو حسانہ میں تبدیل کر دیا، ان ناموں کے معانی یہ ہیں:

جَثَّامَہ: ڈل، سست، کاہل

حَسَّانَہ: حسینہ و جمیلہ۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: قبیح معانی والا، تزکیہ پر دلالت کرنے والا اور گالی کا معنی ادا کرنے والا نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ ایسے نام اعلام ہو سکتے ہیں کہ جن میں معنی کا خیال نہیں رکھا جاتا، لیکن کراہت کی وجہ یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نام سننے والا یہ گمان کرنے لگے کہ یہ حقیقت میں اس آدمی کی صفت ہے، اس لیے آپ ﷺ ایسے اسما تبدیل کر کے جو نیا نام رکھتے تھے وہ مسمّی کی حقیقی صفت پر دلالت کرتا تھا۔ (صحیحہ: ۲۱۶) اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ پرانے تعلقات کا لحاظ کر کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

(١٤٨٥)۔ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ: ((كَانَ يُغَيِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِيْحَ إِلَى الْاِسْمِ الْحَسَنِ.)) (الصحيحة: ٢٠٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبیح نام کو اچھے نام میں تبدیل کر دیتے تھے۔

تخريج: أخرجه الترمذی: ٢/ ١٣٧، وابن عدی: ٢٤٥/ ٢

شرح:...... جیسے "عفرہ" گاؤں کا نام "خضرہ"، "جثامہ" کا نام "حسانہ"، "برّہ" کا نام "زینب"، "عاصیہ" کا نام "جمیلہ"، "حزن" کا نام "سہل" اور "شہاب" کا نام "ہشام" رکھا۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام طبری کہتے ہیں: جس اسم کا معنی قبیح اور گالی ہو یا جو نام تزکیہ پر دلالت کرتا ہو، ایسا نام رکھنا ناجائز ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اسما شخصیتوں کے اعلام ہوتے ہیں، ان میں صفت کی حقیقت مراد نہیں لی جاتی۔ لیکن کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ایسا نام سننے والا اس کو مسمّی کی صفت سمجھے گا، اسی لیے آپ ﷺ اس قسم کے نام کو

تبدیل کر کے ایسا اسم تجویز کرتے کہ اس کے ساتھ آدمی کو پکارا جاتا، تو وہ صدق اور سچائی پر دلالت کرتا۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ درج بالا وجوہات کے پیش نظر ''عزّ الدین''، ''محیی الدین'' اور ''ناصر الدین'' جیسے نام رکھنا جائز نہیں ہیں۔ عصر حاضر میں کچھ ایسے ناموں کا رواج پڑھ چکا کہ ان کے معنوں میں بہت قباحت پائی جاتی، ایسے اسما کو پہلی فرصت میں تبدیل کر دینا چاہیے، مثلا: ''وِصال، سِہام، نِہاد، غادہ، فتنہ،......'' وغیرہ وغیرہ۔ (صحیحہ: ۲۰۷)

ان الفاظ کے معانی یہ ہیں:

وصال: کسی کے ساتھ تعلق رکھنا (جائز ہو یا ناجائز)

سہام: جوئے کے تیر، قسمتیں، تقدیریں، حصے

نہاد: ابھرے ہوئے پستانوں والی عورت

غادہ: نرم و نازک لڑکی

فتنہ: فتنہ

(١٤٨٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ اِسْمُهَا بَرَّةٌ فَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُقَالَ: خَرَجَ مِنْ عِنْدِ بَرَّةَ۔)) (الصحيحة:٢١٢)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جویریہ کا (اصل) نام برّہ تھا، آپ ﷺ نے تبدیل کر کے جویریہ رکھا۔ آپ ناپسند کرتے تھے کہ یہ کہا جائے: آپ برّہ کے پاس سے نکلے ہیں۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٦/ ١٧٣، والبخاري في "الأدب المفرد": ٨٣١، وابن حبان: ٧/ ٥٣١/ ٥٧٩٩، وأحمد: ١/ ٢٥٨، ٣٢٦، ٣٥٣، وابن سعد في "الطبقات": ٨/ ٨٤/ ٨٥

شرح:...... چونکہ ''برہ'' کے معانی نیکی اور نیک وصالح کے ہیں، اس لیے آپ ﷺ ناپسند کرتے تھے کہ کہا جائے کہ آپ ﷺ برہ یعنی نیکی کے پاس سے خارج ہو گئے ہیں۔

(١٤٨٧)۔ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِالسُّلَمِيِّ، قَالَ: كَانَ إِذَا أَتَاهُ الرَّجُلُ وَلَهُ اسْمٌ لَا يُحِبُّهُ حَوَّلَهُ۔ (الصحيحة: ٢٠٩)

حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی آدمی آپ ﷺ کے پاس آتا اور اس کا نام آپ کو ناپسند ہوتا تو اسے تبدیل کر دیتے۔''

تخريج: أخرجه الخلال في "أصحاب ابن منده": ١٥٣/ ٢، والطبراني: ١٧/ ١١٩/ ٢٩٣

(١٤٨٨)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ ﷺ إِذَا سَمِعَ اسْمًا قَبِيْحًا غَيَّرَهُ، فَمَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ يُقَالُ لَهَا: عَفْرَةَ، فَسَمَّاهَا: ((خَضْرَةَ۔)) (الصحيحة:٢٠٨)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کوئی قبیح نام سنتے تو اسے تبدیل کر دیتے۔ آپ ﷺ ایک گاؤں کے پاس سے گزرے جسے ''عُفرہ'' کہا جاتا تھا اور اس کا نام ''خُضرہ'' رکھا۔

تخریج: أخرجه الطبرانی فی "المعجم الصغیر": ۷۰

شرح:...... ان ناموں کے معانی یہ ہیں:

عفرہ: مٹیالہ پن، خاکستری رنگ۔

خضرہ: سبز رنگ، سبز ترکاری، نرمی و تازگی۔

''خضرہ'' کے معانی میں حسن اور نیک فال پائی جاتی ہے۔

(۱٤۸۹)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: كَانَ اسْمُ زَيْنَبَ بَرَّةَ فَقِيْلَ: تُزَكِّي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا النَّبِيُّ ﷺ زَيْنَبَ۔ (الصحيحة: ۲۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زینب کا نام برّہ تھا۔کہا جاتا تھا کہ یہ اپنے آپ کو پاک ثابت کرتی ہے، نبی ﷺ نے بدلا کر اس کا نام زینب رکھ دیا۔

تخریج: أخرجه البخاری: ٤/ ۱۷۵، ومسلم: ٦/ ۱۷۳، والدارمی: ۲/ ۲۹۵، وابن ماجه: ۳۷۳۲، وابن حبان: ۷/ ۵۳۱/ ۵۸۰۰، وأحمد: ۲/ ٤۳۰۔٤۵۹

شرح:...... "بَرَّہ" کے معانی نیکی یا نیک وصالح کے ہیں۔

ابتدائے رات کے وقت بچوں کی حفاظت کرنا

(۱٤۹۰)۔ عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِحْبِسُوْا صِبْيَانَكُمْ حَتّٰى تَذْهَبَ فَوْعَةُ الْعِشَاءِ، فَإِنَّهَا سَاعَةٌ تَخْتَرِقُ فِيْهَا الشَّيَاطِيْنُ۔)) (الصحيحة: ۹۰۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(رات شروع ہوتے ہی) اپنے بچوں کو پابند کر لیا کرو، یہاں تک کہ رات کی ابتدائی تاریکی کا وقت گزر جائے، کیونکہ اس گھڑی میں شیطان منتشر ہوتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه الحاكم: ٤/ ۲۸٤، واحمد: ۳/ ۳٦۲

شرح:...... اس میں بچوں کی روحانی حفاظت کی تلقین کی گئی ہے، جو والدین کی سب سے اہم ذمہ داری ہے، لیکن آج کل ہر باپ کا ہدف عصری تعلیم کا حصول ہے، والدین اور خاندانوں کے سربراہان بچوں کی روحانی تربیت سے غافل ہیں۔نماز، تلاوتِ قرآن، ذکر اذکار، سونے اور بیدار ہونے کی دعائیں، کھانے پینے کے آداب اور حسن اخلاق کے سلسلے میں ان کی کوئی نگرانی نہیں کی جاتی۔ ایسے والدین تو عنقا بن چکے ہیں جو کہیں کہ بیٹا! پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھو، بیٹھ کر پیو، دائیں ہاتھ سے پیو، تین سانس لو اور برتن کے اندر سانس نہ لو، کیونکہ یہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات ہیں۔بس ہر ایک باپ کی یہی تمنا ہے کہ اس کا بچہ تہذیبِ نو اور جدّت پرستی میں ڈھلا ہوا ہو، جدید علوم و معارف سے آراستہ ہو، اعلی عہدے پر فائز ہو، کم سنی میں ہی انگریزی زبان پر مکمل عبور رکھتا ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کرام! آپ کی تمناؤں میں کوئی قباحت نہیں، لیکن اگر یہی خواہشات بچوں کا مقصودِ زندگی بنا دی جائیں تو

کسی پہلو میں خیر نہیں رہتی۔

نیز اس حدیث کا اہم تقاضا یہ ہے کہ غروب آفتاب کے وقت بچوں کو گھر میں بحفاظت رکھا جائے، تاکہ وہ شیطانوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں اور ان کی روح متاثر نہ ہو۔

(۱٤۹۱)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ: ((إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّهَا سَاعَةٌ يَنْتَشِرُ فِيهَا الشَّيَاطِينُ۔)) (الصحيحة:١٣٦٦)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب سورج غروب ہو جائے تو بچوں کو (اپنے پاس) پابند کرلیا کرو، کیونکہ اس وقت شیطان منتشر ہو رہے ہوتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير" ٣/ ٢٦/ ٢

بچہ اپنے اور حضرت آدم علیہ السلام کے مابین نسب میں سے کسی فرد کے مشابہ ہو سکتا ہے

(۱٤۹۲)۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ أَنْ يَخْلُقَ النَّسَمَةَ فَجَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ، طَارَ مَاؤُهُ فِي كُلِّ عِرْقٍ وَعَصَبٍ مِنْهَا، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ السَّابِعِ، أَحْضَرَ اللّٰهُ لَهُ كُلَّ عِرْقٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ آدَمَ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فِي أَيِّ صُورَةٍ مَاشَاءَ رَكَّبَكَ﴾(اَلْاِنْفِطَارِ:٨)۔)) (الصحيحة:٣٣٣٠)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو مرد اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے، اس کا مادۂ منویہ عورت کی ہر رگ اور پٹھے میں پھیل جاتا ہے، جب ساتواں دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے مابین تمام رگوں کو حاضر کر دیتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿جس صورت میں اللہ نے چاہا تجھ کو جوڑ دیا﴾ (سورۂ انفطار:۸)۔''

تخریج: أخرجه الحافظ يعقوب الفسوي في "المعرفة": ١/ ٣٤٢، ومن طريقه البيهقي في "الأسماء" صـ ٣٨٧، والطبراني في "المعجم الكبير": ١٩/ ٢٩٠/ ٦٤٤ و "الأوسط": ٢/ ٣٦٥/ ١٦٣٦، و "الصغير" صـ ٢١۔ هند، الروض ٨٥٠، وأبونعيم في "الطب النبوي": ق ١٩/ ١، وابن منده في "التوحيد": ١/ ٢٣١/ ٨٩، ٢/ ٨٠/ ٢٢٠

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا درج ذیل شاہد ذکر کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رباح سے پوچھا: ''تیرے بچہ ہے یا بچی؟'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! قریب ہے کہ میرا بچہ یا بچی پیدا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''وہ کس کے مشابہ ہوگا؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ممکن ہے کہ وہ اپنے باپ یا ماں کے مشابہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا: ''اس طرح کہنے سے باز رہو، کیونکہ جب نطفہ ماں کے رحم میں ٹھہر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے مابین تمام نسب نامے کو جمع کرتا ہے اور ان میں کسی ایک تصویر پر اس کی تخلیق کرتا ہے۔ کیا تو نے

قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی: ﴿ فِيْ أَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ﴾..... تیرے اور حضرت آدم علیہ السلام کے مابین تیری نسل میں سے۔'' (رواه ابن جرير في "تفسيره": ۳۰/ ۵٦، والطبراني في "المعجم الكبير": ٥/ ٧٢/ ٤٦٢٤ وفيه مطهر بن الهيثم، وهو متروك)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میری بیوی نے سیاہ رنگ کا بچہ جنم دیا ہے، (ایسے کیوں اور کیسے ہوا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی مثال بیان کر کے اسے سمجھایا کہ (پچھلے نسب نامے کی) کسی رگ کا اثر ہو سکتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کہ بچے اپنے ماں باپ کے مشابہ ہوں، وہ حضرت آدم علیہ السلام تک اپنے نسب میں سے کسی شخص کے ساتھ مشابہت اختیار کر سکتا ہے۔

دوسری بیوی کے پاس تین یا سات راتیں گزارنا

(١٤٩٣)۔ عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ: ((إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعاً وَإِذَاتَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثاً۔)) (الصحيحة: ١٢٧١)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدمی بیوہ (یا مطلقہ) عورت کی موجودگی میں کنواری عورت سے شادی کرے تو اس کے پاس سات دن ٹھہرے اور اگر کنواری کی موجودگی میں بیوہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن ٹھہرے۔''

تخريج: أخرجه البيهقي: ٧/ ٣٠٢، والخطيب في "التاريخ" ١٠/ ٤٠٦، وابو عوانة في "صحيحه"، والدارمي: ٢/ ١٤٤، وابن ماجه: ١٩١٦

شرح:...... بیوہ یا مطلقہ کے پاس تین دن اور کنواری کے پاس سات دن ٹھہرنے کے بعد باریاں مقرر کی جائیں گی۔

شادی، نصف ایمان کی تکمیل ہے

(١٤٩٤)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ دِيْنِهِ ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِيْمَا بَقِيَ۔)) (الصحيحة:٦٢٥)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدمی شادی کرتا ہے تو اس کا نصف ایمان مکمل ہو جاتا ہے، اب اسے چاہئے کہ بقیہ ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ١/ ١٦٢/ ١، والحاكم: ٢/ ١٦١، وعنه البيهقي

شرح:...... زیادہ تر لوگ غلط شہوات اور جنسی ہیجان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں، اسی بنا پر ان کی آنکھوں، زبانوں، کانوں اور دوسرے اعضا کا غلط استعمال ہوتا ہے اور وہ گندی گندی باتیں کرتے ہیں۔ لیکن شادی کرنے سے وہ ان تمام مفسدتوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں، اسی کو نصف دین کہا گیا۔

شادی نہ کرنا رہبانیت ہے

(١٤٩٥)۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنِ الَّذِي كَانَ مِنْ تَرْكِ النِّسَاءِ، بَعَثَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((يَاعُثْمَانُ! إِنِّي لَمْ أُوْمَرْ بِالرَّهْبَانِيَةِ، أَرَغِبْتَ عَنْ سُنَّتِي؟)) قَالَ: لَايَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((إِنَّ مِنْ سُنَّتِي أَنْ أُصَلِّيَ وَأَنَامَ، أَصُوْمَ وَأَطْعَمَ، وَأَنْكِحَ وَأُطَلِّقَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، يَا عُثْمَانُ، إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔)) قَالَ سَعْدٌ: فَوَاللّٰهِ! لَقَدْ كَانَ أَجْمَعَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنْ هُوَ أَقَرَّ عُثْمَانَ عَلٰى مَاهُوَ عَلَيْهِ أَنْ نَخْتَصِيَ فَنَتَبَتَّلَ۔ (الصحيحة: ٣٩٤)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا عورتوں کو ترک کرنے کا معاملہ پیش آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا: ''عثمان! مجھے رہبانیت کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیا تو نے میری سنت سے بے رغبتی کی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا طریقہ یہ ہے کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں اور طلاق بھی دیتا ہوں، جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ عثمان تیرے اہل کا تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔'' سعد کہتے ہیں: اگر رسول اللہ ﷺ حضرت عثمان کو ان کی حالت پر برقرار رکھتے تو مسلمان یہ عزم کر چکے تھے کہ وہ خصی ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہر شے سے یکسو ہو جائیں گے۔

تخريج: أخرجه الدارمي: ٢/ ١٣٢

شرح:...... دنیا اور اس کی نعمتیں ترک کر دینا اور اپنے اہل وعیال سے علیحدہ ہو جانا رہبانیت ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام نے مرد وزن کی روح اور جسم، ہر دو کے جائز تقاضوں کو پورا کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ مثلا نماز کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نیند کے ذریعے جسم کو راحت پہنچائی جائے، جہاں روح کی غذا کو روزے کے ذریعے پورا کیا جائے وہاں روزہ ترک کر کے جسم کا تقاضا بھی پورا کیا جائے۔ علی ہذا القیاس۔

ہمارا معاشرہ افراط وتفریط کی زد میں ہے، بعض لوگ تبلیغ اور دوسرے اسلامی تقاضوں میں اتنے مگن ہو جاتے ہیں کہ ان کے لیے اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی ناممکن ہو جاتی ہے اور بعض اپنی اولاد کے دنیوی تقاضوں کو پورا کرنے میں اس قدر مصروف ہیں کہ وہ ان کے دینی تقاضوں سے مکمل طور پر غافل ہو کر رہ گئے ہیں، اگر کوئی اپنی بیوی کو پر کاہ کی حیثیت نہیں دیتا اور ہمیشہ اس کی حوصلہ شکنی کرتا رہتا ہے، تو کوئی اپنی بیوی کی غلامی اختیار کر کے اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے حقوق سے غفلت برت رہا ہے۔ ایسے مزاج اسلامی نہیں ہیں، اسلام کا یہ تقاضا ہے کہ حسبِ استطاعت اور دین کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے دین اور دنیا دونوں کے تقاضے پورے کیے جائیں۔

شادی نہ کر سکنے والا روزے رکھے

(۱٤۹٦)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَتَزَوَّجُوْا، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ، وَمَن لَّمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ۔)) (الصحيحة:۲۳۸۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نکاح میری سنت ہے، جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں۔ تم لوگ شادیاں کیا کرو، میں تمھاری بنا پر سابقہ امتوں سے کثرتِ تعداد میں مقابلہ کروں گا۔ جس کے پاس وسعت ہو وہ نکاح کر لے اور جسے استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے، کیونکہ روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ١٨٤٦

شــــرح:...... جہاں نفلی روزہ عظیم اجر وثواب کا باعث بنتا ہے، وہاں اس کی وجہ سے بندہ شادی نہ کرنے کے باوجود بے راہ روی کا شکار نہیں ہوتا۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ شادی کے مختلف مقاصد میں سے دو عظیم مقصد یہ ہیں کہ آدمی کی پاکدامنی کا بندوبست کیا جائے اور اولاد کی بہترین تربیت کر کے آپ ﷺ کی امت میں اضافہ کیا جائے۔

غیاب کے بعد رات کو بیویوں کے پاس نہ آیا جائے

(۱٤۹۷)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا قَدِمَ أَحَدُكُمْ لَيْلًا فَلَا يَأْتِيَنَّ أَهْلَهُ طُرُوْقًا حَتَّى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ، وَتَمْشِطَ الشَّعِثَةُ۔)) (الصحيحة:٣٩٧٦)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی رات کو (سفر وغیرہ سے) واپس آئے تو اسی وقت اپنی بیوی کے پاس نہ آئے یہاں تک کہ وہ استرا استعمال کر لے اور پراگندہ بالوں والی کنگھی نہ کر لے۔''

تخريج: أخرجه مسلم :٦/ ٥٥، والنسائي في"السنن الكبرى": ٥/ ٣٦٢/ ٩١٤٥، وأحمد: ٣/ ٢٩٨، ٣٥٥، وأخرجه البخاري: ٥٢٤٣ مختصرا و٥٠٧٩، ٥٢٤٥ بلفظ: كنا مع رسول الله ﷺ في سفر، فلما رجعنا؛ ذهبنا لندخل فقال: ((امهلوا حتى ندخل ليلا۔ اي: عشاء۔ لكي تمتشط الشعثة، وتستحد المغيبة۔)) وروى مسلم ايضا بهذا اللفظ۔

شــــرح:...... میاں بیوی کے مابین تعلقات کا خوشگوار ہونا مطلوبِ شریعت ہے، اس مقصد کی تکمیل کے لیے شریعت نے عورت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ خاوند کے لیے زینت وآرائش اختیار کرے۔ اس حدیث کا مقصد نفرت اور سوئے ظن کا باعث بننے والے اسباب کو ختم کرنا ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوے سے مدینہ واپس پہنچ کر جب اپنے گھروں کو جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ذرا ٹھہر جاؤ، تاکہ تمہاری بیویاں پراگندہ بالوں میں کنگی کر لیں اور فاضل بالوں کی صفائی کر لیں۔'' (بخاری، مسلم)

اس حدیث میں میاں بیوی کے مابین مودت و محبت پیدا کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے، قابل غور بات یہ ہے کہ میاں بیوی کا کوئی وصف یا بات ایک دوسرے سے مخفی نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو آنے سے منع کیا تاکہ کوئی نفرت والا معاملہ پیش نہ آ سکے، ممکن ہے کہ بیوی اچھی حالت میں نہ ہو یا اس کے گھر میں کوئی ایسا فرد آیا ہوا ہو، جس کی آمد خاوند کو ناگوار گزرے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ برا ہوگا، لیکن اس معاملے میں خاوند کی ترجیحات کو مدنظر رکھا جائے گا۔ سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رات کو اپنی بیوی کے گھر گیا، میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت اس کی کنگھی کر رہی تھی، لیکن میں نے سمجھا کہ یہ کوئی مرد ہے، سو میں نے اس کی طرف تلوار کو سیدھا کیا، لیکن اتنے میں اس کا عورت ہونا واضح ہو گیا، جب یہ ماجرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو منع کر دیا کہ وہ رات کو اپنی بیویوں کے پاس نہ آئیں۔ (صحیح ابو عوانہ، بحوالہ فتح الباری: ۹/ ۴۲۶) اگر اس باب کی تمام احادیث اور ان کے مقاصد کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آج کے دور میں فون کے ذریعے مطلع کر کے رات کو آیا جا سکتا ہے، ہاں اس سلسلے میں عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کا مزاج سمجھے۔

آج کل بیویاں اپنے گھروں میں سادہ ملبوسات پر اکتفا کرتی ہیں اور صفائی کا بھی کوئی خاص خیال نہیں رکھتیں، لیکن جب وہ دوسرے رشتہ داروں کے پاس جانے یا گھر سے باہر کسی دوسری مجلس میں جانے لگتی ہیں، تو حسن و جمال کے جو انداز اختیار کیے جاتے ہیں، ان کے سامنے دلہن بھی شرما جاتی ہے۔ ایسا کرنا مقصودِ شریعت نہیں ہے۔

نیک بیوی سعادت ہے اور بد بیوی شقاوت ہے

(۱٤۹۸)۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَرْبَعٌ مِّنَ السَّعَادَةِ: الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيْءُ، وَأَرْبَعٌ مِّنَ الشَّقَاءِ: الْجَارُ السُّوْءِ، وَالْمَرْأَةُ السُّوْءِ، وَالْمَرْكَبُ السُّوْءُ، وَالْمَسْكَنُ الضَّيِّقُ۔))

(الصحیحۃ:۲۸۲)

حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار چیزیں سعادت ہیں: نیک بیوی، وسیع گھر، نیک ہمسایہ اور پرسکون سواری۔ اور چار چیزیں بدبختی ہیں: برا ہمسایہ، بری بیوی، بری سواری اور تنگ گھر۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ۱۲۳۲، والخطيب في "التاريخ": ۱۲/ ۹۹، واخرجه احمد:

/ ۱ ۱٦٨، والبزار: ٢/ ١٥٦/ ١٤١٢، والطبرانی فی "الکبیر": ١/ ١٩/ ١، و "الاوسط": ١/ ١٦٣/ ١

شرح:...... یہی چار چیزیں ہیں جو آدمی کو خوش وخرم رہنے کا موقع فراہم کرتی ہیں یا غم والم میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

نیک بیوی کی صفات

(١٤٩٩)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِرِجَالِكُمْ فِي الْجَنَّةِ؟ اَلنَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ وَالصِّدِّيْقُ فِي الْجَنَّةِ وَالشَّهِيْدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ ! وَالرَّجُلُ يَزُوْرُ أَخَاهُ فِي نَاحِيَةِ الْمِصْرِ لَا يَزُوْرُهُ إِلَّا لِلّٰهِ فِي الْجَنَّةِ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِنِسَائِكُمْ فِي الْجَنَّةِ؟ كُلُّ وَدُوْدٍ وَلُوْدٍ إِذَا غُضِبَتْ أَوْ أُسِيَ إِلَيْهَا أَوْ غَضِبَ زَوْجُهَا قَالَتْ: هٰذِهِ يَدِي فِي يَدِكَ لَا أَكْتَحِلُ بِغَمْضٍ حَتّٰى تَرْضٰى۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ۔

(الصحیحة: ٣٣٨٠)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں جنتی مردوں کی خبر نہ دوں؟ نبی جنت میں داخل ہوگا، صدیق جنت میں جائے گا، شہید جنتی ہوگا، (نابالغ) بچہ جنتی ہوگا اور وہ آدمی جنت میں جائے گا جو شہر کے دوسرے کنارے میں بسنے والے بھائی سے اللہ تعالیٰ کے لیے ملاقات کرنے کے لیے جاتا ہے۔ اب کیا میں تمھیں جنت میں داخل ہونے والی عورتوں کی خبر نہ دوں؟ ہر محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی خاتون، کہ جب اس پر غصے ہوا جاتا ہے یا اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہے یا اس کا خاوند اس پر غصے ہوتا ہے تو وہ (اپنے خاوند سے) کہتی ہے: یہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے، میں اس وقت تک نہیں سوؤں گی، جب تک تم مجھ سے راضی نہیں ہو جاتے۔'' یہ حدیث حضرت انس، حضرت ابن عباس اور حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخریج: (١)۔ أما حديث أنس: فأخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ٢/ ٢٤٢/ ١٧٦٤، و "الصغير": صـ ٢٣ ـ هند

(٢)۔ وأما حديث ابن عباس: فأخرجه أيضا الضياء المقدسي في "الأحاديث المختارة": ٦١/ ٢٦٣/ ١، وروى الأصبهاني: ٢/ ٦٣٠/ ١٥٠٧ النصف الأول منه، ورواه البيهقي في "الشعب" ٦/ ٤١٨/ ٨٧٣٢، ٢٩٤/ ٩٠٢٨ بتمامه

(٣)۔ وأما حديث كعب بن عجرة: فأخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ١٩/ ١٤/ ٣٠٧، و "الأوسط": ٦/ ٣٠١

شرح:...... اس میں مندرجہ ذیل لوگوں کے جنتی ہونے کا بیان ہے:

نبی، صدیق، شہید، نابالغ بچہ، اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کی زیارتیں کرنے والا، زیادہ بچوں کی ماں جو خاوند کو راضی رکھنے والی ہو۔

(۱۵۰۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قِيلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: ((الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهِ وَلَا مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ۔)) (الصحيحة: ۱۸۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی عورتیں بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(وہ عورت بہتر ہے کہ) جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب وہ اسے حکم دے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے اور اپنے نفس اور مال کے معاملے میں خاوند کی ایسے انداز میں مخالفت نہ کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔''

تخريج: رواه النسائي: ۲/ ۷۲، والحاكم: ۲/ ۱٦۱، وأحمد: ۲/ ۲۵۱، ٤۳۲، ٤۳۸، والطيالسي: رقم: ۲۳۲۵

شرح:...... یہ اچھی خاتون کی صفات ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے بعد اپنے خاوند کو راضی کرنے کے درپے رہتی ہے۔ ''جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو وہ خوش کر دے'' کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنی وضع قطع، بول چال، رہن سہن اور خاوند کی خدمت، اس کا استقبال اور اس کے مطالبات پورے کرنے میں ایسا انداز اختیار کرتی ہے کہ خاوند دیکھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے۔ نیز اس کی یہ صفت بھی ہے کہ وہ اپنے مال میں بھی ایسا تصرف نہیں کرتی، جو خاوند کی ناراضگی کا سبب بنے۔

جو عورتیں اپنے روزگار کی بنا پر خودکفیل ہو جاتی ہیں، وہ اپنے آپ کو خاوندوں سے مستغنی سمجھ کر اس کی اطاعت کی پروا نہیں کرتیں اور بسا اوقات اپنی آمدنی کا طعنہ دیتے ہوئے اس کا اظہار بھی کر دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں کا یہ رویہ شریعت کی نظر میں نہایت قابل نفرت ہے۔ خاوند کے مقابلے میں بیوی ہزار گنا مالدار سہی، لیکن اس کا درجہ بیوی کا ہی رہے گا اور اخروی کامیابی و کامرانی کے لیے اسے خاوند کے ماتحت رہنا پڑے گا۔ اگر اولاد کی اچھی تربیت کی خاطر میاں بیوی آپس میں دوستانہ ماحول اپنا کر ایک دوسرے کے معاون ثابت ہوں تو ایک دوسرے کے آداب کے تقاضے پورے کرنا آسان ہو جاتے ہیں۔

(۱۵۰۱)۔ عَنْ أَبِي أُذَيْنَةَ الصَّدَفِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((خَيْرُ نِسَائِكُمُ الْوَدُوْدُ الْوَلُوْدُ، الْمُوَاتِيَةُ، الْمُوَاسِيَةُ، إِذَا اتَّقَيْنَ اللّٰهَ، وَشَرُّ نِسَائِكُمُ الْمُتَبَرِّجَاتُ الْمُتَخَيِّلَاتُ، وَهُنَّ الْمُنَافِقَاتُ، لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْهُنَّ إِلَّا مِثْلَ الْغُرَابِ الْأَعْصَمِ۔)) (الصحيحة: ۱۸٤۹)

حضرت ابو اذینہ صدفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری بہترین بیویاں وہ ہیں جو محبت کرنے والی، زیادہ بچے جننے والی، ہم نوائی کرنے والی اور ہمدردی کرنے والی ہوں، بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی ہوں۔ اور بدترین عورتیں وہ ہیں جو غیر شوہر کے سامنے زیبائش کرنے والی اور اکڑ کر چلنے والی ہوں، ایسی عورتیں منافق ہیں، ان میں سے کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگی مگر سرخ چونچ اور سرخ پیر والے کوے کی طرح بہت کم۔''

تخریج: أخرجه البيهقي في "السنن": ۷/ ۸۲

شــرح: ...... جس طرح سرخ چونچ اور سرخ پنجوں والے کوے تعداد میں دوسرے کووں کی بہ نسبت بہت کم ہوتے ہیں، یہی معاملہ مذکورہ بالا عورتوں کا ہے۔

یہ حدیث دو اہم اسباق پر مشتمل ہے: اس میں کوئی کمال نہیں کہ بیوی اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہو اور خاوند کی فرمانبردار، بیوی کا اپنے خاوند سے محبت کرنا، اس کی اطاعت کرنا اور اس سے ہم نوائی کرنا اس کو اس وقت مفید ہو گا، جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی ہو گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آجکل خاوند کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے عورتوں کا زیبائش اختیار کرنا ایک معمول بن چکا ہے، بازار جاتے وقت اپنے آپ کو خوب پالش کرتی نظر آتی ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کا کیا مقصد ہوتا ہے؟ وہ کیا چاہتی ہیں؟ بہر حال ایسی عورتوں کو جنت سے محرومی کی وعید سنائی گئی ہے۔

شگفتہ مزاج اور صالح مزاج، نہ کی چڑ چڑا پن

(۱۵۰۲)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْاَرْقَمِ قَالَ: لَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِلَّا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ، كَانَ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ! اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسْلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَالْهَمِّ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ. اَللّٰهُمَّ! آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ! اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا.)) (الصحيحة: ٤٠٠٥)

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں وہی بات کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے کہی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں بے بسی و لاچارگی اور سستی و کاہلی سے، بزدلی اور بخل سے اور بڑھاپے اور عذابِ قبر سے۔ اے اللہ! تو میرے نفس کو تقوی عطا فرما اور اس کو پاک کر دے، تو بہترین ہستی ہے جو اسے پاک کر سکتی ہے، تو ہی اس کا نگرانِ کار اور پروردگار ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو فائدہ نہیں دیتا اور ایسے دل سے جو عاجزی و انکساری نہیں کرتا اور ایسے نفس سے جو سیر و سیراب نہیں ہوتا اور ایسی دعا سے جو قبول نہیں ہوتی۔''

تخریج: أخرجه مسلم: ۸/ ۸۱، والبغوي في "شرح السنة": ٥/ ١٥٨، وصححه، وابن أبي شيبة: ٣/ ٣٧٤، والطبراني في "المعجم الكبير": ٥/ ٢٢٧/ ٥٠٨٥، ورواه النسائي: ٢/ ٣١٥ و ٣٢٢، وأحمد: ٤/ ٣٧١، وعبد بن حميد: ١/ ٢٤٥/ ٢٦٧، والطبراني في "المعجم الكبير": ٥٠٨٦ و ٥٠٨٨

(١٥٠٣)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَائِهِ ﷺ: ((اَللّٰهُمَّ! اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ، وَمِنْ زَوْجٍ تُشَيِّبُنِي قَبْلَ الْمَشِيْبِ، وَمِنْ وَلَدٍ يَكُوْنُ عَلَيَّ رِبًا، وَمِنْ مَالٍ يَكُوْنُ عَلَيَّ عَذَابًا، وَمِنْ خَلِيْلٍ مَاكِرٍ عَيْنُهُ تَرَانِيْ، وَقَلْبُهُ يَرْعَانِي، اِنْ رَاٰى حَسَنَةً دَفَنَهَا، وَاِذَا رَاٰى سَيِّئَةً اَذَاعَهَا۔)) (الصحيحة:٣١٣٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں برے پڑوسی سے اور ایسی بیوی سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے اور ایسی اولاد سے جو میرا آقا بن بیٹھے اور ایسے مال سے جو میرے لیے باعثِ عذاب بن جائے اور ایسے چالباز دوست سے جس کی آنکھیں مجھے تک رہی ہوں اور جس کا دل میرے پیچھے پڑا ہوا ہو اور میری ہر نیکی کو دباتا جائے اور ہر برائی کو نشر کرتا جائے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "الدعاء": ٣/ ١٤٢٥/ ١٣٣٩، وأخرج الديلمي فى "مسند الفردوس": ١/ ١/ ١٨٣ شطره الثاني بلفظ: ((اللهم انى اعوذ بك من خليل ماكر ......))

شرح:...... جہاں شگفتہ مزاج اور صالح مزاج عورت کی وجہ سے خاوند کو سکون نصیب ہوتا ہے اور اس کے گھر میں برکتیں نازل ہوتی ہیں، وہاں بداخلاق، ناشکری، جھگڑالو اور زبان دراز عورت خاوند کی روح و جان پر ایسا برا اثر چھوڑتی ہے کہ وہ وقت سے پہلے بوڑھا ہونے لگتا ہے اور ذہنی طور پر گھر کی پریشانیوں میں الجھا رہتا ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں مذکور باقی امور واضح ہیں۔ اس کے آخر میں آپ نے ﷺ وضاحت کر دی ہے کہ دوست کی صفات کیا ہونی چاہئیں، اس سے یہ اندازہ ہو جانا چاہیے کہ اگر کوئی کسی پر اعتماد کرتا ہے تو اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانی چاہیے۔

میاں بیوی کے مابین گڑ بڑ ممکن ہے، لیکن ......

(١٥٠٤)۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، قَالَ: جَاءَ اَبُوْبَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَسَمِعَ عَائِشَةَ وَهِيَ رَافِعَةٌ صَوْتَهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَاَذِنَ لَهُ، فَدَخَلَ، فَقَالَ: يَا اِبْنَةَ اُمِّ رُوْمَان، وَتَنَاوَلَهَا، اَتَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: فَحَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ لَهَا، يَتَرَضَّاهَا: ((اَلَا تَرَيْنَ اَنِّي قَدْ حِلْتُ بَيْنَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے سن لیا تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز بلند کر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی اور وہ اندر آ گئے اور کہا: ام رومان کی بیٹی! اور اسے پکڑنا چاہا، کیا تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز بلند کرتی ہے؟ لیکن نبی کریم ﷺ دونوں کے درمیان حائل ہو گئے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرتے ہوئے فرمایا:

الرَّجُلِ وَبَيْنَكِ۔)) قَالَ: ثُمَّ جَاءَ أَبُوْبَكْرٍ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ يُضَاحِكُهَا، فَأَذِنَ لَهُ، فَدَخَلَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْبَكْرٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَشْرِكَانِي فِي سِلْمِكُمَا، كَمَا أَشْرَكْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا۔))

(الصحيحة: ۲۹۰۱)

''دیکھو تو سہی میں تیرے اور ایک آدمی کے درمیان حائل ہو گیا۔'' (اسی اثنا میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر آ گئے اور اجازت طلب کی اور سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہنسا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (اندر آنے کی) اجازت دی، وہ اندر آ گئے۔ (اب کی بار) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اپنے امن و صلح والے ماحول میں بھی شریک کرو، جس طرح اپنی لڑائی میں کیا تھا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٢٧١، وابوداود: ٤٩٩٩

شرح: ...... اس میں درج ذیل امور کا بیان ہے:

(۱) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت سے بھی زیادہ تھی۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زدو کوب کے سامنے حائل ہو گئے۔ نیز اس محبت کو برقرار رکھنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوشش بھی کرتے تھے۔

(۳) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے خوشگوار ماحول کے حریص تھے۔

ہمارے ماحول میں یہ خرابی بھی پائی جاتی ہے کہ میاں بیوی آپس میں دوستانہ ماحول پیدا کرنے کی بجائے ایک دوسرے کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں اور جھگڑے کو طول دیا جاتا ہے اور طعنہ دینے کے لیے یا احسان جتلانے کے لیے برسوں پرانی باتوں کا خوب تذکرہ کیا جاتا ہے، خاوند اس بات کا حریص نظر آتا ہے کہ اس کی بیوی اس کے سامنے مرعوب ہونی چاہیے، جبکہ بیوی اس بات کو نشر کرنے کی خواہشمند ہوتی ہے کہ اس کے خاوند پر اس کا سکہ چلتا ہے، ایسے جوڑے کو ذہنی تسکین نصیب نہیں ہوتی۔

قابل غور بات یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے دلائل پیش کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دفاع کیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انھیں زدو کوب کرنے کا موقع نہ دیا۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے حقیقی رفیقِ حیات بن کر آپس میں اچھے تعلقات پیدا کر لیں، تو ساس سسر اور بہو بیٹی کے مسائل ختم ہو جاتے ہیں، وہ دونوں ایک دوسرے کے والدین کا احترام کرنے لگتے ہیں اور ان کی اولاد کو پرسکون زندگی نصیب ہوتی ہے۔

بیوی کے ساتھ شفقت کرنا

(۱۵۰۵)۔ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ مَرْفُوْعاً: ((خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِأَهْلِهِ۔))

(الصحيحة: ۱۸۳۵)

حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیوی کے لیے بہترین ہوں۔''

تخریج: رواه الطبراني في "المعجم الكبير": ۲۲/ ۳۱٤/ ۸٥٤، وابن عساكر: ١٥/ ٩٥/ ٢

شرح: ...... چونکہ شادی کے بعد آدمی کا سب سے زیادہ تعلق اپنی بیوی سے ہوتا ہے، میاں بیوی دونوں ایک خاندان کی بنیاد بن رہے ہوتے ہیں، ان کے باہمی تعلقات سے ان کی اولاد شدید متأثر ہوتی ہے، اس لیے خاوند کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ انتہائی حسنِ سلوک سے پیش آئے اور اس میں یہ صلاحیت پیدا کرے کہ وہ اس کی ہمنوائی کر سکے۔

(١٥٠٦)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعاً: ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ۔)) (الصحيحة:١١٧٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہترین ہو۔ جب تمھارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کا (برا تذکرہ) ترک کر دیا کرو۔''

تخریج: أخرجه الدارمي: ٢/ ١٥٨

شرح: ...... جب کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس پر طعن و تشنیع اور سب وشتم کرنا منع ہے۔ ہاں اس کے خصائلِ حمیدہ کا تذکرہ کرنا چاہئے، جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(١٥٠٧)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ، فَدَعُوْهُ۔)) (الصحيحة:٢٨٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہترین ہے اور میں اپنے اہل کے حق میں سب سے بہتر ہوں۔ جب تمھارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کا (برا تذکرہ) نہ کیا کرو۔''

تخریج: أخرجه الترمذی: ٢/ ٣٢٣، والدارمی: ٢/ ١٥٩، وابن حبان: ١٣١٢

(١٥٠٨)۔ عَنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَا عَسٰى أَحَدُكُمْ أَنْ يَّضْرِبَ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْأَمَةِ! أَلَا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ۔)) (الصحيحة:٢٦٧٨)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ، ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کی لونڈی کی طرح پٹائی کر دے۔ خبردار، تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے بہتر ہے۔''

تخریج: أخرجه البزار فی "مسنده": رقم ١٤٨٤۔ کشف الأستار

شرح: ...... خاوند کے حسنِ اخلاق کی سب سے زیادہ مستحق اس کی بیوی ہے، وہ اس کے حقوق کا ذمہ دار ہے، وہ کسی جرم کی بنا پر اپنی بیوی کو سزا دے سکتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ (سورۂ نسا: ٣٤) ...... ''اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو۔''

لیکن اس تادیبی کاروائی کا مقصد عورت کی تربیت کرنا ہے، نہ کہ غصے کا اظہار کرنا یا عورت کو تنگ کرنا ہے اور دوسری صحیح روایات کے مطابق خاوند چہرے پر بھی نہیں مار سکتا ہے اور نہ ہی ایسی سزا دے سکتا ہے کہ جس سے زخم اور گہرے نشانات پڑ جائیں۔

عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی وصیت

(۱۵۰۹)۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِالنِّسَاءِ خَيْراً فَإِنَّهُنَّ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ، إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ وَمَايَعْلِقُ يَدَاهَا الْخَيْطَ فَمَا يَرْغَبُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا عَنْ صَاحِبِهِ حَتّٰى يَمُوْتَا هَرْماً۔))

(الصحيحة:۲۸۷۱)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھیں عورتوں سے حسنِ سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہے، کیونکہ وہ تمھاری مائیں، بیٹیاں اور خالائیں ہیں۔ (دیکھو کہ) اہل کتاب کا آدمی کم عمر اور فقیر عورت سے شادی کرتا ہے۔ پھر ان میں سے کوئی دوسرے سے بے رغبتی نہیں کرتا، حتی کہ وہ دونوں عمر رسیدہ ہو کر مر جاتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ۲۰/ ۳۷٤/ ٦٤٨

شرح:...... ''وَمَايَعْلِقُ يَدَاهَا الْخَيْطَ'' (اس کے ہاتھ پر دھاگہ نہیں لٹکتا) سے مراد لڑکی کا کم سن اور فقیر ہونا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ ایک ہی بیوی پر قناعت کرتے ہیں، خواہ وہ خوبصورت ہو یا بدصورت، بوڑھی ہو یا جوان، جب تک وہ مر نہیں جاتی، دوسری عورت سے شادی نہیں کرتے۔

اس حدیث میں صحابہ کرام کو براہِ راست اور ہمیں بالواسطہ عورتوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہر عورت بیٹی، ماں، بہن، بیوی، خالہ اور پھوپھی جیسے مقدس رشتوں میں ڈھلتی ہے۔ اگر ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تو اسے سوچنا چاہئے کہ یہ بھی کسی کی بیٹی ہے، کسی کی ماں ہے، کسی کی بہن ہے، مزید غور کیا جائے تو اس آدمی کی بیٹی اور بہن بھی کسی کی بیویاں ہیں یا بن جائیں گے، وہ ان کے بارے میں کون سا سلوک پسند کرے گا۔ اس لیے ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک والا معاملہ کرنا چاہئے۔ ہمارے معاشرے میں بطورِ ضرب المثل کہا جاتا ہے: مائیں بہنیں ساجھیاں ہوتی ہیں۔ حدیث کے ابتدائی حصے کا یہی مفہوم ہے۔

اس حدیث میں اہل کتاب کا عمل بطورِ اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے، حالانکہ ان کی حالیہ صورتحال تو ناگفتہ بہ ہے۔ امام البانی رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: آپ ﷺ کی بیان کردہ مثال کا تعلق اس وقت سے ہے، جب اہل کتاب اپنے دین اور اخلاق پر قائم تھے، اگرچہ ان کی شریعت مسخ شدہ اور تحریف شدہ تھی۔ رہا مسئلہ عصر حاضر کے

یہودیوں اور عیسائیوں کا، اب تو وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ طلاق کی صورتوں کو حرام سمجھتے ہیں اور زنا اور لواطت جیسی قباحتوں کو اعلانیہ جائز قرار دیتے ہیں۔ (صحیحہ: ۲۸۷۱)

نبی کریم ﷺ کا بیویوں سے دل لگی کرنا

(۱۵۱۰)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَهِيَ جَارِيَةٌ قَالَتْ: لَمْ أَحْمِلِ اللَّحْمَ وَلَمْ أَبْدُنْ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: ((تَقَدَّمُوْا۔)) فَتَقَدَّمُوْا ثُمَّ قَالَ: ((تَعَالَيْ أُسَابِقْكِ۔)) فَسَابَقْتُهُ، فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: فَسَكَتَ عَنِّي حَتّٰى إِذَا حَمَلْتُ اللَّحْمَ وَبَدُنْتُ وَنَسِيْتُ۔ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: ((تَقَدَّمُوْا۔)) فَتَقَدَّمُوْا ثُمَّ قَالَ: ((تَعَالَيْ أُسَابِقْكِ۔)) وَنَسِيْتُ الَّذِي كَانَ، وَقَدْ حَمَلْتُ اللَّحْمَ فَقُلْتُ: كَيْفَ أُسَابِقُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَأَنَا عَلٰى هٰذَا الْحَالِ؟ فَقَالَ: ((لَتَفْعَلَنَّ۔)) فَسَابَقْتُهُ، فَسَبَقَنِي فَجَعَلَ يَضْحَكُ قَالَ: ((هٰذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ۔))

(الصحيحة: ۱۳۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھی، اس وقت میں (کم سن) لڑکی تھی اور موٹے بدن والی نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''تم لوگ آگے نکل جاؤ۔'' سو وہ آگے نکل گئے۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''آؤ، میں تجھ سے (دوڑ میں) مقابلہ کرتا ہوں۔'' میں نے آپ ﷺ سے مقابلہ کیا اور آگے نکل گئی۔ پھر آپ ﷺ خاموش رہے، بعد میں میں موٹے بدن والی ہوگئی اور اس واقعہ کو بھول گئی۔ (پھر ایک دن) آپ ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلی، آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''تم لوگ آگے نکل جاؤ۔'' پس وہ آگے نکل گئے۔ پھر مجھے فرمایا: ''آؤ، میں تم سے (دوڑ میں) مقابلہ کرتا ہوں۔'' میں پہلے والے مقابلے کو بھول چکی تھی، چونکہ میرا بدن بھاری ہو چکا تھا اس لیے میں نے کہا: اے اللہ کے رسول میری یہ حالت ہے، میں آپ سے کیسے مقابلہ کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے ایسا ضرور کرنا ہوگا۔'' پس میں نے مقابلہ کیا اور آپ ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے۔ آپ ﷺ مسکرانے لگ گئے اور فرمایا: ''یہ اُس (سابقہ) فتح کے بدلے میں ہے۔''

تخريج: أخرجه الحميدي في "مسنده": ۲/ ٤٢، وأبو داود: ۲۵۷۸، والنسائي في "عشرة النساء": ۱/ ۷٤ والسياق له، وابن ماجه: ۱۹۷۹ مختصرا، وأحمد: ٦/ ۳۹/ ۲٦٤

شرح:...... یہ نبی کریم ﷺ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خوش طبعی اور دل لگی کا اظہار تھا۔ اگرچہ آپ ﷺ سید الاولین والآخرین تھے، لیکن بیویوں کے ساتھ آپ ﷺ کا ماحول دوستانہ تھا، یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ان کو خوش کرنے کے درپے رہتے تھے، جبکہ یہ ذمہ داری ان کی بنتی تھی۔

کسی مقصد کے پیش نظر بیویوں سے اعراض کرنا

(۱۵۱۱)۔ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ حَجَّ بِنِسَائِهِ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيْقِ، نَزَلَ رَجُلٌ فَسَاقَ بِهِنَّ فَأَسْرَعَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَذَاكَ سَوْقُكَ بِالْقَوَارِيْرِ.)) فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيْرُوْنَ بَرَكَ بَصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ جَمَلُهَا، وَكَانَتْ مِنْ أَحْسَنِهِنَّ ظَهْراً فَبَكَتْ۔ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ أُخْبِرَ بِذٰلِكَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ دُمُوْعَهَا بِيَدِهِ، وَجَعَلَتْ تَزْدَادُ بُكَاءً وَهُوَ يَنْهَاهَا، فَلَمَّا أَكْثَرَتْ زَبَرَهَا وَانْتَهَرَهَا، وَأَمَرَ النَّاسَ بِالنُّزُوْلِ فَنَزَلُوْا، وَلَمْ يَكُنْ يُرِيْدُ أَنْ يَنْزِلَ، قَالَتْ: فَنَزَلُوْا، وَكَانَ يَوْمِي، فَلَمَّا نَزَلُوْا ضُرِبَ خِبَاءُ النَّبِيِّ ﷺ وَدَخَلَ فِيْهِ، قَالَتْ: فَلَمْ أَدْرِ عَلَامَ أَهْجُمُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَخَشِيْتُ أَنْ يَكُوْنَ فِي نَفْسِهِ شَيْءٌ مِنِّي۔ قَالَتْ: فَانْطَلَقْتُ إِلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا: تَعْلَمِيْنَ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَبِيْعُ يَوْمِي مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشَيْءٍ أَبَداً وَإِنِّي قَدْ وَهَبْتُ يَوْمِي لَكِ عَلٰى أَنْ تُرْضِي رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِّي! قَالَتْ: نَعَمْ قَالَتْ: فَأَخَذَتْ عَائِشَةُ خِمَاراً لَهَا قَدْ ثَرَدَتْهُ بِزَعْفَرَانَ، فَرَشَّتْهُ بِالْمَاءِ لِيُذَكِّي رِيْحَهُ، ثُمَّ لَبِسَتْ ثِيَابَهَا، ثُمَّ انْطَلَقَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَرَفَعَتْ طَرَفَ الْخِبَاءِ، فَقَالَ لَهَا: ((مَالَكِ يَاعَائِشَةُ؟! إِنَّ هٰذَا لَيْسَ

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ حج کیا، آپ ﷺ کہیں راستہ میں تھے کہ ایک آدمی اترا، اور عورتوں کی سواریوں کو تیز تیز چلانے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح شیشوں (عورتوں) کو لے کر چلتے ہیں؟'' سو وہ چل رہے تھے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کا اونٹ بیٹھ گیا، حالانکہ ان کی سواری سب سے اچھی تھی، وہ رونے لگ گئیں۔ جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے ان کے آنسو پونچھنے لگ گئے، وہ اور زیادہ رونے لگیں اور آپ ﷺ ان کو منع کرتے رہے۔ جب وہ بہت زیادہ رونے لگ گئیں تو آپ ﷺ نے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور لوگوں کو اترنے کا حکم دے دیا، سو وہ اتر گئے، اگرچہ آپ ﷺ کا اترنے کا ارادہ نہیں تھا۔ وہ کہتی ہیں: صحابہ کرام اتر پڑے اور اس دن میری باری تھی۔ جب صحابہ اترے تو نبی ﷺ کا خیمہ نصب کیا گیا، آپ اس میں داخل ہو گئے۔ وہ کہتی ہیں: یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی کہ میں کیسے آپ ﷺ کے پاس گھس جاؤں اور مجھے یہ ڈر بھی تھا کہ (ممکن ہے کہ) آپ کے دل میں میری بارے میں کوئی ناراضی ہو۔ وہ کہتی ہیں: میں حضرت عائشہ کے پاس گئی اور ان سے کہا: تم جانتی ہو کہ میں کسی چیز کے عوض اپنے دن کا سودا نہیں کروں گی، لیکن میں تجھے اپنی باری کا دن اس شرط پر ہبہ کرتی ہوں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے راضی کروا دو۔ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ اب وہ کہتی ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زعفران میں رنگی ہوئی چادر لی اور اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس کی خوشبو تروتازہ ہو جائے، پھر اپنے کپڑے زیب تن کئے، پھر رسول

بِيَـوْمِكِ۔)) قَـالَـتْ: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَـنْ يَّشَـاءُ فَـقَـالَ مَـعَ أَهْلِهٖ فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الـرَّوَاحِ ، قَـالَ لِـزَيْـنَـبَ بِـنْتِ جَحْـشٍ: ((يَازَيْنَبُ! أَفْقِرِيْ أُخْتَكِ صَفِيَّةَ جَمَلاً۔)) وَكَـانَتْ مِنْ اَكْثَرِ هِنَّ ظَهْراً، فَقَالَتْ: أَنَاأُفْقِرُ يَهُـوْدِيَّتَكَ! فَغَضَبِ النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِـنْهَـا ، فَهَـجَـرَهَا فَلَمْ يُكَلِّمْهَا حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَأَيَّامَ مِنٰى فِي سَفَرِهٖ، حَتّٰى رَجَعَ إِلَـى الْـمَـدِيْـنَةِ، وَالْـمُـحَرَّمُ وَصَفَرٌ، فَلَمْ يَـأْتِهَـا وَلَـمْ يَقْسِمْ لَهَا، وَيَئِسَتْ مِنْهُ فَلَمَّا كَـانَ شَهْـرُ رَبِيْـعِ الاَوَّلِ، دَخَـلَ عَلَيْهَا، فَـرَأَتْ ظِلَّهُ، فَقَالَتْ: إِنَّ هٰذَا لَظِلُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَـايَـدْخُلُ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَمَنْ هٰـذَا؟ فَـدَخَـلَ الـنَّـبِـيُّ فَـلَمَّا رَأَتْـهُ قَالَتْ: يَـارَسُـوْلَ الـلّٰـهِ! مَـاأَدْرِي مَاأَصْنَعُ حِيْنَ دَخَـلْـتَ عَـلَيَّ؟ قَالَتْ: وَكَانَتْ لَهَا جَارِيَةٌ وَكَانَتْ تُخَبِّئُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: فُلَانَةٌ لَكَ ، فَـمَشٰى النَّبِيُّ ﷺ إِلٰـى سَرِيْرِ زَيْنَبَ وَكَـانَ قَـدْ رُفِـعَ فَوَضَعَهُ بِيَدِهٖ، ثُمَّ أَصَابَ أَهْلَهُ، وَرَضِيَ عَنْهُمْ۔

(الصحيحة:٣٢٠٥)

اللہ کی طرف چلی گئیں اور (جا کر) خیمہ کا ایک کنارہ اٹھایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''اے عائشہ! تجھے کیا ہوا؟ یہ دن تیرا تو نہیں ہے۔'' انھوں نے کہا: یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، عطا کرتا ہے۔ آپ اپنی اہلیہ کے پاس ہی ٹھہرے رہے۔ جب شام ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے فرمایا: ''اے زینب! اپنی بہن صفیہ کو ایک اونٹ مستعار دے دو۔'' کیونکہ ان کے پاس سواریاں زیادہ تھیں۔ زینب نے کہا: کیا میں آپ کی یہودیہ کو مستعار دے دوں؟ یہ بات سن کر آپ ﷺ اس سے ناراض ہو گئے اور اس سے بولنا ترک کر دیا اور اس سے کوئی بات نہ کی، حتی کہ مکہ پہنچ گئے، پھر منی والے دن (بیت گئے) یہاں تک کہ آپ ﷺ مدینہ واپس آ گئے اور محرم اور صفر کے (دو ماہ) بھی گزر گئے، لیکن آپ ﷺ نہ زینب کے پاس گئے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی باری مقرر کی۔ وہ بھی آپ سے نا اُمید ہوگئی۔ جب ربیع الاوّل کا مہینہ تھا تو آپ ﷺ اس کے پاس گئے۔ زینب نے آپ کا سایہ دیکھا اور کہا: یہ تو رسول اللہ ﷺ کا سایہ ہے اور آپ ﷺ تو میرے پاس آتے ہی نہیں، سو یہ (سائے والا) کون ہوسکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ ان کے پاس داخل ہوئے، جب زینب نے آپ کو دیکھا تو کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے آنے سے (مجھے اتنی خوشی ہوئی ہے) کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کروں۔

وہ کہتی ہیں: ان کی ایک لونڈی تھی، جس کو وہ نبی کریم ﷺ سے چھپا کر رکھتی تھیں۔ پھر اُس نے کہا: فلاں لونڈی آپ ﷺ کے لیے ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ حضرت زینب کی چارپائی کی طرف گئے، اُسے اٹھا لیا گیا تھا، آپ نے اُس کو اپنے ہاتھ سے بچھایا، پھر اپنی اہلیہ سے مباشرت کی اور اُن سے راضی ہوئے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٣٣٧

شرح: ...... سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بتقاضائے بشریت اپنی سوکن کے بارے میں سخت بات کر دی تھی، اس لیے

آپ ﷺ نے ان کو سمجھانے کے لیے دو ماہ سے زیادہ عرصہ تک ان سے قطع تعلقی کی۔ خاوند اور دوسرے مصلح حضرات کو حکمت و دانائی سے متصف ہونا چاہیے تا کہ جرم اور مجرم کی نوعیت و کیفیت کو سمجھ کر فیصلہ کیا جائے کہ یہ معاملہ نرمی سے حل ہو جائے گا یا سختی سے کام لینا پڑے گا، جو رویہ باعثِ عبرت ہو گا، اسے اختیار کیا جائے گا۔

اس حدیث سے درج ذیل امور کی توضیح بھی ہو رہی ہے:

یہ نبی کریم ﷺ کی اپنی زوجات کے حق میں نرمی ہے کہ ان کی سواریوں کو تیز چلانے سے روک دیا، نیز اپنی بیوی کو حوصلہ دلانے کے لیے اس کے آنسو پونچھنا کمال شفقت کا انداز ہے۔ کسی شخص کو اس کے سابقہ مذہب یا اس کے کسی گناہ کی وجہ سے اس پر طعن نہیں کیا جا سکتا، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس کے جرم کی سزا ملی اور دو ماہ سے زیادہ عرصہ تک آپ ﷺ اس کے قریب نہیں گئے۔ نبی کریم ﷺ کو نورِ مجسم ثابت کرنے والے لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا، اس حدیث میں ان کا یہ ردّ کر دیا گیا ہے، کیونکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے سائے کی وضاحت کر دی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بشر تسلیم نہ کرنا ہی عقیدے کی خرابی ہے، کئی آیات و احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

حدیث کے شروع میں عورتوں کو شیشے سے تشبیہ دی گئی ہے، اس سے مراد عورتوں کی رقت، ضعف اور نزاکت ہے اور یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ عام طور پر خواتین وفا پر دوام اختیار نہیں کر سکتیں اور بہت جلدی رضامندی کی حالت سے پھر جاتی ہیں، جیسے شیشہ جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔ بہرحال یہ ایک بدیع استعارہ ہے، جس کے ذریعے عورتوں سے نرمی کرنے پر آمادہ کیا جا رہا ہے۔

بیویوں سے ایلا کرنا

(۱۵۱۲)۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آلٰى مِن نِسَائِهِ شَهْراً فَلَمَّا مَضٰى تِسْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ يَوْماً غَدَا۔ أَوْ رَاحَ۔ فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّكَ حَلَفْتَ أَلَّا تَدْخُلَ شَهْراً؟! فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَعِشْرِيْنَ يَوْماً۔)) حَدِيْثٌ مُتَوَاتِرٌ جَاءَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ۔ (الصحيحة: ۳۵۰۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک مہینے کے لیے ایلا کیا (یعنی قریب نہ آنے کی قسم اٹھائی)، جب انتیس دن گزرے تو آپ ﷺ بوقتِ صبح یا بوقتِ شام (اپنی بیویوں کے پاس) تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ ایک مہینہ کے لیے (ان کے پاس) داخل نہیں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔'' یہ حدیث متواتر ہے، جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے۔

تخريج: أخرجه البخاري: ۱۹۱۰، ۵۲۰۲، ومسلم: ۳/ ۱۲٦، وابن ماجه: ۲۰٦۱، وأحمد: ٦/ ۳۱۵،

والحديث متواتر جاء عن جماعة من الصحابة

شرح :...... ایلا: شوہر کا قسم اٹھانا کہ وہ اپنی اہلیہ سے ہم بستر نہیں ہوگا، ایلا کہلاتا ہے، اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چار ماہ ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲۶ سے معلوم ہوتا ہے۔

اگر کوئی خاوند چار ماہ سے زیادہ مدت کے لیے یا مدت کی تعیین کے بغیر بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھاتا ہے، تو چار مہینے گزر جانے کے بعد یا تو خاوند اپنی بیوی سے تعلق قائم کرے گا، یا پھر اسے طلاق دے دے گا، چار ماہ گزر جانے سے از خود طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر وہ خود کوئی فیصلہ نہیں کرتا تو عدالت کی طرف سے اسے کوئی ایک فیصلہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہ بات یاد رہے کہ اگر کوئی خاوند معینہ مدت کے لیے قسم اٹھاتا ہے، لیکن اس مدت کی تکمیل سے پہلے اپنی بیوی سے تعلق قائم کر لیتا ہے تو اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی مہینہ انتیس دنوں کا ہوتا ہے اور انتیس تاریخ کو چاند نظر نہ آنے کی صورت میں تیس دنوں کا ہوتا ہے۔

فتوحات کے نتیجے میں جب مسلمانوں کی حالت پہلے سے کچھ بہتر ہوگئی تو انصار و مہاجرین کی عورتوں کو دیکھ کر ازواج مطہرات نے بھی نان نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کیا، جس پر آپ ﷺ سادگی پسند ہونے کی وجہ سے سخت کبیدہ خاطر ہوئے اور بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی، جو ایک ماہ تک جاری رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی اٹھائیسویں اور انتیسویں آیات نازل کیں، جن میں ازواجِ مطہرات کو آپ ﷺ کے عقد میں رہنے یا طلاق لینے کا اختیار دیا گیا، آپ ﷺ نے سب سے پہلے یہ آیات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنائیں۔ انھوں نے آپ ﷺ کے عقد میں رہنے کو ترجیح دی، باقی امہات المؤمنین نے بھی ایثار کی یہی مثال پیش کی۔

فطرتی طور پر عورت کے مزاج میں ٹیڑھا پن ہے

(۱۵۱۳)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ، فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ، وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔))

(الصحيحة:۳۵۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے، یہ کسی طریقے سے بھی تیرے لیے (مکمل) سیدھی نہیں ہوگی۔ پس اگر تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو اسی کجی کی حالت میں فائدہ اٹھاتا رہ۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو اسے توڑ ڈالے گا اور اس کا توڑ دینا اس کو طلاق دینا ہے۔''

تخريج:أخرجه مسلم: ٤/ ١٧٨، وابن حبان: ٤١٦٧، والحميدي: ١٢٠٢، وأحمد: ٢/ ٤٤٩، ٥٣٠،

والترمذي: ۱۱۸۸ ، وأخرجه الشيخان بزيادة ونقص

شــــرح:...... وعظ ونصیحت یا زدوکوب کے باوجود عورت کے مزاج میں پائی جانے والی کجی اور ٹیڑھا پن موجود رہے گا اور کسی نہ کسی انداز میں سامنے آتا رہے گا۔ ہاں جیسے ہر کوئی ٹیڑھی پسلیوں کو سیدھا کئے بغیر ان سے استفادہ کر رہا ہے، اسی طرح عورت کی بدمزاجی کے باوجود اس کے ساتھ رہنا ممکن ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَرَأَيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ .)) میں نے جہنم کی آگ دیکھی، وہاں عورتوں کی کثرت تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کفر کرتی ہیں۔

پوچھا گیا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ ۔ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ .)) (بخاری، مسلم) ...... ''وہ خاوندوں کے (احسانات کا) کفر کرتی ہیں، اگر آپ کسی عورت کے ساتھ عرصۂ دراز تک احسان کرتے رہیں۔ لیکن جب بھی اسے کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے گی تو (فوراً) بول اٹھے گی کہ میں نے تو تجھ سے کوئی بھلائی پائی ہی نہیں۔''

عورت اور یتیم کے حقوق کے بارے میں سختی

(۱۵۱٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيْفَيْنِ: اَلْيَتِيْمِ وَالْمَرْأَةِ۔))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں دو ضعیفوں یعنی عورت اور یتیم کے حق کو ممنوع اور حرام قرار دیتا ہوں۔''

(الصحيحة: ۱۰۱٥)

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ۳٦۷۸ ، وابن حبان: ۱۲٦٦ ، والحاكم: ۱/ ٦۳ و ٤/ ۱۲۸ ، وأحمد: ۲/ ٤۳۹ ، وأبو أسحاق الحربي في "غريب الحديث" ٥/ ٤۷/ ۲ ، وتمام في "الفوائد" ۱۱۲/ ۱

شــــرح:...... ویسے تو ہر مسلمان کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں، بہرحال یتیم اور عورت جیسے بے آسرا افراد کے حقوق کی ادائیگی میں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

قابل غور بات ہے کہ بیوی کو ''ضعیف'' کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیشک اس کا تعلق امیر گھرانے سے ہو گا، لیکن شادی کے بعد وہ خاوند کے رحم و کرم پر ہوتی ہے، اگر وہی بد اخلاق ہو تو زندگی اجیرن بن جاتی ہے اور بیوی کے والدین اور بھائیوں کی محبت اور دولت کی وجہ سے اس کی بے سکونی میں کمی نہیں آتی۔ ایسی بیچاری خاتون کو نہ طلاق لینے میں فائدہ نظر آتا ہے اور نہ نکاح میں سکون ملتا ہے۔ ہم نے کئی عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے خاوندوں کے غریب ہونے کی وجہ سے بچوں کا خرچہ بھی اپنے والدین سے لاتی ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے خاوند کا رویہ کسی ظالم و جابر سے کم نہیں

ہوتا۔ کیا ایسی بناتِ آدم کا یہی قصور ہے کہ انھوں نے نکاح کے وقت ان ناعاقبت اندیشوں کو اپنا خاوند تسلیم کر لیا تھا؟ کیا ہے کوئی ترس کھانے والا؟

نسب کی طرح رضاعت سے بھی رشتے حرام ہو جاتے ہیں

(۱۵۱۵)۔ عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: لَمَّا خَرَجْنَا مِنْ مَكَّةَ اِتَّبَعَتْنَا ابْنَةُ حَمْزَةَ فَنَادَتْ: يَاعَمِّ يَا عَمِّ! فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا فَنَاوَلْتُهَا فَاطِمَةَ قُلْتُ: دُوْنَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اخْتَصَمْنَا فِيْهَا أَنَا وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ، فَقُلْتُ: أَنَا أَخَذْتُهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي، وَقَالَ زَيْدُ: ابْنَةُ أَخِيْ وَقَالَ جَعْفَرُ: أَبْنَةُ عَمِّي، وَخَالَتُهَا عِنْدِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِجَعْفَرٍ: ((أَشْبَهْتَ خُلُقِي وَخَلْقِي۔))وَقَالَ لِزَيْدٍ: ((أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا۔)) وَقَالَ لِي: ((أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ، اِدْفَعُوْهَا إِلٰى خَالَتِهَا، فَإِنَّ الْخَالَةَ أُمٌّ۔)) فَقُلْتُ: أَلَا تُزَوِّجُهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ۔))
(الصحيحة:۱۱۸۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم مکہ سے نکلے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہمارے پیچھے چل پڑی اور آواز دی: میرے چچا جان! میرے چچا جان! سو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کرتے ہوئے کہا: یہ تیرے چچا کی بیٹی ہے، اس کو اپنی نگہداشت میں رکھ۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو اس کے بارے میں میں، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ تینوں جھگڑنے لگے۔ میں نے کہا: میں اس کو لے کر آیا ہوں اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ زید نے کہا: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور جعفر نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے (فیصلہ کرتے ہوئے) جعفر سے فرمایا: ''تو پیدائشی اور اخلاقی اوصاف میں میرے مشابہ ہے۔'' زید سے فرمایا: ''تو ہمارا بھائی اور دوست ہے۔'' اور مجھ (علی) کو فرمایا: ''تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ اس طرح کرو کہ یہ بچی اس کی خالہ کے حوالے کر دو، کیونکہ خالہ ماں ہی ہوتی ہے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔''

تخریج: أخرجه أبوداود: ۱/ ۵۳۰۔ الحلبية، والحاكم: ۳/ ۱۲۰ واللفظ له، وأحمد: ۱/ ۸۸، ۱۱۵

شرح:...... نسب کی طرح رضاعت کی وجہ سے بھی رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جیسے آدمی پر بہن بھائیوں کی بچیوں سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے، اسی طرح رضاعی بہن بھائیوں کی اولاد بھی حرام ہوتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنْ الْوِلَادَةِ.)) ......''رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو نسب سے ہوتے ہیں۔'' (بخاری، مسلم) جیسے

رضاعی مائیں، رضاعی بیٹیاں، رضاعی بہنیں، رضاعی پھوپھیاں، رضاعی خالائیں، رضاعی بھتیجیاں، رضاعی بھانجیاں۔ پھر ان میں بھی وہی تفصیل ہے جو نسبی محرمات میں پائی جاتی ہے، مثلا رضاعی ماں سے مراد رضاعی نانیاں، دادیاں، پرنانیاں، پردادیاں، آگے تک، بھی ہیں۔علی ہذا القیاس۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں کے بعد بچے کی سب سے زیادہ حقدار اس کی خالہ ہے، جیسا کہ شارح ابوداود علامہ عظیم آبادی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے یا بچی کی پرورش کے سلسلہ میں اس کی خالہ، اس کی ماں کے قائم مقام ہے۔ اس بات پر تو اجماع ہو چکا ہے کہ اس سلسلے میں ماں سب سے زیادہ مستحق ہے اور اس حدیث میں دی گئی تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی خالہ، اس کے باپ، نانیوں اور پھوپھیوں سے زیادہ مستحق ہے۔ (عون المعبود)

عام طور پر ماؤں کے بعد ان کے بچوں کا سب سے زیادہ لحاظ کرنے والی اور ان کا دردِ دل رکھنے والی ان کی خالائیں ہوتی ہے، لیکن خاندانوں میں پھوپھی، ماموں اور چچا لوگ بھی ان بچوں سے بڑی شفقت کا اظہار کرتے ہیں، بہرحال سارے حالات پر نظر ڈالی جائے تو خالہ بلا مقابلہ نظر آتی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ دونوں بھائی تھے اور مؤخر الذکر دس سال بڑے تھے، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ پیتے بھائی بھی تھے، جبکہ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔

اولاد کے مابین عدل کرنا

(۱۵۱٦)۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ مَرْفُوْعاً: ((اِعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ اِعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ، اِعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ۔)) (الصحيحة:١٢٤٠)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی اولاد کے مابین انصاف کرو، اپنی اولاد کے مابین انصاف کرو، اپنی اولاد کے مابین انصاف کرو۔''

تخريج: رواه البخاري في "التاريخ الكبير" ٢/ ١/ ٧٣، وأبوداود: ٢/ ١١٠، والنسائي: ٢/ ١٣٢، ١٣٣، وأحمد: ٤/ ٢٧٥، ٢٨٨، ٣٧٥

شرح:...... والدین کسی ایک بچے کے ساتھ کسی اعتبار سے امتیازی سلوک نہیں کر سکتے، بعض آباء کو دیکھا گیا ہے کہ ان کے بعض بچے ہمیشہ ان کے غیظ و غضب اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنتے ہیں اور بعض لاڈ پیار کے مستحق ٹھہرتے ہیں، اسی طرح جب بچوں پر خرچ کرنے کی باری آتی ہے تو پھر اسی امتیاز کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ ایسا کرنا ضلالت و گمراہی اور نبوی منہج سے بھٹک جانے کی علامت ہے۔ بچوں اور بچیوں کی شادیوں پر بھی مساوات کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

(۱۵۱۷)۔ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَهُ ابْنٌ لَهُ فَأَخَذَهُ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ أَجْلَسَهُ فِي حِجْرِهِ، وَجَائَتِ ابْنَةٌ لَهُ، فَأَخَذَهَا إِلَى جَنْبِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا؟)) يَعْنِي: بَيْنَ ابْنِهِ وَبِنْتِهِ فِي تَقْبِيْلِهِمَا۔

(الصحيحة:۲۸۸۳، ۲۹۹٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس کے پاس اس کا بیٹا آیا، اس نے اس کا بوسہ لیا اور اسے اپنی گود میں بٹھا لیا، اس کے بعد اس کی بیٹی آئی، اس نے اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو نے ان کے درمیان انصاف کیوں نہیں۔'' یعنی بیٹے کا بوسہ لیا اور بیٹی کا نہیں لیا۔

۲۸۸۳:تخریج: أخرجه البزار في"مسنده": ۲/ ۳۷۸/ ۱۸۹۳، وابن الأعرابي في"معجمه": ق۱۸۲/ ۱، وأبو القاسم الهمداني في"الفوائد": ۱/ ۳/ ۲

۲۹۹٤:تخریج: أخرجه ابن عدي في"الكامل": ٤/ ۲۳۹، ومن طريقه البيهقي في"الشعب": ٦/ ٤۱۰/ ۸۷۰۰

شرح:...... یہ اولاد کے مابین مساوات کا معیار ہے کہ محبت کے ظاہری تقاضوں میں بھی کمی بیشی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ ممکن ہے کہ والدین کے دل میں کسی ایک بیٹے کا لحاظ یا اس کی محبت دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہو، اور اس میں مضائقہ بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی، لیکن مساوات کے ظاہری تقاضے پورے کرنا ضروری ہیں۔

(۱۵۱۸)۔ عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: تَصَدَّقَ أَبِي عَلَيَّ بِصَدَقَةٍ، فَقَالَتْ عُمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ عَلَيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَتَى بَشِيْرٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ: إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى ابْنِي بِصَدَقَةٍ فَقَالَتْ عُمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ عَلَيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ: ((أَلَكَ بَنُوْنٌ غَيْرُهُ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَ؟))

عامر کہتے ہیں: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا، جبکہ وہ خطبہ دے رہے تھے: میرے باپ نے مجھ پر صدقہ کیا، حضرت عمرہ بنت رواحہ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تو رسول اللہ ﷺ کو اس پر شاہد نہیں بنائے گا۔ پس حضرت بشیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: میں نے اپنے بیٹے پر صدقہ کیا ہے اور عمرہ بنت رواحہ نے مجھے کہا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تو رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہیں بنائے گا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا اس کے علاوہ تیرے اور بیٹے بھی ہیں؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے

قَالَ: لَا قَالَ: ((هٰذَا جَوْرٌ فَلَا تُشْهِدْنِي عَلَيْهِ اتَّقُوْا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ، كَمَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَبَرُّوْكُمْ۔)) (الصحيحة:٣٩٤٦)

فرمایا: ''تو نے ان سب کو وہ چیز دی جو اس کو دی ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ظلم ہے، مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ، اللہ سے ڈر جاؤ اور اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف کیا کرو، جیسا کہ تم پسند کرتے ہو کہ وہ سب تم سے (برابر کا) حسن سلوک کریں۔''

تخريج: أخرجه مسلم الواسطي المعروف بـ"بحشل": في "تاريخ واسط": ٢٢٤، وأخرج مسلم: ٥/ ٦٦، وابوداود: ٣٥٤٢، وابن حبان: ٥٠٨٤، واحمد: ٤/ ٢٧٠ نحوه، والحديث اصله (اى امر التقوى والعدل) فى الصحيحين

(١٥١٩)۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ: أَنَّ أَبَاهُ نَحَلَهُ نَحْلاً، فَأَرَادَ أَنْ يُشْهِدَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((كُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ كَمَا نَحَلْتَهُ؟)) فَقَالَ: لَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ عَلَيْكَ مِنَ الْحَقِّ أَنْ تَعْدِلَ بَيْنَ وَلَدِكَ كَمَا عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَقِّ أَنْ يَبَرُّوْكَ۔)) (الصحيحة:٢٨٤٧)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا، پھر اس نے چاہا کہ نبی کریم ﷺ کو اس پر شاہد بنائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تو نے ایک بیٹے کی طرح اپنے تمام بیٹوں کو عطیے دیے ہیں۔'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنی اولاد کے مابین عدل کرے، جیسا کہ ان پر فرض ہے کہ وہ تجھ سے (برابر کا) حسن سلوک کریں۔''

تخريج: أخرجه الطيالسى:ص١٠٧ رقم ٧٨٩، وروى هذ الحديث معنى مسلم: ٥/ ٦٦، والبخارى فى "الادب المفرد": ١٦، وابن ماجه: ٢/ ٦٧، واحمد: ٤/ ٢٦٩

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آخرت میں بھی آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی

(١٥٢٠)۔ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔ قَالَتْ: فَتَكَلَّمْتُ أَنَا فَقَالَ: ((أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُوْنِي زَوْجَتِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؟)) قُلْتُ: بَلٰى قَالَ: ((فَأَنْتِ زَوْجَتِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔)) (الصحيحة: ٢٢٥٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو میں نے کچھ (ناقدانہ) کلام کی۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ دنیا و آخرت میں میری بیوی ہو؟'' میں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سو تو دنیا و آخرت میں میری بیوی ہے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم:٤/ ١٠

شـــرح:...... اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت و منقبت کا بیان ہے کہ وہ دنیا میں بھی ام المؤمنین تھیں اور

آخرت میں بھی زوجۂ رسول ہوں گی۔

اغیار ذہن نشین کر لیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ مژدہ اس وقت سنایا، جب انھوں نے بتقاضائے بشریت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر جارحانہ کلام کی تھی، نبی کریم ﷺ نے ان کو آئندہ ایسا نہ کرنے کی تلقین کی اور ساتھ ہی ان کے مقام کی وضاحت کر دی۔

بیوی جنت میں آخری خاوند کے ساتھ ہوگی

(۱۵۲۱)۔ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ: خَطَبَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُمَّ الدَّرْدَاءَ فَأَبَتْ أَنْ تَزَوَّجَهُ وَقَالَتْ: سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَاءَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْمَرْأَةُ فِي آخِرِ أَزْوَاجِهَا أَوْ قَالَ: لِآخِرِ أَزْوَاجِهَا۔)) أَوْ كَمَا قَالَتْ۔ وَلَسْتُ أُرِيْدُ بِأَبِي الدَّرْدَاءِ بَدَلاً۔ (الصحيحة: ۱۲۸۱)

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام دردا کو نکاح کا پیغام بھیجا، لیکن انھوں نے ان سے شادی کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: میں نے ابودردا رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت (جنت میں) اپنے آخری خاوند کے ساتھ ہوگی۔'' اور میں حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ کے عوض کسی کو نہیں چاہتی۔

تخريج: رواه أبو علي الحراني القشيري في "تاريخ الرقة" ۳/ ۳۹/ ۲، والطبراني في "الاوسط": ۱/ ۱۷۵، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ۱۹/ ۲۸۱/ ۲

شرح:...... اگر ایک عورت اپنی زندگی میں بعض وجوہات کی بنا پر ایک سے زائد شادیاں کرتی ہے تو وہ جنت میں اپنے آخری خاوند کے ساتھ رہے گی۔

اولاد اور اس کا مال و دولت والدین کی کمائی ہیں

(۱۵۲۲)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَعْدِيْ عَلَى وَالِدِهِ، قَالَ: إِنَّهُ أَخَذَ مَالِي فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ وَمَالَكَ مِنْ كَسْبِ أَبِيْكَ!)) (الصحيحة: ۱۵٤۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے باپ کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی اور کہا: اس نے میرا مال لے لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے علم نہیں کہ تو اور تیرا مال (دونوں) باپ کی کمائی ہیں؟''

تخريج: رواه الطبراني: رقم ۱۳۳٤۵، والبزار في "مسنده": صـ ۱۳۸

شرح:...... اولاد کو چاہئے کہ وہ اپنے والدین کے حقوق ادا کریں اور اگر ان کو کوئی مالی ضرورت پڑے تو پوری کریں۔

(۱۵۲۳)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ أَوْلَادَكُمْ هِبَةُ اللّٰهِ لَكُمْ ﴿يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثاً وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُور﴾ (الشورى:٤٩) فَهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ لَكُمْ إِذَا احْتَجْتُمْ إِلَيْهَا۔)) (الصحيحة:٢٥٦٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ نے تمھیں تمھاری اولادیں ہبہ کی ہیں، ﴿وہ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔﴾ (سورۂ شوریٰ: ۴۹) وہ اور ان کے اموال تمھارے لیے ہیں، جب بھی تمھیں ضرورت پڑے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٢/ ٢٨٤، وعنه البيهقي: ٧/ ٤٨٠

شرح:...... یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اولاد کو والدین کی ضروریات پوری کرنی چاہئیں۔لیکن ذہن نشین رہنا چاہیے کہ جب والدین کا مقصد محض یہ ہو کہ وہ اپنے بیٹے کے مال پر قبضہ کرلیں یا اس کو تلف کردیں، جس کی مثالیں موجود ہیں، تو وہ اپنا مال روک سکتا ہے، لیکن ایسے حالات کے باوجود اولاد، والدین سے انتقامی کاروائی نہیں کرسکتی اور ضروری ہے کہ پھر بھی ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں بڑا اہم فقہی فائدہ ہے کہ والدین، اولاد کا مال اس وقت لے سکتے ہیں، جب ان کو ضرورت ہو۔اس فرمانِ رسول سے پتہ چلتا ہے کہ درج ذیل حدیث اپنے اطلاق پر باقی نہیں ہے: ((اَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ .))...... ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔'' (ارواء الغليل: ٨٣٨)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ باپ جیسے چاہے اور جب چاہے، اپنی اولاد کے مال میں تصرف کرتا پھرے، بلکہ اسے حاجت وضرورت کے بقدر مال لینے کی اجازت ہے۔ (صحيحه: ٢٥٦٤)

اللہ تعالیٰ کی غیرت کے تقاضے

(١٥٢٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ، وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ: أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ عَلَيْهِ۔)) (الصحيحة:٣٥١٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بھی غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ مومن اس کے حرام کردہ امور کا ارتکاب کرے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٥٢٢٣، ومسلم: ٨/ ١٠١، وابن حبان: ٢٩٣، والترمذي: ١١٦٨، والبيهقي في "سننه": ١٠/ ٢٢٥ وفي "الأسماء والصفات" ٤٨٢، وأحمد: ٢/ ٣٤٣، ٥١٩، ٥٣٦، ٥٣٩

شرح:...... غیرت: (آدمی کے حق میں) اپنی محبوب یا محترم شے پر کسی کی دست درازی کے خلاف جوش اور ناگواری کو غیرت کہتے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ کے حق میں): مومن کا اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کا ارتکاب کرنا۔ یعنی جب کوئی مومن کسی حرام کام کا مرتکب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر غصہ آتا ہے۔

جب مومن کو غیرت آتی ہے تو زیادہ تر ایسے ہوتا ہے کہ وہ انتقامی کاروائی کر کے اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں مہلت کا اصول ہے، بندہ حرام کام کرتا رہتا ہے، لیکن وہ ڈھیل دیتا رہتا ہے اور مرنے کے بعد گرفت کرتا ہے، بسا اوقات ایسے لوگوں کو دنیا میں ہی اپنے کیے کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔

خاوندوں کی حیثیت سے بڑھ کر اخراجات کا مطالبہ کرنے والی بیویاں باعثِ ہلاکتِ امت ہیں عورتوں کا میک اپ میں تکلف کرنا کیسا ہے؟

(۱۵۲۵)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَوْ جَابِرٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ خَطَبَ خُطْبَةً فَأَطَالَهَا، وَذَكَرَ فِيْهَا أَمْرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، فَذَكَرَ ((إِنَّ أَوَّلَ مَاهَلَكَ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ أَنَّ امْرَأَةَ الْفَقِيْرِ كَانَتْ تُكَلِّفُهُ مِنَ الثِّيَابِ أَوِ الصِّيَغِ۔ أَوْ قَالَ: مِنَ الصِّيْغَةِ مَاتُكَلِّفُ امْرَأَةُ الْغَنِيِّ فَذَكَرَ امْرَأَةً مِّنْ بَنِي اسْرَائِيْلَ كَانَتْ قَصِيْرَةً، وَاتَّخَذَتْ رِجْلَيْنِ مِنْ خَشَبٍ وَخَاتَمًا لَهُ غُلْفٌ وَطَبَقٌ وَحَشَتْهُ مِسْكًا وَخَرَجَتْ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ أَوْ جَسِيْمَتَيْنِ، فَبَعَثُوْا إِنْسَانًا يَتْبَعُهُمْ فَعَرَفَ الطَّوِيْلَتَيْنِ، وَلَمْ يَعْرِفْ صَاحِبَةَ الرِّجْلَيْنِ مِنْ خَشَبٍ)) (الصحيحة:۵۹۱)

حضرت ابوسعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ لمبا خطبہ دیا، دینوی اور اخروی امور کا تذکرہ کیا اور فرمایا: ”سب سے پہلے بنو اسرائیل یوں ہلاک ہوئے کہ ایک غریب آدمی کی بیوی کپڑوں یا زیورات کے بارے میں اپنے خاوند کو مالدار آدمی کی بیوی کی طرح تکلیف دیتی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسرائیل کی ایک کوتاہ قد عورت کا تذکرہ کیا، اس نے لکڑی کے جوتے (کھڑاؤں) تیار کروائے اور ایک انگوٹھی بنوائی، اس میں ایک خلا تھا اور اس پر ایک ڈھکن تھا، اس نے اس خلا میں کستوری بھری اور دو دراز قد یا بھاری بھرکم عورتوں کے ہمراہ نکلی۔ انھوں نے ان کے پیچھے ایک آدمی کو بھیجا، اس نے لمبے قد والی دو عورتوں کو تو پہچان لیا لیکن لکڑی کی جوتیوں والی عورت کو نہ پہچان سکا۔“

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في ”التوحيد“ ۲۰۸، واخرجه مسلم في ”صحيحه“: ۷/ ۴۷ عن ابي سعيد مرفوعا نحوه بقصة المرأة القصيرة فقط

شرح:...... عورتوں کا بے جا تکلف کرنا اور اپنے آپ کو اپنی حیثیت سے زیادہ باور کرانا اور خاوندوں پر ان کی مالی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا بنو اسرائیل کی ہلاکت کا سبب بنا۔

موجودہ دور میں شادی بیاہ کے موقع پر یا بازاروں میں جاتے وقت عورتوں کی طرف سے ملبوسات، زیورات، اونچی ہیل والی جوتیاں، بناؤ سنگھار، رنگ و روغن، عطر و خوشبو، شیمپو سے دھوئے ہوئے چمکدار بالوں اور حسن و جمال اور مال و

دولت کا اظہار کرنے کے لیے جو انداز اختیار کیا جاتا ہے اور پھر اس کی ویڈیو فلمیں بنوائی جاتی ہیں، یقیناً بنو اسرائیل کی عورتیں ان سے پیچھے رہ گئی ہیں۔ بعض عورتوں کی ''سادگی'' اور ''غیرت'' کا کیا کہنا کہ جب وہ بطور دلہن بیوٹی پارلر میں پاؤڈر کریم کا لیپ کروا رہی ہوتی ہیں تو اس وقت بھی ایک وڈیو فلم میکر ان کی وڈیو فلم تیار کر رہا ہوتا ہے، پھر اسی دلہن کو مرد وزن کے مجمع میں سب کے سامنے سجے دھجے سٹیج پر بٹھا دیا جاتا ہے اور اسے دیکھنے کے کرائے کی وصولی شروع ہو جاتی ہے اور اس لڑکی کے شوہر، باپ اور بھائیوں اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کی بے غیرتی کا خوب اظہار ہوتا ہے، لیکن مجال کہا کہ کوئی محسوس کرے۔ (میرے اللہ! تیری پناہ) بخدا! یہ امت مسلمہ کی زبوں حالی ہے اور ہر کس و ناکس ''دیکھا دیکھی'' اس بدبختی کو فروغ دینے پر تلا ہوا ہے۔

ان تکلّفات کے جتنے مفاسد منظرِ عام پر آئے ہیں، ان کا ادراک کرنے کے لیے اسلامی غیرت و حمیت سے متصف دماغوں کی ضرورت ہے، نہ کہ خاندان کے نو جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو محض خوشیاں فراہم کرنے والے سربراہوں کی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دوسری شادی کی اجازت کیوں نہ ملی؟

(١٥٢٦)۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ حَدَّثَ: أَنَّهُمْ حِيْنَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، مَقْتَلَ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ۔ لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي بِهَا؟ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: لَا۔ قَالَ لَهُ: هَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ، وَايْمُ اللّٰهِ! لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيْهِ لَا يَخْلُصُ إِلَيْهِ أَبَداً حَتّٰى تَبْلُغَ نَفْسِي، إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ عَلٰى فَاطِمَةَ، فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذٰلِكَ عَلٰى مِنْبَرِهِ هٰذَا وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ۔ فَقَالَ: ((إِنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِنِّي، وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِيْنِهَا۔)) قَالَ:

علی بن حسین سے روایت ہے کہ مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں: جب لوگ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے پاس سے واپس مدینہ منورہ پہنچے، تو میں علی بن حسین کو ملا اور کہا: کیا آپ کو میری ضرورت ہے، (اگر ہے تو) حکم دیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی تلوار دے دیں گے، کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں لوگ تجھ سے چھین نہ لیں اور اللہ کی قسم! اگر آپ نے مجھے دے دی تو کوئی فرد اس وقت تک اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا جب تک مجھے قتل نہ کر دے۔ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی کو پیغامِ نکاح بھیجا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ اس مسئلہ پر لوگوں سے خطاب کر رہے تھے اور میں اس وقت بالغ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ دین کے معاملے میں کسی فتنے میں نہ پڑ جائے۔'' پھر آپ ﷺ نے

ثُمَّ ذَكَرَ صِهْراً لَّهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ فَأَحْسَنَ، قَالَ: ((حَدَّثَنِي فَصَدَّقَنِي، وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي، وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالاً، وَلَا أُحِلُّ حَرَاماً وَلَكِنْ وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ ابْنَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَابْنَةُ عَدُوِّ اللّٰهِ مَكَاناً وَاحِداً أَبَداً وَفِي رِوَايَةٍ: عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَبَداً۔))

(الصحيحة: ٣٥٣٤)

اپنے داماد، جو بنو عبد شمس قبیلے سے تھا، کا ذکر کیا اور اس کی دامادی کی خوب تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''اس نے مجھ سے جو گفتگو کی اسے سچا کر کے دکھایا اور جو عہد و پیمان کیا اسے پورا کیا۔ اور (یاد رہے کہ) میں نہ حلال کو حرام کرتا ہوں اور نہ حرام کو حلال، لیکن (اتنی بات ضرور ہے کہ) نبی کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک مقام پر یا ایک خاوند کے گھر کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتیں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٣٢٦، والبخاري: ٣١١٠، ٣٧٢٩، ومسلم: ٧/ ١٤١، وأبوداود في "السنن": ٢/ ٥٥٦/ ٢٠٦٩، والنسائي في "الخصائص": ١٤٧/ ١٣٧، وابن ماجه: ١٩٩٩، والبيهقي: ٧/ ٣٠٨

شرح: ...... نبی کریم ﷺ نے خود وضاحت فرما دی کہ آپ ﷺ حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہیں کر رہے، یعنی شرعی قوانین کی روشنی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ابو جہل کی بیٹی جویریہ یا جمیلہ، جو کہ مسلمان تھی، سے نکاح کرنا حلال تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی غیرت و حمیت کی رو رعایت رکھتے ہوئے اور اس کے دین کی حفاظت کرتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

آپ ﷺ نے جس داماد کی تعریف کی، وہ سیدہ زینب بنت رسول رضی اللہ عنہا کے خاوند سیدنا ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے بعثت سے قبل اپنی بیٹی کی ان سے شادی کر دی تھی، جنگ بدر کے موقع پر یہ بھی قیدی بن گئے تھے اور فدیہ دینے کے ساتھ ساتھ اس شرط پر رہا کر دیے گئے تھے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے پاس بھیج دیں گے۔ انھوں نے یہ وعدہ پورا کیا، پھر ایک موقع پر ان کو قید کر لیا گیا، لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دی تھی، اس وقت یہ مسلمان ہو گئے تھے اور آپ ﷺ نے اپنی بیٹی ان کو واپس کر دی تھی۔

کون سی شرطیں درست نہیں؟

(١٥٢٧)۔ عَنْ أُمِّ بِشْرٍ الْأَنْصَارِيَّةِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ أُمَّ مُبَشِّرٍ بِنْتَ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ، فَقَالَتْ: إِنِّي اشْتَرَطْتُ لِزَوْجِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ بَعْدَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هٰذَا لَا يَصْلُحُ۔)) (الصحيحة: ٦٠٨)

حضرت ام مبشر انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ام مبشر بنت برا بن معرور کو نکاح کا پیغام بھیجا، انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے خاوند سے شرط لگائی تھی کہ اس کے بعد کسی سے شادی نہیں کروں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شرط صحیح نہیں ہے۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في "المعجم الصغير": صـ۲۳۸، و"الكبير": ۲/ ۱٤/ ۱۱۸٦، ۲٥/ ۱۰۲/ ۲٦۷

شرح: ...... اللہ تعالیٰ نے مرد کو ایک سے زائد شادیاں کرنے اور معقول عذر کی بنا پر طلاق دینے کا حق دیا ہے، اسی طرح اگر کسی عورت کو طلاق ہو جاتی ہے یا وہ بیوہ ہو جاتی ہے تو وہ عدت پوری کرنے کے بعد آگے شادی کر سکتی ہے۔ ہر وہ شرط مردود ہے، جس سے شریعت کے قوانین اور اس کے دیے گئے اختیارات متاثر ہوں۔

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے

(۱۵۲۸)۔ عَنْ مَسْرُوْقٍ وَعَمْرِو بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّهُمَا كَتَبَا إِلٰى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ يَسْأَلَانِهَا عَنْ أَمْرِهَا؟ فَكَتَبَتْ إِلَيْهِمَا: أَنَّهَا وَضَعَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِخَمْسَةٍ وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً فَتَهَيَّأَتْ تَطْلُبُ الْخَيْرَ، فَمَرَّ بِهَا أَبُوْالسَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ، فَقَالَ: قَدْ أَسْرَعْتِ اِعْتَدِّي، آخِرَ الْأَجَلَيْنِ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً۔ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اسْتَغْفِرْلِي۔ قَالَ: وَفِيْمَ ذَاكِ؟ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ فَقَالَ: ((إِنْ وَجَدتِّ رِجَالاً صَالِحاً فَتَزَوَّجِي۔)) (الصحيحة: ۲۷۲۲)

مسروق اور عمرو بن عتبہ نے حضرت سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی طرف خط لکھا اور اس سے اس کے معاملے کی وضاحت طلب کی۔ اس نے جواباً لکھا: میرے خاوند کی وفات کے پچیس دن بعد میرا بچہ پیدا ہو گیا تھا، میں نے دوسری شادی کے لیے تیاری کی۔ میرے پاس سے ابو سنابل بن بعکک گزرے اور کہا: تو جلدی کر رہی ہے، تو دونوں عدتوں میں سے طویل عدت یعنی چار ماہ اور دس دن عدّت پوری کر۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول !میرے لیے بخشش طلب کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کس لیے؟'' جب میں نے ساری تفصیل بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی نیک آدمی مل جائے تو اس سے شادی کر لے۔'' (تیری عدت پوری ہو چکی ہے۔)

تخريج: أخرجه ابن ماجه :۱/ ٦۲٥۔٦۲٦، وابن راهويه في "مسنده": ٤/ ۲٦٦/ ۱۔۲

شرح: ...... جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے، اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے، لیکن حاملہ ہونے کی صورت میں اس کی عدت وضع حمل ہو گی، وہ جلدی پوری ہو جائے یا بدیر، جیسا کہ اس حدیث کے مطابق پچیس دنوں میں عورت کی عدت پوری ہو گئی۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عدّت گزر جانے کے بعد عورت اپنے متوقع منگیتر کو راغب کرنے کے لیے زینت اختیار کر سکتی ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے: میں نکاح کے لیے تیار ہوئی اور میں نے خضاب لگایا۔ امام زہری سے معمر کی نقل کردہ روایت میں ہے: میں نے سرمہ ڈالا۔ اور اسود کی روایت میں ہے: میں نے خوشبو لگائی اور بناؤ سنگار کیا۔ (صحیحہ: ۲۷۲۲)

عورتیں، مردوں کی طرح ہی ہیں
احتلام کی وجہ غسل کب فرض ہوتا ہے؟

(۱۵۲۹)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ، وَأَنَسٍ وَفِيْهِ قِصَّةٌ۔

(الصحيحة:۲۸۶۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتیں مردوں کی مانند ہیں۔'' یہ حدیث حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس میں ایک قصہ بھی ہے۔

تخريج:(۱)أما حديث عائشة؛ فرواه ابوداود: ۱/ ۳۷، والترمذي: ۱/ ۱۸۹، واحمد: ٦/ ۲٥٦

(۲)وأما حديث انس؛ فرواه البزار والدارمي: ۱/ ۱۹٥

شرح:...... اس حدیث کا پس منظر یہ ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا، جس کی (شلوار یا چادر پر مادۂ منویہ کی) تری کے اثرات موجود ہوں، لیکن اس کے ذہن میں اس قسم کا کوئی خواب نہ ہو، جو احتلام کا سبب بن سکے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ غسل کرے گا۔'' پھر اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس کا خیال ہے کہ (اسے خواب میں) احتلام تو ہوا ہے لیکن تری وغیرہ کی صورت میں (احتلام کی کوئی علامت) نظر نہ آ رہی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر کوئی غسل نہیں۔'' سیدہ ام سلیم نے کہا: کیا عورت کا معاملہ بھی اسی قسم کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ.)) ...... ''جی ہاں، عورتیں مردوں کی مانند ہیں۔'' (ابوداود، ترمذی، احمد)

جبکہ دارمی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، جبکہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس موجود تھیں، اور یہ سوال کیا: (احتلام کے بارے میں جو خواب) مرد کو آتا ہے، اگر وہی صورت عورت کو پیش آئے (تو اس کے کیا احکام ہوں گے)؟ اتنے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا: ام سلیم! تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تو نے تو عورتوں کو رسوا کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ام سلیم کی تائید کرتے ہوئے فرمایا: ''ام سلمہ! بلکہ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تم سے بہتر خاتون وہ ہے جو درپیش مسئلہ دریافت کر لیتی ہے، (اس سوال کا یہ جواب یہ ہے کہ) جب عورت (جاگنے کے بعد مادۂ منویہ) کا پانی دیکھے تو وہ غسل کرے۔'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں میں بھی یہ پانی پایا جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی بالکل، اسی وجہ سے تو (کبھی کبھی) بچہ اپنی ماں کے مشابہ ہو جاتا ہے، بیشک (اس سلسلے میں) عورتیں مردوں کی طرح ہیں۔'' (صحيحه: ۲۸٦۳)

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اگر مرد یا عورت کو بیدار ہونے کے بعد جسم یا کپڑوں پر مادہ منویہ کے اثرات نظر آ جائیں تو وہ غسل جنابت کرے، خواب ذہن میں ہو یا نہ ہو۔ اس معاملے میں مرد و زن میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امہات المؤمنین کا آپ ﷺ کو ترجیح دینا

(۱۵۳۰)۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَتْ: لَمَّا أُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِتَخْيِيرِ أَزْوَاجِهِ، بَدَأَ بِي فَقَالَ: ((إِنِّي ذَاكِرٌ لَّكِ أَمْراً، فَلَا عَلَيْكِ أَنْ تَسْتَعْجِلِيْ، حَتّٰى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ۔)) قَالَتْ: وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِّي بِفِرَاقِهِ، قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ...... ﴾(الأحزاب:۲۸۔۲۹) إِلٰى تَمَامِ الآيَتَيْنِ، فَقُلْتُ لَهُ: فَفِي أَيِّ شَيْءٍ أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ؟! فَإِنِّي أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ۔ (الصحيحة: ۳۵۹۳)

زوجہ رسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیویوں کو اختیار دینے کا حکم دیا گیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے ابتدا کی اور فرمایا: ”میں تیرے سامنے ایک بات رکھتا ہوں، تو نے جلدی نہیں کرنی، بلکہ اپنے والدین سے صلاح مشورہ کرنا ہے۔“ (دراصل) آپ ﷺ کو علم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ ﷺ سے جدا ہونے کا حکم نہیں دے سکتے۔ پھر آپ ﷺ نے ان دو آیات کی تلاوت کی: ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دوں اور اچھی طرح تم کو رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو جو تم میں سے نیکو کار ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔“ (سورہ احزاب: ۲۸، ۲۹) میں نے کہا: میں کس چیز میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو ہی چاہتی ہوں۔

تخریج: أخرجه البخاري: ٤٧٨٥، ومسلم: ٤/ ١٨٥ـ ١٨٦، والنسائي في "سننه الصغرى": ٦/ ٥٥، و "الكبرى": ٥٣٠٩، ٥٣١٢، ٥٦٣٢، والترمذي: ٣٢٠٤، والبيهقي في "السنن الكبرى": ٧/ ٣٦، والبغوي في "شرح السنة": ٢١٦، والطبري في "التفسير": ٢١/ ١٠٠، وأحمد: ٦/ ٧٧، ١٢٥، ١٥٣، وأحمد: ٦/ ١٦٣، ١٨٥، ٢٤٨، ٢٦٣

(۱۵۳۱)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: دَخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ...... الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ: وَالنَّبِيُّ جَالِسٌ حَوْلَهُ نِسَاؤُهُ يَسْأَلْنَهُ النَّفَقَةَ، وَنُزُوْلَ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ﴾ حَتّٰى بَلَغَ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی...... الخ۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، آپ کی بیویاں ارد گرد بیٹھے نان نفقہ کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ یہ آیات نازل ہوئیں: ”اے نبی اپنی

﴿ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْراً عَظِيْمًا﴾ فَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ! إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكِ أَمْراً، أُحِبُّ أَن لَّاتَعْجَلِي فِيْهِ حَتّٰى تَسْتَشِيْرِيْ أَبَوَيْكِ۔)) قَالَتْ: وَمَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَتَلَا عَلَيْهَا الآيَةَ، قَالَتْ: أَفِيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَسْتَشِيْرُ أَبَوَيَّ؟ بَلْ أَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ وَأَسْأَلُكَ أَنْ لَاتُخْبِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِكَ بِالَّذِي قُلْتُهُ، قَالَ: ((لَاتَسْأَلُنِي إِمْرَأَةٌ مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا، إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّماً مُيَسِّرًا۔)) (الصحيحة: ۳۵۳۰)

بیویوں سے کہہ دو: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دوں اور اچھی طرح تم کو رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو جو تم میں سے نیکو کار ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ میں تیرے سامنے ایک چیز رکھنے کا ارادہ کرتا ہوں، میں چاہوں گا کہ تو والدین سے مشورہ کر اور جلدی نہ کر۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے ان پر یہ آیت تلاوت کی۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو ہی پسند کروں گی اور آپ سے گزارش کروں گی کہ میں نے جو کچھ کہا، اپنی کسی دوسری بیوی کو نہ بتلانا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت بھی مجھ سے پوچھے گی، میں اسے بتاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے تکلیف و مشقت میں ڈالنے والا اور پریشان کرنے والا بنا کر نہیں، بلکہ تعلیم دینے والا اور آسانیاں پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٤/ ١٨٧ ـ ١٨٨، والبيهقي: ٧/ ٣٨، وأحمد: ٣/ ٣٢٨

شرح:...... فتوحات کے نتیجے میں جب مسلمانوں کی حالت پہلے سے کچھ بہتر ہوگئی تو انصار و مہاجرین کی عورتوں کو دیکھ کر ازواجِ مطہرات نے بھی نان نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کیا، جس پر آپ ﷺ سادگی پسند ہونے کی وجہ سے سخت کبیدہ خاطر ہوئے اور بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی جو ایک ماہ تک جاری رہی، پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کے متن میں مذکورہ آیات نازل کیں اور نبی ﷺ کی بیویوں کے سامنے دو چیزیں رکھیں کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہ کر اخروی زندگی کی بہتری چاہتی ہو یا دنیا کی زندگی اور اس کی رونق۔

آپ ﷺ نے سب سے پہلے یہ آیات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تلاوت کیں، جنہوں نے دنیوی زندگی پر اخروی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے آپ ﷺ کے عقد میں رہنا پسند کیا۔ حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے خواہ مخواہ تکلف میں پڑنے کی ضرورت نہیں، اگر کوئی بیوی سیدہ عائشہ کی بابت پوچھے گی تو میں اس پر معاملہ واضح کر دوں گا۔

یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور امہات المؤمنین کی رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت ہے کہ انھوں نے دنیوی ساز و سامان سے بے رخی اختیار کی اور آپ ﷺ کو ترجیح دی۔

خاوند کا اپنی بیوی کی سہیلیوں کا خیال رکھنا

(١٥٣٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ عَجُوْزٌ إِلَى النَّبِيِّ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((مَنْ أَنْتِ؟)) قَالَتْ: أَنَا جَثَّامَةُ الْمُزَنِيَّةُ، فَقَالَ: ((بَلْ أَنْتِ حُسَّانَةُ الْمُزَنِيَّةِ، كَيْفَ أَنْتُمْ؟ كَيْفَ حَالُكُمْ؟ كَيْفَ كُنْتُمْ بَعْدَنَا؟)) قَالَتْ: بِخَيْرٍ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّي يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَمَّا خَرَجَتْ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! تُقْبِلُ عَلٰى هٰذِهِ الْعَجُوْزِ هٰذَا الْإِقْبَالَ؟ فَقَالَ: ((إِنَّهَا كَانَتْ تَأْتِيْنَا زَمَنَ خَدِيْجَةَ وَإِنَّ حُسْنَ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيْمَانِ۔)) (الصحيحة:٢١٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک بڑھیا عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، جبکہ آپ ﷺ میرے پاس تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا: میں جثامہ مزنی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو (جثامہ نہیں) حسانہ مزنی ہے، تم کیسی ہو تمہارا کیا حال ہے، ہمارے بعد تم کیسے رہے؟'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، خیرو عافیت کے ساتھ۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول آپ اس بڑھیا پر اس قدر توجہ دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ خدیجہ کے زمانے میں ہمارے پاس آتی تھی اور (اس قسم کے فرد کا) اچھا خیال رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔''

تخريج: اخرجه ابن الاعرابی فی "معجمه": ق ٧٥/ ٢، عنه القضاعی فی "منسد لشهاب": ق ٨٢/ ١، والحاكم فی "المستدرك": ١/ ١٥۔١٦، والبيهقی فی "الشعب": ٦/ ٥١٧/ ٩١٢٢

شرح:...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پرانے تعلقات کا لحاظ کر کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے جثامہ نام کو حسانہ میں تبدیل کر دیا، کیونکہ ''جَثَّامَہ'' کے معانی ڈل، سست اور کاہل کے ہیں جبکہ ''حُسَّانَه'' کے معانی حسینہ اور جمیلہ کے ہیں۔

سوکن کا اپنی ہم منصب سے انتقام

(١٥٣٣)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا عَلِمْتُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيَّ زَيْنَبُ بِغَيْرِ إِذْنٍ، وَهِيَ غَضْبٰى، ثُمَّ قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَحَسْبُكَ إِذَا قَلَّبَتْ لَكَ بُنَيَّةُ أَبِي بَكْرٍ ذُرَيْعَتَيْهَا؟ ثُمَّ أَقْبَلَتْ عَلَيَّ، فَأَعْرَضْتُ عَنْهَا حَتّٰى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((دُوْنَكِ فَانْتَصِرِيْ۔)) فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهَا حَتّٰى رَأَيْتُهَا وَقَدْ يَبِسَ رِيْقُهَا فِي فِيْهَا مَاتَرُدُّ عَلَيَّ شَيْئًا، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ يَتَهَلَّلُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مجھے تب پتہ چلا جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا بغیر اجازت کے اندر آ گئیں اور وہ غصے میں تھیں۔ وہ کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے لیے ابوبکر کی اس بیٹی کا اپنے بازوؤں کو پھیلانا ہی کافی ہے؟ پھر مجھ پر متوجہ ہوئیں (اور باتیں کرنے لگ گئیں)، میں اعراض کرتی رہی (اور کوئی جواب نہ دیا)، حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی مقابل کو اس کا بدلہ دے۔'' پھر میں اس پر اس طرح برس پڑی کہ اس کی تھوک خشک ہوگئی اور وہ میرا کوئی جواب نہ

وَجْهُهُ۔ (الصحيحة:١٨٦٢)

دے سکی۔ پھر میں نے نبی کریم ﷺ دیکھا تو آپ ﷺ کا چہرہ چمک رہا تھا۔

تخريج: أخرجه البخاري في"الأدب المفرد": ٥٥٨، وابن ماجه: ١/ ٦١٠۔ ٦١١، وأحمد وابنه: ٦/ ٩٣

شرح:...... اس حدیث میں عورت کے فطرتی مزاج کا ذکر ہے، بسا اوقات وہ اخلاق سے گری ہوئی بات کر جاتی ہے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے بے جا اعتراض کا جواب دیا جا سکتا ہے۔

کنواری عورتوں کو ترجیح دینا

(١٥٣٤)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ، فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا، وَأَنْتَقُ أَرْحَاماً وَأَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ۔)) (الصحيحة:٦٢٣)

عبدالرحمٰن بن سالم بن عتبہ بن عویم بن ساعدہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کنواری عورتوں سے شادی کیا کرو کیونکہ وہ شیریں زبان، بہت بچے جننے والی اور معمولی مال پر راضی ہو جانے والی ہوتی ہیں۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ١٨٦١، وابن أبي عاصم في"الوحدان": ١/٢٠٦

شــــرح:...... جہاں تک ممکن ہو سکے شادی کے لیے کنواری لڑکی کو ترجیح دینی چاہیے، وہ خاوند کے لیے زیادہ تسکین، محبت اور موافقت کا سبب بنتی ہیں۔ ہاں اگر بیوہ یا مطلقہ سے شادی کرنے میں کوئی بڑی مصلحت نظر آ رہی ہو تو اس کا انتخاب کر لینا چاہیے، جیسا کہ آپ ﷺ کے زمانے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی شہادت کے بعد اپنی آٹھ نو بہنوں کی وجہ سے بیوہ عورت سے شادی کرنے کو ترجیح دی تھی۔

(١٥٣٥)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَاجَابِرُ! أَلَكَ امْرَأَةٌ؟)) قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((أَثَيِّبًا نَكَحْتَ أَمْ بِكْرًا؟)) قَالَ: قُلْتُ لَهُ: تَزَوَّجْتُهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ، قَالَ: ((فَهَلَّا تَزَوَّجْتَهَا جُوَيْرِيَةً؟)) قَالَ لَهُ: قُتِلَ أَبِي يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، وَتَرَكَ جَوَارِي، فَكَرِهْتُ أَنْ أَضُمَّ جَارِيَةً كَإِحْدَاهُنَّ، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّباً تَقْصَعُ قَمْلَةَ إِحْدَاهُنَّ، وَتَخِيْطُ دِرْعَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''جابر! کیا تیری بیوی ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیوہ سے شادی کی یا کنواری سے؟'' میں نے کہا: بیوہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی نوعمر لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی؟'' میں نے کہا: میرے والد آپ کے ساتھ فلاں غزوے میں شہید ہو گئے تھے، ان کی بچیاں تھیں، (چونکہ میں ان کا کفیل ہوں اس لیے) میں نے ناپسند کیا کہ ان کی طرح کی ہی ایک لڑکی سے نکاح کر لوں۔ میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی تا کہ (میری

إِحْدَاهُنَّ إِذَا تَخَرَّقَ! قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَإِنَّكَ نِعْمَ مَا رَأَيْتَ۔)) (الصحيحة:۳۱۵۸)

بہنوں) کی جوئیں نکالے اور ان کی پھٹی پرانی قمیصیں سلائی کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے بہت اچھا سوچا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ۳۵۸، وابن أبي شيبة في "المصنف": ٤/ ٤١٧

(۱۵۳٦)۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيْهِ شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا وَوَجَدْتَ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا، فِي أَيِّهَا كُنْتَ تُرْتِعُ بَعِيْرَكَ؟ قَالَ: ((فِي الَّتِي لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا۔)) يَعْنِي: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَهَا۔ (الصحيحة: ۳۱۰۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ ایسی وادی میں نازل ہوں جہاں ایک درخت کو کھایا جاتا رہا ہو اور دوسرا درخت سالم ہو، آپ اپنے اونٹ کو کس درخت پر چرنے کے لیے چھوڑیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر جس کو بطور چارہ استعمال نہیں کیا گیا۔'' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔

تخريج: أخرجه البخاري: ۹/ ۱۲۰/ ۵۰۷۷۔ فتح، وابن حبان يأتم منه بذكر غضب عائشة: ٤٣١٦

شرح:...... سالم درخت سے مراد کنواری خاتون ہے اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ کنواری تھیں، باقی تمام امہات المومنین بیوہ تھیں، جن کے لیے استعارۃً ''وہ درخت جن کو کھایا جاتا رہا'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔

آپ ﷺ کی بچوں سے خوش طبعی

(۱۵۳۷)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُدْلِعُ لِسَانَهُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، فَيَرٰى الصَّبِيُّ حُمْرَةَ لِسَانِهِ، فَيَبْهَشُ إِلَيْهِ۔ (الصحيحة:۷۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی زبان باہر نکالتے، جب بچہ زبان کی سرخی دیکھتا تو وہ خوش ہو جاتا۔

تخريج: رواه أبوالشيخ ابن حيان فى "كتاب أخلاق النبى ﷺ وآدابه": صـ۹۰، والبغوى فى "شرح السنة": ۱۳/ ۱۸۰/ ۳۶۰۳

شرح:...... نبی کریم ﷺ بچوں کے ساتھ خوش طبعی کیا کرتے تھے۔ لیکن آج کل اکثر لوگوں اور بالخصوص بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بچوں کی بہت زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے ہیں اور دوسری قباحت یہ ہے کہ پیار کرتے وقت اپنے اور دوسرے بچوں میں بہت زیادہ فرق کیا جاتا ہے، یہ دونوں انداز نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے مختلف ہیں۔

عورتوں کا عیدگاہ میں جانا

(۱۵۳۸)۔ عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: فَسَأَلْنَا أُمَّ عَطِيَّةَ: هَلْ سَمِعْتِ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ بِأَبَا۔ وَكَانَتْ إِذَا حَدَّثَتْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَتْ: بِأَبَا۔ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَخْرِجُوْا الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَلْيَشْهَدْنَ الْعِيْدَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلْيَعْتَزِلِ الْحُيَّضُ مُصَلَّى الْمُسْلِمِيْنَ۔)) (الصحيحة: ٦٠٠)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا تو نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، میرے باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ وہ جب بھی حدیث بیان کرتیں تو کہتی تھیں میرے باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''۔جواں عمر اور پردہ نشیں عورتوں کو نکالو، انھیں چاہئے کہ وہ عید میں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں اور حائضہ عورتیں مسلمانوں کی جائے نماز سے علیحدہ ہو کر بیٹھیں۔''

تخريج: أخرجه الحميدي في "مسنده": ٣٦٢، وقد اخرجه الشيخان بنحوه و فيهما زيادات

(۱۵۳۹)۔ عَنْ أُخْتِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((وَجَبَ الْخُرُوْجُ عَلٰى كُلِّ ذَاتِ نِطَاقٍ۔)) يَعْنِي فِي الْعِيْدَيْنِ۔

(الصحيحة: ٢٤٠٨)

حضرت عبد اللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی بہن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(عیدین کے لیے) ہر اس عورت پر نکلنا فرض ہے، جو کمر بند باندھتی ہو یعنی بالغ ہو۔''

تخريج: أخرجه الطيالسي: ١/ ١٤٦، وأحمد: ٦/ ٣٥٨، وعنه أبو نعيم في "الحليه": ٧/ ١٦٣، والبيهقي: ٣/ ٣٠٦، والخطيب: ٤/ ٦٣

(۱۵۴۰)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كَانَ ﷺ يَأْمُرُ بَنَاتَهُ وَنِسَاءَهُ أَنْ يَّخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ۔ (الصحيحة: ٢١١٥)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو حکم دیتے کہ وہ عیدین کے لیے نکلا کریں۔

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٢٣١، وابن ابي شيبة في "المصنف": ٢/ ١٨٢

شرح:...... عیدین کی نمازیں اسلام اور اہل اسلام کا عظیم شعار ہیں، عام طور پر عورتوں کا گھر نماز پڑھنا افضل ہے، اگرچہ مسجد میں آنا جائز ہے، لیکن عیدین کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے تمام عورتوں کو میدان میں آنے کا خاص حکم ارشاد فرمایا، بلکہ جو عورتیں ایام ماہواری میں ہوتی ہیں اور نماز و روزہ سے بھی مستثنی ہوتی ہیں، انھیں بھی عیدگاہ میں پہنچنے کی تلقین کی گئی ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ جائے نماز سے علیحدہ ہو کر بیٹھیں۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق رسول

اللہ ﷺ کے سامنے جب یہ عذر پیش کیا گیا کہ اگر کوئی عورت چادر نہ ہونے کی وجہ سے نمازِ عید کے لیے نہ جا سکے تو آیا اس پر کوئی حرج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی کوئی سہیلی اسے چادر دے دے۔ بس انھیں چاہئے کہ وہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔''

معلوم نہیں کہ بعض احباب ان واضح نصوص کے باوجود عورتوں کو عید گاہ میں جانے سے روکنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟ حالانکہ ان کی بچیاں دوسروں کی خوشی غمی میں شریک ہوتی ہیں، بازاروں میں جاتی ہیں، دنیاوی تعلیم کے حصول کے لیے سکولوں اور کالجوں میں جاتی ہیں، کوئی اسلامی تقریر وغیرہ سننے کے لیے گھروں سے نکلتی ہیں، اسلامی تعلیم حاصل کرنے کے لیے لمبے سفر کر کے اسلامی مدارس میں جاتی ہیں، حج و عمرہ کی ادائیگی کے لیے دوسرے ملک کا سفر کرتی ہیں۔ پتہ نہیں کہ عید گاہ یا مسجد کی طرف جاتے ہوئے مسئلہ کیوں کھڑا ہو جاتا ہے؟ حالانکہ واضح احادیث موجود ہیں۔

نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں

(۱۵۴۱)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَرْفُوْعاً: ((لَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ طَلَاقٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا عِتَاقٌ فِيْمَا لَايَمْلِكُ، وَلَا بَيْعٌ فِيْمَا لَايَمْلِكُ۔)) (الصحيحة: ۲۱۸٤)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی کسی عورت کا مالک ہی نہ ہو، وہ اسے طلاق نہیں دے سکتا۔ جو آدمی کسی غلام کا مالک ہی نہ ہو، وہ اسے آزاد نہیں کر سکتا اور جو شخص کسی مال کا مالک ہی نہ ہو وہ اسے فروخت نہیں کر سکتا۔''

تخريج: أخرجه أحمد:۲/ ۱۸۹، ۱۹۰، والنسائي:۲/ ۲۲۵، ۲۲٦ الجملة الأخيرة، و الطحاوی فی "المشكل":۱/ ۲۸۱، والترمذی: ۱۱۸۱ دون الجملة الاخيرة

شرح: ...... طلاق، آزادی اور کسی چیز کی فروخت کی بنیاد ملکیت پر ہے۔ طلاق دینے کے لیے پہلے نکاح کا ہونا ضروری ہے، جس طرح کسی غلام کو آزاد کرنے کے لیے اس کا مالک ہونا ضروری ہے۔ موجودہ دور میں تاجر لوگ ایسی چیزیں فروخت کر دیتے ہیں جو ان کے پاس نہیں ہوتیں اور وہ اس خیال کے بندے ہوتے ہیں کہ بعد میں خرید کر مہیا کر دیں گے۔ شریعت نے ایسی تجارت سے منع کر دیا ہے۔

سیدہ حفصہ کو طلاق اور رجوع

(۱۵٤۲)۔ عَنْ عُمَرَ: كَانَ ﷺ طَلَّقَ حَفْصَةَ ثُمَّ رَاجَعَهَا۔ (الصحيحة:۲۰۰۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کو طلاق دی، پھر رجوع کر لیا۔

تخريج: أخرجه أبوداؤد:۲۲۸۳، والنسائي:۲/ ۱۱۷، والدارمي:۲/ ۱٦۰، وابن ماجه:۲۰۱٦، وأبويعلى فی "مسنده":۱/ ۵۳، والحاكم :۲/ ۱۹۷، والبيهقي:۷/ ۳۲۱

شرح: ...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مسند ابو یعلی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، وہ رو رہی تھیں۔ انھوں نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ ایسے لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے طلاق دے دی ہے، اگر واقعی ایسے ہوا اور پھر میری وجہ سے تجھ سے رجوع کر لیا ہے تو یاد رکھو کہ اگر آئندہ طلاق ہوئی تو میں تیرے ساتھ کلام نہیں کروں گا۔ بزار کی ایک روایت کے الفاظ بھی اسی قسم کے ہیں۔

امام حاکم اور ابونعیم کی روایت کے مطابق سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ جبریل امین آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: ''اے محمد! آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی ہے، حالانکہ وہ تو بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور قیام کرنے والی ہے اور وہ جنت میں بھی آپ کی بیوی ہوگی۔''

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، پھر جبریل امین کے ذریعے آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ان سے رجوع کر لیں۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ خاوند کا بیوی کو طلاق دینا جائز ہے، اگرچہ وہ روزے رکھنے والی اور قیام کرنے والی ہو، کیونکہ طلاق کا تعلق انسان کی طبیعت سے ہے، بالخصوص جب بیوی اس سے موافقت اور اس کی فرمانبرداری نہ کر رہی ہو، نیز بسا اوقات خاوند ایسی وجوہات کی بنا پر طلاق دینے پر تل جاتا ہے، جو دوسروں کے لیے مخفی اور غیر واضح ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ بہت بری بات ہوگی کہ طلاق کو قاضی کی موافقت کے ساتھ معلق کر دیا جائے، نیز ذہن نشین رہے کہ ((اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰهِ الطَّلَاقُ.)) والی روایت ضعیف ہے، میں (ارواء الغلیل: ٢٠٤٠) سمیت کئی مقامات پر اس کی وضاحت کر چکا ہوں۔ (صحیحہ: ٢٠٠٧)

جماع کے بعد مہر دیے بغیر عورت کو طلاق دے دینا سب سے بڑا گناہ ہے

(١٥٤٣)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعاً: ((إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً، فَلَمَّا قَضٰى حَاجَتَهُ مِنْهَا طَلَّقَهَا وَذَهَبَ بِمَهْرِهَا، وَرَجُلٌ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً فَذَهَبَ بِأُجْرَتِهِ وَآخَرُ يَقْتُلُ دَابَّةً عَبْثًا.)) (الصحيحة:٩٩٩)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بڑے گناہ (یعنی گنہگار) یہ ہیں: (١) وہ آدمی، جس نے ایک عورت سے شادی کی، اس سے اپنی حاجت پوری کی، پھر اسے طلاق دے دی اور حق مہر ہڑپ کر گیا۔ (٢) وہ آدمی، جس نے کسی کو مزدوری پر لگایا اور اس کی اجرت خود نگل گیا اور (٣) وہ آدمی، جس نے کسی چوپائے کو بے فائدہ قتل کر دیا۔''

تخریج: رواہ الحاکم: ٢/ ١٨٢

طلاق دیتے وقت کچھ مال وغیرہ دے دینا

(١٥٤٤)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت

اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا طَلَّقَ حَفْصُ بْنُ الْمُغِيرَةِ امْرَأَتَهُ فَاطِمَةَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لِزَوْجِهَا: ((مَتِّعْهَا۔)) قَالَ: لَا أَجِدُ مَا أُمَتِّعُهَا، قَالَ: ((فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْمَتَاعِ۔)) قَالَ: ((مَتِّعْهَا وَلَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ۔)) (الصحیحۃ:۲۲۸۱)

حفص بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی فاطمہ کو طلاق دی تو وہ آپ ﷺ کے پاس آئی اور (ساری بات کی وضاحت کر دی)۔ آپ ﷺ نے اس کے خاوند سے فرمایا: ''اس کو کچھ مال وغیرہ دے کر رخصت کرو۔'' اس نے کہا: میرے پاس تو اسے دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ نہ کچھ (مال دے کر اسے) فائدہ پہنچانا تو ضروری ہے۔'' پھر فرمایا: ''تو اس کو مال وغیرہ دے کر رخصت کر، اگرچہ وہ کھجور کا نصف صاع ہو۔''

تخریج: أخرجه البیهقی:۷/ ۲۵۷

شرح:...... ایک صاع دو کلو سو گرام کے برابر ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۴۱) ......''مطلقہ عورتوں کو اچھی طرح فائدہ دینا ہے، ایسا کرنا پرہیزگاروں پر لازم ہے۔''

یہ حکم عام ہے، جو ہر مطلقہ کو شامل ہے۔ اس میں تفریق کے وقت حسن سلوک اور تطییبِ قلوب کا اہتمام کرنے کی تاکید کی گئی ہے، جس کے بیشمار معاشرتی فوائد ہیں۔

بداخلاق عورت کو طلاق دے دی جائے

(۱۵۴۵)۔ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ مَرْفُوعًا: ((ثَلَاثَةٌ يَدْعُونَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ: رَجُلٌ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ سَيِّئَةُ الْخُلُقِ فَلَمْ يُطَلِّقْهَا، وَرَجُلٌ كَانَ لَهُ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ فَلَمْ يُشْهِدْ عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ آتَى سَفِيهًا مَالَهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء: ۵۔)) (الصحیحۃ:۱۸۰۵)

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین قسم کے آدمی دعا تو کرتے ہیں لیکن ان کی دعا قبول نہیں ہوتی: (۱) وہ شخص جس کی بیوی برے اخلاق والی ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے۔ (۲) وہ آدمی جس نے کسی سے قرضہ لینا ہو لیکن اس پر کوئی گواہ نہ بنایا ہو اور (۳) وہ آدمی جس نے بیوقوف (یعنی مال کے انتظام کی صلاحیت نہ رکھنے والے چھوٹے بچے یا ناتجربہ کار) آدمی کو مال دے دیا ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اپنے اموال بیوقوفوں کے حوالے نہ کردو۔﴾ (سورہ نساء: ۵)۔''

تخریج: رواه ابن شاذان في "المشيخة الصغرى": ۵۷/ ۱، والحاكم: ۲/ ۳۰۲، وابو نعيم في "مسانيد ابي يحيى فراس": ق ۹۲/ ۱، والديلمي: ۲/ ۵۸، وابن عساكر: ۸/ ۱۸۲/ ۱

شرح:...... اگر چہ طلاق ایک ناپسندیدہ فعل ہے، لیکن جب بداخلاق بیوی کی وجہ سے گھر کے ماحول میں بگاڑ اور فساد پیدا ہو رہا ہو، آئے دن جھگڑا لگا رہتا ہو، خاوند کی ذہنی صلاحیتیں مفقود ہو رہی ہوں اور اولاد کی پریشانیوں میں اضافہ ہو رہا ہو تو ایسے میں خاوند کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر کی مصلحت کو ترجیح دیتے ہوئے طلاق دے دے۔ ''ایک دکھ سو سکھ'' کا یہی مفہوم ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے خوش اخلاق عورت اور گھر کے پرسکون ماحول کی اہمیت واضح ہوتی ہے، جو مرد کی زندگی کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے

(١٥٤٦)۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَاتَسْأَلِ الْمَرْأَةَ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْتَفِيَ مَافِي صَحْفَتِهَا فَإِنَّمَا رِزْقُهَا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔))

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت اپنی کسی بہن کے برتن کو انڈیلنے (یعنی اس کا گھر برباد کرنے) کے لیے اس کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے اور (یاد رکھے کہ) اس کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے۔''

(الصحیحة: ٢٨٠٥)

تخریج: أخرجه الطبرانی فی "المعجم الکبیر": ٢٣/ ٢٥٣/ ٥١٧

شرح:...... کسی کو طلاق پر ابھارنا شیطانی عمل ہے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابلیس پانی پر (ایک روایت کے مطابق سمندر پر) اپنا تخت رکھتا ہے، پھر (لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے) اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ سب سے بڑا فتنہ برپا کرنے والا منزلت میں اس سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ ایک واپس آ کر کہتا ہے کہ میں نے ایسے ایسے کیا۔ ابلیس کہتا ہے: تو نے کچھ نہیں کیا۔ ایک اور آ کر کہتا ہے: میں نے اسے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے مابین جدائی نہیں ڈال دی۔ وہ اسے اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے: واہ! تیری کیا بات ہے! پھر اسے گلے لگا لیتا ہے۔'' (صحیحہ: ٣٢٦٢)

لہٰذا ہر عورت کو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہونا چاہئے اور فکر کرنی چاہئے کہ کسی کا گھر اجاڑنے سے حالات نہیں سنورتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے دلی سکون ملتا ہے۔

ابلیس طلاق دلوانے والے شیطان کو شاباش دیتا ہے

(١٥٤٧)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((إِنَّ إِبْلِيْسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ۔ وَفِي طَرِيْقٍ: الْبَحْرِ۔ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً،

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابلیس پانی پر (ایک روایت کے مطابق سمندر پر) اپنا تخت رکھتا ہے، پھر (لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے) اپنے لشکروں کو روانہ ہے۔ سب سے بڑا فتنہ برپا

يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ، فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ: نَعَمْ أَنْتَ)) قَالَ اَعْمَشُ: أُرَاهُ قَالَ: ((فَيَلْتَزِمُهُ۔))

(الصحيحة: ٣٢٦١)

کرنے والا (شیطان) منزلت میں اس کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ ایک واپس آ کر کہتا ہے کہ میں نے ایسے ایسے کیا۔ ابلیس کہتا ہے: تو نے تو کچھ نہیں کیا۔ ایک دوسرا آ کر کہتا ہے: میں نے اسے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے مابین جدائی نہیں ڈال دی۔ وہ اسے اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے: واہ! تیری کیا بات ہے!'' اعمش راوی کہتے ہیں: میرا خیال کہ میرے شیخ نے یہ الفاظ بھی نقل کیے: ''پھر وہ اسے اپنے گلے لگا لیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ١٣٨، وأحمد: ٣/ ٣١٤، والطبراني في "المعجم الأوسط": ١/ ٢٤٨/ ١/ ٤٢٨٥/ ٢، ٥/ ٧٨/ ٤١٣٩۔ ط

شرح:...... اس میں بلا وجہ طلاق دینے کی قباحت ہے، جس سے کئی قباحتیں لازم آتی ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کا آپس میں قطع رحمی کرنا ابلیس کا پسندیدہ گناہ ہے، کیونکہ شراب کی طرح قطع رحمی بھی کئی گناہوں کا سبب بنتی ہے۔

تین طلاقوں کے بعد خاوند بیوی کے اخراجات کا ذمہ دار نہیں ہوتا

(١٥٤٨)۔ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: أَنَا بِنْتُ آلِ خَالِدٍ وَإِنَّ زَوْجِي فُلَانًا أَرْسَلَ إِلَيَّ بِطَلَاقِي، وَإِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَهُ النَّفَقَةَ وَالسَّكَنَ، فَأَبَوْا عَلَيَّ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ أَرْسَلَ إِلَيْهَا بِثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسَّكَنُ لِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ۔))

(الصحيحة: ١٧١١)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: میں آلِ خالد کی بیٹی ہوں، میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے، میں نے اس کے قرابتداروں سے نفقہ اور رہائش کا مطالبہ کیا، لیکن انھوں نے انکار کر دیا اور (رسول اللہ ﷺ کو آ کر بتلایا کہ) اُس نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خاوند عورت کے نفقہ و سکنی کا ذمہ دار اس وقت ہوتا ہے جب اسے رجوع کا حق حاصل ہو۔''

تخريج: أخرجه النسائي: ٢/ ٩٦ من طريق سعيد بن يزيد الأحمسي: وأحمد: ٦/ ٣٧٣، ٤١٥، ٤١٦، ٤١٧، ومعنى الحديث في "الصحيحين" وغيرهما بالفاظ مختلفة

شرح:...... جس عورت کو تین طلاقیں دے دی جائیں، اس کی رہائش اور رہن سہن کے اخراجات کا ذمہ دار خاوند نہیں رہتا، کیونکہ اس کے ساتھ اس کا رجوع نہیں ہو سکتا۔

حدیث میں ''تین طلاقیں'' دینے کا ذکر ہے، اس کا معنی یہ نہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے خاوند نے اسے بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں، یہ طلاقیں مختلف اوقات میں دی گئی تھیں، جیسا کہ دوسری روایات سے واضح ہوتا ہے۔

لعان اور اس کے تقاضے

(١٥٤٩)۔ قَالَ ﷺ: ((الْمُتَلَاعِنَانِ إِذَا تَفَرَّقَا لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَداً۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ، وَسَهْلِ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ۔ (الصحيحة :٢٤٦٥)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب لعان کرنے والے (میاں بیوی) جدا ہو جائیں، تو کبھی (نکاح میں) جمع نہیں ہو سکتے۔'' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سہل بن سعد، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج:(١)۔ أما حديث ابن عمر: فعلقه البيهقي:٧/ ٤٠٩

(٢)۔ وأما حديث سهل: فأخرجه أبوداود: ١/ ٣٥١۔ ٣٥٢، والبيهقي: ٧/ ٤١٠

(٣)و(٤)۔ وأما حديث ابن مسعود وعلي: فأخرجه عبدالرزاق في "المصنف": ٧/ ١١٢/ ١٢٤٣٤، ١٢٤٣٦، والبيهقي، والطبراني في "المعجم الكبير":٩/ ٣٩٠/ ٩٦٦١

شرح:...... لعان کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے، جبکہ اس کی بیوی انکار کرنے پر مصر ہو، تو پھر ایسا شوہر عدالت میں چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر گواہی دے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر جواباً بیوی چار مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر گواہی دے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔

ایسی صورت میں وہ دونوں زنا کی حدّ سے بچ جائیں گی اور ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، ان کے مابین کبھی رجوع نہ ہو سکے گا۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے حجت پکڑی جا سکتی ہے، یہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ لعان کی وجہ سے میاں بیوی میں ہونے والی جدائی فسخ ہوتی ہے، جیسا کہ امام شافعی، امام احمد، امام مالک، امام ثوری، امام ابوعبیدہ اور امام ابو یوسف وغیرہ کا مذہب ہے اور یہی حق ہے، کیونکہ لعان کی وجہ سے ہونے والے افتراق کی حکمت کو دیکھا جائے تو نظرِ سلیم کا تقاضا یہی ہوگا۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے (زاد المعاد: ٤/ ١٥١، ١٥٣۔ ١٥٤) میں اس کی تشریح بیان کی ہے اور امام صنعانی نے (سبل السلام: ٣/ ٢٤١) میں اسی مسلک کی طرف میلان کا اظہار کیا ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ کا خیال یہ ہے کہ لعان طلاقِ بائنہ ہے، لیکن یہ حدیث ان کا ردّ کرتی ہے۔

(صحیحه: ٢٤٦٥)

خلع لینے والی عورتیں منافق ہیں

(۱۵۵۰)۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((الْمُخْتَلِعَاتُ وَالْمُنْتَزِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ۔)) (الصحیحة: ٦٣٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(خاوندوں سے) خلع لینے والی اور الگ ہونے والی عورتیں منافق ہوتی ہیں۔''

تخریج: أخرجه النسائی: ۲/ ۱۰٤، والبیهقی: ۷/ ۳۱٦، وأحمد: ۲/ ٤١٤

شــــرح:...... منافق سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بظاہر خاوند کا مطیع ثابت کرتی ہے، لیکن اندرونِ خانہ نافرمان ہے، لہٰذا وہ منافق ہے۔

خـلـع: عورت کا مہر میں وصول کی ہوئی رقم شوہر کو واپس کر کے اس سے علیحدگی اختیار کرنا خلع کہلاتا ہے۔ شریعت نے جہاں مرد کو طلاق کا حق دیا، وہاں ناساز گار حالات کو سامنے رکھتے ہوئے عورت کو خلع کا حق بھی دیا، لیکن یہ تنبیہ بھی کر دی کہ جو عورتیں کسی معقول وجہ کے بغیر خاوند سے علیحدہ ہونے کا مطالبہ کرتی ہیں، ان پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہو جاتی ہے۔ (ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ)

زنا کی اولاد قصوروار نہیں

(۱۵۵۱)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعاً: ((لَیْسَ عَلٰی وَلَدِ الزِّنَا مِن وِزْرِ أَبَوَیْهِ شَیْءٌ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَی﴾ (فاطر: ۱۸۔)) (الصحیحة: ٢١٨٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زنا کی اولاد پر اپنے والدین کے گناہ کا کوئی وبال نہیں ہوگا، (ارشادِ باری تعالیٰ ہے:) ﴿اور قیامت کے دن) کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا﴾ (سورۂ فاطر: ۱۸)''

تخریج: أخرجه الحاکم: ٤/ ١٠٠

شــرح:...... زنا سنگین جرم ہے، لیکن اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی اولاد بے قصور ہے، ایسے بچوں کو ان کے والدین کے جرم کی وجہ سے موردِ طعن نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ لیکن درج ذیل حدیث بظاہر متضاد روایت معلوم ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَلَدُ الزِّنَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ۔)) (أبوداود: ٣٩٦٣، الصحیحة: ٦٧٢)...... ''زنا کا بیٹا تین لوگوں کی شرّ ہے۔''

لیکن امام سفیان کہتے ہیں: ((اذا عمل بعمل ابویه .)) ...... ''اس حدیث کو اس کے مفہوم پر اس وقت محمول کیا جائے گا جب وہ بیٹا بھی اپنے والدین والا فعل کرے گا۔'' اس قول کی تائید درج ذیل مرفوع روایت سے ہوتی ہے:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَلَدُ الزِّنَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ إِذَا عَمِلَ بِعَمَلِ أَبَوَیْهِ۔)) ...... ''زنا کا بیٹا تین افراد کی شرّ ہے، جب وہ بھی اپنے والدین والی کاروائی شروع کر دے۔''

اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابو لیلی ضعیف لسوء حفظہ ہے۔

امام البانی نے بھی یہی مفہوم پسند کیا ہے۔(صحیحہ : ٦٧٢)

لیکن فی الحقیقت زنا کی وجہ سے ہونے والی اولاد، اپنے والدین کے کیے سے بری ہے۔

بچے اور باپ کی وِلا اس کے عصبہ کو ملے گی

(۱۵۵۲)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رِئَابَ بْنَ حُذَيْفَةَ تَزَوَّجَ امْرَأَةً، فَوَلَدَتْ لَهُ ثَلَاثَةَ غِلْمَةٍ، فَمَاتَتْ أُمُّهُمْ، فَوَرِثُوْهَا رِبَاعَهَا وَوَلَاءَ مَوَالِيْهَا، وَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ عَصَبَةَ بَنِيْهَا، فَأَخْرَجَهُمْ إِلَى الشَّامِ، فَمَاتُوْا فَقَدِمَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، وَمَاتَ مَوْلًى لَهَا، وَتَرَكَ مَالًا فَخَاصَمَهُ إِخْوَتُهَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ عُمَرُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا أَحْرَزَ الْوَلَدُ أَوِ الْوَالِدُ فَهُوَ لِعَصَبَتِهِ مَنْ كَانَ۔)) (الصحيحة:۲۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رئاب بن حذیفہ نے ایک عورت سے شادی کی، اس سے اس کے تین بچے پیدا ہوئے۔ جب ان کی ماں فوت ہوئی تو وہ اس کی جائداد اور اس کے آزاد کردہ غلاموں کی ولا کے وارث بن گئے۔ عمرو بن عاص اس کے بیٹوں کے عصبہ تھے، انھوں نے ان (بچوں) کو شام کی طرف بھیجا، وہ وہیں فوت ہو گئے، جب عمرو بن عاص آئے تو اس عورت کا (آزاد کردہ) غلام کچھ مال چھوڑ کر مر گیا۔ اس عورت کے بھائی جھگڑا لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچہ یا باپ جو کچھ جمع کرے گا وہ اس کے عصبہ کو ملے گا، وہ جو بھی ہوں۔''

تخريج: أخرجه أبوداود:۲/ ۲۰، وابن ماجه:۲/ ۱٦٥، وأحمد:۱/ ۲۷

شرح:...... اس حدیث کا تعلق علمِ میراث سے ہے۔ ماں کی میراث اور آزاد کردہ غلاموں کی ولا اس کے تین بیٹوں کو مل گئی، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان کے عصبہ تھے، اس لیے جب وہ فوت ہوئے تو یہ ان کے وارث بن گئے، ماں کے بھائیوں کو اس صورت میں کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ وہ ان تین بیٹوں کے ماموں ہیں اور ماموں ذوی الارحام میں سے ہوتا ہے، جو اصحاب الفروض اور عصبہ کی موجودگی میں وارث نہیں بن سکتے۔ جب میت کی وارث بننے والی صرف اس کی بیوی ہو اور کوئی ذی فرض یا عصبہ نہ ہو تو ایسی صورت میں ذوی الارحام وارث بن جاتے ہیں۔

فوت ہونے والے نابالغ بچے والدین کے لیے خوشخبری ہیں

فوت ہونے والے دو یا تین نابالغ بچوں کے والدین کی فضیلت

(۱۵۵۳)۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَمِّهِ أَخِيْ قُرَّةَ بْنِ إِيَاسٍ أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي النَّبِيَّ بِابْنِهِ فَيُجْلِسُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ:

معاویہ بن قرہ اپنے چچا یعنی قرہ بن ایاس کے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کے پاس آتے اور اسے اپنے سامنے بٹھا لیتے

((تُحِبُّهُ؟)) قَالَ: نَعَمْ حُبًّا شَدِيْدًا، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ الْغُلَامَ مَاتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَأَنَّكَ حَزِنْتَ عَلَيْهِ؟)) قَالَ: أَجَلْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((أَفَمَا يَسُرُّكَ إِذَا أَدْخَلَكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ أَنْ تَجِدَهُ عَلٰى بَابٍ مِّنْ أَبْوَابِهَا فَيَفْتَحُهُ لَكَ۔)) قَالَ: بَلٰى، قَالَ: ((فَإِنَّهُ كَذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔))

(الصحيحة:٢٥٧٧)

تھے۔ (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟'' انھوں نے کہا: بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ (اللہ کا کرنا کہ) وہ بچہ فوت ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم (بچے کی جدائی پر) غمگین تو ہو گے؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں، اللہ کے رسول! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش ہو جاؤ گے کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے تو تم اس بچے کو جنت کے دروازے پر پاؤ اور وہ تمھارے لیے جنت کا دروازہ کھولے؟'' اس نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سو اسی طرح ہو گا، ان شاء اللہ۔''

تخريج: رواه ابن سعد: ٧/ ٣٢، ولفظ الحديث فى احدى رواية النسائى أتم۔

شرح:...... بلوغت سے پہلے فوت ہونے والے بچے نہ صرف خود جنتی ہیں، بلکہ اپنے مسلمان والدین کے لیے جنت میں لے جانے کا بہت بڑا سبب بھی ہیں۔ اگر ایک اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے والدین کو غم میں مبتلا کیا ہے تو دوسری طرف آخرت کی خوشیوں کو ان کا مقدر بنا دیا ہے۔

(١٥٥٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: جَاءَ نِسْوَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَانَقْدِرُ عَلَيْكَ فِي مَجْلِسِكَ مِنَ الرِّجَالِ، فَوَاعِدْنَا مِنْكَ يَوْمًا نَأْتِيْكَ فِيْهِ، قَالَ: ((مَوْعِدُكُنَّ بَيْتُ فُلَانٍ۔)) وَأَتَاهُنَّ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ، وَلِذٰلِكَ الْمَوْعِدِ، قَالَ: فَكَانَ مِمَّا قَالَ لَهُنَّ: ((مَامِنِ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثاً مِنَ الْوَلَدِ تَحْتَسِبُهُنَّ إِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ۔)) قَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: أَوِاثْنَانِ؟ قَالَ: ((أَوِاثْنَانِ۔)) (الصحيحة: ٢٦٨٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: ''اے اللہ کے رسول! آپ مردوں کی مجالس میں بیٹھے ہوتے ہیں، ہم وہاں نہیں آ سکتیں، لہٰذا آپ ہمارے لیے کوئی دن مقرر کر دیں، ہم پہنچ جائیں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فلاں کے گھر میں (فلاں دن) پہنچ جانا۔'' آپ ﷺ حسبِ وعدہ اسی دن تشریف لائے اور انھیں جو کچھ فرمایا (اس کا ایک اقتباس) یہ تھا: ''جس عورت کے تین بچے فوت ہو جاتے ہیں اور وہ ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کرتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔'' ایک عورت نے کہا: اگر بچے دو ہوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو بھی ہوں تب۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٢/ ٢٤٦، وأخرجه مسلم: ٨/ ٣٩ مختصرا

شرح:...... معلوم ہوا کہ اسلام کے مبلغین عورتوں کے لیے مخصوص اجتماعات کا اہتمام کر سکتے ہیں، بہرحال کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیے۔

صبر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جونہی بچوں کی وفات کی خبر موصول ہو عورت "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھنا شروع کر دے، نوحہ اور واویلا نہ کرے، زبان سے ناشکری اور بے صبری والا کوئی کلمہ نہ کہے، تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے۔ یاد رہے کہ غمی کے موقع پر رونا جائز ہے، بلکہ وہ دل کے نرم ہونے کی دلیل ہے۔ بہرحال عوام کو رونے اور نوحہ کرنے میں فرق کرنا چاہیے۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کے دو بچے فوت ہو جائیں گے، وہ جنت میں داخل ہو گا، یہ حکم ماؤں اور ان کی بیٹیوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، کیونکہ دوسری کئی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ خوشخبری ماں باپ دونوں کے لیے ہے، آپ کو اس موضوع پر مختصر مگر بہترین بحث (الترغيب والترهيب: ٣/ ٨٩-٩١) میں مل سکتی ہے۔ (صحیحہ: ٢٦٨٠)

(١٥٥٥)۔ عَنْ حَبِيْبَةَ۔ أَوْ أُمِّ حَبِيْبَةَ۔ قَالَتْ: كُنَّا فِي بَيْتِ عَائِشَةَ، فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَامِنْ مُسْلِمَيْنِ يَمُوْتُ لَهُمَا ثَلَاثَةُ أَطْفَالٍ لَّمْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ، إِلَّا جِيْءَ بِهِمْ حَتّٰى يُوْقَفُوْا عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُمْ: اُدْخُلُوْا الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُوْنَ: أَنَدْخُلُ وَلَمْ يَدْخُلْ أَبَوَانَا؟ فَيُقَالُ لَهُمْ۔ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّانِيَةِ: اُدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَآبَاءُكُمْ، قَالَ: فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ۔ عَزَّوَجَلَّ۔ ﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ﴾ قَالَ: نَفَعَتِ الآبَاءَ شَفَاعَةُ أَوْلَادِهِمْ۔)) (الصحيحة: ٣٤١٦)

حضرت حبیبہ یا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹھی تھیں، رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا: ”جس مسلمان جوڑے (یعنی میاں بیوی) کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائیں، ان بچوں کو جنت کے دروازے پر لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے: کیا ہم اپنے والدین کے بغیر جنت میں داخل ہو جائیں؟ ان سے کہا جائے گا: (ٹھیک ہے) تم اور تمھارے آباء جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مفہوم ہے: ﴿پس (ان کافروں کو) شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہیں دے گی۔﴾ آبا کو ان کی اولاد کی سفارش نفع دے گی۔“

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ٨/ ٣٤٠/ ٧٦٩١، وأخرجه أسحاق بن راهويه في "مسنده": ٤/ ٢٣٠/ ٢، ورواه ابن سعد في "الطبقات": ٨/ ٤٤٦ الى قوله: ((ادخلوا انتم وآباء كم)) دون ما بعده، وأخرجه الطبراني في "الكبير": ٢٤/ ٢٢٤/ ٥٧٠ مختصرا

شرح:...... اگر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو مدنظر رکھا جائے تو نابالغ بچوں کی وفات پر والدین مبارکباد کے مستحق

ہوتے ہیں، نہ کہ افسوس کے، بہر حال انسانی طبائع غالب آ جاتی ہیں۔

بلوغت سے پہلے فوت ہونے والے بچے نہ صرف جنت کے وارث ہوں گے بلکہ اپنے والدین کو جنت میں داخل کروانے کا بہت بڑا سبب بنیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ والدین ان کی وفات پر مکمل صبر کا مظاہرہ کریں، "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھیں اور صبر کے دوسرے تقاضے بھی پورے کریں۔

(١٥٥٦)۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ النِّسَاءَ فَقَالَ لَهُنَّ: ((مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ يَمُوْتُ لَهَا ثَلَاثَةٌ، إِلَّا أَدْخَلَهَا اللّٰهُ۔ عَزَّوَجَلَّ۔ الْجَنَّةَ۔)) فَقَالَتْ أَجَلُّهُنَّ امْرَأَةً: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَصَاحِبَةُ الْإِثْنَيْنِ فِي الْجَنَّةِ؟ قَالَ: ((وَصَاحِبَةُ الْإِثْنَيْنِ فِي الْجَنَّةِ۔)) (الصحيحة: ٣٤٤١)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو (ان کی وجہ سے) جنت میں داخل کرے گا۔'' ان میں سے ایک عمر رسیدہ عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول فوت ہونے والے دو بچوں کی ماں بھی جنت میں جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو بچوں والی بھی جنت میں جائے گی۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٤٢١، ورواه البزار في "البحر الزخار": ٥/ ١٣٩/ ١٧٢٩، وابو يعلى: ٥٠٨٥ نحوه، والطبراني في "الكبير": ١٠/ ٢٣٢/ ١٠٤١٤

(١٥٥٧)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ: قُلْتُ: حَدِّثْنَا حَدِيْثاً سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ فِيْهِ انْتِقَاصٌ وَلَا وَهْمٌ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((١۔ مَنْ وُلِدَ لَهُ ثَلَاثَةُ أَوْلَادٍ فِي الْإِسْلَامِ فَمَاتُوْا قَبْلَ أَنْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ۔ ٢۔ وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، كَانَتْ لَهُ نُوْرٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ٣۔ وَمَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بَلَغَ بِهِ الْعَدُوَّ أَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ كَانَ لَهُ كَعِدْلِ رَقَبَةٍ۔ ٤۔ وَمَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللّٰهُ

ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کرو جو آپ نے رسول اللہ سے سنی ہو اور اس میں کمی ہو نہ وہم۔ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''(۱) اسلام میں جس کے تین بچے پیدا ہوں اور وہ بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائیں تو اللہ ایسے آدمی کو ان پر رحمت کرنے کے سبب جنت میں داخل کرے گا۔ (۲) جو اللہ کے راستے میں بوڑھا ہو گیا تو یہ عمل اس کے لیے روزِ قیامت نور ثابت ہو گا۔ (۳) جس نے اللہ کے راستے میں کوئی تیر پھینکا، وہ دشمن کو لگا یا نہ لگا تو اس کا یہ عمل ایک غلام آزاد کرنے کے ثواب کے برابر ہو گا۔ (۴) جس نے مسلمان غلام آزاد کیا، اللہ تعالیٰ (آزاد شدہ کے) ہر ایک عضو کے بدلے (آزاد کرنے والے کے) ہر

بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهَا عُضْواًمِنْهُ مِنَ النَّارِ۔ ٥۔ وَمَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِنَّ لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ يُدْخِلُهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ أَيِّ بَابٍ شَاءَ مِنْهَا الْجَنَّةَ۔)) (الصحيحة: ٢٦٨١)

ایک عضو کو آگ سے آزاد کر دے گا۔ (۵) جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (مال کی کسی قسم سے) ایک جوڑا خرچ کیا تو وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گا، اللہ تعالیٰ اسے داخل کرے گا۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٤/ ٣٨٦

شرح:...... حدیثِ مبارکہ اپنے مفہوم میں واضح ہے۔ جوڑے سے مراد، دو کی تعداد ہے، یعنی ایک جنس میں سے دو چیزیں صدقہ کی جائیں، مثلا دو اونٹ، دو گائیں اور دو بکریاں وغیرہ، جیسا کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، جسے امام نسائی اور امام احمد وغیرہ نے روایت کیا۔

''جو اللہ کے راستے میں بوڑھا ہو گیا'' کے معانی ''بالوں کے سفید ہو جانے کے ہیں''، درج ذیل حدیث اور اس کی تشریح پر غور فرمائیں:

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ (وَفِي رِوَايَةٍ: فِي الْإِسْلَامِ) كَانَتْ لَهُ نُوْراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) قَالَ رَجُلٌ عِنْدَ ذٰلِكَ: فَإِنَّ رِجَالاً يَنْتِفُوْنَ الشَّيْبَ۔ فَقَالَ: ((مَنْ شَاءَ فَلْيَنْتَفِ نُوْرَهُ۔)) (الصحيحة: ٣٣٧١)...... ''جو اللہ کی راہ میں یا اسلام میں بوڑھا ہو گیا (یعنی جس کے بال سفید ہو جائیں) تو یہ چیز اُس کے لیے روزِ قیامت نور ہوگا۔'' اس موقع پر ایک آدمی نے کہا: کئی لوگ تو اپنے سفید بالوں کو اکھاڑ دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو چاہتا ہے اپنا نور اکھاڑتا رہے۔'' (مسند احمد: ٦/ ٢٠، صحيحه: ٣٣٧١)

شیو کرنا ویسے بھی ملعون فعل اور سنگین جرم ہے بہرحال جب بال سفید ہو جائیں اور عمر بڑی ہو جائے تو اس جرم کی نوعیت میں مزید شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے بڑی سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ بالوں کے سفید ہونے میں مسلمان کا اپنا کوئی دخل یا ارادہ نہیں لیکن جو آدمی ان کو اپنا حسن سمجھتا ہے اور ان پر صبر کرتا ہے تو یہ اس کے لئے روزِ قیامت نور ہوں گے۔ (سبحان اللہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے اس شرف کو قبول نہیں کرتا اور ان کو اکھاڑنا شروع کر دیتا ہے یا ان پر کالا رنگ ملنا شروع کر دیتا ہے تو وہ اس فضل اور نور کا انکار کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے بغیر کسی مطالبے کے عطا کرنا چاہتے ہیں۔

اس حدیث میں ان عمر رسیدہ لوگوں کے لئے سخت وعید ہے کہ جن کی داڑھی کے تمام یا زیادہ بال سفید ہوتے ہیں لیکن وہ ان کو استرے کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بالوں کو مہندی وغیرہ سے رنگنے اور کالے رنگ سے اجتناب کرنے کی تعلیم دی ہے لہٰذا مہندی وغیرہ لگانے سے اس فضیلت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

ہر نومولود کو شیطان چھوتا ہے

(۱۵۵۸)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَامِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُوْدٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ، غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا۔)) ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: ﴿وَإِنِّي أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ (الصحيحة:۲۷۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''حضرت مریم اور ان کے بیٹے (حضرت عیسی) کے علاوہ بنو آدم کا ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے چھوتا ہے، اس وجہ سے وہ زور سے چلاتا ہے۔'' پھر حضرت ابو ہریرہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿اور میں اس (مریم) کو اور اس کی اولاد کو مردود شیطان سے بچانے کے لیے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔﴾

تخریج: أخرجه البخاری: ۳۴۳۱ و ۴۵۴۸، ومسلم: ۷/ ۹۶، وأحمد: ۲/ ۲۳۳، ۲۷۴، وابن جریر فی "التفسیر": ۳/ ۱۶۰

شرح:...... اس میں حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسی علیہ السلام کی عظمت و منقبت کا بیان ہے۔ حدیث میں مذکورہ آیت حضرت مریم کی والدہ کی دعا ہے، جو انھوں نے اپنی بیٹی اور اس کی اولاد کے حق میں کی تھی۔

بہنوں اور بیٹیوں کی بہترین کفالت پر جنت کا مژدہ

(۱۵۵۹)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((مَامِنْ مُسْلِمٍ تُدْرِكُ لَهُ ابْنَتَان فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَاصَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا إِلَّا أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ۔)) (الصحيحة:۲۷۷۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان کی دو بیٹیاں پیدا ہوں اور جب تک وہ اس کے ساتھ رہیں، وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا رہے، تو وہ ان کے سبب جنت میں داخل ہو جائے گا۔''

تخریج: أخرجه البخاری فی "الأدب المفرد": ص ۱۴، وابن ماجه: ۲/ ۳۹۱، والحاکم: ۴/ ۱۷۸، وأحمد: رقم ۲۱۰۴، ۳۴۲۴، وابن حبان: ۲۰۴۳، والضیاء فی "المختارة": ۶۱/ ۶۶۲/ ۲۔ ۲۶۷/ ۱

شرح:...... بیٹیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں، ان کا رحمت ہونے کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ باپ ان کے ساتھ حسن صحبت کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ بلا شک و شبہ ہر معاشرے میں اور ہر دور میں بیٹوں کی تمنائیں کی جاتی رہیں، لیکن اگر ان خواہشات کی تکمیل نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو اپنی تمنا سے زیادہ حکمت و دانائی والا سمجھ کر بیٹیوں پر مکمل رضامندی کا اظہار کیا جانا چاہیے۔

ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے بیٹیوں کا اتنا لحاظ نہ کیا جائے کہ انھیں وقت ضائع کرنے کے لیے اور ان کے طبعی شرم و حیا کو متاثر کرنے کے لیے کیبل نیٹ ورک، وی سی آر اور ٹیپ وغیرہ کی صورت میں بے حیائی

تمام مواقع مہیا کئے جائیں۔ والدین کا امتیاز اس میں ہے ان کی بیٹیاں نیکی و پارسائی اور تقوی وطہارت میں اپنی مثال آپ ہوں۔

(۱۵۶۰)۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَتْ: جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا، فَسَأَلَتْنِي، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَأَخَذَتْهَا، فَقَسَّمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا شَيْئًا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَابْنَتَاهَا، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ، فَحَدَّثْتُهُ حَدِيثَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْراً مِنَ النَّارِ۔)) (الصحيحة:٣١٤٣)

زوجۂ رسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ہمراہ میرے پاس آئی اور مجھ سے سوال کیا، اس کے لیے میرے پاس صرف ایک کھجور تھی، میں نے اسے دے دی۔ اس نے پکڑی اور دونوں مگر بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہ کھائی اور بیٹیوں کو لے کر چلی گئی۔ جب نبی کریم ﷺ میرے پاس آئے تو میں نے ساری بات آپ کو بتلائی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کو ان بیٹیوں کے ذریعے آزمایا جائے اور وہ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئے تو وہ اس کے لیے جہنم سے آڑ ثابت ہوں گی۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ١٤١٨، ٥٩٩٥۔ وفي "الأدب المفرد": ١٣٢، ومسلم: ٨/ ٣٨، والترمذي: ١٩١٦، ١٩١٨، وابن حبان: ٢٩٢٨، والخرائطي في "مكارم الأخلاق": صـ ٧٢، والبيهقي في "السنن": ٧/ ٤٨٧، وفي "الشعب": ٧/ ٤٦٧، والبغوي في "شرح السنة": ٦/ ١٨٧، وعبدالرزاق في "المصنف": ١٠/ ٤٥٧، وأحمد: ٦/ ٣٣ و ٨٧، ١٦٦، ٢٤٣، وعبد بن حميد: ١٤٧٣۔ المنتخب

شرح: ...... اگر اللہ تعالیٰ والدین کے حق میں بیٹیوں کا فیصلہ کر دے، تو وہ اسی میں سعادت سمجھیں اور ان کی تعلیم وتربیت پر مکمل توجہ دیں۔

(۱۵۶۱)۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ عَالَ ابْنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ أَخَوَاتٍ، حَتّٰى يَمُتْنَ (وَفِي رِوَايَةٍ: يَبِنَّ وَفِي أُخْرٰى: يَبْلُغْنَ) أَوْ يَمُوْتَ عَنْهُنَّ كُنْتُ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ۔)) وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى۔ (الصحيحة:٢٩٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دو یا تین بیٹیوں یا دو یا تین بہنوں کی پرورش کی، حتی کہ وہ فوت ہو گئیں (ایک روایت میں ہے: حتی کہ وہ دور ہو گئیں اور ایک روایت میں ہے: حتی کہ وہ بالغ ہو گئیں) یا وہ خود فوت ہو گیا، تو میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔'' پھر آپ ﷺ نے شہادت اور درمیان والی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ١٤٧۔١٤٨، وابن حبان: ٢٠٤٥، والاصبهاني في "الترغيب": ١/ ٢٦٧/ ٥٩٣

(١٥٦٢)۔ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعاً: ((مَنْ عَالَ ثَلاثاً مِنْ بَنَاتٍ يَكْفِيْهِنَّ وَيَرْحَمُهُنَّ، وَيَرْفُقُ بِهِنَّ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ۔)) (الصحيحة:٢٤٩٢)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے تین بیٹیوں کی پرورش اس طرح کی کہ ان کو پورا خرچ دیتا رہا، ان پر رحم و کرم کرتا رہا اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتا رہا تو وہ جنت میں ہوگا۔''

تخريج: أخرجه أبو يعلى: ٢/ ٥٩١، وأحمد: ٣/ ٣٠٣، والبزار: ٢/ ٣٨٤/ ١٩٠٨

(١٥٦٣)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ۔)) وَضَمَّ أَصَابِعَهُ۔ (الصحيحة:٢٩٧)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دو بچیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی، تو میں اور وہ روزِ قیامت اس طرح آئیں گے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربت کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ٣٨-٣٩، واللفظ له، والبخاري في "الأدب المفرد": ٨٩٤، والترمذي: ١/ ٣٤٩

(١٥٦٤)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعاً: ((مَنْ كَانَ لَهُ أُخْتَانِ أَوِ ابْنَتَانِ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ، كُنْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ۔)) وَقَرَنَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ۔ (الصحيحة: ١٠٢٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کی دو بہنیں یا دو بیٹیاں ہوں اور وہ جب تک اس کے ساتھ رہیں، وہ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئے، تو میں اور وہ جنت میں اس طرح (ایک دوسرے کے قریب) ہوں گے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کرتے ہوئے اپنی دو انگلیوں کو ملایا۔

تخريج: أخرجه الخطيب في "تاريخه" ٨/ ٢٨٤ - ٢٨٥

(١٥٦٥)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ كَانَ لَهُ ثَلاثُ بَنَاتٍ، فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ وَأَطْعَمَهُنَّ وَسَقَاهُنَّ وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَّتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَاباً مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:٢٩٤)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے اور محنت و کوشش کر کے ان کو کھلائے پلائے اور انھیں پہنائے، تو وہ اس کے لیے روزِ قیامت آگ سے آڑ ثابت ہوں گی۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٣٦٦٩، وكذا البخاري في "الأدب المفرد": ٧٦، وأحمد: ٤/ ١٥٤، وأبو يعلى في "مسنده": ١٧٦٤

(۱۵۶۶)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ يُؤْوِيهِنَّ وَيَكْفِيهِنَّ وَيَرْحَمُهُنَّ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ أَلْبَتَّةَ۔)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَعْضِ الْقَوْمِ: وَثِنْتَيْنِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: ((وَثِنْتَيْنِ۔)) (الصحيحة: ۱۰۲۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ ان کی رہائش کا بندوبست کرے، ان کی کفالت کرے اور ان پر رحم و کرم کرے تو اس کے لیے ہرصورت میں جنت واجب ہو جائے گی۔'' کسی آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور دو بیٹیاں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو ہوں بھی۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد" صـ ۱٤ ، وأحمد: ۳/ ۳۰۳ ، وابويعلى: ۲/ ۵۹۱

(۱۵۶۷)۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَاتَّقَى اللّٰهَ وَأَقَامَ عَلَيْهِنَّ ، كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا۔)) وَأَوْمَأَ بِالسَّبَّاحَةِ وَالْوُسْطٰى۔ (الصحيحة:۲۹۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ (ان کے بارے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور ان کی نگہداشت کرتا رہے تو میں اور وہ جنت میں اس طرح (قریب) ہوں گے۔'' پھر آپ ﷺ نے شہادت والی اور درمیان والی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ۳/ ۱۵٦ ، وأبو يعلى فى "مسنده": ۱۷۰/ ۱

(۱۵۶۸)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ يُؤْوِيهِنَّ وَيَرْحَمُهُنَّ وَيَكْفُلُهُنَّ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ اَلْبَتَّةَ۔)) قِيلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَإِنْ كَانَتْ اِثْنَتَيْنِ؟ قَالَ: ((وَإِنْ كَانَتِ اثْنَتَيْنِ۔)) قَالَ: فَرَأٰى بَعْضُ الْقَوْمِ أَنْ لَوْ قَالُوْا لَهُ: وَاحِدَةٌ؟ لَقَالَ: وَاحِدَةٌ۔

(الصحيحة: ۲٦۷۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی رہائش کا بندوبست کرے، ان سے رحمدلی سے پیش آئے اور ان کی کفالت کرے تو اس کے لیے یقیناً جنت واجب ہو جائے گی۔'' کہا گیا: اے اللہ کے رسول! اگر دو بیٹیاں ہوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر چہ دو ہوں تب بھی'' بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اگر آپ سے ایک بیٹی کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرما دیتے: اگر چہ ایک ہو تب بھی۔

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ۳/ ۳۰۳

کتنی مقدار رقم کا مالک سوال نہیں کر سکتا؟

(۱۵۶۹)۔ عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ ، أَنَّهُ قَالَتْ لَهُ أُمُّهُ: أَلَا تَنْطَلِقُ فَتَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمَا

مزنی قبیلے کے ایک آدمی کو اس کی ماں نے کہا: کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں جاتا، تاکہ ان سے کچھ مانگ لائے،

يَسْأَلُهُ النَّاسُ؟ فَانْطَلَقْتُ أَسْأَلُهُ، فَوَجَدْتُهُ قَائِماً يَخْطُبُ، وَهُوَ يَقُوْلُ: ((مَنِ اسْتَعَفَّ أَعَفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنِ اسْتَغْنٰى أَغْنَاهُ اللّٰهُ، وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ عِدْلُ خَمْسِ أَوَاقٍ، فَقَدْ سَأَلَ إِلْحَافاً۔)) فَقُلْتُ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِي: لَنَاقَةٌ لَهُ هِيَ خَيْرٌ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ وَلِغُلَامِهِ نَاقَةٌ أُخْرٰى هِيَ خَيْرٌ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ، فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلْهُ۔ (الصحيحة:٢٣١٤)

جیسا کہ دوسرے لوگ ان سے سوال کرتے رہتے ہیں؟ میں (ان کے کہنے پر) کچھ مانگنے کے لیے چلا گیا، میں نے دیکھا کہ آپ لوگوں سے مخاطب تھے اور فرما رہے تھے: ''جس نے پاکدامنی اختیار کی، اللہ تعالیٰ اسے پاکدامن کر دے گا اور جس نے (لوگوں سے) بے نیاز ہونا چاہا، اللہ اسے بے نیاز کر دے گا۔ (یاد رکھو کہ) جس کے پاس پانچ اوقیے ہوں اور وہ پھر بھی سوال کرے تو اس کا سوال اصراراً ہو گا۔'' میں نے اپنے دل میں ہی کہا: ہماری اونٹنی پانچ اوقیوں سے بہتر ہے اور ایک اونٹنی میرے غلام کی بھی ہے وہ بھی پانچ اوقیوں سے بہتر ہے۔ اس بنا پر میں لوٹ آیا اور آپ ﷺ سے کوئی سوال نہ کیا۔

تخريج: أخرجه أحمد:٤/ ١٣٨، والطحاوى فى "مشكل الآثار": ١/ ٢٠٤

شرح:...... کتنی مقدار رقم کا مالک سوال نہیں کر سکتا؟ اس پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھیں: "الزكاة والسخاء والصدقة والهبة" میں ''کیا اوقیہ کا مالک سوال نہیں کر سکتا؟ کتنی مقدار رقم کا مالک سوال نہیں کر سکتا؟''

یتیم کی کفالت کا اجر وثواب

(١٥٧٠)۔ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ مَرْفُوْعاً: ((مَنْ ضَمَّ يَتِيْماً لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ حَتّٰى يُغْنِيَهُ اللّٰهُ عَنْهُ، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔)) (الصحيحة:٢٨٨٢)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے یا کسی دوسرے آدمی کے یتیم بچے کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اسے غنی کر دیا تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "الأوسط": ٢/ ٢٦/ ١/ ٥٤٧٧

شرح:...... یتیم کی کفالت کرنا باعثِ اجر وثواب ہے، سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((...... (أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا۔) وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا)) (بخاری) ......''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے شہادت والی اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا اور ان میں فاصلہ کیا۔

افتراق کی صورت میں بچوں کا حقدار باپ ہو گا یا ماں ہے؟

(١٥٧١)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت

عَنْ جَدِّهِ (عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو): أَنَّ امْرَأَةً خَاصَمَتْ زَوْجَهَا فِي وَلَدِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَلْمَرْأَةُ أَحَقُّ بِوَلَدِهَا مَالَمْ تَزَوَّجْ۔)) (الصحيحة:٣٦٨)

نے اپنے بچے کے بارے میں اپنے خاوند سے جھگڑا کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عورت اس بچے کی زیادہ حقدار ہے، جب تک (آگے نئی) شادی نہ کر لے۔''

تخريج:أخرجه الدارقطني في "سننه": ٤١٨، وعبد الرزاق في "مصنفه": ٧/ ١٥٣، واحمد: ٢/ ١٨٢، والدارقطني، وابوداود: ٢٢٧٦، والحاكم: ٢/ ٢٠٧

شرح:...... جب میاں بیوی میں جدائی پڑ جائے اور ان کی اولاد بھی ہو تو ماں، جب تک وہ آگے نکاح نہ کرے، ان بچوں کی زیادہ حقدار ہوگی، جب تک سن تمیز تک نہیں پہنچتے۔ جب بچے سن شعور اور سن تمیز کو پہنچیں گے تو انھیں اختیار دیا جائے گا کہ ماں باپ میں سے جس کو چاہیں، اختیار کر لیں۔ اگر اختیار ممکن نہ ہو تو ماں باپ کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حافظ ابن قیم نے (زاد المعاد فی هدی خیر العباد) میں کہا: اس حدیث کا دار و مدار عمرو بن شعیب پر ہے۔ یعنی شادی کی وجہ سے عورت کا پہلے والے بچے کا مستحق نہ رہنا، یہ بات صرف اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ ائمہ اربعہ وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ یہ وضاحت موجود ہے کہ اس حدیث کی سند میں ''عن جدہ'' سے مراد سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں، اس صراحت سے ان لوگوں کا قول باطل ہو جاتا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد شعیب کا والد محمد ہے، اس طرح یہ روایت مرسل قرار پائے گی۔ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ شعیب کا اپنے دادے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے، اس لیے اسے منقطع قرار دینے والوں کا قول بھی باطل ہو جاتا ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری کے علاوہ دوسری تصنیفات میں اس سند سے حجت پکڑی ہے اور اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا اور کہا: امام حمیدی، امام احمد، امام اسحق اور امام علی بن عبد اللہ اس سند والی حدیث سے حجت پکڑتے تھے۔

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جب میاں بیوی میں جدائی ہو جائے اور ان کی اولاد بھی ہو تو اس اولاد کی زیادہ مستحق ان کی ماں ہوگی، جب تک اس میں کوئی ایسا وصف نہ پایا جائے، جس کی وجہ سے اس کے حق کو مؤخر کیا جائے یا پھر بچے میں ایسا وصف ہو کہ جس کی بنا پر اسے یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ ماں باپ میں سے کسی ایک کو پسند کر لے، یہ دو ضوابط اتفاقی اور غیر متنازعہ ہیں، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔

میں (البانی) کہتا ہوں: حافظ ابن قیم نے ''جب تک اس میں کوئی ایسا وصف نہ پایا جائے، جس کی وجہ سے اس کے حق کو مؤخر کیا جائے'' کہہ کر اس بات کی اشارہ کیا ہے کہ اس بیوی کا مسلمان اور دیندار ہونا ضروری ہے، (تا کہ وہ بچے کی یک طرفہ تربیت نہ کرے) کیونکہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ دایہ اس بات کی حریص ہوتی ہے کہ بچہ اس کے منہج اور طرز پر پروان چڑھے، ایسی صورت میں بچے کا بڑا ہو کر اپنی ماں کو منتخب کرنا زیادہ آسان اور ممکن ہو جاتا ہے، کیونکہ اس

وقت اس کی وہ فطرت مسخ ہو چکی ہوتی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اس لیے ایسی صورت میں یہ خطرہ موجود رہے گا کہ عیسائی یا یہودی ماں بچے کو اپنے مذہب کا پیروکار بنا دے گی۔

حافظ ابن قیم نے ''یا پھر بچے میں ایسا وصف ہو کہ جس کی بنا پر اسے یہ اختیار دے دیا جائے'' کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر بچہ سمجھدار ہو تو اسے اختیار دے دیا جائے کہ اپنے باپ یا ماں میں سے کسی ایک کو منتخب کر لے۔ اس شق کا ذکر مذکورہ بالا حدیث میں نہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث میں کیا گیا ہے:

نبی کریم ﷺ نے ایک بچے کو اس کے باپ اور ماں کے درمیان اختیار دیا۔ یہ حدیث صحیح ہے، میں نے (ارواء الغليل: ٢٢٠٤) میں اس کی وضاحت کی ہے۔ جو آدمی اس حدیث سے مستنبط اور مفصل احکام کا مطالعہ کرنا چاہے، وہ علامہ ابن قیم کی کتاب (زاد المعاد) کی طرف رجوع کرے۔ (صحيحه : ٣٦٨)

متعہ حرام ہے

(١٥٧٢)۔ عَنِ الرُّبَيِّعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ نَهَى ﷺ عَنِ الْمُتْعَةِ زَمَانَ الْفَتْحِ مُتْعَةَ النِّسَاءِ وَقَالَ: ((أَلَا إِنَّهَا حَرَامٌ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ١٠١٠)

ربیع بن سبرہ جہنی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (فتح مکہ کے دوران عورتوں سے) نکاحِ متعہ کرنے سے منع کیا اور فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ! یہ آج سے روزِ قیامت تک حرام ہے۔''

تخريج: رواه مسلم: ٤/ ١٣٤، والباغندي في "مسند عمر" صـ ١٢

شرح:...... کسی عورت سے مقررہ مدت تک نکاح کر لینے کو متعہ کہتے ہیں۔ جو ابتدائے اسلام میں جائز تھا، لیکن فتح مکہ کے موقع پر روزِ قیامت تک منسوخ ہو گیا۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث نکاحِ متعہ کی ابدی حرمت پر واضح دلیل ہے، اس لیے کسی کو بعض اکابر اہل علم کے اس فتوے سے دھوکہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہ نکاح ضرورت کے وقت جائز ہے، چہ جائیکہ اسے شادی کی طرح علی الاطلاق جائز سمجھ لیا جائے، جیسا کہ شیعہ لوگوں کا مذہب ہے۔ (صحيحه : ١٠١٠)

(١٥٧٣)۔ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَقَالَ: ((أَلَا إِنَّهَا حَرَامٌ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كَانَ أَعْطٰى شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ۔)) (الصحيحة: ٣٨١)

ربیع بن سبرہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے منع کیا اور فرمایا: ''خبردار! یہ آج سے قیامت کے دن تک حرام ہے اور جو کوئی (اس نکاح کے لیے کسی عورت کو جو کچھ) دے چکا ہے، وہ واپس نہ لے۔''

تخریج: أخرجه مسلم: ٤/ ١٣٢، ١٣٤، وابن حبان: ٤١٣٥، ٤١٣٨، والدارمی: ٢/ ١٤٠، وابن ماجه: ١٩٦٢، والطحاوی: ٢/ ١٤، وابن ابی شیبة فی "المصنف": ٧/ ٤٤/ ١، وابن الجارود: ٦٩٩، والبیهقی: ٧/ ٢٠٣، واحمد: ٣/ ٤٠٤، ٤٠٥

(١٥٧٤)۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ: أَنَّ النَّبِیَّ لَمَّا خَرَجَ نَزَلَ ثَنِیَّةَ الْوَدَاعِ، فَرَاٰی مَصَابِیْحَ، وَسَمِعَ نِسَاءً یَبْکِیْنَ، فَقَالَ: ((مَاهٰذَا؟)) فَقَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! نِسَاءٌ کَانُوْا تَمَتَّعُوْا مِنْهُمْ أَزْوَاجُهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هَدَمَ۔ أَوْ قَالَ: حَرَّمَ۔ الْمُتْعَةَ: النِّکَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالْعِدَّةُ وَالْمِیْرَاثُ۔)) (الصحیحة:٢٤٠٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نکلے تو ثنیۂ وداع میں پڑاؤ ڈالا۔ آپ نے کچھ چراغ دیکھے اور بعض عورتوں کے رونے کی آواز سنی اور پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول یہ عورتیں ہیں جن سے ان کے خاوندوں نے نکاحِ متعہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نکاح، طلاق، عدت اور میراث نے متعہ کو منہدم یا حرام قرار دیا ہے۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان: ١٢٦٧، والداقطنی: ٣٩٨، والبیهقی: ٧/ ٢٠٧

شرح:...... یعنی اللہ تعالیٰ نے نکاح وطلاق اور عدت ومیراث کے احکام کی تکمیل کر کے انسانی ضروریات کے ہر گوشے کو پورا کر کے متعہ کو حرام قرار دیا۔

امہات المؤمنین کو حجۃ الوداع کے بعد گھروں میں رہنے کی تلقین

(١٥٧٥)۔ قَالَ ﷺ: ((هٰذِهٖ ثُمَّ ظُهُوْرُ الْحُصْرِ۔)) قَالَهُ ﷺ لِأَزْوَاجِهٖ فِی حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ وَرَدَ مِنْ حَدِیْثِ أَبِی وَاقِدٍ اللَّیْثِیِّ وَأَبِی هُرَیْرَةَ، وَزَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔ (الصحیحة: ٢٤٠١)

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی بیویوں سے فرمایا: ''یہ حج ہے، پھر (گھروں میں) اپنی چٹائیوں پر (بیٹھ جانا ہے)۔'' یہ حدیث حضرت ابو واقد لیثی، حضرت ابوہریرہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت سودہ بن زمعہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخریج: (١)۔ أما حدیث أبی واقد: فأخرجه أبوداود: ١/ ٢٧٢، وأحمد: ٥/ ٢١٨ و ٢١٩، والطبرانی فی "المعجم الکبیر": ١/ ٢٣٩/ ٢، وابن عساکر فی "التاریخ": ١٦/ ٣٢/ ٢

(٢)۔ وأما حدیث أبی هریرة: أخرجه أحمد: ٢/ ٤٤٦ و ٦/ ٣٢٤، وابن سعد فی "الطبقات": ٨/ ٥٥ و ٢٠٧، ٢٠٨، والبغوی فی "حدیث علی بن الجعد": ١٢/ ١٢٧/ ٢

(٣) و (٤)۔ وأما حدیث زینب وسودة: ففی روایة لأحمد وابن سعد فی حدیث أبی هریرة السابق

(٥)۔ وأما حديث أم سلمة: أخرجه أبو يعلى: ٣١٤/ ٢۔ مصورة المكتب، والطبرانى فى "الكبير"

(٦)۔ وأما حديث ابن عمر: أخرجه الطبرانى فى "الأوسط": ١/ ١١٢/ ١

شرح:...... شارح ابوداود علامہ عظیم آبادی نے کہا: آپ ﷺ امہات المومنین کو یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس حج کی ادائیگی کے بعد اب انہیں گھروں میں ہی رہنا چاہیے، کیونکہ حج صرف ایک دفعہ فرض ہے۔ اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حج صرف ایک دفعہ فرض ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابوداود نے اس حدیث کو ''باب فرض الحج'' میں ذکر کیا۔ اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ امہات المومنین کے لیے حجۃ الوداع کے بعد پھر حج کرنا جائز نہیں ہے۔

لیکن اس استدلال کے دو جوابات دیے گئے ہیں:

(۱) یہ صرف ایک احتمال ہے، کوئی واضح اور صریح معنی نہیں ہے کہ دوسری نصوص سے ثابت ہونے والے یقینی جواز کو ترک کر دیا جائے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے ساتھ جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے لیے سب سے بہترین اور خوبصورت جہاد حج مبرور ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس میں یہ حدیث سننے کے بعد حج ادا کرنا نہیں چھوڑوں گی۔ ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ عائشہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، لیکن اس میں لڑنا نہیں ہے، اور وہ ہے حج اور عمرہ۔''

ان احادیث میں آپ ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ جہاد جس طرح مردوں پر فرض ہے، اس طرح عورتوں پر فرض نہیں ہے، یہ معنی نہیں کہ جہاد کے لیے ان کا نکلنا ہی حرام ہے، کیونکہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عورتیں زخمیوں کا علاج کرنے کے لیے نکلتی تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کی ترغیب پر مشتمل ان احادیث سے یہ سمجھیں کہ وہ بار بار حج کر سکتی ہیں۔ اس لیے ان دلائل کی روشنی میں ((هٰذِهِ ثُمَّ ظُهُوْرُ الْحُصَر۔)) اور ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (سورۂ احزاب: ۳۳) کے عموم کو خاص کیا جائے گا۔

شروع شروع میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی توقف اختیار کیا (اور امہات المومنین کو حج کرنے سے منع کر رکھا تھا)، پھر ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل کے قوی ہونے کا احساس ہوا اور انھوں نے اپنے دور خلافت کے آخر میں امہات المومنین کو حج کرنے کی اجازت دی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد میں ان کو حج کرایا تھا۔

امام بیہقی نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا ابوواقد کی حدیث ((هٰذِهِ ثُمَّ ظُهُوْرُ الْحُصُرِ۔)) سے آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی صرف ایک دفعہ حج ادا کرنا فرض ہے، آپ ﷺ اپنی بیویوں کو آئندہ حج ادا کرنے سے منع نہیں کر رہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کو واجبی طور پر گھروں میں ٹھہرنے کا حکم نہیں دے رہے، یہی بات فتح الباری میں ہے۔

(۲) سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نہی سے مراد یہ ہے کہ امہات المومنین آئندہ حج ترک کر سکتی ہیں، یہ معنی نہیں کہ وہ حجۃ الوداع کے بعد حج ہی ادا نہیں کر سکتیں، کیونکہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حج ادا کیا تھا، ...... (عون المعبود: ۱/ ۸۵۲) رحم اللہ شارح الحدیث النبوی رحمۃ واسعۃ۔

عقیقہ کرنا اور اس کا خون نومولود کو نہ لگانا

(۱۵۷٦)۔ عَنْ عَبْدِالْمُزَنِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿يُعَقُّ عَنِ الْغُلَامِ وَلَا يُمَسُّ رَأْسُهُ بِدَمٍ۔﴾ (الصحيحة:۲٤٥۲)

حضرت عبد مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بچے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے گا اور اس کے سر پر خون نہیں لگایا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه:۲/ ۲۸۱، والطبراني في "الأوسط":۱/ ۳۳/ ۲، وابن منده في "المعرفة": ۲/ ۳۵/ ۱

شرح:...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دورِ جاہلیت میں جب لوگ عقیقہ کرتے تھے تو روئی کا ٹکڑا جانور کے خون میں لت پت کر کے اسے بچے کے بال مونڈنے کے بعد اس کے سر پر لگاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ((اِجْعَلُوْا مَكَانَ الدَّمِ خَلُوْقًا.)) (صحیحہ: ٤٦۳) ......''خون کی بجائے (سر پر) خلوق خوشبو لگایا کرو۔''

اس حدیث میں جاہلیت کی مذکورہ رسم سے منع کیا گیا ہے۔

شفقت کا اظہار کرتے ہوئے نام کی تصغیر کے ساتھ بلانا

(۱۵۷۷)۔ عَنْ أَنَسٍ: كَانَ ﷺ يُلَاعِبُ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((يَا زُوَيْنِبُ! يَازُوَيْنِبُ!)) مِرَارًا۔ (الصحيحة: ۲۱٤۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلتے تھے اور کئی دفعہ (پیار کرتے ہوئے) فرمائے: ''زُوَیْنِب! زُوَیْنِب!''

تخريج: رواه الضياء في "المختارة":٤٥/ ۲

شرح:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں اور بچیوں کے ساتھ خوش طبعی کرتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شفقت کرتے ہوئے ناموں میں معمولی تبدیلی کرنا جائز ہے، جیسے اس حدیث میں ''زینب'' کو ''زوینب'' کہا گیا اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ کو ''عائش'' کہا کرتے تھے۔

یہ زینب، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ سے شادی کی تو، اس وقت یہ اپنی ماں کا دودھ پیتی تھی۔ (الاصابہ: ۷/ ۱۲۹)

❀❀❀❀

اَلطِّبُّ وَالْعِيَادَةُ

علاج کرنا اور تیمارداری کرنا

بیماری کی وجہ سے منقطع ہونے والے اعمال کا اجر وثواب ملتا رہتا ہے

(۱۵۷۸)۔ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى اَبِي حُصَيْنٍ نَعُوْدُهُ، وَمَعَنَا عَاصِمٌ قَالَ: قَالَ اَبُوْ حُصَيْنٍ لِعَاصِمٍ: تَذْكُرُ حَدِيْثًا حَدَّثَنَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ مُخَيْمَرَةَ؟ قَالَ: قَالَ: نَعَمْ، اَنَّهُ حَدَّثَنَا يَوْمًا عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا اشْتَكَى الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ: اُكْتُبُوْا لَهُ اَفْضَلَ مَا كَانَ يَعْمَلُ إِذَا كَانَ طَلْقًا، حَتّٰى اُطْلِقَهُ۔)) (الصحيحة: ۱۲۳۲)

ابوبکر بن عیاش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ابوحصین کے پاس ان کی تیمارداری کرنے کے لیے گئے، عاصم بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ ابوحصین نے عاصم سے کہا: کوئی حدیث یاد ہے، جو ہمیں قاسم بن مخیمرہ نے بیان کی ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مسلمان آدمی بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اعمال لکھنے والے فرشتوں سے کہتے ہیں: یہ بندہ اپنی صحت مندی میں جو بہترین اعمال کرتا تھا، ان کے مطابق (اس کا اجر و ثواب) لکھتے جاؤ، یہاں تک میں اسے شفا عطا کر دوں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ۲۰۵، وأبونعيم في "الحلية" ۸/ ۳۰۹

شرح: ......علاج کرنے اور تیمارداری کرنے سے جہاں مختلف قسم کی آزمائشوں اور بیماریوں سے بندوں کو صبر آزما ساعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہاں ان کو اجر وثواب ملتا ہے، گناہوں کے اثرات زائل ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ جب بندہ بیماری کی وجہ سے وہ نفلی عبادات برقرار نہیں رکھ سکتا، جو وہ صحت و تندرستی کے زمانے میں سرانجام دیتا تھا، تو اللہ تعالیٰ اس کی زائد عبادات کے اجر وثواب میں کمی نہیں آنے دیتا، بلکہ اس کی نیت اور ارادے کو دیکھ کر اس کے نامۂ اعمال میں اس کے عبادت والے سلسلے کا اندراج ہوتا رہتا ہے، حالانکہ وہ عملی طور

پر عمل کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔

بیماری گناہوں کا کفارہ ہے

(۱۵۷۹)۔ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اشْتَكَى الْمُؤْمِنُ أَخْلَصَهُ اللّٰهُ كَمَا يُخَلِّصُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔)) (الصحيحة:۱۲۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے (گناہوں سے) یوں صاف کر دیتا ہے، جیسے دھونکنی لوہے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد" ٤٩٧، وابن أبي الدنيا في "المرض و الكفارات" ق ١٩٠/ ١، وابن حبان: ٦٩٥، والطبراني في "الاوسط": ١/ ٦٧/ ١

شرح:...... بیماری ایک غیر اختیاری چیز ہے، بندہ بغیر کسی ذاتی دخل کے اس میں مبتلا ہو جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ سیدنا ابوسعید اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو جو بھی تکان، بیماری، فکر، غم اور تکلیف پہنچتی ہے، حتی کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۱۵۸۰)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: ((مَالَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَاأُمَّ الْمُسَيَّبِ تَزَفْزَقِيْنَ؟)) قَالَتِ: الْحُمّٰى لَابَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا! فَقَالَ: ((لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔)) (الصحيحة: ١٢١٥)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام سائب یا ام مسیّب کے پاس گئے اور فرمایا: ''تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو کانپ رہی ہے۔'' اس نے کہا: بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بخار کو گالی نہ دیا کر، کیونکہ یہ بنو آدم کے گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے، جیسے دھونکنی لوہے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ١٦، والبخاري في "الأدب المفرد" ٥١٦، وابن سعد في "الطبقات" ٨/ ٣٠٨

شرح:...... بیماریوں اور آزمائشوں کی وجہ سے تکلیف ضرور ہوتی ہے، لیکن یہ چیز تسلی بخش ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تکالیف کی وجہ سے خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بخار محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، لہٰذا شکوہ شکایت کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے پر راضی ہونا چاہیے۔

(۱۵۸۱)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''مسلمان کو جو بھی بیماری، تکان، تکلیف اور غم

يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَصَبٍ ، وَلَا نَصَبٍ ، وَلَا سَقَمٍ ، وَلَا حَزَنٍ حَتَّى الْهَمِّ يُهِمُّهُ ، إِلَّا كُفِّرَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ۔))

(الصحيحة:۲۵۰۳)

پہنچتا ہے، حتی کہ وہ فکر، جس کے لیے وہ فکرمند ہوتا ہے، اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه مسلم ۸/ ۱٦ ، والترمذی:۱/ ۱۸۱ ، وابن أبی الدنیا فی "الکفارت": ٦۹/ ۱ و ۷٦/ ۱ ، وأحمد: ۳/ ٤ و ۲٤ و ٦۱ و ۸۱

بیماری کو برا بھلا نہ کہا جائے

(۱۵۸۲)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ السَّائِبِ اَوْ أُمِّ الْمُسَيِّبِ فَقَالَ: ((مَالَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ اَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيِّبِ تُزَفْزِفِيْنَ؟)) قَالَتِ: الْحُمّٰى لَابَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا! فَقَالَ: ((لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔))

(الصحيحة: ۱۲۱۵)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام سائب یا ام مسیب کے پاس گئے اور فرمایا: ''تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو کانپ رہی ہے۔'' اس نے کہا: بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بخار کو گالی نہ دیا کر، کیونکہ یہ بنو آدم کے گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے، جیسے دھونکنی لوہے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم: ۸/ ۱٦ ، والبخاري في "الأدب المفرد" ۵۱٦ ، وابن سعد في "الطبقات" ۸/ ۳۰۸

شرح:...... جن امور کی نسبت محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے، ان کو برا بھلا کہنے یا ان پر رضامندی کا اظہار نہ کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہیں ہیں۔ دیکھیں اگر کوئی آدمی اپنا کوئی عضو کاٹ کر اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے تو اسے ملامت کیا جائے گا اور اس کی وجہ سے اس کو موت واقع ہو جاتی ہے تو وہ خودکشی کے زمرے میں آئے گی، لیکن اگر کسی حادثے وغیرہ میں آدمی کے قصد کے بغیر اس کا کوئی عضو کٹ جاتا ہے، تو اسے ملامت نہیں کیا جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر رضامندی کا اظہار کیا جائے گا۔

تیمارداری کرنے والا مریض کو کون سی دعا دے؟

(۱۵۸۳)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ مَرِيْضًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُلَكَ عَدُوًّا ، اَوْ يَمْشِي لَكَ اِلٰى صَلَاةٍ ،

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی مریض کی تیمارداری کے لیے آئے تو ان الفاظ میں دعا کرے: اے اللہ! اپنے بندے کو شفا دے، تاکہ تیرے دشمن کا مقابلہ کرے یا تیری خوشنودی کی

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِلَی جَنَازَةٍ۔)) (الصحيحة:١٣٠٤)

خاطر نماز کے لیے جائے (ایک روایت میں ہے کہ نماز جنازہ کی طرف جائے)۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢/ ١٦٦، وابن السني: ٥٤١، والحاكم: ١/ ٣٤٤، ٥٤٩، وأحمد: ٢/ ١٧٢

شرح:...... معلوم ہوا کہ عیادت کے وقت مریض کے حق میں یہ دعا پڑھنی چاہئے:

اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا، اَوْ يَمْشِي لَكَ اِلَی صَلَاةٍ۔

بخار کے علاج کے لیے نہانا

(١٥٨٤)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اِذَا حَمَّ اَحَدُكُمْ فَلْيَسُنَّ عَلَيْهِ الْمَاءَ الْبَارِدَ ثَلَاثَ لَيَالٍ مِنَ السَّحَرِ۔)) (الصحيحة:١٣١٠)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی کو بخار ہو جائے تو تین رات سحری کے وقت اپنے جسم پر ٹھنڈا پانی بہائے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٢٠٠ و ٤٠١، والضياء في "الأحاديث المختارة" ق ١٠٦/ ١ عن عبيد الله بن محمد بن عائشة، و أبو يعلي في "مسنده" ٣/ ٩٥٣، والنسائي في "السنن الكبرى"

شرح:...... نبی کریم ﷺ کھجور کے ساتھ تربوز کھاتے اور فرماتے کہ ہم کھجور کی حرارت کے اثر کو تربوز کی برودت (ٹھنڈک) کے ذریعے اور تربوز کی برودت کے اثر کو کھجور کی حرارت کے ذریعے ختم کرتے ہیں۔ (صحیحہ:۵۷)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((هريقوا علی من سبع قرب۔)) (بخاری) ...... ''مجھ پر پانی کے ساتھ مشکیزے بہاؤ۔''

یاد رہنا چاہیے کہ بخار کی بعض قسموں میں یہ علاج کیا جاتا ہے۔

دم بھی ایک علاج ہے

کون سا دم درست ہے؟ اس بارے سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم جاہلیت میں دم کرتے تھے، ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِعْرِضُوْا عَلَیَّ رُقَاكُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقٰی مَالَمْ تَكُنْ شِرْكًا.)) ...... ''اپنے دم مجھ پر پیش کرو، اس قسم کا دم کرنے میں کوئی حرج نہیں، جس میں شرک نہ ہو۔'' (مسلم: ٢٢٠٠) اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو کلام اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر مشتمل ہو یا وہ قرآن مجید سے ہو، اس سے دم کرنا درست ہے، ضروری نہیں کہ وہ ذکر نبی کریم ﷺ سے منقول ہو، اس ضمن میں یہ شرط ضروری ہے کہ اس میں شرکیہ کلمات نہ پائے جاتے ہوں، وگرنہ وہ شرک کے زمرے میں آ جائے گا۔

(١٥٨٥)۔ عَنْ عَائِشَةَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَامْرَاَةٌ تُعَالِجُهَا اَوْ تَرْقِيهَا،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور ایک عورت میرا علاج کر رہی تھی یا دم کر

فَقَالَ: ((عَالِجِيْهَا بِكِتَابِ اللّٰهِ۔)) (الصحيحة:۱۹۳۱)

رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی کتاب کے ساتھ اس کا علاج کرو۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ۱٤۱۹

شرح:...... اللہ تعالیٰ کا کلام جسمانی اور روحانی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ عہد نبوی میں قرآن مجید کو بطورِ علاج دم کی شکل میں استعمال کیا گیا۔ ہمیں بھی چاہئے کہ جب ہم قرآن مجید سے علاج کریں تو نبوی طریقہ پر اکتفا کریں۔

اچھی فال لینا

(۱۵۸٦)۔ عَنْ حَيَّةَ بْنِ حَابِسٍ التَّيْمِيِّ حَدَّثَنِي أَبِي مَرْفُوْعاً: ((لَا شَيْءَ فِي الْهَامِ وَالْعَيْنُ حَقٌّ، وَأَصْدَقُ الطَّيْرِ الْفَالُ۔)) (الصحيحة:۲۹٤۹)

حیہ بن حابس تیمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الو میں کوئی نحوست نہیں ہے، نظر لگ جانا برحق ہے اور سب سے اچھا شگون نیک فال ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ۹۱٤، و"التاريخ": ۲/ ۱/ ۱۰۷۔۱۰۸، والترمذي: ۲/ ٦، وأحمد: ٤/ ٦۷، ٥/ ۷۰، ۳۷۹، وابن سعد: ۷/ ٦٦، وأبو يعلى في "مسنده": ٥۸۲، وفي "المفاريد": ۲/ ۱۳/ ۲، والطبراني: ۱/ ۱۷٥/ ۲

شرح:...... دورِ جاہلیت میں الّو کو ناکامی و نامرادی اور بدقسمتی و بدنصیبی کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ شریعتِ اسلامیہ نے وضاحت کی کہ مضرت و مفسدت کے سلسلے میں کوئی چیز بھی متاثر بالذات نہیں ہے۔

(۱۵۸۷)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: سُئِلَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: الطِّيَرَةُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْمَسْكَنِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ؟ قَالَ: إِذًا أَقُوْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ؟! وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَصْدَقُ الطِّيَرَةِ الْفَالُ، وَالْعَيْنُ حَقٌّ۔)) (الصحيحة:۲۵۷٦)

محمد بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: فال تو تین چیزوں: گھر، گھوڑے اور بیوی میں ہوتی ہے؟ انھوں نے کہا: (اگر میں ہاں میں جواب دوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کی جو آپ نے نہیں فرمائی۔ البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا تھا: ''سب سے بہترین شگون اچھی فال ہے اور نظر لگ جانا حق ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ۲۸۹، والحديث فى الصحيحين و احمد: ۲/ ۲٦٦ ايضا بلفظ: ((لا طيرة، وخيرها الفأل۔)) قيل: يا رسول الله! وما الفأل؟ قال: ((الكلمة الصالحة يسمعها احدكم۔))

شرح:...... دور جاہلیت میں بعض چیزوں سے برا شگون لیا جاتا تھا، مثلا جب کوئی آدمی صبح کو سفر کے لیے نکلتا اور

اس کے سامنے سے الّو گزر جاتا تو وہ اس نیت سے سفر کا ارادہ ترک کر دیتا کہ یہ سفر منحوس ہوگا، آج کل اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ دوکاندار علی الصبح پہلے گاہک کو برے یا اچھے شگون کی علامت سمجھتے ہیں اور کوئی ادھار لینے والے یا زیادہ بحث کرنے والا آ جائے تو دوکاندار سمجھتا ہے کہ آج کا دن کاروباری لحاظ سے اچھا نہیں رہے گا۔

شریعت نے بدشگونی کی اس توہم پرستی کو یکسر ردّ کر دیا، کوئی ایسی چیز مؤثر بالذات نہیں ہے، نفع ونقصان اور خیر وشرّ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ آدمی اچھی فال لے سکتا ہے، مثلا آپ صبح کو کسی مقصد کے لیے نکلے، راستے میں چند نیک لوگوں سے ملاقات ہوئی، آپ نے اپنی روانگی کا مقصد بیان کیا، انھوں نے آپ کو خوب حوصلہ دیا اور برکت کی دعا دی۔ اس سے اپنے مقصد کے اچھا ہونے کا اندازہ لگانا درست ہے۔ پھر بھی نتائج کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے گا۔

نظر لگنا حق ہے

(١٥٨٨)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: انْطَلَقَ عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَسَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ يُرِيْدَانِ الْغُسْلَ قَالَ: فَانْطَلَقَا يَلْتَمِسَانِ الْخَمْرَ، قَالَ: فَوَضَعَ عَامِرٌ (كَذَا فِي "الْمُسْنَدِ" وَفِي "الْمُسْتَدْرَكِ": ((سَهْلٌ)) وَهُوَ الصَّوَابُ) جُبَّةً كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْ صُوْفٍ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ، فَأَصَبْتُهُ بِعَيْنِي، فَنَزَلَ الْمَاءَ يَغْتَسِلُ، قَالَ: فَسَمِعْتُ لَهُ فِي الْمَاءِ قَرْقَعَةً، فَأَتَيْتُهُ فَنَادَيْتُهُ ثَلَاثاً فَلَمْ يُجِبْنِي، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَجَاءَ يَمْشِي فَخَاضَ الْمَاءَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، قَالَ: فَضَرَبَ صَدْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا۔)) قَالَ: فَقَامَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِنْ أَخِيْهِ وَمِنْ نَفْسِهِ وَمِنْ مَالِهِ مَا يُعْجِبُهُ فَلْيُبَرِّكْهُ، فَإِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ۔)) (الصحيحة:٢٥٧٢)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ اور سہل بن حنیف دونوں غسل کرنے کے ارادے سے نکلے وہ کوئی اوٹ تلاش کر رہے تھے۔ عامر (اور مستدرک کی روایت، جو کہ زیادہ درست ہے، کے مطابق سہل) نے اون کا جبہ اتارا، جب میں نے اسے دیکھا تو اسے میری نظر بد لگ گئی، وہ پانی میں اتر کر نہانے لگ گیا، میں نے پانی میں اس کے بڑبڑانے کی آواز سنی۔ میں اس کے پاس آیا، اسے تین دفعہ آواز دی، لیکن اس نے جواب نہ دیا۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور ساری بات بتائی۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور پانی میں داخل ہو گئے، گویا کہ میں اب بھی آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے اس کے سینے پر تین دفعہ ہاتھ مارا اور پھر یہ دعا دی: ''اے اللہ! اس کی گرمی وسردی اور بیماری ولاغری دور کر دے۔'' پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''جب کسی کو اپنے بھائی کا وجود یا کوئی مال پسند آئے تو اس کے لیے برکت کی دعا کرے، کیونکہ نظر لگ جانا حق ہے۔''

تخریج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٢١٥، وأحمد: ٣/ ٤٤٧

شرح:...... معلوم ہوا کہ نظر لگ جانا حق ہے، اپنے کسی بھائی کو اپنی نظرِ بد سے بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ جب اس کی کوئی چیز پسند آئے تو فوراً اس کے لیے برکت کی دعا کی جائے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے متاثرہ آدمی کے سینے پر تین دفعہ ہاتھ مارا اور دعا پڑھی۔ لیکن نظرِ بد کا علاج یہ بھی ہے کہ جس کی نظر لگی ہے اس سے غسل کروا کر پانی ایک برتن میں جمع کیا جائے، پھر وہی پانی نظر زدہ شخص کے سر اور کمر پر ڈال دیا جائے اور ایک روایت میں یہ حکم بھی موجود ہے کہ جب تم سے غسل کرنا طلب کیا جائے تو تم غسل کرو۔ (مسلم)

(١٥٨٩)۔ عَنْ حَيَّةَ بْنِ حَابِسِ التَّمِيْمِيِّ: حَدَّثَنِي أَبِي مَرْفُوْعاً: ((لَا شَيْءَ فِي الْهَامِ وَالْعَيْنُ حَقٌّ، وَأَصْدَقُ الطَّيْرِ الْفَالُ۔)) (الصحيحة: ٢٩٤٩)

حیہ بن حابس تیمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”الو میں کوئی نحوست نہیں ہے، نظر لگ جانا برحق ہے اور سب سے اچھا شگون نیک فال ہے۔“

تخریج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ٩١٤، و"التاريخ": ٢/ ١/ ١٠٧۔١٠٨، والترمذي: ٢/ ٦، وأحمد: ٤/ ٦٧، ٥/ ٧٠، ٣٧٩، وابن سعد: ٧/ ٦٦، وأبو يعلى في "مسنده": ٥٨٢، وفي "المفاريد": ٢/ ١٣/ ٢، والطبراني: ١/ ١٧٥/ ٢

(١٥٩٠)۔ قَالَ ﷺ: ((اَلْعَيْنُ تُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ، وَالْجَمَلَ الْقِدْرَ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ، وَأَبِي ذَرٍّ۔ (الصحيحة: ١٢٤٩)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نظرِ بد آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں داخل کر دیتی ہے۔“ یہ حدیث حضرت جابر اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔

تخریج: أخرجه أبونعيم في "الحلية" ٧/ ٩٠، وأبوبكر الشيرازي في "سبعة مجالس من الأمالي" ٨/ ٢، والخطيب في "تاريخه" ٩/ ٢٤٤

شرح:...... نظر بد لگنا برحق ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نظرِ بد سے بڑا سے بڑا نقصان ہو سکتا ہے، آدمی مر سکتا ہے اور اونٹ ذبح کے مرحلے تک پہنچ سکتا ہے۔

(١٥٩١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((اَلْعَيْنُ حَقٌّ۔)) (الصحيحة: ١٢٤٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نظر لگ جانا حق ہے۔“

تخریج: أخرجه البخاري: ١٠/ ١٦٦، ومسلم: ٧/ ١٣، وأبوداود: ٢/ ١٥٣، وأحمد: ٢/ ٣١٨

(١٥٩٢)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ مَرْفُوْعاً: ((إِنَّ الْعَيْنَ لَتُوْلِعُ بِالرَّجُلِ بِإِذْنِ اللّٰهِ حَتّٰى

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک نظرِ بد آدمی کو اللہ کے حکم سے دیوانہ کر دیتی ہے،

يَصْعَدَ حَالِقاً ثُمَّ يَتَرَدّٰى مِنْهُ۔)) (الصحيحة:۸۸۹)

حتی کہ (بسا اوقات ایسے ہوتا ہے کہ) وہ اونچی جگہ پر چڑھتا ہے اور پھر وہاں سے گر پڑتا ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۵/ ۱۴۶

(۱۵۹۳)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعاً: ((اَلْعَيْنُ حَقٌّ، تَسْتَنْزِلُ الْحَالِقَ۔)) (الصحيحة:۱۲۵۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نظر لگ جانا حق ہے، جو بلند و بالا جگہ (پر موجود آدمی کو) نیچے گرا دیتی ہے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ۴/ ۲۱۵، وأحمد:۱/ ۲۷۴ و ۲۹۴، والطبراني في "الكبير" ۳/ ۱۷۸/ ۲

(۱۵۹۴)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعاً: ((اَلْعَيْنُ حَقٌّ، وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ، سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ، وَاِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا۔)) (الصحيحة:۱۲۵۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے سکتی ہوتی تو وہ نظر ہوتی، جب تم سے (نظر کے علاج کے لیے) غسل کرنے کے مطالبہ کیا جائے تو تم غسل کر دیا کرو۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ۷/ ۱۳ و ۱۴

شرح:...... یہ بھی نظرِ بد کا علاج ہے کہ جس آدمی کی نظر لگی ہوئی ہو اور وہ غسل کرے تو اس کا پانی ایک برتن میں جمع کر کے نظر زدہ آدمی کے سر اور کمر پر ڈالا جائے۔

(۱۵۹۵)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: سُئِلَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: اَلطِّيَرَةُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْمَسْكَنِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ؟ قَالَ: اِذًا اَقُوْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ؟! وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَصْدَقُ الطِّيَرَةِ الْفَالُ، وَالْعَيْنُ حَقٌّ۔)) (الصحيحة:۲۵۷۶)

محمد بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: فال تین چیزوں: گھر، گھوڑے اور بیوی میں ہوتی ہے؟ انھوں نے کہا: (اگر میں ہاں میں جواب دوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کی جو آپ نے نہیں فرمائی۔ البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا تھا: ''سب سے بہترین شگون اچھی فال ہے اور نظر لگ جانا بھی حق ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ۲۸۹، والحديث فى الصحيحين و احمد: ۲/ ۲۶۶ ايضا بلفظ ((لا طيرة، وخيرها الفأل.)) قيل: يا رسول الله! وما الفأل؟ قال: ((الكلمة الصالحة يسمعها احدكم.))

نظر بد کا علاج

(۱۵۹۶)۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

رَأٰی فِـي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ، فَقَالَ: ((اِسْتَرْقُوْا لَهَا، فَاِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ۔))

(الصحيحة:١٢٤٧)

ایک بچی دیکھی، جس کا چہرہ سرخی مائل سیاہ تھا اور فرمایا: ''اسے دم کرواؤ، اس کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ١٠/ ١٦٥ واللفظ له، ومسلم: ٧/ ١٨

(١٥٩٧)۔ عَـنْ عَـائِشَةَ، قَـالَـتْ: دَخَلَ الـنَّبِيُّ ﷺ فَسَـمِـعَ صَـوْتَ صَبِيٍّ يَبْكِي، فَـقَـالَ: ((مَـالِـصَبِيِّـكُـمْ هٰذَا يَبْكِي؟ فَهَلاَّ اسْتَرْقَيْتُمْ لَهُ مِنَ الْعَيْنِ؟))

(الصحيحة:١٠٤٨)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ داخل ہوئے اور بچے کے رونے کی آواز سنی اور پوچھا: ''اس بچے کو کیا ہوا، یہ کیوں رو رہا ہے؟ تم نے اسے نظر کا دم کیوں نہیں کروایا؟''

تخريج: أخرج أحمد: ٦/ ٧٢

(١٥٩٨)۔ عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُهَا اَنْ تَسْتَرْقِيَ مِنَ الْعَيْنِ۔

(الصحيحة:٢٥٢١)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے نظر سے دم کروانے کا حکم دیتے تھے۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٧، وأحمد: ٦/ ٦٣

(١٥٩٩)۔ عَـنْ عَـائِشَةَ، قَـالَـتْ: كَانَ ﷺ يَـأْمُـرُ الْـعَـائِـنَ فَيَتَـوَضَّأُ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ الْمَعِيْنُ۔ (الصحيحة: ٢٥٢٢)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نظرِ بد لگانے والے کو وضو کرنے کا حکم دیتے اور اس پانی سے اس آدمی کو غسل کرنے حکم دیتے جسے نظرِ بد لگی ہوتی۔

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢/ ١٥٣، وعنه البيهقي: ٩/ ٣٥١

(١٦٠٠)۔ عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ مَـرْفُوْعـاً: ((اَلْـعَيْـنُ حَـقٌّ، وَلَـوْ كَـانَ شَيْءٌ سَـابَقَ الْـقَـدَرَ، سَبَـقَتْـهُ الْعَيْنُ، وَاِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا۔)) (الصحيحة:١٢٥١)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے سکتی ہوتی تو وہ نظر ہوتی، جب تم سے (نظر کے علاج کے لیے) غسل کرنے کے مطالبہ کیا جائے تو تم غسل کر دیا کرو۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٣ و ١٤

شــرح:...... ان احادیث میں نظر بد کے تین علاج بیان کیے گئے ہیں: (۱) دم کرنا، (۲) نظر زدہ آدمی کا نظر لگانے والے آدمی کے وضو کے پانی سے غسل کرنا اور (۳) نظر لگانے والا آدمی غسل کرے، اس کا پانی ایک برتن میں جمع کر کے نظر زدہ آدمی کے سر اور کمر پر ڈالا جائے۔

طاعون بیماری اور اس کے احکام

(١٦٠١)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُوْنِ فِي أَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا فِرَارًا مِنْهُ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّ هٰذَا الْوَجَعَ أَوِالسَّقْمَ رِجْزٌ عُذِّبَ بِهِ بَعْضُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ، أَوْطَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ، ثُمَّ بَقِيَ بَعْدُ بِالْأَرْضِ، فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ، وَيَأْتِي الْأُخْرٰى، فَمَنْ سَمِعَ بِهِ فِي أَرْضٍ فَلَا يَقْدُمَنَّ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَقَعَ بِأَرْضٍ وَهُوَ بِهَا، فَلَا يُخْرِجَنَّهُ الْفِرَارُ مِنْهُ۔))جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوفٍ، وَغَيْرِهِمْ))

(الصحيحة:٢٩٣١)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمھیں پتہ چلے کہ فلاں علاقے میں طاعون کی بیماری پھیل گئی ہے، تو اس کی طرف مت جاؤ اور نہ فرار اختیار کرتے ہوئے اس سے نکلو۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اس تکلیف یا بیماری کے ذریعے سابقہ امتوں یا بنو اسرائیل کے ایک گروہ کو عذاب دیا گیا، پھر یہ کسی نہ کسی طرح زمین میں باقی رہی، کبھی ختم ہو جاتی تھی اور کبھی آ جاتی تھی۔ اب جس آدمی کو اس کے بارے میں پتہ چلے کہ فلاں علاقے میں یہ بیماری آ گئی ہے تو وہ وہاں نہ آئے اور جو اُس علاقے میں (پہلے سے موجود) ہو، وہ وہاں سے فرار ہوتے ہوئے نہ نکلے۔'' یہ حدیث حضرت اسامہ بن زید، حضرت سعد بن ابو وقاص اور حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہے۔

تخريج: جاء من حديث أسامة بن زيد ، وسعد بن أبي وقاص ، وعبد الرحمن بن عوف ، وغيرهم ،

١۔ أما حديث أسامة؛ فأخرجه البخاري :٢٨٥٧ ، ٦٩٧٤ ، ومسلم :٧/ ٢٦۔ ٣٠ وغيرهما

٢۔ وأما حديث سعد بن أبي وقاص؛ أخرجه أحمد : ١/ ١٧٣ ، ١٧٥ ، ١٨٠ ، ١٨٦ ، و الطبراني : ١/ ١٠٩ /٣٣٠

٣۔ وأما حديث عبد الرحمن بن عوف؛ أخرجه مالك في"الموطأ" :٣/ ٨٩ ، وعنه وعن غيره البخاري مطولاً ومختصرا:٢٧٢٩ ، ٧٣٠ ، ٦٩٧٣ ، ومسلم :٧/ ٢٩۔ ٣٠ ، والنسائي:٧٥٢١۔ ٧٥٢٣ ، وعبد الرزاق:٢٠١٥٩ ، وأحمد: ١/ ١٩٣

شرح:...... طاعون ایک وبائی بیماری ہے جس میں جلد میں پھوڑے کی طرح خطرناک ورم ہو جاتا ہے، اس سے انسان مر جاتا ہے۔

طاعون جس علاقے میں پھیل جائے، اس علاقے سے فرار اختیار کرنے سے اور دوسرے علاقوں کے لوگوں کو اس علاقے میں گھسنے سے منع کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کی امت کا جو فرد اس بیماری میں مبتلا ہو کر مرے گا۔ وہ شہید ہو گا۔

(۱۶۰۲)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا: ((الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِأُمَّتِي، وَخزُ اَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ، غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْإِبِلِ، تَخْرُجُ بِالْآبَاطِ وَالْمَرَاقِّ، مَنْ مَاتَ فِيْهِ مَاتَ شَهِيْدًا، وَمَنْ اَقَامَ فِيْهِ كَانَ كَالْمُرَابِطِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَنْ فَرَّمِنْهُ كَانَ كَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ۔)) (الصحيحة: ۱۹۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون میری امت کے لیے شہادت ہے اور جنوں میں سے تمھارے دشمنوں کے لیے ندامت و پشیمانی ہے۔ اس کا زخم اونٹ کی غدود کی طرح ہوتا ہے، جو بغل اور پیٹ کے نرم حصہ پر نکلتا ہے۔ جو اس بیماری کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہوتا ہے اور جو (اسی علاقے میں) ڈٹا رہا، وہ اللہ کے راستے میں سرحد پر مقیم رہنے والے کی طرح ہوتا ہے اور جس نے فرار اختیار کیا وہ جنگ سے بھاگ جانے والے کی طرح ہوتا ہے۔''

۱۹۲۸: تخريج: أخرجه الطبراني في "الأوسط": رقم۔ ۵۶۶۱، وأبوبكر بن خلاد في "الفوائد": ق ۱/۳۶، وابو يعلى فى "مسنده": ۳/ ۱۱۴۶

(۱۶۰۳)۔ عَنْ عُمْرَةَ بِنْتِ قَيْسٍ الْعَدَوِيَّةِ، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَالْتُهَا عَنِ الْفِرَارِ مِنَ الطَّاعُوْنِ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْفِرَارُ مِنَ الطَّاعُوْنِ كَالْفِرَارِ مِنَ الزَّحْفِ۔)) (الصحيحة: ۱۲۹۲)

عمرہ بنت قیس عدویہ کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور طاعون سے فرار اختیار کرنے کے بارے میں سوال کیا؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون سے فرار اختیار کرنا جنگ سے بھاگ جانے کے مترادف ہے۔''

:تخريج: رواه ابن سعد: ۸/ ۴۹۰، وأخرجه احمد: ۶/ ۸۲، ۲۵۵ بلفظ: ((..... المقيم فيها كالشهيد، والفار ..... ۔))

سینگی لگوانا

(۱۶۰۴)۔ عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا هَاجَ بِاَحَدِكُمُ الدَّمُ فَلْيَحْتَجِمْ، فَإِنَّ الدَّمَ إِذَا تَبَيَّغَ بِصَاحِبِهِ يَقْتُلُهُ۔)) (الصحيحة: ۲۷۴۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا خون بھڑکنے لگ جائے (یعنی بلڈ پریشر بلند جائے) تو وہ سینگی لگوائے، کیونکہ خون کے جوش مارنے سے آدمی کی موت واقع ہو سکتی ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن جرير الطبري في "تهذيب الآثار": ۲/ ۱۰۶/ ۱۲۷۷

شرح:...... سینگی لگوانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی سنت ہے، اس سے جسم کا خراب اور فاسد خون خارج ہو جاتا ہے، جسم کو راحت ملتی ہے اور خون صاف ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں اس چیز کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے، دوبارہ اس کا احیا

ہونا چاہیے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي شُرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ شَرْبَةِ عَسْلٍ أَوْ كَيَّةٌ بِنَارٍ وَأَنْهٰى أُمَّتِي عَنِ الْكُيِّ .)) (بخاری) ..... شفا تین چیزوں میں ہے: سینگی لگوانے میں، شہد پینے میں اور آگ سے داغنے میں، مگر میں اپنی امت کو آگ سے داغنے سے منع کرتا ہوں۔“

(۱۶۰۵)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدَاوَوْنَ بِهِ خَيْرٌ فَفِي الْحِجَامَةِ۔)) (الصحیحة: ۷٦۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جن چیزوں کو تم بطور علاج استعمال کرتے ہو، اگر ان میں کوئی بہتری ہے تو وہ سینگی لگوانے میں ہے۔“

تخریج: أخرجه أبوداود: ۲/ ۱۵۱، وابن ماجه: ۲/ ۳۵۰، والحاكم: ٤/ ٤۱۰، وأحمد: ۲/ ۳٤۲، ٤۲۳، وأبويعلى: ۱۰/ ۳۱۸/ ۵۹۱۱

(۱۶۰۶)۔ إِنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَادَ الْمُقَنَّعَ ، ثُمَّ قَالَ: لَا أَبْرَحُ حَتّٰى تَحْتَجِمَ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ ، فَفِي شُرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ شَرْبَةٍ مِنْ عَسَلٍ ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ۔)) (الصحیحة: ۲٤۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مقنع کی بیمار پرسی کے لیے آئے اور کہا: میں یہیں بیٹھا رہوں گا جب تک تو سینگی نہیں لگوائے گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ”اگر تمھاری دواؤں میں خیر ہے تو وہ سینگی لگوانے میں یا شہد پینے میں یا داغنے میں ہے، لیکن میں داغنے کو ناپسند کرتا ہوں۔“

تخریج: أخرجه البخاري: ۱۰/ ۱۱٤۔۱۱۵، ۱۲۵، ۱۲٦، ومسلم: ۷/ ۲۱۔۲۲، وأحمد: ۳/ ۳٤۳

(۱۶۰۷)۔ عَنْ بُكَيْرٍ ، أَنَّ عَاصِمَ بْنَ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَادَ الْمُقَنَّعَ ، ثُمَّ قَالَ: لَا أَبْرَحُ حَتّٰى تَحْتَجِمَ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ فِيْهِ شِفَاءً۔)) (الصحیحة: ۸٦٤)

بکیر کہتے ہیں کہ عاصم بن قتادہ نے انھیں بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مقنع کی تیمارداری کرنے کے لیے گئے اور کہا: میں یہیں بیٹھا رہوں گا جب تک تو سینگی نہیں لگوائے گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ”بیشک اس میں شفا ہے۔“

تخریج: أخرجه البخاري: ۱۰/ ۱۲٤، ومسلم: ۷/ ۲۱، وابن حبان: ٦۰٤٤، والحاكم: ٤/ ۲۰۸، ٤۰۹، وأحمد: ۳/ ۳۳۵

(۱۶۰۸)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ ،

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ شِفَاءٌ، فَفِي شُرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْشَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْكَيَّةٍ تُصِيْبُ اَلَمًا، وَاَنَا اَكْرَهُ الْكَيَّ وَلَا اُحِبُّهُ۔))

(الصحيحة:٤٠٣٥)

نے فرمایا: ”اگر کسی چیز میں شفا ہے تو وہ سینگی لگوانے میں، شہد پینے میں یا داغنے میں ہے، لیکن میں داغنے کو مکروہ سمجھتا ہوں اور اسے پسند نہیں کرتا۔“

تخريج: أخرجه أحمد في "مسنده": ٤/ ١٤٦، وكذا الطبراني في "المعجم الكبير": ١٧/ ٢٨٨-٢٨٩، وفي "الأوسط": ٩٣٣٩

شرح:...... داغ لگوانا مکروہ ہے، چونکہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کا علاج کرتے ہوئے ان کو داغا، اس لیے یہ جائز ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں دو مرتبہ داغ لگوایا۔ (ابن ماجہ) نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طبیب کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ اس نے ان کی ایک رگ کاٹی، پھر انھیں داغ لگایا۔ (مسلم)

رہا مسئلہ شہد سے علاج کرنے کا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ﴿فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ﴾ کے وصف سے نوازا ہے اور آپ ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں بطور علاج شہد کا استعمال کروایا ہے۔

(١٦٠٩)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: يَا نَافِعُ! قَدْ تَبَيَّغَ بِي الدَّمُ، فَالْتَمِسْ لِي حَجَّاماً، وَاجْعَلْهُ رَفِيْقاً اِنِ اسْتَطَعْتَ، وَلَا تَجْعَلْهُ شَيْخاً كَبِيْرًا، وَلَاصَبِيًّا صَغِيْرًا، فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْحِجَامَةُ عَلَى الرِّيْقِ اَمْثَلُ، وَفِيْهِ شِفَاءٌ وَبَرَكَةٌ، وَتَزِيْدُ فِي الْعَقْلِ وَفِيْ الْحِفْظِ، فَاحْتَجِمُوْا عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَاجْتَنِبُوْا الْحِجَامَةَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ، وَالْجُمُعَةِ، وَالسَّبْتِ، وَيَوْمَ الْاَحَدِ تَحَرِّياً، وَاحْتَجِمُوْا الْاِثْنَيْنِ وَالثُّلَاثَاءَ، فَاِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِي عَافَى اللّٰهُ فِيْهِ اَيُّوْبَ مِنَ الْبَلَاءِ، وَضَرَبَهُ بِالْبَلَاءِ يَوْمَ الْاَرْبِعَا،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نافع! میرے خون میں حدت پیدا ہو گئی ہے، کوئی پچھنے لگانے والا آدمی تلاش کر کے لاؤ، کوشش کرنا کہ وہ نرمی والا ہو اور بوڑھا ہو نہ کہ بچہ۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا: ”نہار منہ سینگی لگوانا افضل ہے، اس میں شفا اور برکت ہوتی ہے اور عقل اور ضبط میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ کا نام لے کر جمعرات والے دن سینگی لگواؤ۔ بدھ، جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو سینگی لگوانے سے گریز کرو، سوموار اور منگل کو پچھنے لگوایا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن میں حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری سے شفا دی تھی اور بدھ والے دن ان کو آزمائش میں مبتلا کیا تھا۔ کوڑھ پن اور پھلبہری بھی بدھ والے دن یا رات کو ہی ظاہر ہوتی ہے۔“

فَـإِنَّـهُ لَايَبْـدُو جُذَامٌ وَلَا بَـرَصٌ إِلَّا يَوْمَ الْأَرْبِعَاءَ أَوْلَيْلَةَ الْأَرْبِعَاءِ۔))

(الصحيحة:٧٦٦)

تخریج: أخرجه ابن ماجه:٣٤٨٧، وابن عدی: ٨٧/ ١، والخطيب في "الفقيه والمتفقه": ٢٢٤/ ٢

شـــرح:...... حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے، جس کی وضاحت آپ ﷺ نے فرما دی ہے، ہمیں یہی زیب دیتا کہ جن حقائق کو بیان کیا گیا ہے، ان کو تسلیم کر لیں۔

(١٦٠٩م)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشَرَةَ، وَتِسْعَ عَشَرَةَ، وَإِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ، كَانَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔)) (الصحيحة: ٦٢٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے (چاند کی) سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سینگی لگوائی تو یہ ہر بیماری سے شفا ہوگی۔''

تخریج: أخرجه أبوداود: ٢/ ١٥١، وعنه البيهقي: ٩/ ٣٤٠، والطبراني في "المعجم الأوسط": ٢/ ١١٤/ ٢/ ٦٧٦٦۔ بترقيمي

(١٦١٠)۔ عَنْ أَنَسٍ: كَانَ ﷺ يَحْتَجِمُ عَلَى الْأَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ، وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشَرَةَ، وَتِسْعَ عَشَرَةَ، وَإِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ۔ (الصحيحة:٩٠٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گردن کی دونوں جانب دو پوشیدہ رگوں اور پیٹھ کے بالائی حصے پر سینگی لگواتے تھے اور (چاند کی) سترھویں، انیسویں اور اکیسویں تاریخ کو پچھنے لگواتے تھے۔

تخریج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٥، والحاكم: ٤/ ٢١٠

شـــرح:...... شارح ابوداود علامہ عظیم آبادی نے ان تاریخوں کی یہ وجہ بیان کی ہے: مہینے کے شروع میں خون غالب ہوتا اور آخر میں کم، اس لیے سینگی کے لیے وسطِ ماہ زیادہ مناسب ہے۔ (عون المعبود: ۲/۱۷۵۲)

(١٦١١)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: كَانَ ﷺ يَحْتَجِمُ فِي رَأْسِهِ، وَيُسَمِّيْهِ أُمَّ مُغِيْثٍ۔ (الصحيحة:٧٥٣)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سر میں سینگی لگواتے تھے اور اسے امّ مُغِیث کہتے تھے۔

تخریج: أخرجه تمام في "الفوائد": ٢٠/ ٢، والطبراني في "المعجم الأوسط": ٢/ ١٩٥/ ٧٩٨١، و الخطيب في "تاريخ بغداد": ١٣/ ٩٥

شرح:...... "مُغِیث" کے معانی مددگار اور فریادرس کے ہیں، اس طرح "امِّ مُغِیث" کے معانی مددگار کی ماں ہوئے۔ یعنی آپ ﷺ یہ وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ شفا کے سلسلے میں سینگی بہت بڑا معاون ہے۔

(١٦١٢)۔ عَنْ سَمُرَةَ مَرْفُوْعاً: ((خَيْرُ مَاتَدَاوَيْتُم بِهِ الْحِجَامَةُ۔)) (الصحيحة:١٠٥٣)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین چیز جس سے تم علاج کرتے ہو، وہ پچھنے لگوانا ہیں۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٢٠٨، وأحمد: ٥/ ٩، ١٥، ١٩

(١٦١٣)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((خَيْرُ مَاتَدَاوَيْتُم بِهِ الْحِجَامَةُ، وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ، وَلَا تُعَذِّبُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ۔)) (الصحيحة:١٠٥٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین چیز جس سے تم علاج کرتے ہو، وہ سینگی لگوانا اور قسطِ بحری ہیں۔ اپنے بچوں کو چوکا دے کر تکلیف نہ دیا کرو۔''

تخريج: أخرج أحمد: ٣/ ١٠٧

شرح:...... قسط: ہندوستان میں پیدا ہونے والی ایک خوشبودار لکڑی ہے جو بطورِ دوا اور بطورِ بخور استعمال کی جاتی ہے۔اگر بچے کے حلق کا کوا اتر جائے تو اسے انگلی سے چوکا دے کر اپنی جگہ پر نہ لایا جائے، کیونکہ اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔کوئی دوا دے کر اس کا علاج کر لیا جائے۔

(١٦١٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعاً: ((خَيْرُ يَوْمٍ تَحْتَجِمُوْنَ فِيْهِ سَبْعَ عَشْرَةَ، وَتِسْعَ عَشْرَةَ، وَإِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ، وَمَا مَرَرْتُ بِمَلَأٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي إِلَّا قَالُوْا: عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ يَا مُحَمَّدُ! ۔)) (الصحيحة:١٨٤٧)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین دن جس میں تمھیں سینگی لگوانی چاہئے، وہ (چاند کا) سترھواں، انیسواں اور اکیسواں دن ہے۔ میں معراج والی رات فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرا، اس نے یہی کہا: اے محمد! سینگی لگوانے کا اہتمام ضرور کرنا۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٥ طبع بولاق، والحاكم: ٤/ ٢٠٩، ٢١٠، وأحمد: ١/ ٣٥٤، وروى الطيالسي: ٢٦٦٦ الشطر الثاني منه، وكذالك ابن ماجه: ٢/ ٣٥٢

علاج کروانا مسنون عمل ہے

(١٦١٥)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَادَ مَرِيْضاً فَقَالَ: ((أَلَا تَدْعُوْ لَهُ طَبِيْبًا؟)) قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَأَنْتَ تَأْمُرُنَا بِهٰذَا؟ قَالَ: فَقَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ مَعَهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بیمار کی تیمار داری کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا: ''تم لوگ اس کے لیے کوئی ڈاکٹر کیوں نہیں بلاتے؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی ہم کو یہ حکم دے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جو بیماری

دَوَاءً۔)) (الصحيحة:٢٨٧٣)

اتاری ہے، اس کی دوا بھی نازل کی ہے۔"

تخريج: رواه ابن الحمامي الصوفي في "منتخب من مسموعاته": ٣٥/ ١، و روى احمد: ٥/ ٣٧١ عن رجل من الانصار نحوه

شرح:...... جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و دانائی کے تقاضے کے مطابق مختلف قسم کی بیماریاں نازل کی ہیں، وہاں اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے ان کے علاج کے اسباب بھی پیدا فرمائے ہیں۔ عصرِ حاضر میں مختلف بیماریوں کے مختلف قسم کے علاج کی تحقیقات سامنے آ رہی ہیں، جو سکون دہ بھی ہیں اور شافی بھی۔

معالج حضرات، ان کا تعلق حکمت سے ہو یا ایلوپیتھی سے یا ہومیوپیتھی سے، کو چاہئے کہ وہ مکمل تعلیم، تحقیق اور ریسرچ کے بعد میدان میں آئیں، تاکہ مناسب اور صحیح انداز میں انسانیت کی خدمت کر سکیں۔

(١٦١٦)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً، اِلَّا الْهَرَمَ فَعَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ، فَاِنَّهَا تَرِمُ مِنْ كُلِّ شَجَرٍ۔)) (الصحيحة:٥١٨)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کا علاج نازل کیا ہے۔ گائیوں کا دودھ لازمی طور پر استعمال کیا کرو، کیونکہ یہ ہر قسم کا درخت چرتی ہے۔"

تخريج: أخرجه الطيالسي: ٣٦٨، والحاكم: ١/ ١٩٧، والطبرانی فی "المعجم الكبير": ٣/ ٤٩/ ١، واحمد: ٤/ ٣١٥

شرح:...... اگر بڑھاپے کی کیفیت کو دیکھا جائے تو یقیناً اسے بیماری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ ایسی بیماری ہے، جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

(١٦١٧)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ: ((مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً، اِلَّا قَدْ اَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ۔)) (الصحيحة:٤٥١)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جو بیماری نازل کی اس کی دوا بھی اتاری، کسی کو اس کا علم ہو گیا اور کسی کو نہ ہو سکا۔"

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٣٧٧ و ٤١٣ و ٤٥٣، والنسائی فی "الكبرى": ٢١٣/ ١ ـ الوليمه، وابن ماجه: ٢/ ٣٤٠

(١٦١٨)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً اَوْلَمْ يَخْلُقْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ اَوْ خَلَقَ لَهُ دَوَاءً، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ، وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ اِلَّا السَّامَ۔))

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ نے جو بیماری نازل کی، اس کی دوا بھی پیدا کی، بعضوں کو اس کا علم ہو گیا اور بعضوں کو نہ ہو سکا، ماسوائے "سَام" کے۔" انھوں نے کہا: "سَام" کیا ہے؟

قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا السَّامُ؟ قَالَ: ((اَلْمَوْتُ۔)) (الصحيحة: ۱٦٥٠)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''موت ہے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٤٠١

شرح :...... موت اللہ تعالیٰ کا اٹل اورنا قابل تغیر فیصلہ ہے، اس کا کسی کی صحت اور بیماری اور احتیاط و بے احتیاطی سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہ کر زندگی کا تحفظ کرنا ضروری ہے۔

(۱٦۱۹)۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، فَتَدَاوَوْا، وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ۔)) (الصحيحة: ۱٦٣٣)

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور اس کی شفا دونوں چیزیں نازل کی ہیں، اس لیے تم علاج کیا کرو، لیکن حرام چیز کو بطور دوا استعمال نہ کرو۔''

تخريج: رواه الدولابي: ۲/ ۳۸

(۱٦۲۰)۔ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ: عَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلاً بِهِ جُرْحٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اُدْعُوْا لَهُ طَبِيْبَ بَنِي فُلَانٍ۔)) قَالَ: فَدَعَوْهُ فَجَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَيُغْنِي الدَّوَاءُ شَيْئًا؟ فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللّٰهُ، وَهَلْ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ دَاءٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا جَعَلَ لَهُ شِفَاءً۔)) (الصحيحة: ۵۱۷)

ایک انصاری صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک زخمی کی تیمارداری کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا: ''اس کے لیے فلاں قبیلے کا طبیب بلاؤ۔'' انھوں نے اسے بلایا، وہ آ گیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! کیا دوا بھی کفایت کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو بیماری نازل کی ہے، اس سے شفا حاصل کرنے لیے (دوا بھی) نازل کی ہے۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٥/ ٣٧١

اہلیت کے بغیر علاج کرنا منع ہے

(۱٦۲۱)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَطَبَّبَ وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ، فَهُوَ ضَامِنٌ۔)) (الصحيحة: ٦٣٥)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے (ڈاکٹری کے کامل علم کے بغیر) علاج کیا اور اس کی طبّ معروف نہیں تھی تو وہ (نقصان ہونے کی صورت میں) خود ذمہ دار ہوگا۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٤٥٨٦، والنسائي: ۲/ ۲٥٠، وابن ماجه: ٣٤٦٦، والدارقطني: ٣٧٠، والحاكم: ٤/ ٢١٢، وابن عدى فى "الكامل": ٥/ ١٧٦٧، والبيهقي: ١٤١

شرح:...... جہاں شریعت نے علاج کرنے کروانے کی رغبت دلائی ہے، وہاں معالجین کو اس چیز کا پابند بنایا ہے کہ ان کے پاس مکمل اہلیت ہونی چاہیے، وگرنہ مریض کے نقصان کی صورت میں وہ خود ذمہ دار ہوں گے، اس ضمن میں گورنمنٹ کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال کرنا بھی درست ہے کہ مریض کو چاہیے وہ تعلیم یافتہ معالجین سے رابطہ کرے اور اپنے اندازے سے دوا استعمال کرنے سے بچے۔

حرام سے شفا حاصل کرنا

(۱۶۲۲)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ تَدَاوٰى بِحَرَامٍ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ فِيْهِ شِفَاءً۔)) (الصحيحة: ۲۸۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے حرام چیز کے ساتھ علاج کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس میں شفا نہیں بنائے گا۔''

تخريج: أخرجه أبو نعيم في "الطب": ق ۱٤/ ۲

(۱۶۲۳)۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، فَتَدَاوَوْا، وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ۔)) (الصحيحة: ۱۶۳۳)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور اس کی شفا دونوں چیزیں نازل کی ہیں، اس لیے تم علاج کیا کرو، لیکن حرام چیز کو بطور دوا استعمال نہ کرو۔''

تخريج: رواه الدولابي: ۲/ ۳۸

شرح:...... بلاشک وشبہ ہر بیماری کا علاج حلال چیزوں میں ہے، لیکن آج کل دوائیں تیار کرنے والے اس چیز کی کوئی پروا نہیں کرتے کہ وہ جس چیز کو بطورِ دوا استعمال کرانا چاہتے ہیں، شریعت میں اس کا حکم کیا ہے، آیا وہ حلال ہے یا حرام۔ موجودہ سائنسی ترقی یافتہ دور میں تحقیق کر کے دواؤں میں استعمال ہونے والی ہر حرام چیز کا متبادل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ مسلم حکومت اور مسلم ڈاکٹر اور حکیم حضرات اپنی ذمہ داریاں سمجھیں اور لیبارٹریاں قائم کریں اور اغیار کی تحقیقات پر انگشتِ بدنداں ہونے کے بجائے اپنے تجربات کی روشنی میں ان کا متبادل پیش کریں۔ اس معاملے میں مسلم محققین طبِ نبوی کے تعاون سے حیران کن ایجادات دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

آپ ﷺ کے تھوک میں شفا تھی

(۱۶۲٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِي يَقُوْلُ: تَفَلَ ﷺ فِي رِجْلِ عَمْرِو بْنِ مُعَاذٍ حِيْنَ قُطِعَتْ رِجْلُهُ،

عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ کٹ گئی تھی، جب آپ ﷺ نے اس پر تھوکا تو وہ شفایاب ہوگئی۔''

فَبَرَأَتْ۔ (الصحيحة:٢٩٠٤)

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ٨/ ١٥١/ ٦٤٧٥ــ الاحسان، وأبو نعيم في "المعرفة": ٢/ ٩٤/ ١، والضياء في "الأحاديث المختارة"

شرح:...... یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا، جس کا اظہار غزوۂ خیبر کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ کے علاج کے لیے بھی ہوا تھا۔

کلونجی میں شفا ہے

(١٦٢٥)۔ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَلْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ۔)) (الصحيحة:١٨١٩)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کالے دانے یعنی کلونجی میں موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٤٩١

شرح:...... شاید ہی مسلمانوں کا کوئی گھر ہو، جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر بیماری سے شفا کا سبب بننے والی یہ نعمت موجود ہو۔ یہ ہماری مجموعی غفلت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے کھانوں میں کلونجی استعمال کیا کریں۔

کلونجی معدہ مضبوط کرتی ہے، پیشاب لاتی ہے، پیس کر سرکہ میں ملا کر کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں، پرانے زکام میں مفید ہے، تیل گنج پر لگایا جائے تو بال اگتے ہیں، اس کو پیس کر آدھا چمچ پانی کے ساتھ پینا دمہ میں مفید ہے، اگر لگاتار کلونجی کا استعمال کیا جائے تو پاگل کتے کے کاٹے کا زہر ختم ہو جاتا ہے، اس کی دھونی سانس کی تکلیف دور کرتی ہے۔ زکام، فالج، لقوہ، دردِ شقیقہ اور نسیان میں مفید ہے، پیٹ کا نفخ دور کرتی ہے، بخار اتارتی ہے، بلغم نکالتی ہے اور معدہ اور لبلبہ کی رطوبتوں کو اعتدال پر لاتی ہے، شوگر کے علاج میں اس کی بڑی اہمیت ہے، یرقان میں پیس کر دودھ میں ملا کر پی لی جائے۔ وغیرہ وغیرہ

(١٦٢٦)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ۔))

(الصحيحة:٨٥٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کالے دانے یعنی کلونجی میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفا ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ١٠/ ١١٨۔١١٩، ومسلم: ٧/ ٢٥، وابن ماجه: ٢/ ٣٤٢، والترمذي: ٢/ ٣

(١٦٢٧)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ فَاِنَّ فِيْهَا شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ۔))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کالے دانے یعنی کلونجی کا استعمال لازمی طور پر کیا کرو، کیونکہ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفا ہے۔''

(الصحيحة:٨٦٣)

تخریج:أخرجه الترمذي: ٢/ ٣، وابن حبان: ٦٠٣٩، وأحمد: ٢/ ٢٤١، واخرجه احمد: ٢/ ٢٦٨، وكذا مسلم

شرح:...... ہمیں آپ ﷺ کے ارشاد پر ایمان وایقان رکھتے ہوئے چاہیے کہ اپنے کھانوں میں کلونجی کا استعمال جاری رکھیں۔

(١٦٢٨)۔ عَنْ بُرَيْدَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ، وَهِيَ الشَّوْنِيْزُ، فَإِنَّ فِيْهَا شِفَاءً۔))

(الصحيحة:١٩٠٥)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم کلونجی، جسے شونیز کہتے ہیں، استعمال کیا کرو، کیونکہ اس میں شفا ہے۔“

تخریج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٥٤

عجوہ کھجور میں شفا ہے

(١٦٢٩)۔ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ اَوَّلَ الْبُكْرَةِ عَلٰى رِيْقِ النَّفْسِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ سِحْرٍ اَوْسَمٍّ ۔))

(الصحيحة:٢٠٠٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بالائی علاقے کی عجوہ کھجور کا نہار منہ استعمال کرنا ہر قسم کے جادو اور زہر سے شفا ہے۔“

تخریج: أخرجه أحمد: ٦/ ٧٧، ١٠٥، ١٥٢، وأخرجه مسلم: ٦/ ١٢٤ بلفظ: ان في عجوة العالية شفاء، او أنها ترياق اول البكرة۔))

(١٦٣٠)۔ عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً، اَوْ اِنَّهَا تِرْيَاقٌ اَوَّلَ الْبُكْرَةِ۔))

(الصحيحة:٣٥٣٩)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک بالائی علاقے کی عجوہ کھجور میں شفا ہے یا اگر یہ کھجور نہار منہ کھائی جائے تو تریاق (زہر کو بے اثر کرنے والی دوا) کا اثر رکھتی ہے۔“

تخریج: أخرجه مسلم: ٦/ ١٢٤، وأحمد: ٦/ ١٠٥، ١٥٢

شرح:...... عجوہ کھجور کی خاصیات کے بارے میں مختلف تحقیقات پیش کی جا رہی ہیں، اس سے سب سے زیادہ فائدہ اس کو ہوگا جو آپ ﷺ کی اس حدیث پر یقین رکھ کر کھائے گا۔ عام طور پر کھجور میں پروٹین، چکنائی، نشاستہ، کیلوریز، سوڈیم، منگنیشیم، آئرن، فاسفورس، سلفر اور کلورین پایا جاتا ہے۔ یہ سستی ٹانک ہے، عجوہ کھجور نہار منہ زہروں کا تریاق ہے، قولنج کو فائدہ دیتی ہے، گردے اور رحم کے دردوں میں مفید ہے، روزانہ سات عجوہ کھجوریں کھانا کوڑھ سے شفا

کا سبب بنتا ہے، دل کے دورے میں سات عجوہ کھجوریں گٹھلیوں سمیت کوٹ کر کھانی چاہئیں۔ یہ جسم کے ہر حصے کے لیے یکساں مفید ہے، اس کی سکنجبین اور اس کے ساتھ بادام اور خشخاص کھانا بہت فائدہ دیتا ہے۔ زخموں کو مندمل کرتی ہے، اسہال دور کرتی ہے، یرقان کے لیے اکسیر ہے، پتہ اور جگر کے فعل کو درست کرتی ہے، اس سے پیٹ کے کیڑے ختم ہو جاتے ہیں، کھجور کے ساتھ انار کا پانی معدہ کی سوزش اور اسہال میں مفید ہے۔ علاوہ ازیں یہ کئی فوائد اور خاصیات پر مشتمل ہے۔

سنا بوٹی میں شفا ہے

(١٦٣١)۔ عَنْ أَبِي أُبَيِّ ابْنِ أُمِّ حَرَامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((عَلَيْكُمْ بِالسَّنَى وَالسَّنُّوْتِ، فَإِنَّ فِيْهِمَا شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ۔)) قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا السَّامُ؟ قَالَ: ((الْمَوْتُ۔))

(الصحيحة:١٧٩٨)

حضرت ابو ابی بن ام حرام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”تم سَنا اور شہد کا استعمال لازمی طور پر کیا کرو، کیونکہ اس میں ”سَام“ کے علاوہ ہر بیماری کی شفا ہے۔“ کہا گیا کہ ”سَام“ کا کیا معنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”موت۔“

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٣٤٥٧، والحاكم: ٤/ ٢٠١

شرح:...... ڈاکٹر عائشہ درانی نے کہا: سنا کا جوشاندہ پکاتے وقت شاہ ترہ ملا لیں یا منقی ملا لیں اور چار سے سات ماشہ تک استعمال کریں، چینی بھی ملا سکتے ہیں، کمر درد، پٹھوں اور عضلات کی اینٹھن، بواسیر، ہر قسم کا درد اور خارش دور ہو جاتی ہے۔ جلدی امراض میں یہ جسم پر لگانا مفید ہے، اگر سرکہ کے ساتھ پکائیں تو تمام جلدی امراض دور کرتی ہے، سر میں لگانے سے سکری، ایکزیما، پھنسیاں اور بال گرنے بند ہو جاتے ہیں، جوشاندہ میں گلاب کے پھول اور روغن بادام ملا لینا بہتر ہے، دمہ، درد شقیقہ، مرگی، عرق النسا، گنٹھیا، پرانے سر درد کو فائدہ ہوتا ہے،...........۔ (زیتون کی ڈالی: ٣٨)

شہد میں شفا ہے

(١٦٣٢)۔ إِنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَادَ الْمُقَنَّعَ، ثُمَّ قَالَ: لَا أَبْرَحُ حَتّٰى تَحْتَجِمَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ، فَفِي شُرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةٍ مِنْ عَسَلٍ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ۔))

(الصحيحة:٢٤٥)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مقنع کی بیمار پرسی کے لیے آئے اور کہا: میں یہیں بیٹھا رہوں گا جب تک تو سینگی نہیں لگوائے گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ”اگر تمھاری دواؤں میں بہتری ہے تو وہ سینگی لگوانے میں یا شہد پینے میں یا داغنے میں ہے، لیکن میں داغنے کو ناپسند کرتا ہوں۔“

تخريج: أخرجه البخاري: ١٠/ ١١٤۔١١٥، ١٢٥، ١٢٦، ومسلم: ٧/ ٢١۔٢٢، وأحمد: ٣/ ٣٤٣

(١٦٣٣)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((اِسْقِهِ عَسَلاً۔)) فَسَقَاهُ، ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ: إِنِّي سَقَيْتُهُ عَسَلاً، فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقاً۔ فَقَالَ لَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ جَاءَ الرَّابِعَةَ، فَقَالَ: ((اِسْقِهِ عَسَلاً۔)) فَقَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا ۔فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيْكَ۔)) فَسَقَاهُ فَبَرَءَ۔

(الصحيحة: ٢٤٣)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بھائی کو دست آ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے شہد پلاؤ۔'' اس نے اسے شہد پلایا اور آ کر کہا: میں نے اسے شہد پلایا، لیکن اس وجہ سے اسہال میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے تین دفعہ اسے یہی حکم دیا۔ وہ چوتھی دفعہ آ گیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اسے شہد پلاؤ۔'' اس نے کہا: میں نے اسے شہد پلایا، لیکن دست کی بیماری میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھٹلا رہا ہے (یعنی تیرے بھائی کا پیٹ شفا قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا)۔'' اس نے جا کر پھر شہد پلایا، (اب کی بار) وہ شفایاب ہو گیا۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ٢٦، واخرجه البخاري: ١٠/ ١١٥/ ١٣٧۔١٣٨ بشيء من الاختصار

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام ابن قیم نے (زاد المعاد: ٣/ ٩٧۔٩٨) میں شہد کے بے شمار فوائد ذکر کرنے کے بعد کہا: نبی کریم ﷺ نے جس آدمی کے لیے یہ دوا تجویز کی تھی، اس کو بسیار خوری کی وجہ سے بد ہضمی ہو گئی تھی اور پھر دست شروع ہو گئے تھے، اسے شہد پینے کا حکم دیا گیا، تاکہ معدہ اور انتڑیوں سے زائد مواد خارج ہو جائے۔ جب معدہ میں لیس دار مکسچر ٹھہرتا ہے تو وہ اس کی اندرونی جہت کو ڈھانکنے والے ریشوں میں پھنس جاتا ہے، اس طرح معدہ میں فساد اور بگاڑ آ جاتا ہے اور چپچپاہٹ کی وجہ سے وہاں غذا نہیں ٹھہر پاتی۔ ایسی صورت میں سب سے بہترین دوا وہ ہوتی ہے جو مخلوط مواد کو معدہ سے خارج کر دے اور وہ شہد ہے، بالخصوص جب اس کو گرم پانی کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے۔

بار بار شہد پلانے میں بھی بڑا اہم طبی نقطہ ہے، اور وہ یہ کہ دوا کی کمیت اور مقدار بیماری کے مطابق ہونی چاہیے، کم مقدار کی صورت میں بیماری کلی طور پر ختم نہیں ہو گی اور زیادہ مقدار قوائے جسم کو کمزور کر دے گی اور کوئی نئی بیماری پیدا ہو جائے گی۔ جب اس آدمی نے پہلی بار آپ ﷺ کو دوا کے مؤثر نہ ہونے کی خبر دی تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ مقدار کم تھی، جب تجربہ کی روشنی میں مقدار کو بڑھایا گیا تو مریض اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحتیاب ہو گیا۔

طب کا سب سے بڑا قاعدہ یہ ہے کہ ادویہ کی مقدار اور کیفیت اور مریض اور اس کی مرض کی قوت کو مد نظر رکھا جائے۔ نیز آپ ﷺ کا فرمان ''اللہ تعالیٰ سچا ہے، دراصل تیرے بھائی کا پیٹ جھٹلا رہا ہے'' سے اس بات کی طرف

اشارہ ہو رہا ہے کہ دوا بہرصورت مفید تھی اور بیماری کے باقی رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ دوا میں اس کو دور کرنے والی خاصیات نہیں پائی جاتی تھیں۔حقیقت یہ تھی کہ اس کے پیٹ میں فاسد مادہ بہت زیادہ تھا، اس لیے اسے بار بار شہد پلانے کا حکم دیا گیا۔

آپ ﷺ کی طب، عام حکما و اطبا کی طب کی طرح نہیں، بلکہ آپ ﷺ کا علاج یقینی، قطعی اور خدائی ہوتا تھا، جو وحی، طاقِ نبوت اور کمالِ عقل سے صادر ہوتا ہے، .... آپ ﷺ کی طب سے روگردانی کرنا ایسے ہی ہے، جیسے قرآن کے ذریعے روحانی شفا کے حصول کا انکار کیا جا رہا ہو۔ یہ بات ہمیں سمجھنی چاہیے کہ دوا میں کوئی کمی نہیں ہوتی، مریض کی طبیعت میں خرابی ہوتی ہے اور وہ دوا سے فائدہ اٹھانے کی اہل نہیں ہوتی، وباللہ التوفیق۔ (صحیحہ:۲۴۳)

ہمارے ہاں عام طور پر دیکھا گیا ہے جب ڈاکٹر یا حکیم حضرات کسی مریض کے لیے دوا تجویز کرتے ہیں، لیکن وہ شفایاب نہیں ہوتا تو، پھر ہوتا یوں ہے کہ وہ اپنے معالج پر برس پڑتا ہے اور اس سے بدظن ہو جاتا ہے۔ مریض کا یہ رویہ درست نہیں ہے، اسے بار بار رابطہ کر کے دوا میں کمی بیشی یا تبدیلی کروانی چاہیے، کیونکہ دوا مرض کے مطابق درست ہوتی ہے، لیکن مریض کے جسم میں اس کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ یہ بھی احسان ہوگا کہ معالج حضرات اس قسم کے مریضوں سے رعایت کر دیا کریں۔

(١٦٣٤)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ شِفَاءٌ، فَفِي شُرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْشَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْكَيَّةٍ تُصِيْبُ أَلَمًا، وَأَنَا أَكْرَهُ الْكَيَّ وَلَا أُحِبُّهُ۔))

(الصحيحة:٤٠٣٥)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی چیز میں شفا ہے تو وہ سینگی لگوانے میں، شہد پینے میں یا داغنے میں ہے، لیکن میں داغنے کو مکروہ سمجھتا ہوں اور اسے پسند نہیں کرتا۔''

تخريج: أخرجه أحمد في "مسنده": ٤/ ١٤٦، وكذا الطبراني في "المعجم الكبير": ١٧/ ٢٨٨۔٢٨٩، وفي "الأوسط": ٩٣٣٩

شرح:...... داغ لگوانا مکروہ ہے، چونکہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کا علاج کرتے ہوئے ان کو داغا، اس لیے یہ جائز ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں دو مرتبہ داغ لگوایا۔ (ابن ماجہ) نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طبیب کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ اس نے ان کی ایک رگ کاٹی، پھر انھیں داغ لگایا۔ (مسلم)

رہا مسئلہ شہد سے علاج کرنے کا تو اللہ تعالیٰ اسے ﴿فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ﴾ کے وصف سے نوازا ہے اور آپ ﷺ نے اپنے عہدِ مبارک میں بطورِ علاج شہد کا استعمال کروایا ہے۔

شہد بہترین ٹانک اور بہترین دوا ہے۔ جسمانی قوتیں بحال، مقوئ بدن، معدہ طاقتور اور بھوک بڑھاتا ہے، پاگل پن میں مفید ہے، جوئیں مارتا ہے، عرق گلاب میں لمبے بال ملائم کرتا ہے، آنکھوں میں لگایا بینائی تیز کرتا ہے، سرکہ کے ساتھ دانتوں میں لگانے سے چمک پیدا ہوتی ہے اور مسوڑھے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ صبح نہار منہ پینے سے پیٹ، جگر اور گردے صاف ہو جاتے ہیں، نشہ دور کرتا ہے۔ افیون، پوست اور بھنگ کا نشہ گرم پانی میں شہد پلانے سے دور ہو سکتا ہے، یہ زہر اتارتا ہے۔ ہمیشہ شہد پانی میں حل کر کے پینے سے جگر کو طاقت ملتی ہے اور گردہ مثانہ کی پتھری ٹوٹ جاتی ہے۔ کمزوری، بلغم اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے، دیر تک پڑھنے والے طالب علموں کے لیے شہد فائدہ مند ہے۔ استسقا کی بیماری اور معدہ آنتوں کے السر میں فائدہ بخش ثابت ہوتا ہے۔

سینگی لگوانا یعنی پچھنے لگوانے کے بارے میں بحث ہو چکی ہے، یہ بھی مسنون طریقۂ علاج ہے۔

قسطِ بحری میں شفا ہے

(۱٦۳۵)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((خَيْرُ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ، وَلَا تُعَذِّبُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ.)) (الصحيحة: ۱۰۵٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین چیز جس سے تم علاج کرتے ہو، وہ سینگی لگوانا اور قسطِ بحری ہے۔ اپنے بچوں کو چوکا دے کر تکلیف نہ دیا کرو۔''

تخريج: أخرج أحمد: ۳/ ۱۰۷

شرح:...... قسط: ہندوستان میں پیدا ہونے والی ایک خوشبودار لکڑی جو بطورِ دوا اور بطورِ بخور استعمال کی جاتی ہے۔ اگر بچے کے حلق کا کوا اتر جائے تو اسے انگلی سے چوکا دے کر اپنی جگہ پر نہ لایا جائے، کیونکہ اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ کوئی دوا دے کر اس کا علاج کر لیا جائے۔

بچے کے گلے میں سوزش ہو یا سر درد ہو قسط ہندی کو پانی میں رگڑ کر چٹا دیا جائے، یہ بلغم کا اخراج کر کے آئندہ بننے سے روکتی ہے، زکام ٹھیک کرتی ہے، پینے سے معدہ اور جگر کی کمزوری رفع ہو جاتی ہے، زہر کے لیے تریاق ہے، ملیریا کے لیے مفید ہے۔ پانی شہد میں ملا کر چہرے پر لگائیں، داغ صاف ہو جائیں گے۔ فالج میں فائدہ بخش ہے اور اس کے تیل سے کمر درد رفع ہو جاتا ہے۔

دردوں میں اس کے تیل سے مالش کرنی چاہیے، پٹھے مضبوط ہوتے ہیں اور دماغ اور اعصاب کو قوت ملتی ہے۔ فالج، لقوہ، تشنج اور رعشہ میں مفید ہے۔ اس کے استعمال سے دل، جگر اور تلی کا کام درست ہوتا ہے۔ اس کا سفوف دگنے شہد میں ملا کر چاٹنے سے دمہ کا دورہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

یرقان، بھوک کی کمی اور تپ دق میں اس کا سفوف مفید رہتا ہے۔ ہیضہ میں (۳) گرام قسط، ایک گرام چھوٹی الائچی اور (۳۲) گرام پانی ملا کر دیں، اکسیر ہے۔ کوڑھ اور پرانے ملیریا میں بھی مفید ہے۔

بسا اوقات صحیح دوا بھی اثر نہیں کرتی

(۱٦٣٦)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ: إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((اِسْقِهِ عَسَلاً۔)) فَسَقَاهُ، ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ: إِنِّي سَقَيْتُهُ عَسَلاً، فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقاً۔ فَقَالَ لَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ جَاءَ الرَّابِعَةَ ، فَقَالَ: ((اِسْقِهِ عَسَلاً۔)) فَقَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا ۔فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيْكَ۔)) فَسَقَاهُ فَبَرَءَ۔

(الصحيحة: ۲٤۳)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بھائی کو دست آرہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے شہد پلاؤ۔'' اس نے اسے شہد پلایا اور آکر کہا: میں نے اسے شہد پلایا، لیکن اس وجہ سے اسہال میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے تین دفعہ اسے یہی حکم دیا۔ وہ چوتھی دفعہ آ گیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اسے شہد پلاؤ۔'' اس نے کہا: میں نے اسے شہد پلایا، لیکن دست کی بیماری میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھٹلا رہا ہے (یعنی تیرے بھائی کا پیٹ شفا قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا)۔'' اس نے جا کر پھر شہد پلایا، (اب کی بار) وہ شفایاب ہو گیا۔

تخریج: أخرجه مسلم:٧/ ٢٦ ، واخرجه البخاري: ١٠/ ١١٥/ ١٣٧ـ ١٣٨ بشيء من الاختصار

شرح:...... طب کا سب سے بڑا قاعدہ یہ ہے کہ ادویہ کی مقدار اور کیفیت اور مریض اور اس کی مرض کی قوت کو مدنظر رکھا جائے۔ شاید اس حدیث سے یہ استدلال کرنا درست ہو کہ جب ہم کسی ڈاکٹر یا حکیم سے دوا لیتے ہیں، لیکن شفایاب نہیں ہوتے تو ایسے معالج کے مخالف ہونے کے بجائے اس سے دوبارہ مشورہ کرنا چاہیے، تاکہ وہ اسی دوا کی مقدار کمی بیشی کر سکے یا دوائی تبدیل کر دے۔ یہ نقطہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بسا اوقات معالج کی تجویز کردہ دوا مریض کے لیے انتہائی مناسب ہوتی ہے، لیکن اس مریض کے اندرونی نظام میں اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ اس دوا سے کما حقہ استفادہ کر سکے۔ اس حدیث مبارکہ سے متعلقہ باقی بحثیں ''شہد میں شفا ہے'' میں گزر چکی ہیں، مطالعہ کر لیں۔

اصل معالج اللہ تعالیٰ خود ہے

(۱٦٣٧)۔ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ ، قَالَ: اِنْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ ﷺ ...... قَالَ: فَقَالَ لَهُ أَبِي: أَرِنِي هٰذَا الَّذِي بِظَهْرِكَ ، فَإِنِّي رَجُلٌ طَبِيْبٌ ، قَالَ: ((اَللّٰهُ الطَّبِيْبُ ، بَلْ أَنْتَ رَجُلٌ رَفِيْقٌ ، طَبِيْبُهَا الَّذِي خَلَقَهَا۔))

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، میرے باپ نے آپ ﷺ سے کہا: یہ چیز (یعنی مہر نبوت) جو آپ کی کمر پر ہے، مجھے دکھاؤ، میں طبیب ہوں (اس کا علاج کرتا ہوں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ طبیب ہے، تو تو شفیق ہے، اس کا

طبیب وہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا۔" (الصحيحة:١٥٣٧)

تخريج: أخرج أبوداود: ٢/ ١٩٥- التازية، وأحمد: ٢/ ٢٢٦، ٤/ ١٦٣، وابن منده في "المعرفة": ق ١٦/ ١

شرح:...... ابورمثہ کے باپ نے آپ ﷺ کی کمر پر جو چیز دیکھی وہ مہرِ نبوّت تھی، نہ کہ کسی بیماری یا زخم کا نشان تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے انتہائی مناسب جواب دیا کہ ہر بیماری کو دور کرنے والا اصل معالج تو اللہ تعالیٰ خود ہے، اگر میری کمر پر کسی بیماری کے اثرات ہیں، جیسا کہ دیکھنے والے نے سمجھا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کا علاج کر لے گا۔ جو حقیقت میں علاج کی محتاج نہیں ہے، کیونکہ وہ مہرِ نبوت تھی۔

گائے کا دودھ شفا، گھی دوا اور گوشت بیماری ہے

(١٦٣٨)۔ عَنْ زُهَيْرٍ (يَعْنِي: ابْنَ مُعَاوِيَةَ)، عَنِ امْرَاتِهِ، اَنَّهَا سَمِعَتْ مُلَيْكَةَ بِنْتَ عُمَرَ وَذَكَرَ اَنَّهَا رَدَّتِ الْغَنَمَ عَلٰى اَهْلِهَا فِي امْرَةِ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهَا وَصَفَتْ لَهَا مِنْ وَجَعٍ بِهَا سَمَنَ بَقَرٍ، وَقَالَتْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلْبَانُهَا شِفَاءٌ، وَسَمْنُهَا دَوَاءٌ، وَلُحُوْمُهَا دَاءٌ۔)) (الصحيحة:١٥٣٣)

زہیر بن معاویہ اپنے بیوی سے روایت کرتے ہیں، اس نے ملیکہ بنت عمر سے سنا، راوی نے یہ بات بھی ذکر کی کہ اس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مالکوں کو ان کی بکریاں واپس کر دی تھیں۔ بہرحال ملیکہ نے اسے کسی تکلیف (کے علاج) کے لیے گائے کا گھی استعمال کرنے کی تجویز دی تھی اور کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گائیوں کا دودھ شفا ہے، ان کا گھی دوا ہے اور ان کا گوشت بیماری ہے۔''

تخريج: رواه البغوي في "حديث علي بن الجعد" ١١/ ١٢٢/ ١، وأخرجه ابوداود فى "المراسيل"، والطبرانى فى "الكبير"، وابن منده فى "المعرفة"، وابو نعيم فى "الطب"

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک طرف تو آپ ﷺ نے گائے کے گوشت کو بیماری قرار دیا اور دوسری طرف گائے کی قربانی بھی کی۔ ممکن ہے کہ جواز پیش کرنے کے لیے یا کوئی دوسرا جانور میسر نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا ہو، کیونکہ یہ تو نہیں ہوسکتا ہے کہ آپ بیماری والی چیز پیش کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔

لیکن حلیمی نے کہا:...... حجاز میں یبوست (یعنی خشکی) ہے اور گائے کے گوشت میں بھی یبوست ہوتی ہے اور اس کے دودھ اور گھی میں رطوبت ہوتی ہے۔ اس علاقے کی وجہ سے آپ ﷺ نے (گائے کے گوشت کو بیماری والا یعنی مضرّ قرار دیا)۔ یہ ایک مستحسن تاویل ہے۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ:۱۵۳۳)

بلا شک و شبہ گائے ایک حلال جانور ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر گائے ذبح کی تھی، اس کا گوشت اعصابی، بلغمی اور رطوبتی امراض میں مفید ہے اور بلغمی کھانسی، ریشہ اور جریان کو بھی دور کرتا ہے۔ بہرحال اس جانور کے گوشت میں بواسیری مادہ پایا جاتا ہے، اس کا زیادہ استعمال خونی اور بادی بواسیر، الرجی، یوروایسڈ، کیسٹرول، دل

کی بیماریوں، ہیپاٹائٹس اور قبض وغیرہ کا سبب بنتا ہے۔

اس کے برعکس اس کا دودھ کئی بیماریوں میں فائدہ بخش، سکون بخش اور معتدل ہے، جگر کو فائدہ دیتا ہے اور بچوں کی گروتھ کا سبب بنتا ہے اور بواسیر، اعصابی اور قلبی امراض اور الرجی کو دور کرتا ہے۔

(۱٦٣٩)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً، اِلَّا الْهَرَمَ فَعَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ، فَاِنَّهَا تَرِمُ مِنْ كُلِّ شَجَرٍ۔)) (الصحيحة:۵۱۸)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کا علاج نازل کیا ہے۔ گائیوں کا دودھ لازمی طور پر استعمال کیا کرو، کیونکہ یہ ہر قسم کا درخت چرتی ہے۔''

تخريج: أخرجه الطيالسي: ۳٦۸، والحاكم: ۱/ ۱۹۷، والطبراني في "المعجم الكبير": ۳/ ٤۹/ ۱، واحمد: ٤/ ۳۱۵

شرح:...... اگر بڑھاپے کی کیفیت کو دیکھا جائے تو یقیناً اسے بیماری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ ایسی بیماری ہے، جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

(۱٦٤٠)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا: ((عَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ، فَاِنَّهَا تَرِمُّ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ، وَهُوَ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ۔)) (الصحيحة:۱۹٤۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ گائیوں کا دودھ استعمال کیا کرو، کیونکہ یہ ہر قسم کا درخت کھاتی ہے، (اس کا دودھ) ہر بیماری سے شفا ہے۔''

تخريج:أخرجه الحاكم: ٤/ ٤۰۳

شرح:...... اللہ تعالیٰ نے زمین سے جتنی جڑی بوٹیاں اور درخت اگائے ہیں، ان کی خاصیات اور جواہر گائے کے دودھ میں شامل ہوکر ہر بیماری سے نجات دلانے کا سبب بنتے ہیں۔

موت لاعلاج بیماری ہے

(۱٦٤۱)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً اَوْلَمْ يَخْلُقْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ اَوْ خَلَقَ لَهُ دَوَاءً، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ، وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ اِلَّا السَّامَ۔)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا السَّامُ؟ قَالَ: ((الْمَوْتُ۔)) (الصحيحة: ۱٦۵۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے جو بیماری نازل کی، اس کی دوا بھی پیدا کی، بعضوں کو اس کا علم ہو گیا اور بعضوں کو نہ ہو سکا، ماسوائے ''سام'' کے۔'' انھوں نے کہا: ''سام'' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''موت ہے۔''

تخریج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٤٠١

شـــرح:...... موت اللہ تعالیٰ کا اٹل اور نا قابل تغیر فیصلہ ہے، اس کا کسی کی صحت اور بیماری اور احتیاط و بے احتیاطی سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہ کر زندگی کا تحفظ کرنا ضروری ہے۔

آیا کوئی چیز منحوس ہے؟

(١٦٤٢)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا: ((إِنْ يَكُ مِنَ الشُّؤْمِ شَيْءٌ حَقٌّ، فَفِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ۔)) (الصحيحة: ٤٤٢)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کسی چیز میں نحوست کا ہونا درست ہوتا تو وہ بیوی، گھوڑے اور گھر میں ہوتا۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٢/ ٨٥

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ کسی چیز میں نحوست، بے برکتی اور بدشگونی نہیں ہوتی، کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ثابت ہوتی تو ان تین میں ضرور ہوتی، لیکن وہ تو سرے سے کسی چیز میں پائی ہی نہیں جاتی۔ بعض روایات کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ ''تین چیزوں میں نحوست ہے'' یا ''بے برکتی تو صرف تین چیزوں میں ہے''۔ دراصل یہ بعض راویوں کا اختصار اور تصرف ہے۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ: ۴۴۲)

(١٦٤٣)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا: ((الشُّؤْمُ فِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ۔)) (الصحيحة: ١٨٩٧)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گھر، بیوی اور گھوڑے میں نحوست ہوتی ہے۔''

تخریج: أخرجه البخاري: ٦/ ٤٦ و ٩/ ١١٢ وفي "الأدب المفرد": ، ومسلم: ٧/ ٣٣-٣٤، ومالك: ٣/ ١٤٠، وأبوداود: ٢/ ١٥٩، والنسائي: ٢/ ١٢٠، والترمذي: ٢/ ١٣٥ وصححه، وابن ماجه: ١/ ٦١٥، والطحاوي: ٢/ ٣٨١، والطيالسي: رقم - ١٨٢١، وأحمد: ٢/ ٨ و ١١٥ و ١٢٦ و ١٣٦

(١٦٤٤)۔ عَنْ مَخْمَرِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا شُؤْمَ، وَقَدْ يَكُوْنُ الْيُمْنُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ۔)) (الصحيحة: ١٩٣٠)

حضرت مخمر بن معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''کوئی نحوست نہیں، البتہ تین چیزوں میں خیر و برکت ہوتی ہے، یعنی بیوی، گھوڑے اور گھر میں۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ١/ ٦١٤، والطيالسي في "مشكل الآثار": ١/ ٣٤١، والترمذي: ٢/ ١٣٥ الا انه قال: عن عمه حكيم بن معاوية

شـرح:...... اگر کسی آدمی کی بیوی نیک، صالح اور اس کی فرمانبردار ہو، سواری سرکش نہ ہو، بلکہ مطیع و منقاد ہو اور خیر و بھلائی پر مشتمل کھلا گھر ہو تو اسے ذہنی سکون ملتا ہے اور دنیا و آخرت کے اعتبار سے بہترین نتائج موصول ہوتے ہیں۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ حدیث کسی چیز میں نحوست نہ ہونے کا بیّن ثبوت ہے اور یہ روایت ان احادیث کا قوی شاہد ہے، جن میں اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں:

''اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو......''

معلوم ہوا کہ وہ روایات شاذ اور مرجوح ہیں، جن میں اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں:

''تین چیزوں میں نحوست پائی جاتی ہے،......'' (صحیحہ: ۱۹۳۰)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلطِّيَرَةُ مِنَ الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ .)) (صحیحہ: ۹۹۳) ...... ''گھر، عورت اور گھوڑے میں بدشگونی (اور نحوست) ہوتی ہے۔'' لیکن یہ حدیث اس اختصار کے ساتھ شاذ (یعنی ضعیف) ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ: الطِّيَرَةُ مِنَ الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ۔)) ......''اہل جاہلیت کہتے تھے: گھر میں، عورت میں اور گھوڑے میں نحوست ہوتی ہے۔''

(صحیح۔ الصحیحۃ: تحت حدیث: ۹۹۳)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس حدیث کے راویوں کے الفاظ میں اختلاف ہے، دوسری روایات کی روشنی میں یہ الفاظ راجح معلوم ہوتے ہیں: ((لَاشُؤْمَ، وَقَدْ يَكُوْنُ الْيُمْنُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ۔)) ...... ''کوئی نحوست نہیں، البتہ تین چیزوں میں خیر و برکت ہوتی ہے، یعنی بیوی، گھوڑے اور گھر میں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ جاہلیت والے لوگ بدشگونی اور نحوست کے مثبت ہونے کی بات کیا کرتے تھے۔

امام طحاوی جیسے بعض ائمہ نے کہا: ان شاء اللہ درج ذیل امور کی بنا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بہ نسبت راجح اور درست معلوم ہوتی ہے:

بدشگونی لینے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی عام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی اور نحوست کو ناپسند کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی کو ترک کرنے کی تلقین کی ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ، وَهُمُ الَّذِيْنَ لَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ .)) ......''(میری امت کے) ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، (ان کی صفات یہ ہیں کہ وہ زخم لگنے پر اپنے جسم کو) داغتے نہیں ہیں اور نہ دم کرواتے ہیں اور نہ کسی چیز سے برا شگون لیتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

امام طحاوی نے (مشکل الآثار اور شرح المعانی) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اور اس معنی و مفہوم کی دوسری روایات کے بارے میں کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی

چیز میں نحوست نہیں پائی جاتی، جبکہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست اور بدشگونی پائی جاتی ہے۔ جب سعید بن مسیّب نے بدشگونی کے مثبت ہونے کی بات کی تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو جھڑکا اور کہا کہ آپ ﷺ نے تو فرمایا کہ کوئی نحوست اور بدشگونی نہیں ہے۔ پھر فرمایا: اگر کسی چیز میں اس کا ہونا ممکن ہوتا تو عورت، گھوڑے اور گھر میں پائی جاتی۔ دیکھو! آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان تین چیزوں میں پائی جاتی ہے، بلکہ یہ فرمایا کہ اگر ہوتی تو ان میں ہوتی، اگر ان میں نہیں ہے تو باقی چیزوں میں بالاولی نہیں ہوگی۔ (صحیحہ: ۹۹۳)

زمزم کھانے کا کھانا ہے

(١٦٤٥)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ مَرْفُوعاً: ((إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ۔)) يَعْنِي: زَمْزَمَ۔ (الصحيحة: ٣٥٨٥)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ برکت والا ہے اور یہ کھانے کا کھانا ہے۔'' آپ رضی اللہ عنہ کی مراد زمزم کا پانی تھا۔

تخريج: جاء من حديث أبي ذرّ، وابن عباس:

(١)أما حديث أبي ذر؛ فله طريقان:

الاول: عن عبدا لله بن الصامت: فرواه مسلم: ٣/ ١٥٢۔ ١٥٥ و وقد رواه عن حميد جماعة، يعني سبعة نفر، مطولا و مختصرا وبالفاظ مختلفة.....

ورواه البزار في"مسنده": ١١٧١، والفاكهي في "أخبارمكة":١٠٨٠، ١٠٨١، وابن أبي شيبة: ١٨٤٤٧، وابن حبان: ٧١٣٣، وأحمد: ٤/ ١٧٤و ١٧٥، والطيالسي: ٦١، وابن سعد في"الطبقات الكبرى"، والبيهقي في"الدلائل": ٢/ ٢١١ و "السنن": ٥/ ١٤٧، وأبونعيم في "الدلائل": صـ ٢٠٧، وأبونعيم في"الحلية": ١/ ١٥٧، والطبراني في"المعجم الكبير": ١٦٤٠، والحاكم: ٣/ ٣٤١ .....

(٢)وأما حديث ابن عباس؛ فقد رواه الطبراني و غيره بلفظ: ((خير ماء على وجه الارض ماء زمزم؛ فيه طعام من الطعم، وشفاء من السقم۔)) وهو مخرج في "الصحيحة": ١٠٦٥

شرح:...... نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ .))(ابن ماجه) ......''زمزم کا پانی (جس نیت اور مقصد کو سامنے رکھ کر) پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ زمزم کا پانی انتہائی مبارک ہے اور یہ واحد پانی ہے جو کھانے کی کمی بھی پوری کرتا ہے، نیز یہ پانی جس جسمانی اور روحانی بیماری کو دور کرنے کے لیے پیا جائے، اس سے شفا ہوگی۔

عرق النسا اور اس کا علاج

(١٦٤٦)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوعًا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ

((شِفَاءُ عِرْقِ النَّسَا اَلْيَةُ شَاةٍ اَعْرَابِيَّةٍ، تُذَابُ، ثُمَّ تُقْسَمُ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ يَشْرَبُهُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ عَلَى الرِّيْقِ، كُلَّ يَوْمٍ جُزْءً.)) (الصحيحة: ١٨٩٩)

ﷺ نے فرمایا: ''عرق النسا سے شفا حاصل کرنے کے لیے جنگلی بکری کے چوتڑ کو پگھلایا جائے، پھر اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے اور مریض نہار منہ تین دن یعنی ہر روز ایک حصہ پئے۔''

تخريج: رواه ابن ماجه: ٣٤٦٣، والحاكم: ٤/ ٢٠٦، وابن عساكر: ١٥/ ١٢٢/ ١، واحمد: ٣/ ٢١٩

شرح:...... ران سے شروع ہونے والے جوڑوں کے درد کو عرق النسا کہتے ہیں۔

عیادت کا اجر وثواب

(١٦٤٧)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ مَرْفُوْعاً: ((عَائِدُ الْمَرِيْضِ فِي مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ، فَاِذَا جَلَسَ عِنْدَهُ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ.)) (الصحيحة:١٩٢٩)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مریض کی تیمارداری کرنے والا جنت کے باغ میں ہوتا ہے اور جب اس کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔''

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده": رقم۔ ٧٧٤

شرح:...... اس میں عیادت کی فضیلت کا بیان ہے، جو کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جو مسلمان بوقت صبح دوسرے مسلمان کی تیمارداری کرتا ہے، ستر ہزار فرشتے شام تک اس کیلیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اگر وہ بوقتِ شام عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کرتے ہیں۔'' (ترمذی)

لیکن ہمارے ہاں بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہم تیمارداری اور عیادت جیسا عظیم حق ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اسلام کو بنیاد نہیں بناتے، بلکہ اپنے ذاتی تعلقات اور شخصی مراسم کو سامنے رکھتے ہیں۔ ہم اس شخص کی تیمارداری کرنے کے لیے جائیں گے، جس کے ساتھ ہمارا کوئی دنیوی تعلق ہے یا جو ہماری عیادت کرنے کے لیے آیا ہوگا یا جو مالدار ہوگا۔ ایسے تعلق کو مسکراہٹوں اور احسانات کا تبادلہ کہتے ہیں۔ بیچ میں للّٰہیت کا فقدان ہے۔ ایسے لوگ شاذ و نادر ہیں جو اپنے بھائی کی تیمارداری کرنے کے لیے اسلام کو بنیاد بناتے ہیں۔

(١٦٤٨)۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَّمْ يَزَلْ يَخُوْضُ فِي الرَّحْمَةِ حَتّٰى يَجْلِسَ، فَاِذَاجَلَسَ اِغْتَمَسَ فِيْهَا.)) (الصحيحة: ٢٥٠٤)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی مریض کی تیمارداری کرنے کے لیے جاتا ہے، وہ (اللہ کی) رحمت میں داخل ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بیٹھ جائے، اور جب بیٹھ جاتا ہے تو رحمت میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔''

تخریج: أخرجه ابن شيبة فی "المصنف": ۳/ ۲۳٤، وأحمد: ۳/ ۳۰٤، وابن أبی الدنيا فی "الكفارت": ۷۳/ ۱، والبيهقی: ۳/ ۳۸۰، وابن حبان فی صحيحه: ۷۱۱،

شرح:...... اس میں مریض کی تیمارداری کی فضیلت بیان کی گئی، جو کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔

عیادت سے آخرت یاد آتی ہے

(۱٦٤۹)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعاً: ((عُوْدُوْا الْمَرْضَى، وَاتَّبِعُوا الْجَنَائِزَ، تُذَكِّرُكُمُ الآخِرَةَ۔))

(الصحيحة: ۱۹۸۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیماروں کی بیمار پرسی کیا کرو اور جنازوں کے پیچھے چلا کرو، تمھیں آخرت یاد آئے گی۔''

تخريج: رواه أبويعلي في "مسنده": ۸٤/ ۱، والبخاري في "الأدب المفرد": ۵۱۸، وابن حبان: ۷۰۹، وابن المبارك في "الزهد": ۲٤۸، والبغوي في "شرح السنة": ۱/ ۱٦٦/ ۱

شرح:...... میت مکمل طور پر اخروی زندگی کے اوائل کی طرف منتقل ہو چکا ہوتا ہے۔ رہا مسئلہ مریض کا تو اس کا مرض، جس میں وہ اب مبتلا ہے، اس کی موت کا سبب بن سکتی ہے، نیز انسان کو اپنی صحت و تندرستی کا احساس بھی ہوتا ہے۔ اس لیے بیماروں کی بیمار پرسی اور میتوں کے پاس حاضری فکرِ آخرت کے احساسات پیدا کر سکتی ہے۔

اثمد سرمے کے فوائد

(۱٦۵۰)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((عَلَيْكُمْ بِالْاِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ، فَاِنَّهُ يَجْلُوْ الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ۔)) (الصحيحة: ۷۲٤)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''تم سوتے وقت اِثمد سرمہ استعمال کیا کرو، کیونکہ وہ نظر کو جلا بخشتا ہے اور (پلکوں کے) بال اگاتا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن أبی شيبة فی "المصنف": ۸/ ۵۹۹/ ۵٦۸٤، وعنه ابن ماجه: ۳٤۹٦، والقاضی الخلعی فی "الفوائد": ۲۰/ ۵۰/ ۱

شرح:...... آجکل بھی سعودی عرب میں اثمد سرمہ پایا جاتا ہے، منگوا کر استعمال کرنا چاہئے۔

(۱٦۵۱)۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ مَرْفُوْعًا: ((عَلَيْكُمْ بِالْاِثْمِدِ، فَاِنَّهُ مُنْبِتَةٌ لِلشَّعْرِ مُذْهِبَةٌ لِّلْقَذٰى، مَصْفَاةٌ لِلْبَصَرِ۔))

(الصحيحة: ٦٦۵)

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اثمد سرمہ لازمی طور پر استعمال کیا کرو، یہ بال اگاتا ہے، آنکھ میں پڑنے والے تنکے یا ذرے کو نکال دیتا ہے اور آنکھ کی صفائی کرتا ہے۔''

تخريج: رواه البخاری فی "التاريخ": ٤/ ۲/ ٤۱۲، والطبرانی: ۱/ ۱۲/ ۱

صحابہ نے آپ ﷺ کو بیہوشی کے عالم میں دوا کھلائی، لیکن......

(۱٦٥٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: ((كَانَتْ تَأْخُذُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الْخَاصِرَةُ، فَاشْتَدَّتْ بِهِ جِدًّا، وَاَخَذَتْهُ يَوْماً، فَأُغْمِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ قَدْ هَلَكَ عَلَى الْفِرَاشِ. فَلَدَدْنَاهُ، فَلَمَّا اَفَاقَ عَرَفَ اَنَّا قَدْ لَدَدْنَاهُ، فَقَالَ: ((كُنْتُمْ تَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ كَانَ يُسَلِّطُ عَلَيَّ ذَاتَ الْجَنْبِ؟ مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ لَهَا عَلَيَّ سُلْطَانًا، وَاللّٰهِ لَايَبْقٰى فِي الْبَيْتِ اَحَدٌ اِلَّا لَدَدْتُمُوْهُ اِلَّا عَمِّيَ الْعَبَّاسَ۔)) قَالَتْ: فَمَا بَقِيَ فِي الْبَيْتِ اَحَدٌ اِلَّا لُدَّ، فَاِذَا امْرَاَةٌ مِّنْ بَعْضِ نِسَائِهِ تَقُوْلُ: اَنَا صَائِمَةٌ! قَالُوْا: تَرَيْنَ اَنَّا نَدَعُكِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَايَبْقٰى اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ۔)) فَلَدَدْنَاهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ۔ (الصحیحۃ:۳۳۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کوکھ کا درد ہو جاتا تھا، ایک دن بہت سخت درد ہوا، حتی کہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی اور ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ آپ ﷺ بستر پر انتقال فرمانے والے ہیں۔ ہم نے آپ کی زبان ایک طرف کر کے دوسری طرف دوا ڈالی۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے پہچان لیا کہ ہم نے دوائی ڈالی تھی، پس فرمایا: ''تمھارا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے نمونیا میں مبتلا کرے گا؟ اللہ تعالیٰ بیماری کو میرے خلاف راہ نہیں دے گا۔ اللہ کی قسم! گھر میں ہر فرد کی زبان ایک طرف کر کے دوسری طرف دوائی ڈالو، ماسوائے میرے چچا عباس کے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: گھر میں موجود ہر فرد کے منہ میں دوا ڈالی گئی، آپ ﷺ کی ایک بیوی نے کہا: میں تو روزے دار ہوں۔ انھوں نے اسے کہا: تیرا کیا خیال ہے کہ ہم تجھے چھوڑ دیں گے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''گھر میں کوئی نہ بچے مگر اسے دوا ڈالی جائے''؟ پھر ہم نے اسے دوائی ڈالی، حالانکہ وہ روزے دار تھی۔

تخریج: أخرجه أحمد: ٦/ ١١٨، وابن سعد: ٢/ ٢٣٥، وأبويعلي: ٨/ ٣٥٣، وقد أخرجه البخاري: ٤٤٥٨، ومسلم: ٧/ ٢٤ من طريق اخرى عن عائشة مختصرا

شرح:...... ''لَدُود'' اس دوا کو کہتے ہیں جو منہ میں ایک طرف ڈالی جاتی ہے۔ صحابہ نے آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر آپ کے دہن مبارک میں دوا ڈال دی، جب آپ ﷺ کو ہوش آئی تو آپ غصے ہوئے کہ بلا اجازت ایسے کیوں کیا گیا، آپ ﷺ نے تادیبی طور پر ان کی یہ سزا تجویز کی کہ سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے، یہاں تک کہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا روزے دار تھیں، مگر ان کو بھی روزہ توڑ کر یہ دوا لینا پڑی۔

آپ ﷺ نے اس دوا کو کیوں ناپسند کیا؟ اس کے دو جوابات دیے گئے ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یقین ہو چکا تھا کہ آپ دنیائے فانی سے رحلت فرمانے والے ہیں، ایسے میں علاج کرنا مکروہ ہوتا ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے اس وجہ کو درست تسلیم نہیں کیا، کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یہ واقعہ موت کے تحقق سے پہلے پیش آیا تھا۔ (۲) اس

دوا کو ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ آپ ﷺ کے ناموافق تھی، کیونکہ صحابہ نے اپنے خیال کے مطابق آپ ﷺ کا نمونیا کا علاج کیا تھا، جبکہ آپ ﷺ اس بیماری میں مبتلا ہی نہ تھے۔

بچھو کے ڈنک کا علاج

(۱۶۵۳)۔ عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: لَدَغَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَقْرَبٌ وَهُوَ يُصَلِّي، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ، لَاتَدَعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَهُ۔ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ وَمِلْحٍ، وَجَعَلَ يَمْسَحُ عَلَيْهَا وَيَقْرَأُ۔ ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ و﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ و﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾۔)) (الصحيحة: ٥٤٨)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بچھو نے نبی کریم ﷺ کو ڈنگ مارا، اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے، یہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو۔ پھر پانی اور نمک منگوا کر متاثرہ جگہ پر لگاتے رہے اور ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھتے رہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الصغير": ١١٧، وأبونعيم في "أخبار أصبهان": ٢/ ٢٢٣، وأبو محمد الخلال في "فضائل ﴿قل هو الله أحد﴾: ٢٠٢/ ١، وابن ابي شيبة في "المصنف": ١٢/ ١٥٢/ ٢

شرح:...... یہ بچھو کے ڈنک مارنے کا نبوی علاج ہے۔

حجر اسود بھی شفا بن سکتا تھا، لیکن......

(١٦٥٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يَرْفَعُهُ: ((لَوْلَا مَامَسَّهُ مِنْ اَنْجَاسِ الْجَاهِلِيَّةِ، مَامَسَّهُ ذُوْعَاهَةٍ اِلَّا شُفِيَ، وَمَا عَلَى الْاَرْضِ شَيْءٌ مِنَ الْجَنَّةِ غَيْرُهُ۔)) (الصحيحة: ٢٦١٩)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر جاہلیت کی نجاستوں نے اس (حجر اسود) کو نہ چھوا ہوتا تو جب آفت والا آدمی اسے چھوتا تو وہ صحت یاب ہو جاتا اور زمین پر صرف یہی (حجر اسود) ہے جو جنت سے لایا گیا ہے۔''

تخريج: أخرجه البيهقي في "السنن": ٥/ ٧٥

شرح:...... معلوم ہوا کہ حجر اسود جنت سے اتارا گیا۔ نیز یہ حدیث گناہوں کی سنگینی پر دلالت کر رہی ہے کہ جنت سے اترنے والا پتھر بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ لہٰذا ہمیں خیال کرنا چاہئے کہ ہم گناہوں میں اس قدر نہ لتھڑ جائیں کہ جنت ہمیں قبول کرنے سے انکار کر دے۔

کوڑھ زدہ مریضوں کی طرف دیکھنے سے کیوں منع کیا گیا؟

(١٦٥٥)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((لَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ

تَدِيْمُوْا النَّظَرَ اِلَى الْمَجْذُوْمِيْنَ۔)) ﷺ نے فرمایا: ”کوڑھ زدہ مریضوں کی طرف زیادہ نہ دیکھا کرو۔“ (الصحيحة:١٠٦٤)

تخريج: أخرجه البخاري في "التاريخ الكبير" ١/ ١/ ١٣٨، وابن ماجه: ٢/ ٣٦٤، وأحمد: ١/ ٢٣٣، وابن أبي شيبة في "الأدب" ١/ ١٥٦/ ١، وابن معين في "حديثه" ٩/ ٢، والحربي في "الغريب" ٥/ ٨٢/ ١، والطيالسي: ١٦٠١

شرح: ...... اس حدیث میں انسان کی طبیعت کو سامنے رکھا گیا ہے، اس کا مقصود یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دیکھنے والا کوڑھ زدہ مریض سے کراہت اور گھن محسوس کرنا شروع کر دے اور ایسے کرنا غلط ہے، کیونکہ وہ آزمائش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، مریض کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اس خیال سے بچانے کے لیے شریعت نے سرے سے دیکھنے سے یا زیادہ دیکھنے سے منع کر دیا۔

کیا کوئی بیماری متعدی ہے؟

(١٦٥٦)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((لَا يُوْرَدُ الْمُمْرِضُ عَلَى الْمُصِحِّ۔)) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مریض کو صحت مند پر پیش نہ کیا جائے۔“ (الصحيحة:٩٧١)

تخريج: أخرجه البخاري: ١٠/ ١٩٨و٢٠٠، ومسلم: ٧/ ٣٢، وأبوداود: ٣/ ١٥٨، والطحاوي: ٢/ ٢٧٥، وفي "المشكل": ٢/ ٢٦٢، وأحمد: ٢/ ٤٠٦، ٤٣٤، وابن ماجه: ٢/ ٣٦٣

شرح: ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا عدوى)) (مسلم) ...... کوئی بیماری متعدی نہیں ہے۔ امام البانی رحمہ اللہ نے صحیحہ میں ۷۸۱ سے ۷۸۹ تک نو احادیث ذکر کی ہیں، سب میں ”لا عدوی“ (کوئی بیماری متعدی نہیں) کے الفاظ موجود ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا عَدْوَى ...... وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ۔)) (بخاری) ...... ”کوئی بیماری متعدی نہیں ہے، ...... البتہ کوڑھ کے مریض سے اس طرح فرار اختیار کرو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔“

ایک آدمی نے ایک خارشی اونٹ کو اس نظریے سے علیحدہ باندھ دیا کہ اس کی وجہ سے دوسرے اونٹوں کو خارش لگ جائے گی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ((فَمَنْ اَعْدَى الْاَوَّلَ؟)) ...... ”(اچھا یہ بتلاؤ کہ) پہلے اونٹ کو خارش کی بیماری کس نے لگائی؟“ (بخاری، مسلم)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ جب اونٹ ریتلے علاقے میں ہوتے ہیں (تو ان کی صحت اور قوت یوں ہوتی ہے) جیسے وہ ہرن ہیں، لیکن جب کوئی خارشی اونٹ ان میں

آ گھستا ہے، تو ان سب کو خارش لگ جاتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَمَنْ اَعْدٰی الْاَوَّلَ؟)) ......''(اچھا یہ بتلاؤ کہ) پہلے اونٹ کو خارش کی بیماری کس نے لگائی؟'' (بخاری، مسلم)

مذکورہ بالا احادیث میں بیماری کے متعدی ہونے کی نفی بھی کی گئی ہے اور اسے ثابت بھی کیا گیا ہے۔

بلا شبہ کوئی بیماری فی نفسہ متعدی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ابتداء بھی بیماری لگاتا ہے اور کبھی کسی کی بیماری کو کسی کے لیے سبب بھی بنا دیتا ہے۔ جن احادیث میں اس چیز کو ثابت کیا گیا ہے، دراصل اس کے ذریعے ضعیف العقیدہ لوگوں کے عقیدہ کی حفاظت کی گئی ہے، یعنی ایک آدمی عوام کے کہنے کے مطابق کسی متعدی بیماری میں مبتلا آدمی کی تیمارداری کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے اس کے پاس بیٹھتا ہے، اسی وقت میں اللہ تعالیٰ اس کو بیمار کرنے کا فیصلہ کر دیتے ہیں، ایسے میں وہ یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اس مریض کی وجہ سے اس کو بیماری لگی ہے۔ اس کو اصطلاح میں ''باب سد الذرائع'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ بیماری کے متعدی ہونے کی نفی کرنے والی احادیث کا تعلق مضبوط عقائد کے حاملین سے ہے، جو ہر بیماری کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: بیماری کو متعدی ثابت کرنے والی دو احادیث اور اس چیز کی نفی کرنے والی نو احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ متعدی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی مریض کا مرض صحت مند آدمی کی طرف منتقل ہو سکتا ہے اور جن احادیث میں بیماری کے متعدی ہوے کی نفی کی گئی ہے، دراصل ان میں اہل جاہلیت کا ردّ کیا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کو بروئے کار لائے بغیر یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بیماری میں بذات خود متعدی ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بدو کو فرمایا: ''(اگر دوسرے اونٹوں کو اِس اونٹ کی وجہ سے خارش لگ سکتی ہے تو یہ بتلاؤ کہ) پہلے اونٹ کو خارش کی بیماری کس نے لگائی؟''

نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث بیان کر کے بدو کی توجہ کو مسبِّب اول اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول کیا اور اس کی اِس بات کا ردّ نہیں کیا، بلکہ آپ ﷺ نے اس کے مشاہدے کو برقرار رکھا، چونکہ بظاہر اس کے دعوے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت نظر نہیں آ رہی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اس سے یہ سوال کرتے ہوئے اس کا ردّ کر دیا کہ ''پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی ہے؟''

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دو احادیث بیماری کے متعدی ہونے کو ثابت کر رہی ہیں، جبکہ تجربہ اور مشاہدہ بھی اسی حقیقت کے متقاضی ہیں۔ جن احادیث میں امراض کے تعدّی کی نفی کی گئی ہے، ان میں ان لوگوں کا ردّ ہے جو بیماریوں کے حقیقی خالق سے غفلت برت کر بیماری کو بذاتِ خود متعدی سمجھتے ہیں۔

عصرِ حاضر اور دورِ جاہلیت کے عقائد میں مماثلت و مشابہت پائی جاتی ہے، کیونکہ یورپی ڈاکٹرز اور معالجین اپنے کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے غافل ہیں اور عہدِ جاہلیت کے جاہلوں کے طرح بیماریوں کے بذاتِ خود متعدی ہونے کا یقین رکھتے ہیں، اسی قسم کے لوگوں کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے اونٹ کو بیماری کس نے

لگائی؟'' رہا اس مؤمن کا مسئلہ، جو اسباب کے بارے میں محتاط نہ ہو تو اسے اس چیز کی تاکید کی جائے گی اور اس کو ان احادیث کی تعلیم دی جائے گی: ((لَا يُوْرَدُ الْمُمْرِضُ عَلَى الْمُصِحِّ.)) ...... ''مریض کو صحت مند پر پیش نہ کیا جائے۔'' ((وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ .)) ...... ''کوڑھ کے مریض سے اس طرح فرار اختیار کرو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔'' تاکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ان اسباب سے اجتناب کرے جو بیماری کا سبب بن سکتے ہیں۔ میرے علم کے مطابق تو مذکورہ بالا جمع و تطبیق درست ہے، فتح الباری وغیرہ میں مزید اقوال دیکھے جا سکتے ہیں۔

(صحیحہ : ۹۷۱)

شرید بن سوید کہتے ہیں: ثقیف کے وفد میں ایک کوڑھ زدہ آدمی تھا، نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ ((إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ)). (صحیحہ : ۱۹۶۸) ...... ''ہم نے تجھ سے بیعت لے لی ہے، تو چلا جا۔''

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں بیماری کے متعدی ہونے کو ثابت کیا گیا ہے، لیکن اس حدیث میں اور "لَا عَدْوٰی" (کوئی بیماری متعدی نہیں ہے) والی احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ بیماری کے متعدّی ہونے کی نفی کر کے دورِ جاہلیت کے اس عقیدے کا ردّ کرنا ہے کہ بیماری اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کی وجہ سے نہیں، بلکہ بذاتِ خود لگ جاتی ہے۔ یہ بات اور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کی وجہ سے بیماری کسی دوسرے شخص کو لگ جائے۔ شرید بن سوید کی حدیث میں اسی چیز کو ثابت کر کے اس قسم کے مریضوں سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ (صحیحہ: ۱۹۶۸)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بیماریوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ان میں مبتلا کرنے والا بھی وہی ہے، کوئی بیماری فی نفسہٖ متعدی نہیں ہے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی دوسرے شخص کو بیماری لگانے کے لیے کسی بیماری کو سبب بنا دے تو یہ ممکن ہے، بہرحال بیماری کو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو بیماریاں ہمارے ڈاکٹروں اور حکیموں کے نزدیک متعدی ہیں۔ معالجین سمیت لاکھوں، بلکہ کروڑوں انسانوں کا ایسے مریضوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، جبکہ وہ ہر اعتبار سے سالم اور محفوظ رہتے ہیں، اس لیے یہ عقیدہ مضبوط کر لینا چاہیے کہ کوئی مرض بذاتِ خود متعدی نہیں ہے۔ ہمارے معالج حضرات کو چاہیے کہ وہ صرف طبّی اصولوں کو سامنے رکھ کر بات نہ کیا کریں، بلکہ احادیثِ مبارکہ کا مطالعہ کر کے اپنے نظریات میں اعتدال پیدا کریں۔

شیطان قرآن مجید بھلا سکتا ہے
انسانی بدن سے جن کو کیسے نکالا جائے؟

(۱۶۵۷)۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نِسْيَانَ الْقُرْآنِ، فَضَرَبَ صَدْرِيْ بِيَدِهٖ، فَقَالَ:

حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید بھول جانے کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''او شیطان!

((يَا شَيْطَانُ! أُخْرُجْ مِنْ صَدْرِ عُثْمَانَ۔)) فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ۔ قَالَ عُثْمَانُ: فَمَا نَسِيْتُ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدُ، اَحْبَبْتُ اَنْ اَذْكُرَهُ۔

عثان کے سینے سے نکل جا۔'' آپ ﷺ نے ایسے تین دفعہ کیا۔ عثمان کہتے ہیں: اس کے بعد مجھے کوئی ایسا لفظ نہیں بھولا، جس کو میں یاد کرنا پسند کرتا تھا۔

(الصحيحة:٢٩١٨)

تخريج: هو من حديث عثمان بن أبي العاص الثقفي، وله عنه طرق أربعة بالفاظ مختلفة:

الأولى: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٩/ ٣٧/ ٨٣٤٧، وقال الهيثمي في "لمجمع": ٩/ ٣

الثانية: أخرجه البيهقي في "دلائل النبوة": ٥/ ٣٠٨

الثالثة: أخرجه أبو نعيم في "الدلائل": ص ٤٠٠۔ ٤٠١،

الرابعة: أخرجه ابن ماجه :٣٥٤٨، والروياني في "مسنده": ق١٤٨/ ١۔ ٢

شرح:...... معلوم ہوا کہ شیطان مسلمان کے اندر گھس کر بھی اسے اعمال صالحہ سے روکنے کی مذموم کوشش کر سکتا ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث میں یہ واضح دلالت موجود ہے کہ شیطان انسان پر اس کے معاملات کو مشتبہ اور گڈ مڈ کر سکتا ہے اور اس میں داخل ہو سکتا ہے، اگرچہ ایسا انسان نیک مومن ہو۔ کافی ساری احادیث اس موضوع پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

سیدنا یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا، میں نے بڑی عجیب چیز دیکھی، .... ۔ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: یہ میرا بیٹا سات سال سے جنونی کیفیت میں مبتلا ہے، روزانہ اس پر دو دفعہ جنون طاری ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو میرے قریب کرو۔'' اس نے بچے کو آپ ﷺ کے قریب کیا، آپ ﷺ نے اس کے منہ میں تھوکا اور فرمایا: ''اللہ کے دشمن! نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں۔'' (حاکم نے اسے روایت کیا اور صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی، لیکن یہ روایت منقطع ہے، میں نے اس کے مختلف طرق ذکر کیے، منذری نے ایک طریق کو جید کہا، بہرحال یہ روایت اِن متابعات کی وجہ سے جید ہے، واللہ اعلم)۔ (صحیحہ: ٤٨٥)

امام احمد، امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام طبری، حافظ ابن کثیر، امام قرطبی، امام شوکانی اور امام صدیق حسن خان وغیرہ اس حقیقت کے قائل ہیں کہ شیطان انسان میں داخل ہو کر مختلف کاروائیاں کر سکتے ہیں۔

اس معاملے میں اہل السنہ والجماعۃ کا مسلک یہ ہے کہ اِن غیبی امور میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت روایات پر ہی اکتفا کیا جائے، کسی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس سلسلے میں تفصیل میں پڑ جائے یا دلائل سے ثابت شدہ امور کو تسلیم نہ کرے یا اپنی خواہشات کے مطابق اور بلا دلیل آیات کے ظاہری مفاہیم کی تفسیر شروع کر دے۔

میں اس بحث کے اختتام پر کہوں گا: میرا مقصد یہ ہے کہ ان غیبی امور کو ثابت کیا جائے، جن کو شریعت نے ثابت کیا

ہے اور ان کا انکار کرنے والوں پر ردّ کیا جائے۔ لیکن اس سلسلے کے دوسرے رخ پر نگاہ ڈالی جائے تو میں ان (عامل) لوگوں پر سخت انکار کروں گا، جنہوں نے اس عقیدے سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ جنون اور مرگی میں مبتلا مریضوں کا علاج کرنے کے لیے جنوں کو حاضر کر کے ان سے باتیں کرتے ہیں اور اس سلسلے میں تلاوتِ قرآن کے علاوہ دوسرے بے دلیل وسائل استعمال کرتے ہیں، بسا اوقات شیطان کا بہانہ کر کے مریض کو اتنا مارتے ہیں کہ وہ بیچارہ مر جاتا ہے، جیسا کہ عمان (مصر) میں ایک واقعہ پیش آیا اور اخبار و جرائد کی زینت بنا۔

یہ عمل کرنے والے چند نیک لوگ ہوا کرتے تھے، لیکن اب تو سیکڑوں افراد اسی کام میں مگن ہیں، جن میں بعض بناؤ سنگار کر کے سامنے آنے والی عورتیں بھی ہیں۔ اب صورتحال یہ بن چکی ہیں کہ ڈاکٹر اور حکیم لوگ جن امراض کا علاج کرتے تھے، ان کے علاج کے لیے ایسے وسائل استعمال کیے جا رہے ہیں، جن کو شریعت پہنچانتی ہے نہ طبّ۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ یہ دجل و فریب اور کذب و افترا کا ایک شعبہ ہے، جو شیطان نے اپنے دشمن انسان کو مہیا کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ (سورۂ انعام: ۱۱۲) ..... ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کیے تھے، کچھ آدمی اور کچھ جن، جو ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں۔''

یہ تو جنوں سے پناہ مانگنے کی ہی ایک قسم ہے، جو زمانۂ جاہلیت میں مشرکوں کا وطیرہ تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا.﴾ (سورۂ جن: ٦) ..... ''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے، جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔''

جس نے جادو کے توڑ کے لیے یا انسان کے ساتھ لگے ہوئے محبوب و معشوق جن کی تذکیر و تانیث یا اسلام و کفر کا پتہ لگانے کے لیے جنوں سے مدد طلب کی اور حاضرین نے اس کی تصدیق کی، تو یہ سارے آپ ﷺ کے درج ذیل ارشاد کا مصداق بنیں گے:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ أَتٰى كَاهِناً فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ: فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ۔)) (صحیحہ: ۳۳۸۷) ..... ''جو نجومی کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے محمد (ﷺ) پر نازل ہونے والی شریعت کے ساتھ کفر کیا۔''

اور ایک روایت میں ہے: ((..... لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً)) ..... ''ایسے شخص کی چالیس دن نماز قبول نہیں ہوتی۔''

اس موضوع پر یہ تنبیہ کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس پیشہ کو اپنانے والوں کی اکثریت جاہل اور حقائق سے غافل ہے۔ میں ان عاملوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہوں گا کہ اگر وہ اسی پیشے کو اپنانا چاہتے ہیں تو جنوں سے خطاب کرتے وقت وہی الفاظ دوہرائیں، جو نبی کریم ﷺ نے فرمائے تھے، ..... ((أُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ۔)) (اللہ کے دشمن! نکل جا)۔

اور درج ذیل آیت کے ذریعے ایسے لوگوں کو یاد دہانی کراؤں گا: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورۂ نور: ٦٣) ...... ''پس جو لوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے۔''

واللہ المستعان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (صحیحہ: ۲۹۱۸)

مریض کے لیے بعض کھانے مضر ہو سکتے ہیں

(١٦٥٨)۔ عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ بِنْتِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيَّةِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَعَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَعَلِيٌّ نَاقِهٌ وَلَنَا دَوَالِيُّ مُعَلَّقَةٌ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاكُلُ مِنْهَا، وَقَامَ عَلِيٌّ لِيَأْكُلَ، فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِعَلِيٍّ: ((مَهْ، اِنَّكَ نَاقِهٌ۔))، حَتّٰى كَفَّ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ قُلْتُ: وَصَنَعْتُ شَعِيْرًا وَسِلْقًا، فَجِئْتُ بِهٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَاعَلِيُّ! اَصِبْ مِنْ هٰذَا، فَهُوَ اَنْفَعُ لَكَ۔)) (الصحيحة: ٥٩)

حضرت ام المنذر بنت قیس انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے، آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو ابھی ابھی (کسی بیماری سے) صحت یاب ہوئے تھے۔ کچھ نیم پختہ کھجوریں، جو پک گئی تھیں، لٹکی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو کھانا شروع کر دیا اور حضرت علی بھی کھانے کے لیے کھڑے ہوئے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے یوں کہہ کر منع فرمانا شروع کر دیا: ''رک جاؤ، کیونکہ ابھی تک بیماری کی کمزوری باقی ہے۔'' سو وہ رک گئے۔ میں نے جو اور چقندر کا ایک کھانا تیار کیا اور آپ ﷺ کے پاس لے کر آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علی! یہ کھانا کھاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ مفید ہے۔''

تخريج: رواه أبوداود: ٣٧٥٦، والترمذي: ٢/ ٢و٣، وابن ماجه: ٢٤٤٢، وأحمد: ٦/ ٢٦٤، وابن أبي شيبة في "المصنف": ٨/ ٧٩/ ٣٧١٨، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٥/ ٩٩/ ٢٥٨، والخطيب في "الفقيه والمتفقه": ٢٢٥/ ٢

شرح: ...... معلوم ہوا کہ مریض کے لیے بعض کھانے کھانا نامناسب ہیں اور جبکہ بعض کھانوں کا استعمال زیادہ مفید ہے، اس سلسلے میں مریض کو اپنے معالج کے نصائح پر عمل کرنا چاہئے۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (زاد المعاد: ۹۷/۳) میں یہ حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: آپ کو علم ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نیم پختہ کھجوریں کھانے سے منع کر دیا، جبکہ وہ ابھی ابھی صحت یاب ہوئے تھے، یہ آپ ﷺ کی بڑی بہترین تدبیر تھی، کیونکہ ایسے آدمی کا معدہ کمزور اور اس کی طبیعت اور قوت مکمل طور پر بحال نہیں ہوتیں، بلکہ وہ ابھی تک بیماری کے بقیہ اثرات کو زائل کرنے میں مصروف ہوتی ہیں، جبکہ کھجوروں میں معدہ کے لیے ثقل اور بھاری پن پایا جاتا ہے۔ جب ایسا آدمی ثقیل غذا کھائے گا تو اس کی قوتیں اس کو ہضم کرنے میں

مصروف ہو جائیں گی اور بیماری کے باقی ماندہ اثرات جسم میں بڑھنا شروع ہو جائیں گے یا پھر رک جائیں گے۔

جب جو اور چقندر کا کھانا لایا گیا تو آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ کھانا کھا لیں، کیونکہ یہ کھانا ایسے آدمی کے لیے سب سے زیادہ مفید ہوتا ہے، بالخصوص جب اسے چقندر کی جڑوں میں پکایا گیا ہو۔ جس آدمی کے معدہ میں ضعف ہو، اس کے لیے ایسا کھانا بہت مناسب ہوتا ہے اور اس سے کوئی ایسی آمیزش پیدا نہیں ہوتی، جس سے خطرہ محسوس کیا جا سکے۔ (صحیحہ : ٥٩)

اَلْمَرَضُ وَالْجَنَائِزُ وَالْقُبُوْرُ

بیماری، نماز جنازہ، قبرستان

میت کو دیکھ کر کھڑا ہونے کی وجوہات اور اس کا حکم

(١٦٥٩)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: مُرَّ عَلَـى النَّبِيِّ ﷺ بِجَنَازَةٍ: فَقَامَ وَقَالَ: ((قُوْمُوْا، فَإِنَّ لِلْمَوْتِ فَزَعًا۔)) (الصحيحة:٢٠١٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''کھڑے ہو جاؤ! کیونکہ موت میں گھبراہٹ پائی جاتی ہے۔''

تخريج: رواه ابن ماجه :١/ ٤٦٨، وأحمد:٢/ ٢٨٧، ٣٤٣، ومحمد بن مخلد العطار: ٢/ ١٩/ ١

(١٦٦٠)۔ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ شَهِدَ جَنَازَةً، صَلّٰى عَلَيْهَا مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ، فَذَهَبَ أَبُوْهُرَيْرَةَ مَعَ مَرْوَانَ حَتّٰى جَلَسَا فِي الْمَقْبَرَةِ، فَجَاءَ أَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيّ فَقَالَ لِمَرْوَانَ: أَرِنِيْ يَدَكَ فَأَعْطَاهُ يَدَهُ، فَقَالَ: قُمْ فَقَامَ، ثُمَّ قَالَ مَرْوَانُ لِأَبِيْ سَعِيْدٍ: لِمَ أَقَمْتَنِيْ؟ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رَاٰى جَنَازَةً قَامَ حَتّٰى يُمَرَّ بِهَا، وَقَالَ: ((اِنَّ لِلْمَوْتِ فَزَعًا۔)) فَقَالَ مَرْوَانُ: أَصَدَقَ يَا أَبَاهُرَيْرَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَقَالَ: مَامَنَعَكَ أَنْ تُحَدِّثَنِيْ؟ قَالَ: كُنْتَ إِمَامًا فَجَلَسْتَ فَجَلَسْتُ۔

علا بن عبد الرحمٰن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک جنازے میں شریک ہوئے، مروان نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور مروان قبرستان میں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آئے اور مروان سے کہا: مجھے اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ انھوں نے اپنا ہاتھ انھیں تھما دیا۔ انھوں نے اسے کہا: کھڑے ہو جاؤ۔ وہ کھڑا ہو گا۔ پھر مروان نے ابو سعید سے کہا: آپ نے مجھے کیوں کھڑا کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: جب رسول اللہ ﷺ جنازہ دیکھتے تو اس کے گزر جانے تک کھڑے ہو جاتے اور فرماتے: ''موت گھبرا دینے والی ہے۔'' مروان نے (تصدیق کے لیے) کہا: اے ابو ہریرہ! کیا ابو سعید سچ کہہ رہا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ مروان نے کہا: تو آپ نے مجھے یہ حدیث بیان کیوں نہ کی؟ حضرت

(الصحيحة: ٢٨٥٢)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ حاکم ہیں، آپ بیٹھ گئے اور آپ کو دیکھ کر میں بھی بیٹھ گیا۔''

تخريج: رواه ابن خزيمة في "حديث علي بن حجر" ج٣/ رقم ٣٥، والحاكم: ١/ ٣٥٦

شرح: ......دوسری احادیث میں بھی جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے میں ہمیں کھڑے ہونے کا حکم دیا، پھر اس کے بعد آپ بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دے دیا۔ (ابوداود، ابن ماجہ)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قام و قعد۔ (نسائی)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کھڑے ہوتے تھے، پھر بیٹھنے لگ گئے تھے۔

(١٦٦١)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: اَنَّ الْجَنَازَةَ الَّتِيْ قَامَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ كَانَتْ جَنَازَةَ يَهُوْدِيٍّ، وَاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اٰذَانِيْ رِيْحُهَا فَقُمْتُ۔)) (الصحيحة: ٣٣٤٩)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے تھے وہ یہودی کا جنازہ تھا اور فرمایا تھا: ''اس کی بدبو نے مجھے تکلیف دی، اس لیے میں کھڑا ہو گیا۔''

تخريج: أخرجه ابن عدي: ١/ ٣٢٠، والطبراني في "المعجم الأوسط": ٧/ ٣٧٤، ورواه احمد: ١/ ٢٠١ عن حسين و ابن عباس او احدهما

شرح: ......اس میں برے آدمی کے لیے وعید ہے کہ قبر میں پہنچنے سے قبل ہی اس کی میت سے بدبو آنا شروع ہو جاتی ہے۔

جنازہ کے پیچھے چلنے والے کب تک نہ بیٹھیں؟

(١٦٦٢)۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذَا تَبِعْتُمْ جَنَازَةً، فَلَا تَجْلِسُوْا حَتّٰى تُوْضَعَ فِي الْاَرْضِ۔)) (الصحيحة: ٣٩٦٧)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم جنازہ کے ساتھ چلو تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک میت کو زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٣/ ٥٧، وأبوداود: ٣١٧٣، وابن حبان في "صحيحه": ٣٠٩٤، والبيهقي: ٤/ ٢٦ ـ والزيادة له ـ، وأحمد: ٣/ ٣٧، وأخرجه البخاري: ١٣١٠، مسلم ايضا بلفظ: ((اذا رايتم الجنازة؛ فقومو، فمن تبعها؛ فلا يجلس حتى توضع۔))

شرح: ......معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ جانے والا اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔ لیکن یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عراق میں ایک جنازے پر حاضر لوگوں کو جنازے کے رکھے

جانے کے انتظار میں کھڑے دیکھا تو کہا: ((اجلسوا فان النبی ﷺ قد امرنا بالجلوس بعد القیام۔)) (طحاوی) ...... تم بیٹھ جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کھڑے ہونے کا حکم دینے کے بعد بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک کھڑے رہتے تھے، جب تک جنازے کو لحد میں نہ رکھ دیا جاتا، پھر ایک یہودی عالم کا گزر ہوا اور اس نے کہا: ھکذا نفعل ۔ (ہم بھی اس طرح کرتے ہیں)۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے بیٹھنا شروع کر دیا اور فرمایا: ((اجلسوا و خالفوھم۔)) (ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ)...... ''بیٹھ جاؤ اور ان یہودیوں کی مخالفت کرو۔''

دنیا میں بخار آتشِ دوزخ کا عوض ہے

(۱۶۶۳)۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّهٗ عَادَ مَرِیْضًا۔ وَمَعَهٗ اَبُوْ هُرَیْرَةَ۔ مِنْ وَعْكٍ كَانَ بِهٖ ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَبْشِرْ ، اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: هِيَ نَارِيْ اُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِيْ الْمُؤْمِنِ فِيْ الدُّنْيَا ، لِيَكُوْنَ حَظَّهٗ مِنَ النَّارِ فِيْ الآخِرَةِ۔)) (الصحیحة:۵۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ ایک مریض، جسے بخار تھا، کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (یہ بخار) میری آگ ہے جسے میں اپنے بندۂ مؤمن پر دنیا میں مسلط کر دیتا ہوں تاکہ اس کی آخرت والی آگ کے عذاب کا بدل بن جائے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ۲/ ۴۴۰، وابن أبی شیبة فی"المصنف": ۲/ ۲۲۹/ ۲، وابن ماجه: ۳۴۷۰، والترمذی: ۲۰۸۹

شرح: ...... ہر قسم کی ذہنی اور جسمانی بیماری اور تکلیف مومنوں کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ لیکن اس پر صبر کرنا شرط ہے، جیسا کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ((بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدٌ مَعَ اَصْحَابِهٖ ، اِذْ ضَحِكَ ، فَقَالَ: اَلَا تَسْأَلُوْنِيْ مِمَّ اَضْحَكُ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمِمَّ تَضْحَكُ؟ قَالَ: ((عَجِبْتُ لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ ، اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ اِنْ اَصَابَهٗ مَا يُحِبُّ ، حَمِدَ اللّٰهَ وَكَانَ لَهٗ خَيْرٌ ، وَاِنْ اَصَابَهٗ مَا يَكْرَهُ فَصَبَرَ ، كَانَ لَهٗ خَيْرٌ ، وَلَيْسَ كُلُّ اَحَدٍ اَمْرُهٗ كُلُّهٗ خَيْرٌ اِلَّا الْمُؤْمِنُ۔)) (مسلم، صحیحه: ۱۴۷)

...... ''رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے، اچانک آپ ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا: ''کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرتے کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے مؤمن کے معاملے پر بڑا تعجب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے، اگر اسے کوئی پسندیدہ چیز نصیب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور یہ تعریف کرنا اس کے لیے بہتر ہے اور اگر وہ کسی مکروہ چیز کا سامنا کرتا ہے اور اس پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے، مؤمن کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ اس کے ہر کام میں خیر ہو۔''

(١٦٦٤)۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اَلْحُمّٰی حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:١٨٢١)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن کے لیے بخار، قیامت کے دن اس کے حصے کی آگ کا بدل ہے۔''

تخريج: رواه ابن أبي الدنيا في"المرض والكفارات": ١٨١/ ١-٢، وابن عساكر: ٦/ ٣٩٩/ ٢، والعقيلي في "الضعفاء": ٢١٧، ٣٢٥

شرح: ..... گناہوں کی وجہ سے جو عذاب آخرت میں ہونا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بخار وغیرہ کے ذریعے مومن سے ٹال دیا ہے۔

(١٦٦٥)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اَلْحُمّٰی كِيْرٌ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَا أَصَابَ الْمُؤْمِنَ مِنْهَا كَانَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ۔)) (الصحيحة:١٨٢٢)

حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخار جہنم کی دھونکنی ہے، جو مؤمن بھی بیمار ہوگا یہ اس کے حق میں جہنم والے حصے کے عوض میں ہوگا۔''

تخريج: رواه أحمد: ٥/ ٢٥٢و ٢٦٤، والطحاوي في"المشكل": ٣/ ٦٨، وابن أبي الدنيا في"المرض والكفارات" ١٦٢/ ٢، وأبو بكر الشافعي في"الفوائد":٩١/ ١، وابن عساكر: ١٩/ ٣٩/ ٢

بیماری اور آزمائش گناہوں کا کفارہ ہیں

بیماریاں اور آزمائشیں گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں، اس میں بنیادی شرط یہ ہے کہ آدمی صبر کرے، جائز وسائل کے ذریعے علاج کرے، شفایاب نہ ہونے یا شفا میں تاخیر ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر مکمل رضامندی کا اظہار کرے۔

(١٦٦٦)۔ عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: عَادَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَنَا مَرِيْضَةٌ فَقَالَ: ((اَبْشِرِيْ يَا أُمَّ الْعَلَاءِ! فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يُذْهِبُ اللّٰهُ بِهِ خَطَايَاهُ، كَمَا تُذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔)) (الصحيحة:٧١٤)

حضرت ام العلا رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں بیمار تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے اور فرمایا: ''ام العلا! خوش ہو جا، اللہ تعالیٰ مسلمان کی مرض کی وجہ سے اس کے گناہ اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کی کھوٹ کو ختم کر دیتی ہے۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٣٠٩٢، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٥/ ١٤١/ ٣٤٠

شرح: ..... اگرچہ بیماریوں اور آزمائشوں کو برداشت کرنا دل گردے کا کام ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خصوصی احسان کرتے ہوئے ان کو ہماری لغزشوں کے آثار کو زائل کرنے کا ایک بہانہ بنا دیا۔ بشرطیکہ ہم اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو کر صبر کریں۔

(۱٦٦٧)۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ فِيْ جَسَدِهِ يُؤْذِيْهِ إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ سَيِّئَاتِهِ۔))

(الصحيحة: ۲۲۷٤)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''جب مؤمن کو کوئی تکلیف دہ چیز لاحق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ۱/ ۳٤۷، وأحمد: ٤/ ۹۸، وابن في "الكفارت": ٦۹/ ۱ و ۸۰/ ۲

(۱٦٦۸)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((وَصَبُ الْمُؤْمِنِ كَفَّارَةٌ لِخَطَايَاهُ۔))

(الصحيحة: ۲٤۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''مؤمن کی تکلیف اس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن الدنيا في "المرض والكفارت": ق ١٦٤/ ١ و ١٧٢/ ١، والحاكم: ١/ ٣٤٧،

(۱٦٦۹)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيَّبِ، فَقَالَ: ((مَالَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيَّبِ! تُزَفْزِفِيْنَ؟)) قَالَتْ: اَلْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا۔ فَقَالَ: ((لَا تَسُبِّيْ الْحُمّٰى، فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔)) (الصحيحة: ۷۱۵)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام سائب یا ام مسیّب کے پاس آئے اور پوچھا: ''ام سائب! تجھے کیا ہوگیا ہے؟ کانپ رہی ہو'' انھوں نے جواب دیا: بخار ہے، اللہ اس کو بے برکتا کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بخار کو برا بھلا مت کہہ، یہ تو بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے دھونکنی لوہے کی کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ۸/ ۱٦، والبخاري في "الأدب المفرد": ۵۱٦، وابن سعد: ۸/ ۳۰۸، وابن حبان: ٤/ ۲۵۹/ ۲۹۲۷، الأحسان، والبيهقي: ۳/ ۳۷۷

شرح: ......تمام قسم کی تکالیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، لہٰذا ان کو برا بھلا کہنا دراصل اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے۔ کوئی بھی بیماری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی منظوری کے بعد بندے پر حملہ کرتی ہے، لہٰذا بندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ حلال وسائل کے ذریعے علاج کروائے اور صبر کرتے ہوئے رضامندی کا اظہار کرے۔

(۱٦۷۰)۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: ((مَا مِنْ عَبْدٍ يُصْرَعُ صَرْعَةً مِنْ مَرَضٍ،

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ہے کوئی (مؤمن) بندہ جسے بیماریوں کی وجہ سے

إِلَّا بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنْهَا طَاهِرًا۔)) (الصحيحة: ٢٢٧٧)

پچھاڑ دیا گیا ہو مگر جب اللہ تعالیٰ اس کو (شفا عطا کر کے) اٹھاتا ہے تو وہ پاک ہوتا ہے۔''

تخریج: رواه الروياني في "مسنده": ٣٠/ ٢٢٥/ ٢، عنه ابن عساكر: ٧/ ١٩/ ٢، والطبراني في "الكبير": ٨/ ١١٥/ ٧٤٨٥

(١٦٧١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه مَرْفُوْعًا: ((مَايَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ، وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ، حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ۔)) (الصحيحة: ٢٢٨٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن اپنی جان، اولاد اور مال کے معاملے میں ہمیشہ آزمائش میں رہتا ہے، یہاں تک جب اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات ہوتی ہے تو (ان آزمائشوں کی وجہ سے) اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه الترمذي: ٢٤٠١، والحاكم: ١/ ٣٤٦ و ٤/ ٣١٤، وأحمد: ٢/ ٤٥٠، وأبو نعيم في "الحلية": ٧/ ٩١، وكذا ابن أبي الدنيا في "الكفارت": ٦٩/ ١-٢، وفي "الصبر": ٥٠/ ١، و البزار: ٨٢- زوائده، وأبو يعلى: ٤/ ١٤١٤

(١٦٧٢)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ عَبْدِ اللّٰهِ بِنْتِ أَبِي ذُبَابٍ عَائِدًا لَهَا مِنْ شَكْوٰي، فَقَالَتْ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! إِنِّي دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ سَلْمَةَ أَعُوْدُهَا مِنْ شَكْوٰي، فَنَظَرَتْ إِلٰى قَرْحَةٍ فِي يَدِيْ، فَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: ((مَا ابْتَلَى اللّٰهُ عَبْدًا بِبَلَاءٍ وَهُوَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ يَكْرَهُهَا، إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءَ لَهُ كَفَّارَةً وَطَهُوْرًا، مَا لَمْ يُنْزِلْ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْبَلَاءِ بِغَيْرِ اللّٰهِ، أَوْيَدْعُوْ غَيْرَ اللّٰهِ فِيْ كَشْفِهِ۔)) (الصحيحة: ٢٥٠٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ام عبد اللہ بنت ابو ذباب کو کوئی تکلیف تھی، میں تیمارداری کرنے کے لیے ان کے پاس گیا۔ انھوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! ایک دفعہ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، جو کہ بیمار تھیں، کی تیمار داری کرنے کے لیے ان کے پاس گئی۔ انھوں نے میرے ہاتھ پر نکلا ہوا پھوڑا دیکھا تو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''جب اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتا ہے اور وہ اپنی حالت و کیفیت کی بنا پر اسے ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو اس کے گناہوں کا کفارہ اور اسے پاک کرنے کا سبب بنا دیتا ہے، جب تک وہ لاحق ہونے والی بیماری (سے شفا حاصل کرنے کے لیے) اسے غیر اللہ کے در پر پیش نہیں کرتا یا اسے دور کرنے کے لیے غیر اللہ کو نہیں پکارتا۔''

تخریج: أخرجه ابن أبي الدنيا في "الكفارت": ٦٩/ ٢

شرح: ......انسان بڑی سے بڑی آفت میں مبتلا تو ہو سکتا ہے، لیکن اس کا منصب اس کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ

اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے غیروں کے دروازوں پر دستک دینا شروع کر دے۔ جس ہستی کی طرف سے آفت آئی ہے، وہی اس کو دور کرنے پر قدرتِ تامہ رکھتا ہے۔ ہاں اگر کچھ عرصہ تک اس کو شفا نہ دے تو وہ صبر کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے در میں دیر ہو سکتی ہے، اندھیر نہیں ہو سکتی۔

(١٦٧٣)۔ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَحْسَبُهَا عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَرْضًا اشْتَدَّ مِنْهُ ضَجْرُهُ أَوْ وَجْعُهُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ لَتَجْزَعُ أَوْتَضْجَرُ، لَوْ فَعَلَتْهُ امْرَأَةٌ مِنَّا عَجِبْتَ مِنْهَا، قَالَ: ((أَوَ مَا عَلِمْتِ أَنَّ الْمُؤْمِنَ يُشَدَّدُ عَلَيْهِ لِيَكُوْنَ كَفَّارَةً لِخَطَايَاهُ۔)) (الصحيحة:١١٠٣)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نبی کریم کی کسی بیوی، غالبًا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے، اس بیماری سے آپ ﷺ کو شدید گھٹن اور تکلیف ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ گھبرا رہے ہیں اور بے تاب ہو رہے ہیں، اگر میں ایسا کرتی تو آپ مجھ پر تعجب کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نہیں جانتی کہ مؤمن پر تکلیف اس لیے سخت ہوتی ہے تا کہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔''

تخريج: ابن سعد: ٢/ ٢٠٧

شرح: ...... چونکہ آپ ﷺ شدید تکلیف میں مبتلا تھے، اس لیے شدید گھٹن، تنگی اور تکلیف محسوس کر رہے تھے۔

(١٦٧٤)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا مَرِضَ أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى مَلَائِكَتِهِ: يَا مَلَائِكَتِي! أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِي بِقَيْدٍ مِنْ قُيُوْدِي، فَإِنْ أَقْبِضْهُ أَغْفِرْلَهُ، وَإِنْ أُعَافِهِ فَحِيْنَئِذٍ يَقْعُدُ وَلَا ذَنْبَ لَهُ۔)) (الصحيحة:١٦١١)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ بیمار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میں نے اپنے بندے کو اپنی کسی (آزمائش کی) بندھن میں مقید کر لیا ہے، اگر میں نے اس کو فوت کر دیا تو بخش دوں گا اور اگر (اس بیماری سے) عافیت دے دی تو یہ (شفایاب ہو کر) بیٹھے گا اور اس کا کوئی گناہ نہیں ہو گا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "الكبير": ٧٦٩٧، والحاكم: ٤/ ٣١٣

(١٦٧٥)۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَزْهَرَ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا مَثَلُ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ حِيْنَ يُصِيْبُهُ الْوَعْكُ أَوِ الْحُمّٰى كَمَثَلِ حَدِيْدَةٍ تُدْخَلُ

حضرت عبد الرحمن بن ازہر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن بندے کی مثال، جب وہ بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس لوہے کی طرح ہے جسے آگ میں پھینک دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا کھوٹ ختم ہو جاتا ہے اور

النَّارُ، فَيَذْهَبُ خَبَثُهَا، وَيَبْقَى طِيبُهَا۔)) (الصحيحة:١٧١٤)

کارآمد حصہ باقی رہ جاتا ہے۔"

تخريج: أخرجه الحاكم: ١/ ٣٤٨، والبزار في "مسنده": رقم ـ ٧٥٦، وابن أبي الدنيا: ٦٨/ ١، وابن عساكر: ٩/ ٤٢٧/ ٢

(١٦٧٦)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَيَبْتَلِي عَبْدَهُ بِالسَّقْمِ، حَتّٰى يُكَفِّرَ ذٰلِكَ عَنْهُ كُلَّ ذَنْبٍ۔)) (الصحيحة:٣٣٩٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بیماریوں کے ذریعے آزماتا رہتا ہے، حتی کہ (ان بیماریوں کو) اس کے تمام گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔"

تخريج: أخرجه الحاكم: ١/ ٣٤٧ـ ٣٤٨

شرح: ...... آزمائشوں کے سلسلے صبر آزما ہوتے ہیں، بہرحال کامیاب وہی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔ بے صبری والی صورت میں تکلیف بھی اٹھانا پڑتی ہے اور اجر وثواب سے بھی محروم ہونا پڑتا ہے۔

(١٦٧٧)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها، قَالَتْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَرَقَهُ وَجَعٌ، فَجَعَلَ يَشْتَكِي وَيَتَقَلَّبُ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ صَنَعَ هٰذَا بَعْضُنَا لَوَجَدْتَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الصَّالِحِيْنَ يُشَدَّدُ عَلَيْهِمْ، وَإِنَّهُ لَا يُصِيْبُ مُؤْمِنًا نَكْبَةٌ مِنْ شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ إِلَّا حُطَّتْ بِهَا عَنْهُ خَطِيْئَةٌ، وَرُفِعَ بِهَا دَرَجَةٌ۔)) (الصحيحة:١٦١٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف لاحق ہوئی جس کی وجہ سے آپ فریاد کرنے لگے اور پاسے پلٹنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر (تکلیف کی وجہ سے) اس طرح ہم میں سے کوئی کرتا تو آپ محسوس کرتے (لیکن خود کر رہے ہیں)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "(بیماریوں کے معاملہ میں) نیکوکار لوگوں پر سختی کی جاتی ہے اور کانٹا چبھنے جیسی تکلیف سے بھی مؤمن کا گناہ معاف اور اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔"

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ١٦٠، وابن حبان: ٧٠٢، والحاكم: ٤/ ٣٢٠، وللحديث فى "صحيح مسلم": ٨/ ١٥ طرق اخرى عن عائشة نحوه، وفى بعضها: ((الا كتب الله له بها حسنة، او حطت عنه بها خطيئة۔))

آزمائشیں کب کفارہ بنتی ہیں؟

(١٦٧٨)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِذَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میں اپنے مؤمن بندے

ابْتَلَيْتُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنَ وَلَمْ يَشْكُنِي إِلٰى عُوَّادِهِ، أَطْلَقْتُهُ مِنْ إِسَارِيْ، ثُمَّ أَبْدَلْتُهُ لَحْمًا خَيْرًا مِنْ لَحْمِهِ، وَدَمًا خَيْرًا مِنْ دَمِهِ، ثُمَّ يَسْتَأْنِفُ الْعَمَلَ۔)) (الصحيحة:۲۷۲)

کو آزماتا ہوں اور وہ تیمارداری کرنے والوں کے سامنے میرا شکوہ نہیں کرتا تو اس کو اپنے قید سے آزاد کر دیتا ہوں، اس کے پہلے گوشت کے عوض بہترین گوشت عطا کرتا ہوں، اسی طرح اس کے پہلے خون کے بدلے بہترین خون دیتا ہوں اور وہ ازسر نو عمل کرتا ہے۔''

تخریج: أخرجه الحاكم في "المستدرك": ۱/ ۳٤۹، ومن طريقه البيهقي في "سننه": ۳/ ۳۷۵

(۱٦۷۹)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ عَبْدِ اللّٰهِ بِنْتِ أَبِيْ ذُبَابٍ عَائِدًا لَهَا مِنْ شَكْوَى، فَقَالَتْ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! إِنِّيْ دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ أَعُوْدُهَا مِنْ شَكْوَى، فَنَظَرَتْ إِلٰى قَرْحَةٍ فِيْ يَدِيْ فَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا ابْتَلَى اللّٰهُ عَبْدًا بِبَلَاءٍ وَهُوَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ يَكْرَهُهَا، إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءَ لَهُ كَفَّارَةً وَطَهُوْرًا، مَا لَمْ يُنْزِلْ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْبَلَاءِ بِغَيْرِ اللّٰهِ، أَوْيَدْعُوْ غَيْرَ اللّٰهِ فِيْ كَشْفِهِ۔)) (الصحيحة:۲۵۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ام عبد اللہ بنت ابو ذباب کو کوئی تکلیف تھی، میں تیمارداری کرنے کے لیے ان کے پاس گیا۔ انھوں نے کہا: اے ابوہریرہ! ایک دفعہ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، جو کہ بیمار تھیں، کی تیمار داری کرنے کے لیے ان کے پاس گئی۔ انھوں نے میرے ہاتھ پر نکلا ہوا پھوڑا دیکھا تو کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جب اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتا ہے اور وہ اپنی حالت و کیفیت کی بنا پر اسے ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو اس کے گناہوں کا کفارہ اور اسے پاک کرنے کا سبب بنا دیتا ہے، جب تک وہ لاحق ہونے والی بیماری (سے شفا حاصل کرنے کے لیے) اس کو غیر اللہ کے در پر پیش نہیں کرتا یا اسے دور کرنے کے لیے غیر اللہ کو نہیں پکارتا۔''

تخریج: أخرجه ابن أبي الدنيا في "الكفارات": ٦۹/ ۲

شرح: ......انسان بڑی سے بڑی آفت میں مبتلا تو ہو سکتا ہے، لیکن اس کا منصب اس کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے غیروں کے دروازوں پر دستک دینا شروع کر دے۔ جس ہستی کی طرف آفت آئی ہے، وہی اس کو دور کرنے پر قدرتِ تامہ رکھتی ہے۔ ہاں اگر کچھ عرصہ تک اس کو شفا نہ دے تو وہ صبر کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے در میں دیر ہو سکتی ہے، اندھیر نہیں ہو سکتی۔

بیماری پر صبر کرنے کی فضیلت

(۱٦۸۰)۔ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ: أَنَّهُ رَاحَ إِلٰى مَسْجِدِ دِمَشْقَ، وَهَجَّرَ

ابو اشعث صنعانی کہتے ہیں: میں مسجدِ دمشق کی طرف گیا اور اول وقت میں گیا، مجھے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ملے، ان کے

بِالرَّوَاحِ، فَلَقِيَ شَدَّادُ بْنُ أَوْسٍ وَالصُّنَابِحِيُّ مَعَهُ، فَقُلْتُ: أَيْنَ تُرِيْدَانِ رَحِمَكُمَا اللّٰهُ؟ فَقَالَ: نُرِيْدُ هٰهُنَا، إِلٰى أَخٍ لَنَا مَرِيْضٍ نَعُوْدُهُ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُمَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى ذٰلِكَ الرَّجُلِ، فَقَالَا لَهُ: كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟ قَالَ: أَصْبَحْتُ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ وَفَضْلِهِ، فَقَالَ شَدَّادٌ: أَبْشِرْ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا، فَحَمِدَنِيْ وَصَبَرَ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهُ بِهِ فَإِنَّهُ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا، وَيَقُوْلُ الرَّبُّ لِلْحَفَظَةِ: إِنِّيْ أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِيْ هٰذَا وَابْتَلَيْتُهُ، فَأَجْرُوْا لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ وَهُوَ صَحِيْحٌ۔)) (الصحيحة: ٢٠٠٩)

ساتھ صنابحی بھی تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: اللہ تم پر رحم کرے، کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا: ہم اپنے ایک بھائی کی تیمارداری کرنے کے لیے جا رہے، (یہ سن کر) میں بھی ان کے ساتھ چل دیا۔ ہم اس مریض کے پاس پہنچ گئے۔ ان دونوں نے اس سے پوچھا: حالات کیسے ہیں؟ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میں اپنے مؤمن بندے کو آزماتا ہوں اور وہ میری تعریف کرتے ہوئے میری آزمائش پر صبر کرتا ہے تو (شفایاب ہو کر) اپنے بستر سے اس دن کی طرح گناہوں سے پاک ہو کر اٹھتا ہے جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ اعمال لکھنے والے فرشتوں سے فرماتے ہیں: میں نے اپنے اس بندے کو پابند کر لیا ہے اور اسے آزما رہا ہوں، تم اس کی تندرستی کی حالت میں اس کے (اعمال پر) جو اجر لکھتے تھے اس کو برقرار رکھو (اگرچہ یہ عمل نہیں کر رہا)۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٤/ ١٢٣، وأبو نعيم في "الحليه": ٩/ ٣٠٩-٣١٠، وابن عساكر في "التاريخ": ٨/ ٨/ ٢

شرح ...... یہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس کا بندہ تو بیماری کی وجہ سے عبادات کا سلسلہ قائم نہیں رکھ سکتا، لیکن وہ اسے مکمل ثواب عطا کر رہا ہوتا ہے۔

بیماری اجر و ثواب یا عذاب و عقاب کا سبب بنتی ہے

(١٦٨١)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضٰى، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ۔)) (الصحيحة: ١٤٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اجر و ثواب میں اضافہ آزمائش میں اضافے کے ساتھ ہے (یعنی آزمائش جتنی عظیم ہو گی، اس کا بدلہ بھی اسی قدر عظیم ہو گا) اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتا ہے تو ان کو آزمائش سے دوچار کر دیتا ہے، پس جو اس میں صبر و رضا کا مظاہرہ کرتا

ہے، اس کے لیے (اللہ کی) رضا ہے اور جو اس کی وجہ سے اللہ سے ناراضی اور برہمی کا اظہار کرتا ہے، اس کے لیے (اللہ کی) ناراضی ہے۔“

تخریج: أخرجه الترمذی: ۲/ ٦٤، ابن ماجه: ٤٠٣١، وأبوبکر البزازبن نجیح فی "الثانی من حدیثه": ۲/ ۲۲۷

شرح: ...... معلوم ہوا کہ آزمائش چھوٹی ہو یا بڑی، مختصر عرصے کے لیے آئے یا طویل عرصے کے لیے، ہر صورت میں اسے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کا اس پر رضامندی کا اظہار کیا جائے اور اس کے علاج کے لیے جائز اسباب استعمال کیے جائیں۔

مختلف اسباب مومن کے گناہوں کے کفارہ بنتے رہتے ہیں

(۱٦٨٢)۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اَلْمُؤْمِنُ مُكَفَّرٌ۔)) (الصحيحة: ٢٣٦٧)

حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(مختلف امور) مومن (کے گناہوں کا) کفارہ بنتے رہتے ہیں۔“

تخریج: أخرجه الحاکم: ۱/ ۳۵۸ و٤/ ۲۵۱، والخطابی فی "غریب الحدیث": ۱/ ۱۵۱

شرح: ...... زندگی میں پیش آنے والے مختلف امور کی وجہ سے مومن کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر: بیماریاں، روحانی پریشانیاں، آزمائشیں، حدود۔

آزمائشیں بلندیٔ درجات کا سبب ہیں

(۱٦٨٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُوْنُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ الْمَنْزِلَةُ، فَمَا يَبْلُغُهَا بِعَمَلٍ، فَمَا يَزَالُ اللّٰهُ يَبْتَلِيْهِ بِمَا يَكْرَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ إِيَّاهَا۔)) (الصحيحة: ١٥٩٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک آدمی کے لیے بلند مرتبے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، لیکن وہ اپنے اعمال کے بل بوتے پر وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر رہا ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ اسے (ایسی) آزمائشوں کے ساتھ آزماتا رہتا ہے جنھیں وہ ناپسند کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے (معینہ) مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔“

تخریج: أخرجه أبویعلي في "مسنده": ٤/ ١٤٤٧، وعنه أخرجه ابن حبان: ٦٩٣، والحاکم: ۱/ ٣٤٤

آزمائشوں کی وجہ سے حساب و کتاب سے مستثنی ہونا

(۱٦٨٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبِهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنون والی کیفیت میں مبتلا ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے

لَـمَـمٌ ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّشْفِيَنِيْ ، قَالَ: ((إِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ لَكِ فَشَفَاكِ ، وَإِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَا حِسَابَ عَلَيْكِ.)) (الصحيحة: ۲۵۰۲)

رسول! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے شفا عطا فرمائے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو چاہتی ہے تو میں دعا کر دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ تجھے شفا دے دے گا اور اگر چاہتی ہے تو صبر کر لے، (اس کے نتیجے میں) تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان: ۷۰۸۔موارد، والبزار: ۸۳۔زوائده، والأصبهانی فی "الترغیب": ۱/ ۵۹، والبغوی فی "شرح السنة":رقم ۱۴۲۴

شرح: ......معلوم ہوا کہ بیماری بھی بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخلے کا سبب بن سکتی ہے۔سبق یہ ملتا ہے کہ بیماری پر صبر کرنا چاہیے۔

بیماری کو برا بھلا کہنا منع ہے

(۱٦۸۵)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيَّبِ ، فَقَالَ: ((مَالَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيَّبِ! تُزَفْزِفِيْنَ؟)) قَالَتْ: اَلْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا ـ فَقَالَ: ((لَا تَسُبِّيْ الْحُمّٰى ، فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.)) (الصحيحة:۷۱۵)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام سائب یا ام مسیّب کے پاس آئے اور پوچھا: ''ام سائب! تجھے کیا ہوگیا ہے؟ کانپ رہی ہو۔'' انھوں نے جواب دیا: بخار ہے، اللہ اس کو بے برکتا کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بخار کو برا بھلا مت کہہ، یہ تو بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے دھونکنی لوہے کی کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم: ۸/ ۱٦، والبخاری فی "الأدب المفرد": ۵۱٦، وابن سعد: ۸/ ۳۰۸، وابن حبان: ۴/ ۲۵۹/ ۲۹۲۷، الأحسان، والبیهقی: ۳/ ۳۷۷،

شرح: ......تمام قسم کی تکالیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، لہٰذا ان کو برا بھلا کہنا اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر پر اعتراض کرنے کے مترادف ہے۔کوئی بھی بیماری یا آزمائش ہے وہ اللہ تعالیٰ کی منظوری کے بعد بندے پر حملہ کرتی ہے، لہٰذا بندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ حلال وسائل کے ذریعے علاج کروائے اور صبر کرے۔

ہر نقصان کا سبب کوئی نہ کوئی گناہ ہوتا ہے

(۱٦۸٦)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ﷺ مَرْفُوْعًا: ((مَا اخْتَلَجَ عِرْقٌ وَلَا عَيْنٌ إِلَّا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بھی کسی رگ یا آنکھ کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ

بذنبٍ ، وَمَا يَدْفَعُ اللّٰهُ عَنْهُ أَكْثَرُ۔)) (الصحيحة:٢٢١٥)

کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے، لیکن جو تکالیف اللہ تعالیٰ ویسے ہی ٹالتا رہتا ہے وہ کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔''

تخريج: رواه الطبراني في "المعجم الصغير":١٠٥٣، والكبير، عنه أبونعيم في "أخبار أصبهان": ٢/ ٢٤٧، والضياء المقدسي ايضا في "الاحاديث المختارة"

شرح: ......اللہ تعالیٰ کے رحمت و رأفت اور بخشش و مغفرت کے خزانے لا متناہی ہیں۔ وہ ہمیں اپنی رحمت کا مستحق بنا دے۔ (آمین) صحت مندی میں کیے گئے اعمال صالحہ کا اجر و ثواب بیماری کی حالت میں ملتا رہتا ہے۔

(١٦٨٧)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَيْسَ مِنْ عَمَلِ يَوْمٍ إِلَّا وَهُوَ يُخْتَمُ عَلَيْهِ ، فَإِذَا مَرِضَ الْمُؤْمِنُ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: يَارَبَّنَا! عَبْدُكَ فُلَانٌ قَدْ حَبَسْتَهُ، فَيَقُوْلُ الرَّبُّ: اِخْتِمُوْا لَهُ عَلٰى مِثْلِ عَمَلِهِ حَتّٰى يَبْرَأَ أَوْيَمُوْتَ۔)) (الصحيحة: ٢١٩٣)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں ہے کسی دن کا کوئی عمل، مگر عمل کرنے والے کا اسی پر خاتمہ ہوتا ہے، (اس کی تفصیل یہ ہے کہ) جب مؤمن بیمار ہو جاتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے فلاں بندے کو (عمل کرنے سے) روک لیا ہے (اب اس کے نیک اعمال کے بارے میں کیا کیا جائے؟) اللہ تعالیٰ جواباً فرماتے ہیں: اس بندے کے شفایاب ہونے تک یا فوت ہونے تک اسی عمل کا اعتبار کرو جس پر یہ بندہ (بیمار ہونے سے پہلے قائم) تھا۔''

تخريج: رواه ابن أبي الدنيا في "المرض والكفارت":١٥٧/ ٢، واحمد: ٤/ ١٤٦

شرح: ......کوئی برا عمل کرنے سے قبل سوچنا چاہئے کہ اگر اس کے دوران یا اس سے متصل بعد موت آ گئی تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں کیا بنے گا۔ اسی طرح اعمالِ صالحہ کا سلسلہ بڑھانا چاہیے تا کہ بیماریوں یا بڑھاپے کی صورت میں بھی ان کا اجر و ثواب ملتا رہے۔

محبّ رسول آزمائش زدہ

(١٦٨٨)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: أَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أُحِبُّكَ ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِنَّ الْبَلَايَا أَسْرَعُ إِلٰى مَنْ يُحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ إِلٰى مُنْتَهَاهُ۔)) (الصحيحة:١٥٨٦)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! بخدا! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے محبت کرنے والوں پر آزمائشیں اس طرح ٹوٹ پڑتی ہیں جیسے سیلاب کا بہاؤ (تیزی کے ساتھ) اپنی جائے انتہا تک پہنچتا ہے۔''

تخریج: رواہ ابن حبان فی "صحیحہ": فی النوع (۷۱) ورقہ ۱۰۳/ ۱

انبیا اور صلحا پر آزمائشیں سخت ہوتی ہیں

(۱٦۸۹)۔ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ حُذَيْفَةَ، عَنْ عَمَّتِهِ فَاطِمَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَعُوْدُهُ فِي نِسَائِهِ، فَإِذَا سِقَاءٌ مُعَلَّقٌ نَحْوَهُ، يَقْطُرُ مَاؤُهُ عَلَيْهِ مِنْ شِدَّةِ مَا يَجِدُ مِنْ حَرِّ الْحُمّٰى، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ دَعَوْتَ اللّٰهَ فَشَفَاكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءَ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔)) (الصحیحۃ:۱٤۵)

ابو عبیدہ بن حذیفہ اپنی پھوپھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ہم چند خواتین رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کرنے کے لیے گئیں، آپ ﷺ کے اوپر ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، بخار کی حرارت کی وجہ سے اس کے قطرے آپ ﷺ پر ٹپک رہے تھے۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کریں تو وہ آپ کو شفا دے دے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں میں سے انبیا پر سب سے کڑی آزمائشیں پڑتی ہیں، پھر ان پر جو مرتبے میں ان کے قریب ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان کے قریب ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔"

تخریج: رواہ أحمد: ٦/ ۳٦۹، والمحاملی فی "الأمالی": ۳/ ٤٤/ ۲

(۱٦۹۰)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ. قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُوْعَكُ، فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ، فَوَجَدْتُ حَرَّهُ بَيْنَ يَدِي فَوْقَ اللِّحَافِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا أَشَدَّهَا عَلَيْكَ! قَالَ: ((إِنَّا كَذٰلِكَ يُضَعَّفُ لَنَا الْبَلَاءُ وَيُضَعَّفُ لَنَا الْأَجْرُ۔)) قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: ((اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ، إِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيُبْتَلَى بِالْفَقْرِ حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُهُمْ إِلَّا الْعَبَاءَةَ الَّتِي يَحْوِيْهَا، وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ۔)) (الصحیحۃ:۱٤٤)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، آپ شدید بخار میں مبتلا تھے، میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ پر رکھا، لحاف کے اوپر سے مجھے حرارت محسوس ہوئی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو اتنا سخت بخار ہے! آپ ﷺ نے فرمایا "ہمارے حق میں جہاں آزمائش دوگنا ہوتی ہے وہاں اجر بھی دوگنا ہوتا ہے۔" میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کن لوگوں پر آزمائش سب سے سخت ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "انبیا پر اور ان کے بعد نیکوکار لوگوں پر، بسا اوقات ان پر فقر و فاقہ کی ایسی کڑی آزمائش پڑتی ہے کہ جسم ڈھانپنے کے لیے ایک چوغہ کے علاوہ کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے، لیکن یہ لوگ ابتلا و امتحان پر اتنے ہی خوش ہوتے ہیں جتنا کہ تم لوگ فراخی و خوشحالی پر خوش رہتے ہو۔"

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٤٠٢٤، وابن سعد: ٢/ ٢٠٨، والحاكم: ٤/ ٣٠٧

شـــرح:......معلوم ہوا کہ غربت کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی علامت نہ سمجھا جائے، بلکہ یہ ایک کڑی آزمائش ہے، جس میں صبر کرنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔

(١٦٩١)۔ عَنْ عَائِشَةَ ؓ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَرَقَهُ وَجَعٌ، فَجَعَلَ يَشْتَكِيْ وَيَتَقَلَّبُ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ صَنَعَ هٰذَا بَعْضُنَا لَوَجَدْتَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الصَّالِحِيْنَ يُشَدَّدُ عَلَيْهِمْ، وَإِنَّهُ لَا يُصِيْبُ مُؤْمِنًا نَكْبَةٌ مِنْ شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ إِلَّا حُطَّتْ بِهَا عَنْهُ خَطِيْئَةٌ، وَرُفِعَ بِهَا دَرَجَةٌ۔))

(الصحيحة: ١٦١٠)

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف لاحق ہوئی جس کی وجہ سے آپ فریاد کرنے لگے اور پاسے پلٹنے لگے۔ حضرت عائشہ ؓ نے کہا: اگر (تکلیف کی وجہ سے) اس طرح ہم میں سے کوئی کرتا تو آپ محسوس کرتے (لیکن خود کر رہے ہیں)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(بیماریوں کے معاملہ میں) نیکوکار لوگوں پر سختی کی جاتی ہے اور کانٹا چبھنے جیسی تکلیف سے بھی مؤمن کا گناہ معاف اور اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ١٦٠، وابن حبان: ٧٠٢، والحاكم: ٤/ ٣٢٠، وللحديث في "صحيح مسلم": ٨/ ١٥ طرق اخرى عن عائشة نحوه، وفي بعضها: ((الا كتب الله له بها حسنة، او حطت عنه بها خطيئة۔))

(١٦٩٢)۔ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ ؓ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: فَقَالَ: ((اَلْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسْبِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: قَدْرِ) دِيْنِهِ، فَإِنْ كَانَ دِيْنُهُ صُلْبًا، اِشْتَدَّ بَلَاؤُهُ، وَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهِ رِقَّةٌ، اُبْتَلِيَ عَلٰى حَسْبِ دِيْنِهِ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ، حَتّٰى يَتْرُكَهُ يَمْشِيْ عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ۔))

(الصحيحة: ١٤٣)

مصعب بن سعد اپنے باپ حضرت سعد ؓ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کن لوگوں پر آزمائشیں سخت ہوتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انبیا پر، ان کے بعد نیکی میں سب سے افضل آدمی پر، ہر آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ اگر کوئی دین میں مضبوط ہے تو اس پر ابتلا و امتحان سخت ہوگا اور اگر دین میں کمزوری ہے تو اسی کے مطابق (ہلکی) آزمائش ہو گی۔ آدمی پر آزمائشوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک وہ زمین پر اس حال میں چل رہا ہوتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

تخريج: رواه الترمذي: ٢/ ٦٤، وابن ماجه: ٤٠٢٣، والدارمي: ٢/ ٣٢٠، والطحاوي. ١/ ٦١، وابن

حبان :٦٩٩، والحاكم: ١/ ٤٠ و٤١، وأحمد: ١/ ١٧٢ و١٧٤ و١٨٠ و١٨٥، والضياء في "المختارة": ١/ ٣٤٩

شرح: ......امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہے کہ جو مومن ایمان میں جتنا قوی ہوگا، اتنا اس کی ابتلا و آزمائش کا سلسلہ زیادہ ہوگا اور ضعیف الایمان کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔ اس میں ان کمزور عقل والوں کا ردّ ہے جو قید و بند اور اخراج و برطرفی جیسی کسی ابتلا میں مبتلا مومن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ خیال کرتے ہیں۔ یہ باطل اور مردود خیال ہے۔ غور کرو! رسول اللہ ﷺ افضل البشر ہیں، لیکن سابقہ انبیا کی بہ نسبت بھی ان کو زیادہ آزمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ کسی بندے کا ابتلا و آزمائش میں مغلوب ہو جانا خیر کی دلیل ہے، نہ کہ شرّ کی۔

(صحیحہ: ۱٤۳)

آزمائش زدہ لوگوں کا عظیم اجر وثواب

(١٦٩٣)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَيَوَدَّنَّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَّ جُلُوْدَهُمْ قُرِضَتْ بِالْمَقَارِيْضِ ، مِمَّا يَرَوْنَ مِنْ ثَوَابِ أَهْلِ الْبَلَاءِ۔)) (الصحيحة:٢٢٠٦)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آزمائش زدہ لوگوں کے ثواب کو دیکھ کر صحت مند لوگ قیامت والے دن یہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دیے جاتے۔''

تخريج: رواه الترمذي:٢٤٠٤، والخطيب في "التاريخ":٤/ ٤٠٠، وكذا ابن عساكر: ٩/ ٩/ ١

شرح: ......آپ ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کا سوال کرنا چاہیے، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی کسی آزمائش میں مبتلا ہو جاتا تو اسے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر رضامندی اور صبر کا اظہار کرنا چاہیے اور بغیر کسی عذر کے دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے بچنا چاہیے۔

آنکھوں سے محرومی پر جنت، لیکن......

(١٦٩٤)۔ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِذَا قَبَضْتُ مِنْ عَبْدِيْ كَرِيْمَتَهُ۔ وَهُوَ بِهَا ضَنِيْنٌ۔ لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ، إِذَا حَمِدَنِيْ عَلَيْهَا۔)) (الصحيحة:٢٠١٠)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میں اپنے بندے کی آنکھ (کی بینائی) سلب کر لیتا ہوں، جبکہ وہ اس کا حریص بھی ہو، تو میں (اس آزمائش کے بدلے) اس کو بطورِ ثواب جنت دیے بغیر راضی نہیں ہوتا، بشرطیکہ وہ اس آزمائش پر میری تعریف کرے۔''

تخريج: أخرجه أبو نعيم في "الحلية":٦/ ١٠٣، والبزار: صـ ١٤۔ زوائده، وابن حبان: ٧٠٦۔ موارد الظمآن

شرح: ..... بلاشبہ آنکھیں بہت بڑی نعمت ہیں، لیکن یہ نعمت چھن جانے پر صبر کرنے کی وجہ سے جو صلہ ملتا ہے، وہ ان سے کہیں زیادہ مفید اور قیمتی ہے۔

آزمائش پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کر دے، وہ اس پر تعریف کا مستحق ہوتا ہے، اس میں ظاہری طور پر ہمارا نفع ہو یا نقصان، کیونکہ انسان کے لیے وہی صورت مناسب ہوتی ہے، جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ اختیار کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو آنکھیں عطا کر دے تو اس نعمت کی وجہ سے اس کی تعریف کرنی چاہیے اور اگر ہمیں بینائی سے محروم کر دے تو پھر بھی وہ حمد و ثنا کا حقدار ہے، کیونکہ اس کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ: "فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ۔" درج ذیل حدیث سے زیادہ توضیح ہو جائے گی:

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بندے کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے: آیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل واپس لے لیا؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ بتلاتے ہیں کہ اس نے تیری حمد بیان کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام "بَيْتُ الْحَمْدِ" (تعریف والا گھر) رکھو۔'' (ترمذی: ۱/ ۱۹۰، صحیحہ: ۱۴۰۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد اور ہر قریبی کی وفات پر صبر کا دامن تھام کر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھنا چاہیے۔

فرزندانِ امت کے حق میں سب سے بڑا صدمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے

(۱۶۹۵)۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ مَرْفُوْعًا مُرْسَلًا: ((اِذَا اُصِيْبَ اَحَدُكُمْ بِمُصِيْبَةٍ فَلْيَتَذَكَّرْ مُصِيْبَتَهُ بِيْ، فَاِنَّهَا اَعْظَمُ الْمَصَائِبِ۔)) (الصحيحة:۱۱۰۶)

عطا بن ابو رباح مرسلاً بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی مصیبت میں مبتلا ہو تو وہ میری (وفات) والی مصیبت کو یاد کر کے (اپنی مصیبت کا غم ہلکا کر لے) کیونکہ (میری امت کے حق میں) سب سے بڑی مصیبت میری (جدائی) ہے۔''

تخريج: رواه ابن سعد: ۲/ ۲۷۵، والدارمي: ۱/ ۴۰، وابو نعيم في "أخبار أصبهان": ۱/ ۱۵۷، وابن عدي والبيهقي في "الشعب"

شرح: ...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات امت مسلمہ کے حق میں سب سے بڑی آزمائش ہے، جو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی آپس کی محبت سے آگاہ ہوگا، اس پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت کہا تھا: ((صُبَّتْ عَلَيَّ الْمَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا))

مجھ پر اتنے مصائب ٹوٹ پڑے ہیں کہ اگر یہ مصائب دنوں پر پڑتے تو وہ راتوں کی سیاہیوں میں تبدیل ہو جاتے ہمیں چاہئے کہ سب سے پہلے اپنی تکالیف کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھیں اور اس آزمائش کا غم ہلکا کرنے کے لیے نبی معظم ﷺ کی وفات کا منظر اپنی آنکھوں کے سامنے لائیں، بڑے دکھوں کی وجہ سے چھوٹے دکھ خود بخود دم توڑ جاتے ہیں۔

بخار کو مدینہ منورہ میں روک لیا گیا

(١٦٩٦)۔ أَبِيْ عُسَيْبٍ ؓ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَرْفُوْعًا: ((أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ بِالْحُمّٰي وَالطَّاعُوْنِ، فَأَمْسَكْتُ الْحُمّٰي بِالْمَدِيْنَةِ، وَأَرْسَلْتُ الطَّاعُوْنَ إِلَى الشَّامِ، فَالطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِأُمَّتِيْ وَرَحْمَةٌ لَهُمْ، وَرِجْسٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔)) (الصحيحة:٧٦١)

رسول اللہ ﷺ کے غلام ابو عسیب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخار اور طاعون لے کر جبریل میرے پاس آئے، میں نے بخار کو مدینہ میں روک لیا اور طاعون کو شام بھیج دیا۔ (یاد رہے کہ) طاعون کی موت میری امت کے لیے شہادت و رحمت ہے، جبکہ کافروں کے لیے عذاب (وعقاب)۔

تخريج: رواه أحمد: ٥/ ٨١، وابن حبان في ترجمة: أبي نصيرة مسلم بن عبيد من "الثقات": ١/ ٢١٥، والطبراني في "الكبير": ٢٢/ ٣٩١/ ٩٧٤، والدولابي في "الكنى": ١/ ٤٤، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ١/ ٣٤١-٣٤٢

شرح:...... طاعون کی بیماری کی وجہ سے مرنے والا مسلمان حکماً شہید ہوگا، لیکن اس کے کفن و دفن کے احکام عام میت کی طرح کے ہوں گے۔ طاعون ایک وبائی بیماری کو کہتے ہیں، جس سے جلد میں پھوڑے کی طرح خطرناک ورم ہو جاتا ہے اور متعلقہ مریض مر جاتا ہے۔

مخصوص قبر پر کوئی نشانی لگانی

(١٦٩٧)۔ عَنِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ ؓ أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ، فَدُفِنَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ، فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ۔ قَالَ كَثِيْرٌ: قَالَ الْمُطَّلِبُ: قَالَ الَّذِيْ يُخْبِرُنِيْ ذٰلِكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ حَسَرَ

مطلب بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان بن مظعون ؓ فوت ہوئے تو دفن سے فارغ ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو ایک پتھر لانے کا حکم دیا، لیکن وہ اس کو نہ اٹھا سکا، یہ دیکھ کر آپ ﷺ خود اٹھے، اپنے بازوؤں سے کپڑا ہٹایا، صحابی رسول کہتے ہیں: گویا کہ میں (اب بھی) آپ ﷺ کے بازوؤں کی سفیدی کی طرف دیکھ رہا ہوں، آپ ﷺ نے وہ پتھر اٹھایا اور قبر پر سر والی جانب رکھ دیا اور فرمایا: ''یہ پتھر میرے بھائی کی قبر کی علامت

عَنْهُمَا، ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ، وَقَالَ: ((اَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ اَخِيْ، وَاَدْفِنُ اِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِيْ۔))

(الصحيحة: ٣٠٦٠)

ہے، میں اپنے خاندان کے افراد کو اس کے ساتھ دفن کروں گا۔“

تخريج: أخرجه أبوداود: ٣٢٠٦، ومن طريقه: البيهقي: ٣/ ٤١٢، وابن شبَّة في "تاريخ المدينة" ١/ ١٠٢

شرح:...... معلوم ہوا کہ پتھر وغیرہ کے ذریعے قبر پر کوئی نشانی لگائی جا سکتی ہے۔ لیکن قبر پر لکھا نہیں جا سکتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے لکھنے سے منع فرمایا۔

قبر پر پانی چھڑکنا

(١٦٩٨)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ ۔ يَعْنِيْ ابْنَ عُمَرَ ۔، عَنْ اَبِيْهِ مُرْسَلًا: رَشَّ عَلٰى قَبْرِ إِبْنِهِ إِبْرَاهِيْمَ الْمَاءَ۔

(الصحيحة: ٣٠٤٥)

عبداللہ بن محمد بن ابن عمر اپنے باپ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا۔

تخريج: أخرجه أبوداود في "المراسيل": ٣٠٤/ ٤٢٤، ومن طريقه: البيهقي في "السنن": ٣/ ٤١١

شرح:...... مٹی جمانے کے لیے قبر پر پانی چھڑکا جا سکتا ہے۔

عذابِ قبر

(١٦٩٩)۔ عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا فِيْ حَائِطٍ مِنْ حَوَائِطِ بَنِي النَّجَّارِ، فِيْهِ قُبُوْرٌ مِنْهُمْ قَدْ مَاتُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَسَمِعَهُمْ وَهُمْ يُعَذَّبُوْنَ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔)) قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ؟ قَالَ: ((نَعَمْ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ۔))

(الصحيحة: ١٤٤٤)

حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میں بنونجار کے کسی باغ میں تھی، وہاں دورِ جاہلیت میں مرنے والوں کی چند قبریں تھیں، انھیں جو عذاب ہو رہا تھا وہ آپ ﷺ کو سنائی دیا۔ سو آپ وہاں سے یہ فرماتے ہوئے نکلے: ”قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آیا ان کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں! ایسا عذاب ہو رہا ہے جسے جانور بھی سنتے ہیں۔“

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٧٨٧، وأحمد: ٦/ ٣٦٢

شرح:...... یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا خچر چند قبروں کے پاس سے گزرتے وقت بدکنے لگ گیا تھا۔

(١٧٠٠)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِنَخْلٍ لِبَنِي النَّجَّارِ، فَسَمِعَ صَوْتًا، فَقَالَ: ((مَا هٰذَا؟)) قَالُوْا: قَبْرُ رَجُلٍ دُفِنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَا أَسْمَعَنِيْ۔)) (الصحيحة: ١٥٨)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ بنونجار کی کھجوروں کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے کچھ آوازیں سنیں اور پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' صحابہ کرام نے جواب دیا کہ ایک آدمی کی قبر ہے جو جاہلیت میں مرا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ (مردوں کو) دفن نہیں کرو گے تو میں اللہ عز وجل سے دعا کرتا ہے کہ عذاب قبر (کی جو آوازیں) میں سنتا ہوں وہ تمہیں بھی سنا دے۔''

تخريج: رواه مسلم: ٨/ ١٦١، و أحمد: ٣/ ١٠٣، ١١٤، ٢٠١، وابن حبان: ٧٨٦، والنسائي: ١/ ٢٩٠

(١٧٠١)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ، فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رِجَالٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ مَاتُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، يُعَذَّبُوْنَ فِي قُبُوْرِهِمْ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَزِعًا، فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (الصحيحة: ٣٩٥٤)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ بنونجار کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور جاہلیت میں مرنے والے بنونجار کے آدمیوں کی آوازیں سنیں، آپ ﷺ وہاں سے خائف و پریشاں ہو کر نکلے اور اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ مانگا کریں۔''

تخريج: أخرجه عبدالرزاق في "المصنف": ٣/ ٥٨٤/ ٦٧٤٢، ومن طريقه: الأمام أحمد في "المسند" ٣/ ٢٩٥۔ ٢٩٦، وكذا في كتاب "السنة": ٢/ ٦٠١/ ١٤٣٢

شرح:...... یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا کہ آپ ﷺ کو قبر کے عذاب کا احساس ہو جاتا تھا، آپ ﷺ کی بات پر یقین محکم ہونے کی وجہ سے ہمیں بھی ان آوازوں کا اندازہ ہو جانا چاہیے، تاکہ بار بار اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی جا سکے۔

(١٧٠٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: أَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا، فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ، فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ۔)) قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک یہودی عورت میرے پاس آئی اور عذابِ قبر کا تذکرہ کرتے ہوئے مجھے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ مجھے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے عذابِ قبر (کے ہونے یا نہ ہونے) کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، عذابِ قبر حق ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس

يُصَلِّي صَلَاةً بَعْدُ إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (الصحيحة:۱۳۷۷)

(واقعہ) کے بعد رسول اللہ ﷺ ہر نماز میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ١٧٤، ورواه الخطيب في "التاريخ": ٥/ ٦٤ مختصرا دون القصة

(۱۷۰۳)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ﷛، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِي حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ وَنَحْنُ مَعَهُ، إِذْ حَادَتْ بِهِ، فَكَادَتْ تُلْقِيهِ، وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٌ أَوْ خَمْسَةٌ أَوْ أَرْبَعَةٌ ـ شَكَّ الْجُرَيْرِيُّ ـ، فَقَالَ ﷺ: ((مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هٰذِهِ الْأَقْبُرِ؟)) فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا۔ وَقَالَ: ((فَمَتَى مَاتَ هٰؤُلَاءِ؟)) قَالَ: مَاتُوا فِي الْإِشْرَاكِ، فَقَالَ: ((إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلَى فِي قُبُورِهَا، فَلَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا، لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ۔)) قَالَ زَيْدٌ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: ((تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ۔)) قَالُوا: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ فَقَالَ: ((تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔)) قَالُوا: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ قَالَ: ((تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔)) قَالُوا: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ قَالَ: ((تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔)) قَالُوا: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔ (الصحيحة:۱۵۹)

حضرت زید بن ثابت ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنو نجار کے ایک باغ میں اپنے خچر پر سوار جا رہے تھے، اچانک خچر بدک گیا اور قریب تھا کہ آپ ﷺ گر جائیں۔ راوی حدیث جریری کے شک کے مطابق ادھر چار، یا پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کون ان قبر والوں کو جانتا ہے؟'' ایک آدمی نے کہا: میں جانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ لوگ کب مرے تھے؟'' اس نے کہا: شرک کی حالت میں۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''(انسانوں کی) امت کو قبروں میں آزمایا جاتا ہے اور اگر تمہارے دفن نہ کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ جو عذاب قبر میں سنتا ہوں وہ تمہیں بھی سنا دے۔'' حضرت زید ﷛ کہتے ہیں: پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو عذابِ قبر سے۔'' ہم نے کہا: ہم عذاب قبر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ پناہ چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔'' ہم نے کہا: ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔'' ہم نے کہا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔'' ہم نے کہا: ہم دجال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

تخريج: أخرجه مسلم ٨/ ١٦٠-١٦١

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: یہ حدیث درج ذیل اہم فوائد پر مشتمل ہے:

(۱) عذاب قبر کا ثبوت، اس مسئلہ کو ثابت کرنے والی احادیث متواتر ہیں اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اگر اس سلسلے میں صرف اخبارِ آحاد ہوں تو بھی ان کے مصداق کو تسلیم کرنا ضروری ہے، کیونکہ قرآن مجید سے ان کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ.﴾ (سورۂ غافر: ٤٥، ٤٦)

...... ''اور فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا، آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔''

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قرآن مجید سے عذابِ قبر کا ثبوت نہیں ملتا تو بھی اخبارِ آحاد اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ خبرِ واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن یہ رائے باطل ہے، جس کو اسلام میں داخل کیا گیا ہے، ائمہ اربعہ سمیت کوئی بڑا امام اس خیال کا مالک نہیں ہے۔ یہ باطل خیال بعض اہل کلام کا ہے، جس کی ان کے پاس کوئی سلطان و برہان نہیں ہے۔

(۲) قبر میں دو فرشتوں کا سوال کرنا حق اور ثابت ہے، اس لیے اس کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے، اس کو ثابت کرنے والی احادیث بھی متواتر ہیں۔ (صحیحہ: ١٥٩)

(١٧٠٤)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَبِيًّا دُفِنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْأَفْلَتَ أَحَدٌ مِنْ ضَمَّةِ الْقَبْرِ، لَأَفْلَتَ هٰذَا الصَّبِيُّ۔)) (الصحيحة: ٢١٦٤)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بچے کو دفنایا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی کو قبر کے دبوچنے سے چھٹکارا مل سکتا ہوتا تو وہ یہ بچہ ہوتا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ١/ ١٩٣/ ١

شرح:...... معلوم ہوا کہ قبر ایک بار دبوچتی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ (آمین)

(١٧٠٥)۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جَنَازَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا، فَإِذَا الْإِنْسَانُ دُفِنَ فَتَفَرَّقَ عَنْهُ أَصْحَابُهُ، جَائَهُ مَلَكٌ فِيْ يَدِهِ مِطْرَاقٌ فَأَقْعَدَهُ، قَالَ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اس امت (انسانیت) کو قبروں میں آزمایا جاتا ہے، جب کسی شخص کو دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے، اس کے ہاتھ میں کوٹنے چھیدنے کا آلہ ہوتا ہے، وہ اس شخص کو بٹھا کر

مَـاتَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَإِنْ كَانَ مُؤْمِنًا، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُـهٗ، فَيَقُوْلُ: صَدَقْتَ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَـهٗ بَـابٌ إِلَى النَّارِ فَيَقُوْلُ: هٰذَاكَانَ مَنْزِلَكَ لَوْ كَفَرْتَ بِرَبِّكَ، فَأَمَّا إِذَا آمَنْتَ، فَهٰـذَا مَـنْزِلُكَ، فَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ فِي الْجَنَّةِ، فَيُرِيْدُ أَنْ يَّنْهَضَ إِلَيْهِ، فَيَقُوْلُ لَهٗ: اُسْكُنْ! وَيُـفْسَـحُ لَـهٗ فِـيْ قَبْرِهٖ. وَإِنْ كَانَ كَافِرًا أَوْ مُنَافِقًا، يَقُوْلُ لَهٗ: مَا تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِيْ، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْـئًـا، فَيَـقُـوْلُ: لَادَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَلَا اهْتَـدَيْـتَ! ثُـمَّ يُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ: هٰذَا مَنْزِلُكَ لَوْ آمَنْتَ بِرَبِّكَ، فَأَمَّا إِذَا كَفَرْتَ بِهٖ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَبْدَلَكَ بِهٖ هٰذَا، وَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ إِلَى النَّارِ، ثُمَّ يَقْمَعُهٗ قَـمْـعَةً بِـالْـمِـطْرَاقِ، يَسْمَعُهَا خَلْقُ اللّٰهِ كُـلُّهُمْ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: يَا رَسُوْلَ الـلّٰهِ! مَا أَحَدٌ يَقُوْمُ عَلَيْهِ مَلَكٌ فِيْ يَـدِهٖ مِطْـرَاقٌ إِلَّا هَبِـلَ عِـنْدَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ابراهيم: ٢٧)۔))

(الصحيحة: ٣٣٩٤)

پوچھتا ہے: اس آدمی کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ اگر وہ مؤمن ہو تو جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہے اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ کہتا ہے: تو نے سچ کہا۔ پھر جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ دیکھ اگر تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتا تو یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا۔ اب جبکہ تو ایمان لایا ہے، تیری منزل یہ ہے، اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اب وہ شخص (جنت میں داخل ہونے کے لیے) اٹھنے کا ارادہ کرتا ہے، لیکن فرشتہ کہتا ہے: ٹھہر جا! پھر اس کی قبر کو وسیع کر دیتا ہے۔ اگر دفن کیا جانے والا کافر یا منافق ہو تو فرشتہ پوچھتا ہے کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تو نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا، اسی طرح کہا تو تھا (لیکن اب میرے ذہن میں کوئی جواب نہیں ہے)۔ فرشتہ کہتا ہے: نہ تو نے سوجھ بوجھ حاصل کی، نہ تو نے پڑھا اور نہ تو نے ہدایت پائی۔ پھر جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ تیری منزل ہوتی بشرطیکہ تو اپنے ربّ پر ایمان لاتا، اب جبکہ تو کافر ہے، اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کے بدلے یہ ٹھکانہ دیا ہے، اتنے میں جہنم کی طرف سے دروازہ کھول دیتا ہے اور اس کے سر پر وہ آلہ (اس زور سے) مارتا ہے کہ جن و انس کے علاوہ ہر کوئی اس کی آواز سنتا ہے۔ یہ حدیث سن کر بعض لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو شخص بھی فرشتے کے ہاتھ میں وہ آلہ دیکھے گا وہ (دہشت کی وجہ سے) بے شعور سا ہو کر رہ جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جوابًا یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (سورۂ ابراهيم: ۲۷) ...... اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے۔“

تخريج: أخرجه الأمام أحمد: ٣/ ٣، والبزار: ١/ ٤١٢

شرح:...... عالم برزخ ایک زندگی کا نام ہے، جو موت سے لے کر قبر سے اٹھنے تک کے عرصے پر مشتمل ہے۔ عذابِ قبر کو ثابت کرنے والی احادیث متواتر ہیں۔

آج کل انوکھے انوکھے خیالات کے مالک عجیب عجیب فرقے رونما ہو رہے ہیں۔ مختلف فرقوں نے حیاتِ قبر کی کیفیت کو موضوع بنا رکھا ہے، کوئی حیاتی بنا ہوا ہے تو کوئی مماتی، کوئی قبر کے گڑھے میں عذاب کا انکار کر رہا ہے تو کوئی میت کے حقیقی جسم میں روح کے لوٹنے کا منکر بنا بیٹھا ہے۔ یہ ان لوگوں کے ذہنوں کی کجی اور ٹیڑھ پن ہے اور ایسی بحث میں پڑنا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے کسی کو مکلّف نہیں ٹھہرایا۔ مذکورہ بالا اور دیگر روایات میں ان لوگوں کا خوب ردّ کیا گیا ہے۔

عذابِ قبر برحق ہے، آپ ﷺ کو قبروں سے آواز سنائی دیتی تھی، عذابِ قبر کی وجہ سے آپ ﷺ کا گھوڑا بدکنا شروع ہو گیا تھا، رہا مسئلہ قبر کے عذاب یا سکون کی کیفیت کا، تو یہ ہمارا موضوع ہی نہیں ہے۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ جو کچھ قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا، اسے من وعن تسلیم کیا جائے۔ اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مرنے کے بعد نیک آدمی کو اچھی جگہ اور برے آدمی کو بری جگہ ملے گی۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بھی قبر کی دبوچ سے نہ بچ سکے
بچے کو بھی قبر نے دبوچ لیا

(۱۷۰۶)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً، فَلَوْ نَجَا أَوْ سَلِمَ أَحَدٌ مِنْهَا لَنَجَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ۔)) (الصحيحة: ۱۶۹۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قبر ایک دفعہ تو تنگ کرتی ہی ہے، اگر اس کے دباؤ سے کوئی نجات پاتا یا سالم رہتا تو وہ سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔“

تخريج: رواه البغوي في "حديث علي بن الجعد": ۸/ ۷۳/ ۲، والطحاوي في "مشكل الآثار": ۱/ ۱۰۷، واحمد: ٦/ ٥٥، ٩٨

شرح:...... اللہ تعالیٰ ہم پر قبر کا یہ دباؤ آسان کر دے۔ (آمین)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ (سعد بن معاذ) ہے، جس کے لیے عرش ہلنے لگا، اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے میں شریک ہوئے، (لیکن جب ان کو دفن کیا گیا تو ان کو قبر میں) بھینچا گیا، پھر یہ کیفیت چھٹ گئی۔“ (نسائی)

(۱۷۰۷)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَبِيًّا دُفِنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ أَفْلَتَ اَحَدٌ مِنْ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بچے کو دفنایا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کسی کو قبر کے دبوچنے سے چھٹکارا مل سکتا ہوتا تو وہ یہ بچہ

ضَمَّةِ الْقَبْرِ ، لَأَفْلَتَ هٰذَا الصَّبِيُّ۔)) ہوتا۔"

(الصحيحة: ٢١٦٤)

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ١/ ١٩٣/ ١

شرح:...... سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے یا بچی کا جنازہ پڑھا اور فرمایا: ((لَوْ كَانَ نَجَا أَحَدٌ مِنْ ضَمَّةِ الْقَبْرِ لَنَجَا هٰذَا الصَّبِيُّ۔)) ......"اگر قبر کے دبانے سے کوئی نجات پا سکتا تو یہ بچہ نجات پا جاتا۔" (معجم اوسط للطبرانی: ۳/ ۳۶۱)

معلوم ہوا کہ قبر ایک بار ضرور دبوچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ (آمین)

امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر "ضَمَّةُ الْقَبْرِ لَا يَنْجُوْ مِنْهَا حَتَّى الصِّبْيَانُ" کی سرخی ثبت کی ہے۔

اگر اس موضوع کی تمام روایات کو اور ان کے سیاق و سباق کو دیکھا جائے تو یہی کہنا مناسب ہوگا کہ یہ عذاب کی ایک قسم ہے، جس سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔

مومن قبر میں ثابت قدم رہتا ہے

(١٧٠٨)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِيْ قَبْرِهِ، أُتِيَ ، ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔(وَفِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى): اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ ، يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ (ابراهيم:٢٧)......))

(الصحيحة: ٣٩٦٣)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مومن کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور فرشتے آتے ہیں تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے﴾ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" ایک روایت میں ہے: "جب مسلمان سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ جواباً گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مصداق ہے: ﴿اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی۔﴾ (سورۂ ابراہیم: ۲۷)

تخريج: أخرجه البخاري: ١٣٦٩، ٤٦٩٩، وبنحوه اخرجه مسلم: ٨/ ٢٦٢، واصحاب السنن الاربعة

شرح:...... جو آدمی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی بسر کرتا ہے، اسے اللہ

تعالیٰ قبر میں بھی ثابت قدم رکھتے ہیں اور وہ توحید و رسالت کی جو گواہی موت سے پہلے دیتا تھا، موت کے بعد بھی اسی پر برقرار رہتا ہے۔

مومن کی قبر کی وسعت

(۱۷۰۹)۔ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَى الْمُؤْمِنُ مَا فُسِحَ لَهُ فِي قَبْرِهِ، يَقُوْلُ: دَعُوْنِي أُبَشِّرْ أَهْلِيْ، فَيُقَالُ لَهُ: أُسْكُنْ.)) (الصحيحة:١٣٤٤)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن اپنی قبر کی کشادگی کو دیکھتا ہے تو وہ کہتا ہے: (فرشتو!) مجھے چھوڑو، میں گھر والوں کو خوشخبری سنانے کے لیے (جانا چاہتا ہوں)۔ لیکن اسے کہا جاتا کہ (اب) آرام کر۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٣٣١

شرح:...... ہمیں علم ہونا چاہئے کہ اس قسم کی احادیث میں جس زندگی کو ثابت کیا جا رہا ہے، وہ برزخی زندگی ہے، اس کا دنیوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے جہاں ایسی احادیث پر ایمان لانا واجب ہے، وہاں دنیوی زندگی کو مدنظر رکھ کر عالم برزخ کی مثالیں یا اس کی تکییف و تشبیہ بیان کرنا درست نہیں۔

اس ضمن میں مومن پر یہ مؤقف تسلیم کرنا فرض ہے کہ احادیث میں جتنا کچھ بیان ہوا، اس پر ایمان لایا جائے اور اقیسہ و آرا سے گریز کیا جائے اور بدعتیوں کے طریق کار سے بچا جائے، جنھوں نے بالآخر یہ دعوی کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ اور اولیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں (دنیا والی) حقیقی زندگی میں ہیں، کھاتے پیتے ہیں۔ حالانکہ یہ برزخی زندگی ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بعد از دفن میت سے منکر اور نکیر کے سوالات

(۱۷۱۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ، أَوْ قَالَ: أَحَدُكُمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرِ النَّكِيْرُ، فَيَقُوْلَانِ: مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ مَاكَانَ يَقُوْلُ: هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. فَيَقُوْلَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے اور نیلگوں آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ایک کو ''منکر'' اور دوسرے کو ''نکیر'' کہا جاتا ہے۔ وہ اس سے سوال کرتے ہیں: تو اس شخصیت (محمد رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، جیسے وہ (دنیا میں) کہتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ جواب سن کر فرشتے کہتے ہیں: ہمیں

قَبْرِهِ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِيْنَ، ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيْهِ، ثُمَّ يُقَالَ لَهُ: نَمْ۔ فَيَقُوْلُ: اَرْجِعُ إِلٰى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ۔ فَيَقُوْلَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِي لَا يُوْقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ۔ وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ، فَقُلْتُ: مِثْلَهُ، لَا أَدْرِي، فَيَقُوْلُوْنَ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ، فَيُقَالُ لِلْأَرْضِ: اِلْتَئِمِي عَلَيْهِ، فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ، فَتَخْتَلِفُ أَضْلَاعُهُ، فَلَا يَزَالُ فِيْهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ))

(الصحيحة: ١٣٩١)

علم تھا کہ تو یہی جواب دے گا پھر اس کی قبر ستر مربع ہاتھ تک وسیع اور منور کر دی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ سو جا۔ وہ آگے سے کہتا ہے: (اگر تم مجھے جانے دو تو) میں اپنے کنبے کی طرف لوٹ کر انھیں حقیقتِ حال (اور انجام خیر) سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ کہتے ہیں: تو اس دلہن کی نیند سو جا، جسے جگانے والا اس کا محبوب ترین فرد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ایسے شخص کو اس کی آرام گاہ سے اٹھائیں گے۔ اگر یہ دفن ہونے والا منافق ہو تو فرشتوں کے سوال کے جواب میں کہتا ہے: میں لوگوں کی طرح کچھ کہہ تو دیتا تھا لیکن اب مجھے علم نہیں ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: ہمیں تیرے اس جواب کا علم تھا، سو زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس پر تنگ ہو جا، پس وہ اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتی ہیں، ایسا شخص اسی عذاب میں مبتلا رہے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مقام سے اٹھائے گا۔

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ١٦٣، وابن أبي عاصم في "السنة" ٨٦٤۔ بتحقيقي

شرح:...... موت سے لے کر قبر سے اٹھنے تک کی زندگی کو عالم برزخ کہتے ہیں، اس کا تعلق مکمل طور پر عالم غیب سے ہے۔ ہمارا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ اس زندگی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جتنی کیفیتیں بیان کیں، ان میں غور و خوض کئے بغیر ان کو من وعن تسلیم کر لیں۔

نیک اور بد میت کی کیفیت

(١٧١١)۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مِهْرَانَ، أَنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ حِيْنَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ: لَا تَضْرِبُوْا عَلَيَّ فُسْطَاطًا، وَلَا تَتْبَعُوْنِي بِمِجْمَرٍ، وَأَسْرِعُوْا بِي، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ عَلٰى سَرِيْرِهِ، قَالَ: قَدِّمُوْنِي، قَدِّمُوْنِي، وَإِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ

عبد الرحمٰن بن مہران کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں کہا: مجھ پر خیمہ نصب نہیں کرنا، نہ میری میت کے ساتھ دھونی دان لے کر جانا ہے اور مجھے جلدی دفنا دینا ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”جب نیک بندے (کی میت) کو چارپائی پر رکھ دیا جاتا ہے تو وہ (میت) کہتی ہے: مجھے آگے لے کر جاؤ، مجھے آگے لے کر جاؤ۔ لیکن جب برے آدمی کی (میت) کو چارپائی پر رکھا

السُّوْءُ عَلٰی سَرِیْرِہٖ، قَالَ: یَاوَیْلَه! أَیْنَ تَذْهَبُوْنَ بِيْ۔)) (الصحیحة:٤٤٤)

جاتا ہے تو وہ (میت) کہتی ہے: ہائے! مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو؟''

تخریج: أخرجه النسائی: ١/ ٢٧٠، وابن حبان: ٧٦٤، وأحمد: ٢/ ٢٩٢، ٥٠٠

شــــرح:...... اس میں میت کو جلدی دفنانے کا بیان ہے، ہمیں چاہئے کہ ان احادیث سے عبرت حاصل کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی وہی میت بن جائیں، جسے ندامت وحسرت کے علاوہ کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

مومن اور کافر کی موتوں کے مناظر

عالم برزخ میں مومنوں کی ارواح کا آپس میں تعارف

(١٧١٢)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَیْرَةَ، ؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِیْرَةٍ بَیْضَاءَ، فَیَقُوْلُوْنَ: اُخْرُجِيْ رَاضِیَةً مَّرْضِیًّا عَنْكِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰهِ وَرَیْحَانٍ وَرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَاَطْیَبِ رِیْحِ الْمِسْكِ حَتّٰی اِنَّهٗ لَیُنَاوِلُهٗ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، حَتّٰی یَاْتُوْنَ بِهٖ بَابَ السَّمَاءِ، فَیَقُوْلُوْنَ: مَا اَطْیَبَ هٰذِهِ الرِّیْحَ الَّتِيْ جَاءَ تْكُمْ مِنَ الْاَرْضِ! فَیَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِیْنَ، فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ یَقْدُمُ عَلَیْهِ، فَیَسْاَلُوْنَهٗ: مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ فِيْ غَمِّ الدُّنْیَا، فَاِذَا قَالَ: اَمَا اَتَاكُمْ؟ قَالُوْا: ذُهِبَ بِهٖ اِلٰی اُمِّهِ الْهَاوِیَةِ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا احْتُضِرَ اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ، فَیَقُوْلُوْنَ: اُخْرُجِيْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطًا عَلَیْكِ اِلٰی عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَاَنْتَنِ رِیْحِ جِیْفَةٍ حَتّٰی یَاْتُوْنَ بِهٖ بَابَ الْاَرْضِ،

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ریشم کا سفید کپڑا لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں: (اے روح!) اللہ تعالیٰ کی رحم ومہربانی کی طرف اور ایسے رب کی طرف نکل جو غصے میں نہیں ہے، اس حال میں کہ تو بھی خوش ہے اور تیرا رب بھی تجھ پر خوش ہے۔ جب وہ روح نکلتی ہے تو کستوری کی پاکیزہ ترین خوشبو آتی ہے، فرشتے اسے وصول کر کے ایک دوسرے کو تھماتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ آسمان کے دروازے تک پہنچ جاتے ہیں۔ آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: کتنی پیاری خوشبو ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ فرشتے اس روح کو مومنوں کی ارواح میں لے جاتے ہیں۔ اس کی آمد سے انھیں بہت خوشی ہوتی ہے جیسے پردیسی کے آنے سے ہم خوش ہوتے ہیں۔ پہلے سے موجود روحیں اس روح سے سوال کرتی ہیں: فلاں کیسے تھا؟ فلاں کی سنائیں؟ وہ جواب دیتی ہے: اسے چھوڑیئے، وہ تو دنیوی فکر وغم میں مبتلا تھا۔ (اور فلاں تو مجھ سے پہلے مر چکا تھا کیا اس کی روح) تمھارے پاس نہیں آئی؟ وہ کہتی ہیں: (نہیں، اور یہاں نہ پہنچنے کا مطلب یہ ہوا کہ) وہ اپنے ٹھکانے ''ہاویہ'' (جہنم) میں پہنچ چکی ہے۔ (مومن کے برعکس) جب کافر کی موت کا

فَيَقُوْلُوْنَ : مَاأَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّيْحَ! حَتّٰى يَأْتُوْنَ بِهِ أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ۔)) (الصحيحة:١٣٠٩)

وقت آتا ہے تو عذاب والے فرشتے ایک ٹاٹ لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں: (اے روح!) اللہ کے عذاب کی طرف نکل، اس حال میں کہ تو بھی ناپسند کر رہی ہے اور تیرا رب بھی تجھ پر ناراض ہے، بہرحال وہ نکلتی ہے اور اس سے سڑی ہوئی لاش کی طرح کی بدترین بد بو آتی ہے، فرشتے اسے وصول کر کے زمین کے دروازے پر لے جاتے ہیں اور کفار کی ارواح میں پہنچا دیتے ہیں۔ (راستے میں ملنے والے) فرشتے کہتے ہیں: کتنی بدترین بد بو ہے!''

تخريج: أخرجه النسائي: ١/ ٢٦٠، وابن حبان: ٧٣٣، والحاكم: ١/ ٣٥٢، ٣٥٣

شرح:...... حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے، اس میں نیک اور بدلوگوں کی موت کے واقعات اور بعد از موت ان کے انجام کو واضح کیا گیا ہے۔

(١٧١٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَنْزِلُ بِهِ الْمَوْتُ وَيُعَايِنُ مَا يُعَايِنُ ، فَوَدَّ لَوْخَرَجَتْ -يَعْنِي نَفْسَهُ- وَاللّٰهُ يُحِبُّ لِقَائَهُ ، وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يُصْعَدُ بِرُوْحِهِ إِلَى السَّمَاءِ فَتَأْتِيهِ أَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيَسْتَخْبِرُوْنَهُ عَنْ مَعَارِفِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ ، فَإِذَا قَالَ: تَرَكْتُ فُلَانًا فِي الدُّنْيَا أَعْجَبَهُمْ ذٰلِكَ ، وَإِذَا قَالَ: إِنَّ فُلَانًا قَدْ مَاتَ ، قَالُوْا: مَا جِيْءَ بِهِ إِلَيْنَا وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجْلَسُ فِي قَبْرِهِ فَيُسْأَلُ: مَنْ رَبُّهُ؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّيَ اللّٰهُ ، فَيُقَالُ: مَنْ نَبِيُّكَ؟ فَيَقُوْلُ: نَبِيِّي مُحَمَّدٌ۔ قَالَ: فَمَا دِيْنُكَ؟ قَالَ: دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ۔ فَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ فِي قَبْرِهِ فَيَقُوْلُ أَوْيُقَالُ: أُنْظُرْ إِلَى مَجْلِسِكَ ثُمَّ يَرَى الْقَبْرَ ، فَكَأَنَّمَا كَانَتْ رَقْدَةً۔ فَإِنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ وَعَايَنَ مَاعَايَنَ ، فَإِنَّهُ لَا يُحِبُّ أَنْ تَخْرُجَ رَوْحُهُ أَبَدًا ، وَاللّٰهُ يُبْغِضُ لِقَائَهُ ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مؤمن پر عالَمِ نزع طاری ہوتا ہے تو وہ مختلف حقائق کا مشاہدہ کر کے یہ پسند کرتا ہے کہ اب اس کی روح نکل جائے (تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر سکے) اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں۔ مؤمن کی روح آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے اور (فوت شدگان) مؤمنوں کی ارواح کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ وہ اس سے اپنے جاننے پہچاننے والوں کے بارے میں دریافت کرتی ہیں۔ جب وہ روح جواب دیتی ہے کہ فلاں تو ابھی تک دنیا میں ہی تھا (یعنی ابھی تک فوت نہیں ہوا تھا) تو وہ خوش ہوتی ہیں اور جب وہ جواب دیتی ہے کہ (جس آدمی کے بارے میں تم پوچھ رہی ہو) وہ تو مر چکا ہے، تو وہ کہتی ہیں: اسے ہمارے پاس نہیں لایا گیا (اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے جہنم میں لے جایا گیا ہے)۔ مؤمن کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا ربّ کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا ربّ اللہ ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرے نبی محمد (ﷺ) ہیں۔ پھر سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا دین

فَإِذَا جَلَسَ فِيْ قَبْرِهٖ أَوْ أُجْلِسَ، فَيُقَالُ لَهٗ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ: لَاأَدْرِيْ! فَيُقَالُ: لَادَرَيْتَ۔ فَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ مِنْ جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُضْرَبُ ضَرْبَةً تَسْمَعُ كُلُّ دَابَّةٍ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهٗ: نَمْ كَمَا يَنَامُ الْمَنْهُوْشُ۔ فَقُلْتُ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ، مَا الْمَنْهُوْشُ؟ قَالَ: اَلَّذِيْ يَنْهَشُهُ الدَّوَابُّ وَالْحَيَّاتُ۔ ثُمَّ يَضِيْقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ۔)) (الصحيحة: ٢٦٢٨)

اسلام ہے۔ (ان سوالات و جوابات کے بعد) اس کی قبر میں ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ۔ وہ اپنی قبر کی طرف دیکھتا ہے، پھر گویا کہ نیند طاری ہو جاتی ہے۔ جب اللہ کے دشمن پر عالم نزع طاری ہوتا ہے اور مختلف حقائق کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ اس کی روح نکلے (تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے بچ جائے) اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ جب اسے قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے تو پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں تو نہیں جانتا۔ اسے کہا جاتا ہے: تو نے جانا ہی نہیں۔ پھر (اس کی قبر میں) جہنم سے دروازہ کھولا جاتا ہے اور اسے ایسی ضرب لگائی جاتی ہے کہ جن و انس کے علاوہ ہر چوپایہ اس کو سنتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ ''منہوش'' کی نیند سو جا''۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''منہوش'' سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا: ''منہوش'' سے مراد وہ آدمی ہے جسے کیڑے مکوڑے اور سانپ ڈستے اور نوچتے رہتے ہیں۔ ''پھر اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔''

تخریج: أخرجه البزار في "مسنده": ص ٩٢۔ زوائده

شرح: ...... جو کچھ اس حدیث میں بیان ہوا وہ عین حق ہے، کسی کو اس مسئلہ میں غور و خوض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اولُ الذکر سعادت مندوں میں ہمارا شمار فرمائے۔ (آمین) یہ الفاظ ''منہوش کی نیند سو جا'' طنزاً کہے جا رہے ہیں، کیونکہ ایسا شخص انتہائی تکلیف میں ہوتا ہے۔

(١٧١٤)۔ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رضی اللہ عنہ مَوْقُوْفًا: إِذَا قُبِضَتْ نَفْسُ الْعَبْدِ تَلَقَّاهُ أَهْلُ الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ كَمَا يَلْقَوْنَ الْبَشِيْرَ فِي الدُّنْيَا، فَيُقْبِلُوْنَ عَلَيْهِ لِيَسْأَلُوْهُ، فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَنْظُرُوْا أَخَاكُمْ حَتّٰى يَسْتَرِيْحَ، فَإِنَّهٗ كَانَ فِيْ كَرْبٍ، فَيُقْبِلُوْنَ عَلَيْهِ، فَيَسْأَلُوْنَهٗ: مَافَعَلَ فُلَانٌ؟ مَافَعَلَتْ فُلَانَةٌ؟ هَلْ تَزَوَّجَتْ؟ فَإِذَا سَأَلُوْا عَنِ الرَّجُلِ قَدْ مَاتَ قَبْلَهٗ قَالَ لَهُمْ :إِنَّهٗ قَدْ

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب (مسلمان) بندے کی روح قبض کی جاتی ہے تو (پہلے فوت ہونے والے) اللہ تعالیٰ کے مرحوم بندے اس کا استقبال کرتے ہیں جیسے دنیا میں لوگ خوشخبری دینے والے کو (خوشی سے) ملتے ہیں، جب وہ بندے (اسے بیدار کر کے) اس سے سوال کرنا چاہتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کو آرام کرنے دو، وہ دنیا کی بے چینی و پریشانی میں مبتلا تھا۔ بالآخر وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں کیا کر رہا تھا؟ فلاں بہن کی سنائیں؟ آیا اس کی شادی ہو گئی تھی؟ جب وہ کسی ایسے آدمی کے بارے میں سوال

هَلَكَ، فَيَقُوْلُوْنَ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، ذُهِبَ بِهِ إِلٰى أُمِّهِ الْهَاوِيَةِ، فَبِئْسَتِ الْأُمُّ وَبِئْسَتِ الْمُرَبِّيَةُ قَالَ: فَيُعْرَضُ عَلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ، فَإِذَا رَأَوْا حَسَنًا فَرِحُوْا وَاسْتَبْشَرُوْا وَقَالُوْا: هٰذِهِ نِعْمَتُكَ عَلٰى عَبْدِكَ فَأَتِمَّهَا، وَإِذَا رَأَوْا سُوْءً قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ رَاجِعْ بِعَبْدِكَ۔

(الصحیحة: ۲۷۵۸)

کرتے ہیں جو اس سے پہلے مر چکا ہوتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا تھا، تو وہ کہتے ہیں: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، (وہ بندہ یہاں تو نہیں پہنچا) اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے ٹھکانے جہنم میں چلا گیا ہے۔ وہ برا ٹھکانہ ہے اور بری پرورش گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پر ان کے نیک اعمال پیش کئے جاتے ہیں، جب وہ اچھا عمل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: اے اللہ! یہ تیری اپنے بندے پر نعمت ہے، تو اس کو پورا کر دے اور جب وہ برا عمل دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: اے اللہ! اپنے بندے پر رجوع کر۔

تخریج: أخرجه ابن المبارك في "الزهد": ۱٤۹/ ٤٤۳، فذكره موقوفا، ورواه سلام الطويل عن ثور فرفعه، لكن اسناد الموقوف صحيح، وهو في حكم المرفوع يقينا

شرح:...... یہ احادیث مبارکہ اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہیں کہ مر جانے والوں کا دنیوی حالات سے بلا واسطہ کوئی رابطہ نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ ایک عالم میں ہیں، اس لیے جب مرنے والا وہاں پہنچتا ہے تو ان کو ان کے بعد والے دنیا کے حالات کی خبر ہوتی ہے۔

مومن اور کافر کی روحیں نکلنے کی کیفیت

(۱۷۱۵)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ رَفَعَهُ: ((لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنَّ نَفْسَ الْمُؤْمِنِ تَخْرُجُ رَشْحًا، وَنَفْسُ الْكَافِرِ تَخْرُجُ مِنْ شِدْقِهِ كَمَا تَخْرُجُ نَفْسُ الْحِمَارِ۔)) (الصحیحة: ۲۱۵۱)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قریب المرگ لوگوں کو ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی تلقین کیا کرو، مؤمن کا نفس پسینے کے ٹپکنے کی طرح نکلتا ہے جبکہ کافر کا نفس گدھے کے سانس لینے کی طرح اس کی باچھوں سے نکلتا ہے۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في "الكبير": ۳/ ۷۷/ ۱

شرح:...... آسانی اور سختی کو بیان کیا جا رہا ہے۔

قریب المرگ لوگوں کو ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین کرنا

(۱۷۱٦)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ رَفَعَهُ: ((لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنَّ نَفْسَ الْمُؤْمِنِ تَخْرُجُ رَشْحًا، وَنَفْسُ الْكَافِرِ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قریب المرگ لوگوں کو ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی تلقین کیا کرو، مؤمن کا نفس پسینے کے ٹپکنے کی طرح نکلتا ہے جبکہ کافر کا

تَخْرُجُ مِنْ شِدْقِهِ كَمَا تَخْرُجُ نَفْسُ الْحِمَارِ.)) (الصحيحة: ۲۱۵۱)

نفس گدھے کے سانس لینے کی طرح اس کی باچھوں سے نکلتا ہے۔''

تخریج: أخرجه الطبرانی فی "الکبیر": ۳/ ۷۷/ ۱

شرح:...... معلوم ہوا کہ قریب المرگ لوگوں کو "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تلقین کرنی چاہئے۔عوام الناس میں مشہور کر دیا گیا ہے کہ قریب المرگ آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھنا چاہئے، اسے تلقین نہیں کرنی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تلقین قبول کرنے سے انکار کر دے۔

یہ محض عوامی خیال ہے، جو حدیث کے متصادم ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ثابت قدمی اور استقامت نصیب کرتا ہے، حدیث کے واضح الفاظ موجود ہیں کہ ایسے لوگوں کو تلقین کی جائے۔

اگر عوام کا یہ خیال درست ہی سمجھا جائے تو ایسا شخص کلمہ پڑھنے والوں کو یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ تم لوگوں نے کیا شور برپا کر رکھا ہے۔اس صورت میں بھی اس کا انکار لازم آئے گا۔ دراصل اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ایسی تلقین قبول کرنے کی توفیق سے نوازتا ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم حدیث پر عمل کریں، ان شاء اللہ اس کے عمدہ نتائج برآمد ہوں گے۔

مرنے والے کی آنکھیں بند کرنا اور اس وقت خیر والی بات کہنا

(۱۷۱۷)۔ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذَا حَضَرْتُمْ مَوْتَاكُمْ فَاَغْمِضُوا الْبَصَرَ، فَاِنَّ الْبَصَرَ يَتْبَعُ الرُّوْحَ، وَقُوْلُوْا خَيْرًا، فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ عَلٰى مَا قَالَ اَهْلُ الْبَيْتِ.)) (الصحيحة: ۱۰۹۲)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مرنے والے آدمی کے پاس موجود ہو تو عالم نزع میں اس کی آنکھیں بند کیا کرو، کیونکہ آنکھ روح کے پیچھے چلتی ہے اور (ایسی صورت میں) خیر و بھلائی والی بات کیا کرو کیونکہ فرشتے گھر والوں کی (دعا یا بد دعا پر) آمین کہتے ہیں۔

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ۱/ ٤٤٤، والحاکم: ۱/ ۳۵۲، وأحمد: ٤/ ۱۲۵

شرح:...... جب میت کی روح نکل رہی ہو یا نکل چکی ہو تو نبوی تعلیمات کے مطابق اس میت کے حق میں دعائیں کرنی چاہئیں کہ اس وقت اس کے حق میں کی گئی دعاؤں پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔

عیادت کے وقت کی دعا

(۱۷۱۸)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا عَادَ أَحَدُكُمْ مَرِيْضًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا أَوْ يَمْشِيْ لَكَ إِلٰى صَلَاةٍ))

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مریض کی تیمار داری کرو تو یہ دعا پڑھا کرو: اے اللہ! اپنے بندے کو شفا دے تا کہ تیرے دشمن کو زخمی کرے اور تیرے لیے نماز کی طرف چل کر جائے۔''

(الصحيحة: ١٣٦٥)

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢/ ١٦٦-١٦٧- الحلبية، وابن حبان: ٧١٥، والحاكم: ١/ ٣٤٤، واحمد: ٢/ ١٧٢

شرح:...... مریض کی تیمارداری کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے:

اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا أَوْ يَمْشِيْ لَكَ اِلٰى صَلَاةٍ۔

معلوم ہوا کہ جہاد کرنا اور نماز پڑھنا مومن کی زندگی کے دو اہم مقاصد ہیں، جن کی وجہ سے شفا کی دعا کی جا رہی ہے۔

عیادت کا اجر وثواب

(١٧١٩)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى، قَالَ: جَاءَ أَبُوْ مُوْسٰى إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ يَعُوْدُهُ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: عَائِدًا جِئْتَ أَمْ شَامِتًا؟ قَالَ: لَا، بَلْ عَائِدًا۔ قَالَ: فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنْ كُنْتَ جِئْتَ عَائِدًا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا عَادَ الرَّجُلُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مَشٰى فِيْ خِرَافَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسَ، فَإِذَا جَلَسَ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ، فَإِنْ كَانَ غُدْوَةً صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِنْ كَانَ مَسَاءً صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ۔))

عبد الرحمٰن بن ابو لیلی کہتے ہیں: ابو موسی، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی بیمارپرسی کرنے کے لیے آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تیمارداری کرنے کے لیے آئے ہو یا مصیبت پر خوش ہونے کے لیے؟ انھوں نے کہا: تیمارداری کرنے کے لیے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ واقعی تیمار داری کرنے کے لیے آئے ہیں تو سنیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی بندہ اپنے مسلمان بھائی کی تیمار داری کرنے کے لیے جاتا ہے تو وہ جنت کے چنے ہوئے میووں میں چل رہا ہوتا ہے اور جب وہ (مریض کے پاس) بیٹھتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر یہ صبح کا وقت ہو تو شام تک اور شام کا وقت ہو تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

(الصحيحة: ١٣٦٧)

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٨١، وأبوداود: ٣٠٩٩، وابن ماجه: ١/ ٤٤٠، والحاكم: ١/ ٣٤٩، وأبويعلي في "مسنده" ٧٧، والبيهقي: ٣/ ٣٨٠

شرح:...... ہمیں چاہئے کہ اپنے و پرائے، ادنی و اعلی، آشنا و نا آشنا، محسن و غیر محسن اور امیر و غریب کو مدنظر رکھے بغیر اسلام کے رشتے کو سامنے رکھ کر بیماروں کی تیمارداری کیا کریں، کیونکہ ایسا کرنے میں ہی للّٰہیت پائی جاتی ہے۔

بندہ اپنی جائے موت تک کیسے پہنچتا ہے؟

(١٧٢٠)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَاكَانَ أَجَلُ أَحَدِكُمْ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی نے زمین کے جس (علاقے)

بِـأَرْضٍ ، أَثْبَـتَ اللّٰهُ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً ، فَإِذَا بَـلَـغَ أَقْـصٰـى أَثَرِهِ تَوَفَّاهُ ، فَتَقُوْلُ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَارَبِّ! هٰذَا مَااسْتَوْدَعْتَنِيْ ـ))

(الصحيحة: ۱۲۲۲)

میں مرنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس علاقے تک پہنچنے کے لیے کسی حاجت (کا بہانہ) بنا دیتے ہیں۔ جب وہ آدمی اپنی (زندگی) کے آخری نشانات تک پہنچتا ہے تو اسے موت آ جاتی ہے۔ قیامت کے دن زمین کہے گی: اے میرے رب! یہ (وہ بندہ) ہے جو تو نے مجھے سونپا تھا۔"

تـخريـج: أخرجه ابن ماجه: ۲/ ۵٦٦ ، وابن أبي عاصم في"السنة" ۳٤٦ ، والطبراني في "المعجم الكبير" ۳/ ۷٦/ ۱ ، والحاكم: ۱/ ٤۱

شــرح:...... ہر کسی کی موت کے زمان و مکاں کا فیصلہ ہو چکا ہے، ہر کسی کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ بنتا ہے اور وہ اپنی جائے موت تک پہنچ جاتا ہے۔

قارئین کرام! جو لوگ اپنے گھروں سے باہر وفات پاتے ہیں، اگر آپ غور کریں کہ وہ وہاں کیسے پہنچتے ہیں، تو اس حدیث کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

بیٹے کی وفات پر حمد و استرجاع کا اجر و ثواب

(۱۷۲۱)۔ عَـنْ أَبِـيْ مُـوْسَـى الْاَشْعَـرِيِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مَـرْفُـوْعًـا: ((إِذَا مَـاتَ وَلَدُ الرَّجُلِ يَـقُـوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهِ: أَقَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْـدِيْ؟ فَيَـقُـوْلُوْنَ: نَعَمْ ـ فَيَقُوْلُ: أَقَبَضْتُمْ ثَمْرَةَ فُؤَادِهِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ ـ فَيَقُوْلُ: فَمَاذَا قَـالَ عَبْـدِيْ؟ قَـالَ: حَـمِـدَكَ وَاسْتَرْجَعَ ـ فَيَـقُـوْلُ: اِبْـنُـوْا لِـعَـبْـدِيْ بَيْتًا فِيْ الْجَنَّةِ ، وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ ـ))

(الصحيحة: ۱٤۰۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب بندے کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے: آیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل واپس لے لیا؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ بتلاتے ہیں کہ اس نے تیری حمد کی اور اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ پس اللہ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام "بَيْـتُ الْـحَمْدِ" (تعریف والا گھر) رکھو۔"

تخريـج: رواه الثقفي في"الثقفيات" ۳/ ۱۵/ ۲ ، والترمذي: ۱/ ۱۹۰

شرح:...... معلوم ہوا کہ اولاد اور ہر قریبی کی وفات پر صبر کا دامن تھام کر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھنا چاہئے۔

دم کے متعلق احادیث

(۱۷۲۲)۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ أَلَمًا فَلْيَضَعْ يَدَهُ حَيْثُ يَجِدُ أَلَمَهُ، ثُمَّ لِيَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ۔)) (الصحيحة: ۱٤۱٥)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی تکلیف محسوس کرے تو اپنا ہاتھ تکلیف والی جگہ پر رکھے اور سات دفعہ یہ دعا پڑھے: أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ شَرِّ مَا أَجِدُ۔ (میں اللہ تعالیٰ کے غلبے اور ہر چیز پر اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس چیز کے شرّ سے جسے میں محسوس کرتا ہوں)۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٣٩٠، والخرائطي في "مكارم الأخلاق" صـ ٨٨

(۱۷۲۳)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا مَرْفُوْعًا: كَانَ ﷺ إِذَا اشْتَكٰى رَقَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: ((بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ، مِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ، مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ عَيْنٍ۔)) (الصحيحة: ۲۰٦۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تو جبریل امین یہ دعا پڑھ کر آپ ﷺ کو دم کرتے: ''اللہ کے نام کے ساتھ جو آپ کو صحت عطا کرتا ہے، وہ آپ کو ہر بیماری سے، ہر حسد کرنے والے، جب وہ حسد کرے، اور ہر نظرِ بد کے شر سے شفا دے۔''

تخريج: رواه ابن سعد: ٢/ ٢١٣، ٢١٤، وأخرجه مسلم في "صحيحه": ٧/ ١٣، واحمد: ٦/ ١٦٠

شرح:...... معلوم ہوا کہ یہ دعا پڑھ کر بیمار کو دم کرنا چاہیے: بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ، مِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ، مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ عَيْنٍ۔

(۱۷۲٤)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: كَانَ ﷺ يُعَوِّذُ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ: ((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ! أَذْهِبِ الْبَاسَ، وَاشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔)) فَلَمَّا ثَقُلَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ أَخَذْتُ بِيَدِهِ فَجَعَلْتُ أَمْسَحُهُ بِهَا وَأَقُوْلُهَا، فَنَزَعَ يَدَهُ مِنْ يَدِيْ، وَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ، وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى۔)) قَالَتْ: فَكَانَ هٰذَا آخِرَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ساتھ دم کرتے تھے: ''اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! تکلیف دور فرما دے، شفا عطا فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری ہی شفا، شفا ہے، ایسی شفا دے جو بیماری کو نہ چھوڑے۔'' جب نبی کریم ﷺ کی مرض الموت میں اضافہ ہو گیا تو میں آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی اور یہ کلمات پڑھتی تھی، لیکن آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور یہ دعا کرنے لگ گئے: ''اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھے رفیقِ اعلیٰ میں پہنچا دے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی

مَا سَمِعْتُ مِنْ كَلَامِهِ ﷺ۔ (الصحيحة: ٢٧٧٥)

ہیں کہ یہ آخری کلمات تھے، جو میں نے آپ ﷺ کی زبان سے سنیں۔

تخريج: أخرجه أبو بكر بن أبي شيبة في "مصنفه": ٨/ ١/ ٤٥، وأخرجه البخاري: ٥٧٤٣ دون قوله: "فلما ثقل......" ومسلم: ٧/ ١٥

شرح:...... یہ دعا پڑھ کا مریض کو دم کرنا مسنون عمل ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ! اَذْهِبِ الْبَاْسَ، وَاشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے اس عظیم دعا کے ساتھ دم کرنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، اس سے درج ذیل حدیث مبارکہ پر بھی عمل ہو جاتا ہے: ((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ۔)) (صحیح مسلم) ...... ''جس میں اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی استطاعت ہو، اسے فائدہ پہنچانا چاہیے۔''

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ "يُعَوِّذُ" محفوظ ہے اور اس کو "يَتَعَوَّذُ" پڑھنا شاذ ہیں۔ (صحیحہ: ۲۷۷۵)

فاتحہ شریف پڑھ کر دم کرنا اور دم پر اجرت لینا

(١٧٢٥)۔ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ، عَنْ عَمِّهِ عِلَاقَةَ بْنِ صُحَارٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ فَاَتَوْهُ، فَقَالُوْا: اِنَّكَ جِئْتَ مِنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ، فَارْقِ لَنَا هٰذَا الرَّجُلَ، فَاَتَوْهُ بِرَجُلٍ مَعْتُوْهٍ فِي الْقُيُوْدِ، فَرَقَاهُ بِاُمِّ الْقُرْآنِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً كُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ثُمَّ تَفَلَ، فَكَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَاَعْطَوْهُ شَيْئًا، فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَهُ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُلْ، فَلَعَمْرِيْ لَمَنْ اَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ، لَقَدْ اَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ۔)) (الصحيحة: ٢٠٢٧)

خارجہ بن صلت اپنے چچا حضرت علاقہ بن صحار سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے، اس قوم کے لوگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ تو اس شخصیت (رسول اللہ ﷺ) کے پاس سے خیر و بھلائی لے کر آیا ہے، ہمارے اس آدمی کو دم تو کر دے۔ پھر وہ بیڑیوں میں بندھا ہوا ایک آدمی لائے۔ میرے چچا نے "اُمُّ الْقُرْآن" (یعنی سورۂ فاتحہ) پڑھ کر صبح شام تین دفعہ دم کیا، یہ سورت پڑھ کر تھوک جمع کر کے اس پر تھوک دیتے۔ (وہ ایسا شفایاب ہوا کہ) گویا کہ اسے رسیوں سے کھول کر آزاد کر دیا گیا۔ انھوں نے (اس دم کے عوض) انھیں کچھ دیا۔ میرے چچا آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے اس (معاوضے) کے بارے میں دریافت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کھالے، میری عمر کی قسم! اس آدمی کے بارے میں کچھ کہا جائے گا جو باطل دم کے ذریعے کھائے، تو نے تو حق دم کے ساتھ کھایا ہے۔''

تخريج: أخرجه أبو داود: ٣٤٢٠، ٣٨٩٦، ٣٨٩٧، والنسائي في "عمل اليوم والليلة": ١٠٣٢، وعنه ابن

السنی :٦٢٤، والطحاوی فی "شرح المعانی" ٢/ ٢٦٩، والحاکم: ١/ ٥٥٩-٥٦٠، والطیالسی: ١٣٦٢، وأحمد: ٥/ ٢١٠-٢١١

شرح:...... معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ بہترین دم ہے، نیز یہ کہ دم کرنے کا معاوضہ لینا درست ہے۔

قسم ایسے مضبوط عقد کو کہتے ہیں، جس کے ذریعے قسم اٹھانے والا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم کرتا ہے۔

اس سلسلے میں صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا خیال رکھا گیا ہے کہ اس عقد میں صرف اس کا نام پیش کیا جائے کیونکہ کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہے کہ اس کی اتنی تعظیم کی جا سکے۔ جو لوگ اس موقع پر غیر اللہ کو اللہ والی عظمت سے موصوف ٹھہرا کر ان کا نام پیش کرتے ہیں، ان کی مذمت بیان کرتے ہوئے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَكَ، وَفِی رِوَایَۃٍ: فَقَدْ كَفَرَ۔)) (ابوداود: ٣٢٤٩، ترمذی: ١٥٣٤، ابن ماجه: ٢٠٩٤)...... ''جس بندے نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی، اس نے شرک کیا اور ایک روایت کے مطابق کفر کیا۔''

بعض مرید قسم کے لوگ اپنے پیروں اور سرکاروں کی قسمیں اٹھاتے ہیں، ان کو متنبہ رہنا چاہیے۔

لیکن ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک دیہاتی آدمی کے بارے میں فرمایا: ((اَفْلَحَ وَ اَبِیْهِ اِنْ صَدَقَ)) ...... ''اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے سچ کہا ہے تو وہ کامیاب ہو گیا ہے۔'' (مسلم) اور اس باب کی حدیث میں عمر کی قسم اٹھائی ہے۔

جواب یہ ہے کہ عربوں کے ہاں اس قسم کی قسمیں مروج تھی، وہ کلام میں تاکید پیدا کرنے کے لیے ایسا کہا کرتے تھے، نہ کہ کسی کی تعظیم کے لیے، ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب غیر اللہ کی قسم ان کی تعظیم کی خاطر اٹھائی جائے۔ "الایمان والنذور والکفارات" میں قسم کے متعلقات پر تمام بحثیں موجود ہیں۔

اچھا کفن دینا اور اس کی وجہ

(١٧٢٦)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((إِذَا وَلِیَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْیُحْسِنْ كَفَنَهُ، فَإِنَّهُمْ یُبْعَثُوْنَ فِیْ أَكْفَانِهِمْ، وَیَتَزَاوَرُوْنَ فِیْ أَكْفَانِهِمْ۔)) (الصحیحة: ١٤٢٥)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو کفن دینے کا ذمہ دار بنے تو اچھا کفن دے، کیونکہ مردوں کو اپنے کفنوں میں اٹھایا جائے گا اور اسی لباس میں وہ ملاقاتیں کریں گے۔''

تخریج: أخرجه الخطیب فی "التاریخ" ٩/ ٨٠

شرح:...... اس حدیث میں گھٹیا اور ناقص کفن سے گریز کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، بہرحال اس معاملے میں زیادہ غلو بھی نہیں ہونا چاہئے۔ متوسط درجے کے کپڑے میں کفن دینا چاہئے۔

قبروں سے اٹھنے کے بعد لوگ ننگے ہوں گے یا لباس پہنے ہوئے ہوں گے؟ جواب کے لیے "اَلْفِتَنُ وَ اَشْرَاطُ السَّاعَةِ وَالْبَعْثُ" میں اس عنوان "آدمی انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا، جن میں مرتا ہے" کا مطالعہ کریں۔

نماز میں موت کو یاد کرنا

(۱۷۲۷)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اُذْكُرِ الْمَوْتَ فِيْ صَلَاتِكَ ، فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا ذَكَرَ الْمَوْتَ فِيْ صَلَاتِهِ لَحَرِيٌّ أَنْ يُحْسِنَ صَلَاتَهُ، وَصَلِّ صَلَاةَ رَجُلٍ لَا يَظُنُّ أَنَّهُ يُصَلِّيْ صَلَاةً غَيْرَهَا ، وَإِيَّاكَ وَكُلَّ أَمْرٍ يُعْتَذَرُ مِنْهُ۔))
(الصحيحة:۱٤۲۱، ۲۸۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنی نماز میں موت کو یاد کیا کر، کیونکہ جب آدمی نماز میں موت کو یاد کرتا ہے تو ممکن ہوتا ہے کہ وہ اپنی نماز کو اچھے انداز میں ادا کرے اور اس آدمی کی طرح نماز پڑھ جسے اس موقع کے بعد نماز پڑھنے کا گمان نہیں ہوتا اور ہر ایسے کام سے اجتناب کر، جس سے معذرت کرنا پڑتی ہے۔"

۱٤۲۱:تخريج: أخرجه الديلمي في "مسند الفردوس" ۱/ ۱/ ۵۱۔ مختصره

۲۸۳۹: تخريج: أخرجه الديلمي في "مسند الفردوس": ۱/ ۲٦/ ۲

شرح:...... مقصودِ کلام یہ ہے کہ نماز کو عاجزی وانکساری اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کیا جائے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ آدمی ہر نماز کو اپنی زندگی کی الوداعی نماز سمجھے اور ایسا ممکن بھی ہے، کیونکہ کسی نہ کسی نماز کے بعد اس نے مرنا ہی ہے۔

اس حدیث میں یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ مومن کو سنجیدگی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہئے۔ کون سا اقدام زیب دیتا ہے اور کون سا نامناسب ہے؟ یہ فیصلہ قدم اٹھانے سے پہلے ہی کر لیا جائے، کیونکہ مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جذبات میں آکر نازیبا حرکتیں کرے اور بے تکی باتیں کر کے بعد میں لوگوں سے معذرتیں کرنا شروع کر دے۔

مشرک کو دفن کرنا

(۱۷۲۸)۔ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ فَمَنْ يُوَارِيْهِ؟ قَالَ: ((اِذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ۔)) قَالَ: لَا أُوَارِيْهِ ، إِنَّهُ مَاتَ مُشْرِكًا۔ فَقَالَ: ((اِذْهَبْ فَوَارِهِ ثُمَّ لَا تُحَدِّثَنَّ حَدَثًا حَتّٰى تَأْتِيَنِيْ۔)) فَذَهَبْتُ فَوَارَيْتُهُ ، وَجِئْتُهُ وَعَلَيَّ أَثَرُ التُّرَابِ وَالْغُبَارِ ، فَأَمَرَنِيْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو کہا کہ آپ کا گمراہ چچا (اور میرا باپ ابو طالب) مر گیا ہے، اب اسے کون دفن کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم خود جا کر اپنے باپ کو دفن کرو۔ میں نے کہا: میں تو اسے دفن نہیں کروں گا کیونکہ وہ شرک کی حالت میں مرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بس تم جاؤ اور اسے دفن کر کے کسی کو اس چیز کی خبر دیئے بغیر میرے پاس آ جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گیا،

فَاغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي بِدَعْوَاتٍ مَايَسُرُّنِي أَنَّ لِيْ بِهِنَّ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ۔ (الصحيحة: ١٦١)

اپنے باپ کو دفن کیا اور فارغ ہو کر آپ ﷺ کے پاس واپس پلٹ آیا۔ آپ ﷺ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا، میں نے غسل کیا اور آپ ﷺ نے میرے حق میں ایسی ایسی (بیش قیمت) دعائیں کیں کہ ان کے مقابلے میں مجھے زمین بھر کے خزانے بھی اچھے نہیں لگتے۔''

تخریج: أبوداود: ٣١٢٤، والنسائی: ١/ ٢٨٢-٢٨٣، وابن سعد فی "الطبقات": ١/ ١٢٣، وابن أبی شیبة فی "المصنف": ٤/ ٩٥و١٤٢-طبع الهند، وابن الجارود فی"المنتقی": ٢٦٩، والطیالسی: ١٢٠- والبیهقی: ٣/ ٣٩٨، وأحمد: ١/ ٩٧و١٣١، وأبو محمد الخلدی فی جزء من"فوائده": ٤٧/ ١

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث درج ذیل فوائد پر مشتمل ہے:

(۱) مسلمان کا قریبی مشرک کو دفنانا مشروع ہے، ایسا کرنا شرک اور مشرک سے بغض کے منافی نہیں ہے۔ غور کریں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے باپ کو دفن کرنے سے رک گئے تھے، ان کا عذر یہ تھا کہ وہ مشرک مرا ہے، لیکن آپ ﷺ نے جب ان کو دوبارہ حکم دیا تو انھوں نے فوراً اپنی رائے ترک کر دی اور آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی اور اطاعت کا معیار بھی یہی ہے کہ آدمی اپنی رائے ترک کر کے حکم نبوی کی پیروی کرے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مشرک والدین کے ساتھ حسن صحبت کا آخری تقاضا یہ ہے کہ ان کے دفن کا اہتمام کیا جائے، دفن کے بعد ان کے لیے دعا یا بخشش طلب نہیں کی جا سکتی، کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى﴾ (سورۂ توبہ: ۱۱۳) ...... ''نبی اور مومنوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت کریں، اگرچہ وہ قریبی ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ معاملہ اس قدر واضح ہے، لیکن ان لوگوں کا کیا حال ہوگا، جو چند درہموں کی وجہ سے اخبار و جرائد و مجلّات میں ایسے ایسے بیانات دیتے ہیں، جو کافروں کے لیے رحمت و مغفرت کی دعاؤں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ آخرت کو اہمیت دینے والے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈر جانا چاہیے۔

(۲) کافر کو غسل دینا، کفن پہنانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا مشروع نہیں ہیں، اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم نہیں دیا۔ اگر یہ امور جائز ہوتے تو آپ ﷺ ضرورت کے اس موقع پر ضرور ان کا حکم دے دیتے۔

(۳) مشرک کے دوسرے قرابتداروں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کی میت کے ساتھ چلیں، (صرف اتنے لوگ جائیں جو اس کو دفن کر سکیں) کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے چچے کے ساتھ بھی ایسے نہیں کیا، حالانکہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے والا اور شفقت کرنے والا تھا۔ ہاں آپ ﷺ نے اس کے لیے عذاب

میں تخفیف کی دعا کی تھی، جیسا کہ صحیحہ (۵۳) میں وضاحت ہو چکی ہے۔

یہ حدیث ان لوگوں کے لیے بڑی ہی سبق آموز ہے، جو اپنے انساب سے دھوکہ کھا کر آخرت کے لیے عمل نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: ﴿فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَلُوْنَ۔﴾ (سورۂ مومنون : ۱۰۱) ...... ''(اُس دن) نہ تو آپس کے رشتے رہیں گے اور نہ آپس کی پوچھ گچھ۔'' (صحیحہ : ۱۶۱)

ایصالِ ثواب کی صورتیں

(۱۷۲۹)۔ عَنْ سَلْمَانَ رضي الله عنه ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَرْبَعٌ مِنْ عَمَلِ الْاَحْيَاءِ يَجْرِيْ لِلْاَمْوَاتِ: رَجُلٌ تَرَكَ عَقِبًا صَالِحًا فَيَدْعُوْ، فَيَبْلُغَهُ دُعَاؤُهُمْ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، لَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَجْرُهَا مَاجَرَتْ وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا يُعْمَلُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ، فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِ عَمَلِهِ شَيْأً وَرَجُلٌ مُرَابِطٌ يُنْمٰى لَهُ عَمَلُهُ إِلٰى يَوْمِ الْحِسَابِ۔)) (الصحيحة: ٣٩٨٤)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''زندوں کے چار اعمال کے ثواب کا سلسلہ مردوں کے لیے بھی جاری رہتا ہے (وہ چار اعمال یہ ہیں:) مردے کے ایسے جانشین جو اس کے لیے دعا کریں، ان کی دعا اسے پہنچتی ہے، مردہ صدقہ جاریہ کر جائے، جب تک (زندوں میں) اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے اسے اجر ملتا رہتا ہے، مردہ آدمی کا ایسا علم سکھا جانا جس پر اس کے بعد عمل کیا جاتا ہو، عمل کرنے والے کے ثواب جتنا اجر اسے بھی ملتا ہے اور عامل کے اجر میں کوئی کمی نہیں آتی اور وہ مردہ جو سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے مرا، قیامت تک اسے اس عمل کا اجر ملتا رہے گا۔''

تخريج: أخرجه ابن أبي الدنيا في كتاب "العيال": ٢/ ٦١٣ـ ٤٣١، ـ والسياق له ـ، والطبراني في "المعجم الكبير": ٦/ ٣٢٨/ ٦١٨١

شرح:...... یہ دراصل میت کے اپنے اعمال ہیں جو اس نے اپنی زندگی میں شروع کیے تھے، لیکن ان کے اثرات اس کی موت کے بعد بھی جاری ہیں۔ سوائے آخری عمل کے کہ وہ اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا، لیکن عظمتِ عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کا ثواب بھی قیامت تک جاری رکھے گا۔

ہمیں چاہئے کہ اپنے بچوں پر توجہ دیں اور اچھے نہج پر ان کی تربیت کریں تاکہ وہ والدین کی وفات کے بعد ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھ سکیں۔ میت کو کون سے امور سے فائدہ پہنچتا ہے؟ امام البانی رحمہ اللہ نے ''احکام الجنائز'' میں تفصیلی بحث کی ہے، ہم اختصار سے ذکر کرتے ہیں:

(۱) مسلمان کا میت کے لیے دعا کرنا، بشرطیکہ قبولیت کی شرطیں پوری ہوں، کئی شرعی نصوص سے اس صورت کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) میت کے ولی کا اس کے نذر والے روزے رکھنا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔)) ......''جو آدمی مر جائے اور اس پر روزے ہوں، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔'' (بخاری، مسلم)

(۳) میت کا قرضہ ادا کرنا، ادا کرنے والا کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

(۴) نیک اولاد کے اعمالِ صالحہ کا ثواب ان کے والدین کو بھی ملتا ہے، کیونکہ اولاد اپنے والدین کی کمائی ہوتی ہے، اسی طرح اولاد کا والدین کی طرف سے صدقہ کرنا، غلام آزاد کرنا اور حج کرنا۔

(۵) وہ آثارِ صالحہ اور صدقاتِ جاریہ، جو میت خود سر انجام دے کر جاتا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو نیکیاں مومن تک اس کی موت کے بعد پہنچتی رہتی ہیں، وہ یہ ہیں: اس کا سکھایا ہوا اور نشر کیا ہوا علم، نیک اولاد، کسی کو دیا ہوا قرآن مجید، اس کی تعمیر کی ہوئی مسجد، مسافروں کے لیے اس کا بنایا ہوا گھر، اس کی جاری کردہ نہر اور صدقہ جو اس نے اپنی زندگی اور صحت کے دوران دیا۔'' (ابن ماجہ) (احكام الجنائز: ۱٦٨ تا ۱۷۸)

ساٹھ سال عمر پانے والا کوئی عذر پیش نہیں کر سکے گا

(۱۷۳۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلَى امْرِءٍ، أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتّٰى بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً۔)) (الصحيحة: ۱۰۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لیے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا، جس کی موت کو اتنا مؤخر کر دیا کہ وہ ساٹھ سال کو پہنچ گیا۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ۱۱/ ۲۰۰۔ فتح، وأحمد: ۲/ ۲۷۵

شرح:...... اس حدیث میں ساٹھ سال عمر پانے والے آدمی کو وعید سنائی گئی ہے کہ اسے اتنی لمبی عمر دی گئی کہ اس میں جنت کی تیاری کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس حدیث سے ساٹھ سال سے کم عمر والے اپنے حق میں کسی قسم کی گنجائش کا استدلال نہیں کر سکتے۔

آپ ﷺ کی امت کی عمریں

(۱۷۳۱)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((أَقَلُّ أُمَّتِي الَّذِيْنَ يَبْلُغُوْنَ السَّبْعِيْنَ۔)) (الصحيحة: ۱۵۱۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کم ہی لوگ ستر (برس کی عمر) تک پہنچیں گے۔''

تخريج: رواه ابن الضريس في "أحاديث مسلم بن أبراهيم الفراهيد" ۵/ ۱، والعقيلي في "الضعفاء" ۵٦

(۱۷۳۲)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

((أَعْمَارُ أُمَّتِي مَابَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى السَّبْعِيْنَ، وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَّجُوْزُ ذٰلِكَ۔)) (الصحيحة:٧٥٧)

فرمایا: ''میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہیں، کم ہی لوگ ایسے ہیں جو اس حد سے تجاوز کرتے ہیں۔''

تخریج: رواه الترمذی: ٢/ ٢٧٢، وابن ماجه: ٤٢٣٦، وأبویعلی فی "مسنده": ١٠/ ٣٩٠/ ٥٩٩٠، وابن حبان فی "صحیحه": ٩٦/ ٢، فی "النوع السبعون من قطعة منه محفوظة فی الظاهرية"، والثعلبی: ٣/ ١٥٨/ ٢، والقضاعی: ٥/ ٢، والحاکم: ٢/ ٤٢٧، والخطیب: ٦/ ٣٩٧، ٤٢

شرح:...... آپ ﷺ کی امت کے زیادہ تر افراد کی عمریں یہی رہی ہیں، اس امت میں صحابہ کرام میں ان افراد کی عمریں سب سے زیادہ تھیں: سیدہ اسما بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا نے (١٠٠) سال، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے (١٠٣) سال، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے (١٢٠) سال اور سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے (٢٥٠) سال عمر پائی۔

نظر بد موت کا سبب بن سکتی ہے

(١٧٣٣)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَكْثَرُ مَنْ يَّمُوْتُ مِنْ أُمَّتِي بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ وَقَضَائِهِ وَقَدَرِهِ بِالْأَنْفُسِ۔)) يَعْنِيْ: بِالْعَيْنِ۔ (الصحيحة:٧٤٧)

عبدالرحمٰن بن جابر اپنے باپ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے بعد نظرِ بد اکثر لوگوں کی موت کا سبب بنتی ہے۔''

تخریج: أخرجه الطيالسی فی "مسنده": ١٧٦٠، وعنی الطحاوی فی "المشکل": ٤/ ٧٧، وکذا البزار: ٣/ ٤٠٣/ ٣٠٥٢

شرح:...... نظر بد حق ہے، جیسا کہ سیدنا جابر اور سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الْعَيْنُ تُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ، وَالْجَمَلَ الْقِدْرَ۔)) (صحیحه: ١٢٤٩) ......(نظرِ بد آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں داخل کر دیتی ہے۔)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نظرِ بد سے بڑے سا بڑا نقصان ہو سکتا ہے، آدمی مر سکتا ہے اور اونٹ ذبح کے مرحلے تک پہنچ سکتا ہے۔

نظر بد کا تفصیلی ذکر "الطب والعيادة" میں موجود ہے۔ متن میں مذکورہ روایت کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اموات کے لیے اسباب پیدا کرتے ہیں، نہ کہ یہ نظر بد بذاتِ خود کسی کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔

کون سا مومن عقل مند ہے؟

(١٧٣٤)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنه: أَنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے

رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفْضَلُ ؟ قَالَ: ((أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔)) فَأَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَكْيَسُ ؟ قَالَ: ((أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا، وَأَحْسَنُهُمْ لَهُ اسْتِعْدَادًا، أُولٰئِكَ الْاَكْيَاسُ۔)) (الصحيحة: ١٣٨٤)

نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: کون سا مومن افضل ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''جس کا اخلاق سب سے زیادہ اچھا ہو۔'' اس نے پھر سوال کیا: کون سا مومن ذہین وفہیم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو موت کو زیادہ یاد کرنے والا اور بہترین انداز میں اس کی تیاری کرنے والا ہو، وہی عقلمند ہے۔''

تخریج: رواه البيهقي في "الزهد الكبير" ٢/٥٢ ، ٢ ، وابن ماجه: ٢/ ٥٦٥

شرح:...... احادیثِ مبارکہ میں یہ عقلمندی اور دور اندیشی کا معیار ہے کہ جو جتنا زیادہ اخروی زندگی کی تیاری میں مگن ہے، وہ اتنا زیادہ عقلمند ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ دنیا سے قطع تعلقی کر لی جائے اور بال بچوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بندۂ خدا کو دنیوی زندگی کے تمام معاملات بھی قرآن و حدیث کے تقاضوں کے مطابق ہونے چاہئیں۔

صحت و عافیت کا سوال کرنا

(١٧٣٥)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِقَوْمٍ مُبْتَلِيْنَ ، فَقَالَ: ((أَمَا كَانَ هٰؤُلَاءِ يَسْأَلُوْنَ الْعَافِيَةَ؟)) (الصحيحة: ٢١٩٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ آزمائش خوردہ لوگوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ''کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کا سوال نہیں کرتے تھے؟''

تخریج: أخرجه البزار في "مسنده": ٣١٣٤، كشف الأستار

شرح:...... معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے، اگر پھر بھی کوئی بیمار ہو جائے تو صبر کرے اور علاج کے لیے جائز اسباب استعمال کرے۔

آپ ﷺ اپنے اہل بیت کے ساتھ رحمدل تھے

(١٧٣٦)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: مَارَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، كَانَ إِبْرَاهِيْمُ مُسْتَرْضِعًا فِي عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ ، وَكَانَ يَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَهُ ، فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ ، وَإِنَّهُ لَيُدَخَّنُ۔ وَكَانَ ظِئْرُهُ قَيْنًا۔ فَيَأْخُذُهُ ، فَيُقَبِّلُهُ ، ثُمَّ يَرْجِعُ ، (قَالَ عَمْرٌو): فَلَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيْمُ ، قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایسا آدمی نہیں دیکھا جو نبی کریم ﷺ کی بہ نسبت اپنے اہل وعیال سے زیادہ رحمدلی (اور ہمدردی) کرنے والا ہو۔ آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم دودھ پینے کے لیے مدینہ کی کسی بستی میں (ایک دایہ کے پاس) تھے۔ آپ ﷺ (اپنے بیٹے کو ملنے کے لیے) جاتے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے، گھر میں داخل ہوتے، حالانکہ گھر میں دھواں ہوتا کیونکہ ابراہیم کا

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ ابْنِيْ ، وَإِنَّهُ مَاتَ فِيْ الثَّدْيِ ، وَإِنَّ لَهُ ظِئْرَيْنِ يُكَمِّلَانِ رَضَاعَتَهُ فِيْ الْجَنَّةِ۔))

(الصحيحة: ٢٤٩٣)

پرورش کنندہ باپ لوہار تھا۔ آپ ﷺ اپنے بیٹے کو اٹھاتے، اسے بوسے دیتے اور پھر واپس آتے۔ عمرو بن سعید کہتے ہیں: جب ابراہیم فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا بیٹا ابراہیم دودھ کی عمر میں فوت ہو گیا ہے لیکن جنت میں دو دایاں اس کی مدتِ رضاعت کو پورا کریں گے۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد فى "المسند": ٣/ ١١٢، ومسلم: ٧/ ٧٦

بخار میں مبتلا مریض پر پانی ڈالنا

(١٧٣٧)۔ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ حُذَيْفَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَمَّتِهِ فَاطِمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ: عُدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نِسْوَةٍ ، وَإِذَا سِقَاءٌ مُعَلَّقٌ ، وَمَاؤُهُ يَقْطُرُ عَلَيْهِ مِنْ شِدَّةِ مَايَجِدُ مِنْ حَرِّ الْحُمّٰى ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ دَعَوْتَ اللّٰهَ فَأَذْهَبَ عَنْكَ هٰذَا ، فَقَالَ: ((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔))

(الصحيحة: ١١٦٥)

حصین بن عبد الرحمن، ابو عبیدہ بن حذیفہ سے اور وہ اپنی پھوپھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں چند عورتوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی تیمار داری کرنے کے لیے گئی، بخار کی حرارت کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ پر ایک مشکیزے میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ ہم (عورتوں) نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا کہ وہ آپ کی تکلیف دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش انبیا پر آتی ہے پھر ان پر جو (مرتبے میں) ان کے قریب ہوتے ہیں اور پھر ان پر جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه ابن سعد: ٨/ ٣٢٥ و ٣٢٦، والحاكم: ٤/ ٤٠٤

شرح:...... معلوم ہوا کہ جو ہستی تقویٰ وطہارت اور نیکی و پارسائی میں آگے ہوگی، اس قدر اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں زیادہ آئیں گی۔ نیز یہ سبق بھی ملا کسی آدمی کا بیمار رہنا اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی دلیل نہیں۔ بخار کی بعض اقسام میں پانی ڈالنا مفید رہتا ہے۔

(١٧٣٨)۔ عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ حُذَيْفَةَ ، عَنْ عَمَّتِهِ فَاطِمَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَعُوْدُهُ فِيْ نِسَائِهِ ، فَإِذَا سِقَاءٌ مُعَلَّقٌ نَحْوَهُ ، يَقْطُرُ مَاؤُهُ عَلَيْهِ مِنْ شِدَّةِ مَا يَجِدُ مِنْ حَرِّ الْحُمّٰى ، قُلْنَا: يَا

ابو عبیدہ بن حذیفہ اپنی پھوپھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ہم چند رسول اللہ ﷺ کی تیماری داری کرنے کے لیے گئیں، آپ ﷺ کے اوپر ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، بخار کی حرارت کی وجہ سے اس کے قطرے آپ ﷺ پر ٹپک رہے تھے۔ ہم نے کہا: اے اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ دَعَوْتَ اللّٰهَ فَشَفَاكَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔)) (الصحيحة:١٤٥)

کے رسول! اگر آپ اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کریں تو وہ آپ کو شفا دے دے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں سے انبیا پر سب سے کڑی آزمائشیں پڑتی ہیں، پھر ان پر جو مرتبے میں ان کے قریب ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان کے قریب ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔''

تخريج: رواه أحمد: ٦/ ٣٦٩، والمحاملي في "الأمالي": ٣/ ٤٤/ ٢

عام نیک لوگ بھی سفارش کریں گے

(١٧٣٩)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الرَّجُلَ يَشْفَعُ لِلرَّجُلَيْنِ، وَلِلثَّلَاثَةِ، وَالرَّجُلَ لِلرَّجُلِ۔)) (الصحيحة:٢٥٠٥)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی آدمی دو تین آدمیوں کی سفارش کرے گا تو کوئی صرف ایک کی۔''

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في "التوحيد": ص٢٠٥، و رواه البزار: ٣٤٧٣ دون الجملة الاخيرة

شرح:...... انبیاء، اولیا، شہدا، اتقیا اور صلحا سمیت تمام بندگانِ خدا میں سے ہر وہ بندہ سفارش کر سکے گا، جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملے گی۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس مضمون کو بیان کیا گیا، جیسا کہ آیۃ الکرسی میں ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ...... ''کون ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر اس کے پاس سفارش کر سکے۔''

ہمارے ہاں سفارش کو بعض اولیا کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے اور دنیا میں ہی ان کے بارے میں یہ عقیدہ قائم کر لیا گیا کہ یہ مخصوص لوگ ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں گے، بالخصوص اپنے مریدوں کے حق میں۔

اس عقیدے کی بنیاد قرآن کریم کی کسی آیت یا آپ ﷺ کی حدیث پر نہیں ہے۔ قیامت کے روز ہی پتہ چلے گا کہ کون کس کی موافقت یا مخالفت میں بولے گا۔

علامہ ابن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ نے شفاعت کے موضوع پر بہت خوبصورت بحث کی، انھوں نے اس کی آٹھ قسمیں بنائیں اور آخری قسم کے بارے میں کہا: آپ ﷺ کبیرہ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے والے اپنے امتیوں کے لیے سفارش کریں گے کہ ان کو جہنم سے نکالا جائے، متواتر احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ سفارش کی اس قسم میں آپ ﷺ کے ساتھ فرشتے، دوسرے انبیا اور مومن بھی شریک ہوں گے۔ آپ ﷺ یہ سفارش چار دفعہ کریں گے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ: ١٩٦۔ ٢٠٩)

فرزندانِ امت کسی کے اچھا یا برا ہونے پر گواہ ہیں

(۱۷٤۰)۔ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا صَلَّوْا عَلَى الْجَنَازَةِ وَأَثْنَوْا خَيْراً، يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: أَجَزْتُ شَهَادَتَهُمْ فِيْمَا يَعْلَمُوْنَ، وَأَغْفِرُ لَهُ مَالَا يَعْلَمُوْنَ۔)) (الصحيحة:١٣٦٤)

حضرت ربیع بن معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب لوگ میت کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان نیکیوں کی بنا پر اپنے بندوں کی شہادت کو نافذ کر دیا جن کو وہ جانتے ہیں اور ان برائیوں کو معاف کر دیا جن کو وہ نہیں جانتے۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "التاريخ الكبير" ٢/ ١/ ١٥٤

(۱۷٤۱)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْاَلْهَانِيِّ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ أَبِي عِنَبَةَ الْخَوْلَانِيِّ الشُّهَدَاءُ، فَذَكَرُوْا الْمَبْطُوْنَ، وَالْمَطْعُوْنَ، وَالنُّفَسَاءَ، فَغَضِبَ أَبُوْ عِنَبَةَ وَقَالَ: حَدَّثَنَا أَصْحَابُ نَبِيِّنَا رضی اللہ عنہم عَنْ نَبِيِّنَا ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ شُهَدَاءَ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ أُمَنَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ فِي خَلْقِهِ، قُتِلُوْا أَوْمَاتُوْا۔)) (الصحيحة:١٩٠٢)

محمد بن زیاد الہانی کہتے ہیں: جب ابو عنبہ خولانی کے پاس شہادت کا (حکم رکھنے والے) لوگوں کا ذکر کیا گیا تو (حاضرین) نے پیٹ کے عارضے سے، طاعون سے مرنے والے لوگوں اور نفاس میں مرنے والی عورت کا ذکر کیا۔ لیکن ابو عنبہ کو غصہ آ گیا، انھوں نے کہا: ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خلقِ خدا کے حق میں دیانتدار لوگ اللہ تعالیٰ کے گواہ ہے، وہ شہید ہوں یا طبعی موت مرنے والے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٢٠٠

شرح:...... ابو عنبہ نے جو حدیث صحابہ کرام کے واسطے سے بیان کی، اس کا اپنا مستقل مفہوم ہے اور جو بات ان کی مجلس میں بیان کی گئی تھی اس کا اپنا مفہوم ہے کہ بعض فوت ہونے والے مسلمان شہادت کا حکم رکھتے ہیں، مثلا: جل کر مرنے والے، دیوار کر نیچے آ کر مر جانے والا، پانی میں غرق ہو جانے والا، طاعون کی بیماری کی وجہ سے مرنے والا۔

(۱۷٤۲)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: مَرُّوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ: ((وَجَبَتْ۔)) ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا شَرًّا، فَقَالَ: ((وَجَبَتْ۔ إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ شُهَدَاءٌ۔))

(الصحيحة:٢٦٠٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس گزرنے والے جنازے کی تعریف کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''(جنت) واجب ہوگئی۔'' لوگوں نے اس کے بعد گزرنے والے کسی دوسرے جنازے کی برائی بیان کی، (یہ سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''(جہنم) واجب ہوگئی۔'' اور پھر فرمایا: ''تم لوگ ایک دوسرے کے بارے میں

گواہی دینے والے ہو۔“

تخريج: أخرجه الطيالسي :٢٣٨٨، وأحمد: ٢/ ٤٦٦، ٤٧٠، وأبوداود: ٣٢٣٣، والنسائي : ٢/ ٢٧٣، ورواه ابن ماجه: ١٤٩٢ نحوه

شرح:...... معلوم ہوا کہ میت کے اچھا یا برے ہونے کے بارے میں مومنوں کی شہادت اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر ہوتی ہے۔

(۱۷۴۳)۔ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَجَرَةَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ جَنَازَةٍ، فَقَالَ النَّاسُ خَيْرًا، وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ خَيْرًا، فَجَاءَ جِبْرَائِيْلُ، فَقَالَ: ((إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ كَمَا ذَكَرُوْا، وَلٰكِنْ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِيْ الْاَرْضِ، وَقَدْ غُفِرَ لَهُ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ۔)) (الصحيحة:١٣١٢)

حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک جنازے کے ساتھ نکلے، لوگوں نے اس میت کے بارے میں اچھے کلمات کہے اور اس کی تعریف کی۔ اتنے میں جبرائیل امین آئے اور کہا: ”یہ آدمی اس طرح تھا تو نہیں جیسے لوگ کہہ رہے ہیں، بہرحال تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو، اس لیے اس نے (تمھاری گواہی کو دیکھ کر) اس کے وہ گناہ بھی معاف کر دیے جو یہ لوگ نہیں جانتے تھے۔“

تخريج: أخرجه ابن منده

شرح:...... سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زبانوں کی کتنی لاج رکھی کہ مرنے والا تعریف کا مستحق نہیں تھا، لیکن انھوں نے اس کو سراہا، اس لیے وہ رحمت خداوندی کا حقدار بن گیا۔

ابتدائی طور پر ”علیک السلام“ کہنا کیسا ہے؟

(۱۷۴٤)۔ عَنْ أَبِيْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ، قَالَ: طَلَبْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ، فَجَلَسْتُ، فَإِذَا نَفَرٌ هُوَ فِيْهِمْ وَلَا أَعْرِفُهُ، وَهُوَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ مَعَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ قُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((إِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ، إِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ۔ (ثَلَاثًا)،

ابو تمیمہ ہجیمی سے روایت ہے کہ ہماری قوم کے ایک آدمی نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو تلاش کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکا، (بالآخر) میں بیٹھ گیا۔ اچانک لوگوں کی ایک جماعت پر میری نگاہ پڑی، ان میں آپ ﷺ بھی تشریف فرما تھے لیکن میں آپ ﷺ کو پہچانتا نہیں تھا۔ ایک آدمی ان کے مابین صلح کروا رہا تھا، جب وہ فارغ ہوا تو بعض لوگ اس کے ساتھ چل دیے اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ دیکھ کر میں آپ ﷺ کو پہچان گیا اور آپ ﷺ کو یوں سلام کہا: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (آپ

إِذَا لَقِيَ الرَّجُلُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَلْيَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.)) ثُمَّ رَدَّ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.)) (الصحيحة:٢٨٤٦)

پر سلامتی ہو، اے اللہ کے رسول ...... تین دفعہ کہا) آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک "عَلَيْكَ السَّلَامُ" مردوں کا سلام ہے۔ (آپ ﷺ نے یہ جملہ تین دفعہ ارشاد فرمایا) جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کو سلام کہے تو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" کہے۔ پھر آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰه (اور تجھ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو...... تین دفعہ فرمایا)۔''

تخریج: أخرجه الترمذی :۲/ ۱۲۰

شــرح:...... اس حدیث میں ''علیک السلام'' کو مردے کا سلام قرار دیا گیا۔ جبکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے قبرستان میں داخل ہوتے وقت کہا: "السلام علیکم اهل دار قوم مومنین......"

علامہ ابن قیم نے ''زاد المعاد'' میں بظاہران دو متعارض احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا: آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق مبتدی کو "السلام عليك ورحمة الله" کہنا چاہئے، نہ کہ ''علیک السلام''...... کچھ لوگوں نے مذکورہ بالا حدیث کو مشکل سمجھا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعارض قرار دیا۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے، جس کا نتیجہ تعارض کی صورت میں نکلا۔ آپ ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ عام شعرا جب اپنی کلام میں مردوں کے لیے سلامتی کی دعا کرتے ہیں تو وہ "عليك السلام" کہتے ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے زندہ لوگوں کے لیے اس انداز کو مکروہ سمجھا۔ (ملخص از تحفة الاحوذی)

آپ ﷺ کا میت پر رونا

(١٧٤٥)۔ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ رضي الله عنه، قَالَ: اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَبْكِيْ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((اِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، تَدْمَعُ الْعَيْنُ، وَيَخْشَعُ الْقَلْبُ، وَلَا نَقُوْلُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ، وَاللّٰهِ يَا إِبْرَاهِيْمُ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ)) (الصحيحة:١٧٣٢)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جس دن رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم فوت ہوئے اس دن سورج کو گرہن لگ گیا تھا، آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! رسول اللہ ہونے کے باوجود آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو بشر ہی ہوں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، دل عاجزی و انکساری کے عالم میں ہے، لیکن ہم کوئی ایسی بات نہیں کریں گے جو ربّ کو ناراض کردے۔ اے ابراہیم! بخدا! ہم تیرے (بچھڑنے کی) وجہ سے غم زدہ ہیں۔''

تخريج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات": ١/ ١٤٢

شــــرح:...... رونے اور نوحہ کرنے میں فرق ہے، جس کی وضاحت آپ ﷺ نے خود فرما دی کہ رونے کے دوران زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ جب کوئی چیخ و پکار کرتا ہے، اول فول بکتا ہے، واویلا کرتا ہے، بین کرتا ہے، اونچی آواز سے میت کے عادات و اطوار، اس کے فضائل و محاسن اور اقوال و افعال بیان کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ تو ایسے انداز کو نوحہ کہتے ہیں۔

(١٧٤٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ: أَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ بِنْتًا لَّهُ تَقْضِي ، فَاحْتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ، فَمَاتَتْ وَهِيَ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ، فَصَاحَتْ أُمُّ أَيْمَنَ ، فَقِيلَ : أَتَبْكِيْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَتْ: أَلَسْتُ أَرَاكَ تَبْكِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((لَسْتُ أَبْكِيْ ، إِنَّمَا هِيَ رَحْمَةٌ إِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ، إِنَّ نَفْسَهٗ تَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ وَهُوَ يَحْمَدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔)) (الصحيحة:١٦٣٢)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی، جو عالم نزع میں مبتلا تھی، کو اٹھایا۔ اسے گود میں لیا اور پھر اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا، اتنے میں وہ فوت ہوگئی۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا چیخ و پکار کرنے لگی۔ اسے کہا گیا کہ کیا تو آپ ﷺ کی موجودگی میں روتی ہے؟ وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کو روتا ہوا نہیں دیکھ رہی؟ آپ ﷺ نے جوابًا فرمایا: ''میں رو تو نہیں رہا، یہ تو محض رحمت (کی علامت) ہے، مؤمن ہر حال میں خیر پر ہوتا ہے، اس کا سانس اس کے پہلوؤں سے نکل رہا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر رہا ہوتا ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٢٧٣، والنسائي: ١/ ٢٦١، والبزار: ٨٠٨

کیا میت کو اہل میت کے نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے

(١٧٤٧)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ جَنَازَةَ أُمِّ اَبَّانَ اِبْنَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ، وَعِنْدَهٗ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ ، فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْدُهٗ قَائِدٌ ، قَالَ: فَأَرَاهُ أَخْبَرَهٗ بِمَكَانِ ابْنِ عُمَرَ ، فَجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ إِلٰى جَنْبِيْ ، وَكُنْتُ بَيْنَهُمَا ، فَإِذَا صَوْتٌ مِّنَ الدَّارِ ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ

عبد اللہ بن ابو ملیکہ کہتے ہیں: میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ہم ام ابان بنت عثمان بن عفان کے جنازے کا انتظار کر رہے تھے، عمرو بن عثمان بھی آپ کے پاس تھے، اتنے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک رہنما کی رہنمائی میں تشریف لے آئے۔ میرا خیال ہے کہ ان کے رہنما نے انھیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس کے بارے میں بتلایا۔ وہ آگے بڑھے اور میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ اب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان آ گیا۔ گھر سے (رونے کی) آواز آئی، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں

أَهْلِهِ عَلَيْهِ.)) فَأَرْسَلَهَا عَبْدُ اللّٰهِ مُرْسَلَةً. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُنَّا مَعَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ، إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ نَازِلٍ فِي ظِلِّ شَجَرَةٍ، فَقَالَ لِي: انْطَلِقْ فَاعْلَمْ مَنْ ذَاكَ؟ فَانْطَلَقْتُ، فَإِذَا وَهُوَ صُهَيْبٌ، فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ: إِنَّكَ أَمَرْتَنِي أَنْ أَعْلَمَ لَكَ مِنْ ذَاكَ؟ وَإِنَّهُ صُهَيْبٌ فَقَالَ: مُرُوهُ فَلْيَلْحَقْ بِنَا. فَقُلْتُ: إِنَّ مَعَهُ أَهْلَهُ! قَالَ: وَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَهْلُهُ. وَرُبَمَا قَالَ أَيُّوبُ مَرَّةً: فَلْيَلْحَقْ بِنَا. فَلَمَّا بَلَغْنَا الْمَدِيْنَةَ، لَمْ يَلْبَثْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ أُصِيبَ، فَجَاءَ صُهَيْبٌ، فَقَالَ: وَا أَخَاه! وَا صَاحِبَاه! فَقَالَ عُمَرُ: أَلَمْ تَعْلَمْ أَوْلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)) فَأَمَّا عَبْدُ اللّٰهِ فَأَرْسَلَهَا مُرْسَلَةً، وَأَمَّا عُمَرُ فَقَالَ: ((بِبَعْضِ بُكَاءِ......)) فَأَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ عُمَرَ؟ فَقَالَتْ: لَا، وَاللّٰهِ! مَا قَالَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَحَدٍ، وَلٰكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْكَافِرَ لَيَزِيْدُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَذَابًا.)) قَالَتْ: وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى، ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ (فاطر: ١٨)، قَالَ أَيُّوبُ: وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ، قَالَ: لَمَّا بَلَغَ عَائِشَةَ

نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: ''میت کو اس پر اس کے اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، جب بیدا مقام پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ایک درخت کے سائے میں دیکھا اور مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ یہ آدمی کون ہے؟ میں گیا اور دیکھا کہ وہ صہیب ہے، واپس پلٹا اور آپ کو بتلایا کہ وہ صہیب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے کہو کہ ہمارے ساتھ آجائے۔ میں نے کہا کہ ان کے ساتھ بیوی بچے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا: بیشک بیوی بچے ہوں، بس اسے ہمارے ساتھ مل جانا چاہئے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو تھوڑے ہی دنوں کے بعد امیر المؤمنین پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ صہیب آئے اور کہا: ہائے میرے بھائی! ہائے میرے ساتھی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نہیں سنی کہ: ''میت کو اس پر اس کے اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔'' (یہ سن کر) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث ان کے سامنے رکھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم کی رسول اللہ ﷺ نے ایسی کوئی حدیث بیان نہیں کی کہ میت کو کسی کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ: ''اللہ تعالیٰ کافر کے عذاب میں اس پر اس کے اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے اضافہ کرتے ہیں۔'' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہی اللہ ہے جو ہنساتا اور رلاتا ہے ﴿اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔﴾ جبکہ ایوب کی روایت، جو انھوں نے ابن ابو ملیکہ سے اور انھوں نے قاسم سے روایت

رَضِـيَ الـلّٰهُ عَنْهَا قَوْلُ عُـمَرَ وَابْنِ عُمَرَ، قَـالَـتْ: إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُوْنِّي عَنْ غَيْرِ كَاذِبِيْنَ، وَلَا مُكَذَّبِيْنَ، وَلٰكِنَّ السَّمْعَ يُخْطِيءُ۔ (الصحيحة:٣٥١١)

کی، میں ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا پتہ چلا تو انھوں نے کہا: جن صحابہ سے تم مجھے احادیث بیان کررہے ہو، وہ نہ جھوٹے ہیں اور نہ جھٹلائے گئے ہیں، لیکن سننے میں غلطی لگ سکتی ہے۔

تخريج: أخرجه البخاري: ١٢٨٧، ١٢٨٨، ومسلم: ٣/ ٤٢۔ ٤٣، وابن حبان: ٥/ ٥٤/ ٣١٢٦، وأحمد: ١/ ٤١۔ ٤٢

شرح:...... ((إِنَّ الْـمَيِّـتَ لَيُـعَـذَّبُ بِبَـكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ)) ...... بیشک میت کو اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بھول چوک کا نتیجہ قرار دیا، حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے۔ دراصل سیدہ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا۔ یہی حدیث اسی مفہوم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

لیکن یہ سوال اپنی جگہ پر برقرار ہے کہ اس میں میت کا کیا قصور ہے کہ نوحہ کرنے والوں کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جا رہا ہے۔قرآن مجید کا بھی قانون ہے کہ نیک یا بد اعمال میں کوئی کسی کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس چیز کو سامنے رکھ کر علمائے اسلام نے اس حدیث کے اشکال کو یوں دور کیا ہے:

(۱) میت کو نوحہ کی وجہ سے عذاب اس وقت ہوتا ہے، جب یہ اس کا طریقہ ہو اور اس نے اپنی زندگی میں اپنے گھر والوں کو اس پر برقرار رکھا ہو، لیکن اگر نوحہ کرنا اس کی عادت نہ ہو تو اسے عذاب نہیں ہوتا۔

(۲) جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ یہ عذاب اس وقت ہوتا ہے جب میت نوحہ کرنے کی وصیت کر کے جائے، اور قدیم زمانے میں لوگ اس طرح کرتے تھے، جیسے طرفہ بن معبد نے کہا: ((إِذَا أَنَـا مِـتُّ فَـابْـكِيْـنِي بِمَا أَنَا أَهْلُهُ وَشُـقِّـي عَـلَـيَّ الْجَيْبَ يَا أَمَّ مَعْبَدِ)) ''جب میں مر جاؤں تو مجھ پر اتنا رونا کہ جتنا میں اس کا اہل اور مجھ گریبان چاک کر دینا، ام معبد!''

(۳) نوحہ کی وجہ سے کافر میت کو عذاب ہوتا ہے، نہ کہ مومن کو، لیکن یہ ایک بعید تاویل ہے۔

(۴) عذاب سے مراد فرشتوں کا میت کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا، جیسے سیدنا ابو موسی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میت کو زندہ لوگوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے، جب نوحہ کرنے والی کہتی ہے: او میرے بازو! او میرے مددگار! او مجھے لباس پہنانے والے! تو میت کو کوڑے لگائے جاتے ہیں اور فرشتہ اسے ڈانٹتے ہوئے کہتا ہے: تو اس کا بازو ہے، تو اس کا مددگار ہے، تو اس کو لباس پہنانے والا ہے۔(احمد: ٤/ ٤١٤ واخرج معناه ابن ماجه والترمذی)

(۵) عذاب سے مراد میت کا نوحہ کی وجہ سے اپنے اہل کے لیے تکلیف محسوس کرنا ہے، کیونکہ اس کو ان پر ترس آتا ہے۔
امام صنعانی نے سبل السلام میں یہ وجوہات ذکر کی ہیں، پہلی دو وجوہات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہیں، اگر کسی میت میں وہ دونوں نہ پائی جاتی ہوں تو ان شاء اللہ نوحہ کی وجہ سے اسے عذاب نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نوحہ کرنے، چہرہ نوچنے اور گریبان چاک کرنے کا وبال

(۱۷٤۸)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا، وَالشَّاقَّةَ جَيْبَهَا، وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ۔ (الصحيحة:۲۱٤۷)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرہ نوچنے والی، گریبان چاک کرنے والی اور ہلاکت و بربادی کو پکارنے والی عورت پر لعنت کی ہے۔

تخريج: أخرجه ماجه:۱۵۸۵، وابن حبان:۷۳۷

شرح:...... یہ نوحہ اور واویلا کرنے کا انداز ہے، جس کو اپنانے والے پر رسول اللہ ﷺ لعنت کرتے ہیں۔

(۱۷٤۹)۔ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ۔)) (الصحيحة:۱۹۵۲)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر نوحہ کرنے والی عورت نے موت سے پہلے توبہ نہ کی تو اسے قیامت کے روز کھڑا کر دیا جائے گا اور اس پر ایک کرتا تارکول کا ہوگا اور ایک قمیص خارش کی۔''

تخريج: أخرجه مسلم:۳/ ٤۵، وأحمد:۵/ ۳٤۲و ۳٤۳، ۳٤٤

شرح:...... اس کا مطلب یہ ہوا کہ نوحہ کرنا کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ علمائے اسلام نے ہر اس گناہ کو کبیرہ شمار کیا ہے جس پر اخروی عذاب کی وعید دی گئی ہو۔

ایک میت پر تین ایام کے بعد نماز جنازہ

(۱۷۵۰)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى عَلٰى مَيِّتٍ بَعْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ۔)) (الصحيحة:۳۰۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک میت پر اس کی موت کے تین دن بعد نماز جنازہ پڑھی۔

تخريج: أخرجه الدارقطني في "السنن" ۲/ ۷۸/ ۷، ومن طريقه: البيهقي في "سننه" ٤/ ٤٦، والخطيب في "تاريخه" ۷/ ٤۵۵

شرح:...... دفنانے کے بعد بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے، اگرچہ تھوڑے دن گزرے ہوں یا زیادہ اور پہلے نماز جنازہ ادا کی جا چکی ہو یا نہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے جنگ احد میں شہید ہونے والوں پر آٹھ سال کے بعد نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری، مسلم) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ کے عہد میں ایک آدمی رات

کو فوت ہو گیا، صحابہ نے آپ ﷺ کو خبر نہ دی (اور اس کی نماز جنازہ ادا کر کے اسے دفنا دیا۔ جب صبح کو آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے صحابہ سمیت قبر پر اس کی دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری، مسلم) اسی طرح مسجد میں جھاڑو دینے والی خاتون کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے بعد میں اس کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری، مسلم) ظاہر بات ہے کہ پہلے صحابہ نے پڑھی ہوگی۔

معلوم ہوا کہ ایک سے زائد دفعہ اور دفنانے کے بعد بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

کلونجی میں شفا ہے

(۱۷۵۱)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ هٰذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ۔)) (الصحيحة: ۱۰۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک اس کالے دانے (کلونجی) میں موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج ہے۔“

تخريج: أخرجه الطيالسي: رقم ۲٤٦۰، وأحمد: ۲/ ٤٦۸ و ۵۳۸

شرح:...... ہمیں چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کی حکمت و دانائی سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے گھروں میں ایسی مبارک چیزوں کا استعمال مستقل طور پر کریں۔ اس پر تفصیلی بحث ”الطب والعيادة“ میں ”کلونجی میں شفا ہے“ کے عنوان میں دیکھیں۔

قبر پر بیٹھنا منع ہے

(۱۷۵۲)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: رَآنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى قَبْرٍ فَقَالَ: ((انْزِلْ عَنِ الْقَبْرِ، لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ۔)) (الصحيحة: ۲۹٦۰)

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر پر دیکھ کر فرمایا: ”قبر سے نیچے اتر آؤ، اس قبر والے کو تکلیف نہ دو۔“

تخريج: أخرجه أحمد: ق۲۲۲/ ۲۔ أطراف "المسند"، وأبو نعيم في "معرفة الصحابة": ۲/ ۸۱/ ۱، وابن الأثير في "أسد الغابة" ۳/ ۷۱۲، وابن عساكر في "التاريخ": ۱۳/ ٤۲۲

شرح:...... معلوم ہوا کہ قبروں پر بیٹھنا اور ان پر چلنا منع ہے۔

آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی مشروعیت

(۱۷۵۳)۔ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ السَّكُوْنِيِّ: أَنَّ مُعَاذًا رضی اللہ عنہ لَمَّا بَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ خَرَجَ مَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ يُوْصِيْهِ، وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِي

عاصم بن حمید سکونی سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو (یمن کی طرف) بھیجا تو وصیت کرتے ہوئے اُس کے ساتھ نکلے، حضرت معاذ سوار تھے اور رسول اللہ ﷺ اُس کی

تَحْتَ رَاحِلَتِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: ((يَا مُعَاذُ! إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَّا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا أَوْلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هٰذَا أَوْقَبْرِي۔)) فَبَكٰى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَاتَبْكِ يَامُعَاذُ! لَلْبُكَاءُ أَوْ إِنَّ الْبُكَاءَ مِنَ الشَّيْطَانِ۔)) (الصحيحة:٢٤٩٧)

سواری کے ساتھ چل رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: ''معاذ! شاید اس سال کے بعد تو مجھ سے ملاقات نہ کر سکے، لیکن ممکن ہے کہ تو میری مسجد یا میری قبر کے پاس سے گزرے۔'' حضرت معاذ رسول اللہ ﷺ کی جدائی کی وجہ سے گھبرا گئے اور رونا شروع کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''معاذ! نہ روؤ، بیشک رونا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٣٥

شرح :..... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ڈاکٹر بوطی نے اپنی کتاب (فقہ السنۃ) میں اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی مشروعیت کا استدلال کیا ہے، جس کے بارے میں اس کا گمان یہ تھا کہ ابن تیمیہ اس مشروعیت کا انکار کرتے ہیں۔

میں (البانی) کہتا ہوں: بوطی کے استدلال سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ تو واضح ہے۔ لیکن ہم قاری حضرات کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں جو وہم وگمان پیش کیا ہے، وہ باطل اور جھوٹ ہے، کیونکہ ابن تیمیہ کی تصنیفات آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی مشروعیت سے بھری پڑی ہیں، بلکہ انھوں نے تو اس زیارت کے آداب بھی بیان کیے ہیں۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ امام ابن تیمیہ نے درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہوئے آپ ﷺ کی قبر مبارک کا قصد کر کے اس کی طرف سفر کرنے سے منع کیا ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّمَا تُضْرَبُ أَكْبَادُ الْمَطِيِّ إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى۔)) (صحيحه: ٩٩٧)...... ''سواریوں کو نہیں بھگایا جاتا (یعنی سفر کا اہتمام نہیں کیا جا سکتا) مگر تین مساجد کی طرف، یعنی مسجد حرام، میری مسجد یعنی مسجد نبوی اور مسجد اقصی۔''

یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ''لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ......'' کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جب میں نے اپنی کتاب (دفاع عن الحدیث النبوی) میں بوطی کا ردّ کیا تو تفصیل کے ساتھ امام ابن تیمیہ کے اقوال بیان کیے۔

لیکن پھر بھی کتاب کے آخری ایڈیشن کے شائع ہونے سے امام ابن تیمیہ کے بارے میں اس جھوٹ اور دروغ گوئی پر ڈاکٹر بوطی کے اصرار کیا مقصد ہے؟ اس کا جواب ہر عقلمند قاری دے سکتا ہے۔ (صحیحہ: ۲۴۹۷)

آپ ﷺ کا قبرستان میں جا کر مردوں کے لیے دعا کرنا

(١٧٥٤)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَرْسَلَتْ بَرِيْرَةَ فِي أَثَرِهِ لِتَنْظُرَ أَيْنَ ذَهَبَ، قَالَتْ: فَسَلَكَ نَحْوَ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَوَقَفَ فِيْ أَدْنَى الْبَقِيْعِ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَرَجَعَتْ إِلَيَّ بَرِيْرَةُ، فَأَخْبَرَتْنِيْ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ سَأَلْتُهُ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيْنَ خَرَجْتَ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: ((بُعِثْتُ إِلَى أَهْلِ الْبَقِيْعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ۔)) (الصحيحة:١٧٧٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک رات کو گھر سے نکلے، میں نے بریرہ کو آپ ﷺ کے پیچھے بھیج دیا تاکہ وہ دیکھ سکے کہ آپ ﷺ کہاں جا رہے ہیں۔ اس نے واپس آ کر مجھے بتلایا کہ آپ ﷺ بقیع الغرقد (ایک قبرستان) کی طرف گئے، وہاں بقیع کی نشیبی جگہ میں کھڑے ہو گئے، پھر ہاتھ اٹھا کر (دعا مانگی) اور واپس پلٹ آئے۔ بوقت صبح میں نے خود آپ ﷺ سے پوچھا کہ گزشتہ رات آپ کہاں چلے گئے تھے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''مجھے بقیع قبرستان والوں کے حق میں دعائے رحمت کرنے کے لیے ان کی طرف بھیجا گیا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٩٢، ومالك في "المؤطا": ١/ ٢٤٢/ ٥٥، وعنه النسائي: ١/ ٢٨٧، واصل القصة رواه مسلم: ٣/ ٦٣ ايضا، وفيه ان جبريل علیہ السلام قال له ﷺ ......

شرح: ...... معلوم ہوا کہ رات کو قبرستان جا کر اہل مقبرہ کے لیے دعائیں کی جائیں۔

کافر کی قبر کے پاس سے گزرتے وقت اسے جہنم کا مژدہ سنایا جائے

(١٧٥٥)۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أَبِيْ كَانَ يَصِلُ الرَّحِمَ، وَكَانَ، وَكَانَ، فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: ((فِي النَّارِ۔)) فَكَأَنَّ الْأَعْرَابِيَّ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَيْنَ أَبُوْكَ؟ قَالَ: ((حَيْثُمَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ كَافِرٍ، فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ۔)) قَالَ: فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ بَعْدُ، فَقَالَ: لَقَدْ كَلَّفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَبًا: مَا مَرَرْتُ بِقَبْرِ كَافِرٍ إِلَّا بَشَّرْتُهُ بِالنَّارِ۔ (الصحيحة:١٨)

عامر بن سعد اپنے باپ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بدو نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرا باپ صلہ رحمی کرتا تھا اور وہ ایسا ایسا (یعنی عظیم) آدمی تھا، اب وہ (بعد از موت) کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ آتشِ دوزخ میں ہے۔'' یہ سن کر بدو رنجیدہ ہوا اور یہ سوال کیا کہ آپ کے باپ کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب بھی تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے جہنم کی آگ کی خوشخبری سنا دینا۔'' بعد میں وہ بدو مسلمان ہو گیا تھا اور کہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مشقت میں ڈال دیا ہے، اب میں کسی کافر کی قبر کے پاس نہیں گزرتا مگر اسے آگ کی خوشخبری سناتا ہوں۔

تخريج: رواه الطبراني: ۱/ ۱۹/ ۱، والبزار: ۱/ ٦٤- ٦٥، والضياء في "المختارة": ۱/ ۳۳۳

شرح:...... جب کوئی مسلمان کسی کافر یا مشرک کی قبر کے پاس سے گزرے تو اس کو آگ کی بشارت سنائے۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں جس مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے، اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اور وہ ہے کافر کی قبر کے پاس سے گزرتے وقت اس کو جہنم کی خوشخبری سنانا۔

واضح ہے کہ مومن کو بیدار کیا جا رہا ہے اور اسے کافر کے جرم کی سنگینی پر متنبہ کیا جا رہا ہے، کیونکہ اس نے کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اتنا بڑا گناہ کیا کہ دنیا کے سارے اس کے مقابلے میں کم تر نظر آتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورهٔ نساء: ۴۸، ۱۱۶)...... ”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔“

اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ”سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔“ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اس مسئلہ سے غافل ہونے کی وجہ سے بعض مسلمان آپ ﷺ کے ارادے کی مخالفت کرتے ہیں، اور وہ اس طرح کہ نجی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بلادِ کفر میں جانے والے اکثر مسلمان جب دنیوی اعتبار سے بعض سردار کافروں کی قبروں پر جاتے ہیں تو وہاں عاجزی و انکساری کے ساتھ اور غمزدہ ہو کر کھڑے ہو جاتا ہے، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان (جاہلوں) کو ان مدفون کافروں سے کوئی بغض نہیں ہے اور یہ ان پر راضی ہیں، جبکہ انبیائے کرام کا اسوۂ حسنہ اس کے مخالف ہے، سن، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا﴾ (سورهٔ ممتحنه: ۴)...... ”(مسلمانو! تمہارے لیے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت ظاہر ہو گئی۔“

حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کا یہ موقف زندہ کافروں کے بارے میں تھا، مردوں کے بارے میں اندازہ خود کر لیں۔ (صحیحہ: ۱۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجر مقام کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ((لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ الْمُعَذَّبِيْنَ، اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ، اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ۔)) وَتَقَنَّعَ بِرِدَائِهٖ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ۔)) (صحيحه: ۱۹)

”جن مکانات میں گزشتہ اقوام کو عذاب دیا گیا وہاں روتے ہوئے داخل ہوا کرو، اگر تم نہیں رو سکتے تو وہاں داخل نہ ہوا

کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی اسی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔" پھر آپ نے کجاوہ پر بیٹھے بیٹھے اپنی چادر اوپر اوڑھ لی۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: صدیق حسن رحمہ اللہ نے "نزل الابرار صـ۲۹۳" میں اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے: "ظالموں کی قبروں اور ان کی ہلاکت گاہوں کے پاس سے گزرتے وقت رونا اور ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی فقیری کا اظہار کرنا اور ایسا کرنے سے غافل رہنے سے بچنا"۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں فقاہت فی الدین عطا فرمائے اور نیک عمل کرنے کی توفیق سے نوازے، بیشک وہ سننے والا اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

(صحیحہ: ۱۹)

ایک دن میں پانچ نیک کام سرانجام دینے پر جنت کی خوشخبری

(۱۷۵۶)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((خَمْسٌ مَنْ عَمِلَهُنَّ فِي يَوْمٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ: مَنْ عَادَ مَرِيْضًا، وَشَهِدَ جَنَازَةً، وَصَامَ يَوْمًا، وَرَاحَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَأَعْتَقَ رَقَبَةً۔))

(الصحیحۃ:۱۰۲۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی ایک دن میں پانچ امور پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت والوں میں لکھ دے گا، وہ پانچ اعمال یہ ہیں: مریض کی تیمارداری کرنا، جنازہ میں شریک ہونا، دن کا روزہ رکھنا، بروز جمعہ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے جانا اور غلام آزاد کرنا۔"

تخریج: رواه حبان في "صحيحه" ۷۱۳ و في "الثقات" أيضا: ۲/ ۲۹، واخرجه ابويعلى فى "الجامع": بلفظ: ((...... من صام يوم الجمعة، وراح يوم الجمعة، وعاد مريضا، وشهد جنازة، وأعتق رقبة۔)) وهو بهذا اللفظ فى "مسند ابى يعلى": ۱/ ۲۹۲

صحابہ کرام پر کوئی اعتراض نہ کرنے کی وجہ

(۱۷۵۷)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: كَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ وَبَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ كَلَامٌ، قَالَ خَالِدٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: تَسْتَطِيْلُوْنَ عَلَيْنَا بِأَيَّامٍ سَبَقْتُمُوْنَا بِهَا؟ فَبَلَغَنَا أَنَّ ذٰلِكَ ذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: ((دَعُوْا لِيْ أَصْحَابِيْ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقْتُمْ مِثْلَ أُحُدٍ أَوْ مِثْلَ الْجِبَالِ ذَهَبًا مَا بَلَغْتُمْ أَعْمَالَهُمْ۔))

(الصحیحۃ:۱۹۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ گڑ بڑ تھی، خالد نے عبد الرحمٰن سے کہا: اگر تم ہم سے پہلے ایمان لے آئے ہو تو اس کی وجہ سے ہم پر دست درازی کیوں کرتے ہو؟ جب یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری خاطر میرے صحابہ کو چھوڑ دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ یا پہاڑوں کے بقدر سونا بھی (فی سبیل اللہ) خرچ کر دو تو پھر بھی ان کا اعمال (کے مرتبے) تک رسائی حاصل نہیں کر سکو گے۔"

تخریج: أخرجه أحمد: ۳/ ۲٦٦

شرح :...... سابقین اولین صحابہ کرام نے جس ابتلا و آزمائش کے دور میں اسلام کو سہارا دیا، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، اس وقت سرے سے اسلام قبول کرنا دل گردے کا کام تھا اور ظالم انسانوں کی دشمنی مول لینے کے مترادف تھا، مشکل ساعتوں میں ان ہستیوں نے اسلام کی خدمت کی اور اسے اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے عظیم کارنامے سرانجام دیے۔ بعد والوں کی قربانیوں کا ان کے کردار کے ساتھ کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

سینگی لگوانا

(۱۷۵۸)۔ عَنْ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ خَيْرَ مَاتَدَاوٰى بِهِ النَّاسُ الْحَجْمُ۔)) (الصحيحة:۱۱۷٦)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہترین چیز، جس سے لوگ علاج کرتے ہیں، سینگی لگوانا ہے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ۵/ ۹و ۱۵و ۱۹، والحاكم: ٤/ ۲۰۸

شرح :...... سینگی لگانے سے فاسد خون خارج ہو جاتا ہے اور انسان کی طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتی ہے۔ ''الطب والعیادۃ'' میں کئی احادیث میں سینگی لگانے کا حکم دیا گیا۔

(۱۷۵۹)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما مَرْفُوْعًا: ((اَلشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْكَيَّةٍ بِنَارٍ ، وَأَنْهٰى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ۔)) (الصحيحة:١١٥٤)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شفا تین چیزوں میں ہے: سینگی لگوانے میں، شہد پینے میں اور آگ سے داغنے میں، لیکن میں اپنی امت کو آگ سے داغنے سے منع کرتا ہوں۔''

تخریج: أخرجه البخاري: ۱/ ۱۱۲و ۱۱۳، وابن ماجه: ۲/ ۳۵۲و ۳۵۳، وأحمد: ۱/ ۲٤۵، ۲٤٦، والطبراني في "المعجم الكبير" ۳/ ۱۵۳/ ۱

شرح :...... اپنے زخم کو آگ سے جلانا جائز ہے، لیکن مکروہ ہے۔ دوسری احادیث میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔ مزید تفصیل ''الطب والعیادۃ'' میں موجود ہے۔

(۱۷٦۰)۔ عَنْ سَلْمٰى اِمْرَاَةِ اَبِي رَافِعٍ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى أَحَدٌ رَاْسَهُ قَالَ: ((اِذْهَبْ فَاحْتَجِمْ۔)) وَاِذَا اشْتَكٰى رِجْلَهُ قَالَ: ((اِذْهَبْ فَاخْضِبْهَا بِالْحِنَّاءِ۔)) (الصحيحة: ۲۰۵۹)

حضرت سلمی زوجہ ابو رافع رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ہم میں سے کسی کے سر میں تکلیف ہوتی ہے تو آپ ﷺ فرماتے: ''جاؤ، سینگی لگواؤ۔'' اور ٹانگ میں تکلیف ہوتی تو فرماتے: ''جاؤ، اس پر مہندی لگاؤ۔''

تخریج: أخرجه أحمد:٦/ ٤٦۲، والبخاری فی "التاریخ": ۱/ ۱/ ٤۱۱، والحاكم: ٤/ ۲۰٦، وأخرجه

الترمذی: ۵/ ۲ بلفظ: ما کان یکون برسول الله ﷺ قرحة ولا نکبة، الا امرنی رسول الله ﷺ ان اضع علیها الحناء

شرح:...... سینگی لگوانے سے جسم کا فاسد خون خارج ہو جاتا ہے اور مہندی میں درد کھینچنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

بانسری اور ہلاکت کی آوازیں ملعون ہیں

(۱۷۶۱)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ: صَوْتُ مِزْمَارٍ عِنْدَ نِعْمَةٍ، وَصَوْتُ وَيْلٍ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ۔)) (الصحیحة:۴۲۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دو آوازیں ملعون ہیں: خوشی کے وقت بانسری کی آواز اور مصیبت کے وقت ہلاکت و بربادی کی آواز۔''

تخریج: رواه أبوبکر الشافعی فی "الرباعیات": ۲/ ۲۲/ ۱، والضیاء فی "المختارة": ۱۳۱/ ۱، والبزار: ۱/ ۳۷۷/ ۷۹۵

مومن کے سارے امور خیر پر مشتمل ہیں

(۱۷۶۲)۔ عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدٌ مَعَ أَصْحَابِهِ، إِذْ ضَحِكَ، فَقَالَ: ((اَلَا تَسْأَلُوْنِيْ مِمَّ أَضْحَكُ؟)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمِمَّ تَضْحَكُ؟ قَالَ: ((عَجِبْتُ لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ إِنْ أَصَابَهُ مَايُحِبُّ، حَمِدَ اللّٰهَ وَكَانَ لَهُ خَيْرٌ، وَإِنْ أَصَابَهُ مَايَكْرَهُ فَصَبَرَ، كَانَ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ كُلُّ أَحَدٍ أَمْرُهُ كُلُّهُ خَيْرٌ إِلَّا الْمُؤْمِنَ۔)) (الصحیحة:۱۴۷)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے، اچانک آپ ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا: ''کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرتے کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے مومن کے معاملے پر بڑا تعجب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے، اگر اسے کوئی پسندیدہ چیز نصیب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور یہ تعریف کرنا اس کے لیے بہتر ہے اور اگر وہ کسی مکروہ چیز کا سامنا کرتا ہے اور اس پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے، مومن کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ اس کے ہر کام میں خیر ہو۔''

تخریج: اخرجه مسلم فی "صحیحه": ۸/ ۲۲۷، واحمد: ۴/ ۳۳۲، ۳۳۳ و ۶/ ۱۵، ۱۶، والاصبهانی فی "الترغیب": ۶۰/ ۱، وابن حبان فی "صحیحه": ۴/ ۲۴۳/ ۲۸۸۵، والدارمی: ۲/ ۳۱۸

شرح:...... وہ مومن اس حدیث کا مصداق ہے جو اللہ تعالیٰ کے احسانات پر اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کی آزمائشوں پر صبر کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے۔

(۱۷۶۳)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((عَجَبًا لِلْمُؤْمِنِ، لَا يَقْضِيْ اللّٰهُ لَهُ شَيْئًا، اِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهُ۔)) (الصحيحة:۱٤۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن پر بڑا تعجب ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو بھی فیصلہ کرتا ہے، اس میں اس کے لیے بہتری ہوتی ہے۔''

تخریج: رواه عبدالله بن أحمد في مسند أبيه: ٥/ ٢٤، والامام احمد فی "مسنده": ٣/ ١١٧، ١٨٤، وأبو الفضل التميمي فی "نسخة أبي مسهر": ٦١/ ١، وأبو يعلى: ٢٠٠/ ٢، وابن حبان: ١٨١٤۔الموارد

شرح:...... اگر اللہ تعالیٰ مومن کے لیے کسی نعمت کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ ''الحمد للہ'' کہے اور اس کے حق میں عرش والے کی طرف سے کوئی صبر آزما فیصلہ کیا جاتا ہے تو وہ "الحمدلله ، انا لله وانا اليه راجعون" پڑھے اور دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے غفلت نہ برتے۔

روح کے نکلنے کا انحصار کسی کی پسند یا ناپسند پر نہیں

(۱۷٦٤)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِلنَّفْسِ: أُخْرُجِيْ، قَالَتْ: لَا اَخْرُجُ اِلَّا وَاَنَا كَارِهَةٌ، قَالَ: أُخْرُجِيْ وَاِنْ كَرِهْتِ۔)) (الصحيحة: ٢٠١٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ روح سے فرماتے ہیں: نکل۔ وہ کہتی ہے: مجھے تو نکلنا ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تو نکل اگر تجھے نکلنا ناپسند ہو۔''

تخریج: رواه البخاري في "الأدب المفرد":٢١٩، و "التاريخ":٢/ ١/ ٢٥١، والبزار :٧٨٣۔ كشف الأستار والزيادة له، والبيهقي:"الزهد":٥٢/ ١۔٢

شرح:...... روح کے نکلنے کا انحصار کسی کی پسند یا ناپسند پر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کی موت کے جس زمان و مکان کا تعین کر دیا ہے، جونہی وہ نفس اس وقت اور مقام پر پہنچے گا تو اسے پیغام اجل وصول کرنا پڑے گا۔

کفن چوری کرنا ملعون عمل ہے

(۱۷٦٥)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ الْمُخْتَفِي وَالْمُخْتَفِيَةَ۔ (الصحيحة:٢١٤٨)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کفن چور مرد و زن پر لعنت کی ہے۔

تخریج: أخرجه البيهقي:٨/ ٢٧٠

شرح:...... میرے علم کے مطابق عصرِ حاضر میں اس قسم کے مجرموں کا فقدان ہے، اللہ تعالیٰ ہر قسم کے جرم کو ناپید ہی کر دے۔

اونٹنی کا دودھ اور پیشاب بطورِ دوا استعمال کرنا

(۱۷٦٦)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَدِيْثِ الرَّهْطِ الْعرنِيِّيْنَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا عَلَيْهِ الْمَدِيْنَةَ فَاجْتَوَوْهَا، فَقَالَ: ((لَوْ خَرَجْتُمْ إِلٰى إِبِلِنَا، فَأَصَبْتُمْ مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا۔)) فَفَعَلُوْا فَصَحُّوْا، فَمَالُوْا عَلَى الرِّعَاءِ، فَقَتَلُوْهُمْ، وَاسْتَاقُوْا الْإِبِلَ، وَارْتَدُّوْا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ آثَارِهِمْ، فَأُتِيَ بِهِمْ، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ، وَتُرِكُوْا بِالْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوْا۔
(الصحيحة: ۲۱۷۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرنی قبیلہ کے لوگ، جنھوں نے مدینہ کی آب و فضا کو ناموافق پایا، سے فرمایا: ''اگر تم لوگ ہمارے اونٹوں کی طرف نکل جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو (تو اچھا ہوگا)۔'' انھوں نے ایسا ہی کیا، پس وہ تندرست ہو گئے۔ لیکن تندرست ہونے کے بعد وہ چرواہوں پر ٹوٹ پڑے، انھیں قتل کر دیا اور اونٹ لے کر فرار ہو گئے اور اسلام سے مرتدّ ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا، انھیں پکڑ کر لایا گیا، ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹ دیا، ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور انھیں حرہ میں پھینک دیا، جہاں وہ مر گئے۔

تخریج: رواه أبوعبيد فى "الغريب": ۲۸/ ۲، وابن ماجه: ۳۵۰۳، والطحاوى فى "المشكل": ۲/ ۲۲۳، واحمد: ۳/ ۱۰۷، ۲۹۵، واخرج الشيخان بنحوه

شرح:...... معلوم ہوا کہ حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے، جسے کسی بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بعض لوگوں نے حلال جانوروں کے پیشاب اور گوبر کو پلید اور نجس سمجھا ہے، لیکن وہ دلیل سے خالی ہیں۔ یہ حدیث ان پر حجت ہے اور ان کے عمل سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ گوبر پاک ہے، کیونکہ دیہاتوں میں اور شہروں کے بعض گھروں میں خشک گوبر جلایا جاتا ہے، عورت اپنے ہاتھوں سے گوبر توڑ کر آگ پر رکھتی، پھر اسی ہاتھ سے روٹی بنانا شروع کر دیتی ہے، ایسا بیسیوں دفعہ کیا جاتا ہے، کیا نجس چیز کے بارے میں ایسا کرنا ممکن ہے۔ نیز آپ ﷺ نے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، حالانکہ باڑے میں کوئی جگہ بھی بکریوں کے پیشاب وغیرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ حلال جانوروں کے پیشاب اور گوبر کے نجس ہونے پر دلالت کرنے والی کوئی خاص دلیل موجود نہیں ہے۔

حجر اسود جنت سے اتارا گیا، لیکن اس کی برکات کیوں ختم ہو گئیں

(۱۷٦۸)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ يَرْفَعُهُ: ((لَوْلَا مَامَسَّهُ مِنْ أَنْجَاسِ الْجَاهِلِيَّةِ، مَامَسَّهُ ذُوْعَاهَةٍ إِلَّا شُفِيَ،

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس (حجر اسود) کو جاہلیت کی نجاستوں نے نہ چھوا ہوتا تو اسے مس کرنے سے تکلیف

وَمَـا عَـلَـى الْاَرْضِ شَـيْءٌ مِـنَ الْـجَـنَّةِ غَيْرَهُ۔)) (الصحيحة: ٣٣٥٥)

والے آدمی کی تکلیف دور ہو جاتی، اس پتھر کے علاوہ زمین میں جنت کی کوئی چیز نہیں ہے۔''

تخريج: أخرجه البيهقي في "السنن": ٥/ ٧٥، و "الشعب الأيمان": ٣/ ٤٤٩/ ٤٠٣٣

شرح:...... معلوم ہوا کہ جنتی چیزیں بابرکت ہوتی ہے اور ان کو چھونے سے شفا ملتی ہے۔ گناہوں کی نحوست اور بے برکتی دیکھیں کہ جنت سے اتارا جانے والا پتھر بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ معلوم نہیں کہ خطاؤں کی نحوست گنہگاروں سے کیا سلوک کرے گی۔

میت کے لیے چالیس مومنوں کی سفارش قبول ہوتی ہے

(١٧٦٩)۔ عَـنْ كُـرَيْبٍ مَوْلَى عَبدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّـاسٍ ، قَـالَ: هَـلَكَ ابْـنٌ لِـعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، فَـقَـالَ لِـي: يَـا كُرَيْبُ! قُمْ فَـانْـظُـرْ هَـلِ اجْتَمَعَ لِابْنِي أَحَدٌ؟ فَقُلْتُ: نَـعَـمْ ، فَـقَـالَ: وَيْـحَكَ كَمْ تَـرَاهُمْ...... أَرْبَـعِيْـنَ؟ قُـلْـتُ: لَا ، بَـلْ أَكْثَـرُ۔ قَـالَ: فَاخْرُجُوْا بِابْنِي ، فَأَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا مِنْ أَرْبَعِيْنَ مِنْ مُؤْمِنٍ يَشْفَعُوْنَ لِمُؤْمِنٍ ، إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهِ فِيْهِ۔)) (الصحيحة: ٢٢٦٧)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا غلام بیان کرتا ہے کہ عبداللہ کا بیٹا فوت ہو گیا، انھوں نے مجھے کہا: کریب! ذرا اٹھو اور دیکھ کر آؤ کہ کیا میرے بیٹے (کی نماز جنازہ) کے لیے کوئی آیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انھوں نے کہا: او ہو! تو ہلاک ہو جائے، وہ ہیں کتنے ...... چالیس ہیں؟ میں نے کہا: چالیس سے تو زیادہ ہیں۔ انھوں نے کہا: میرے بیٹے کی میت کو اٹھاؤ، میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''اگر چالیس مؤمن کسی مومن (کی مغفرت) کی سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی یہ سفارش قبول فرما لیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ١/ ٤٥٣، وأخرج مسلم: ٣/ ٥٣، وابوداود: ٢/ ٦٤، والبيهقي: ٤/ ٣٠، واحمد: ١/ ٢٧٧ بلفظ: ((ما من رجل يموت، فيقوم على جنازته اربعون رجلا لا يشركون بالله شيئا؛ الا شفعهم الله فيه۔))

شرح:...... بخشش کی دعا کرنے والے بھی صاحب ایمان ہوں اور مرنے والا بھی ایمان و ایقان سے متصف ہو کر مرا ہو تو توحید کی برکتیں رنگ لاتی ہیں اور بشری تقاضوں کو کالعدم کر دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید پرستوں کا جنازہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

تعزیت کرنے کا اجر و ثواب

(١٧٧٠)۔ عَـنْ مُـحَـمَّـدِ بْـنِ عَـمْرِو بْنِ حَـزْمٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّـهُ قَـالَ: ((مَا مِنْ

محمد بن عمرو بن حزم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو مؤمن اپنے بھائی کی مصیبت پر اس کی تعزیت کرتا

مُؤْمِنٍ يُعَزِّيْ أَخَاهُ بِمُصِيْبَةٍ ، إِلَّا كَسَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ١٩٥)

ہے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عزت و شرافت کی عمدہ پوشاک پہنائے گا۔"

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ١٦٠١، والبیهقی: ٤/ ٥٩

شرح:...... تعزیت کے معانی تسلی دلانے کے ہیں۔ اپنے مومن بھائیوں کی تکالیف میں ان کا سہارا بننے کے لیے ہر جائز حربہ استعمال کرنا چاہیے۔ مثلا میت کے کفن و دفن میں تعاون کرنا، اس کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا، اس کے بچوں کے ساتھ پیار کرنا، اس کے قریبی رشتہ داروں کے لیے چند دن کھانے کا اہتمام کرنا اور نبوی انداز اپناتے ہوئے اس کے لیے دعا کرنا۔

تعزیت کا تعلق صرف کسی کی فوتگی سے نہیں، بلکہ مومن جب بھی کسی قسم کی آفت میں مبتلا ہو جائے تو اس کی تسلی دلانے کو تعزیت کہتے ہیں۔

فوت ہونے والے نابالغ بچے اپنے والدین کی بخشش کا سبب بنتے ہیں

(١٧٧١)۔ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَمُوْتُ لَهُمَا ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ، لَمْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ، إِلَّا أَدْخَلَهُمَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ۔ وَمَا مِنْ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ زَوْجَيْنِ مِنْ مَالِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا ابْتَدَرَهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوْهُ إِلٰى مَا قِبَلَهُ۔)) (الصحيحة: ٢٢٦٠)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جن مسلمان والدین کے تین بیٹے، جو بالغ نہ ہوئے ہوں، فوت ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کرنے کی وجہ سے ایسے والدین کو جنت میں داخل کر دیتے ہیں اور جو مسلمان اللہ کے راستے میں مال کا جوڑا خرچ کرتا ہے، جنت کے دربان اس کی طرف لپک کر آتے ہیں اور اسے اپنی سمت والی نعمتوں کی طرف بلاتے ہیں۔"

تخریج: أخرجه ابن حبان فی "صحیحه": ٤/ ٢٦٠/ ٢٩٢٩ و ٧/ ٧٧۔٧٨/ ٤٦٢٤۔٤٦٢٦، وأبو عوانة فی "صحیحه": ٨/ ٨۔٩ مخطوطة الظاهرية، والبیهقی: ٩/ ١٧١۔ والزيادة له، وأحمد: ٥/ ١٥١، ١٥٩، ١٦٤، والطبرانی فی "المعجم الكبير": ٢/ ١٥٤/ ١٦٣٣، ١٦٤٥، والنسائی: ١٨٧٤، ١٦٤٥، وعنده معنى الزيادة

شرح:...... مسلمانوں کے نابالغ بچے نہ صرف خود جنتی ہیں، بلکہ اپنے مسلمان والدین کو جنت میں داخل کرنے کے بہت بڑا سبب ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے چھوٹے بچوں کی وفات پر صبر و برداشت کا دامن تھام کر رکھا کریں۔

جوڑے سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کے پاس گائیں ہیں تو دو گائیں صدقہ کرے اور اگر اس کے پاس کوئی دوسری مویشی ہیں تو ان میں سے دو کا صدقہ کرے۔ علی ہذا القیاس۔

(۱۷۷۲)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ الْجُهَنِيِّ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ أَثْكَلَ ثَلَاثَةً مِنْ صُلْبِهِ فَاحْتَسَبَهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔)) (الصحيحة:۲۲۹٦)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے تین بیٹے فوت ہو جائیں اور وہ اپنی اولاد کی وفات پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کرتے ہوئے صبر کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔''

تخريج: رواه ابن عساكر:۱٤/ ۳٥٤/ ۱، وأحمد: ٤/ ١٤٤، والطبراني في "الكبير"

شرح:...... یقین مانیئے کہ فوت ہونے والے نابالغ بچوں کی وفات والدین کے لیے مبارک ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ صبر کے تقاضے پورے کریں۔

(۱۷۷۳)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَنِ احْتَسَبَ ثَلَاثَةً مِنْ صُلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔)) فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: أَوِاثْنَانِ؟ قَالَ: ((أَوِاثْنَانِ۔)) (الصحيحة:۲۳۰۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی اپنے تین بیٹوں کے فوت ہو جانے پر ثواب کی توقع رکھتے ہوئے صبر کرتا ہے تو جنت میں داخل ہو گا۔'' ایک عورت نے کہا: آیا دو بیٹوں پر بھی (یہی خوشخبری ہے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں دو بیٹوں پر بھی۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "التاريخ": ۳/ ۲/ ٤۲۱، والنسائي: ۱/ ۲٦٤، وابن حبان: ۷۲۱

آدمی کے مال، اہل اور عمل کی مثال

(۱۷۷٤)۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْمَوْتِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ لَهُ ثَلَاثَةُ أَخِلَّاءٍ أَحَدُهُمْ مَالُهُ قَالَ: خُذْ مَاشِئْتَ، وَقَالَ الْآخَرُ: أَنَا مَعَكَ فَإِذَا مُتَّ أَنْزَلْتُكَ۔ وَقَالَ الْآخَرُ: أَنَا مَعَكَ، وَأَخْرُجُ مَعَكَ۔ فَأَحَدُهُمْ مَالُهُ، وَالْآخَرُ أَهْلُهُ وَوَلَدُهُ وَالْآخِرُ عَمَلُهُ۔)) (الصحيحة:۲٤۸۱)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن اور موت کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے تین دوست ہوں، ان میں سے پہلا دوست کہے: اپنی چاہت کے مطابق لے لے، دوسرا کہے: میں تیرے ساتھ ہوں لیکن جب تو مر جائے گا تو میں تجھے اتار دوں گا (اور تجھ سے علیحدہ ہو جاؤں گا)، تیسرا کہے: میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے ساتھ ہی نکلوں گا۔ پہلا دوست مال، دوسرا آل اولاد اور تیسرا عمل ہے۔''

تخريج: أخرجه البزار: ۳۱۳، والطبراني في "الكبير" وفي "الاوسط"

شرح:...... مال کا تعلق سانس کی آمد و رفت تک رہتا ہے، جونہی سانس نکلا، مال پرایا ہو گیا۔ آل اولاد کا تعلق دفنانے تک ہے، جونہی وہ قبر میں اتار کر قبر مکمل کر دیں گے تو سمجھیں گے کہ انھوں نے میت کے حقوق ادا کر دیے ہیں۔ لیکن اعمال صالحہ کی برکتوں اور اعمالِ سیئہ کی نحوستوں کا تعلق دنیوی زندگی سے بھی ہے اور مرنے کے بعد والی تمام

زندگیوں سے بھی۔

سوتے وقت ہاتھوں کو صاف کرنا

(١٧٧٥)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَـنْ بَاتَ وَفِي يَدِهِ غَمَرٌ ، فَأَصَابَهُ شَيْءٌ فَلا يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ۔)) (الصحيحة: ٢٩٥٦)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اس حال میں رات گزارے کہ اس کے ہاتھ پر گوشت کی چکناہٹ لگی ہے اور اسے اس وجہ سے کسی (جانور کے کاٹنے وغیرہ کی صورت میں) نقصان ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرے۔''

تخريج: هو من حديث ابن عباس ، وله عنه طريقان : أحدهما : أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ١٢١٩ ، والطبراني في "المعجم الأوسط": ١/ ١٨٥/ ٢/ ٣٤٠٧ والطريق الآخر: أخرجه الطبراني في "الأوسط": ١/ ٣٠/ ٢/ ٤٩٤ـ بترقيمي

شرح :...... سبحان اللہ! شریعت نے ان تمام نسخوں کی نشاندہی کر دی ہے، جن میں دنیوی اور اخروی اور جسمانی اور روحانی فائدے پائے جاتے ہیں۔

مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا کیسا ہے؟

(١٧٧٦)۔ عَـنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَـنْ صَلَّـى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَيْسَ لَهُ شَيْءٌ ۔)) (الصحيحة: ٢٣٥١)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مسجد میں نماز جنازہ ادا کی اسے کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔''

تخريج: أخرجه أبوداود:٢/ ٦٦ ، وابن ماجه:١/ ٤٦٢ ، واللفظ له ، والطحاوى فى "شرح المعانى":١/ ٢٨٤ ، وابن عدى:١٩٨/ ٢ ، والبيهقى:٤/ ٥٢ ، وعبدالرزاق فى "المصنف":٦٥٧٩ ، و ابن أبى شيبة:٣/ ٣٦٤، ٣٦٥ ، وكذا الطيالسى:١/ ١٦٥ ، وأحمد:٢/ ٤٤٤ ، ٤٥٥

شرح :...... درج ذیل حدیث پر غور فرمائیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ۔ (صحیح مسلم) ...... اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے بیضا کے دونوں بیٹوں کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔

غور طلب بات ہے کہ بظاہر سیدنا ابو ہریرہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث میں تعارض نظر آ رہا ہے، اس کو کیسے حل کیا جائے؟

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان دو احادیث میں جمع و تطبیق کی سب سے بہترین صورت یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جواز پر دلالت کرتی ہے اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جواز کی نفی نہیں کرتی، بلکہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے

کی وجہ سے مخصوص اجر وثواب کی نفی کر رہی ہے۔

ابو الحسن سندھی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں ادا کی گئی نمازِ جنازہ کے اجر وثواب (میں) مسجد کی وجہ سے (اضافہ نہیں ہوتا)، جیسا کہ فرضی نمازوں کا مسئلہ ہے۔ اصل نمازِ جنازہ کا اجر محفوظ رہتا ہے۔ ہاں یہ جو وہم پیدا ہوتا ہے کہ مسجد کی وجہ سے (مزید) اجر وثواب ملے گا، اس حدیث میں اس کی نفی کی گئی ہے۔ اس حدیث سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا درست ہے، لیکن مسجد میں ادائیگی کی وجہ سے اس کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ دونوں احادیث میں جمع وتطبیق کی صورت پیدا کرنے کے لیے یہی احتمال بیان کرنا درست ہے۔

اس لیے مسجد میں نمازِ جنازہ کو مکروہ سمجھنا مشکل ہے، البتہ اتنا کہنا درست ہے کہ یہ نماز مسجد کے علاوہ کسی اور مقام پر پڑھنا افضل ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے کثرت سے یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور ایک دو بار ہی مسجد میں نماز ادا کی ہے۔ واللہ اعلم۔

میں (البانی) کہتا ہوں: اس جمع وتطبیق سے واضح ہوتا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا جائز ہے، البتہ مسجد سے باہر کسی مقام میں ادا کرنا افضل ہے، خواہش پرستی اور مذہبی تعصب سے محفوظ آدمی کی یہی رائے ہوگی، کیونکہ آپ ﷺ کا غالب عمل یہی تھا، جیسا کہ میں نے (احکام الجنائز: ص ۱۰۶۔ ۱۰۷) میں وضاحت کی ہے۔ اس لیے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الضعفاء: ۱/ ۳۶۶) کے درج ذیل دعوی کی طرف توجہ دھرنے کی کوئی ضرورت نہیں: ''یہ خبر یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باطل ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ پہلے یہ بیان کریں کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے والے کو کوئی اجر وثواب نہیں ملتا اور پھر آپ ﷺ خود سہیل بن بیضا کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کریں۔''

تنبیہ: امام زیلعی رحمہ اللہ نے کہا: امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: ((فَلَا صَلَاةَ لَهُ۔)) ......''اس کی کوئی نماز نہیں ہوگی۔''

لیکن یہ الفاظ مجھے مصنف میں نہیں ملے، اس میں تو ((فلا شيء له)) کے الفاظ ہیں، جیسا کہ میں اس حدیث کی تخریج کے شروع میں واضح کر چکا ہوں، اس لیے تنبیہ کرنا ضروری تھا۔ (صحیحہ: ۲۳۵۱)

عورتوں کا نمازِ جنازہ میں شریک ہونا کیسا ہے؟

(۱۷۷۷)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: نَهٰى ﷺ عَنِ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ، وَقَالَ: ((لَيْسَ لَهُنَّ فِيْ ذٰلِكَ أَجْرٌ۔))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع کیا اور فرمایا: ''اس چیز میں ان کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔''

(الصحیحۃ: ۳۰۱۲)

تخریج: أخرجه ابن حبان في "الثقات" ٦/ ٤٩٣

شرح:...... لیکن عورتیں نماز جنازہ ادا کر سکتی ہیں جیسا کہ عباد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا سعد بن

ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو امہات المومنین نے یہ پیغام بھیجا کہ سعد کی جنازہ پہلے مسجد میں لے کر آئیں تا کہ وہ (ازواجِ مطہرات) ان کی نماز جنازہ پڑھ سکیں۔ لوگوں نے ایسے ہی کیا۔ ان کے حجروں پر جنازہ روک لیا گیا اور انھوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر لوگ جنازے کو لے کر مقاعد والے باب الجنائز سے نکل گئے۔ لوگوں نے اس چیز کو معیوب سمجھا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس اعتراض کا علم ہوا تو انھوں نے کہا: لوگ اپنی لاعلمی کی وجہ سے عیب نکالنے میں بڑی جلدی کرتے ہیں۔ اب ہم پر یہ عیب لگایا گیا کہ ہم نے مسجد میں نماز جنازہ کیوں پڑھی، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضا کی نماز جنازہ مسجد میں ہی پڑھی تھی۔ (مسلم)

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا۔ ..... ہم (عورتوں کو) جنازے کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا، مگر تاکید سے منع نہیں کیا گیا۔" (بخاری)

مردوں کو برا بھلا کہنا منع ہے

(۱۷۷۸)۔ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ: أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رضي الله عنه سَبَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رضي الله عنه، فَقَامَ إِلَيْهِ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ، فَقَالَ: يَا مُغِيْرَةُ! أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ سَبِّ الْأَمْوَاتِ فَلِمَ تَسُبُّ عَلِيًّا وَقَدْ مَاتَ۔ (الصحيحة: ٢٣٩٧)

زیادہ بن علاقہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: اے مغیرہ! کیا تو نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو گالی دینے سے منع فرمایا؟ اب تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ان کے فوت ہو چکنے کے بعد سب و شتم کیوں کرتا ہے؟

تخريج: أخرجه الحاكم: ١/ ٣٨٥، واحمد: ٤/ ٣٦٩، وابو نعيم فى "اخبار اصبهان": ٢/ ١٥٣

شرح:...... مرنے والے لوگ اپنے انجام سے ہمکنار ہو جاتے ہیں، اس لیے اگر ان کا تذکرۂ خیر نہ کیا جائے تو کم از کم ان کے معائب و نقائص بیان کرنے سے باز رہنا چاہیے، بالخصوص صحابہ کرام اور ان میں سے خاص طور پر اہل بیتِ رسول۔

میت کے عیوب کو مخفی رکھنے اور اسے کفن دینے کی فضیلت

(۱۷۷۹)۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رضي الله عنه مَرْفُوْعًا: ((مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَسَتَرَهُ، سَتَرَهُ اللّٰهُ مِنَ الذُّنُوْبِ، وَمَنْ كَفَّنَ مُسْلِمًا، كَسَاهُ اللّٰهُ مِنَ السُّنْدُسِ۔)) (الصحيحة: ٢٣٥٣)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میت کو غسل دیا اور اس کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا اور جس نے مسلمان کو کفن پہنایا تو اللہ تعالیٰ اسے باریک ریشمین کپڑے پہنائے گا۔"

تخریج: رواہ ابن بشران فی "الأمالی الفوائد": ۲/ ۱۳۷/ ۱، والطبرانی فی "الکبیر"

شرح:...... اگر دورانِ غسل کسی کو میت کے کسی عیب کا پتہ چل جاتا ہے تو اسے اس پر پردہ ڈالنا چاہیے، اس حدیث میں اس عمل کا اجر بیان کیا گیا ہے۔ اس اجر وثواب سے زندہ لوگوں کے عیوب کو مخفی رکھنے کی فضیلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حسبِ استطاعت ان کی اصلاح کے لیے کوشش کرنا علیحدہ بات ہے۔

ہر ایک نے موت کا مزہ چکھنا ہے، کیونکہ......

(۱۷۸۰)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: لَمَّا قَالَتْ فَاطِمَةُ رضی اللہ عنہا ذٰلِكَ ، يَعْنِي لَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ: وَاكَرْبَاه ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا بُنَيَّةُ! إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ بِأَبِيْكَ مَالَيْسَ اللّٰهُ بِتَارِكٍ مِنْهُ أَحَدًا لِمُوَافَاةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:۱۷۳۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو موت کی تکلیف محسوس ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے تکلیف! رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''میری پیاری بچی! تیرے باپ پر (وہ موت) غالب آنے والی ہے کہ قیامت کے دن تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اس میں مبتلا کرتا ہے۔''

تخریج: أخرجه الأمام أحمد: ۳/ ۱٤۱، والترمذی فی "الشمائل": ۳۷۹، وابن ماجه: ۱٦۲۹، واصله فی "صحیح البخاری"

شرح:...... موت اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے، جو ہر کس و ناکس کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ جزع وفزع کرنے کچھ نہیں بنتا۔

تین چیزیں میت کے پیچھے چلتی ہیں، لیکن......

(۱۷۸۱)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَتْبَعُ الْمَيِّتَ إِلٰى قَبْرِهِ ثَلَاثَةٌ: أَهْلُهُ وَمَالُهُ ، وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ ، يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقٰى عَمَلُهُ۔)) (الصحيحة:۳۲۹۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں میت کے پیچھے چلتی ہیں، اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل۔ دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور ایک چیز اس کے ساتھ باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال ومنال واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ۳/ ۱۱۰، وابن المبارك في "الزهد": ۲۲٤/ ٦۳٦، والحمیدي في "مسنده": ۱۱۸٦/ ۵۰۰، ورواه البخاری: ٦۵۱٤، ومسلم: ۸/ ۲۱۱

شرح:...... موجودہ دور میں ظاہر پرستی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور رکھ رکھاؤ پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ ہر اعلیٰ و ادنیٰ کے ذہن میں دو چیزیں ہیں: مال و دولت اور یاری و برادری۔ مال و دولت میں اضافہ ہونا چاہیے اور یاری و برادری

کا لحاظ کرنا چاہئے۔ لیکن ان دونوں چیزوں کا تعلق انسان کے سانس کی آمد و رفت تک ہے۔ اصل چیز عمل صالح ہے، جس کا اصل تعلق مرنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ برادری سے لاپرواہی کا اظہار کیا جائے۔ مقصودِ کلام یہ ہے کہ زندگی کا اصل مقصود آخرت کی تیاری اور اعمال صالحہ میں اضافہ ہے۔ اگر خاندان کا لحاظ اور مال و دولت کے حصول کو قرآن و حدیث کے تابع کر لیا جائے تو وہ بھی نیک اعمال کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

جو جس حالت میں مرے گا، اس کا حشر اسی حالت میں ہوگا

(۱۷۸۲)۔ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ مَّاتَ عَلٰى شَيْءٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔)) (الصحيحة:۲۸۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی جس حالت میں مرے گا اسے (روزِ قیامت) اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٥/ ١٦٥، والحاكم: ٤/ ٣١٣، واللفظ له، وأحمد:٣/ ٣١٤، وأبويعلى: ١٠٩١، ٢٢٦٩

شرح:...... اس کی وضاحت سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ مَاتَ عَلٰى مَرْتَبَةٍ مِنْ هٰذِهِ الْمَرَاتِبِ، بُعِثَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ يَعْنِي الْغَزْوِ وَالْجِهَادِ۔)) (مسند احمد) ...... ''جو ان مراتب میں سے کسی مرتبے پر مرا، وہ روزِ قیامت اسی پر اٹھایا جائے گا، آپ ﷺ کی مراد غزوہ اور جہاد تھا۔''

لیکن متن میں مذکورہ حدیث عام ہے کہ جو آدمی جس اچھی یا بری حالت میں مرے گا وہ اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ ہر مومن کو فکر کرنی چاہیے اور ہر وقت برائی سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے خیر و عافیت کا سوال کرنا چاہئے۔

نمونیا کی وجہ سے مرنے والا شہید ہے

(۱۷۸۳)۔ عَنْ عُقْبَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اَلْمَيِّتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ۔)) (الصحيحة:۲۳۷۲)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نمونیا کی بیماری کی وجہ سے مرنے والا شہید ہے۔''

رواه أحمد:٤/ ١٥٧، والروياني في "مسنده":٩/ ٤٨/ ٢

شرح:...... ایسا میت حکماً شہید ہوگا، اس کے کفن و دفن کے احکام عام میت والے ہوں گے، نہ کہ شہید فی سبیل اللہ کے۔

حق تلفی کرنے والے کو کب تک تکلیف دی جاتی رہے گی

(۱۷۸٤)۔ عَنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُم

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُم مَّيِّتُوْنَ﴾ (سورۂ زمر: ۳۰) ...... ''تو بھی مرنے

مَيِّتُوْنَ﴾ (الزمر: ١٠) قَالَ الزُّبَيْرُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُكَرَّرُ عَلَيْنَا مَايَكُوْنُ بَيْنَنَا فِيْ الدُّنْيَا مَعَ خَوَاصِّ الذُّنُوْبِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، لَيُكَرَّرَنَّ عَلَيْكُمْ حَتّٰى يُرَدَّ إِلٰى كُلِّ ذِيْ حَقٍّ حَقُّهُ.)) (الصحيحة:٣٤٠)

والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔'' نازل ہوئی تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں مخصوص گناہوں کے ساتھ ساتھ آپس کی دنیوی رنجشوں کے نتائج بھگت لینے کے بعد (آخرت میں) دوبارہ جوابدہی کا سامنا کرنا پڑے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، تمھیں بار بار تکلیف دی جائے گی یہاں تک کہ ہر حقدار کو اس کا پورا پورا حق لوٹا دیا جائے گا۔''

تخریج:أخرجه أبويعلى في "مسنده": ١/٤٥، والترمذي: ٢/ ٢١٦، واحمد: ١/ ١٦٤، ٢/ ٢٣٩

شـــرح:...... اگر زندگی میں حقوق العباد میں کی گئی کم و کاست کا ازالہ مکمل طور پر نہیں کیا جا سکا تو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس کا مکمل تصفیہ کیا جائے گا۔

لیکن اس ضمن یہ انتہائی ضروری امر ہے کہ ہمیں علم ہونا چاہیے کہ شریعت کی روشنی میں بندوں کے حقوق ہیں کون سے۔ وگرنہ تو ہر بندہ یہی سمجھتا ہے کہ وہ حسنِ اخلاق کا پیکر ہے، باقی سب نقائص سے بھرے پڑے ہیں، بالخصوص جو جتنا اعمال صالحہ سے محروم ہو، وہ اتنا ہی اپنے آپ کو انسانِ کامل سمجھتا ہے۔

ادائیگی کے بغیر قرضہ معاف نہیں ہوتا، الا یہ کہ......

(١٧٨٥)۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصُّبْحَ فَقَالَ: ((هَا هُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِيْ فُلَانٍ؟ إِنَّ صَاحِبَكُمْ مَحْبُوْسٌ بِبَابِ الْجَنَّةِ بِدَيْنٍ عَلَيْهِ.)) (الصحيحة:٣٤١٥)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی اور فرمایا: ''کیا یہاں فلاں قبیلے کا کوئی فرد موجود ہے؟ ..... تمھارا ساتھی قرضے کی وجہ سے جنت کے دروازے پر روک لیا گیا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطيالسي في "مسنده": ١/١٢١/ ٨٩١

شـرح:...... قرضے کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس لیے یہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا، جب تک قرض خواہ وصول نہیں کر لیتا یا معاف نہیں کر دیتا۔ دیکھیں متن میں مذکورہ میت کے پاس جنت کے تمام اسباب موجود ہیں۔ لیکن قرضہ کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے وہ جنت میں داخل نہیں ہو رہا۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے طرز حیات کا جائزہ لیں اور لوگوں کے حقوق ان کو واپس کریں۔

مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہ کیا جائے، کیونکہ......

(١٧٨٦)۔ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُكْرِهُوْا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہ

مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ۔

کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ انھیں کھلاتا پلاتا رہتا ہے۔'' یہ حدیث حضرت عقبہ بن عامر جہنی، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(الصحيحة:٧٢٧)

تخريج:١۔أما حديث عقبة؛ فأخرجه الترمذي: ٢/ ٣، وابن ماجه: ٣٤٤٤، والروياني في"مسنده": ٩/ ١٤٩/ ١، وابن أبي الدنيا في"المرض والكفارات": ٢/٨٤، وأبو يعلى في "مسنده": ٣/ ٢٨١/ ١٧٤١، والطبراني في"المعجم الكبير": ١٧/ ٢٩٣/ ٨٠٧، والبيهقي: ٩/ ٣٤٧، وابن أبي حاتم: ٢/ ٢٤٢، وابن عدي في"الكامل": ٣٦/ ٢

٢۔وأما حديث عبدالرحمٰن بن عوف؛ فأخرجه الحاكم: ٤/ ٤١٠

٣۔وأما حديث ابن عمر؛ فأخرجه العقيلي في"الضعفاء": ٢٥٧، والدارقطني في"غرائب مالك

٤۔وأما حديث جابر؛ فأخرجه أبونعيم في"الحلية": ١٠/ ٥٠۔٥١/ ٢٢١، وابن عساكر في"تاريخ دمشق": ١١/ ٣٠٩/ ١

شرح:...... اللہ تعالیٰ مریضوں کو کھلاتا اور پلاتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ایسی مدد کرتا ہے اور بھوک اور پیاس کی تکلیف پر ایسا صبر عطا کرتا ہے کہ جس سے کھانے پینے کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔ دراصل زندگی اور قوت کا مصدر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، نہ کہ ماکول و مشروب اور صحت و عافیت۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ مریض لوگوں کو ایسی قوتیں عطا کرتا ہے جو روح کی حفاظت اور جسم کو تقویت دینے میں کھانے پینے کے قائمقام ہوتی ہے۔

اس حدیث کی حقانیت کو یوں سمجھیں کہ ایک مریض دس دن کھانا نہیں کھاتا، لیکن جونہی وہ شفایاب ہوتا ہے تو ایک دو دنوں کے اندر اندر اس کی صحت بحال ہو جاتی اور اس پر دس دنوں کے فاقے کے آثار نظر ہی نہیں آتے۔ اس کے برعکس اگر کوئی صحت مند آدمی تین چار دن کھانا پینا بند کر دے تو اس کی قوتیں جواب دے جاتی ہیں، وہ چلنے پھرنے سے قاصر آ جاتا اور اس کے پیٹ کا نظام تباہ ہو جاتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ مریض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص تعلق ہوتا ہے۔

جنت میں جانے والا دنیا کی تکالیف کو اور جہنم میں جانے والا دنیا کے سکون کو بھول جائے گا

(١٧٨٧)۔ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ كَانَ بَلَاءً فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، فَيَقُوْلُ: أَصْبُغُوْهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا میں سب سے زیادہ آزمائش زدہ شخص، جو جنتی ہو گا، کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کو جنت کا چکر

صِبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيَصْبُغُوْنَهُ فِيْهَا صِبْغَةً، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ أَوْشَيْئًا تَكْرَهُهُ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَعِزَّتِكَ مَارَأَيْتُ شَيْئًا أَكْرَهُهُ قَطُّ، ثُمَّ يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ النَّاسِ كَانَ فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيَقُوْلُ: أُصْبُغُوْهُ فِيْهَا صِبْغَةً، فَيَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ، قُرَّةَ عَيْنٍ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَعِزَّتِكَ مَا رَأَيْتُ خَيْرًا قَطُّ، وَلَا قُرَّةَ عَيْنٍ قَطُّ.))

(الصحيحة: ١١٦٧)

لگواؤ، سو فرشتے اسے جنت کا چکر لگوائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کوئی تنگ حالی یا ناپسندیدہ چیز دیکھی ہے؟ وہ کہے گا: تیری عزت کی قسم! میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو مجھے ناپسند ہو۔'' پھر دنیا کے سب سے زیادہ خوشحال شخص، جو جہنمی ہوگا، کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کو ایک دفعہ جہنم میں ڈبوؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی کوئی اچھی یا باعثِ تسکین چیز دیکھی ہے؟ وہ کہے گا: تیری عزت کی قسم! آج تک میں نے کوئی خیر، (سکون) اور آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں دیکھی۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٢٠٣، ٢٥٣، وأخرجه مسلم في "صحيحه": ٨/ ١٣٥

شرح:...... جنت جیسا عشرت کدہ پہلے والی بیماریوں، تنگدستیوں اور پریشانیوں کو بھلا دے گا۔ اس کے برعکس جہنم کی وادی آرام و سکون کی ماضی کی ساری صورتوں کو جہنمی کے ذہن سے نکال دے گی۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کی قسم اٹھانا جائز ہے، امام بیہقی نے (السنن الكبرى: ١٠/ ٤١) میں یہ باب قائم کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم اٹھانے کا بیان، مثلا: عزت، قدرت، جلال، کبریائی، عظمت، کلام، سمع وغیرہ''

پھر اس موضوع سے متعلقہ احادیث بیان کیں اور اس حدیث کی طرف بھی اشارہ کیا، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کے آثار و اقوال بھی ذکر کیے اور کہا: اس میں یہ دلیل ہے کہ قرآن کی قسم اٹھانا بھی قسم ہی ہوگی، پھر عمرو بن دینار تابعی کا یہ قول بیان کیا: میں ستر سال سے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں: اللہ خالق ہے، اس کے سوا سب کچھ مخلوق ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ (صحیحہ: ١١٦٧)

❀❀❀❀

اَلْأَضَاحِي وَالذَّبَائِحُ وَالْأَطْعِمَةُ وَالْأَشْرِبَةُ وَالْعَقِيقَةُ وَالرِّفْقُ بِالْحَيَوَانِ

قربانی، ذبیحوں، کھانے پینے، عقیقے اور جانوروں سے نرمی کرنے کا بیان

الأضاحي: لغوی معنی: "أُضْحِيَة" کی جمع ہے، قربانی کا جانور

اصطلاحی تعریف:...... وہ جانور ہے جو ذوالحجہ کی (۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳) تاریخوں کو عید کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے ذبح کیا جاتا ہے۔

الذبائح . لغوی معنی: "ذَبِيْحَة" کی جمع ہے، ذبح کیا ہوا جانور، قربانی

اصطلاحی تعریف:...... شرعی اصولوں کی روشنی میں ذبح کیا ہوا جانور۔

الاطعمة: "طعام" کی جمع ہے، اس سے مراد وہ چیز ہے جسے کھایا جائے یا پیا جائے، اس میں اصل اباحت و جواز ہے، الا یہ کہ شرعی دلائل کی روشنی میں منع کر دیا گیا ہو۔

الاشربة: "شراب" کی جمع ہے، اس سے مراد ہر پینے کی چیز ہے، جس میں اصل اباحت و جواز ہے، الا یہ کہ شریعت نے منع کر دیا ہو۔

العقيقة: لغوی معنی: اس کا مادہ "عق" ہے، جس میں نافرمانی، قطع تعلقی اور بدسلوکی کے معانی پائے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے عقیقہ کے بارے میں کیے جانے والے سوال کے جواب میں فرمایا: ((لَا أُحِبُّ الْعُقُوْقَ۔))

اصطلاحی تعریف:...... ایسے جانور کو کہتے ہیں جو نومولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔

الرفق: نرمی، نرم برتاؤ، مہربانی، شفقت، ترس، حسن سلوک

الحیوان: ذی روح، جانور، جاندار

شراب کی حرمت

(۱۷۸۸)۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((حَرَّمَ اللّٰهُ الْخَمْرَ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔))

(الصحيحة:۱۸۱٤)

سالم بن عبد اللہ بن عمر اپنے باپ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے شراب اور ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے۔''

تخريج: رواه النسائي: ۲/ ۳۳۳، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱۳۲۲۵، وابن عساكر: ۱۷/ ۵٦/ ۲، وروى مسلم: ٦/ ۱۰۰ وغيره نحوه

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث ان قطعی دلائل میں سے ہے جو ہر نشہ دینے والی چیز کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ انگور سے بنائی گئی ہو یا کھجور اور مکئی وغیرہ سے یا اس کی مقدار قلیل ہو یا کثیر۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مختلف چیزوں سے تیار کی جانے والی شراب اور اس کی معمولی یا غیر معمولی مقدار میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (صحیحہ: ۱۸۱٤)

امام البانی رحمہ اللہ نے (سلسلة الاحاديث الضعيفة) میں اس ضعیف حدیث کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا:

((حرمت الخمر لعينها قليلها و كثيرها، والسُّكر من كل شراب۔))

احناف نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ انگوروں سے بنائی جانے والی نشہ آور چیز کو صرف شراب کہتے ہیں، جس کی قلیل مقدار بھی حرام ہوتی ہے اور کثیر بھی۔ جو نشہ آور مشروبات گندم، جو، شہد اور مکئی سے تیار کیے جاتے ہیں، وہ حلال ہیں۔ صرف ان کی اتنی مقدار پینا حرام ہے، جس سے نشہ پیدا ہو جائے۔ (معمولی مقدار پی لینے میں کوئی حرج نہیں)۔

لیکن یہ مذہب باطل ہے اور صحیح وصریح اور یقینی وقطعی احادیث کے مخالف ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ۔)) (مسلم) ......''ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔''

اس حدیث کے کثیر شواہد موجود ہیں، امام زیلعی وغیرہ نے ان کا ذکر کیا ہے، میں نے (ارواء الغليل: ۸/ ٤۰۔٤۵) میں بعض کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ شیخ علی قاری حنفی نے تو (شرح مسند الامام ابی حنیفة: صـ ۵۹) میں کہا: قریب ہے کہ یہ حدیث متواتر ثابت ہو جائے۔ آپ کو صاحب ہدایہ کے اس قول سے دھوکہ نہیں ہونا چاہیے: (اس حدیث پر یحییٰ بن معین نے طعن کیا)۔ کیونکہ یہ قول بے بنیاد ہے اور ابن معین سے اس کی کوئی اصل نہیں ہے، جیسا کہ امام زیلعی نے کہا اور ابن معین کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ اس حدیث کی صحت ان سے مخفی رہ جائے۔

نیز ارشادِ نبوی ہے: ((مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ۔)) ......''جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ دے، اس کی قلیل

مقدار بھی حرام ہو جاتی ہے۔'' یہ حدیث تقریباً آٹھ صحابہ سے مروی ہے، امام زیلعی نے (نصب الراية: ٤/ ٣٠١-٣٠٦) تمام سندوں کا تذکرہ کیا ہے، میں نے (ارواء الغليل: ٢٣٧٥، ٢٣٧٦) میں بعض کا ذکر کیا ہے اور امام نسائی نے اپنی سنن میں بعض روایات کا ذکر کیا اور پھر کہا: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نشہ کی کثیر مقدار بھی حرام ہے اور قلیل بھی۔ لیکن اپنے حق میں بعض دھوکہ بازوں نے کہا: جس شراب کی زیادہ مقدار سے نشہ پیدا ہوتا ہے، تو اس کی اتنی کم مقدار حلال ہوتی ہے، جس سے نشہ پیدا نہیں ہوتا۔

تنبیہ: ہم نے شراب کے بارے میں احناف کا جو مسلک بیان کیا ہے، اس کو امام ابوحنیفہ اور صاحبین سے بیان کرنے والے امام طحاوی ہیں، امام محمد نے بھی (الآثار: ص ۱٤۸) میں یہ مسلک بیان کیا اور اس کو برقرار رکھا۔ لیکن علامہ ابو الحسنات لکھنوی نے (التعليق الممجد على مؤطا محمد) میں کہا کہ امام محمد ہر نشہ آور چیز کی قلیل اور کثیر مقدار کے حرام ہونے کے قائل ہیں، جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ شاید اس مسئلہ میں امام محمد کے دو اقوال ہوں، جن میں سے دوسرا قول احادیث صحیحہ کے موافق ہونے کی وجہ سے درست ہے۔

اس ضعیف حدیث سے احناف نے جو استدلال کر کے شراب کے بارے میں اپنا مسلک پیش کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شراب انگوروں کے علاوہ کسی اور چیز سے تیار کی جائے، اس کی اتنی مقدار پینا جائز ہے جس سے نشہ پیدا نہیں ہوتا، نیز اگر ایسی شراب سے نشہ آ بھی جائے تو پینے والے کو حد نہیں لگائی جا سکتی۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا یہی مسلک ہے، جیسا کہ (الهدايه: ۸/ ۱٦۰) سے معلوم ہوتا ہے، لیکن صاحب ہدایہ نے کہا: زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کو حد لگائی جائے گی، جیسا کہ امام محمد کا خیال ہے، جن کا دوسرا قول جمہور کے مسلک کے موافق ہے۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۱۲۲۰)

(١٧٨٩)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ، وَالدَّيُّوْثُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطٰى۔)) (الصحيحة: ٦٧٤)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ روز قیامت تین قسم کے آدمیوں کی طرف نہیں دیکھیں گے: (۱) والدین کا نافرمان، (۲) مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورت اور (۳) دیوث (وہ آدمی جسے اپنے اہل و عیال کے سلسلے میں غیرت و حمیت نہ ہو) اور تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے: (۱) والدین کا نافرمان، (۲) شراب نوشی پر دوام اختیار کرنے والا اور (۳) اپنے عطیے پر احسان جتلانے والا۔''

تخريج: أخرجه النسائي: ١/ ٣٥٧، وأحمد: ٢/ ١٣٤، وابن خزيمة في "التوحيد": ٢٣٥، وابن حبان: ٥٦

(١٧٩٠)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهٰى ﷺ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

عَنْ مَطْعَمَيْنِ: عَنِ الْجُلُوْسِ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ، وَأَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلٰى بَطْنِهِ۔

دو کھانوں سے منع فرمایا: (۱) اس دسترخوان پر بیٹھنے سے جس پر شراب پلائی جا رہی ہو اور (۲) پیٹ کے بل لیٹ کر کھانے سے۔

(الصحيحة:٢٣٩٤)

تخريج: أخرجه أبوداود: ٣٧٧٤، والحاكم: ٤/ ١٢٩، وابن ماجه: ٣٣٧٠

شرح:...... جس دعوت یا دسترخوان پر شراب نوشی کی جاتی ہو، وہاں نہیں بیٹھنا چاہئے، اس سے شراب کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ بھی کھانے کے آداب میں سے ہے کہ پیٹ کے بل لیٹ کر نہ کھایا جائے۔

(١٧٩١)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَلَا مُكَذِّبٌ بِقَدْرٍ۔))

سیدنا ابو دردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''والدین کا نافرمان، ہمیشہ شراب پینے والا اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔''

(الصحيحة:٦٧٥)

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٤٤١، وعنه ابن عساكر في "تاريخ دمشق": ١٦/ ٣٢/ ٢، ورواه ابن ماجه: ٣٣٧٦ القضية الوسطى فقط

شرح:...... اللہ تعالیٰ نے ازل میں ازل سے لے کر ابد تک ہونے والے امور کا اندازہ لگایا، اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ ایمان کا جزو ہے کہ ماضی میں جو کچھ ہوا، حال میں جو کچھ ہو رہا ہے اور مستقبل میں جو کچھ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اس کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اس کا فیصلہ کر دیا تھا۔

(١٧٩٢)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَلَا مُكَذِّبٌ بِقَدَرٍ وَلَا وَلَدُ زَنْيَةٍ۔)) (الصحيحة:٦٧٣)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''والدین کا نافرمان، (اپنے عطیے پر) احسان جتلانے والا، شراب پر دوام کرنے والا اور زنا کا بیٹا جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه الدارمي: ٢/ ١١٢، وكذا النسائي: ٢/ ٣٣٢، والبخاري في "التاريخ الصغير": ١٢٤، وعبدالرزاق في "المصنف": ٢/ ٢٠٥، وابن خزيمة في "التوحيد": صـ٢٣٦، وابن حبان: ١٣٨٢، ١٣٨٣، والطحاوي في "المشكل": ١/ ٣٩٥، وأحمد: ٢/ ٢٠١، ٢٠٣

شرح:...... ''زنا کا بیٹا جنت میں داخل نہیں ہوگا'' کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے کہ زنا کی وجہ سے پیدا ہونے والا بیٹا جنت کا مستحق نہیں ہوگا، کیونکہ اس برائی کی وجہ سے پیدا ہونے والے بیٹے کا تو کوئی قصور نہیں ہوتا۔ اس حدیث کے اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ ایک بے حیا آدمی اتنی کثرت سے زنا کرتا ہے، کہ لوگ اسے ''ابن الزنا'' (یعنی زنا کا بیٹا) کہنے

لگتے ہیں۔ جیسے دنیا میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لینے والے کو ''ابن الدنیا'' (یعنی دنیا کا بیٹا) اور مسافر کو ''ابن السبیل'' (یعنی راستے کا بیٹا) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کثرت سے زنا اور بدکاری کرنے والے کو ''زنا کا بیٹا'' کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کا یہ مفہوم ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ:۶۷۳)

(۱۷۹۳)۔ عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَايَدْخُلِ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَلَا مُؤْمِنٌ بِسِحْرٍ، وَلَا قَاطِعُ رَحْمٍ۔)) (الصحیحة:۶۷۸)

سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شراب پر ہمیشگی کرنے والا، جادو پر ایمان لانے والا اور قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ۱۳۸۱ من طريق أبي يعلى وهذا في "مسنده": ۱۳/ ۲۲۳۔ ۲۲۴، وأحمد: ۴/ ۳۹۹

شرح:...... جادو کا مؤثر ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جادو کا وجود دنیا میں پایا جاتا ہے، باطل پرست لوگ اس کے ذریعے مخالفین کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس حدیث میں جادو پر ایمان لانے سے منع کیا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کا علم حاصل کیا جائے اور نہ اس سے کسی کی موافقت یا مخالفت کرنے میں مدد لی جائے۔ قطع رحمی بہت بڑا جرم ہے، بلکہ قرآن مجید کی رو سے ملعون فعل ہے۔ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔)) يَعْنِيْ قَاطِعَ رَحِمٍ۔ (بخاری، مسلم) ...... ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

عصرِ حاضر میں اکثریت کے تعلقات کی بنیاد ذاتیات پر ہے، یہی وجہ ہے ان میں ناراضگی اور رضامندی کا کوئی معیار نہیں، دوستیوں کا دعوی کرنے والوں میں برسوں تک قطع رحمیوں کا بھوت رقص کناں رہتا ہے اور جب صلح صفائی کا دور شروع ہوتا ہے تو حق و باطل سے عاری ہو کر ایک دوسری کے حق میں کٹ مرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اس لعنت و نحوست کی وجہ یہ ہے کہ تعلق کی بنیاد میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نام نہیں پایا جاتا، جب محبت کی بنیاد میں للہیت ہو تو تعلق دائمی ہو جاتا ہے۔

اس باب اور اگلے ابواب میں شراب کی مذمت پر مذکورہ احادیث شراب کی مذمت وحرمت کے لیے کافی ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منبر رسول پر دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا: اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ ...... ''خمر'' وہ ہے جو چیز عقل پر پردہ ڈال دے۔ (بخاری، مسلم)

ہر نشہ آور چیز حرام ہے

(۱۷۹۴)۔ عَنْ أَبِي مُوْسَى، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَى الْيَمَنِ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ

سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہاں کچھ

اللّٰهِ! إِنَّ بِهَا أَشْرِبَةً فَمَا أَشْرَبُ وَمَا أَدَعُ؟ قَالَ: ((وَمَا هِيَ؟)) قُلْتُ: الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ۔ قَالَ: ((وَمَا الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ؟)) قَالَ: أَمَّا الْبِتْعُ، فَنَبِيْذُ الْعَسَلِ، وَأَمَّا الْمِزْرُ فَنَبِيْذُ الذُّرَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَاتَشْرَبْ مُسْكِراً فَإِنِّي حَرَّمْتُ كُلَّ مُسْكِرٍ۔)) (الصحيحة: ٢٤٢٤)

(مخصوص) مشروبات پائے جاتے ہیں، میں ان میں سے کون سے پی سکتا ہوں اور کون سے ترک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کونسے (مشروبات) ہیں؟'' میں نے کہا: وہ ''بتع'' اور ''مزر'' ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''بتع'' اور ''مزر'' کسے کہتے ہیں؟'' میں نے کہا: شہد کی نبیذ کو ''بتع'' اور مکئی کی نبیذ کو ''مزر'' کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بس، نشہ آور مشروب نہیں پینا، کیونکہ میں نے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے۔''

تخريج: أخرجه النسائى: ٢/ ٣٢٦، وأحمد: ٤/ ٤٠٢، وأخرج مسلم: ٦/ ٩٩ نحوه

شرح :...... مشروبات میں سے جو مشروب نشہ کا سبب بنے گا، وہ حرام ہوگا، خواہ اس کا نام شراب ہو یا کچھ اور۔

شرابی کی شدید مذمت

(١٧٩٥)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مُدْمِنُ الْخَمْرِ إِنْ مَاتَ لَقِيَ اللّٰهَ كَعَابِدِ وَثَنٍ۔)) (الصحيحة: ٦٧٧)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ہمیشہ شراب پینے والا (اسی عادت پر) مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا گویا کہ وہ بت کی عبادت کرنے والا ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٢٧٢

شرح :...... اس میں شراب نوشی پر سخت وعید ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ابن حبان نے کہا: ممکن ہے کہ اس حدیث کا معنی و مفہوم یہ ہو کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے کہ وہ ہمیشہ شراب پینے والا ہو اور اس کے پینے کو حلال سمجھتا ہو تو وہ بت کی عبادت کرنے والے کی طرح ہی قرار پائے گا، کیونکہ یہ دونوں ایک ہی قسم کے کافر ہوں گے۔ (صحیحہ: ٦٧٧) اس قول کی وضاحت یہ ہے کہ جو چیزیں شریعت میں قطعی طور پر حرام ہیں، ان کو حلال سمجھنا کفر ہے۔

شراب کی وجہ سے نو افراد پر لعنت

(١٧٩٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَتَانِي جِبْرِيْلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَعَنَ الْخَمْرَ، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا،

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میرے پاس جبریل آئے اور کہا: اے محمد! بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اس کو نچوڑنے والے پر، اس کو نچڑوانے والے پر، اس کو

وَشَارِبَهَا، وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ إِلَيْهِ، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَمُسْتَقِيَهَا۔)) (الصحيحة: ٨٣٩)

پینے والے پر، اس کو اٹھانے والے پر، اسے جس کی طرف اٹھا کر لے جایا جائے اس پر، اس کو فروخت کرنے والے پر، اس کو خریدنے والے پر، اس کو پلانے والے پر اور اس کو پینے والے پر (ان سب پر) لعنت کی ہے۔"

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٣١٦، والبخاري في "التاريخ": ٤/ ١/ ٣٠٨/ ١٣١٠، وابن حبان: ١٣٧٤، والحاكم: ٤/ ١٤٥، وعنه البيهقي في "شعب الايمان": ٢/ ١٥٠/ ١، والطبراني في "الكبير": ١٢/ ٢٣٣، و"الدعاء": ٣/ ١٧٣٦

شرح:...... ہمارے ہاں حدیث میں مذکورہ لفظ "خمر" کے معانی شراب کے کئے جاتے ہیں، جبکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ۔)) (مسلم) ...... "ہر نشہ آور چیز "خَمْر" ہے اور ہر "خَمْر" حرام ہے۔" نیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ۔ (بخاری، مسلم) ...... "خَمْر" اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ اس اعتبار سے سگریٹ اور حقہ وغیرہ کی شکل میں تمباکو نوشی، نسوار، بیڑہ وغیرہ کی نوعیت کی تمام چیزیں "خمر" میں داخل ہیں۔ شراب اور نشہ آور چیز کا استعمال اتنا سنگین جرم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مُدْمِنُ خَمْرٍ كَعَابِدِ وَثَنٍ۔)) (ابن ماجه) ...... "ہمیشہ شراب پینے والا بت کی عبادت کرنے والے کی طرح ہے۔"

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو آدمی کسی برائی میں کسی بھی انداز میں تعاون کرے گا، وہ اس برائی کا ارتکاب کرنے والوں کی طرح ہوگا، شراب تیار کرنے والی فیکٹریاں، ان میں کام کرنے والے مزدور، اس کی تجارت کرنے والے افراد اور اس ملعون چیز کو متعلقہ بندے تک پہنچانے میں کسی قسم کا تعاون کرنے والے ایک ہی قسم کے مجرم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ملعون ہیں۔

اس سلسلے میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ جو لوگ تمباکو نوشی، نسوار، ہیروئن، چرس اور شراب وغیرہ کے عادی ہوں، ان کو چاہیے کہ ان خبیث چیزوں کا خود ہی اہتمام کر لیا کریں اور کسی سے مطالبہ کر کے اس کو بھی اپنے جیسا ملعون نہ ٹھہرایا کریں۔ مثال کے طور پر نشہ کرنے والے والدین نشے کا سامان خریدنے کے لیے اپنے بچوں کو استعمال کرتے ہیں، جس سے بچے روحانی طور پر سخت متاثر ہوتے ہیں۔

شراب ہر شر کی بنیاد ہے

(١٧٩٧)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِجْتَنِبُوْا الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔))

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شراب سے بچو، کیونکہ یہ ہر برائی کی بنیاد ہے۔"

(الصحيحة:٢٧٩٨)

تخريج: أخرجه الحاكم :٤/ ١٤٥، وعنه البيهقي في "شعب الايمان": ٢/ ١٥٠/ ٢

شرح:...... دورِ پارینہ اور عصرِ حاضر میں جتنی برائیوں نے امتِ مسلمہ کے افراد کو نقصان پہنچایا، ان میں سرِ فہرست شراب نوشی ہے، جو بندے کو دنیا کا چھوڑتی ہے نہ آخرت کا، بلکہ جب گھروں کے سربراہ اور خاندانوں کے کفیل اس برائی میں مبتلا ہوئے تو ان کے کنبے ہلاکت و بربادی کے گڑھے میں جا گرے اور دستِ سوال پھیلا کر رہی سہی عزت وغیرت کو بھی داؤ پر لگا دیا۔ اس سے بڑا نقصان کیا ہو سکتا ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی نے شراب پی، اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہیں ہوگی، اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ قبول کرے گا، اگر اس نے دوبارہ پی تو اللہ تعالیٰ چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔ اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اگر اس نے (تیسری مرتبہ) پی تو پھر اللہ تعالیٰ چالیس دنوں تک نماز قبول نہیں کرے گا، اگر اس نے (اس بار) پھر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لے گا۔ لیکن اگر اس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تو اللہ تعالیٰ چالیس روز تک نماز قبول نہیں کرے گا۔ اب کی بار اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور اسے جہنمیوں کا پیپ پلائے گا۔'' (ترمذی)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: شراب سے گریز کرو، یہ خباثتوں کی جڑ ہے، پچھلے زمانے میں ایک عبادت گزار تھا، ایک گمراہ عورت کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوگئی، اس نے اس کی طرف اپنی لونڈی کو یہ پیغام دے کر بھیجا: ہم آپ کو شہادت کے لیے بلا رہے ہیں (ذرا تشریف لائیں)۔ وہ لونڈی کے ساتھ چل پڑا، (جب گھر پہنچا تو) وہ آگے چلتا گیا او ر لونڈی یکے بعد دیگرے پیچھے سے دروازے بند کرتی گئی، حتی کہ وہ اس عورت کے پاس پہنچ گیا، وہ عورت بڑی خوبصورت تھی، اس کے پاس ایک بچہ اور شراب کی ایک شیشی تھی۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تجھے شہادت کے لیے نہیں بلایا، میرا مقصد یہ ہے کہ میرے ساتھ زنا کرو، یا یہ شراب پیو یا اس بچے کو قتل کرو۔ اس نے (زنا اور قتل جیسے سنگین جرائم سے بچنے کے لیے) کہا کہ مجھے یہی شراب ہی پلا دو، اس نے ایک پیالہ پلایا۔ اس نے کہا: اور دو۔ بالآخر (نشہ آیا اور) اس نے زنا بھی کر لیا اور بچے کو بھی قتل کر دیا۔ لہٰذا شراب سے بچو۔ اللہ کی قسم! اگر ایک آدمی میں ایمان بھی ہو اور وہ دوام کے ساتھ شراب بھی پیتا ہو تو عنقریب ایک چیز اس سے چھن جائے گی، (ایمان رہے گا یا پھر شراب رہے گا)۔ (نسائی)

شراب کس چیز سے بنائی جاتی ہے؟

(١٧٩٨)۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنَ الْعِنَبِ خَمْراً، وَإِنَّ مِنَ التَّمْرِ خَمْراً، وَإِنَّ مِنَ الْعَسَلِ خَمْراً، وَإِنَّ مِنَ الْبُرِّ خَمْراً، وَإِنَّ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک انگور، کھجور، شہد، گندم اور جو سے شراب بنائی جاتی ہے۔''

مِنَ الشَّعِيرِ خَمْراً۔)) (الصحيحة:١٥٩٣)

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢/ ١٢٩ ـ التازية، وأحمد: ٤/ ٢٦٧، والبيهقي: ٨/ ٢٨٩

شرح:...... احناف کا مسلک ہے کہ صرف انگور اور کھجور کی شراب حرام ہے، لیکن اس حدیثِ مبارکہ سے جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، خواہ وہ انگور یا کھجور کی شراب ہو یا کسی اور چیز کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منبر رسول پر دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا: اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ۔ ...... ''خمر'' وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ (بخاری، مسلم) اس سلسلے میں ہر آدمی کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ شریعت کا مقصود یہ ہے جس چیز کی وجہ سے عقلی توازن برقرار نہ رہ سکے یا جو چیز عقل پر پردہ ڈال دے، وہ جس چیز سے بنائی گئی ہو، اس کا نام جو بھی رکھ دیا جائے، وہ حرام اور ممنوع ہوگی۔

(١٧٩٩)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ: النَّخْلَةِ وَالْعِنَبَةِ۔)) (الصحيحة:٣١٥٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان دو درختوں سے شراب بنائی جاتی ہے: کھجور اور انگور۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٦/ ٨٩، والترمذي: ١٨٧٦، والنسائي: ٢/ ٣٢٥، والدارمي: ٢/ ١١٣، وأحمد: ٢/ ٤٠٩، ٤٩٦، ١٥٧، وأبويعلي: ١٠/ ٦٠٠٢/٣٩٨، والبيهقي: ٨/ ٢٨٩، وأبوداود: ٣٦٧٨، وابن ماجه: ٢/ ١١٢١/ ٣٣٧٨، وابن حبان: ٧/ ٣٦٦/ ٥٣٢٠، والطيالسي في "مسنده": ٣٣٥/ ٢٥٦٩

شرح:...... سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انگور، کھجور، شہد، گندم اور جو میں سے ہر ایک سے شراب بنائی جاتی ہے، اس لیے اس حدیث کا معنی و مفہوم یہ ہوگا کہ کھجور اور انگور سے بھی شراب بنائی جاتی ہے، یہ مقصود نہیں ہے کہ صرف ان دو سے ہی شراب بنتی ہے۔

(١٨٠٠)۔ عَنْ أَبِي مُوْسٰى، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَى الْيَمَنِ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ بِهَا أَشْرِبَةً فَمَا أَشْرَبُ وَمَا أَدَعُ؟ قَالَ: ((وَمَا هِيَ؟)) قُلْتُ: الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ۔ قَالَ: ((وَمَا الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ؟)) قَالَ: أَمَّا الْبِتْعُ، فَنَبِيْذُ الْعَسَلِ، وَأَمَّا الْمِزْرُ فَنَبِيْذُ الذُّرَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَشْرَبْ مُسْكِراً فَإِنِّي حَرَّمْتُ كُلَّ مُسْكِرٍ۔))

سیدنا ابو موسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہاں کچھ (مخصوص) مشروبات پائے جاتے ہیں، میں ان میں سے کون سے پی سکتا ہوں اور کون سے ترک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کونسے (مشروبات) ہیں؟'' میں نے کہا: وہ ''بتع'' اور ''مزر'' ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''بتع'' اور ''مزر'' کسے کہتے ہیں؟'' میں نے کہا: شہد کی نبیذ کو ''بتع'' اور مکئی کی نبیذ کو ''مزر'' کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بس،

(الصحيحة: ٢٤٢٤)

نشہ آور مشروب نہیں پینا، کیونکہ میں نے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے۔''

تخريج: أخرجه النسائي:٢/ ٣٢٦، وأحمد:٤/ ٤٠٢، وأخرج مسلم: ٦/ ٩٩ نحوه

شرح:...... مشروبات میں سے جو مشروب نشہ کا سبب بنے گا، وہ حرام ہوگا، خواہ اس کا نام شراب ہو یا کچھ اور۔

ایک دفعہ شراب پینے سے چالیس روز نماز قبول نہیں ہوتی

(١٨٠١)۔ عَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ۔ الَّذِي كَانَ يَسْكُنُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ۔ أَنَّهُ مَكَثَ فِي طَلَبِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَسَأَلَ عَنْهُ۔ قَالُوْا: قَدْ سَافَرَ إِلٰى مَكَّةَ۔ فَاتَّبَعَهُ فَوَجَدَهُ قَدْ سَارَ إِلَى الطَّائِفِ، فَاتَّبَعَهُ فَوَجَدَه فِي مَزْرَعَةٍ يَمْشِي مُخَاصِراً رَجُلاً مِنْ قُرَيْشٍ وَالْقُرَشِيُّ يُزَنُّ بِالْخَمْرِ، فَلَمَّا لَقِيْتُهُ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ، قَالَ: مَا غَدَا بِكَ الْيَوْمُ؟ وَمِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ ثُمَّ سَأَلْتُهُ: هَلْ سَمِعْتَ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ شَرَابَ الْخَمْرِ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: نَعَمْ فَانْتَزَعَ الْقُرَشِيُّ يَدَهُ ثُمَّ ذَهَبَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَايَشْرَبُ الْخَمْرَ رَجُلٌ مِّنْ أُمَّتِي فَتُقْبَلَ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً۔))

(الصحيحة:٧٠٩)

ابن دیلمی۔ جو بیت المقدس میں فروکش تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی تلاش میں مدینہ میں ٹھہرا، جب اس نے عبداللہ کے بارے میں پوچھا تو بتلایا گیا کہ وہ تو مکہ کی طرف جا چکے ہیں۔ وہ بھی ان کے پیچھے چل دیا، (مکہ آنے پر) معلوم ہوا کہ وہ تو طائف کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ وہ ان کی کھوج میں طائف کو روانہ ہو گیا اور بالآخر انھیں ایک کھیت میں پا لیا۔ وہ شراب نوشی میں بدنام ایک قریشی آدمی کے ساتھ ایک دوسرے کی کوکھ پر ہاتھ رکھ کر چل رہے تھے۔ جب میں انھیں ملا تو سلام کہا، انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون سی چیز تجھے یہاں لے آئی ہے؟ تو کہاں سے آیا ہے؟ میں نے انھیں سارا واقعہ سنایا اور پھر پوچھا: اے عبد اللہ بن عمرو! کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شراب کے بارے میں کچھ فرماتے سنا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ (یہ سن کر) قریشی نے اپنا ہاتھ کھینچا اور چلا گیا۔ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''میری امت کا جو آدمی شراب پیتا ہے، چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔''

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في "صحيحه": ١/ ١٠٣/ ٢، والحاكم: ١/ ٢٥٧

شرح:...... یہ شراب کی نحوست ہے کہ نماز جیسا عظیم فریضہ ادائیگی کے باوجود شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔
قبول کے دو معانی ہیں: (١) کفایت کرنا، (٢) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ثواب ملنا۔
اس حدیث میں دوسرا معنی مراد ہے، یعنی شراب پینے والا نماز کے ثواب سے محروم رہتا ہے، اس کی نماز ادا ہو جاتی

ہے، مثال کے طور پر ایسا شخص نمازِ ظہر ادا کرنے سے اس فرض سے بریٔ الذمہ ہو جائے گا اور اسے نماز ترک کرنے کا گناہ نہیں ملے گا، لیکن وہ اپنے جرم کی وجہ سے اس کے اجر وثواب سے محروم رہے گا۔

کسی چیز کا نام تبدیل کرنے سے اس کا حکم نہیں بدلتا

(۱۸۰۲)۔ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ نَاساً مِنْ أُمَّتِي يَشْرِبُوْنَ الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا۔)) (الصحيحة:٤١٤)

ایک صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ میری امت کے بعض لوگ شراب کا کوئی اور نام رکھ کر شراب نوشی کریں گے۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٤/ ٢٣٧

شرح:...... اسلام نے جن چیزوں کو جن صفات کی وجہ سے حرام قرار دیا، وہ ایسے مسلّم قوانین ہیں کہ مرورِ زمانہ یا حوادثاتِ زمانہ ان کو متاثر نہیں کر سکتا۔ پہلے ''خمر'' (شراب) کی تعریف گزر چکی ہے کہ جس چیز سے عقلی توازن برقرار نہ رہ سکے یا جو چیز عقل پر پردہ ڈال دے، اس کا نام جو بھی رکھ دیا جائے، وہ حرام اور ممنوع ہوگی۔

خلاصۂ کلام:...... کسی مومن کی آخرت کو سنوارنے کے لیے مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ میں بیان کئے گئے مضامین کافی ہیں، اگر یہ احادیث کسی فرد کے علم میں نہ ہوں یا وہ ان کو تسلیم کرنے سے قاصر ہو تو عصر حاضر میں نشہ کرنے والے لوگوں اور ان کے اجڑتے ہوئے خاندانوں کی عبرت ناک کہانیاں ان کے لیے کافی ہیں۔

نبیذ کتنی دیر تک استعمال کی جا سکتی ہے؟

(۱۸۰۳)۔ عَنْ فَيْرُوْزٍ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ عَلِمْتَ مَنْ نَحْنُ، وَمِنْ أَيْنَ نَحْنُ، فَإِلَى مَنْ نَحْنُ؟ قَالَ: ((إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ۔)) فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لَنَا أَعْنَابًا مَانَصْنَعُ بِهَا؟ قَالَ: ((زَبِّبُوْهَا۔)) قُلْنَا: مَانَصْنَعُ بِالزَّبِيْبِ؟ قَالَ: ((اَنْبِذُوْهُ عَلَى غَدَائِكُمْ، وَاشْرَبُوْهُ عَلَى عِشَائِكُمْ، وَانْبِذُوْهُ عَلَى عِشَائِكُمْ، وَاشْرَبُوْهُ عَلَى غَدَائِكُمْ، وَانْبِذُوْهُ فِي الشِّنَانِ، وَلَا تَنْبِذُوْهُ فِي الْقِلَلِ، فَإِنَّهُ إِذَا تَأَخَّرَ عَنْ عَصْرِهِ صَارَ خَلاًّ۔))

حضرت فیروز رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ ہم کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور کسی کی طرف آئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: 'اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے ہاں انگور ہوتے ہیں، ہم ان کا کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کا منقّی بنا لیا کرو۔'' ہم نے کہا: ہم منقی کو کیا کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بوقتِ صبح اس کی نبیذ بنا لیا کرو اور بوقتِ شام پی لیا کرو اور اسی طرح شام کو بنا کر صبح کو پی لیا کرو اور مشکیزوں میں نبیذ بنائی ہے، نہ کہ مٹکوں میں، کیونکہ تاخیر ہونے کی صورت میں وہ مٹکوں میں سرکہ بن جاتی ہے۔''

(الصحيحة:١٥٧٣)

تخريج: أخرجه أبوداود: ٣٧١٠، والنسائي:٢/ ٣٣٦، وأحمد: ٤/ ٢٣٢

شرح:...... کھجور کو کچھ دیر بھگو کر استعمال کرنا جائز ہے، لیکن جب وہ جوش مارنے لگے یا اس سے خمیر اٹھنے لگے تو اس کا استعمال ناجائز ہو جاتا ہے کیونکہ یہ شراب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

نبیذ کب حرام ہوتی ہے؟

(١٨٠٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: عَلِمْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: كَانَ يَصُوْمُ، فَتَحَيَّنْتُ فِطْرَهُ بِنَبِيْذٍ صَنَعْتُهُ فِي دُبَّاءٍ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِهِ فَإِذَا هُوَ يَنِشُّ، فَقَالَ: ((اِضْرِبْ بِهٰذَا الْحَائِطَ، فَإِنَّ هٰذَا شَرَابُ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ۔)) (الصحيحة:٣٠١٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ روزہ رکھ رہے ہیں، میں نے کدو کے برتن میں نبیذ بنائی اور آپ ﷺ کے افطاری کے وقت کی تلاش میں رہا۔ جب میں آپ ﷺ کے پاس لے کر آیا تو وہ جوش مار رہی تھی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو دیوار کے ساتھ دے مارو، بیشک یہ ان لوگوں کا مشروب ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔“

تخريج: أخرجه أبوداود:٢/ ١٣٤، ومن طريقه البيهقي: ٨/ ٣٠٣، والنسائي: ٢/ ٣٢٧، و أخرجه ابن ماجه: ٣٤٠٩ دون الصيام والفطر

شرح:...... پانی میں کھجور بھگو کر رکھنا اور اس سے تیار ہونے والا مشروب پینا جائز ہے، اس کو نبیذ کہتے ہیں، لیکن جب ایسا مشروب جوش مارنے لگے تو وہ شراب کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور مومنوں پر شراب پینا حرام قرار دیا گیا ہے۔ پہلے شراب کی حرمت اور نقصانات پر بحث ہو چکی ہے۔

کس برتن میں آپ ﷺ کے لیے نبیذ بنایا جاتا؟

(١٨٠٥)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ يُنْتَبَذُ لَهُ فِي سِقَاءٍ، فَإِذَا لَمْ يَكُنْ سِقَاءٌ فَتَوْرٌ مِنْ حِجَارَةٍ۔ (الصحيحة: ٣٠٠٩)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لیے مشکیزے میں نبیذ بنائی جاتی تھی، اگر مشکیزہ نہ ہوتا تو پتھر کے برتن میں بنائی جاتی تھی۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٣٠٧، ومسلم: ٦/ ٩٨، وابوداود: ٢/ ١٣٢، والنسائي: ٢/ ٢٢٧، وابن ماجه: ٣٤٠٠

شرح:...... جب شراب حرام ہوئی تو آپ ﷺ نے درج ذیل برتنوں کے استعمال سے منع فرما دیا تھا: کدو سے بنایا ہوا مٹکا، کھجور کے تنے کو کرید کر اس سے بنایا ہوا برتن، روغن کیا ہوا برتن اور پرانا سبز مٹکا۔
لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ نے یہ برتن استعمال کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس لیے ہر برتن میں نبیذ

بنانا درست ہے، مکمل تفصیل کے لیے ''باقی تمام برتنوں کے استعمال کی اجازت'' کے عنوان کے تحت کی گئی بحث کا مطالعہ کریں۔ ہاں جب ایسا مشروب جوش مارنے لگے تو وہ شراب کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس سے اجتناب کرنا فرض ہے۔

عقیقہ میں کتنے اور کون سے جانور ذبح کئے جائیں؟

(۱۸۰۶)۔ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: قَالَتِ امْرَأَةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ: لَوْ وَلَدَتْ امْرَأَةُ فُلَانٍ نَحَرْنَا عَنْهُ جَزُوْرًا قَالَتْ: عَائِشَةُ: لَا، وَلٰكِنِ السُّنَّةُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَاحِدَةٌ۔ (الصحيحة: ۲۷۲۰)

عطا کہتے ہیں: ایک عورت نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں کہا: اگر فلاں آدمی کی بیوی کا بچہ پیدا ہوا تو ہم کئی اونٹ نحر کریں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ سنت یہ ہے کہ بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری (بطورِ عقیقہ) ذبح کی جائے۔

تخريج: أخرجه ابن راهويه في "مسنده": ٤/ ١٠٩/ ٢

شرح:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال، جو کئی احادیث میں مندرج ہیں، کی روشنی میں یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ بکرا، بکری، دنبہ اور بھیڑ میں سے دو جانور بچے کی طرف سے اور ایک جانور بچی کی طرف سے بطورِ عقیقہ ذبح کرنا چاہئے۔ بعض دلائل یہ ہیں:

حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ۔)) ...... ''بچے کی طرف سے دو ہم عمر بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری قربان کی جائے۔''

(ابو داود، نسائی)

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((نَعَمْ، عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْاُنْثٰى وَاحِدَةٌ۔)) ...... ''ہاں، بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری قربان کی جائے۔'' (مسند احمد، ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ)) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے دو دو دنبوں کا عقیقہ کیا۔'' (نسائی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ((اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يُّعَقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ.)) ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ بچے کی طرف سے دو بکریوں کا اور بچی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا جائے۔ (مصنف عبد الرزاق)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَّنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ۔)) ...... ''جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی (یعنی عقیقہ) کرنا چاہے تو وہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان

کرے۔'' (ابوداود، نسائی)

جس حدیث میں اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کا عقیقہ کرنے کے ذکر ہے، اس کی سند میں مسعدہ بن الیسع راوی کذاب ہے۔

بعض احباب قربانی کے جانوروں میں عقیقوں کے حصے ڈال دیتے ہیں، جو محض کسی کی پراگندہ فکر اور بوسیدہ عقل کا نتیجہ ہے، شرعی فیصلہ نہیں۔ ماحصل یہ ہے کہ عقیقہ کے لیے بھیڑ، دنبہ، بکری اور بکرے میں سے ایک یا دو جانوروں کا انتخاب کرنا چاہئے، نہ کہ گائے اور اونٹ وغیرہ کا۔

عقیقہ والے نومولود کو خوشبو لگانا

(۱۸۰۷)۔ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: كَانُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا عَقُّوْا عَنِ الصَّبِيِّ خَضَبُوْا قُطْنَةً بِدَمِ الْعَقِيْقَةِ ، فَإِذَا حَلَقُوْا رَأْسَ الصَّبِيِّ ، وَضَعُوْهَا عَلٰى رَأْسِهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اِجْعَلُوْا مَكَانَ الدَّمِ خَلُوْقًا ، يَعْنِي فِي رَأْسِ الصَّبِيِّ يَوْمَ الذَّبْحِ عَنْهُ۔)) (الصحيحة:٤٦٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب لوگ جاہلیت میں بچے کی طرف سے عقیقہ کرتے تھے تو روئی کا ٹکڑا عقیقے کے جانور کے خون میں رنگ کر، بچے کا سر مونڈنے کے بعد، اس کے سر پر رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(عقیقے والے روز بچے کے سر پر) خون کی بجائے خلوق خوشبو لگایا کرو۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ١٠٥٧ ، والبيهقي في "السنن الكبرى": ٩/ ٣٠٣ ، وابو يعلى

(۱۸۰۸)۔ عَنْ عَبْدِالْمُزَنِيِّ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((يُعَقُّ عَنِ الْغُلَامِ وَلَا يُمَسُّ رَأْسُهُ بِدَمٍ۔)) (الصحيحة:٢٤٥٢)

حضرت عبد مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بچے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے گا اور اس کے سر پر خون نہیں لگایا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه:٢/ ٢٨١ ، والطبراني في "الأوسط":١/ ٣٣/ ٢ ، وابن منده في "المعرفة": ٢/ ٣٥/ ١

شرح :...... اس حدیث میں جاہلیت کی ایک رسم سے منع کیا گیا ہے۔

بڑے ہو کر اپنی طرف سے عقیقہ کرنا

(۱۸۰۹)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعاً ، قَالَ: عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَابُعِثَ نَبِيًّا۔ (الصحيحة:٢٧٢٦)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا تھا۔

تخريج: روى من طريقين عن أنس: الأولى: أخرجه عبدالرزاق في "المصنف": ٤/ ٣٢٩/ ٧٩٦٠، ومن

طریقه ابن حبان فی "الضعفاء": ۲/ ۳۳، والبزار فی "مسنده": ۲/ ۷٤/ ۱۲۳۷۔ کشف الأستار، وابن عدی فی "الکامل": ق۲۰۹/ ۲، والطریق الأخری: أخرجه الطحاوی فی "مشکل الآثار": ۱/ ٤٦۱، والطبرانی فی "المعجم الأوسط": ۱/ ۵۵/ ۲ رقم ۹۷٦۔ بترقیمی، وابن حزم فی "المحلی": ۸/ ۳۲۱، والضیاء المقدسی فی "المختارة": ق۷۱/ ۱

الطریق الاخری: اخرجه الطحاوی فی "مشکل الآثار": ۱/ ٤٦۱، والطبرانی فی "المعجم الاوسط": ۱/ ۵۵/ ۲ رقم: ۹۷٦۔ بترقیمی، وابن حزم فی "المحلی": ۸/ ۳۲۱، والضیاء المقدسی فی "المختارة": ق ۷۱/ ۱

شرح:...... احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال منڈوائے جائیں۔ صحیح الجامع الصغیر کی روایت کے مطابق چودھویں اور اکیسویں دن بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر کچھ وجوہات کی بنا پر وقت پر عقیقہ نہ کیا جا سکے تو بعد میں جب موقع ملے اس حکم کی تعمیل کی جانی چاہیے، جیسا کہ سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ۔)) (ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجه) ...... ''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے، پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے۔''

لہٰذا عقیقہ کے ذریعے عوض پیش کر کے بچے یا اپنے آپ کو گروی سے آزاد کیا جائے۔ جن افراد کے والدین جہالت یا غربت کی وجہ سے ان کا عقیقہ نہ کر سکیں، انھیں چاہئے کہ وہ استطاعت کی صورت میں اپنی طرف سے یہ قرض پورا کر دیں۔

بار بردار جانوروں کی راحت کا خیال رکھنا

سب سے پہلے اسلام نے تمام جانداروں سے نرمی برتنے کی تعلیم دی

(۱۸۱۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعاً: ((أَخِّرُوْا الأَحْمَالَ عَلَى الْإِبِلِ فَإِنَّ الْيَدَ مُعَلَّقَةٌ، وَالرِّجْلُ مُوْثَقَةٌ۔))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اونٹوں سے بوجھ اتار دیا کرو، کیونکہ ان کے ہاتھ بھی بندھے ہوئے ہیں اور ٹانگیں بھی باندھی ہوئی ہے۔''

(الصحیحة: ۱۱۳۰)

تخریج: رواه أبوالقاسم بن الجراح الوزیر في المجلس السابع من "الأمالي" ۲/ ۱، وابن صاعد في "جزء من أحادیثه" ۹/ ۲، والمخلص في الثاني من السادس من "الفوائد المنتقاة" ۱۸۸/ ۱

شرح:...... شریعتِ مطہرہ میں ہر ذی روح چیز کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے، سیدنا ابو یعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ...... فَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الذَّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ۔)) (مسلم) یعنی: ''اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے ...... اور جب جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، ہر آدمی کو چاہئے کہ وہ

اپنی چھری تیز کر لے اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام پہنچائے۔''

جانور کو اس کی زندگی میں سکون پہنچانے کی قدر و قیمت کا اس حدیث سے اندازہ لگانا آسان ہو گیا ہے کہ جس میں جانور کے ذبح کرنے کے لیے راحت رساں طریقہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم جانوروں خصوصا پالتو جانوروں کو چارہ ڈالنے میں، سزا دینے اور بار بردار جانوروں پر بوجھ لادنے میں اور سب کے باڑوں کو آرام دہ بنانے میں شریعت کی نصیحتوں پر عمل کریں۔

(۱۸۱۱)۔ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سِرْتُمْ فِي أَرْضٍ خَصْبَةٍ، فَأَعْطُوْا الدَّوَابَّ حَقَّهَا أَوْ حَظَّهَا وَإِذَا سِرْتُمْ فِي أَرْضٍ جَدْبَةٍ فَانْجُوْا عَلَيْهَا، وَعَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ وَإِذَا عَرَّسْتُمْ، فَلَا تَعْرُسُوْا عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ فَإِنَّهَا مَأْوٰى كُلِّ دَابَّةٍ۔)) (الصحيحة:۱۳۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سبزہ زاروں میں سفر کر رہے ہو تو جانوروں کو ان کا حق دیا کرو (یعنی ان کو چرنے دیا کرو) اور جب قحط زدہ زمین سے گزر ہو رہا ہو تو تیز چلا کرو اور رات کو سفر کیا کرو کیونکہ رات میں زمین کی مسافت مختصر ہو جاتی ہے۔ جب تم کہیں پڑاؤ ڈالو تو وسطِ راہ میں ڈیرہ مت لگایا کرو، کیونکہ (ایسے مقامات رات کو) ہر قسم کے جانوروں کا ٹھکانہ ہوتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه البزار: صـ۱۱۳۔ زوائده، والبيهقي: ٥/ ٢٥٦

شرح:...... جب لوگ اونٹوں، گھوڑوں، خچروں اور گدھوں جیسی سواریوں پر سفر کرتے تھے، تو وہ اپنے ہمراہ صرف کھانے پینے کی چیزیں لے کر جاتے تھے، جانوروں کی خوراک کا انحصار زمین کی پیداوار پر ہوتا تھا۔ اس لیے شریعت نے سبزہ زاروں میں جانور کو چرنے کا موقع دینے کا حکم دیا اور قحط زدہ زمین میں جلدی سفر کرنے کی تلقین کی ہے تاکہ چارہ نہ ملنے کی وجہ سے جانور اتنا کمزور نہ ہو جائے کہ وہ چلنے سے عاجز آ جائے، اگر اس قاعدے پر عمل کیا جائے تو جانور بھی ظلم سے بچ جائے گا اور مسافر کو بھی کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی۔

قارئین کرام! آجکل عام طور پر سفر کے لیے چوپائیوں کو بطورِ سواری استعمال نہیں کیا جاتا۔ مختصر سفر کے لیے موٹر سائیکل اور طویل سفر کے موٹر کاریں اور بسیں وغیرہ استعمال کی جاتی ہیں، اگر مسافر کی تکلیف کو سامنے رکھا جائے تو شاید اس حدیث کی رو سے کہنا مناسب ہو کہ ڈیزل، پٹرول اور گیس کے مراکز سے گزرتے وقت گاڑیوں کے ایندھن کا جائزہ لے لینا چاہیے، تاکہ کسی ایسی جگہ پر ایندھن ختم نہ ہو جائے، جہاں دور دور تک تیل اور گیس دستیاب نہ ہو۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ موٹر سائیکل کا تیل ختم ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو پیدل لمبا لمبا سفر کرنا پڑتا ہے اور اسی طرح موٹر کاروں میں سفر کرنے والے اس مصیبت میں مبتلا ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر مختلف اسباب کے ذریعے تیل منگوا کر روانہ ہوتے ہیں۔ تیل ختم ہو جانے کی وجہ سے گاڑی کو تو تکلیف نہیں ہوتی، لیکن بسا اوقات مسافر کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا

پڑتا ہے۔

حدیث مبارکہ کے دوسرے حصے میں سفر کے دو آداب کی وضاحت کی گئی ہے۔ ہم نے "الأدب والاستئذان" میں جانداروں کے ساتھ نرمی کرنے پر اسلامی احکام کی روشنی میں بحث کی تھی، قارئین کے استفادہ کے لیے اس مقام پر وہ بحث نقل کرنا ضروری ہے۔

معزز قاری حضرات! ہم بجا طور پر اس حقیقت پر نازاں ہیں کہ روئے زمین پر پائے جانے والے مذاہب میں اسلام واحد مذہب ہے جس نے تمام جانداروں سے نرمی کرنے کا درس دیا ہے، اس معاملے میں آپ ﷺ سے ثابت ہونے والی احادیث کا تذکرہ ہی کافی ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر صحیحہ (۲۰) سے (۳۰) تک کل گیارہ احادیث نقل کیں، ہم ان کو بالاختصار پیش کرتے ہیں:

(۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِيَّاكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى إِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبْلِغَكُمْ إِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ، وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ، فَعَلَيْهَا فَاقْضُوْا حَاجَاتِكُمْ۔)) (الصحیحة: ۲۲) ......''اپنی سواریوں کی پیٹھوں کو منبر سمجھ کر (ان پر) بیٹھے ہی نہ رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمھارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ یہ تمھیں ایسے شہر میں پہنچا دیں جہاں تم جان کو مشقت میں ڈالے بغیر پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین بنائی ہے، اس پر اپنی حاجتیں پوری کیا کرو۔'' (ابو داود: ۲۵٦۷، صحیحہ: ۲۲)

(۲) سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے کچھ ایسی رازدارانہ باتیں کیں، جو دوسروں کو بیان نہیں کی جا سکتیں۔ رسول اللہ ﷺ کسی ٹیلے یا کھجوروں کے گنجان آباد علاقے میں قضائے حاجت کرنا پسند کرتے تھے۔ اس لیے ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک اونٹ موجود تھا، جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ غم سے آواز نکالنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ نبی مہربان ﷺ اس کے پاس تشریف لائے، اس کی پیٹھ سے کوہان تک اور کان کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا، پس وہ پرسکون ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟'' ایک انصاری نوجوان آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ إِيَّاهَا؟ فَإِنَّهُ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيْعُهُ وَتُدْئِبُهُ۔)) ......''اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے اس چوپائے کا مالک بنا دیا ہے، تو کیا تجھے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ڈر نہیں ہے؟ یہ مجھ سے شکوہ کر رہا ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے اور اس کو تھکا دیتا ہے۔'' (ابو داود: ۲۵٤۹، مسند احمد: ۱/ ۲۰٤، ۲۰۵، صحیحہ: ۲۰)

(۳) سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے، جس کی پشت (اس کی لاغری کی وجہ سے) اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِتَّقُوْا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ، فَارْكَبُوْهَا، صَالِحَةً، وَكِلُوْا صَالِحَةً۔)) (الصحيحة: ۲۳)...... ''ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پس تم ان پر سواری بھی اس حال میں کرو کہ یہ ٹھیک ہوں اوران کو اس حال میں چھوڑ دیا کرو کہ یہ تندرست ہوں۔'' (ابو داود: ۲٤٤٨، صحیحه: ۲۳)

(۴) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے، جو اپنا پاؤں بکری کے پہلو پر رکھ کر چھری تیز کر رہا تھا اور وہ اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَفَلَا قَبْلَ هٰذَا؟ أَتُرِيْدُ أَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَتَيْنِ؟)) ...... ''یہ کام پہلے کیوں نہیں کر لیا؟ کیا تو اسے دو دفعہ ذبح کرنا چاہتا ہے؟'' (معجم کبیر: ۳/ ۱٤۰/ ۱، صحیحه: ۲٤)

(۵) عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ اپنی بشری حاجت کے لیے تشریف لے گئے، ہم نے (چڑیا کی طرح کا) ایک سرخ پرندہ دیکھا، اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے، ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا۔ تو وہ پرندہ (ان کے گرد منڈلانے اور) اپنے بازو پھڑ پھڑانے لگا، اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ((مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا إِلَيْهَا۔)) وَرَأٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: ((مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟)) قُلْنَا: نَحْنُ، قَالَ: ((إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ۔)) ...... ''اس پرندے کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے رنج پہنچایا ہے؟ اسے اس کے بچے لوٹا دو۔'' اور آپ نے چیونٹیوں کی ایک بستی دیکھی جس کو ہم نے جلا دیا تھا، تو آپ نے پوچھا: ''یہ بستی کس نے جلائی ہے؟'' ہم نے جواب دیا: ہم نے (جلائی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگ کا عذاب دینا تو آگ کے ربّ کو ہی جچتا ہے۔'' (ابو داود: ۲٦٧٥، صحیحه: ۲۵)

(٦) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِرْكَبُوْا هٰذِهِ الدَّوَابَّ سَالِمَةً، وَايْتَدِعُوْهَا سَالِمَةً، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا كَرَاسِيَ۔)) (مسند احمد: ۳/ ٤٤۰، ٤/ ۲۳٤، صحیحه: ۲۱)...... ''ان جانوروں پر سوار ہو، اس حال میں کہ یہ صحتمند ہوں اور ان کو صحت و سلامتی کی حالت میں ہی چھوڑ دیا کرو اور ان کو کرسیاں نہ بنا لو (یعنی خواہ مخواہ ان پر نہ بیٹھے رہو)۔''

(۷) حضرت معاویہ بن قرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں بکری ذبح کرتا ہوں اور اس کے ساتھ شفقت کرتا ہوں (یہ عمل کیسا ہے؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَالشَّاةُ إِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللّٰهُ۔)) ...... ''اگر تو نے بکری کے ساتھ شفقت کی ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے گا۔'' (مسند احمد: ۳/ ٤٣٦، ٥/ ٣٤، صحیحه: ٢٦)

(۸) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ ، لَاهِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ حَبَسَتْهَا ، وَلَا هُوَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ .)) (الصحيحة : ۲۸)...... ''ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا ' اس نے اسے قید کر دیا تھا حتی کہ وہ مرگئی، پس وہ اس کی وجہ سے جہنم میں گئی۔ نہ اس نے اسے کھلایا پلایا تھا، جب کہ اس نے اسے قید کر رکھا تھا اور نہ اس نے اسے چھوڑا تھا کہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔'' (بخاری: ۲۳٦٥، مسلم: ۲۲٤۲، صحیحہ: ۲۸)

(۹) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ ، إِذِ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ ، فَوَجَدَ بِئْراً ، فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ وَخَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ مِنِّي ، فَنَزَلَ الْبِئْرَ ، فَمَلَأَ خُفَّهُ ، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ حَتّٰى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ ، فَغَفَرَ لَهُ فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْراً؟ فَقَالَ: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ۔)) ...... ''ایک وقت کی بات ہے کہ ایک آدمی ایک راستے پر چلا جا رہا تھا، اسے سخت پیاس محسوس ہوئی، اس نے ایک کنواں پایا، پس اس میں اتر کر اس نے پانی پیا، پھر باہر نکل آیا، وہیں ایک کتا تھا جو پیاس کے مارے زبان باہر نکالے (ہانپتے ہوئے) کیچڑ چاٹ رہا تھا، اس آدمی نے (دل میں) کہا کہ اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس نے ستایا ہے جس طرح میں اس کی شدت سے بے حال ہو گیا تھا، چنانچہ وہ (دوبارہ) کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑ کر اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل اور جذبے کی قدر کی اور اسے معاف کر دیا۔ (یہ سن کر) صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے لیے چوپایوں (پر ترس کھانے) میں بھی اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ہاں) ہر تر جگر والے (جاندار کی خدمت اور دیکھ بھال) میں اجر ہے۔'' (بخاری: ٦٠٠٩، مسلم: ۲۲٤٤، صحیحہ: ۲۹)

(۱۰) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بَيْنَمَا كَلْبٌ يَطِيفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ ، إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيْلَ ، فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا ، فَاسْتَقَتْ لَهَا بِهِ فَسَقَتْهُ إِيَّاهُ ، فَغُفِرَ لَهَا بِهِ۔)) ...... ''ایک کتا کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا، اسے پیاس مار ہی دینے والی تھی، کہ اچانک اسے بنی اسرائیل کی فاحشہ عورتوں میں سے ایک بدکار عورت نے دیکھا، بس اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعے اس کے لیے (کنویں سے) پانی کھینچا اور اسے پلا دیا، پس اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے بخش دیا گیا۔'' (بخاری: ۳٤٦۷، مسلم: ۵۸٦۱، صحیحہ: ۳۰)

(۱۱) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ رَحِمَ وَلَوْ ذَبِيحَةَ عُصْفُوْرٍ

رَحِمَـهُ اللّٰـهُ يَوْمَ الْقِيَـامَةِ۔)) ......''جس نے رحم کیا، اگر چہ معاملہ چڑیا کو ذبح کرنے کا ہو، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس پر رحم فرمائے گا۔'' (الشعب للبيهقي : ٣/ ٣/ ١٤٥/ ١، معجم كبير: ٧٩١٣، ٧٩١٥، صحيحه : ٢٧)

یہ گیارہ مرفوع احادیث تھیں، امام البانی رحمہ اللہ نے احادیثِ نبویہ کے بعد صحابہ وتابعین کے درج ذیل آثار پیش کیے ہیں:

(۱)......مسیب بن دارم کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ ایک اونٹ والے کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو اس اونٹ پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ کیوں لادتا ہے؟ (طبقات ابن سعد: ٧/ ١٢٧)

(۲)......عاصم بن عبید اللہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے ذبح کرنے کے لیے بکری پکڑی اور اس کے سامنے چھری تیز کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے لگائے اور کہا: کیا تو اس کی روح کو عذاب دینا چاہتا ہے؟ بکری کو پکڑنے سے پہلے چھری تیز کیوں نہیں کر لی؟ (بیهقی: ٩/ ٢٨٠۔ ٢٨١)

(۳)......محمد بن سیرین کہتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ بکری کو ذبح کرنے کے لیے اس کو کھینچ کر لے جا رہا تھا۔ آپ نے اسے کوڑے لگائے اور کہا: تیری ماں مرے! اس کو موت کی طرف اچھے انداز میں لے کر جا۔ (بیهقی: ٩/ ٢٨٠۔ ٢٨١)

(۴)......وہب بن کیسان کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک چرواہا ویران سی جگہ پر بکریاں چرا رہا تھا۔ جب ابن عمر نے اچھی چراگاہ دیکھی تو اسے کہا: او چرواہے! تو مرے! اپنی بکریوں کو فلاں مقام میں چرنے کے لیے لے جا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''ہر نگہبان سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (مسند احمد: ٥٨٦٩)

(۵)......معاویہ بن قرہ کہتے ہیں: سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اونٹ تھا، اس کو ''دمون'' کہتے تھے، جب کوئی آدمی ان سے عاریۃً اونٹ لیتا تو آپ اس کے لیے بوجھ کا تعین کرتے کہ اس مقدار سے زیادہ نہ لادنا، کیونکہ اس میں اس سے زیادہ طاقت نہیں ہے، جب سیدنا ابودردا کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے اونٹ سے مخاطب ہو کر کہا: اے دمون! کل میرے رب کے پاس مجھ سے کوئی جھگڑا نہ کرنا، کیونکہ میں تجھ پر اتنا بوجھ لادتا تھا، جتنی تجھ میں طاقت تھی۔ (قال الالبانی: رواه ابو الحسن الاخميمي في حديثه: ق ٦٣/ ١)

(۶)......ابو عثمان ثقفی کہتے ہیں: عمر بن عبد العزیز کا غلام ان کے خچر پر کام کرتا تھا اور روزانہ ایک درہم کما کر لاتا تھا، ایک دن وہ ڈیڑھ درہم کما کر لایا۔ آپ نے اسے کہا: یہ (آدھا درہم زیادہ) کیسے ممکن ہوا؟ اس نے کہا: آج بازار میں بڑی تیزی تھی۔ انھوں نے کہا: نہیں، تو نے تو خچر کو تھکا دیا، اب تین دنوں تک اس کو آرام کرنے دے۔ (الزهد للامام احمد: ١٩/ ٥٩/ ١) ابو عثمان کے حالات مجھے نہ مل سکے۔

پھر امام البانی رحمہ اللہ نے ان روایات سے استدلال کرتے ہوئے کہا: میرے علم کے مطابق یہ وہ احادیث و آثار

ہیں، جو اس موضوع سے متعلقہ ہیں۔ معلوم ہوتا کہ نبی کریم ﷺ نے حیوانات کے ساتھ نرمی کرنے کی جتنی توجیہات بیان کی ہیں، قرونِ اولی کے مسلمان ان سے متاثر تھے، ہم نے جتنے دلائل ذکر کیے ہیں، ان کو سمندر میں سے ایک قطرہ سمجھیں۔

یقینی طور پر کہنا پڑے گا کہ اسلام وہ مذہب ہے، جس نے سب سے پہلے جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے کا سبق دیا۔ اس کے برعکس بعض جاہلوں کا خیال ہے کہ یورپی کفار نے حیوانات کے ساتھ نرمی کرنے کی تعلیم دی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل یورپ کو قرونِ اولی کے مسلمانوں کے جتنے آداب موصول ہوئے، ان میں سے ایک یہ تھا۔ پھر انھوں نے اس میں وسعت اختیار کی، اس کی تنظیم و تنسیق کی اور اس کے لیے کمیٹیاں تشکیل دیں۔ ان کی محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ خوبی ان کی طرف منسوب ہونے لگی، بلکہ بعض جاہلوں نے تو یہ سمجھ لیا کہ یہی لوگ اس خصلت کے موجد ہیں، ان کو یہ وہم اس بنا پر بھی ہوا کہ اسلامی سلطنتوں میں کوئی ایسا نظام نظر نہیں آ رہا، حالانکہ مسلمان اس خصلت سے متصف ہونے کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

بعض یورپی ممالک میں غلو کی حد تک حیوانات کے ساتھ نرمی پائی جاتی ہے۔ میں نے (مجلّہ ہلال: مجلد ۲۷، ج: ۹، ص: ۱۲۶) میں ''حیوان اور انسان'' کے عنوان میں ان کے غلو کی درج ذیل مثال پڑھی:

تقریباً ۱۹۵۰ء کی بات ہے، کوبنہاجن کے ریلوے سٹیشن میں چمگادڑوں نے تہ بہ تہ گھونسلے بنا رکھے تھے، جب یہ طے پایا کہ اس سٹیشن کی عمارت کو گرا کر اس کی تعمیرِ نو کی جائے تو بلدیہ نے چمگادڑوں کو تتر بتر ہونے سے بچانے کے لیے ایک گنبد تعمیر کیا، جس پر ہزارہا پونڈ صرف کیے گئے۔

تین سال پہلے کی بات ہے کہ انگلینڈ کی ایک بستی میں دو چٹانوں کے درمیان ایک سوراخ میں کتے کا پلا گر گیا، اس کو بچانے کے لیے اربابِ حکومت نے چٹانوں کو کاٹنے کے لیے ایمرجنسی کے سو آدمیوں کو مامور کیا۔

جب سے سائنسی علوم کے حصول کے لیے حیوانات کا استعمال شروع ہوا، جیسا کہ انگلینڈ نے اپنے راکٹ یا میزائل میں کتے کو اور امریکہ نے بندر کو بھیجا تھا، اس وقت سے بعض علاقوں میں عام رائے یہی پائی جا رہی ہے کہ حیوانات کو اسی قسم کے سلوک کا مستحق سمجھا جائے۔ (صحیحہ: ۱/ ٦٩)

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ امام البانی رحمہ اللہ کے مرقد پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ورثہ ہم تک پہنچانے کے لیے بھرپور تعاون کیا۔ (آمین)

جانور کو چہرے پر مارنا یا داغنا ملعون عمل ہے

(۱۸۱۲)۔ عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مُرَّ عَلَيْهِ بِحِمَارٍ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: ((أَمَا بَلَغَكُمْ أَنِّي قَدْ لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایسا گدھا گزارا گیا، جس کے چہرے کو داغا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم لوگوں کو یہ حدیث نہیں پہنچی کہ

الْبَهِيْمَةَ فِي وَجْهِهَا، أَوْ ضَرَبَهَا فِي وَجْهِهَا۔)) فَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ۔ (الصحيحة:۱۵٤۹)

میں نے اس آدمی پر لعنت کی ہے جو جانور کو اس کے چہرے پر داغتا ہے یا اس کے چہرے پر مارتا ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

تخريج: أخرجه أبوداود: ١/ ٤٠١، وأخرجه مسلم: ٦/ ١٦٥ بلفظ: ((لعن الله الذی وسمه۔)) ثم من طريق اخرى بلفظ: نهى رسول الله ﷺ عن الضرب في الوجه، وعن الوسم في الوجه۔

شرح:...... چہرہ جسم کا حساس اور نازک حصہ ہے، اگر جانور کو سدھارنے کے لیے مارنا پڑ جائے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ شریعت نے بے زبان مخلوق کا کتنا خیال رکھا کہ اس کے چہرے پر مارنے والے یا داغنے والے کو ملعون قرار دیا۔ اکثر لوگ غصے میں آ کر چوپائیوں کو مارتے وقت اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث کا خیال نہیں رکھتے اور ملعون ٹھہرتے رہتے ہیں۔

ذبح ہونے والے جانور کے حقوق

(۱۸۱۳)۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((أَمَرَ بِحَدِّ الشِّفَارِ، وَأَنْ تُوَارٰى عَنِ الْبَهَائِمِ، وَإِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُجْهِزْ۔)) (الصحيحة: ۳۱۳۰)

سالم بن عبد اللہ بن عمر اپنے باپ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ چھریوں کو تیز کیا جائے، ان کو چوپائیوں سے اوجھل رکھا جائے اور جب کوئی آدمی (جانور) ذبح کرے تو وہ جلدی سے ذبح کرے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ١٠٨، وابن عدى فى "الكامل: ٤/ ١٤٨، ومن طريقه البيهقى فى "شعب الايمان": ٧/ ٤٨٣/ ١١٠٧٤، وفى "السنن": ٩/ ٢٨٠، وابن ماجه: ٣١٧٢

شرح:...... یہ بھی جانوروں کے ساتھ احسان کرنے اور ان کو تکلیف سے بچانے کا ایک انداز ہے کہ کسی جانور کی زندگی کا خاتمہ کرتے وقت بھی اچھا انداز اختیار کیا جائے اور ذبح کرنے سے پہلے اسے پریشان نہ کیا جائے۔

کھانے پینے کے آداب

اس عنوان کے آخر میں ان احادیثِ مبارکہ میں بیان کیے گئے آداب کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۸۱٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعاً: ((إِنَّ الْبَرَكَةَ وَسَطَ الْقَصْعَةِ، فَكُلُوْا مِنْ نَوَاحِيْهَا وَلَا تَأْكُلُوْا مِنْ رَأْسِهَا۔)) (الصحيحة:۱۵۸۷)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک برکت پیالے کے وسط میں ہوتی ہے، اس لیے (پلیٹ کے) کناروں سے کھایا کرو اور درمیان سے نہ کھایا کرو۔''

تخريج: رواه السري بن يحي في "حديث الثوري": ٢١١/ ٢، والحميدى فى "مسنده": ٨٩/ ١،

والحاكم: ٤/ ١١٦، والطحاوي في "المشكل": ١/ ٥٥

(١٨١٥)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّهُ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَهُ طَعَامٌ، قَالَ: ((أُدْنُ يَا بُنَيَّ، وَسَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ۔)) (الصحيحة: ١١٨٤)

حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، آپ ﷺ کے پاس کھانا پڑا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹا! قریب آؤ، اللہ کا نام لو (یعنی بسم اللہ پڑھو)، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ١/ ٣٤٠۔ ٣٤١، وأحمد: ٤/ ٢٦

شرح: ...... کھانا کھانے کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگ شریعت کی روشنی میں بچوں کی تربیت کرتے رہا کریں، تاکہ ان کے ذہن میں شرعی قوانین پر عمل کرنے کی عادت پختہ ہوتی جائے اور وہ اس چیز کو اپنے لیے باعثِ ناز سمجھنے لگیں۔

(١٨١٦)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا طَعِمَ أَحَدُكُمْ فَسَقَطَتْ لُقْمَتُهُ مِنْ يَدِهِ فَلْيُمِطْ مَارَابَهُ مِنْهَا وَلْيَطْعَمْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ، حَتّٰى يَلْعَقَ يَدَهُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَدْرِيْ فِي أَيِّ طَعَامِهِ يُبَارَكُ لَهُ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَرْصُدُ النَّاسَ۔ أَوِ الْإِنْسَانَ۔ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى عِنْدَ مَطْعَمِهِ۔ أَوْ طَعَامِهِ۔ وَلَا يَرْفَعُ الصَّحْفَةَ حَتّٰى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا، فَإِنَّ فِي آخِرِ الطَّعَامِ بَرَكَةً۔)) (الصحيحة: ١٤٠٤)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی کھانا کھا رہا ہو اور اس کے ہاتھ سے کوئی لقمہ گر جائے تو (اس کو اٹھائے اور) اگر کوئی چیز لگ گئی ہو تو اسے صاف کرے اور کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے، نیز وہ اپنے ہاتھ کو چاٹے بغیر تولیے سے مت پونچھے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس جزو میں اس کے لیے برکت کی جائے گی۔ (یاد رہے کہ) شیطان ہر چیز پر لوگوں یا انسان کی تاک میں بیٹھتا ہے، حتی کہ کھانے کے وقت بھی، لہٰذا کوئی آدمی اس وقت تک پلیٹ نہ اٹھائے جب تک اس کو خود چاٹ نہ لے یا کسی کو چٹوا نہ دے، کیونکہ کھانے کے آخری جزو میں برکت ہوتی ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ١٣٤٣، والبيهقي في "شعب الأيمان" ٢/ ١٨٧/ ٢، واحمد: ٣/ ٣٩٤، وأخرجه مسلم: ٦/ ١١٤ دون قوله: ((فان الشيطان يرصد ......))

شرح: ...... کھانے کے مختلف اور ایسے آداب بیان کئے گئے ہیں کہ عصرِ حاضر میں جن پر عمل کرنے سے لوگوں کو جھجک اور بزدلی محسوس ہوتی ہے، یہ محض ان کی پراگندہ ذہنیت ہے۔ ایسے نہ ہو کہ رزق کی فراوانی کی وجہ سے ہماری گردن اتنی اکڑ جائے کہ ہم اپنے ماحول اور معاشرے کا لحاظ کر کے سنتوں کو ترک کر دیں، (اللہ تعالیٰ کی پناہ)۔ اس بات

پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے کہ گری ہوئی چیز کو اٹھا کر اس کی صفائی کر کے کھانا، کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا اور پلیٹ کو چاٹنا جیسی مبارک سنتیں ہم سے اس بنا پر رہ گئی ہیں کہ ہم لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو وقعت دینا چاہتے ہیں یا ایسا کرنے میں حقارت اور جھجک محسوس کرتے ہیں۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بڑا افسوس ہے کہ اکثر اور بالخصوص مغربی عادات واطوار اور یورپی تہذیب وثقافت سے متأثر ہونے والے مسلمانوں نے خورد ونوش کے اسلامی آداب سے بے رخی اختیار کی ہے۔ ہر کوئی کھانا علیحدہ برتن میں ڈال کر کھاتا ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے تو فرمایا: ((اِجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِکُمْ وَاذْکُرُوْا اسْمَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ یُبَارَكْ لَکُمْ فِیْہِ۔)) (ابوداود، ابن ماجہ) ...... ”اپنے کھانے پر جمع ہو جایا کرو (یعنی اکٹھا کھایا کرو) اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھایا کرو، تمہارے لیے برکت کی جائے گی۔“

پھر پلیٹ میں کھانے کی کافی مقدار چھوڑ دی جاتی ہے، جس سے شیطان خوب استفادہ کرتا ہے۔ کھانا کھانے کے دوران اگر کوئی لقمہ گر جاتا ہے تو اکثر مسلمان اپنے آپ کو اس سے بلند تر سمجھتے ہیں کہ وہ حدیثِ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے لقمہ اٹھا لیں اور اسے صاف کر کے کھالیں، بلکہ بعض متکبر اور فلسفی قسم کے لوگ تو بزعم خود یہ کہہ دینے کی جرأت بھی کر دیتے ہیں کہ اب اس لقمے کے ساتھ جراثیم اور بیکٹیریا لگ گئے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا: ((فَلْیُمِطْ مَا رَابَهُ مِنْهَا ، وَلْیَطْعَمْهَا وَلَا یَدَعْهَا لِلشَّیْطَانِ۔)) ...... ”وہ (لقمہ اٹھا لے)، اس کے ساتھ لگ جانے والی چیز کو صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔“

پھر یہ لوگ کھانے کے دوران اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انگلیاں نہیں چاٹتے، بلکہ کئی تو اس سنت کو قلتِ ذوق اور آدابِ خورد ونوش سے جہالت کا نتیجہ سمجھتے ہیں، (اللہ تعالیٰ کی پناہ)۔ پس انھوں نے اِن نظریات کی وجہ سے ٹشو پیپرز کا اہتمام کیا اور جب کوئی اپنی انگلیوں یا ہونٹوں پر چکنائی یا کھانے کا کوئی جزو لگا ہوا محسوس کرتا ہے تو فوراً ٹشو پیپر یا تولیے سے اسے صاف کر کے حدیثِ رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ یاد رہے کہ آپ ﷺ نے انگلیوں کو پہلے چاٹنے کا حکم دیا ہے۔

رہا مسئلہ پلیٹ پر لگے ہوئے کھانے کے اجزا کو انگلیوں کے ساتھ صاف کرنے کا، تو یہ لوگ اس اسلامی ادب کو اپنانے کو معیوب اور ناشائستہ سمجھتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو ہوس وحرص، بخل وکنجوسی اور ندیدہ پن کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہمیں ان لوگوں پر کوئی تعجب نہیں، کیونکہ یہ بیچارے جاہل اور حدیثِ رسول کے معاملے میں کورے ہیں، تعجب تو ان پر ہوتا ہے جو اِن آداب کا علم رکھنے کے باوجود ایسے جاہلوں سے ہم آہنگی اور موافقت اختیار کرتے ہیں، بلکہ ان کی چاپلوسی کرتے ہیں۔

پھر یہی لوگ اپنی تنخواہوں اور روزیوں کے بے برکت ہونے کا شکوہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اگرچہ ان کی تنخواہیں بہت زیادہ اور روزیاں بہت وسیع ہوں۔ بے برکتی کا اصل سبب احادیثِ نبویہ سے اعراض اور دشمنانِ اسلام

کے اطوار و عادات کی اندھی تقلید ہے۔

اے مسلمانو! سنت کو لازم پکڑو، سنت کو لازم پکڑو، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ (سورۂ انفال: ٢٤) ......''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالاؤ، جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جاتا ہے اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔'' (صحیحہ: ١٤٠٤)

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کے اوامر ونواہی کی تعمیل میں ہی زندگی ہے، وگرنہ تباہی ہی تباہی ہے۔ یاد رہے کہ انگلیاں چاٹنے کے بعد ٹشو پیپر اور تولیہ وغیرہ استعمال کیا جا سکتا ہے، یا ہاتھ دھوئے جا سکتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(١٨١٧)۔ اِبْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِراً يَقُولُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمُ الطَّعَامَ، فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا وَلَا يَرْفَعْ صَحْفَةً حَتّٰى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا، فَأَنَّ آخِرَ الطَّعَامِ فِيْهِ بَرَكَةٌ۔)) (الصحيحة: ٣٩١)

ابن جریج کہتے ہیں: مجھے ابو زبیر نے خبر دی کہ اس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی کھانا کھائے تو اپنے ہاتھ کو (کسی کپڑے وغیرہ سے) پونچھنے یا صاف کرنے سے پہلے چاٹ لے یا (کسی کو) چٹوا دے اور اس وقت تک اپنی پلیٹ کو نہ اٹھائے، جب تک اسے چاٹ نہ لے، یا (کسی کو) چٹوا نہ دے، کیونکہ کھانے کے آخری حصے میں برکت ہوتی ہے۔''

تخریج: أخرجه مسلم، و النسائي في "السنن الكبرى": ٦٠/ ٢۔الوليمة

شرح: ...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: انگلیاں چاٹنا اور پلیٹ صاف کرنا کھانے کا واجب ادب ہے، اس حدیثِ مبارکہ میں اسی ادب کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن اکثر مسلمان یورپی کلچر سے متأثر ہو کر ان آدابِ اسلامیہ سے غفلت برتنے لگ گئے ہیں۔ مسلمانوں کو متنبہ رہنا چاہیے، یورپ کے لوگ نہ اپنے خالق حقیقی کا اعتراف کرتے ہیں اور نہ اس کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرنے کے قائل ہیں۔ ایسے میں ہمیں ان کی نقالی کرنے سے باز رہنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم آپ ﷺ کے اس فرمان کا مصداق بن جائیں: ((...... وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ .)) ......''جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا، وہ اسی میں سے ہو جائے گا۔''

اسلامی آداب کا تقاضا یہ ہے کہ کھانا کھانے کے دوران منہ اور انگلیوں کو صاف کرنے کے لیے ٹشو پیپر استعمال نہ کیا جائے۔ میں نے اس حدیث کی روشنی میں ان آداب کو واجب اور فرض کہا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے حکم دیا ہے اور اس سلسلے میں سستی برتنے سے منع فرمایا۔ لہٰذا آپ لوگوں کو ایسا مومن بن جانا چاہیے جو آپ ﷺ کے اوامر کی اقتدا کرنے

والا اورنواہی سے باز آ جانے والا ہو۔ اس معاملے میں کسی کو مذاق کرنے والوں کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ ایسے لوگ شعوری و لاشعوری میں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے والے ہیں۔ (صحيحه : ۳۹۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلیاں چاٹنے کے بعد ٹشو پیپر یا تولیہ وغیرہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(۱۸۱۸)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهٰى ﷺ عَنْ مَطْعَمَيْنِ: عَنِ الْجُلُوْسِ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ، وَأَن يَّأْكُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلٰى بَطْنِهٖ۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو کھانوں سے منع فرمایا: (۱) اس دسترخوان پر بیٹھنے سے جس پر شراب پلائی جا رہی ہو اور (۲) پیٹ کے بل گر کر کھانے سے۔

(الصحيحة:۲۳۹٤)

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده": صـ ۲٤٥ ـ زوائده، والحاكم: ۱/ ۲۱، وابو نعيم فى "الحلية": ٤/ ۱۷۳

شرح:...... معلوم ہوا کہ جس دعوت یا دسترخوان پر شراب نوشی کی جاتی ہو، وہاں نہیں بیٹھنا چاہئے۔ یہ بھی کھانے کے آداب میں سے ہے کہ پیٹ کے بل گر کر نہ کھایا جائے۔

(۱۸۱۹)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ ﷺ إِذَا أَكَلَ الطَّعَامَ أَكَلَ مِمَّا يَلِيْهِ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنے سامنے سے کھاتے تھے۔

(الصحيحة:۲۰٦۲)

تخريج: أخرجه أبو الشيخ فى " أخلاق النبى ﷺ": ۲۰٦

شرح:...... کھانے کے مختلف آداب میں سے یہ بھی ایک ادب ہے کہ ہر کوئی اپنے سامنے سے کھانا کھائے۔

(۱۸۲۰)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ ثَلَاثاً، وَقَالَ: ((هُوَ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ وَأَبْرَأُ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ پانی پیتے تو (پانی کے دوران) تین سانس لیتے اور فرماتے تھے: "یہ انداز زیادہ مزیدار، خوشگوار اور صحت یاب ہے۔"

(الصحيحة:۳۸۷)

تخريج: أخرجه مسلم، وأبوداود: ۳۷۲۷، والنسائى فى "الكبرى": ٦٥/ ۲، والترمذى: ۱/ ۳٤٤ وحسنه، وأحمد: ۳/ ۱۱۸، ۱۸۵، ۲۱۱، ۲۵۱، واخرجه البخارى: ٥٦۳۱ وغيره دون قوله: ((وقال: هو أهنأ......))

شرح:...... افضل یہی ہے کہ پانی پینے کے دوران تین سانس لیے جائیں، لیکن ایک سانس میں پانی پینا بھی جائز ہے، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع کیا تو ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ایک سانس سے تو سیراب ہی نہیں ہوتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر پیالے

کو منہ سے جدا کر کے سانس لے لیا کرو۔ (صحیحہ: ۳۸۵)

(۱۸۲۱)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ ﷺ يَشْرَبُ فِي ثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ، إِذَا أَدْنَى الْإِنَاءَ إِلَى فَمِهِ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالَى وَإِذَا أَخَّرَهُ حَمِدَاللّٰهَ تَعَالَى يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (الصحيحة:۱۲۷۷)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تین سانس لے کر (مشروب) پیتے تھے۔ جب برتن اپنے منہ کے قریب کرتے تو اللہ کا نام لیتے اور جب (برتن کو منہ سے) دور کرتے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے۔ آپ ﷺ ایسے تین دفعہ کرتے تھے۔

تخريج: أخرجه الخرائطي في "فضيلة الشكر" ق ۱۲۹/ ۲، والطبراني في "المعجم الأوسط": ق ۱۰۸/ ۱ من المنتقى منه للمزي

(۱۸۲۲)۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ اللَّيْثِيِّ، قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِرَأْسِ الثَّرِيْدِ، فَقَالَ: ((كُلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ مِنْ حَوَالَيْهَا، وَأَعْفُوْا رَأْسَهَا، فَإِنَّ الْبَرَكَةَ تَأْتِيْهَا مِنْ فَوْقِهَا۔)) (الصحيحة:۲۰۳۰)

سیدنا واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ثرید کھانے کی چوٹی پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: ''بسم اللہ پڑھ کر (برتن کے) کناروں سے کھاؤ اور (برتن کی) چوٹی (وسط) سے نہ کھاؤ، کیونکہ برتن میں برکت اوپر سے نازل ہوتی ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ۲/ ۳۵۵، وأخرج أحمد: ۳/ ۴۹۰ نحوه دون البسملة

(۱۸۲۳)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لِيَأْكُلْ أَحَدُكُمْ بِيَمِيْنِهِ، وَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهِ، وَلْيَأْخُذْ بِيَمِيْنِهِ، وَلْيُعْطِ بِيَمِيْنِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ، وَيُعْطِي بِشِمَالِهِ، وَيَأْخُذُ بِشِمَالِهِ۔)) (الصحيحة:۱۲۳۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر کوئی دائیں ہاتھ سے کھائے، دائیں سے پیئے، دائیں ہاتھ سے لے اور دائیں ہاتھ سے ہی دے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ۲/ ۳۰۳، واحمد: ۲/ ۳۲۵/ ۳۴۹

شرح:...... معلوم ہوا کہ خورد ونوش اور لین دین کے سلسلے میں دائیں ہاتھ کو مقدم کرنا چاہئے۔ لیکن اس معاملے میں عوام الناس میں کافی غفلت پائی جاتی ہے، اگر ان میں ایمان کی رمق ہو تو یہی وعید کافی ہے کہ وہ شیطان سے موافقت کر رہے ہیں۔ کھانے پینے میں دائیں ہاتھ کو مقدم کرنے کو محض کھانے کے آداب میں سے نہیں سمجھنا چاہئے کہ جس کی پرواہ نہ بھی کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ سیدنا سلمہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ'' اس نے کہا: اس کی میں طاقت نہیں

رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تو اس کی طاقت نہ ہی رکھے۔'' دراصل اس کو دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے صرف تکبر نے روکا تھا۔ پس اس کے بعد وہ دایاں ہاتھ منہ تک اٹھانے کے قابل ہی نہ رہا۔ (مسلم)

یہ احادیث کی بے ادبی کرنے کا نتیجہ ہے کہ اب وہ دایاں ہاتھ منہ کی طرف بلند کرنے کی کوشش تو کرتا تھا، لیکن اپنے جرم کی پاداش میں وہ اسے اٹھا نہ سکا۔ دکاندار حضرات متوجہ ہوں کہ ایک دن میں ہزاروں گاہکوں سے ان کا واسطہ پڑتا ہے۔ وہ معمولی توجہ کر کے اس حدیث پر عمل کر سکتے ہیں۔

(١٨٢٤)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ، قَالَ: أُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ شَاةٌ، وَالطَّعَامُ يَوْمَئِذٍ قَلِيْلٌ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ: ((اِطْبَخُوْا هٰذِهِ الشَّاةَ، وَانْظُرُوْا إِلٰى هٰذَا الدَّقِيْقِ فَاخْبِزُوْهُ، اِطْبَخُوْا وَأَثْرِدُوْا عَلَيْهِ۔)) قَالَ: وَكَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا: الْغَرَّاءُ، يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ، فَلَمَّا أَصْبَحَ وَسَبَّحُوْا الضُّحٰى، أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ، وَالْتَقَوْا عَلَيْهَا، فَإِذَا كَثُرَ النَّاسُ، جَثَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَاهٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِي عَبْداً كَرِيْماً، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّاراً عَنِيْداً۔)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوْا ذَرْوَتَهَا، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهَا)) ثُمَّ قَالَ: ((خُذُوْا فَكُلُوْا، فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَيُفْتَحَنَّ عَلَيْكُمْ أَرْضُ فَارِسٍ وَالرُّوْمِ، حَتّٰى يَكْثُرَ الطَّعَامُ، فَلَا يُذْكَرُ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔))

سیدنا عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک بکری نبی کریم ﷺ کو بطورِ ہدیہ دی گی اور اس دن کھانے کی مقدار کم تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا: ''یہ بکری پکاؤ، اس آٹے کا جائزہ لو، اس کی روٹیاں بناؤ، پھر ان کو پکا کر ثرید بنا دو۔'' نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ''غراء'' نامی (کوئی ٹب نما) بڑا پیالہ تھا، چار آدمی اس کو اٹھا سکتے تھے، جب صبح ہوئی اور صحابہ نے چاشت کی نماز ادا کی تو وہی پیالہ لایا گیا۔ لوگ (کھانے کے لیے) جمع ہو گئے، جب کھانے والے زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ ایک بدّو نے کہا: یہ بیٹھنے کی کون سی کیفیت ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے (سادہ مزاج) معزز بندہ بنایا ہے نہ کہ جبار اور سرکش۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیالے کے کناروں سے کھاؤ، نہ کہ چوٹی (یعنی وسط) سے، اس طرح سے تمھارے لیے برکت ہو گی۔'' پھر فرمایا: ''لیجیئو اور کھاؤ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، تمہارے لیے فارس اور روم کی سرزمین ضرور فتح ہو گی اور ماکولات کی اتنی زیادتی ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر نہیں ہو گا۔''

(الصحيحة:٣٩٣)

تخريج: رواه أبو بكر الشافعي في "الفوائد": ٩٨/ ١، وعنه ابن عساكر: ٨/ ٥٣٢/ ٢، والبيهقي: ٧/ ٢٨٣، والضياء في "المختارة": ١١٢/ ١، واخرجه ابوداود: ٣٧٧٣، وابن ماجه: مفرقا في موضعين:

۳۲۷۵، ۳۲٦۳

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث اعلام نبوت میں سے ایک ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے مستقبل کے بارے میں جو پیشین گوئی کی تھی، وہ ہو بہو پوری ہوئی۔ ہمارے سلف نے فارس اور روم کی سلطنتوں کو فتح کیا، جو لوگ ان کے ورثوں کے مالک بنے ان میں سے اکثر نے سرکشی اختیار کی اور شریعت اور آدابِ شریعت سے بے رخی اختیار کی۔ کھانے کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا ایک اسلامی ادب ہے، لیکن یہ لوگ خورد و نوش کی رنگینیوں میں یوں مگن ہوئے کہ بسم اللہ پڑھنا بھول جاتے تھے۔ (صحیحہ:۳۹۳)

(۱۸۲٤م)۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعاً: ((مَنْ أَكَلَ مَعَ قَوْمٍ تَمْراً، فَأَرَادَ أَنْ يَقْرِنَ فَلْيَسْتَأْذِنْهُمْ۔)) (الصحيحة:۲۳۲۳)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی دوسرے لوگوں کے ساتھ کھجوریں کھا رہا ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ وہ دو دو تین تین اکٹھی کھائے تو ان سے اجازت لے لے۔“

تخريج: أخرجه ابن بشران في"الفوائد المنتخبة":۶۳/ ۲، والخطيب في "التاريخ": ۷/ ۱۰۰، وابوداود: ۲/ ۱٤۸، وأخرجه البخاري: ۵/ ۹۹، ومسلم: ٦/ ۱۲۳، والترمذي: ۱۸۱۵، وابن ماجه: ۲/ ۳۱۷، واحمد: ۲/ ٦۰

شرح:...... اس حدیث میں آج کل کے مسلمانوں کے لیے بڑی اہم ہدایت ہے جو اخلاقیات سے بالکل نابلد ہو گئے ہیں۔ دعوتوں میں عام طور پر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ جب کھانے کی اجازت ملتی ہے تو حاضرین غیر انسانی انداز میں ٹیبلوں کی طرف لپکتے ہیں اور ہر آدمی اپنے اردگرد کے ساتھیوں سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی پلیٹ بھرنے کی فکر رکھتا ہے۔ کھانے کی یہ حرص ہمارے پیغمبر ﷺ کی مذکورہ تعلیم و ہدایت کے خلاف ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے ساتھیوں کا بھی خیال رکھا جائے، صرف اپنے پیٹ کے لیے ہی ایندھن فراہم نہ کیا جائے۔

(۱۸۲۵)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ: نَهٰى ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدْحِ، وَأَنْ يُنْفَخَ فِي الشَّرَابِ۔ (الصحيحة: ۳۸۸)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹوٹے ہوئے پیالے میں پینے سے اور برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔

تخريج: أخرجه أبوداود: ۳۷۲۲، وابن حبان: ۱۳٦٦، وأحمد: ۳/ ۸۰

شرح:...... اس حدیث پر مکمل بحث ”ٹوٹے ہوئے برتن میں کھانا پینا منع ہے“ کے عنوان میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۸۲٦)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: ((نَهٰى ﷺ عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ، فَقَالَ

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پینے (کے برتن) میں (یا پینے کے دوران) سانس لینے

لَهُ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنِّي لَا أَرْوِى مِنْ نَفْسٍ وَاحِدٍ! فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَأَبِنِ الْقَدْحَ عَنْ فِيْكَ ، ثُمَّ تَنَفَّسْ۔)) قَالَ: فَإِنِّي أَرَى الْقَذَاةَ فِيْهِ ، قَالَ: ((فَأَهْرِقْهَا۔)) (الصحيحة: ٣٨٥)

سے منع فرمایا۔ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو ایک سانس کے دوران پیے جانے والے پانی سے سیراب نہیں ہوتا؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''تو پھر پیالے کو منہ سے دور کر کے سانس لے لیا کرو (اور پھر پی لیا کرو)۔'' اس نے کہا: اگر مجھے اس میں کوئی تنکا نظر آ جائے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اسے بہا دیا کرو۔''

تخريج: أخرجه مالك: ٢/ ٩٢٥/ ١٢ ، وعنه الترمذي: ١/ ٣٤٥ ، وابن حبان في "صحيحه": ١٣٦٧ ، والحاكم: ٤/ ١٣٩ ، وأحمد: ٣/ ٣٢ ، ٦٨

شرح:...... پانی کے دوران تین سانس لینا افضل ہیں، لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک سانس میں بھی پانی پیا جا سکتا ہے۔ ''برتن میں سانس لینا منع ہے'' کے عنوان میں مکمل بحث ملاحظہ فرمائیں۔

(١٨٢٧)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: كُنْتُ غُلَاماً فِي حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَتْ يَدِي تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ ، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا غُلَامُ! إِذَا أَكَلْتَ: فَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ۔)) (الصحيحة: ٣٤٤)

سیدنا عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی زیر کفالت ایک لڑکا تھا، کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ پلیٹ میں چکر لگانے لگا (یعنی مختلف جگہوں سے کھانے لگا)۔ سو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''او لڑکے! جب تو کھانے لگے تو ''بسم اللہ'' پڑھا کر اور دائیں ہاتھ سے کھایا کر اور اپنے سامنے سے کھایا کر۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ٢/ ٢ ، وابن ابي شيبة في "المصنف": ٨/ ٢٩٢

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانے سے پہلے صرف ''بسم اللہ'' پڑھنا چاہیے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل حدیث کا بھی یہی تقاضا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ ، فَإِنْ نَسِيَ فِيْ أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ۔)) (ترمذي، وله شاهد عن ابن مسعود تقدم في الصحيحة برقم: ١٩٦) ...... ''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو ''بسم اللہ'' پڑھے، اگر ایسا کرنا بھول جائے تو ''بسم اللہ فی اولہ وآخرہ'' پڑھے۔

درج بالا احادیث میں کھانے پینے کے درج ذیل آداب بیان کیے گئے ہیں:

☆ ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا

☆ فارغ ہونے کے بعد احادیث میں مذکورہ کوئی ایک دعا پڑھنا

☆ بسم اللہ بھول جانے کی صورت میں کھانے کے دوران "بِسْمَ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" یا "بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ أَوَّلِهِ

وَآخِرِہٖ“ پڑھنا۔

☆ دایاں ہاتھ استعمال کرنا

☆ پلیٹ کے درمیان سے نہ کھانا، بلکہ کناروں سے کھانا

☆ ہر ایک کا اپنے سامنے سے کھانا

☆ گرا ہوا لقمہ اٹھا کر اور صاف کر کے کھا لینا

☆ پیٹ کے بل لیٹ کر نہ کھانا

☆ ٹیک لگا کر نہ کھانا

☆ پانی پینے کے دوران تین سانس لینا، اگرچہ ایک سانس میں پانی پی لینا بھی جائز ہے

☆ اگر پانی پیتے وقت تین سانس لیے جائیں تو بسا اوقات تینوں سانسوں میں بسم اللہ پڑھنا اور ہر دفعہ کے بعد الحمد للہ کہنا۔

☆ برتن کے اندر نہ سانس لینا اور نہ پھونک مارنا

☆ کھڑے ہو کر پانی پینے سے اجتناب کرنا

☆ ٹوٹے ہوئے برتن سے پرہیز کرنا

☆ کھانے کے دوران یا کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر یا تولیہ وغیرہ استعمال کرنے سے پہلے ہاتھ کی انگلیاں چاٹنا

☆ پلیٹ اس طرح مکمل صاف کرنا کہ کھانے کا کوئی ذرہ باقی نہ رہے

☆ اگر کھجور جیسی چیز ہو اور کھانے والے ایک سے زیادہ ہوں تو ایک ایک دانہ کر کے کھانا، بصورتِ دیگر دوسرے ساتھیوں سے اجازت لے لینا

کھانے کی ابتدا و انتہا میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

(١٨٢٨)۔ عَنْ رَجُلٍ خَدِمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثَمَانَ سِنِيْنَ: أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قُرِّبَ إِلَيْهِ الطَّعَامُ، يَقُوْلُ: ((بِسْمِ اللّٰهِ)) فَإِذَا فَرَغَ، قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ! أَطْعَمْتَ، وَأَسْقَيْتَ، وَأَقْنَيْتَ، وَهَدَيْتَ، وَأَحْيَيْتَ، فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا أَعْطَيْتَ۔)) (الصحيحة:٧١)

رسول اللہ ﷺ کی آٹھ سال خدمت کرنے والے صحابی بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی کھانا رسول اللہ ﷺ کے قریب کیا جاتا تو آپ ﷺ ”بسم اللہ“ پڑھتے اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو کہتے: ”اے اللہ! تو نے کھلایا، تو نے پلایا، تو نے راضی و مطمئن کیا، تو نے ہدایت دی اور تو نے زندہ کیا، سو تیرے لیے ہی تعریف ہے (ان نعمتوں پر) جو تو نے عطا کیں۔

تخريج: رواه أحمد: ٤/ ٦٢، ٥/ ٣٧٥، وأبو الشيخ في ”أخلاق النبي ﷺ“: صـ٢٣٨

شرح :...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ! أَطْعَمْتَ، وَأَسْقَيْتَ، وَأَقْنَيْتَ، وَهَدَيْتَ، وَأَحْيَيْتَ، فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا أَعْطَيْتَ۔ ......''اے اللہ! تو نے کھلایا، تو نے پلایا، تو نے راضی و مطمئن کیا، تو نے ہدایت دی اور تو نے زندہ کیا، سو تیرے لیے ہی تعریف ہے (ان نعمتوں پر) جو تو نے عطا کیں۔''

نیز کھانا کھانے یا مشروب پینے کی ابتدا میں صرف ''بسم اللہ'' پڑھنا چاہیے۔

(۱۸۲۹)۔ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَكَلَ أَوْشَرِبَ قَالَ: ((اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَ وَسَقٰى، وَسَوَّغَهُ، وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجاً۔)) (الصحيحة:٢٠٦١)

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھاتے یا پانی پیتے تو یہ دعا پڑھتے: ''تمام تعریف اس اللہ کی ہے جس نے کھلایا، پلایا، اس کو ہضم کیا اور اس کے (فضلے کے) نکلنے کے لیے راہ بنائی۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٣٨٥١، وابن حبان في "صحيحه":١٣٥١، وابن السني في "عمل اليوم والليلة": ٤٦٤

شرح :...... اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کھانے یا پینے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَ وَسَقٰى، وَسَوَّغَهُ، وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا۔......''تمام تعریف اس اللہ کی ہے جس نے کھلایا، پلایا، اس کو ہضم کیا اور اس کے (فضلے کے) نکلنے کے لیے راہ بنائی۔''

(۱۸۳۰)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: كُنْتُ غُلَاماً فِي حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَتْ يَدِي تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا غُلَامُ! إِذَا أَكَلْتَ: فَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ۔)) (الصحيحة:٣٤٤)

سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی زیر کفالت ایک لڑکا تھا، کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ پلیٹ میں چکر لگانے لگا (یعنی مختلف جگہوں سے کھانے لگا)۔ پس رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''او لڑکے! جب تو کھانے لگے تو ''بسم اللہ'' پڑھا کر اور دائیں ہاتھ سے کھایا کر اور اپنے سامنے سے کھایا کر۔''

تخريج:أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ٢/ ٢، وابن ابی شيبة في "المصنف": ٨/ ٢٩٢

شرح :...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانے سے پہلے صرف ''بسم اللہ'' پڑھنا چاہیے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل حدیث کا بھی یہی تقاضا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ، فَاِنْ نَسِيَ فِيْ اَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهِ وَآخِرِهِ۔)) (ترمذی، وله شاهد عن ابن مسعود تقدم في الصحيحة برقم: ١٩٦) ......''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو ''بسم اللہ''

پڑھے، اگر ایسا کرنا بھول جائے تو "بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَ آخِرِهٖ" پڑھے۔

حافظ ابن قیم نے (زاد المعاد) میں اس حدیث کو صحیح اور حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ۹/ ٤٥٥) میں اس کو قوی قرار دیا اور کہا: تسمیہ کے الفاظ کے تعین کے بارے میں یہ حدیث واضح ترین ہے۔ لیکن امام نووی نے (الاذکار) میں کہا: تسمیہ کے الفاظ کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے، افضل تو یہ ہے کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھا جائے، لیکن اگر کوئی صرف "بسم اللہ" پڑھ لے تو کفایت کرے گا اور سنت پر عمل ہو جائے گا۔ لیکن مجھے (ابن حجر) کی کوئی ایسی خاص دلیل نہیں ملی، جو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے افضل ہونے پر دلالت کرے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ہٹ کر کوئی چیز افضل نہیں ہے، آپ ﷺ کی سیرت بہترین سیرت ہے، اگر آپ ﷺ سے کھانے پینے کے موقع پر صرف "بسم اللہ" پڑھنا ثابت ہے تو سرے سے اس لفظ پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہوگا، چہ جائے کہ زیادتی کو افضل قرار دیا جائے۔ "بسم اللہ" پر زیادتی درج ذیل حدیث کی مخالف قرار پائے گی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ۔)) ..... "اور بہترین سیرت، محمد ﷺ کی سیرت ہے۔" (صحیحہ: ۳۴۴)

(۱۸۳۱)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ ، فَقَالَتْ مَيْمُوْنَةُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا أُطْعِمُكَ مِمَّا أَهْدٰى لِي أَخِي مِنَ الْبَادِيَةِ؟ فَقَرَّبْتُ ضَبَّيْنِ مَشْوِيَّيْنِ عَلٰى قِنْوٍ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: كُلُوْا فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ طَعَامِ قَوْمِي ، أَجِدُنِي أَعَافُهُ ، وَأَكَلَ مِنْهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ خَالِدٌ فَقَالَتْ مَيْمُوْنَةُ: لَا آكُلُ مِنْ طَعَامٍ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ اسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ فَأُتِيَ بِإِنَاءِ لَبَنٍ ، فَشَرِبَ ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَنْ يَسَارِهِ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَسْقِيَ خَالِدًا؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا أُحِبُّ أَنْ أُوْثِرَ بِسُؤْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى نَفْسِي أَحَدًا ، فَتَنَاوَلَ ابْنُ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اور خالد بن ولید خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جنگل میں مقیم میرے بھائی نے جو ہدیہ پیش کیا ہے، کیا میں وہ آپ کو کھلاؤں؟ پھر انھوں نے کھجوروں کے گچھے پر لٹکا کر بھونی ہوئی دو عدد سانڈے پیش کیے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ میری قوم کے ماکولات میں سے نہیں ہے اور مجھے اس سے گھن آتی ہے۔" پھر سیدنا ابن عباس اور سیدنا خالد نے ان کو کھا لیا، لیکن سیدہ میمونہ نے کہا: جو کھانا رسول اللہ ﷺ نہیں کھاتے، میں بھی وہ نہیں کھاتی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مشروب طلب کیا، دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے پیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ابن عباس اور بائیں جانب خالد بن ولید بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں خالد کو پلاؤں؟" ابن عباس نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے جوٹھے کے سلسلے میں کسی کو اپنے

عَبَّاسٍ فَشَرِبَ، وَشَرِبَ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَاماً فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَارْزُقْنَا خَيْراً مِنْهُ، وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَناً فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ، فَإِنِّي لَاأَعْلَمُ شَيْئًا يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا اللَّبَنُ۔)) (الصحيحة: ۲۳۲۰)

نفس پر ترجیح نہیں دوں گا۔ پس ابن عباس نے برتن پکڑا اور دودھ پیا، پھر خالد نے پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے وہ کہے: اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما، ہمیں اس سے بہتر رزق عطا فرما۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے وہ کہے: اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں زیادہ عطا فرما، کیونکہ میرے علم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں سے کفایت کرے سوائے دودھ کے۔''

تخريج: رواه أبو عبدالله بن مروان القرشي في "الفوائد": ۲۵/ ۱۱۳/ ۲، وابوداود: ۲/ ۱۳۵، والترمذي: ۳۴۵۱، وابن السني: ۴۶۸، واحمد: ۱/ ۲۸۴

شرح:...... حلال وحرام کے معاملات میں کسی انسان کا طبعی یا طبی فیصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، شریعت نے حلال وحرام کے سلسلے میں جو تعین کر دیا یا جو بنیادی قواعد پیش کر دیے، انہی پر اکتفا کیا جائے گا۔ اب حلت وحرمت کا مسئلہ صرف شریعت کی کسوٹی اور معیار کے مطابق ہی حل کیا جائے گا۔ اس حدیث اور کئی دوسری احادیث سے یہی حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ سانڈے حلال ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَارْزُقْنَا خَيْراً مِنْهُ۔

اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما، ہمیں اس سے بہتر رزق عطا فرما۔

اور دودھ پینے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ۔

اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں زیادہ عطا فرما۔

(۱۸۳۲)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ ﷺ يَشْرَبُ فِي ثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ، إِذَا أَدْنَى الإِنَاءَ إِلٰى فَمِهِ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى وَإِذَا أَخَّرَهُ حَمِدَاللّٰهَ تَعَالٰى يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (الصحيحة: ۱۲۷۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ نبی کریم ﷺ تین سانس لے کر (مشروب) پیتے تھے۔ جب برتن اپنے منہ کے قریب کرتے تو اللہ کا نام لیتے اور جب (برتن کو منہ سے) دور کرتے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے۔ آپ ﷺ ایسے تین دفعہ کرتے تھے۔

تخريج: أخرجه الخرائطي في "فضيلة الشكر" ق ۱۲۹/ ۲، والطبراني في "المعجم الأوسط": ق ۱۰۸/ ۱

من المنتقى منه للمزي

شرح:...... عصر حاضر میں نعمتوں کی کثرت کی وجہ سے اکثر لوگ ان اسلامی آداب سے غافل ہو چکے ہیں۔

اگر آدمی کھانے کی ابتدا میں ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول جائے

(١٨٣٣)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: مَنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اللّٰهَ فِي أَوَّلِ طَعَامِهِ، فَلْيَقُلْ حِيْنَ يَذْكُرُ: بِسْمِ اللّٰهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ، فَإِنَّهُ يَسْتَقْبِلُ طَعَاماً جَدِيْداً، وَيَمْنَعُ الْخَبِيْثَ مَاكَانَ يُصِيْبُ مِنْهُ۔ (الصحيحة: ١٩٨)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جو آدمی کھانے کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو جونہی اسے یاد آئے تو پڑھے: اللہ کے نام کے ساتھ، اس کے شروع میں بھی اور اس کے آخر میں بھی۔ کیونکہ وہ از سرِ نو کھانا شروع کرے گا اور خبیث (شیطان) کو اس چیز سے روک لے گا، جو اس نے حاصل کر لی۔

تخريج: رواه ابن حبان في "صحيحه": ١٣٤٠۔موارد، وابن السني في "عمل اليوم والليلة": ٤٥٣، والطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ٧٤/ ١، و"الأوسط": ١/ ٢٧٩/ ١/ ٤٧١٣

شرح:...... معلوم ہوا کہ ''بسم اللہ'' پڑھ کر کھانا کھانا چاہیے، اگر کوئی ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول جائے اور کھانے کے بیچ میں یاد آ جائے تو وہ پڑھے: "بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهِ وَ آخِرِهِ۔" عام طور پر "بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَ آخِرَهُ" پڑھا جاتا ہے، تو ابو داود، ترمذی اور ابن ماجہ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ الفاظ بھی ثابت ہیں۔

برتن میں سانس لینا منع ہے

(١٨٣٤)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ ثَلَاثاً، وَقَالَ: ((هُوَ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ وَأَبْرَأُ۔)) (الصحيحة: ٣٨٧)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ پانی پیتے تو (پانی کے دوران) تین سانس لیتے اور فرماتے تھے: ''یہ انداز زیادہ مزیدار، خوشگوار اور صحت یاب ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم، وأبوداود: ٣٧٢٧، والنسائي في "الكبرى": ٦٥/ ٢، والترمذي: ١/ ٣٤٤ وحسنه، وأحمد: ٣/ ١١٨، ١٨٥، ٢١١، ٢٥١، واخرجه البخاري: ٥٦٣١ وغيره دون قوله: ((وقال: هو أهنأ......۔))

(١٨٣٥)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ ﷺ يَشْرَبُ فِي ثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ، إِذَا أَدْنَى الإِنَاءَ إِلَى فَمِهِ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالَى وَإِذَا أَخَّرَهُ حَمِدَاللّٰهَ تَعَالَى يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ نبی کریم ﷺ تین سانس لے کر (مشروب) پیتے تھے۔ جب برتن اپنے منہ کے قریب کرتے تو اللہ کا نام لیتے اور جب (برتن کو منہ سے) دور کرتے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے۔ آپ ﷺ ایسے

(الصحيحة:١٢٧٧) تین دفعہ کرتے تھے۔

تخريج: أخرجه الخرائطي في"فضيلة الشكر" ق ١٢٩/ ٢ ، والطبراني في"المعجم الأوسط": ق ١٠٨/ ١ من المنتقى منه للمزي

شرح :...... پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، بلکہ انسانی زندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اس نعمت کی اتنی قدر ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا محاسبہ کرتے ہوئے اسے کہیں گے: کیا میں نے تجھے تندرست اور صحت مند جسم عطا نہیں کیا تھا اور کیا میں نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟ (صحیحہ: ۵۳۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک دفعہ پانی پینے کے دوران تین دفعہ اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور تین دفعہ ہی اس کا شکریہ ادا کیا۔ عصرِ حاضر میں نعمتوں کی اتنی فراوانی ہو چکی ہے کہ پیاس کے اثرات ظاہر ہونے سے پہلے ٹھنڈے ٹھنڈے اور میٹھے میٹھے مشروبات پیش کر دیے جاتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قدر دانی کا احساس ختم ہو چکا ہے۔

(١٨٣٦)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّعُوْدَ، فَلْيُنَحِّ، ثُمَّ لِيَعُدْ إِنْ كَانَ يُرِيْدُ۔)) (الصحيحة: ٣٨٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی پانی پیئے تو برتن کے اندر سانس نہ لے، اگر وہ مزید پانی پینا چاہتا ہو تو (پہلے سانس لے لے اور) برتن کو (منہ سے) دور کر دے اور مزید ارادہ ہونے کی صورت میں پھر پینا شروع کرے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٣٤٢٧، والحاكم: ٤/ ١٣٩

شرح :...... پانی پینے کے مختلف آداب ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ پانی والے برتن میں سانس نہ لیا جائے، اگر سانس لینا ہو تو برتن کو منہ سے جدا کر کے سانس لیا جائے، پھر پانی پیا جائے۔ افضل یہی ہے کہ تین سانسوں میں پانی پیا جائے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: حافظ ابن حجر نے (فتح الباری) میں کہا: امام مالک ایک سانس میں پانی پینے کے قائل ہیں، اس حدیث سے ان کے مسلک کے حق میں استدلال کیا جا سکتا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے سعید بن مسیّب سمیت بعض فقہائے کرام سے جواز کی روایات نقل کی ہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو برتن کے اندر سانس لینے سے منع کیا، جو آدمی برتن کے اندر سانس لیے بغیر ایک سانس میں پانی پی سکتا ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

میں (ابن حجر) کہتا ہوں: یہ خوبصورت تفصیل ہے، سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ایک سانس میں پانی پینے کا ذکر ہے، اس کو امام حاکم نے روایت کیا ہے، اس روایت کو اسی تفصیل پر محمول کریں گے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: مجھے مستدرک حاکم میں سیدنا ابو قتادہ کی ایسی کوئی روایت نہیں ملی، البتہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے مروی ایک حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ((لَا یَتَنَفَّسْ أَحَدُکُمْ فِیْ الْاِنَاءِ اِذَا کَانَ یَشْرَبُ مِنْهُ، وَلٰکِنْ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّتَنَفَّسَ ، فَلْیُؤَخِّرْهُ عَنْهُ ، ثُمَّ لِیَتَنَفَّسْ۔)) ......''جب کوئی آدمی پی رہا ہو تو برتن کے اندر سانس نہ لے، جب وہ سانس لینا چاہے تو برتن کو (منہ سے) دور کر کے سانس لے۔''

میرا خیال ہے کہ حافظ ابن حجر کی مراد یہی حدیث ہو گی، لیکن ان کو وہم ہوا اور اسے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی مسند بنا دیا۔ واللہ اعلم۔

میرے اس دعوی کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ حافظ صاحب نے دوسرے مقام پر (فتح الباری: ۱/ ۲۵۵) پر اسی حدیث کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے امام حاکم کی طرف منسوب کیا۔

سابقہ بحث سے معلوم ہوا کہ ایک سانس میں پانی پینا جائز ہے، لیکن اس سے تین سانس لینے والی سنت کی نفی نہیں ہوتی۔ اس موضوع کی تمام احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جائے گا کہ دونوں طریقے جائز ہیں، لیکن تین سانسوں والی سنت افضل ہے، کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیتے تو تین سانس لیتے اور پھر فرماتے: ((هُوَ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ وَأَبْرَأُ۔)) (صحیحہ: ۳۸۷) ......''یہ انداز زیادہ مزیدار، خوشگوار اور صحت یاب ہے۔''

(صحیحہ: ۳۸٦)

(۱۸۳۷)۔ عَنْ أَبِی سَعِیْدٍ الْخُدرِیِّ ، قَالَ: نَهٰی صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنِّی لَا أَرْوِی مِنْ نَفْسٍ وَاحِدٍ! فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((فَأَبِنِ الْقَدَحَ عَنْ فِیْكَ ، ثُمَّ تَنَفَّسْ۔)) قَالَ: فَإِنِّی أَرٰی الْقَذَاةَ فِیْهِ ، قَالَ: ((فَأَهْرِقْهَا۔)) (الصحیحة: ۳۸۵)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے (کے برتن) میں (یا پینے کے دوران) سانس لینے سے منع فرمایا۔ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو ایک سانس کے دوران پیے جانے والے پانی سے سیراب نہیں ہوتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ''تو پھر پیالے کو منہ سے دور کر کے سانس لے لیا کرو (اور پھر پی لیا کرو)۔'' اس نے کہا: اگر مجھے اس میں کوئی تنکا نظر آ جائے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو پھر اسے بہا دیا کرو۔''

تخریج: أخرجه مالك: ۲/ ۹۲۵/ ۱۲ ، وعنه الترمذی: ۱/ ۳۴۵ ، وابن حبان فی "صحیحه": ۱۳٦۷ ، والحاکم: ۴/ ۱۳۹ ، وأحمد: ۳/ ۳۲، ٦۸

شرح:...... پانی کے دوران تین سانس لینا افضل ہیں، لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک سانس میں بھی پانی پیا جا سکتا ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث میں مشروب پینے کے دو آداب بیان کیے گئے ہیں:

(۱) مشروب کے اندر پھونک مارنا منع ہے، حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ۱۰/ ۸۰) میں کہا: کئی احادیثِ مبارکہ میں

برتن میں پھونک مارنے سے منع کیا گیا ہے، اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، مثلاً: کھانا کھانے کی وجہ سے یا مسواک اور کلی نہ کر سکنے کی وجہ سے یا معدہ کے بخارات کی وجہ سے سانس کا بدبودار ہونا۔

(ب) ایک سانس میں پانی پینا، کیونکہ اس حدیث کے مطابق جب اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو ایک سانس کے دوران پیے جانے والے پانی سے سیراب نہیں ہوتا۔ تو آپ ﷺ نے اس پر کوئی انکار نہ کیا۔ اگر ایک سانس میں پانی پینا ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ اس کے لیے وضاحت کرتے اور فرما دیتے: بھلا کیا ایک سانس میں پانی پینا جائز بھی ہے؟

اس آدمی کے سوال اور آپ ﷺ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سانس میں پانی پینا جائز ہے، اگر وہ سانس لینا چاہے تو برتن کو منہ سے دور کر کے سانس لے لے، آپ ﷺ نے اس کی مزید وضاحت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کر دی ہے، (جو اس باب کی پہلی حدیث ہے)۔ (صحیحہ: ۳۸۵)

خلاصہ کلام:...... برتن کے اندر سانس لینا یا پھونک مارنا منع ہے، ہمارے ہاں عام طور پر لوگ چائے ٹھنڈی کرنے کے لیے یا مشروب میں پڑے ہوئے تنکے وغیرہ کو دور کرنے کے لیے برتنوں میں پھونک مارتے ہیں، جو کہ احادیثِ نبویہ کی مخالفت ہے۔

پانی کے دوران تین سانس لینا افضل عمل ہے، بہرحال ایک سانس میں پانی پینا جائز ہے، بشرطیکہ برتن کے اندر سانس نہ لیا جائے۔

کھڑے ہو کر پانی پینا کیسا ہے؟

(۱۸۳۸)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ يَعْلَمُ الَّذِي يَشْرَبُ وَهُوَ قَائِمٌ مَافِي بَطْنِهِ لَاسْتَقَاءَ۔))

(الصحیحۃ: ۱۷٦، ۲۱۷۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی کھڑے ہو کر پیتا ہے، اگر اسے پتہ چل جائے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے تو وہ قے کر دے۔''

۱۷٦: تخریج: أخرجه عبدالرزاق في "المصنف": ۱۰/ ۴۲۷/ ۱۹۵۸۸ و ۱۹۵۸۸، وعنه أحمد: ۷۷۹۵ و ۷۷۹٦، وعنه ابن حبان في "صحيحه": ۵۳۰۰۔ الاحسان

۲۱۷۵: تخریج: أخرجه عبدالرزاق: ۱۹۵۸۸، ۱۹۵۸۹، وعنه البيهقي: ۷/ ۲۸۲

(۱۸۳۹)۔ عَنْ أَنَسٍ: نَهٰى ﷺ وَفِي لَفْظٍ: زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِماً۔

(الصحیحۃ: ۱۷۷)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

تخریج: رواه مسلم: ٦/ ۱۱۰، وأبوداود: ۳۷۱۷، والترمذي: ۳/ ۱۱۱، والدارمي: ۲/ ۱۲۰۔ ۱۲۱،

وابن ماجه: ۲/ ۳۳۸، والطحاوی فی "شرح المعانی": ۲/ ۳۵۷، و"المشکل": ۳/ ۱۸، وابن حبان: ۵۲۹۷و۵۲۹۹، والطیالسی: ۲/ ۳۳۲، وعبدالرزاق: ۱۰/ ۴۲۷/ ۱۹۵۹۰، وأحمد: ۳/ ۱۱۸و ۱۳۱و ۱۴۷و ۱۹۹و۲۱۴و۲۵۰و۲۷۷و۲۹۱، وأبویعلی: ۲/ ۱۵۶، ۲/ ۱۵۸، ۲/ ۱۵۹، والضیاء فی "المختارة": ۲/ ۲۰۵

(۱۸۴۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِماً۔)) (الصحيحة:۱۷۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بھی کھڑے ہو کر پانی نہ پیے۔''

تخریج: رواہ مسلم:٦/ ۱۱۰۔۱۱۱

شرح:...... ہم ترتیب کے ساتھ کھڑے ہو کر پانی پینے سے نہی والی احادیث قلمبند کرتے ہیں، تاکہ قارئین خود فیصلہ کر کے مسئلہ سمجھ سکیں:

(۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِئْ۔)) (مسلم: ۲۰۲٦) ...... ''کوئی بھی کھڑے ہو کر پانی نہ پیے، اگر وہ بھول کر (پی لے) تو قے کر دے۔''

(۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا اور فرمایا: ''قے کر دے۔'' اس نے کہا: کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیرے ساتھ بلی پانی پیے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(کھڑا ہونے کی وجہ سے) تیرے ساتھ تو اس نے پیا ہے جو بلی سے بھی برا ہے اور وہ شیطان ہے۔'' (مسند احمد، صحیحہ: ۱۷۵ کے تحت)

(۳) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا۔ (مسلم: ۲۰۲٤) ...... نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے ڈانٹا ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے انہی الفاظ کے ساتھ اپنی روایت بیان کی ہے۔ (مسلم: ۲۰۲۵)

(۴) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْ يَشْرَبُ وَهُوَ قَائِمٌ مَا فِيْ بَطْنِهِ، لَاسْتَقَاءَ۔)) (مسند احمد، صحیحہ: ۱۷٦) ...... ''اگر کھڑے ہو کر پانی پینے والے کو پتہ چل جائے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے تو وہ قے کر دے۔''

بہر حال ان احادیثِ مبارکہ کے مقابلے میں کھڑے ہو کر پانی پینے کے دلائل بھی موجود ہیں۔ اس ظاہری تضاد اور تناقض کو کیسے ختم کیا جائے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے امام البانی رحمہ اللہ نے لکھا: جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع کیا گیا، ان کی

نہی کا تقاضا یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا حرام ہے، الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ علمائے کرام نے ان مختلف احادیث میں جمع و تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، جمہور کا خیال ہے کہ نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے اور بیٹھ کر پانی پینے کو مستحب سمجھا جائے، یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے اور جن احادیث میں قے کرنے کا حکم دیا گیا، ان کو بیٹھ کر پانی پینے کے استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ جبکہ امام ابن حزم نے کہا: کھڑے ہو کر پانی پینا حرام ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہی مسلک راجح اور اقرب الی الصواب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن احادیث میں قے کرنے کا حکم دیا گیا اور منع کرنے کے لیے ''زجر'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، وہ کراہت کے ساتھ موافقت نہیں کرتیں اور ان سے کراہت کا معنی مقصود نہیں لیا جا سکتا، کیونکہ قے کرنے میں شدید مشقت ہوتی ہے اور شریعت میں مستحب کام کی مخالفت کرنے والے کو اس قسم کی وعید نہیں سنائی جاتی اور اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمانا: ''تیرے ساتھ تو شیطان نے پیا ہے۔'' بھی کھڑے ہو کر پانی پینے سے شدید نفرت دلانے کا تقاضا کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے سخت حدیثی جملے مستحب کو ترک کرنے کی بنا پر نہیں کہے جاتے۔

جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کا ذکر ہے، ان کو عذر پر محمول کیا جائے، جیسے جگہ کا تنگ ہونا یا مشکیزہ کا لٹکا ہوا ہونا، جبکہ بعض احادیث میں اس قسم کے اشارے بھی موجود ہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر میں نے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بحث پڑھی، وہ بھی میرے مسلک سے ملتی جلتی ہے، آپ خود (المجموع: ۳۲/ ۲۰۹، ۲۱۰) کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

(صحیحہ: ۱۷۷)

قارئین کرام! اگر آپ مختلف احادیث کی بنا پر حتمی فیصلہ نہ کر سکیں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہوگا کہ پانی بیٹھ کر پیا جائے تاکہ مذکورہ بالا احادیث میں بیان کی گئی وعیدوں کے لاحق ہونے کا خطرہ ٹل جائے۔ واللہ اعلم

مختلف احادیث میں تضاد کو دور کرنے کے لیے فقہائے اسلام نے درج ذیل تطبیقات بھی پیش کی ہیں:

(۱) زیادہ احتیاط والا معاملہ یہ ہے کہ نہی اور وعید پر مشتمل احادیث کو مدنظر رکھ کر بیٹھ کر پانی پیا جائے۔

(۲) جب "حظر" اور ''اباحت'' میں تعارض آ جائے تو "حظر" کو عملی طور پر مقدم سمجھا جاتا ہے، لہٰذا بیٹھ کر پانی پینا چاہئے۔

(۳) جب دو متعارض احادیث میں سے ایک کا تعلق "البراءة الاصلية" سے ہو اور دوسری اس کے مخالف ہو تو مخالف کو مؤخر سمجھ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے، لہٰذا بیٹھ کر پانی پینا چاہئے۔

(۴) بیٹھ کر پانی پینا افضل ہے، لیکن کھڑے ہو کر بھی جائز ہے۔

اگر نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ وعیدوں کو مدنظر رکھا جائے تو دلی اطمینان کا تقاضا یہی ہے کہ بیٹھ کر پانی پیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قارئین کرام! ہم نے بیٹھ کر پانی پینے کو ترجیح دی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ مومن کو بہر صورت نبی کریم ﷺ کی

طرف سے دی گئی وعیدوں اور دھمکیوں کا مصداق بننے سے بچنا چاہیے۔

زمزم کا پانی کھانے کا کھانا ہے

(۱۸٤۱)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنَّا نُسَمِّيْهَا شُبَاعَةً۔ يَعْنِي زَمْزَمَ۔ وَكُنَّا نَجِدُهَا نِعْمَ الْعَوْنَ عَلَى الْعِيَالِ۔ (الصحيحة:٢٦٨٥)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم (زمزم کو) ''شباعہ'' (سیر کرنے والا) کہتے تھے اور ہم اپنے اہل وعیال (کے خورد ونوش کے سلسلے میں) اس کو بہترین معاون پاتے تھے۔

تخريج: أخرجه عبدالرزاق في "المصنف": ٥/ ١١٧، وعنه الطبراني في "الكبير": ٣/ ٩٠/ ٢

شرح:...... سیدنا ابوذر اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، اِنَّهَا طَعَامُ طَعْمٍ۔)) (صحیحہ: ٣٥٨٥) ...... ''زمزم کا پانی مبارک ہے اور یہ کھانے کا کھانا ہے۔'' نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ۔)) (ابن ماجه) ...... ''زمزم کا پانی (جس نیت اور مقصد کو سامنے رکھ کر) پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔'' معلوم ہوا کہ زمزم کا پانی انتہائی مبارک ہے اور یہ واحد پانی ہے جو کھانے کی کمی بھی پوری کرتا ہے، نیز یہ پانی جس جسمانی اور روحانی بیماری کو دور کرنے لیے پیا جائے، اس سے شفا ہوگی۔

(۱۸٤۲)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي ذَرٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَهٰذَا حَدِيْثُ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: خَرَجْنَا مِنْ قَوْمِنَا غِفَارٍ۔ وَكَانُوْا يُحِلُّوْنَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ۔ فَخَرَجْتُ أَنَا وَأَخِي أُنَيْسٌ وَأُمُّنَا، فَنَزَلْنَا عَلَى خَالٍ لَنَا، فَأَكْرَمَنَا خَالُنَا وَأَحْسَنَ إِلَيْنَا، فَحَسَدَنَا قَوْمُهُ، فَقَالُوْا: إِنَّكَ إِذَا خَرَجْتَ عَنْ أَهْلِكَ خَالَفَ إِلَيْهِمْ أُنَيْسٌ، فَجَاءَ خَالُنَا، فَنَثَا عَلَيْنَا الَّذِي قِيْلَ لَهُ۔ فَقُلْتُ: أَمَّا مَا مَضَى مِنْ مَعْرُوْفِكَ فَقَدْ كَدَّرْتَهُ وَلَا جِمَاعَ لَكَ فِيْمَا بَعْدُ۔ فَقَرَّبْنَا صِرْمَتَنَا فَاحْتَمَلْنَا عَلَيْهَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(زمزم کا پانی) مبارک ہے، یہ کھانے کا کھانا ہے۔'' یہ حدیث حضرت ابو ذر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں: ہم اپنی قوم غفار، جو حرمت والے مہینے کو حلال سمجھتے تھے، سے وفد کی صورت میں نکلے۔ میں (ابوذر)، میرا بھائی انیس اور میری ماں روانہ ہوئے، ہم اپنے ماموں کے پاس آ کر ٹھہرے۔ انھوں نے ہماری بڑی عزت کی اور ہمارے ساتھ احسان کیا، لیکن ان کی قوم ہم سے حسد کرنے لگی۔ اس لیے انھوں نے کہا: جب تو اپنے اہل خانہ سے باہر جاتا ہے تو انیس ان کے پاس آ جاتا ہے۔ پس ہمارا ماموں آیا اور جو بات اسے کہی گئی، اس کے سلسلے میں ہماری غیبت کرنے لگ گیا۔ میں نے اسے کہا: جو تو نے ہمارے ساتھ نیکی کی تھی، اسے تو تو نے گدلا کر دیا ہے اور آئندہ ہم

وَتَغَطّٰى خَالُنَا ثَوْبَهُ، فَجَعَلَ يَبْكِيْ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى نَزَلْنَا بِحَضْرَةِ مَكَّةَ، فَنَافَرَ أُنَيْسٌ عَنْ صِرْمَتِنَا وَعَنْ مِثْلِهَا، فَأَتَيَا الْكَاهِنَ، فَخَيَّرَ أُنَيْسًا، فَأَتَانَا أُنَيْسٌ بِصُرْمَتِنَا وَمِثْلِهَا مَعَهَا، قَالَ: وَقَدْ صَلَّيْتُ يَا ابْنَ أَخِي! قَبْلَ أَنْ أَلْقٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ، قُلْتُ: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ، قُلْتُ: فَأَيْنَ تَتَوَجَّهُ؟ قَالَ: أَتَوَجَّهُ حَيْثُ يُوَجِّهُنِي رَبِّي أُصَلِّيْ عِشَاءً حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ أُلْقِيْتُ كَأَنِّي خِفَاءٌ حَتّٰى تَعْلُوْنِي الشَّمْسُ، فَقَالَ أُنَيْسٌ: إِنَّ لِي حَاجَةً بِمَكَّةَ فَاكْفِنِي، فَانْطَلَقَ أُنَيْسٌ، حَتّٰى أَتٰى مَكَّةَ، فَرَاثَ عَلَيَّ، ثُمَّ جَاءَ فَقُلْتُ: مَاصَنَعْتَ؟ قَالَ: لَقِيْتُ رَجُلًا بِمَكَّةَ عَلٰى دِيْنِكَ، يَزْعَمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ، قُلْتُ: فَمَا يَقُوْلُ النَّاسُ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: شَاعِرٌ كَاهِنٌ، سَاحِرٌ- وَكَانَ أُنَيْسٌ أَحَدَ الشُّعَرَاءِ، قَالَ أُنَيْسٌ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ فَمَا هُوَ بِقَوْلِهِمْ، وَقَدْ وَضَعْتُ قَوْلَهُ عَلٰى أَقْرَاءِ الشِّعْرِ، فَمَا يَلْتَئِمُ عَلٰى لِسَانِ أَحَدٍ بَعْدِيْ أَنَّهُ شِعْرٌ، وَاللّٰهِ! إِنَّهُ لَصَادِقٌ، وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ، قَالَ: قُلْتُ: فَاكْفِنِي حَتّٰى أَذْهَبَ فَأَنْظُرَ، قَالَ: فَأَتَيْتُ مَكَّةَ، فَتَضَعَّفْتُ رَجُلًا مِنْهُمْ، فَقُلْتُ: أَيْنَ هٰذَا الَّذِي تَدْعُوْنَهُ الصَّابِئُ؟ فَأَشَارَ إِلَيَّ، فَقَالَ: الصَّابِئُ؟ فَمَالَ عَلَيَّ أَهْلُ الْوَادِي

آپ کے پاس نہیں آئیں گے۔ ہم اپنی اونٹنیوں کے قریب پہنچے اور سوار ہو کر چل پڑے، میرے ماموں نے کپڑا اوڑھ کر رونا شروع کر دیا۔ ہم چلتے گئے اور مکہ کے قریب جا کر پڑاؤ ڈالا۔ انیس ہماری اونٹنیوں سے دور رہنے لگ گیا۔ وہ دونوں نجومی کے پاس گئے، اس نے انیس کو منتخب کیا، پس انیس ہماری اور اتنی اور اونٹنیاں لے کر ہمارے پاس آیا۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں تو رسول اللہ ﷺ کو ملنے سے تین برس پہلے سے نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا: کس کے لیے؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے لیے۔ میں نے کہا: تو کس طرف رخ کرتا تھا۔ اس نے کہا: جس طرف میرا ربّ میرا رخ موڑ دیتا تھا۔ میں رات کے آخری حصے میں نمازِ عشا ادا کرتا تھا۔ اب میں گم سم ہو کر لیٹ گیا، یہاں تک کہ سورج چڑھ آیا۔ انیس نے کہا: مجھے مکہ میں کوئی کام ہے، تو مجھے کفایت کر۔ انیس چلا گیا، مکہ پہنچ گیا اور مجھے اچھائی کا بدلہ برائی سے دیا۔ پھر وہ واپس آ گیا۔ میں نے پوچھا: تو نے وہاں کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: میں مکہ میں ایک ایسے آدمی کو ملا ہوں جو تیرے دین پر ہے، وہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے کہا: لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: لوگ اسے شاعر، نجومی اور جادو گر کہتے ہیں۔ انیس خود بھی ایک شاعر تھا۔ اس نے کہا: لیکن میں نے نجومیوں کا کلام سنا ہے اور اس کے کلام کو زبان آور شعرا کے کلام پر پیش کیا ہے، لیکن کسی کی زبان یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ وہ (محمد ﷺ کا کلام بھی) شعر ہے۔ اللہ کی قسم! وہ صادق ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔ میں نے کہا: اب تو مجھے کفایت کر، تاکہ میں بھی جا کر دیکھ سکوں (کہ اصل ماجرا کیا ہے؟) میں مکہ پہنچ گیا اور ان میں سے ایک کمزور آدمی سے

بِكُلِّ مَدَرَةٍ وَعَظْمٍ حَتّٰى خَرَرْتُ مُغْشِيًا عَلَيَّ، قَالَ: فَارْتَفَعْتُ حِيْنَ ارْتَفَعْتُ كَأَنِّي نَصَبٌ أَحْمَرُ، قَالَ: فَأَتَيْتُ زَمْزَمَ، فَغَسَلْتُ عَنِّي الدِّمَاءَ، وَشَرِبْتُ مِنْ مَائِهَا، وَلَقَدْ لَبِثْتُ۔ يَا ابْنَ أَخِي۔ ثَلَاثِيْنَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ، مَاكَانَ لِي طَعَامٌ إِلَّا مَاءَ زَمْزَمَ، فَسَمِنْتُ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ عُكَنُ بَطْنِي وَمَا وَجَدتُّ عَلٰى كَبِدِيْ سُخْفَةَ جُوْعٍ، قَالَ: فَبَيْنَا أَهْلُ مَكَّةَ فِي لَيْلَةٍ قَمْرَاءَ إِضْحِيَانٍ، إِذْ ضَرَبَ عَلٰى أَسْمِخَتِهِمْ، فَمَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ أَحَدٌ، وَامْرَأَتَانِ مِنْهُمْ تَدْعُوَانِ إِسَافاً وَنَائِلَةَ، قَالَ: فَأَتَتَا عَلَيَّ فِي طَوَافِهِمَا، فَقُلْتُ: أَنْكِحَا أَحَدَهُمَا الْأُخْرٰى، قَالَ: فَمَا تَنَاهَتَا عَنْ قَوْلِهِمَا، قَالَ: فَأَتَتَا عَلَيَّ، فَقُلْتُ: هُنَّ مِثْلُ الْخَشَبَةِ، غَيْرَ أَنِّي لَا أَكْنِيْ، فَانْطَلَقَتَا تُوَلْوِلَانِ وَتَقُوْلَانِ: لَوْكَانَ هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ أَنْفَارِنَا! قَالَ: فَاسْتَقْبَلَهُمَا، رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ وَهُمَا هَابِطَانِ، قَالَ: ((مَا لَكُمَا؟)) قَالَتَا: الصَّابِيُّ بَيْنَ الْكَعْبَةِ وَأَسْتَارِهَا، قَالَ: ((مَاقَالَ لَكُمَا؟)) قَالَتَا: إِنَّهُ قَالَ لَنَا كَلِمَةً تَمْلَأُ الْفَمَ۔ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اسْتَلَمَ الْحَجَرَ، وَطَافَ بِالْبَيْتِ هُوَ وَصَاحِبُهُ، ثُمَّ صَلّٰى، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ أَبُوْ ذَرٍّ: فَكُنْتُ أَنَا أَوَّلَ مَنْ حَيَّاهُ بِتَحِيَّةِ الْإِسْلَامِ، قَالَ: فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ

پوچھا: وہ آدمی کہاں ہے جس کو تم لوگ بے دین کہتے ہو؟ اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ بے دین ہے۔ (یہ سنتے ہی) اہل وادی مٹی کے ڈھیلے اور ہڈیاں لے کر مجھ پر چڑھ دوڑے، میں بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب (مجھے افاقہ ہوا اور) میں اٹھا تو ایسے لگتا تھا کہ میں ایک سرخ پتھر ہوں۔ میں زمزم پانی پر آیا، خون دھویا، اس کا پانی پیا اور اے میرے بھتیجے! میں وہاں تیس دنوں تک ٹھہرا رہا۔ میرے پاس مائے زمزم کے علاوہ کوئی کھانا نہیں تھا، وہی پی کر میں موٹا ہوتا رہا (یعنی خوراک کی کمی پوری کرتا رہا) اور اپنے پیٹ کی سلوٹیں ختم کرتا رہا۔ مجھے بھوک کی وجہ سے ہونے والی لاغری محسوس نہیں ہوئی۔ (دن گزرتے رہے اور) ایک دن مکہ میں چاندنی رات اور صاف فضا تھی، اچانک ان کے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ کوئی بھی بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور دو عورتیں اساف اور نائلہ کو پکار رہی تھیں۔ اس نے کہا: وہ طواف کے دوران میرے پاس سے گزریں، میں نے کہا: ایک کی دوسری سے شادی کر دو۔ لیکن وہ اپنے قول سے باز نہ آئیں۔ (چکر کے دوران پھر) میرے پاس سے گزریں۔ میں نے کہا: یہ تو لکڑی کی طرح ہیں اور میں نے بات کنایۃً نہیں کی۔ وہ دونوں چیختی چلاتی اور یہ کہتی ہوئی چلی گئیں کہ کاش ہماری جماعت کا بھی کوئی آدمی یہاں ہوتا! اس نے کہا: اسی اثنا میں ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر (بلندی سے) اترتے ہوئے آ رہے تھے۔ اس نے کہا: تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ انھوں نے کہا: کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان بے دین ہے۔ اس نے کہا: اس نے تمھیں کیا کہا: انھوں کہا: ایسی بات کہی کہ جس سے منہ بھر جاتا ہے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور حجر اسود کا استلام کیا اور آپ

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ((وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ)) ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ أَنْتَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: مِنْ غِفَارٍ۔ قَالَ: فَأَهْوٰى بِيَدِهٖ، فَوَضَعَ أُصْبَعَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: كَرِهَ أَنْ اِنْتَمَيْتُ إِلٰى غِفَارٍ؟ فَذَهَبْتُ آخُذُ بِيَدِهٖ فَقَدَعَنِيْ صَاحِبُهٗ۔ وَكَانَ أَعْلَمَ بِهٖ مِنِّي۔ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ، ثُمَّ قَالَ: ((مَتٰى كُنْتَ هَاهُنَا؟)) قَالَ: قُلْتُ: قَدْ كُنْتُ هَاهُنَا مُنْذُ ثَلَاثِيْنَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ، قَالَ: ((فَمَنْ كَانَ يُطْعِمُكَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: مَاكَانَ لِي طَعَامٌ إِلَّا مَاءَ زَمْزَمَ فَسَمِنْتُ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ عُكَنُ بَطْنِي، وَمَا أَجِدُ عَلٰى كَبِدِي سُخْفَةَ جُوْعٍ قَالَ: ((إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ۔)) فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِئْذَنْ لِي فِي طَعَامِهِ اللَّيْلَةَ؟ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْبَكْرٍ، وَانْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، فَفَتَحَ أَبُوْبَكْرٍ بَاباً، فَجَعَلَ يَقْبِضُ لَنَا مِنْ زَبِيْبِ الطَّائِفِ، وَكَانَ ذٰلِكَ أَوَّلَ طَعَامٍ أَكَلْتُهٗ بِهَا، ثُمَّ غَبَرْتُ مَاغَبَرْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّهٗ قَدْ وُجِّهَتْ لِي أَرْضٌ ذَاتُ نَخْلٍ، لَا أُرَاهَا إِلَّا يَثْرِبَ، فَهَلْ أَنْتَ مُبَلِّغٌ عَنِّي قَوْمَكَ، عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَنْفَعَهُمْ بِكَ وَيَأْجُرَكَ فِيهِمْ۔)) فَأَتَيْتُ أُنَيْسًا، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: صَنَعْتُ أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ، قَالَ: مَابِي رَغْبَةٌ عَنْ دِيْنِكَ، فَإِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ

ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی نے بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ابوذر نے کہا: میں پہلا آدمی تھا جس نے انھیں اسلام کا سلام پیش کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وعلیک ورحمۃ اللہ'' پھر فرمایا: ''آپ کون ہیں؟'' میں نے کہا: میں غفار قبیلے سے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ جھکایا اور اپنی انگلی اپنی پیشانی پر رکھی۔ میں دل ہی دل میں کہنے لگا کہ شاید آپ نے غفار کی طرف میری نسبت کو ناپسند کیا۔ میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن آپ کے ساتھی نے مجھے روک دیا اور وہ آپ کو مجھ سے زیادہ جانتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا: ''کون تجھے کھانا کھلاتا تھا؟' میں نے کہا: زمزم کے پانی کے علاوہ میرے پاس کوئی کھانا نہیں ہے، یہی پانی پی کر میں موٹا ہوتا رہا اور اپنے پیٹ کی سلوٹیں پر کرتا رہا اور مجھے بھوک کی وجہ سے کوئی لاغری محسوس نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ پانی مبارک ہے اور یہ کھانے کا کھانا ہے۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں، آج رات میں اس کو کھانا کھلاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر چل پڑے اور میں بھی ان کے ساتھ چل دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا اور طائف کا منقی لانا شروع کیا۔ یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے کھایا، پھر کچھ باقی بھی بچ گیا تھا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی کھجوروں والی زمین میرے لیے مطیع کر دی گئی ہے، مجھے لگتا ہے کہ وہ یثرب (مدینہ) ہے، کیا تو اپنی قوم کو میرا پیغام پہنچا دے گا، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے ان کو نفع دے اور ان کی وجہ سے تجھے اجر وثواب بھی عطا کرے۔'' میں انیس

وَصَدَّقْتُ، فَأَتَيْنَا أُمَّنَا فَقَالَتْ: مَا بِيْ رَغْبَةٌ عَنْ دِيْنِكُمَا فَإِنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ وَتَصَدَّقْتُ فَاحْتَمَلْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا قَوْمَنَا غِفَارًا، فَأَسْلَمَ نِصْفُهُمْ، وَكَانَ يَؤُمُّهُمْ إِيْمَاءُ بْنُ رَحْضَةَ الْغِفَارِيُّ، وَكَانَ سَيِّدَهُمْ وَقَالَ نِصْفُهُمْ: إِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ أَسْلَمْنَا، فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ فَأَسْلَمَ نِصْفُهُمُ الْبَاقِيْ وَجَاءَتْ أَسْلَمُ، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْوَتُنَا، نُسْلِمُ عَلَى الَّذِيْ أَسْلَمُوْا عَلَيْهِ! فَأَسْلَمُوْا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((غِفَارَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا، وَأَسْلَمَ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔)) (الصحيحة:۳۵۸۵)

کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا: تو نے کیا کیا ہے؟ میں نے کہا: اسلام قبول کر لیا ہے اور تصدیق کی ہے۔ اس نے کہا: میں بھی تیرے دین سے بے رخی نہیں کرتا، میں بھی مطیع ہو گیا ہوں اور میں نے بھی تصدیق کی ہے۔ پھر ہم اپنی ماں کے پاس گئے وہ کہنے لگیں مجھے بھی تمہارے دین سے بے رغبتی نہیں میں بھی سچ مان کر مسلمان ہوگئی۔ ہم سوار ہوئے اور اپنی قوم غفار کے پاس پہنچ گئے۔ نصف قبیلہ تو مسلمان ہو گیا۔ ایما بن رحضہ غفاری، جو ان کا سردار تھا، ان کو نماز پڑھاتا تھا۔ اور نصف قبیلے نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائیں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ نصف قبیلہ کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ اسلم قبیلہ کے لوگ آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! جس چیز پر ہمارے بھائی مسلمان ہوئے، ہم بھی اسی چیز پر مسلمان ہوتے ہیں۔ پھر وہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غفار قبیلہ، اللہ اس کو بخش دے اور اسلم قبیلہ، اللہ اسے سلامتی کے ساتھ رکھے۔''

تخريج: جاء من حديث أبي ذرّ، وابن عباس:

(۱) أما حديث أبي ذر؛ فله طريقان:

الاول: عن عبد الله بن الصامت: فرواه مسلم: ۳/ ۱۵۲۔ ۱۵۵ ووقد رواه عن حميد جماعة، يعني سبعة نفر، مطولا و مختصرا وبالفاظ مختلفة.....

انظر: الصحيح مسلم، البزار في "مسنده": ۱۱۷۱، والفاكهي في "أخبار مكة": ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، وابن أبي شيبة: ۱۸٤٤۷، وابن حبان: ۷۱۳۳، وأحمد: ٤/ ۱۷٤ و ۱۷۵، والطيالسي: ٦۱، وابن سعد في "الطبقات الكبرى"، والبيهقي في "الدلائل": ۲/ ۲۱۱ و "السنن": ۵/ ۱٤۷، وأبونعيم في "الدلائل": صـ ۲۰۷، وأبونعيم في "الحلية": ۱/ ۱۵۷، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱٦٤۰، والحاكم: ۳/ ۳٤۱ .....

(۲) وأما حديث ابن عباس؛ فقد رواه الطبراني و غيره بلفظ: ((خير ماء على وجه الارض ماء زمزم؛ فيه طعام من الطعم، وشفاء من السقم۔)) وهو مخرج في "الصحيحة": ۱۰٦۵

شرح:...... اس طویل حدیث میں سیدنا ابوذر، سیدنا انیس اور ان کے قبیلے غفار کے مسلمان ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے موضوع سے متعلقہ چیز زمزم کا پانی ہے، جس کی مقدار اور معیار دونوں کو اللہ تعالیٰ نے انتہائی

بابرکت بنایا، یہ ایسا مبارک پانی ہے کہ کھانے سے بھی کفایت کرتا ہے، نیز اس سے ہر قسم کی روحانی اور جسمانی بیماریاں دو رہو جاتی ہیں، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَـاءُ زَمْـزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ۔)) (ابن ماجه) ......"زمزم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے، وہی مقصد پورا ہو جاتا ہے۔"

کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے کا صلہ

(۱۸۴۳)۔ عَـنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الـلّٰـهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْـعَبْدِ أَن يَّأْكُلَ الأُكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرِبَ الشُّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا۔)) (الصحيحة:۱۶۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ تو اپنے بندے سے اتنی بات پر راضی ہو جاتا کہ وہ کھانا کھائے اور (اس پر) اس کی تعریف کر دے یا پانی پیئے اور اس پر اس کی حمد و ثنا بیان کر دے۔"

تخريـج: أخرجه مسلم: ۸/ ۸۷، والترمذي: ۱/ ۳۳۴۔ ۳۳۵، وأحمد: ۳/ ۱۰۰، ۱۱۷

شـــرح:...... جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو لذیذ اور مزیدار ماکولات و مشروبات سے نوازا ہے، وہاں ان نعمتوں کی بنا پر بندوں کی طرف سے اپنی تعریف و توصیف اور مدح و ثنا کو بھی بڑا پسند کیا ہے۔ اندازہ لگائیں کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا کھا کر یا پی کر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں تو وہ ہم سے راضی ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا بہت آسان ہے، لیکن پھر بھی اسے راضی کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے گا اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّـذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ. ......تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے یہ رزق دیا، مجھ میں طاقت اور قدرت نہ ہونے کے باوجود۔" (ابوداود، ترمذی)

دودھ جیسی نعمت کے تقاضے

(۱۸۴۴)۔ عَـنْ سَـمُـرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ الـنَّبِيَّ ﷺ قَـالَ: ((إِذَا رَوَيْـتَ أَهْلَكَ مِنَ الـلَّبَـنِ غَبُوْقاً فَاجْتَنِبْ مَانَهٰى اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ مَيْتَةٍ۔)) (الصحيحة:۱۳۵۳)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تو اپنے اہل خانہ کو شام کے دودھ سے سیراب کر لے تو اس مردار سے اجتناب کر، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔"

تخريـج: أخرجه الحاكم: ۴/ ۱۲۵، والبيهقي: ۹/ ۳۵۷

شـــرح:...... قارئین کرام! غور فرمائیں کہ ایک وقت میں کھانے پینے کے لیے کچھ مل جانا اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے تقاضے پورے کرنے کے لیے حرام چیز سے منع کر دیا گیا ہے۔ دودھ ایسا مشروب ہے جو کھانے سے بھی کفایت کرتا ہے، لیکن اس نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر یہ شام کو یا بھوک پیاس کے کسی بھی وقت میں نصیب ہو جائے تو پھر حرام

سے پرہیز کرنا پڑے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ شَيْئًا يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا اللَّبَنَ۔)) (صحیحہ: ۲۳۲۰) ......" میرے علم میں کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں سے کفایت کرے سوائے دودھ کے۔"

دودھ پینے کی دعا اور اس کی اہمیت

(۱۸۴۵)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ، فَقَالَتْ مَيْمُوْنَةُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا أُطْعِمُكَ مِمَّا أَهْدٰى لِي أَخِي مِنَ الْبَادِيَةِ؟ فَقَرَّبَتْ ضَبَّيْنِ مَشْوِيَّيْنِ عَلٰى قِنْوٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: كُلُوْا فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ طَعَامِ قَوْمِي، أَجِدُنِي أَعَافُهُ، وَأَكَلَ مِنْهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ خَالِدٌ فَقَالَتْ مَيْمُوْنَةُ: لَا آكُلُ مِنْ طَعَامٍ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ اسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ فَأُتِيَ بِإِنَاءِ لَبَنٍ، فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَنْ يَسَارِهِ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَسْقِيَ خَالِدًا؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا أُحِبُّ أَنْ أُوْثِرَ بِسُؤْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى نَفْسِي أَحَدًا، فَتَنَاوَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَشَرِبَ، وَشَرِبَ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَارْزُقْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ، فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ شَيْئًا يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا اللَّبَنُ۔)) (الصحيحة: ۲۳۲۰)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اور خالد بن ولید خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جنگل میں مقیم میرے بھائی نے جو ہدیہ پیش کیا ہے، کیا میں وہ آپ کو کھلاؤں؟ پھر انھوں نے کھجوروں کے گچھے پر لٹکا کر بھونی ہوئی دو عدد سانڈے پیش کیے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ میری قوم کے ماکولات میں سے نہیں ہے اور مجھے اس سے گھن آتی ہے۔" پھر سیدنا ابن عباس اور سیدنا خالد نے ان کو کھا لیا، لیکن سیدہ میمونہ نے کہا: جو کھانا رسول اللہ ﷺ نہیں کھاتے، میں بھی وہ نہیں کھاتی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مشروب طلب کیا، دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے پیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ابن عباس اور بائیں جانب خالد بن ولید بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں خالد کو پلاؤں؟" ابن عباس نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے جوٹھے کے سلسلے میں کسی کو اپنے نفس پر ترجیح نہیں دوں گا۔ پس ابن عباس نے برتن پکڑا اور دودھ پیا، پھر خالد نے پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے وہ کہے: اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما، ہمیں اس سے بہتر رزق عطا فرما۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے وہ کہے: اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں زیادہ عطا فرما، کیونکہ میرے علم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے

دونوں سے کفایت کرے سوائے دودھ کے۔‘‘

تخریج: رواہ أبو عبداللہ بن مروان القرشی فی "الفوائد":۲۵/ ۱۱۳/ ۲ ، وابوداود: ۲/ ۱۳۵ ، والترمذی: ۳۴۵۱ ، وابن السنی: ٤٦٨ ، واحمد: ۱/ ۲۸٤

شرح:...... حلال وحرام کے معاملات میں کسی انسان کا طبعی یا طبی فیصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، شریعت نے حلال وحرام کا جو تعین کر دیا یا ان کے بارے میں بنیادی قواعد پیش کر دیے۔ اب حلت وحرمت کا مسئلہ صرف شریعت کی کسوٹی اور معیار کے مطابق ہی حل کیا جائے گا۔ اس حدیث اور کئی دوسری احادیث سے یہی حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ سانڈے حلال ہیں۔ مزید بحث ’’سانڈے کی حلت وحرمت‘‘ کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَارْزُقْنَا خَیْراً مِنْهُ...... اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما، ہمیں اس سے بہتر رزق عطا فرما۔

اور دودھ پینے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ ، وَزِدْنَا مِنْهُ...... اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں زیادہ عطا فرما۔

دودھ ایسی غذا ہے جو کھانے کا کھانا اور مشروب کا مشروب ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں وضاحت کی ہے۔

مشروب میں گرنے والی مکھی کو نکالنے کا طریقہ اور وجہ

(۱۸٤٦)۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ، قَالَ: قَالَ : ((إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِی شَرَابِ أَحَدِكُمْ ، فَلْیَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِیَنْتَزِعْهُ ، فَإِنَّ فِی إِحْدٰی جَنَاحَیْهِ دَاءً ، وَفِی الْأُخْرٰی شِفَاءً۔)) (الصحیحة: ۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب مکھی کسی کے مشروب میں گر جائے تو وہ اس کو مکمل طور پر ڈبو دے اور پھر نکال لے، کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا۔‘‘

تخریج: ولہ عن ابی ھریرۃ طرق: أخرجه البخاری: ۲/ ۳۲۹ و ٤/ ۷۱۔۷۲ ، وأحمد: ۲/ ۲٦۳ و ۲/ ۳٤۰ و ۳۵۵ و ۳۸۸ و ۳۹۸ و ۳/ ۲۲۹ و ۲٤٦ ، وابن ماجه: ۳۵۰۵ ، وأبوداود: ۳۸٤٤ ، وھذا فی "المسند": ۳/ ۲۲۹ و ۲٤٦ ، والحسن بن عرفة فی "جزئه": ۹۱/ ۱ ، والدارمی: ۲/ ۹۹ ، وابن حبان: ۱۲٤۳ و ۵۲۲٦۔ الاحسان ، والفاکھی فی "حدیثه": ۲/ ۵۰/ ۲

شرح:...... قارئین کرام! سب سے پہلے اپنے فطرتی مزاج کو مغلوب کرتے ہوئے شریعت کی حقانیت کو تسلیم کرنا چاہیے اور اس کے حق ہونے کا برملا اظہار کرنا چاہیے۔ ہاں اگر کوئی آدمی اس حدیث کو برحق تسلیم کرتے ہوئے ایسی چیز کو طبعی طور پر نہ کھا سکتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ کسی دوسرے آدمی کو کھلا پلا کر اس کو ضائع ہونے سے بچانے کی

کوشش کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے خود ایک حلال جانور کا گوشت طبعی طور پر ناپسند کرنے کی وجہ سے نہیں کھایا تھا۔ جیسا کہ ''سانڈے کی حلت وحرمت'' کے عنوان کے تحت ذکر کی گئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں نبی معظم ﷺ نے جو بات بیان کی ہے، سائنسی تحقیقات بھی اس کلیے کی تائید کرتی ہیں۔

(۱۸٤۷)۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ، فَأَتَانَا بِزُبَدٍ وَكُتْلَةٍ فَأَسْقَطَ ذُبَابٌ فِي الطَّعَامِ، فَجَعَلَ أَبُوْ سَلَمَةَ يَمْقُلُهُ بِأُصْبَعِهِ فِيْهِ، فَقُلْتُ: يَاخَالُ! مَاتَصْنَعُ؟ فَقَالَ: إِنَّ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَنِي عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَحَدَ جَنَاحَيِ الذُّبَابِ سَمٌّ، وَالآخَرَ شِفَاءٌ، فَإِذَا وَقَعَ فِي الطَّعَامِ، فَامْقُلُوْهُ، فَإِنَّهُ يُقَدِّمُ السَّمَّ وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ۔)) (الصحيحة:٣٩)

سعید بن خالد کہتے ہیں: میں ابوسلمہ کے پاس گیا، اس نے مکھن اور کھجور اور آٹے وغیرہ کی بنائی ہوئی کوئی چیز پیش کی۔ اتنے میں ایک مکھی کھانے میں گر پڑی، ابوسلمہ نے اپنی انگلی کے ساتھ اسے (کھانے میں) ڈبویا۔ میں نے کہا: ماموں جان! یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک مکھی کے ایک پر میں زہر ہے اور دوسرے میں شفا۔ اگر یہ کھانے میں گر جائے تو اس کو مکمل ڈبو دیا کرو، کیونکہ یہ (گرتے وقت) زہر والے پر کو مقدم کرتی ہے اور شفا والے پر کو مؤخر۔''

تخريج: رواه أحمد: ٣/ ٦٧ وابن ماجه: ٣٥٠٤، و الطيالسي في "مسنده": ٢١٨٨ وعنه النسائي: ٢/ ١٩٣، وابو يعلى في "مسنده": ق ٦٥/ ٢، وابن حبان: في "الثقات": ٢/ ١١١٠٢، وفي "الصحيح": ١٢٤٤۔ الاحسان

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث تین صحابہ: سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا ابوسعید اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے صحیح اسانید کے ساتھ مروی ہے، اس کے ثبوت میں شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بعض غالی شیعوں اور کچھ دوسرے ہٹ دھرموں نے اس حدیث کو اپنی بیمار عقلوں کے معیار کے مخالف دیکھ کر یہ دعوی کر دیا کہ ابو ہریرہ نے یہ روایت بیان کرنے میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا ہے۔ لیکن ان بیچاروں کو کون بتلائے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ نے بھی آپ ﷺ سے یہ حدیث بیان کی ہے؟

ہائے افسوس! کیا ان لوگوں کو پتہ تھا کہ اس حدیث کو بیان کرنے میں ابو ہریرہ منفرد اور اکیلے نہیں ہیں یا کہ یہ جاہل تھے۔ اگر ان کو دوسرے صحابہ کے بارے میں علم تھا تو انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو معلول کیوں قرار دیا؟ اور لوگوں کو اس وہم وشبہ میں کیوں مبتلا کر دیا کہ کسی اور صحابی نے یہ حدیث بیان نہیں کی؟ اور اگر یہ دوسرے صحابہ کی روایات کے بارے میں جاہل تھے تو انھوں نے ابو ہریرہ پر جھوٹ بولنے کا الزام لگانے سے پہلے حدیث شریف کا علم رکھنے والے محدثین سے رابطہ کیوں نہیں کیا کہ کیا ابو ہریرہ واقعی اس روایت کو بیان کرنے میں متفرد اور اکیلے ہیں؟ ان

کے بارے میں تو کسی نے کیا خوب کہا:

فَاِنْ کُنْتَ لَاتَدْرِیْ فَتِلْكَ مُصِیْبَةٌ وَاِنْ کُنْتَ تَدْرِیْ فَالْمُصِیْبَةُ اَعْظَمُ

......اگر تو نہیں جانتا تو یہ بھی مصیبت ہے اور اگر جانتا ہے تو یہ اُس سے بڑی مصیبت ہے۔

جبکہ بعض (کج فہم) لوگوں نے یہ افواہ پھیلا رکھی ہے کہ یہ حدیث طبیبوں اور ڈاکٹروں کے تجربے کے مخالف ہے، اُن کا کہنا ہے کہ مکھی کی ٹانگوں اور پروں کے ساتھ گندے جراثیم لگے ہوئے ہوتے ہیں، جب وہ کسی کھانے یا مشروب میں گرتی ہے تو وہ جراثیم آلودہ ہو جاتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث طبیب لوگوں کی مخالفت نہیں، بلکہ ان کی تائید اور موافقت کرتی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے خود فرما دیا کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے یہ انکشاف بھی کر دیا کہ دوسرے پر میں شفا ہوتی ہے، جبکہ ڈاکٹروں کو اس شق کا علم نہیں تھا۔ اب ان کو چاہیے کہ اگر وہ مسلمان ہیں تو نبی کریم ﷺ کے اس انکشاف پر ایمان لائیں، کیونکہ صحیح اور معتبر علم کا یہ تقاضا ہے کہ کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سرے سے وہ چیز نہیں پائی جاتی۔

اگر فرض کریں کہ نئی تحقیق اور سائنسی علم اس حدیث کے صحیح ہونے کا تقاضا نہیں کرتا، تو بہر حال یہ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سلسلے میں اطبا اور ڈاکٹر حضرات کی آرا مختلف ہیں، میں نے خود کئی رسالوں اور جریدوں میں مختلف اقوال پڑھے، کسی سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے اور کسی سے تردید۔

ہم چونکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ مبارکہ میں بیان کیے گئے مضامین کے تصدیق شدہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔﴾ (سورۂ نجم: ۳، ۴)

......''اور نہ وہ رسول اپنی خواہش سے کوئی بات کرتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جا اتاری جاتی ہے۔'' اس لیے ہمارے لیے یہ چیز باعثِ تشویش نہیں ہے کہ آیا علم جدید یا علم طبّ بھی احادیث کے مفاہیم کی تائید کرتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ حدیثِ رسول خود ایک مستقل بنفسہ دلیل ہے اور کسی قسم کے خارجی سہارے یا تقویت کی محتاج نہیں ہے۔

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جب نئی تحقیقات، احادیثِ نبویہ کے مضامین کی موافقت کرتی ہیں تو ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قارئین کے استفادہ کے لیے ایک طبیب کے لیکچر کا خلاصہ بیان کر دوں، جو اس نے مصر میں "جمعية الهداية الاسلامية" میں اس حدیث کو موضوع بنا کر دیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: مکھی جراثیموں سے بھرے ہوئے گندے مواد پر بیٹھتی ہے، جو مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ مکھی بعض جراثیموں کو نگل لیتی ہے، جبکہ بعض اس کے پروں کے ساتھ معلق ہو جاتے ہیں۔ اس سے اس کے جسم میں ایک زہریلا مواد پیدا ہوتا ہے، جس کو ماہرین طب ''اینٹی بیکٹیریا'' کہتے ہیں، یہ بیکٹیریا کئی بیماریوں کے جراثیموں کو قتل کرتا ہے، بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اِس کی موجودگی میں اول تو کوئی جراثیم زندہ ہی نہیں رہ سکتا اور زندہ رہنے کی صورت

میں جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

مکھی کے ایک پر میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ ''اینٹی بیکٹیریا'' اس کے ایک پر کے کنارے پر منتقل ہو جاتا ہے۔ جب کوئی مکھی کسی مشروب یا کھانے میں گرتی ہے تو نقصان دہ جراثیم بھی اس میں گر جاتے ہیں۔ ایسے میں ان کو ہلاک کرنے کے لیے اور کھانے کو مضر جراثیموں سے پاک کرنے کے لیے ''اینٹی بیکٹیریا'' کی ضرورت پڑتی ہے، جو مکھی کے پر کے کنارے پر پڑا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاں مکھی کی وجہ سے بیماریوں کے پھیلنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے، وہاں ان کے علاج کے اسباب بھی اسی مکھی میں موجود ہوتے ہیں۔ جب مکھی کو مشروب میں مکمل ڈبو دیا جاتا ہے تو نقصان دہ جراثیم اپنی موت آپ مر جاتے ہیں اور ان کا عمل بے اثر ہو جاتا ہے۔ (صحیحہ: ۳۹)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب ہم طبعی طور پر احادیثِ نبویہ میں بیان کیے گئے مضامین سے اتفاق نہ کریں، تو ایسے میں اپنے مزاج کو شکست دے کر احادیث اور ان کے تقاضوں کو برحق تسلیم کرنا چاہیے۔

کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونا اور اس کی وجہ

(۱۸٤۸)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعاً: ((مَنْ بَاتَ وَفِي يَدِهِ غَمَرٌ فَأَصَابَهُ شَيْءٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ۔)) (الصحيحة: ۲۹٥٦)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی نے اس حال میں رات گزاری کہ اس کے ہاتھ پر گوشت کی چکناہٹ لگی ہو اور پھر اس وجہ سے اسے کوئی (جانور) ڈس لے (یا اس کا ہاتھ نگل لے) تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔''

تخريج: هو من حديث ابن عباس، وله عنه طريقان: أحدهما: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ۱۲۱۹، والطبراني في "المعجم الأوسط": ۱/ ۱۸٥/ ۲/ ۳٤۰۷ والطريق الآخر: أخرجه الطبراني في "الأوسط": ۱/ ۳۰/ ۲/ ٤۹٤۔ بترقيمي

شرح:...... اسلام ہمدردی و خیر خواہی پر مشتمل ہدایات کا مجموعہ ہے، اسلام کو یہ بات انتہائی ناگوار گزرتی ہے کہ مسلمان اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر بیٹھے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اس قابل صد افتخار مذہب کو اپنے لیے باعثِ فخر اور عزت و عظمت کا نشان سمجھ کر اس کے اشاروں کے مطابق زندگی گزاریں۔

چکناہٹ والی چیزوں کے بعد کلی کرنا

(۱۸٤۹)۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا شَرِبْتُمُ اللَّبَنَ فَمَضْمِضُوْا فَإِنَّ لَهُ دَسَماً۔)) (الصحيحة: ۱۳٦۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم دودھ پیو تو کلی کر لیا کرو، کیونکہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ۱/ ۱۸۱

شرح:...... دودھ پینے کے بعد کلی کرنے کے فوائد اور نہ کرنے کے نقصانات واضح ہیں، اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ شریعتِ اسلامیہ نے ہر موڑ پر اور تمام امور میں ہماری رہنمائی کی ہے، اگرچہ ان امور کا تعلق دنیوی زندگی اور جسمانی فوائد سے ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا، پھر پانی منگوا کر کلی کی اور فرمایا: ''اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔'' (بخاری، مسلم) بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم مستحب ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمُرُّ بِالْقِدْرِ فَيَأْخُذُ الْعَرَقَ فَيُصِيْبُ مِنْهُ، ثُمَّ يُصَلِّي وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً۔ وَفِي رِوَايَةٍ: فَمَا تَوَضَّأَ وَلَا تَمَضْمَضَ۔ (صحیحه: ۳۰۲۸) ...... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہانڈی کے پاس سے گزرتے تو گوشت والی ہڈی نکال لیتے اور اس سے گوشت نوچتے، پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے، بلکہ پانی تک کو نہ چھوتے اور ایک روایت میں ہے: نہ وضو کیا اور نہ کلی کی۔

چونکہ گوشت میں بھی چکناہٹ ہوتی ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ اس باب میں دیا گیا حکم مستحبّ ہے۔

غلاموں اور خادموں کے حقوق

(۱۸۵۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((إِذَا أَصْنَعَ خَادِمُ أَحَدِكُمْ لَهُ طَعَامَهُ، فَكَفَاهُ حَرَّهُ وَبَرْدَهُ، فَلْيُجْلِسْهُ مَعَهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُنَا وِلْهُ أُكْلَةً فِي يَدِهِ))

(الصحيحة: ٤١٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی کا خادم اس کے لیے کھانا تیار کرے، تو چونکہ اس نے اسے کھانے کی گرمی و سردی سے کفایت کیا ہے، اس لیے اُس (آقا یا مالک) کو چاہئے کہ وہ اسے اپنے ساتھ بٹھا لے (تا کہ وہ بھی کھانا کھا لے) اور اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرتا ہو تو اسے کچھ کھانا تھما دے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ۲/ ۲۵۹

شرح:...... اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رزق دینے کے دو انداز اختیار کیے ہیں: (۱) بعض لوگوں کو براہِ راست ایسے اسباب مہیا کرنا کہ جن کے ذریعے وہ رزق حاصل کرتے ہیں۔ (۲) دوسرے لوگوں کے ذریعے۔ خادم قسم کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوسرا انداز اختیار کیا ہے کہ وہ امیر لوگوں کی خدمت کر کے یا ان کے ہاں مزدوری کر کے اپنی روزی کا اہتمام کرتے ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کو گھٹیا اور کم تر سمجھ کر ان کے ساتھ انتہائی برا سلوک کیا جاتا ہے۔ بات بات پر ان کو سزا دینا، جھڑکنا، ان کے سکون کا خیال نہ کرنا اور انھیں مزیدار اور اعلی قسم کے کھانوں سے محروم رکھنا معمول بن چکا ہے۔ بہرحال ایسا کرنا اسلامی تو اسلامی، کسی انسانی مزاج کا بھی تقاضا نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں در در کی ٹھوکریں کھانے سے کفایت کیا ہے، عزت کے ساتھ روزی دی ہے تو کیا ہم اس کے تقاضے

پورے کرتے ہوئے اپنے خادموں اور نوکروں چاکروں کو بھی اس وسیع رزق کی انتہائی معمولی مقدار دینے سے قاصر ہیں؟

(۱۸۵۱)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعاً: ((إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَلْيُجْلِسْهُ فَلْيَأْكُلْ مَعَهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُنَاوِلْهُ مِنْهُ۔)) (الصحيحة:١٢٩٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کسی کا خادم اس کا کھانا لے کر آئے تو وہ اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لے، تاکہ وہ بھی کھانا کھا سکے، اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرے تو اسے کھانا دے دیا کرے (تاکہ وہ علیحدہ ہو کر کھا لے)۔“

تخريج: أخرجه البخاري في"الأدب المفرد" ٣١، والدارمي: ٢/ ١٠٧، وابن ماجه: ٢/ ٣٠٨، وأحمد: ٢/ ٤٧٣، وأخرجه الترمذي: بلفظ ((اذا كفى))

(۱۸۵۲)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَلْيُجْلِسْهُ فَلْيَأْكُلْ مَعَهُ فَإِنْ أَبَى أَنْ يُجْلِسَهُ مَعَهُ فَلْيُنَاوِلْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلِيَ عِلَاجَهُ وَحَرَّهُ۔)) (الصحيحة:١٣٩٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کسی کا خادم اس کے لیے کھانا لے کر آئے تو وہ اسے اپنے ساتھ بٹھا لے، اگر وہ اسے اپنے ساتھ نہیں بٹھانا چاہتا تو اسے ایک دو لقمے پکڑا دے، کیونکہ وہ کھانا تیار کرتا رہا اور گرمی برداشت کرتا ہے۔“

تخريج: أخرجه البخاري: ٣/ ١٣١ و ٧/ ٧١۔ النهضة، وأحمد: ٢/ ٢٨٣، ٤٠٩، ٤٣٠، والدارمي: ٢/ ١٠٧، ومسلم: ٥/ ٩٤، وأحمد: ٢/ ٤٠٦، ٢٧٧، وأبوداود: ٢/ ٣٢٨۔ الحلبي

(۱۸۵۳)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَوْقُوْفاً: ((إِذَا جَاءَ خَادِمُ أَحَدِكُمْ بِطَعَامِهِ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ، أَوْ لِيُنَاوِلْهُ مِنْهُ، فَإِنَّهُ هُوَ الَّذِي وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ۔)) (الصحيحة: ١٠٤٢)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب کسی کا خادم اس کے لیے کھانا لے کر آئے تو وہ اسے اپنے ساتھ بٹھا لے یا پھر اسے (کھانے کے لیے) کوئی چیز تھما دے، کیونکہ خادم ہی نے اس کی گرمی اور دھواں برداشت کیا ہے۔“

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٢/ ٣٠٨، وأحمد: ١/ ٣٨٨، ٤٤٦

شرح:...... اسلام نے عدل و انصاف اور اخوت و مساوات پر حد درجہ زور دیا ہے اور احترامِ انسانیت کا سب سے زیادہ خیال رکھا ہے۔ اگر ظاہری حقوق کا اعتبار کریں تو غلام معاشرے کے سب سے کم مرتبے والے لوگ ہیں، لیکن اسلام نے ان کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی وضاحت کر دی کہ یہ سلوک اس طرح کیا جائے کہ مالکان جو خود کھائیں اور پہنیں، وہی اپنے غلاموں کو کھلائیں اور پہنائیں، ان کے معاملے میں عفو و درگذر کے پہلو کو وسیع رکھیں اور ان کی مجبوری و ماتحتی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں، کیونکہ وہ دین اور انسان ہونے کی حیثیت سے اپنے آقاؤں

کے بھائی ہیں۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے امیر طبقے سے شکر و تشکر وصول کرنے کے لیے غریب طبقے کو وجود بخشا ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم خادموں اور غلاموں کی معینہ تنخواہ کو ہی ان کے حق میں کافی نہ سمجھیں، بلکہ موقع محل کے مطابق ان کی دلجوئی کرتے رہیں۔

دعوت قبول کرنا

(١٨٥٤)۔ اِبْنُ جَرِيْجٍ ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعَ جَابِراً يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ لِطَعَامٍ ، فَلْيُجِبْ ، فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ۔)) (الصحيحة:٣٤٧)

ابن جریج کہتے ہیں: مجھے ابو زبیر نے خبر دی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو دعوت دے، تو وہ قبول کرے، پھر اگر چاہے تو کھالے اور چاہے تو نہ کھائے۔“

تخريج:أخرجه الطحاوي في ”مشكل الآثار“: ٤/ ١٤٨ ، وابوداود: ٢٧٤٠ ، واحمد: ٣/ ٣٩٢ ، وابن ماجه: ١٧٥١

شرح:...... جہاں مسلمانوں کا ایک دوسرے کو کھانے وغیرہ کی دعوت دینا باعثِ محبت ہے، وہاں دعوت قبول نہ کرنا باعثِ نفرت بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے داعی کی دعوت قبول کرنے کو ضروری قرار دیا ہے، بلکہ اس کو مسلمان کا حق قرار دیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ۔)) (بخاری، مسلم) ......”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی تیمارداری کرنا، جنازے کی پیروی کرنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کر (الحمد للہ کہنے والے) کو ”یرحمک اللہ“ کہنا۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا کھانے پر طبیعت نہ بھی تب بھی دعوت دینے والے کے گھر چلے جانا چاہیے۔

اگر روزہ دار کو دعوت دی جائے تو وہ کیا کہے

(١٨٥٥)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ ، فَإِنْ كَانَ مُفْطِراً فَلْيَأْكُلْ ، وَإِنْ كَانَ صَائِماً فَلْيُصَلِّ۔)) (الصحيحة:١٣٤٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ قبول کرے، پھر اگر وہ روزے کی حالت میں نہ ہو تو کھالے اور اگر روزے کی حالت میں ہو تو (داعی کے لیے) دعا کر دے۔“

تخريج: رواه أبو عبيد في ”غريب الحديث“ ٢٩/ ١ ، ورواه أصحاب السنن

شرح:...... معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کہ دعوت کی وجہ سے نفلی روزہ توڑا جائے، ہاں داعی کو راضی کرنے کے لیے

اور اس کی محبت کے اظہار کا جواب دینے کے لیے اس کے حق میں دعا کر دی جائے۔

(۱۸۵٦)۔ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتٰى أُمَّ حَرَامٍ، فَأَتَيْنَاهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ، فَقَالَ: ((رُدُّوا هٰذَا فِي وِعَائِهِ، وَهٰذَا فِي سِقَائِهِ، فَإِنِّي صَائِمٌ۔)) قَالَ: ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ تَطَوُّعاً، فَأَقَامَ أُمَّ حَرَامٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا، وَأَقَامَنِي عَنْ يَمِيْنِهِ۔ فِيْمَا يَحْسِبُ ثَابِتٌ۔ قَالَ: فَصَلّٰى بِنَا تَطَوُّعاً عَلٰى بِسَاطٍ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ، قَالَتْ: أُمُّ سُلَيْمٍ: إِنَّ لِي خُوَيْصَةً، خُوَيْدِمُكَ أَنَسٌ، أُدْعُ اللّٰهَ لَهُ، فَمَا تَرَكَ يَوْمَئِذٍ خَيْراً مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا دَعَا لِي بِهِ ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيْهِ۔)) قَالَ أَنَسٌ: فَأَخْبَرَتْنِي ابْنَتِي أَنِّي قَدْ رُزِقْتُ مِنْ صُلْبِي بِضْعاً وَتِسْعِيْنَ، وَمَا أَصْبَحَ فِي الْأَنْصَارِ رَجُلٌ أَكْثَرَ مِنِّيْ مَالاً ثُمَّ قَالَ أَنَسٌ: يَا ثَابِتُ! مَا أَمْلِكُ صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا خَاتَمِي۔ (الصحيحة: ١٤١)

جنابِ ثابت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، ہم کھجور اور گھی آپ ﷺ کے پاس لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (کھجور) برتن میں اور یہ (گھی) مشکیزے میں واپس کر دو، کیونکہ میں روزے دار ہوں۔'' پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہمیں دو رکعت نفلی نماز پڑھائی، ام حرام اور ام سلیم کو ہمارے پیچھے اور مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، جیسا کہ ثابت نے بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں چٹائی پر نفلی نماز پڑھائی۔ جب نماز مکمل کی تو ام سلیم نے کہا: یہ آپ کا پیارا سا خادم انس ہے، اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں۔ جواباً آپ ﷺ نے ان کے لیے دنیا و آخرت کی ہر خیر و بھلائی کی دعا کی۔ پھر فرمایا: ''اے اللہ! اس کے مال و اولاد میں کثرت فرما اور پھر اس کے لیے اس میں برکت فرما۔'' انس کہتے ہیں: مجھے میری بیٹی نے بتلایا کہ میری اولاد میں نوے سے زائد افراد ہو چکے ہیں اور انصار کا کوئی آدمی مجھ سے زیادہ مال والا نہیں تھا۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ثابت! میں اس انگوٹھی کے علاوہ سونے اور چاندی کا مالک نہیں ہوں۔

تخريج: رواه البخاري: ١/ ٤٩٤، ومسلم: ٢/ ١٢٨، أبوداود: ٦٠٨، و أحمد: ٣/ ١٠٨، ١٩٣-١٩٤، وأبوعوانه: ٢/ ٧٧، والطيالسي: ٢٠٢٧، وفي بعضها اختصار۔

شرح: ...... معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی وجہ سے دعوت کو مسترد کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے کیا ہے۔ لیکن دعوت کی وجہ سے نفلی روزہ توڑنا بھی جائز ہے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا، جب کھانا (دسترخوان پر) رکھا گیا تو ایک آدمی نے کہا: میں تو روزے دار ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((دَعَاكَ أَخُوْكَ وَتَكَلَّفَ لَكَ فَصُمْ مَكَانَهُ إِنْ شِئْتَ۔)) ...... ''تیرے بھائی نے تجھے دعوت دی اور تیرے لیے تکلف کیا، (اس لیے روزہ توڑ دے) اور اگر چاہے تو اس کی جگہ پر ایک اور روزہ رکھ لینا۔''

(بیهقی، قال الحافظ ابن حجر : اسناده حسن)

قارئین کرام! نفلی روزہ توڑنا جائز ہے، اس کی مفصل بحث ''الصیام والقیام'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا مال و دولت اور آل و اولاد میں برکت و کثرت کی دعا کرنا اور کسی نیک آدمی سے کروانا بھی درست ہے۔

شکار کے احکام

(١٨٥٧)۔ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَمَيْتَ الصَّيْدَ فَأَدْرَكْتَهُ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، وَسَهْمُكَ فِيهِ فَكُلْهُ مَالَمْ يَنْتَنْ۔)) (الصحيحة: ١٣٥٠)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو شکار کو تیر وغیرہ مارتا ہے، لیکن وہ (غائب ہو جاتا ہے اور) تجھے تین دنوں کے بعد ملتا ہے اور تیرا تیر اس میں موجود ہوتا ہے تو جب تک وہ بدبودار (اور متعفن) نہ ہو، اسے کھانے کے لیے استعمال کر لیا کر۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢٨٦١، ورواه مسلم في "صحيحه": ٦/ ٥٩ دون قوله: ((سهمك فيه))

(١٨٥٨)۔ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُلْ مَارَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ)) رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ۔ (الصحيحة: ٢٠٢٨)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تیری کمان (جس شکار کو) واپس پلٹا دے (یعنی جس جانور کو شکار کر لے) اسے کھا لے۔'' یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمرو، سیدنا ابو ثعلبہ خشنی، سیدنا عقبہ بن عامر اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج: (١)۔ أماحديث ابن عمرو فأخرجه أبوداود: ٢٨٥٧، والنسائي: ٢/ ١٩٦، و أحمد: ٢/ ١٨٤

(٢)۔ وأماحديث أبي ثعلبة فأخرجه أبوداود: ٢٨٥٦، وأخرجه الترمذي: ١/ ٢٧٧

(٣، ٤)۔ وأماحديث عقبة بن عامر وحذيفة بن اليمان فأخرجه أحمد: ٤/ ١٥٦، ٥/ ٣٨٨

شرح:...... تیر، گن، سدھائے ہوئے جانور اور پرندے وغیرہ کے ذریعے شکار کرنے کا ادب یہ ہے کہ ''بسم اللہ'' پڑھ کر فائر کیا جائے یا کتا وغیرہ چھوڑا جائے، اگر شکاری شکار تک اس حال میں پہنچے کہ وہ مکمل مر چکا ہو تو وہ حلال ہو گا، بشرطیکہ زخم کی وجہ سے خون نکلا ہوا ہو۔ اگر شکار زندہ مل جائے تو اسے ذبح کر دے۔

شکار کا ایک ادب اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آدمی کو شکار میں صرف اپنا تیر نظر آئے، بشرطیکہ اس نے ''بِسْمِ اللّٰه'' پڑھ کر تیر پھینکا ہو، تو وہ اسے کھا لے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ شکار اس کے تیر کی وجہ سے مرا۔ ہاں اگر اس میں کسی دوسرے تیر کا زخم ہو یا کسی جانور کی کاٹ کا نشان ہو یا اس پر پانی میں ڈوبنے کے آثار ہوں تو ان تمام صورتوں میں شکار حلال نہ ہو گا۔

سفر کے آداب

(۱۸۵۹)۔ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سِرْتُمْ فِي أَرْضٍ خَصْبَةٍ، فَأَعْطُوْا الدَّوَابَّ حَقَّهَا أَوْ حَظَّهَا وَإِذَا سِرْتُمْ فِي أَرْضٍ جَدْبَةٍ فَانْجُوْا عَلَيْهَا، وَعَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ وَإِذَا عَرَّسْتُمْ، فَلَا تَعْرُسُوْا عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ فَإِنَّهَا مَأْوٰى كُلِّ دَابَّةٍ۔)) (الصحيحة:۱۳۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سبزہ زاروں میں سفر کر رہے ہو تو جانوروں کو ان کا حق دیا کرو (یعنی ان کو چرنے دیا کرو) اور جب قحط زدہ زمین سے گزر ہو رہا ہو تو تیز چلا کرو اور رات کو سفر کیا کرو کیونکہ رات میں زمین کی مسافت مختصر ہو جاتی ہے۔ جب تم کہیں پڑاؤ ڈالو تو وسطِ راہ میں ڈیرہ مت لگایا کرو، کیونکہ (ایسے مقامات رات کو) ہر قسم کے جانوروں کا ٹھکانہ ہوتے ہیں۔"

تخريج: أخرجه البزار: صـ ۱۱۳ ـ زوائده، والبيهقي: ۵/ ۲۵۶

شرح:...... جب لوگ اونٹوں، گھوڑوں، خچروں اور گدھوں جیسی سواریوں پر سفر کرتے تھے، تو وہ صرف اپنے ہمراہ کھانے پینے کی چیزیں لے کر جاتے تھے، جانوروں کی خوراک کا انحصار زمین کی پیداوار پر ہوتا تھا۔ اس لیے شریعت نے سبزہ زاروں میں جانور کو چرنے کا موقع دینے کا حکم دیا اور قحط زدہ زمین میں جلدی سفر کرنے کی تلقین کی ہے تاکہ چارہ نہ ملنے کی وجہ سے جانور اتنا کمزور نہ ہو جائے کہ وہ چلنے سے عاجز آ جائے، اگر اس قاعدے پر عمل کیا گیا تو جانور بھی ظلم سے بچ جائے گا اور مسافر کو بھی کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی۔

حدیث کے دوسرے حصے میں سفر کے مزید دو آداب کی نشاندہی کی گئی ہے کہ رات کو سفر کرنا چاہیے اور دورانِ سفر پڑاؤ ڈالتے وقت راستے کو استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ پاکستان سے سعودی عرب کی طرف ہوائی سفر کرنے والے ایک دوست نے بتایا کہ دن کی بہ نسبت رات کو کچھ کم وقت صرف ہوتا ہے، ممکن ہے کہ یہ فرق اسی حدیث میں بیان کی گئی وجہ کی بنا پر ہو کہ رات کو زمین کی مسافت کم کر دی جاتی ہے۔ بہر حال دن اور رات کو سفر کرنے والے حضرات اس حدیث میں بیان کیے گئے فرق کی تائید کریں گے۔

ہمسائیوں کے حقوق

(۱۸۶۰)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا طَبَخْتُمُ اللَّحْمَ فَأَكْثِرُوْا الْمَرَقَ أَوِ الْمَاءَ فَإِنَّهُ أَوْسَعُ، أَوْ أَبْلَغُ لِلْجِيْرَانِ۔)) (الصحيحة:۱۳۶۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم گوشت پکاؤ تو اس میں شوربا یا پانی زیادہ کر لیا کرو، کیونکہ وہ زیادہ پڑوسیوں کو دیا جا سکے گا۔"

تخريج: أخرجه أحمد: ۳/ ۳۷۷

شرح:...... اسلام نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر بہت زور دیا ہے، بلکہ سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حضرت جبریل علیہ السلام پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی ہمیشہ تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ میں گمان کرنے لگا کہ یہ اسے وراثت میں بھی شریک ٹھہرا دیں گے۔'' (بخاری، مسلم) اس حدیث میں بھی پڑوسی کے ایک حق کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب شوربے والا سالن پکایا جائے تو اس میں کیا حرج ہے کہ اس میں ایک پلیٹ سالن کے بقدر پانی ڈال دیا جائے، تاکہ ہمسائیوں سے بھی تعاون ہو جائے۔

صدقے کا ہدیے میں تبدیل ہونا

(۱۸۶۱)۔ عَـنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ دَخلَ بَيْتَ عَـائِشَةَ فَـرَأٰى لَـحْماً، فَقَالَ: ((اِشْوُوا لَنَا مِـنْـهُ۔)) فَـقَـالُـوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! إِنَّهَا صَدَقَةٌ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِشْوُوْا لَنَا مِنْهُ، فَقَدْ بَلَغَ مَحِلَّهُ۔)) (الصحيحة:٢٠٤٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے اور گوشت دیکھ کر فرمایا: ''اس کا کچھ حصہ ہمارے لیے بھونو۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ تو صدقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بس تم اس کا کچھ حصہ ہمارے لیے بھون دو، یہ اپنے مقام پر پہنچ چکا ہے۔''

تخريج: أخرجه أبو يعلى: ٢/ ٧٩٦، ومن طريقه الضياء في "الأحاديث المختارة": ق ١٩٤/ ٢، والحديث في "الصحيحين" بلفظ: ((هو عليها صدقة، ولنا هدية۔))

شرح:...... آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے، اس حدیث میں مذکورہ گوشت دراصل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا، وہ بطورِ ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتی تھیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا جائز تھا۔

یاد رہے کہ جب کوئی غریب آدمی صدقہ اور زکوۃ وصول کرتا ہے تو وہ اس کی ملکیت بن جاتا ہے، وہ اس میں سے صدقہ کر سکتا ہے، مہمانوں کی ضیافت کر سکتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بطورِ تحفہ بھی کوئی چیز دے سکتا ہے۔

کھانا کھلانے، شیریں گفتگو کرنے اور اسکی ترغیب

(۱۸۶۲)۔ عَـنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ مَرْفُوْعاً: ((أَطْعِمُوْا الطَّعَامَ، وَأَطِيْبُوْا الْكَلَامَ۔)) (الصحيحة:١٤٦٥)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(لوگوں کو) کھانا کھلایا کرو اور عمدہ کلام کیا کرو۔''

تخريج: رواه الطبراني: ١/ ٢٧٥/ ٢

شرح:...... جہاں اخلاق حسنہ کے یہ دو پہلو عظیم اور اہم ہیں، وہاں ہم لوگ ان کو اپنانے سے محروم ہیں، ہمارے معاشرے میں ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے'' کا قانون عام ہے۔ ہم مسکراتے تو ہیں، لیکن مسکراہٹوں کے مقابلے میں۔

ہم تحائف تو پیش کرتے ہیں، لیکن ہدیوں کے مقابلے میں۔ رہا مسئلہ اس کا جو ہمارے ساتھ بداخلاقی اور اکھڑ مزاجی کا مظاہرہ کرتا ہے اور ہمیں محروم کرتا ہے تو یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ ہم اس کے حق میں حسن اخلاق کے پیکر بن جائیں۔ ہم نے اپنے میٹھے میٹھے بولوں کے لیے شخصیات کا تعین کر لیا ہے۔

قارئین کرام! اس حدیث مبارکہ میں جن امور کا حکم دیا گیا ہے، ان کا تعلق مسلمانوں سے ہے، ہمارے مخصوص لوگوں سے نہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اسلام کے رشتے کو سامنے رکھیں، نہ کہ اپنی ذاتی ترجیحات کو۔ یہ دو عظیم صفات جنت میں لے جانے کا سبب بنتی ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرْفَةً يُرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا۔)) فَقَالَ اَبُوْ مَالِكٍ اَشْعَرِیّ: لِمَنْ هِیَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((لِمَنْ اَطَابَ الْكَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَبَاتَ قَائِمًا وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔)) (معجم كبير، مستدرك حاكم) ...... ''بیشک جنت میں ایسا بالا خانہ ہے کہ اس کا ظاہری منظر اندر سے اور اندر والا منظر باہر سے نظر آتا ہے۔'' سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کس کے لیے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو عمدہ کلام کرتا ہے، کھانا کھلاتا ہے اور رات کو جب لوگ سور ہے ہوتے ہیں تو وہ نماز پڑھتا ہے۔''

(۱۸۶۳)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَطْعِمُوْا الطَّعَامَ، وَأَفْشُوا السَّلَامَ، تُوْرِثُوْا الْجِنَانَ۔)) (الصحيحة:١٤٦٦)

محمد بن زیاد کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرتے اور کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(لوگوں کو) کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو، جنتوں کے وارث بن جاؤ گے۔''

تخريج: رواه المقدسي في "المختارة" ١٣٥/١

شرح:...... "السلام عليكم ورحمة الله وبركاته" کی اشاعت کرنا نہ صرف امت مسلمہ کا شعار اور امتیاز ہے، بلکہ جنت میں لے جانے والا بہت بڑا سبب ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَاتَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔)) (مسلم) ...... ''تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو گے، جب تک ایمان نہیں لاؤ گے اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک آپس میں محبت نہیں کرو گے۔ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتا دوں کہ اس کو اپنانے سے آپس میں محبت پیدا ہو جائے؟ سلام کو آپس میں عام کر دو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھجوروں میں معجزانہ برکت

(۱۸۶۴)۔ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَعْطَانِی ﷺ شَيْئًا مِنْ تَمْرٍ، فَجَعَلْتُهُ فِی مِكْتَلٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ کھجوریں دیں، میں نے ان کو ایک ٹوکرے میں رکھا اور گھر

لَنَا فَعَلَّقْنَاهُ فِي سَقْفِ الْبَيْتِ ، فَلَمْ نَزَلْ نَأْكُلُ مِنْهُ ، حَتَّى كَانَ آخِرُهُ أَصَابَهُ أَهْلُ الشَّامِ حَيْثُ أَغَارُوْا عَلَى الْمَدِيْنَةِ۔
(الصحيحة:٣١٦٢)

کی چھت کے ساتھ لٹکا دیا، ہم (عرصۂ دراز تک) اس سے (کھجوریں نکال کر) کھاتے رہے، جب اہل شام نے مدینہ پر حملہ کیا تو وہ (ٹوکرا) ان کے ہتھے لگ گیا۔

تخريج: أخرجه أحمد في "المسند": ٢/ ٣٢٤

شــرح:...... یہ آپ ﷺ کی معجزانہ برکت تھی کہ ایک ٹوکرے میں موجودہ کھجوریں سالہا سال تک اہل خانہ کو کفایت کرتی رہیں۔

مجبوری میں مردار کھانا جائز ہے

(١٨٦٥)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَنَّ رَجُلاً كَانَتْ لَهُ نَاقَةٌ بِالْحَرَّةِ فَدَفَعَهَا إِلَى رَجُلٍ ، وَقَدْ كَانَتْ مَرِضَتْ ، فَلَمَّا أَرَادَتْ أَنْ تَمُوْتَ قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: لَوْ نَحَرْتَهَا وَأَكَلْنَا مِنْهَا ، فَأَبَى ، وَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ ، فَقَالَ: ((أَعِنْدَكُمْ مَا يُغْنِيْكُمْ؟)) قَالَ: لَا قَالَ: ((فَكُلُوْهَا۔)) يَعْنِي: النَّاقَةَ۔ وَكَانَتْ قَدْ مَاتَتْ۔ قَالَ: فَأَكَلْنَا مِنْ وَدَكِهَا وَلَحْمِهَا وَشَحْمِهَا نَحْواً مِنْ عِشْرِيْنَ يَوْماً ثُمَّ لَقِيَ صَاحِبَهَا ، فَقَالَ لَهُ: أَلَا كُنْتَ نَحَرْتَهَا؟ قَالَ: إِنِّي اسْتَحْيَيْتُ مِنْكَ۔ (الصحيحة:٢٧٠٢)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حرہ مقام پر ایک آدمی کی اونٹنی تھی' اس نے وہ کسی دوسرے آدمی کو دے دی اور وہ اب بیمار ہو گئی تھی۔ جب وہ مرنے لگی تو اس کی بیوی نے اسے کہا: (بہتر ہے کہ) آپ اس کو نحر کر دیں' تا کہ ہم سب (اس کا گوشت تو) کھا لیں۔ لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا (اور وہ اونٹنی مر گئی)۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ساری بات ذکر کر دی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تمہارے پاس تمہیں کفایت کرنے کے بقدر کوئی چیز ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اس (اونٹنی کے مردار) کو کھا لو۔'' اس وقت وہ اونٹنی مر چکی تھی۔ اس نے کہا: پس ہم بیس دن تک اس کی چربی اور گوشت کھاتے رہے۔ پھر ہمیں اس کا پہلا مالک ملا اور پوچھا: تم لوگوں نے اس کو نحر کیوں نہیں کر لیا تھا؟ میں نے کہا: بس' میں آپ سے شرماتا تھا۔

تخريج: أخرجه الطيالسي: رقم۔ ١٦٥٣

شــرح:...... یہ اونٹنی کس کی تھی اور اس آدمی کو کیسے ملی؟ اس کی وضاحت مسند احمد (۵/ ۸۹، ۹۷) اور ابوداود (۳۸۱۶) کی درج ذیل حدیث میں کی گئی ہے:

ایک آدمی اپنے باپ کے ساتھ حرہ مقام میں تھا۔ اسے ایک دوسرے آدمی نے کہا: میری اونٹنی بھاگ گئی ہے، اگر تو

اسے پالے تو پکڑ لینا۔ واقعی اسے وہ اونٹنی مل گئی اور اس نے اسے پکڑ کر باندھ دیا۔ لیکن ابھی تک اس کا مالک نہیں پہنچ پایا تھا کہ وہ بیمار ہوگئی۔ اس کی بیوی نے اسے کہا: بہتر ہے کہ آپ اس کو ذبح کر دیں تا کہ ہم کھا لیں (کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مر جائے اور ہم اور اصل مالک دونوں محروم ہو جائیں)۔ اس نے کچھ بھی نہ کیا، حتی کہ وہ مرگئی۔ اس کی بیوی نے اسے کہا: اس کی کھال اتارو، تا کہ ہم اس کے گوشت اور چربی کی بوٹیاں (بنا کر ان کو دھوپ میں خشک کر سکیں)۔ اس نے کہا: میں پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر آتا ہوں۔ پس وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تمہارے پاس اتنا کچھ ہے، جو تمہیں کفایت کر سکے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اس کا گوشت کھا لو۔'' جب اس کا مالک آیا اور اس آدمی نے اسے سارا ماجرا سنایا تو اس نے کہا: تو نے اسے نحر کیوں نہیں کر دیا تھا؟ اس نے کہا: میں تجھ سے شرماتا تھا۔

امام ابوداود نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا: "بَابُ فِيمَنِ اضْطُرَّ إِلَى الْمَيْتَةِ۔" (اس آدمی کا بیان، جو مردار کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے)

مسند احمد کے ایک طریق کے مطابق سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حرہ مقام پر ایک گھر والے محتاج اور فقیر لوگ تھے، ان کی یا کسی اور کی اونٹنی مرگئی، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسے کھانے کی اجازت دے دی۔ قرآن مجید کی رو سے بھی مجبوری کے وقت مردار وغیرہ کھانا جائز ہے۔

چیز کے حلال ہونے کی تحقیق کرنا

(۱۸۶۶)۔ عَنْ أُمِّ عَبْدِاللّٰهِ أُخْتِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ: أَنَّهَا بَعَثَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحِ لَبَنٍ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَذٰلِكَ فِي طُوْلِ النَّهَارِ وَشِدَّةِ الْحَرِّ، فَرَدَّ إِلَيْهَا رَسُوْلَهَا: أَنّٰى لَكِ هٰذَا اللَّبَنُ؟ فَقَالَتْ: مِنْ شَاةٍ لِّي، فَرَدَّ إِلَيْهَا رَسُوْلَهَا: أَنّٰى لَكِ هٰذِهِ الشَّاةُ؟ قَالَتْ: اِشْتَرَيْتُهَا مِنْ مَالِي فَشَرِبَ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْ أُمُّ عَبْدِاللّٰهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! بَعَثْتُ إِلَيْكَ بِذٰلِكَ اللَّبَنِ مُرْثِيَةً لَكَ مِنْ طُوْلِ النَّهَارِ وَشِدَّةِ الْحَرِّ، فَرَدَدْتَ إِلَيَّ فِيهِ الرَّسُوْلَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُمِرَتِ الرُّسُلُ قَبْلِي أَلَّا

حضرت ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا، جو حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، نے طویل دن اور سخت گرمی کی وجہ سے افطاری کے وقت نبی کریم ﷺ کی طرف دودھ کا ایک پیالہ بھیجا، لیکن آپ ﷺ نے اس کے قاصد کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ (پوچھ کر آؤ کہ) یہ دودھ کہاں سے لیا؟ اس نے جواب بھیجا کہ میری اپنی بکری کا دودھ ہے۔ آپ ﷺ نے قاصد کو دوبارہ واپس کر دیا کہ (یہ پوچھ کر آؤ کہ) وہ بکری کہاں سے لی ہے؟ اس نے کہا: میں نے اپنے مال کے عوض خریدی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے (اتنی چھان بین کے بعد) وہ پی لیا۔ دوسرے دن ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا خود رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے طویل دن اور سخت گرمی کی وجہ سے آپ پر ترس کھاتے ہوئے (کل)

تَأْكُلَ إِلَّا طَيِّبًا وَلَا تَعْمَلَ إِلَّا صَالِحاً۔)) (الصحيحة:١١٣٦)

دودھ کا پیالہ بھیجا تھا، لیکن آپ نے (تحقیق کرنے کے لیے) میرے قاصد کو میری طرف پلٹا دیا، (ایسے کیوں ہے)؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے قبل رسولوں کو یہی حکم دیا گیا کہ وہ طیّب (یعنی حلال) چیز کھائیں اور صرف نیک عمل کریں۔''

تخريج: أخرجه أحمد في "الزهد" صـ٣٩٨، والحاكم: ٤/ ١٢٥-١٢٦

شرح:...... عام طور پر نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام سے ان چیزوں کے بارے میں کوئی چھان بین نہیں کرتے تھے، جو وہ بطورِ ضیافت یا بطورِ ہدیہ پیش کرتے تھے۔ لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی چیز کے بارے میں شبہ پڑ رہا ہو تو اسے استعمال کرنے سے پہلے تحقیق کر لینی چاہیئے کہ آیا وہ حرام ہے یا حلال۔

پانی ملا پتلا دودھ

(١٨٦٧)۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ بِصِفِّيْنَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي قُتِلَ فِيهِ، وَهُوَ يُنَادِيْ: أُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ، وَزُوِّجَتِ الْحُوْرُ الْعِيْنُ، الْيَوْمَ نَلْقَى حَبِيْبَنَا مُحَمَّدًا ﷺ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: نَلْقَى الْأَحِبَّةَ، مُحَمَّداً وَحِزْبَهُ۔ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّ آخِرَ زَادِكَ مِنَ الدُّنْيَا ضَيْحٌ مِنْ لَبَنٍ۔ (الصحيحة:٣٢١٧)

ابراہیم بن سعد اپنے باپ اور وہ ان کے دادے سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو صفین کے مقام پر، جس دن وہ شہید ہوئے، کہتے ہوئے سنا: جنت قریب کر دی گئی اور خوبصورت آنکھوں والی حور سے شادی کر لی گئی، آج ہم اپنے حبیب محمد ﷺ کو ملیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم اپنے محبوبوں یعنی محمد ﷺ اور ان کی جماعت کو ملیں گے۔ آپ ﷺ نے مجھے یہ فرمایا تھا کہ دنیا سے تیرا آخری توشہ پانی ملا پتلا دودھ ہوگا۔

تخريج: أخرجه الحاكم: ٣/ ٣٨٩، والطبراني في "المعجم الأوسط": ٢/ ١٠١/ ٢، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ١٢/ ٦٥٩، و ابن ابی شیبة فی "المصنف": ١٥/ ٣٠٢/ ١٩٧٢٣، واحمد: ٤/ ٣١٩، وابو یعلی: ٣/ ١٨٨/ ١٦١٣

شرح:...... سیدنا عمار رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے، اس لڑائی میں اسی جماعت کا اجتہاد حق تھا (ان شاء اللہ)، جب سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے مذکورہ صفت والا دودھ پیا تو ان کو آپ ﷺ کی پیشین گوئی یاد آ گئی، پھر وہ یہ مشروب پینے کے بعد شہید ہو گئے اور آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی۔

سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام ہیں

(١٨٦٨)۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک جو آدمی چاندی اور سونے کے برتنوں میں پیتا

الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ، إِلَّا أَنْ يَتُوبَ.))

ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہوتا ہے، الا یہ کہ وہ توبہ کر لے۔''

(الصحيحة: ٣٤١٧)

تخريج: أخرجه الطبراني في"المعجم الكبير": ٢٣/ ٣٨٨/ ٩٢٨، ومسلم: ٢٠٦٥، ورواه البخاري: ٥٦٣٤ دون لفظة: ((الذهب))

(١٨٦٩)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: نَهٰى ﷺ عَنِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ (الصحيحة: ٣٥٦٨)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا۔

تخريج: أخرجه النسائي في"السنن الكبرى": ٤/ ١٤٩/ ١٦٦٣٢، وكذا البيهقي: ١/ ٢٨، وللحديث شاهد من حديث حذيفة رضى الله رواه الشيخان وغيرهما

شرح:...... جو مسلمان اس عارضی دنیا میں صبر کرتا ہے اور سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے باز رہتا ہے، اسے جنت میں یہی برتن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَشْرَبُوْا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوْا فِي صِحَافِهَا فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ۔)) (بخاری، مسلم) ...... ''سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ہی ان کے پیالوں میں کھاؤ کیونکہ دنیا میں یہ کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں تمہارے لیے ہیں۔''

لیکن ضرورت کے پیش نظر چاندی کی معمولی مقدار کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: إِنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ ﷺ انْكَسَرَ فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ۔ قَالَ عَاصِمٌ: رَأَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيْهِ۔ ...... نبی کریم ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے اس ٹوٹی ہوئی جگہ پر چاندی کا تار لگوا لیا۔ عاصم کہتے ہیں: میں نے خود وہ پیالہ دیکھا اور اس میں پانی پیا۔ (بخاری: ۳۱۰۹)

ٹوٹے ہوئے برتن میں کھانا پینا منع ہے

(١٨٧٠)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ: نَهٰى ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ، وَأَنْ يُنْفَخَ فِي الشَّرَابِ۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹوٹے ہوئے پیالے میں پینے سے اور برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔

(الصحيحة: ٣٨٨)

تخريج: أخرجه أبوداود: ٣٧٢٢، وابن حبان: ١٣٦٦، وأحمد: ٣/ ٨٠

(١٨٧١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهٰى ﷺ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

أَنْ يُشْرَبَ مِنْ كَسْرِ الْقَدَحِ۔ ٹوٹے ہوئے برتن میں پینے سے منع فرمایا۔

(الصحيحة:٢٦٨٩)

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط" رقم - ٦٩٧٦ - مصورتي، وابو نعيم في "الحلية": ٩/ ٣٨

شرح:...... جب برتن ٹوٹ جاتا ہے یا اس میں ٹوٹنے کے نشانات پڑ جاتے ہیں تو اس کے متاثرہ مقامات پر میل کچیل جمع ہو جاتی ہے، جس سے سلیم الفطرت لوگ گھن محسوس کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے طہارت کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر سرے سے ایسا برتن استعمال کرنے سے منع فرما دیا۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: ابن اثیر نے کہا کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ برتن جس جگہ سے ٹوٹا ہوا ہو، اس مقام سے مشروب نہ پیا جائے، کیونکہ ایسی صورت میں پینے والے کا منہ برتن کو اچھی طرح قابو نہیں کر سکتا ہے اور اس کے ہاتھوں اور کپڑوں پر پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے اور دوسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ٹوٹی ہوئی جگہ دھونے کے باوجود مکمل صاف نہیں ہوتی اور جس حدیث میں یہ بیان کیا گیا کہ ایسی جگہ شیطان کی بیٹھک ہوتی ہے، ممکن ہے کہ اس سے مراد بھی عدمِ صفائی ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: دوسری وجہ زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ پہلا معنی اس وقت مراد لیا جا سکتا ہے، جب ٹوٹنے والی جگہ بڑی ہو۔

اب تو یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ٹوٹی ہوئی جگہ تھوڑی ہو یا زیادہ، اس میں کئی قسم کے نقصان دہ جراثیم اور بیکٹیریا جمع ہو جاتے ہیں اور برتنوں کو دھونے کے عام انداز سے ایسے مقامات کی صفائی بھی نہیں ہوتی، بلکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ دھونے سے ٹوٹی ہوئی جگہ میں مزید میل کچیل جمع ہو جاتی ہے۔ اس لیے حکیم و دانا شارع علیہ السلام نے ایسے برتن میں پینے سے منع کر دیا تاکہ مضر جراثیم پینے والے کے پیٹ تک سرایت نہ کر جائیں۔

ابن اثیر نے کہا کہ بعض روایات میں ٹوٹی ہوئی جگہ کو شیطان کی بیٹھک کہا گیا ہے۔ لیکن مجھے اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملی، ہاں یہ الفاظ ملے ہیں: ((فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَشْرَبُ مِنْ ذَالِكَ .)) ...... ''بیشک شیطان ایسی جگہ سے پیتا ہے۔'' لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے، میں نے (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٦٥٤) میں اس کی تفصیل و تخریج بیان کی ہے۔ (صحیحہ: ٢٦٨٩)

تمام برتنوں کے استعمال کی اجازت

(١٨٧٢)۔ عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، وَعَنِ الْأَوْعِيَةِ، وَأَنْ تُحْبَسَ لُحُوْمُ الْأَضَاحِيِّ بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ قَالَ: ((إِنِّيْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے، (چار قسم کے) برتنوں (کے استعمال) سے اور تین دنوں کے بعد قربانیوں کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن (کچھ عرصہ کے بعد) فرمایا: ''بلاشبہ میں

الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَوْعِيَةِ فَاشْرَبُوْا فِيْهَا، وَاجْتَنِبُوْا كُلَّ مُسْكِرٍ، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِي أَنْ تَحْبِسُوْهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ فَاحْبِسُوْا مَا بَدَا لَكُمْ.))

(الصحيحة:٨٨٦)

نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، لیکن (اب حکم دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ آخرت یاد دلاتی ہیں اور میں نے تم کو (کچھ) برتنوں سے منع کیا تھا، لیکن (اب حکم دیتا ہوں کہ) ان کو مشروبات کے لیے استعمال کیا کرو اور نشہ دینے والی ہر چیز سے اجتناب کرو اور میں نے تم کو قربانیوں کا گوشت تین ایام سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا، لیکن (اب کہتا ہوں کہ) جب تک چاہو، اپنے پاس گوشت روکے رکھو۔"

تخریج: أخرجه أحمد: ١/ ١٤٥، والسياق له، وابن أبي شيبة :٧/ ١١١/ ٣٨٢٢، و الديلمي: ١/ ١/ ٤٠

شرح:...... نبی کریم ﷺ نے ابتدائے اسلام میں قبروں کی زیارت کرنے اور قربانیوں کا گوشت تین ایام سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع فرما دیا تھا، لیکن بعد میں دونوں کی اجازت دے دی۔ اسی طرح جب شراب حرام ہوئی تو آپ ﷺ نے درج ذیل برتنوں کے استعمال سے منع فرما دیا:

کدو سے بنایا ہوا مٹکا، کھجور کے تنے کو کرید کر بنایا ہوا برتن، روغن کیا ہوا برتن اور پرانا سبز مٹکا۔

لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ نے ان برتنوں کو استعمال کرنے کی بھی اجازت دے دی تھی۔

(١٨٧٣)۔ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ: سُئِلَ أَبُوْسَعِيْدٍ وَفِي رِوَايَةٍ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ عَنْ نَبِيْذِ الْجَرِّ؟ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَبِيْذِ الْجَرِّ۔

(الصحيحة: ٢٩٥١)

ابو عالیہ کہتے ہیں کہ جب سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے گھڑے کی نبیذ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ سے منع فرمایا تھا۔

تخریج: أخرجه النسائي في "السنن الكبرى": ٤/ ١٨٩/ ٦٨٣٦، وأحمد:٣/ ٦٦، و الطبراني في "المعجم الأوسط": ١/ ١١٢/ ١/ ٢٢٤٦

شرح:...... شراب کی حرمت کے وقت نبی کریم ﷺ نے چند مخصوص برتنوں کو استعمال کرنے سے منع فرما دیا تھا، لیکن بعد میں اجازت دے دی تھی، مذکورہ حدیث کا تعلق بھی اسی زمانے سے ہے جب چار قسم کے برتنوں مین نبیذ بنانا منع تھا، بعد میں ہر قسم کے برتن میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی گئی۔ مزید تفصیل درج ذیل عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔

لیکن امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: مٹی سے بنائے جانے والے برتن کو "جر" کہتے ہیں۔ ابن اثیر نے (النهاية) میں کہا:

"جَـرّ" سے مراد مٹی کے وہ برتن ہیں، جن کو آگ پر پکایا جاتا تھا، اس حدیث میں جس برتن سے منع کیا گیا، اس سے مراد وہ گھڑے اور مٹکے ہیں، جن پر تیل، روغن یا کوئی چکنا مادہ لگایا گیا ہو، کیونکہ ایسے برتن میں نبیذ میں بہت جلد نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

کیا مٹی کے ایسے برتنوں میں نبیذ بنائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں، جن کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ۱۰/ ۵۸۔ ۶۲) میں کیا ہے۔

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کرنے کی وجہ تو یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نبیذ جلد ہی نشہ آور مشروب کی شکل اختیار کر جائے اور نبیذ بنانے والے کو علم ہی نہ ہو۔ اگر بعض علاقوں کے برتنوں کی یہی صورتحال ہو تو ان کو ایسے برتنوں کے استعمال سے منع کر دیا جائے گا، وگرنہ ان کا استعمال جائز ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کے درج ذیل ارشاد کو اسی تفصیل پر محمول کیا جائے گا: ((...... وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَشْرِبَةِ اِلَّا فِيْ ظُرُوْفِ الْأُدُمِ، فَاشْرَبُوْا فِيْ كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ أَنْ لَاتَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔)) (مسلم) ......"...... میں نے تم کو مشروب کے لیے چمڑے کے بنے ہوئے برتنوں کے علاوہ تمام برتنوں سے منع کر دیا تھا، لیکن (میں اب کہتا ہوں کہ) تم ہر قسم کے برتن کو مشروب کے لیے استعمال کر سکتے ہو، بہر حال نشہ آور مشروب سے گریز کرنا ہے۔" (صحیحه: ۲۹۵۱)

(۱۸۷٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ وَفْدَ عَبْدِالْقَيْسِ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فِيْمَا نَشْرَبُ؟ قَالَ: ((لَاتَشْرَبُوْا فِي الدُّبَّاءِ، وَلَا فِي الْمُزَفَّتِ، وَلَا فِي النَّقِيْرِ، وَانْتَبِذُوْا فِي الْأَسْقِيَةِ۔)) قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَإِنِ اشْتَدَّ فِي الْأَسْقِيَةِ؟ قَالَ: ((فَصُبُّوْا عَلَيْهِ الْمَاءَ۔)) قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ...... فَقَالَ لَهُمْ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ: أَهْرِيْقُوْهُ۔ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيَّ، أَوْ حَرَّمَ: الْخَمْرَ، وَالْمَيْسِرَ، وَالْكُوْبَةَ قَالَ: وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔)) قَالَ سُفْيَانُ: فَسَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ بُذَيْمَةَ عَنِ الْكُوْبَةِ؟ قَالَ: الطَّبْلُ۔ (الصحیحة: ۲٤۲۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وفدِ عبد القیس کے لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم کن برتنوں میں نہ پئیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کدو کے برتن میں، تارکول والے برتن میں اور پیالہ نما گڑھا کی ہوئی لکڑی میں نہ پیو اور مشکیزوں میں نبیذ بنایا کرو۔" انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر مشکیزوں میں بھی (نبیذ) جوش مارنے لگ جائے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "(ایسی صورت میں) اس میں مزید پانی ڈال دیا کرو۔" انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ...... پھر آپ ﷺ نے انھیں تیسری یا چوتھی دفعہ فرمایا کہ "اسے بہا دیا کرو۔" پھر فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر شراب، جوا، کوبہ اور ہر نشہ آور چیز کو حرام کر دیا ہے۔" سفیان کہتے ہیں: میں نے علی بن بذیمہ سے "کوبہ" کی بابت دریافت کیا؟ انھوں نے کہا: ڈھول کو کہتے ہیں۔

تخریج: أخرجه أبوداود والسياق له:۲/ ۱۳۱، وأحمد:۱/ ۲۷٤، وأخرجه البخاري: ۱۰/ ٤٦۳،

ومسلم: ١/ ٣٥، وابوداود دون قوله: ((وانتبذوا......)) وزادوا: ((والحنتم))

شــرح:...... حدیث کی ابتدا میں تین قسم کے جن برتنوں سے منع کیا گیا ہے، بعد میں آپ ﷺ نے ان کے استعمال کی اجازت دے دی تھی۔

جوا: جوا کا اطلاق ان کھیلوں اور ان کاموں پر ہوتا ہے جن میں اشیا کی تقسیم کا دار و مدار حقوق، خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کی بجائے محض کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے۔ مثلا یہ کہ لاٹری میں فلاں شخص کا نام نکل آیا، اس لیے ہزار ہا آدمیوں کی جیب سے نکلا ہوا روپیہ اس ایک شخص کے جیب میں چلا گیا۔ ۲۰۰۷ء کے عالمی کرکٹ کپ کے موقع پر دو ٹیموں کے درمیان میچ شروع ہونے سے پہلے دو آدمی یا دو پارٹیاں یہ شرط لگاتی تھیں کہ اگر فلاں ٹیم جیت گئی تو ایک پارٹی دوسری کو اتنا سرمایہ دے گی اور فلاں جیت گئی تو دوسری پارٹی پہلی پارٹی کو اتنا سرمایہ دے گی۔ یہ جوے کی واضح ترین شکل تھی۔

ہر اچھے کام میں دائیں ہاتھ اور دائیں جانب کو مقدم کرنا

(١٨٧٥)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لِيَأْكُلْ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ، وَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، وَلْيَأْخُذْ بِيَمِينِهِ، وَلْيُعْطِ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ، وَيُعْطِي بِشِمَالِهِ، وَيَأْخُذُ بِشِمَالِهِ۔)) (الصحيحة:١٢٣٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر کوئی دائیں ہاتھ سے کھائے، دائیں سے پیئے، دائیں ہاتھ سے لے اور دائیں ہاتھ سے دے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٢/ ٣٠٣، واحمد: ٢/ ٣٢٥/ ٣٤٩

شــرح:...... معلوم ہوا کہ خورد و نوش اور لین دین کے سلسلے میں دائیں ہاتھ کو مقدم کرنا چاہئے۔ لیکن اس معاملے میں عوام الناس میں کافی غفلت پائی جاتی ہے، اگر ان میں ایمان کی رمق ہو تو یہی وعید کافی ہے کہ وہ شیطان سے موافقت کر رہے ہیں۔ کھانے پینے میں دائیں ہاتھ کو مقدم کرنے کو محض کھانے کے آداب سے نہیں سمجھنا چاہئے کہ جس کی پرواہ نہ بھی کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ سیدنا سلمہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔'' اس نے کہا: اس کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تو اس کی طاقت نہ ہی رکھے۔'' دراصل اس کو داہنے ہاتھ کے ساتھ کھانے سے صرف تکبر نے روکا تھا۔ پس اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ منہ تک اٹھانے کے قابل ہی نہ رہا۔ (مسلم) یہ احادیث کی بے ادبی کرنے کا نتیجہ ہے کہ اب وہ دایاں ہاتھ منہ کی طرف بلند کرنے کی کوشش تو کرتا تھا، لیکن اپنے جرم کی پاداش میں وہ اسے اٹھا نہ سکتا۔ دکاندار حضرات متوجہ ہوں کہ ایک دن میں ہزاروں گاہکوں سے ان کا واسطہ پڑتا ہے۔ وہ معمولی توجہ کر کے اس

حدیث پر عمل کر سکتے ہیں۔

(۱۸۷٦)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ أَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُوْبَكْرٍ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ، وَقَالَ: ((الْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ، وَفِي طَرِيْقٍ: الْأَيْمَنُوْنَ، الْأَيْمَنُوْنَ، أَلا فَيَمِّنُوْا۔)) (الصحيحة:۱۷۷۱)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی ملا دودھ لایا گیا، آپ کی دائیں جانب ایک بدّو اور بائیں جانب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے دودھ پیا اور باقی بدّو کو تھما دیا اور فرمایا: ''دائیں طرف والا، پس دائیں طرف والا (مقدم ہے)'' اور ایک روایت میں ہے: ''دائیں طرف والے، پس دائیں طرف والے، خبردار! دائیں طرف سے شروع کیا کرو۔''

تخريج: ورد من حديث أنس بن مالك، وسهل بن سعد۔

۱۔ أما حديث أنس: فأخرجه البخاري: ۲/ ۷۵، ۱۳۰، ٤/ ۳۵، ومسلم: ٦/ ۱۱۲، و أبوعوانة في"صحيحه"۸/ ۱٤۸، وكذا مالك: ۲/ ۹۲٦/ ۱۷، و عنه أبوداود: ۳۷۲٦، وكذا الترمذي: ۱/ ۳٤۵ وصححه، والدارمي:۲/ ۱۱۸، وابن ماجه: ۳٤۲۵، والطيالسي: ۲۰۹٤، وأحمد:۳/ ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۹۷و ۲۳۱، ۲۳۹، وابن سعد: ۷/ ۲۰، والدولابي: ۲/ ۱۹

۲۔ وأما حديث سهل بن سعد الساعدي: فأخرجه مالك: رقم ۱۸، والبخاري: ۲/ ۷۵، ۱۰۰، ۱۳۸، ٤/ ۳٦، ومسلم: ٦/ ۱۱۳، وأحمد: ۵/ ۳۳۳، ۳۳۸، والطبراني: ۵۷۸۰، ۵۸۹۰، ۵۹٤۸، ۵۹۸۹، ٦۰۰۷ من طريق أبي حازم عنه۔ وفي رواية للبخاري: ٤/ ۳۹، والطبراني: ۵۷۹۲

شرح:...... دوسروں کو کوئی چیز دیتے وقت دائیں طرف والوں کو مقدم کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی آدمی بائیں طرف والوں کو پہلے پلانا چاہے تو دائیں طرف والوں سے اجازت طلب کرے۔ جیسا کہ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شربت لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پیا، آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف بوڑھے لوگ تھے۔ آپ ﷺ نے بچے سے کہا: کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں ان بزرگوں کو پہلے دے دوں؟ لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! آپ کے جوٹھے میں سے ملنے والے اپنے حصہ کے معاملہ میں میں کسی پر ایثار نہیں کروں گا۔ راوی نے بیان کیا کہ اس پر آپ ﷺ نے لڑکے کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔ (بخاری، مسلم)

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: نبی کریم ﷺ سے ابتدا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے مشروب طلب کیا تھا، اس لیے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا درست نہیں کہ کوئی چیز تقسیم کرتے وقت قوم کے بڑے آدمی کو مقدم کیا جائے، جیسا کہ آج کل یہ رواج عام ہے۔ اگر یہ استدلال اور ادب درست ہوتا تو آپ ﷺ خود بھی اس کا التزام کرتے، کیونکہ

آپ ﷺ نے اپنی دائیں جانب بیٹھنے والے بدو کو ابوبکر صدیق پر مقدم کیا، کیونکہ وہ بائیں جانب بیٹھے تھے، حالانکہ صدیق کا مقام و مرتبہ زیادہ تھا۔ پھر آپ ﷺ نے وضاحت بھی فرما دی کہ دائیں طرف والوں کو مقدم کرنا چاہیے۔

(صحیحہ: ۱۷۷۱)

(۱۸۷۷)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ ، فَقَالَتْ مَيْمُوْنَةُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا أُطْعِمُكَ مِمَّا أَهْدٰى لِي أَخِي مِنَ الْبَادِيَةِ؟ فَقَرَّبْتُ ضَبَّيْنِ مَشْوِيَّيْنِ عَلٰى قِنْوٍ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ:كُلُوْا فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ طَعَامِ قَوْمِي ، أَجِدُنِي أَعَافُهُ ، وَأَكَلَ مِنْهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ خَالِدٌ فَقَالَتْ مَيْمُوْنَةُ: لَا آكُلُ مِنْ طَعَامٍ لَّمْ يَأْكُلْ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ اسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ فَأُتِيَ بِإِنَاءِ لَبَنٍ ، فَشَرِبَ ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَنْ يَسَارِهِ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَسْقِيَ خَالِدًا؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا أُحِبُّ أَنْ أُوْثِرَ بِسُؤْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى نَفْسِي أَحَدًا ، فَتَنَاوَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَشَرِبَ ، وَشَرِبَ خَالِدٌ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَارْزُقْنَا خَيْرًا مِنْهُ ، وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ ، وَزِدْنَا مِنْهُ ، فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ شَيْئًا يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا اللَّبَنُ۔)) (الصحيحة: ۲۳۲۰)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اور خالد بن ولید خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو جنگل میں مقیم میرے بھائی نے جو ہدیہ پیش کیا ہے، کیا میں وہ آپ کو کھلاؤں؟ پھر انھوں نے کھجوروں کے گچھے پر لٹکا کر بھونی ہوئے دو عدد سانڈے پیش کیے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ میری قوم کے ماکولات میں سے نہیں ہے اور مجھے اس سے گھن آتی ہے۔'' پھر سیدنا ابن عباس اور سیدنا خالد نے ان کو کھا لیا، لیکن سیدہ میمونہ نے کہا: جو کھانا رسول اللہ ﷺ نہیں کھاتے، میں بھی وہ نہیں کھاتی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مشروب طلب کیا، دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے پیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ابن عباس اور بائیں جانب خالد بن ولید بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں خالد کو پلاؤں؟'' ابن عباس نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے جوٹھے کے سلسلے میں کسی کو اپنے نفس پر ترجیح نہیں دوں گا۔ پس ابن عباس نے برتن پکڑا اور دودھ پیا، پھر خالد نے پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے وہ کہے: اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما، ہمیں اس سے بہتر رزق عطا فرما۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے وہ کہے: اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں زیادہ عطا فرما، کیونکہ میرے علم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں سے کفایت کرے سوائے دودھ کے۔''

تخریج: رواه أبو عبدالله بن مروان القرشي في "الفوائد": ٢٥/ ١١٣/ ٢، وابوداود: ٢/ ١٣٥، والترمذي: ٣٤٥١، وابن السني: ٤٦٨، واحمد: ١/ ٢٨٤

شرح :...... غور فرمایئے کہ رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بائیں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، آپ ﷺ کا طبعی فیصلہ یہ تھا کہ پہلے خالد بن ولید کو مشروب پلایا جائے، لیکن وہ بائیں جانب بیٹھے تھے، اس لیے ابن عباس سے اجازت طلب کی، جب انھوں نے اجازت نہ دی تو آپ ﷺ نے شرعی فیصلے کو ترجیح دی اور مشروب عبد اللہ بن عباس کو تھما دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ صرف تقسیم کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دائیں جانب کو مقدم کرے، بلکہ یہ دائیں طرف بیٹھنے والوں کا حق ہے۔

حلال و حرام کے معاملات میں کسی انسان کا طبعی یا طبی فیصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، شریعت نے حلال و حرام کا تعین کر دیا ہے یا ان کے بارے میں بنیادی قواعد پیش کر دیے ہیں۔ اب حلت و حرمت کا مسئلہ صرف شریعت کی کسوٹی اور معیار کے مطابق ہی حل کیا جائے گا۔ اس حدیث اور کئی دوسری احادیث سے یہی حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ سانڈے حلال ہیں۔

آپ ﷺ نے بدو لوگوں کے کھانے سے منع فرمایا

(١٨٧٨)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَهْدَتْ أُمُّ سُنْبُلَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَبَناً، فَدَخَلَتْ عَلَيَّ بِهِ، فَلَمْ تَجِدْهُ، فَقُلْتُ لَهَا: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ نَهٰى أَنْ نَأْكُلَ طَعَامَ الْأَعْرَابِ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُوْبَكْرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ: ((يَا أُمَّ سُنْبُلَةَ! مَا هٰذَا مَعَكِ؟)) قَالَتْ: لَبَنٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَهْدَيْتُهُ لَكَ، قَالَ: ((أُسْكُبِيْ أُمَّ سُنْبُلَةَ، نَاوِلِي أَبَا بَكْرٍ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((أُسْكُبِيْ أُمَّ سُنْبُلَةَ، نَاوِلِي عَائِشَةَ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((أُسْكُبِيْ أُمَّ سُنْبُلَةَ۔)) فَنَاوَلَتْهُ النَّبِيَّ ﷺ فَشَرِبَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا بَرْدَهَا عَلَى الْكَبِدِ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! قَدْ كُنْتَ نَهَيْتَ عَنْ طَعَامِ الْأَعْرَابِ؟ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ! إِنَّهُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ام سنبلہ، رسول اللہ ﷺ کے لیے دودھ کا ہدیہ لے کر میرے پاس آئی، لیکن آپ ﷺ میرے پاس موجود نہ تھے۔ میں نے اسے کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بدوؤں کے کھانوں سے منع کیا ہے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''ام سنبلہ! یہ آپ کے پاس کیا ہے؟'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! دودھ ہے، آپ کے لیے بطورِ ہدیہ لے کر آئی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ام سنبلہ! (کسی پیالے میں) ڈالو اور ابو بکر کو دو۔'' پھر فرمایا: ''ام سنبلہ! (پھر کسی پیالے میں) ڈالو اور عائشہ کو دو۔'' پھر فرمایا: ''ام سنبلہ! اور ڈالو۔'' اس نے اس دفعہ نبی کریم ﷺ کو پکڑایا اور آپ ﷺ نے نوش فرما لیا۔ میں (عائشہ) نے کہا: ہائے! میرے کلیجے کو اطمینان نصیب ہو۔ اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے بدو لوگوں کے کھانے سے منع نہیں کیا

لَيْسُوْا بِأَعْرَابٍ، هُمْ أَهْلُ بَادِيَتِنَا، وَنَحْنُ أَهْلُ حَاضِرَتِهِمْ، وَإِذَا دَعَوْا أَجَابُوْا، فَلَيْسُوْا بِأَعْرَابٍ.)) (الصحيحة: ٢٩٨٥)

تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! یہ (ام سنبلہ لوگ) بدو نہیں ہیں، یہ ہمارے دیہات والے ہیں اور ہم ان کے شہر یا قصبے والے ہیں، لہٰذا یہ بدو نہیں ہیں۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ١٢٨، وأحمد: ٦/ ١٣٣، والبزار: ٢/ ٣٩٥

فوائد ...... بدو لوگ نہ صرف حلال و حرام کے علم سے محروم ہوتے ہیں، بلکہ سمجھ ہونے کے باوجود غیر محتاط بھی ثابت ہوتے ہیں اور ذبح، شکار اور کھانے پینے کے دوسرے معاملات میں اسلامی آداب کو مدنظر نہیں رکھتے۔ ہم نے خود ایسے لوگوں کو کتوں کے ذریعے شکار کرتے دیکھا ہے۔ یہ شکار پر کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ بھی نہیں پڑھتے اور جب شکار کو کتوں سے چھین کر ذبح کرتے ہیں تو یہ جائزہ بھی نہیں لیتے کہ وہ ذبح سے پہلے مر چکا تھا یا ابھی تک زندگی کی رمق باقی تھی۔ ہاں جب کسی خاص شخص کے بارے میں ظن غالب یہ ہو کہ وہ ذی شعور ہے اور اسلامی احکام کا علم رکھتا ہے اور ان کا پابند بھی ہے، تو اس کے یہ معاملات کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

اکٹھا کھانا کھانے کی برکت

(١٨٧٩)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ طَعَامَ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ، وَإِنَّ طَعَامَ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الثَّلَاثَةَ وَالْأَرْبَعَةَ، وَإِنَّ طَعَامَ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الْخَمْسَةَ وَالسِّتَّةَ.)) (الصحيحة: ١٦٨٦)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کا کھانا دو کو، دو افراد کا کھانا تین چار کو اور چار آدمیوں کا کھانا پانچ چھ افراد کو کفایت کرتا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٣٢٥٥

شرح :...... برکت کا معاملہ غیر محسوس انداز میں ہوتا ہے، ہمیں چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بہر صورت یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر حدیث برحق اور حقیقت کے عین مطابق ہے، زندگی میں جس کا واسطہ احادیث سے پڑا اسے عملی طور پر ان کی حقانیت کا تجربہ بھی ہو گیا۔ مذکورہ بالا حدیث پر سب سے زیادہ اعتقاد اس کو ہو گا جو حدیث پر عمل کرنے کو سعادت سمجھتا ہو، حدیث کو عقلی فیصلے پر ترجیح دیتا ہو، خورد و نوش کو مقصدِ زندگی نہ سمجھتا ہو اور برکتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہو، نہ کہ نوع بنوع کھانوں کی طرف۔

قارئین کرام! ایک دن سابقہ روٹین کے مطابق ہم پانچ افراد کے لیے کھانا تیار کیا گیا، لیکن آٹھ نو افراد جمع ہو گئے، ترکیب یہ بنائی گئی کہ سالن کو پلیٹوں میں تقسیم نہ کیا جائے، روٹیوں سے ایک ایک لقمہ توڑا جائے اور بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے، جب کھانا ختم ہوا تو سیر و سیرابی کی وہی کیفیت معلوم ہو رہی تھی، جب یہی کھانا پانچ افراد کھاتے تھے۔

آپ ﷺ اور صحابہ کرام ایک بڑی صحنک میں اکٹھا کھانا کھاتے

(١٨٨٠)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ لَهُ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ، يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ۔

سیدنا عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی ایک صحنک تھی، اس کو ''غراء'' کہتے تھے اور اسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔

(الصحيحة: ٢١٠٥)

تخريج: أخرجه أبوداود:١٧، وأبوالشيخ في "أخلاق النبي ﷺ":٢١٥، وابن عساكر في "التاريخ": ١/ ٣٧٩

(١٨٨١)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ، قَالَ: أُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ شَاةٌ، وَالطَّعَامُ يَوْمَئِذٍ قَلِيْلٌ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ: ((اِطْبَخُوْا هٰذِهِ الشَّاةَ، وَانْظُرُوْا إِلٰى هٰذَا الدَّقِيْقِ فَاخْبِزُوْهُ، اِطْبَخُوْا وَأَثْرِدُوْا عَلَيْهِ۔)) قَالَ: وَكَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا: الْغَرَّاءُ، يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ، فَلَمَّا أَصْبَحَ وَسَبَّحُوْا الضُّحٰى، أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ، وَالْتَقَوْا عَلَيْهَا، فَإِذَا كَثُرَ النَّاسُ، جَثَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَاهٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِي عَبْداً كَرِيْماً، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّاراً عَنِيْداً۔)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوْا ذِرْوَتَهَا، يُبَارَكُ لَكُمْ فِيْهَا)) ثُمَّ قَالَ: ((خُذُوْا فَكُلُوْا، فَوَالَّذِيْ نُفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَيُفْتَحَنَّ عَلَيْكُمْ أَرْضُ فَارِسٍ وَالرُّوْمِ، حَتّٰى يَكْثُرَ الطَّعَامُ، فَلَا يُذْكَرُ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔))

سیدنا عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک بکری نبی کریم ﷺ کو بطور ہدیہ دی گی اور اس دن کھانے کی مقدار کم تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا: ''یہ بکری پکاؤ، اس آٹے کا جائزہ لو، اس کی روٹیاں بناؤ، پھر ان کو پکا کر ثرید بنا دو۔'' نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ''غراء'' نامی (کوئی ٹب نما) بڑا پیالہ تھا، چار آدمی اس کو اٹھا سکتے تھے، جب صبح ہوئی اور صحابہ نے چاشت کی نماز ادا کی تو وہی پیالہ لایا گیا۔ لوگ (کھانے کے لیے) جمع ہو گئے، جب کھانے والے زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ ایک بدّو نے کہا: یہ بیٹھنے کی کون سی کیفیت ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے (سادہ مزاج) معزز بندہ بنایا ہے نہ کہ جبار اور سرکش۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیالے کے کناروں سے کھاؤ، نہ کہ چوٹی (یعنی وسط) سے، اس طرح سے تمھارے لیے برکت ہو گی۔'' پھر فرمایا: ''لیجیو اور کھاؤ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، تمہارے لیے فارس اور روم کی سرزمین ضرور فتح ہو گی اور ماکولات کی اتنی زیادتی ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر نہیں ہو گا۔''

(الصحيحة:٣٩٣)

تخریج: رواه أبو بكر الشافعي في "الفوائد": ۹۸/ ۱، وعنه ابن عساكر: ۸/ ۵۳۲/ ۲، والبيهقي: ۷/ ۲۸۳، والضياء في "المختارة": ۱۱۲/ ۱، واخرجه ابوداود: ۳۷۷۳، وابن ماجه: مفرقا في موضعين: ۳۲۶۳، ۳۲۷۵

شرح:...... یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی سادگی اور بے تکلفی کا ایک انداز ہے، اکٹھا کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ دیکھیں کہ اس حدیث کے مطابق کھانے کی مقدار کم تھی، لیکن کھانے والے زیادہ تھے۔ آپ ﷺ نے یہ ترکیب پیش کی کہ ماحضر چیزوں کو پکا کر ایک بڑے برتن میں ڈال کر سب کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس ادب کی نشاندہی بھی کر دی کہ برتن کے وسط سے نہ کھاؤ، کناروں سے کھاؤ، اس طرح برکت ہوگی۔

لیکن آجکل اس سنت سے بہت زیادہ غفلت برتی جا رہی ہے، ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بجائے اپنے جیسے انسانوں کا لحاظ کرنے لگ گئے ہیں، بلکہ اگر ایک گھر میں والدین اور بیٹوں اور بیٹیوں سمیت آٹھ نو افراد کھانا کھانے لگیں تو ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ سالن ڈالا جاتا ہے، بلکہ آجکل تو بڑی بڑی پلیٹوں میں روٹیاں بھی علیحدہ علیحدہ رکھ لی جاتی ہیں۔

قارئین کرام! ایسا کرنا حرام نہیں ہے، لیکن مسلمان ہونے اور حضرت محمد ﷺ کا امتی ہونے کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں، روحِ اسلام بھی کسی حقیقت کا نام ہے، ہمیں تمام امور میں رسول اللہ ﷺ سے موافقت کرنی چاہیے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث اعلامِ نبوت میں سے ایک ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے مستقبل کے بارے میں جو پیشین گوئی کی تھی، وہ ہو بہو پوری ہوئی۔ ہمارے سلف نے فارس اور روم کی سلطنتیں فتح کیں، جو لوگ ان کے ورثوں کے مالک بنے ان میں سے اکثر نے سرکشی اختیار کی اور شریعت اور آدابِ شریعت سے بے رخی اختیار کی۔ کھانے کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا ایک اسلامی ادب ہے، لیکن یہ لوگ خورد و نوش کی رنگینیوں میں یوں مگن ہو گئے کہ بسم اللہ پڑھنا بھول جاتے تھے۔ (صحیحہ: ۳۹۳)

مردار سے استفادہ کرنا کیسا ہے؟

(۱۸۸۲)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ، قَالَ: نَا مَشْيَخَةٌ لَنَا مِنْ جُهَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ إِلَيْهِمْ: ((أَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَيْتَةِ بِشَيْءٍ۔)) (الصحيحة: ۳۱۳۳)

عبداللہ بن عکیم کہتے ہیں: ہمارے جہینہ قبیلے کے کسی سردار نے ہمیں بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف (یہ پیغام) لکھ کر بھیجا تھا: ''مردار کی کسی چیز سے استفادہ مت کرو۔''

تخریج: أخرجه البخاري في "التاريخ": ۴/ ۱/ ۱۶۷، وابن عساكر: ۱۴/ ۳۷۰ عنه، وابن حبان في "صحيحه": ۲/ ۲۸۶/ ۱۲۷۶، والطحاوي في "شرح معاني الآثار": ۱/ ۲۷۱، و "مشكل الآثار": ۴/ ۲۶۰، والبيهقي في "سننه": ۱/ ۲۵

شــــرح:...... مردار نجس ہے، لیکن مردار کی کھال اتار کر اسے رنگ کر استعمال کرنا جائز ہے، جیسا کہ لوگ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بکری کو گھسیٹ کر لے جا رہے تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم اس کا چمڑا استعمال کر لو (تو بہتر ہے)۔'' انھوں نے کہا: یہ تو مردار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانی اور قرظ درخت کے پتوں سے یہ چمڑا پاک ہو جائے گا۔'' (صحیحه: ۲۱٦۳)

قرظ کیکر کے مشابہ ایک درخت ہوتا ہے، اس کو قرض یا سلم بھی کہتے ہیں اور اس کے پتوں سے چمڑے کی دباغت کی جاتی ہے۔

مردار کا چمڑا پاک کیا جا سکتا ہے

(۱۸۸۳)۔ عَنِ الْعَالِيَةِ بِنْتِ سُبَيْعٍ ، قَالَتْ: كَانَ لِي غَنَمٌ بِأُحُدٍ ، فَوَقَعَ فِيهَا الْمَوْتُ ، فَدَخَلْتُ عَلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهَا ، فَقَالَتْ: لَوْ أَخَذْتِ جُلُودَهَا فَانْتَفَعْتِ بِهَا۔ فَقُلْتُ: أَوَيَحِلُّ ذٰلِكَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ۔ مَرَّ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رِجَالٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَجُرُّوْنَ شَاةً لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا۔)) قَالُوْا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ۔)) (الصحيحة:۲۱٦۳)

عالیہ بنت سبیع کہتی ہیں: احد مقام پر میری کچھ بکریاں تھیں، وہ مرنے لگ گئیں۔ میں زوجۂ رسول سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور صورتحال کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے کہا: اگر تو ان کے چمڑے لے کر ان سے استفادہ کرتی رہے (تو درست ہے)۔ میں نے کہا: کیا ایسا کرنا میرے لیے حلال ہو گا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، کچھ لوگ اپنی (مردار) بکری کو گدھے کی طرح گھسیٹتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''کاش تم لوگ اس کا چمڑا لے لیتے۔'' انھوں نے کہا: یہ تو مردار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانی اور قرظ کے پتے اس کو پاک کر دیں گے۔''

تخريج: أخرجه أبوداود:٤١٢٦ ، والنسائي:٢/ ١٩١ ، والدارقطني:١٧ ، والبيهقي:١/ ١٩ ، أحمد: ٦/ ٣٣٤

شرح:...... مردار حرام اور نجس ہے، لیکن اس کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ قرظ کیکر کے مشابہ ایک درخت ہوتا ہے، اس کو قرض یا سلم بھی کہتے ہیں اور اس کے پتوں سے چمڑے کی دباغت کی جاتی ہے۔

دو مردار اور دو خون حلال ہیں

(۱۸۸٤)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعاً: ((أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ ، وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر (کلیجہ) اور تلی

وَالطِّحَالُ۔)) (الصحيحة:١١١٨) ہیں۔"

تخريج: رواه أحمد: ٢/ ٩٧ وعبد بن حميد في"المنتخب من المسند" ٨٩/ ٢، والعقيلي: ٢٣١، وابن ماجه: ٣٣١٤، وابن عدي: ٢٢٩/ ١، والحاكم، والبيهقي: ١/ ٢٥٤، والبغوي في "شرح السنة" ٣/ ١٨٥/ ٢، وابن ثرثال في "سداسياته" ٢٢٣/ ١

شرح:...... قرآن مجید میں کئی مقامات پر مردار اور خون کو حرام قرار دیا گیا ہے، لیکن اس حدیث میں دو مرداروں اور دو خونوں کی تخصیص کر دی گئی ہے کہ وہ حلال ہیں۔ یہ حدیث اس بات کا ٹھوس ثبوت ہے کہ احادیث رسول مستقل حجت ہیں اور ان سے قرآن مجید کی تخصیص کی جا سکتی ہے۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ خبر واحد سے قرآن مجید کی تخصیص نہیں کی جا سکتی یا خبر واحد کو قرآن مجید کے مفہوم پر پیش کیا جائے اور موافقت کی صورت قبول کر لی جائے اور مخالفت کی صورت میں اسے ترک کر دیا جائے۔ ان لوگوں کا یہ قول مردود ہے، کیونکہ حدیث رسول بنفس نفیس حجت شرعی ہے۔

اپنی قربانی کا گوشت کھانا

(١٨٨٥)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا ضَحَّى أَحَدُكُمْ، فَلْيَأْكُلْ مِنْ أُضْحِيَتِهِ۔)) (الصحيحة: ٣٥٦٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم قربانی کرو تو اپنی قربانی کا کچھ گوشت کھایا کرو۔"

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٣٩١، وابن عدي: ٨٨/ ١-٢، والخطيب في "التاريخ": ٧/ ٣٤

شرح:...... اللہ تعالیٰ کی نعمت کا یہی تقاضا ہے کہ جہاں مسلمان اس کی توفیق سے قربانی کا جانور اس کے نام پر ذبح کرتا ہے، وہاں اسے اس کا گوشت کھانے کی رغبت بھی ہونی چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو (١٠٠) اونٹ ذبح کئے ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا ...... پھر حکم دیا کہ ہر ایک اونٹ سے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا لایا جائے، پھر اسے ایک ہنڈیا میں پکایا گیا اور آپ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت کھایا اور اس کا شوربا نوش فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

قربانی کا وقت

(١٨٨٦)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ فِي يَوْمِ أَضْحَى: ((مَنْ كَانَ ذَبَحَ أُحْسِبُهُ قَالَ: قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ ذِبْحَتَهُ۔)) (الصحيحة:٢٧٠٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ والے روز فرمایا: "جس نے نماز (عید) سے پہلے (اپنی قربانی) ذبح کر دی وہ دوبارہ ذبح کرے۔"

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده": ١٢٠٥۔ كشف الأستار

شرح:...... عالم اسلام کے مسلمان عید الاضحیٰ کے موقع پر دس ذوالحجہ کو قربانی کرتے ہیں، جس کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے، نماز سے پہلے کی گئی قربانی مقبول نہیں ہوگی۔

قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا درست ہے

(۱۸۸۷)۔ عَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّا كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِهَا أَنْ تَأْكُلُوْا فَوْقَ ثَلَاثٍ لِكَيْ تَسَعَكُمْ، فَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالسَّعَةِ فَكُلُوْا، وَادَّخِرُوْا، وَاتَّجِرُوْا، أَلَا وَإِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔)) (الصحيحة: ۱۷۱۳)

حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے تم کو (قربانیوں کا) گوشت تین دنوں (سے زیادہ ذخیرہ کر کے) کھانے سے اس لیے منع کیا تھا، کہ وہ سب کو مل جائے۔ اب اللہ تعالیٰ نے خوشحالی اور آسودگی پیدا کر دی ہے، لہٰذا ذخیرہ بھی کر سکتے ہو اور فائدہ بھی اٹھا سکتے ہو۔ آگاہ ہو جاؤ! بیشک یہ ایام کھانے پینے اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے لیے ہیں۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ۲۸۱۳، ومن طريقه البيهقي: ۹/ ۲۹۲، وأحمد: ۵/ ۷۵

شرح:...... عید الاضحیٰ کا دن اور ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) کھانے پینے کے دن ہیں۔

(۱۸۸۸)۔ عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، وَعَنِ الْأَوْعِيَةِ، وَأَنْ تُحْبَسَ لُحُوْمُ الْأَضَاحِي بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ قَالَ: ((إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَوْعِيَةِ فَاشْرَبُوا فِيْهَا، وَاجْتَنِبُوْا كُلَّ مُسْكِرٍ، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِي أَنْ تَحْبِسُوْهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ فَاحْبِسُوْا مَا بَدَا لَكُمْ۔)) (الصحيحة:۸۸٦)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے، (چار قسم کے) برتنوں (کے استعمال) سے اور تین دنوں کے بعد قربانیوں کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن (کچھ عرصہ کے بعد) فرمایا: ''بلاشبہ میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، لیکن (اب حکم دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ آخرت یاد دلاتی ہیں اور میں نے تم کو (کچھ) برتنوں سے منع کیا تھا، لیکن (اب حکم دیتا ہوں کہ) ان کو مشروبات کے لیے استعمال کیا کرو اور نشہ دینے والی ہر چیز سے اجتناب کرو اور میں نے تم کو قربانیوں کا گوشت تین ایام سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا، لیکن (اب کہتا ہوں کہ) جب تک چاہو، اپنے پاس گوشت روکے رکھو۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۱/ ۱۴۵، والسياق له، وابن أبي شيبة :۷/ ۱۱۱/ ۳۸۲۲، والديلمي: ۱/ ۱/ ۴۰

شرح:...... نبی کریم ﷺ نے ابتدائے اسلام میں قبروں کی زیارت کرنے اور کچھ وجوہات کی بنا پر قربانیوں کا

گوشت تین ایام سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع فرما دیا تھا، لیکن بعد میں دونوں کی اجازت دے دی۔ اسی طرح جب شراب حرام ہوئی تو آپ ﷺ نے درج ذیل برتنوں کے استعمال سے منع فرما دیا:

کدو سے بنایا ہوا مٹکا، کھجور کے تنے کو کرید کر بنایا ہوا برتن، روغن کیا ہوا برتن اور پرانا سبز مٹکا۔

لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ نے ان برتنوں کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

(۱۸۸۹)۔ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيٌّ مِنْ سَفَرٍ ، فَقَدَّمْنَا إِلَيْهِ مِنْهُ ، فَقَالَ: لَا آكُلُهُ حَتّٰى أَسْأَلَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ: فَسَأَلَهُ عَلِيٌّ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ : ((كُلُوْهُ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ إِلٰى ذِي الْحِجَّةِ۔)) يَعْنِي: لَحْمَ الْأَضَاحِيَ۔ (الصحيحة:۳۱۰۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کسی سفر سے واپسی پر ہمارے پاس آئے، ہم نے (قربانی سے بچا ہوا کچھ گوشت) ان کو پیش کیا تاکہ وہ کھائیں، لیکن انھوں نے کہا: میں یہ اس وقت تک نہیں کھاؤں گا، جب تک رسول اللہ ﷺ سے اس کی بابت سوال نہ کرلوں۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(قربانیوں کا گوشت) اس ذوالحجہ سے اگلے ذوالحجہ تک کھا سکتے ہو۔''

تخريج: أخرجه البخاري في"التاريخ": ٤/ ٢/ ٣٧٠ ، ٣٧١ ، والطحاوي في"شرح معاني الآثار": ٢/ ٣٠٨ ، وابن حبان في"صحيحه": ٧/ ٥٦٩/ ٥٩٠٣ ، وأحمد: ٦/ ١٥٥ ، والخطيب في"الموضح": ١/ ٢٠٢

(۱۸۹۰)۔ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِي فَوْقَ ثَلَاثٍ لِيَتَّسِعَ ذُوْالطَّوْلِ عَلٰى مَن لَّا طَوْلَ لَهُ ، فَكُلُوْا مَابَدَالَكُمْ ، وَأَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا۔)) (الصحيحة:٢٠٤٨)

سلیمان بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں قربانیوں کا گوشت تین ایام سے زیادہ رکھنے سے اس لیے منع کرتا تھا کہ دولت مند لوگ غریبوں کو فائدہ پہنچا سکیں۔ اب (چونکہ خوشحالی ہے اس لیے) جب تک چاہو کھاتے رہو، کھلاتے رہو اور ذخیرہ کرتے رہو۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٦/ ٨٢ ، ولم يسق لفظه ، والترمذی:١/ ٢٨٥ ، والبيهقی فی "الشعب": ٢/ ٣٩٥/ ٢

(۱۸۹۱)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ، قَالَ: كَانَ ﷺ قَدْ نَهَانَا عَنْ أَنْ نَأْكُلَ لُحُوْمَ نُسُكِنَا فَوْقَ ثَلَاثٍ ، (قَالَ) فَخَرَجْتُ فِي سَفَرٍ ، ثُمَّ قَدِمْتُ عَلٰى أَهْلِي ، وَذٰلِكَ بَعْدَ

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے ہمیں تین ایام کے بعد قربانیوں کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔ میں ایک سفر پر گیا اور پھر اپنے گھر واپس آ گیا۔ یہ عید الاضحیٰ سے کچھ دنوں کے بعد کی بات ہے۔ میری بیوی ایک قسم کی

الْأَضْحٰى بِأَيَّامٍ (قَالَ) فَأَتَتْنِي صَاحِبَتِي بِسَلْقٍ قَدْ جَعَلَتْ فِيهِ قَدِيدًا، فَقُلْتُ لَهَا: أَنّٰى لَكِ هٰذَا الْقَدِيدُ؟ فَقَالَتْ: مِنْ ضَحَايَانَا، (قَالَ) فَقُلْتُ لَهَا: أَوَ لَمْ يَنْهَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ أَنْ نَأْكُلَهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ، قَالَ: فَقَالَتْ: إِنَّهُ قَدْ رَخَّصَ لِلنَّاسِ بَعْدَ ذٰلِكَ، قَالَ: فَلَمْ أُصَدِّقْهَا حَتّٰى بَعَثَ إِلٰى أَخِي قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، وَكَانَ بَدْرِيًّا أَسْأَلُهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: فَبَعَثَ إِلَيَّ: أَنْ كُلْ طَعَامَكَ فَقَدْ صَدَقَتْ، قَدْ أَرْخَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِي ذٰلِكَ۔

(الصحيحة: ١٦٩)

سبزی "سلق" (چقندر) لائی اور اس میں خشک گوشت ڈالا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ گوشت کے پارچے کہاں سے آ گئے؟ اس نے کہا: اپنی قربانیوں کے ہیں۔ میں نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (قربانیوں کا گوشت) تین دنوں کے بعد کھانے سے منع نہیں کیا تھا۔ اس نے کہا: لیکن بعد میں آپ ﷺ نے لوگوں کو رخصت دے دی تھی۔ لیکن میں نے اپنی بیوی کی تصدیق نہ کی اور اپنے بھائی قتادہ بن نعمان، جو بدری تھے، کی طرف پیغام بھیجا اور اس کی بابت پوچھا؟ انھوں نے جوابًا یہ پیغام بھیجا کہ آپ اپنا (گوشت والا) کھانا کھائیں، آپ کی بیوی سچی ہے، واقعی رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس کی رخصت دے دی ہے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ١٥، وأخرجه البخاري: ٣٩٩٧، ٥٥٦٨ مختصرا دون قصة المرأة

ثرید بابرکت کھانا ہے

(١٨٩٢)۔ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ: أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا ثَرَدَتْ غَطَّتْهُ شَيْئًا حَتّٰى يَذْهَبَ فَوْرُهُ وَدُخَانُهُ، ثُمَّ تَقُوْلُ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ۔)) (الصحيحة: ٣٩٢، ٦٥٩)

حضرت اسما بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب میں ثرید بناتی تھی تو اسے کچھ دیر تک ڈھانپ دیتی تھی، تاکہ اس کی گرمی کی شدت اور دھواں جاتا رہے۔ پھر وہ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: "یہ برکت کے لیے بڑی عظیم چیز ہے۔"

٣٩٢: تخريج: أخرجه الدارمي: ٢/ ١٠٠، وابن حبان: ١٣٤٤، والحاكم: ٤/ ١١٨، وابن أبي الدنيا في "الجوع": ١٤/ ٢، والبيهقي: ٧/ ٢٨٠، واحمد: ٦/ ٣٥٠

٦٥٩: تخريج: أخرجه الدارمي: ٢/ ١٠٠، وابن حبان في "صحيحه": ١٣٤٤، والحاكم: ٤/ ١١٨، والبيهقي: ٧/ ٢٨٠، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٤/ ٨٤/ ٢٢٦، واحمد: ٦/ ٣٥٠

شرح:...... روٹی کو توڑ کر شوربے میں بھگو کر بنائے ہوئے کھانے کو "ثرید" کہتے ہیں۔ اس قسم کا کھانا انتہائی مبارک اور زود ہضم ہوتا ہے، پہلے کئی مقامات پر عرض کیا جا چکا ہے کہ برکت کا تعلق غیر محسوس انداز سے ہوتا ہے اور وہی چیزیں مبارک ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بابرکت قرار دیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کے فرمودات کو برحق سمجھ کر ثرید جیسے

کھانے کو اپنے جسم کے لیے مبارک اور صحت کا ضامن سمجھا جائے۔ سیدنا ابو موسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ۔)) (ترمذی) ...... دوسری عورتوں پر عائشہ کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے ثرید کی دوسرے کھانوں پر فضیلت ہے۔

صدقہ میں دیا جانے والا مال باقی ہے

(۱۸۹۳)۔ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَابَقِيَ مِنْهَا؟)) قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا، قَالَ: ((بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا۔)) (الصحيحة:٢٥٤٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ صحابہ نے ایک بکری ذبح کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کتنا گوشت باقی بچا ہے؟'' اس (عائشہ) نے کہا: ایک دستی کے علاوہ کچھ بھی نہیں بچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس کا مطلب یہ ہوا کہ) سارے کا سارا گوشت بچ گیا ہے، سوائے ایک دستی کے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٧٧، وأحمد: ٦/ ٥٠

شرح:...... اس حدیث میں صدقہ کی فضیلت کا بیان ہے، مسلمان اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو کچھ خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے حق میں قرضہ قرار دیا ہے، جس کی ادائیگی میدانِ حشر میں ہوگی۔ اسی اصول کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمام گوشت کو اپنے حق میں باقی سمجھا جسے صدقہ و خیرات کیا جا چکا تھا۔

کھجور کی خیر و برکت

(۱۸۹۴)۔ عَنْ سَلْمٰى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((بَيْتٌ لَاتَمْرَ فِيْهِ، كَالْبَيْتِ لَاطَعَامَ فِيْهِ۔)) (الصحيحة:١٧٧٦)

سیدہ سلمی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس گھر میں کھجور نہ ہو، وہ اس گھر کی مانند ہے جس میں کوئی کھانا نہ ہو۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٣٣٢٧

شرح:...... عرب لوگوں کے ہاں کھجور کی وہی اہمیت ہے جو ہمارے ہاں پاکستان میں گندم کی ہے۔ جس طرح فصل کی کٹائی کے موقع پر سال کے لیے گندم جمع کر لینا باعثِ برکت ہے، اسی طرح کا معاملہ کھجور کا ہے۔ اس حدیث کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کے بغیر گھر والوں کا گزارا نہ ہو سکتا ہو، اس کی عدم موجودگی بے برکتی کا باعث ہوگی۔ ۲۰۰۸ء کے اوائل میں پاکستان میں پیدا ہونے والے گندم کے بحران کی روشنی میں اس حدیث کو سمجھنا مزید آسان ہو سکتا ہے۔

سرکہ کی خیر و برکت

(۱۸۹۵)۔ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَاأُمَّ هَانِئٍ! هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟)) فَقَالَتْ: لَا، إِلَّا كِسِيْرَاتٌ

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور پوچھا: ''تیرے پاس (کھانے کے لیے) کوئی چیز ہے؟'' میں نے کہا: کچھ بھی نہیں، بس کچھ خشک ٹکڑے اور

يَـابِسَـاتٌ وَخَلٌّ۔ فَقَالَ: ((مَا أَقْفَرَ مِنْ أُدْمٍ بَيْتٌ فِيْهِ خَلٌّ۔)) (الصحيحة:٢٢٢٠) سرکہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس گھر میں سرکہ ہو اسے سالن سے خالی نہیں کہا جا سکتا۔''

تخريج: أخرجه الترمذي:١٨٤٢، وأبونعيم في "الحلية":٨/ ٣١٢-٣١٣، والديلمي: ٤/ ٣٤

شرح:...... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((نِـعْـمَ الْإِدَامُ الْـخَـلُّ۔)) (تـــرمـــذی) ...... ''سرکہ بہترین سالن ہے۔'' دراصل شریعت کا یہ مزاج نہیں کہ آدمی قسما قسم کے کھانوں کی تلاش میں سرگرداں رہے، شریعت کا اصل مطلوب یہ ہے کہ آدمی کھانے پینے کی اتنی مقدار استعمال کرتا رہے، جس سے اس کی زندگی کی بقا رہے۔ جیسا کہ سیدنا مقدام بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ((مَا مَلَا آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُـلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ۔)) (صحيحه: ٢٢٦٥)...... ''پیٹ سب سے برا برتن ہے، جو آدمی بھرتا ہے۔ بس چند لقمے آدمی کو کافی ہیں جو اس کی کمر کو سہارا دے سکیں، اگر کسی نے لامحالہ طور پر (زیادہ کھانا ہی) ہے تو وہ (پیٹ یعنی معدہ کا) تیسرا حصہ کھانے کے لیے، تیسرا حصہ پینے کے لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے رکھ لے۔''

اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں سرکے جیسا بہترین سالن پایا جاتا ہے، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہاں تو کوئی سالن نہیں ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے پر وسعت کرے تو وہ کھانے پینے میں بھی وسعت اختیار کر سکتا ہے۔

اس حدیث کو سمجھنے کے لیے یہ مثال بیان کرنا درست ہوگی کہ پاکستان کے بعض علاقوں میں موسم کے مطابق مختلف چیزوں کا اچار بنا کر اس کو کافی عرصہ تک بطورِ سالن استعمال کیا جاتا ہے، یہ لوگ دوپہر کو مستقل طور پر روٹی اچار کے ساتھ کھاتے ہیں اور دوسرے اوقات میں سالن نہ ہونے کی صورت میں اچار کی ڈلی یا مرچ وغیرہ پر گزارا کر لیتے ہیں۔ اس طرح یہ ایسی بابرکت چیز ثابت ہوتا ہے کہ کھانا کھانے والا بھی سیر ہو جاتا ہے، خرچہ بھی بچ جاتا ہے، وقت بھی بچ جاتا ہے اور کسی کو دوسرا سالن تیار کرنے کی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ ہماری مراد وہ اچار نہیں، جس میں مہنگے مہنگے ایٹم ڈال کر اسے لذیذ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

کھجور کی بہترین قسم ''برنی'' ہے

(١٨٩٦)۔ قَـالَ ﷺ: ((خَيْـرُ تَـمَـرَاتِـكُمُ الْبَـرْنِـيُّ، يَـذْهَـبُ بِالدَّاءِ وَلَا دَاءَ فِيْهِ۔)) رُوِيَ مِـنْ حَـدِيْـثِ بُرَيْدَةَ بْنِ الْحُصَيْبِ، وَأَنَـسِ بْنِ مَالِكٍ، وَأَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہترین کھجور برنی ہے، وہ بیماری کو دور کرتی ہے اور خود اس میں کوئی بیماری نہیں ہے۔'' یہ حدیث سیدنا بریدہ بن حصیب، سیدنا انس بن مالک، سیدنا ابو سعید خدری، سیدنا مزیدہ جو ہود بن عبد اللہ دادا

وَمَزْيَدَةَ جَدِّ هُوْدِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَبَعْضِ وَفْدِ عَبْدِالْقَيْسِ۔ (الصحيحة: ١٨٤٤)

ہیں، سیدنا علی بن ابو طالب اور وفد عبد القیس کے بعض افراد رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج: (١)۔ أما حديث بريدة: فأخرج الروياني في"مسنده":٨/ ٢، وابن عدي: ٣٠١/ ٢، والبيهقي في"الشعب": والضياء في"المختارة": كما في"الآلي": للسيوطي: ٢/ ٢٤٢

(٢)۔ أم حديث أنس: فأخرجه العقيلي في"الضعفاء": ١/ ٢٩ وأبونعيم في"الطب": رقم۔ ١٠۔ المنتقي منه، والحاكم: ٤/ ٢٠٣۔ ٢٠٤

(٣)۔ وأما حديث أبي سعيد: فأخرجه الحاكم: ٤/ ٢٠٤

(٤)۔ وأما حديث مزيدة: فأخرجه الحكيم الترمذي و الطبراني والحاكم: ٤/ ٤٠٦۔ ٤٠٧، وسكت عنه، وكذا الذهبي۔

(٥)۔ وأما حديث علي: فأخرجه ابن عدي وأبونعيم: ذكره ابن حبان في"الثقات": وقال: في حديثه بعض المناكير

(٦)۔ وأما حديث بعض وفد عبد القيس: فأخرجه البخاري في"الأدب المفرد": ١١٩٨، وأحمد: ٤/ ٢٠٦۔ ٢٠٧

شرح :...... اس میں برنی کھجور کی تعریف کی گئی ہے۔

جانور دوہتے وقت دودھ کی کچھ مقدار تھنوں میں باقی چھوڑنے کا حکم اور وجہ

(١٨٩٧)۔ عَنْ ضِرَارِ بْنِ الْأَزْوَرِ، قَالَ: بَعَثَنِي أَهْلِيْ بِلُقُوْحٍ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: بِلَقْحَةٍ۔ إِلَى النَّبِيِّ فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَأَمَرَنِي أَنْ أَحْلُبَهَا ثُمَّ قَالَ: ((دَعْ دَاعِيَ اللَّبَنَ۔)) (الصحيحة: ١٨٦٠)

سیدنا ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے بعض اہل خانہ نے مجھے کئی یا ایک دودھ والی اونٹنی دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا، میں وہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کو دوہوں، پھر فرمایا: ''(مزید دودھ) کا سبب بننے والا دودھ (تھنوں میں) چھوڑ دیا کر۔''

تخريج: أخرجه الدارمي: ٢/ ٨٨، وابن حبان: ١٩٩٩، والحاكم: ٣/ ٢٣٧، وأحمد وابنه في" زوائد المسند": ٤/ ٧٦، ٣٢٢، ٣٣٩، والطبراني في"المعجم الكبير": ٨١٢٨۔ ٨١٣١

شرح :...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا یہ معنی بیان کیا: دوہنے والے کو چاہیے کہ وہ دودھ کی کچھ مقدار تھنوں میں باقی رہنے دے اور ان کو مکمل نہ نچوڑ لے، کیونکہ دوہنے کے بعد تھنوں میں باقی رہنے والا دودھ مزید دودھ کے

اترنے کا سبب بنے گا اور تھنوں کو مکمل نچوڑ لینے کی صورت میں پچھلا دودھ کافی دیر کے بعد اترے گا۔ (صحیحہ: ۱۸۶۰)

اللہ تعالیٰ کو خاکستری رنگ والا جانور زیادہ پسند ہے

(۱۸۹۸)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((دَمُ عَفْرَاءَ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ دَمِ سَوْدَاوَيْنِ۔)) (الصحيحة:١٨٦١)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خاکستری رنگ کا جانور ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کو دو کالے رنگ کے جانور ذبح کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔''

تخريج: رواه الحاكم: ٤/ ٢٢٧، وأحمد: ٢/ ٤١٧، وابن عساكر: ٦/ ٩٧/ ١

شرح: ...... معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کے نام پر یا اس کے حکم پر کوئی جانور ذبح کیا جائے تو خاکستری رنگ کا اہتمام کرنا چاہیے، مثلا: قربانی، ہَدی، نذر، صدقہ۔

آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کرنا منسوخ ہو گیا

(۱۸۹۹)۔ عَنْ عَلْقَمَةَ الْقُرَشِيِّ قَالَ: دَخَلْنَا بَيْتَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَوَجَدْنَا فِيْهِ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، فَذَكَرْنَا الْوُضُوْءَ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَأْكُلُ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ، ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ۔ فَقَالَ لَهُ بَعْضُنَا: أَنْتَ رَأَيْتَهُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: فَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى عَيْنَيْهِ فَقَالَ: بَصُرَ عَيْنِي۔ (الصحيحة:٢١١٦)

علقمہ قریشی کہتے ہیں: ہم زوجۂ رسول سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے، وہاں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جب ہم نے آگ پر پکی چیز کھانے کے بعد وضو کرنے کی بات کی، تو سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھاتے تھے، پھر (نیا) وضو کیے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ کسی نے کہا: اے ابن عباس! کیا آپ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ انھوں نے ہاتھ سے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میری آنکھ نے خود دیکھا ہے۔

تخريج: أحمد: ١/ ٢٧٢، وأخرج مسلم: ١/ ١٨٨ و ابو عوانة: ١/ ٢٧٢ بلفظ: رايت رسول الله ﷺ ياكل عرقا من شاة ثم صلى ولم يتوضا ولم يمس ماء۔

شرح: ...... ابتدائے اسلام میں آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے کو ناقضِ وضو قرار دیا گیا تھا، لیکن بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دے دی۔ لہٰذا اب کسی قسم کی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا وہ بکری کا گوشت کھانے سے وضو کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تیری مرضی ہے) اگر چاہے تو وضو کر لے اور نہ چاہے تو نہ کرے۔ اس نے کہا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اونٹ کے گوشت سے وضو کرو۔ (مسلم: ۳۶۰)

کھجور کا کھجور سے تبادلہ اور اس کا طریقہ کار

(۱۹۰۰)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِتَمْرٍ رَيَّان، فَقَالَ: ((أَنّٰى لَكُمْ هٰذَا؟)) فَقَالُوْا: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ بَعْلٍ، فَبِعْنَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((رُدُّوْهُ عَلٰى صَاحِبِهِ يَعْنِي: التَّمْرَ الرَّيَّانَ فَبِيْعُوْهُ، يعني: التَّمْرَ الرَّدِيْءَ، بِعَيْنٍ، ثُمَّ ابْتَاعُوْا التَّمْرَ۔)) (الصحيحة:۳۰۴۹)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سیراب ہونے والی زمین کی (عمدہ) کھجور لائی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے یہ کھجور کہاں سے لی ہے؟'' انھوں نے کہا: ہمارے پاس بارانی زمین کی (ناقص) کھجور تھی، ہم نے اس کے دو صاع دے کر (عمدہ) کھجوروں کا ایک صاع خریدا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سیراب ہونے والی زمین کی کھجور اس کے مالک کو واپس کر دو اور (آئندہ) ردی کھجور نقدی کے عوض فروخت کر کے پھر اس (نقدی) کے بدلے (عمدہ) کھجور خرید لیا کرو۔'' (کیونکہ یہ ربا الفضل ہے)۔

تخريج: أخرجه الطبراني في "العجم الأوسط": ۱/ ۷۵/ ۲/ ۱۳۹۳، وأخرجه البزار في "مسنده": ۲/ ۱۰۸/ ۱۳۱۷ دون قوله: ((بعين، ثم......۔))

شرح:...... سود کی دو اقسام ہیں:

(۱) رِبَا الْفَضل: خرید و فروخت میں ایک جنس کے تبادلہ کے وقت ایک طرف سے زیادہ مقدار حاصل کرنا یا مقدار برابر ہونے کی صورت میں ایک طرف سے ادھار ہونا۔ جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر اور نقد و نقد فروخت کیے جائیں۔ جس نے (ان کی تجارت کرتے وقت ایک طرف سے) زیادہ دیا یا لیا تو اس نے سودی کاروبار کیا۔ سود لینے والا اور دینے والا (دونوں گناہ میں) برابر ہیں۔'' (مسلم)

آجکل صرافہ بازاروں میں سونے کی خرید و فروخت کے وقت اس حدیث کی خوب مخالفت کی جاتی ہے، اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ایک طرف سے سونا نقد ہوتا ہے اور دوسری طرف سے ادھار اور اس کی مقدار میں بھی فرق ہوتا ہے۔

(۲) رِبَا النَّسِيْئَة: ایک جیسی دو متبادل چیزوں میں سے کسی ایک کا زیادہ معاوضہ لینا، مگر ایک مقررہ مدت کے بعد۔ جیسے رضوان نے بشارت کو ایک ہزار روپے بیس دنوں کے لیے ادھار دیے، شرعی قانون کے مطابق اتنی رقم ہی واپس لینی تھی، لیکن اس نے بیس دنوں کے عوض ایک ہزار سے زیادہ رقم وصول کی۔ بینک سے قرضہ لینے والوں اور بینک میں رقم جمع کروانے والوں اور بینک کے ذریعے گاڑیاں وغیرہ خریدنے والوں کا سود اسی قسم کا ہوتا ہے۔ جو

لوگ اس قسم کے لین دین کو جائز سمجھتے ہیں، ان سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ شریعت میں جس سود کو حرام اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ قرار دیا گیا ہے، اس کی تعریف کیا ہے اور آیا موجودہ دور میں اس کی کوئی شکل پائی جاتی ہے؟

اس حدیث میں ربا الفضل کی حرمت کا بیان ہے کہ ایک جنس کی چیزوں کی خرید و فروخت کے وقت دونوں طرف سے برابری ہونا ضروری ہے، زائد مال سود کی شکل اختیار کرے گا۔ اگر کوئی کمی بیشی کرنا چاہتا ہے تو ان کا علیحدہ علیحدہ سودا کیا جائے، مثلاً اگر کوئی آدمی پانچ کلو اعلیٰ قسم کی گندم کے بدلے دس کلو ادنیٰ قسم کی گندم خریدنا چاہتا ہے، تو اسے چاہیے کہ پہلے پانچ کلو گندم کا سودا روپیوں کے عوض میں کرے، پھر روپیوں کے عوض دس کلو گندم خریدے۔

ولیمہ بدترین کھانا کیوں ہے؟

(۱۹۰۱)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ، يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيْهَا، وَيُدْعٰى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ۔))

(الصحيحة: ۱۱۸۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ولیمہ کا کھانا بدترین کھانا ہے، جو (غریب) آدمی وہ کھانا کھانا چاہتا ہے، اس کو روک لیا جاتا ہے اور اس (امیر) کو دعوت دی جاتی ہے، جو اس کو کھانے سے انکار کرتا ہے، (لیکن) جس نے دعوت قبول نہ کی، اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔''

تخريج: رواه الطبراني في "الأوسط" ۱/ ۱۱۱/ ۲، وابن عدي في "الكامل": ق ۱۹۱/ ۲

شرح:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عصرِ مبارک کی اہم خاصیت سادگی اور پرخلوص باہمی محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کے موقع پر بکری کا، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے موقع پر کھجور اور ستو کا اور بعض بیویوں سے شادی پر دو مد (تقریباً ایک کلو پچاس گرام) کا ولیمہ کیا۔ لیکن آجکل جہاں ظاہری رکھ رکھاؤ، اور ''بھرم'' برقرار رکھنے کے لیے تکلف کرتے ہوئے ولیمے کی دعوتوں اور شادی کے دوسرے رسم و رواج پر بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے، وہاں مذکورہ حدیث کا مصداق بنتے ہوئے مستحقین اور حقدار فقرا و مساکین کو کلی طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ دعوت دیتے وقت قطعی طور پر اس چیز کو مد نظر نہیں رکھا جاتا ہے کہ فلاں آدمی نیک ہے یا فلاں آدمی غریب ہے، بس مسکراہٹوں کے تبادلے ہو رہے ہیں اور دولت کو دولت کھینچ رہی ہے، یہی دعوتیں ہیں جنہیں بدترین کہا گیا۔ بہر حال مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے۔

رات کو برتنوں کو ڈھانپنے کی وجہ

(۱۹۰۲)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَرْفُوْعاً: ((غَطُّوْا الْإِنَاءَ وَأَوْكُوْا السِّقَاءَ فَإِنَّ فِي

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''برتنوں کو ڈھانپ کر اور مشکیزوں کو باندھ کر رکھا

السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيْهَا وَبَاءٌ لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَاءٌ، أَوْسِقَاءٌ لَيْسَ عَلَيْهِ وِكَاءٌ إِلَّا نَزَلَ فِيْهِ مِنْ ذٰلِكَ الْوَبَاءِ۔)) (الصحيحة: ٣٧)

کرو، کیونکہ سال میں ایک رات ایسی بھی ہوتی ہے کہ جس میں ایک وبا اترتی ہے اور جس برتن پر ڈھکن اور جس مشکیزے پر سر بندھ نہیں ہوتا اس میں داخل ہو جاتی ہے۔''

تخريج: رواه مسلم: ٦/ ١٠٥، وأحمد: ٣/ ٣٥٥، وللحديث طرق و الفاظ اخرى، وقد سقتها فى "ارواء الغليل": ٣٨۔

شرح:...... رات کو تمام برتنوں کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ کا چوہے کے بارے شبہ

(١٩٠٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، لَا يُدْرٰى مَافَعَلَتْ؟ وَإِنِّي لَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَأْرَ، أَلَا تَرَوْنَهَا إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ، وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْ۔)) (الصحيحة:٣٠٦٨)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنو اسرائیل کی ایک امت گم ہو گئی، اس کے بارے میں کوئی پتہ نہ چل سکا کہ اس نے کیا کیا اور میرا خیال ہے وہ چوہے (کی شکل میں مسخ ہو گئی ہو گی)، کیونکہ تم نے دیکھا ہو گا کہ جب چوہے کے لیے اونٹنیوں کا دودھ رکھا جائے تو یہ نہیں پیتا اور بکریوں کا دودھ رکھا جائے تو پی لیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٣٣٠٥، ومسلم: ٨/ ٢٢٦، وابن حبان: ٦٢٢٥۔ الأحسان"، والطحاوي في "مشكل الآثار": ٤/ ٢٧٧، وأحمد: ٢/ ٢٣٤، وأبويعلي: ١٠/ ٦٠٣١، والبغوي في "شرح السنة": ١٠/ ٢٠٠/ ٣٢٧١

شرح:...... نبی کریم ﷺ نے چوہے اور سانڈے کے بارے میں جس شبے کا اظہار کیا، یہ آپ ﷺ کی درج ذیل حدیث سے پہلے کی بات ہے:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے بندروں اور خنزیروں کے مسخ ہونے کا ذکر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِمَسْخٍ نَسْلًا وَلَا عَقِبًا، وَقَدْ كَانَتِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ قَبْلَ ذٰلِكَ۔)) (مسلم: ٢٦٦٣)

''بیشک اللہ تعالیٰ نے مسخ شدہ لوگوں کی نسل اور اولاد (کا سلسلہ) نہیں بنایا، بندر اور خنزیر تو پہلے سے تھے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چوہا خود ایک مستقل جنس ہے، کسی انسان کی مسخ شدہ صورت نہیں۔

علامہ قسطلانی نے کہا: جمہور کا خیال ہے کہ بندر، مسخ شدہ قوموں کی نسل نہیں ہیں۔ یہی بات زیادہ قابل اعتماد ہے، کیونکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ یُھْلِكْ قَوْمًا اَوْ یُعَذِّبْ قَوْمًا فَیَجْعَلَ لَھُمْ نَسْلًا ، وَاِنَّ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ۔)) (مسلم: ۲٦٦۳) ...... ''بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرتے ہیں یا اسے عذاب میں مبتلا کرتے ہیں تو ان کی نسل نہیں رہنے دیتے، بندر اور خنزیر تو (لوگوں کے مسخ ہونے سے) پہلے سے تھے۔''

جمہور علما نے اس باب کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس قسم کی احادیث اس معاملے کی حقیقت کی وحی سے پہلے ارشاد فرمائیں، اسی لیے آپ ﷺ نے حتمی بات نہیں کی، (بلکہ شبہ اور ظن کا اظہار کیا) اور سیدنا عبد اللہ کی حدیث میں بیان کی گئی حقیقت کا یقین کے ساتھ اظہار کیا۔ (ارشاد الساری: ۷/ ۲۱۷)

بیویوں کے ساتھ دل لگی

(۱۹۰٤)۔ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: أَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بِخَزِیْرَةٍ طَبَخْتُھَا لَهُ ، فَقُلْتُ لِسَوْدَةَ وَالنَّبِیُّ ﷺ بَیْنِی وَبَیْنَھَا ، فَقُلْتُ: لَھَا: کُلِیْ فَأَبَتْ ، فَقُلْتُ: لَتَأْکُلِنَّ أَوْ لَأَلْطِخَنَّ وَجْھَكِ ، فَأَبَتْ ، فَوَضَعْتُ یَدِیْ فِی الْخَزِیْرَةِ فَطَلَیْتُ بِھَا وَجْھَھَا! فَضَحِكَ النَّبِیُّ ﷺ فَوَضَعَ فَخِذَهُ لَھَا وَقَالَ سَوْدَةُ: ((اِلْطَخِی وَجْھَھَا۔)) فَلَطَخَتْ وَجْھِیْ فَضَحِكَ النَّبِیُّ ﷺ أَیْضاً ، فَمَرَّ عُمَرُ فَنَادٰی: یَا عَبْدَاللّٰہِ! یَا عَبْدَاللّٰہِ! فَظَنَّ النَّبِیُّ ﷺ أَنَّهُ سَیَدْخُلُ فَقَالَ لَھُمَا: ((قُوْمَا فَاغْسِلَا وُجُوْھَکُمَا۔)) یَعْنِی: عَائِشَةَ وَسَوْدَةَ۔ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَا زِلْتُ أَھَابُ عُمَرَ لِھَیْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ إِیَّاهُ۔

(الصحیحة: ۳۱۳۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں خزیرہ (ایک کھانا جو قیمے اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے) پکا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی۔ نبی کریم ﷺ میرے اور سودہ کے درمیان تشریف فرما تھے، میں نے سودہ سے کہا کہ تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: تم یہ ضرور کھاؤ گی یا میں تمہارے چہرے کو اس سے آلودہ کر دوں گی۔ اس نے پھر بھی انکار کیا۔ پس میں نے اپنا ہاتھ خزیرہ میں رکھا اور اس کے چہرے پر لگا دیا۔ نبی کریم ﷺ ہنس پڑے اور اس کے لیے اپنی ران رکھ کر سودہ سے فرمایا: ''تم بھی اس کے چہرے پر لگا دو۔'' سو اس نے میرا چہرہ بھی آلودہ کر دیا، اور نبی کریم ﷺ ہنس پڑے۔ اتنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے اور آواز دی: او عبد اللہ! او عبد اللہ۔ نبی کریم ﷺ کو گمان ہوا کہ وہ ابھی داخل ہونے والے ہیں، اس لیے ان سے فرمایا کہ ''کھڑی ہو جاؤ اور اپنے چہرے دھو لو۔'' آپ ﷺ کی مراد عائشہ اور سودہ تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں ہمیشہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتی رہی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کی ہیبت کا خیال رکھتے تھے۔

تخريج: أخرجه أبوبكر الشافعي في "الفوائد": ق ۱۸ / ۱، وابويعلى في "مسنده": ۷/ ٤٤٩/ ٤٤٧٦

شرح:...... یہ نبی کریم ﷺ کے سامنے امہات المؤمنین کا ایک بے تکلفانہ مزاحیہ انداز تھا۔
نیز اس حدیث میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کی ہیبت، رعب اور وقار کا خیال رکھتے تھے۔

آپ ﷺ کا پسندیدہ مشروب

(۱۹۰۵)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَيْهِ الْحُلْوُ الْبَارِدُ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ٹھنڈا اور میٹھا مشروب نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ پسند تھا۔

(الصحيحة: ۳۰۰۶)

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ۳۸، ٤٠

شرح:...... تقریباً ہر آدمی طبعی طور پر میٹھی چیز کو پسند کرتا ہے اور ٹھنڈے اور میٹھے مشروب کی اہمیت تو ہر ایک کے لیے واضح ہے۔ بہرحال ہمیں چاہئے کہ اس قسم کے طبعی فیصلوں کو رسول اللہ ﷺ کی چاہت کے تابع کر کے آپ ﷺ کی پسندیدہ چیزوں کو آپ ﷺ کی وجہ سے پسند کریں۔

میٹھی اور ٹھنڈی چیز آپ ﷺ کو پسند تھی

(۱۹۰٦)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحُلْوُ الْبَارِدُ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کو میٹھی اور ٹھنڈی چیز پسند تھی۔

(الصحيحة: ۲۱۳٤)

تخريج: أخرجه أبو بكر الشافعي في "الفوائد": ۹/ ۲٦٠، والحميدي في "مسنده": ١/ ١٢٥/ ٢٥٧، وأخرجه احمد: ٦/ ۳۸ بلفظ: كان احب الشراب الى رسول الله ﷺ الحلو البارد۔

شرح:...... عصرِ حاضر میں بھی آئس کریم، کسٹرڈ، کھیر اور قسما قسم کے ٹھنڈے اور میٹھے مشروبات وغیرہ کی صورتوں میں جتنی ٹھنڈی اور میٹھی چیزوں کا تصور اور وجود پایا جاتا ہے، ان کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی نعمتیں، جو انسان کے وجود کو سرور بخشتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہیں۔

آپ ﷺ کی پسندیدہ بوٹی

(۱۹۰۷)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: كَانَ أَحَبَّ الْعَرْقِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذِرَاعُ الشَّاةِ۔

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی سب سے زیادہ پسندیدہ گوشت والی ہڈی، بکری کی دستی تھی۔

(الصحيحة: ۲۰۵۵)

تخريج: أخرجه الطيالسي: ۲۸۸، وعنه أبوداود: ۳۷۸۰، وأحمد: ١/ ۳۹۷

آپ ﷺ کی پسندیدہ سبزی

(۱۹۰۸)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ۔ (الصحيحة:۲۱۲۷)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کدو پسند کرتے تھے۔

تخريج: أخرجه أحمد:۳/ ۱۷۷، ۲۷٤، وابن ماجه: ۲/ ۳۱۰، والترمذي في "الشمائل": صـ ۱۹۹

(۱۹۰۹)۔ جَابِرُ بْنُ طَارِقٍ وَيُقَالُ: ابْنُ أَبِي طَارِقٍ۔ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي بَيْتِهِ، وَعِنْدَهُ هٰذِهِ الدُّبَّاءُ، فَقُلْتُ: أَيُّ شَيْءٍ هٰذَا؟ قَالَ: ((هٰذَا الْقَرْعُ وَهُوَ الدُّبَّاءُ نُكْثِرُ بِهِ طَعَامَنَا۔)) (الصحيحة:۲٤۰۰)

سیدنا جابر بن طارق (جن کو ابن ابی طارق بھی کہا جاتا ہے) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس ان کے گھر گیا اور آپ ﷺ کے پاس کدو پڑے تھے۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کدو ہیں، ہم اسے اپنے کھانے میں بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه الترمذي في "الشمائل": ص ۱۰٤، وابن ماجه:۲/ ۳۱۱، و أحمد: ٤/ ۳۵۲، والطبراني في "الكبير": ۲۰۸۵، وأبو الشيخ في "أخلاق النبي ﷺ": صـ ۲۱٤

شرح:...... سیدنا انس رضی اللہ عنہ کدو اس لیے پسند کرتے تھے، کہ یہ رسول اللہ ﷺ کو پسند تھے۔ مختلف احادیث سے کدو کو کھانے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، مستحب یہی ہے کہ کدو پسند کیے جائیں، بلکہ ہر وہ چیز پسند کی جائے، جسے آپ ﷺ پسند کرتے ہوں۔

تربوز کی ٹھنڈی تاثیر اور کھجور کی حرارت کا اثر کیسے ختم کیا جائے؟

(۱۹۱۰)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ۔ (الصحيحة:۵٦)

سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑی کھاتے تھے۔

تخريج: رواه البخاري: ۲/ ۵۰٦، ومسلم: ٦/ ۱۲۲، وأبوداود: ۳۸۳۵، والترمذي: ۱/ ۳۳۹، والدارمي: ۲/ ۱۰۳، وابن ماجه: ۳۳۲۵، وأحمد: ۱/ ۲۰۳، ووأبو الحسن أحمد بن محمد المعروف بابن الجندي في "الفوائد الحسان": ۲/ ۱، وأبونعيم في "الطب": ۱۳۹/ ۱ ؟؟؟؟

(۱۹۱۱)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ ﷺ يَأْكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ، فَيَقُوْلُ: ((نَكْسِرُ حَرَّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا وَبَرْدَ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا))۔ (الصحيحة:۵۷)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ ﷺ تازہ کھجوروں کے ساتھ تربوز کھاتے اور فرماتے تھے: ''ہم اس (تربوز) ٹھنڈک کے ذریعے اس (کھجور) کی گرمائش کو اور اس کی گرمائش کے ذریعے اس کی ٹھنڈک کے اثر کو ختم کر رہے ہیں۔''

تخريج: رواه الحميدي في "مسنده": ٤۲/ ۱، وأبوداود: ۳۸۳۵، والترمذي: ۱/ ۳۳۸، وأبوبكر محمد

بن عبدالله الأبهري في "الفوائد": ١٤٤/ ١، وأبو نعيم في "أخبار أصبهان": ١/ ١٠٣، وفي "الطب": ١٣٩/ ١، وكذا أبو جعفر البختري في "الفوائد": ٤/ ٧٧/ ٢، وأبوبكر بن أبي داود في "مسند عائشة": ٥٤/ ٢

(١٩١٢)۔ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ مَعَ الْخِرِبْزِ۔ يَعْنِي: الْبِطِّيخَ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجوریں تربوز کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے۔

(الصحيحة:٥٨)

تخريج: رواه أحمد: ٣/ ١٤٢ و١٤٣، وأبوبكر الشافعي في "الفوائد": ١٠٥/ ٢، والترمذي في "الشمائل" كما في "مختصره": ١١٠، وابن سعد: ١/ ٣٩٣، والضياء في "المختارة": ٨٦/ ٢

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: خطیب بغدادی نے (الفقيه والمتفقه: ٧٩/ ١۔٢) یہ حدیث بیان کرنے کے بعد اس کے فوائد پر بحث کرتے ہوئے کہا:

زہد و تقوی کے حصول کی خاطر دنیا سے کنارہ کشی اور بے رغبتی اختیار کرنے والے لوگوں کا خیال ہے کہ محض لذت لینے کے لیے اور نفس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے کھانا کھانا درست نہیں ہے۔ صرف جان بچانے کے لیے اتنا کھانا کھانا جائز ہے، جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو۔

لیکن اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں کا مسلک غیر معتبر ہے اور طبعی خواہش پوری کرنے کے لیے اور لطف اندوز ہونے کے لیے کھانا کھانا جائز ہے۔

صوفی قسم کے لوگوں نے یہ بات بھی کی ہے کہ ایک وقت میں دو قسم کے کھانوں اور ایک دسترخوان پر دو قسم کے سالن کا استعمال درست نہیں ہے۔

لیکن اس باب کی حدیث سے ان لوگوں کے اس خیال کا بھی ردّ ہوتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ دو قسم کے کھانوں اور دو قسم کے سالن کا استعمال درست ہے۔ (صحیحہ : ٥٨)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی

(١٩١٣)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ يُؤْتَى بِالتَّمْرِ فِيهِ دُودٌ، فَيُفَتِّشُهُ، يُخْرِجُ السُّوسَ مِنْهُ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی کھجور لائی جاتی تھی، جس میں کیڑے ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تلاش کرتے اور نکال دیتے تھے۔

(الصحيحة: ٢١١٣)

تخريج: أخرجه أبو داود: ٢/ ١٤٨، وعنه البيهقي في "الشعب": ٢/ ١٩١/ ٢٠١، وابن ماجه: ٢/ ٣١٧ مختصرا، وكذا أبو الشيخ: ٢٢١

شرح:...... یہ دو جہانوں کے سردار کی مالی حالت ہے، آپ ﷺ نے دنیوی سہولتوں کو کوئی وقعت نہیں دی، جو کچھ ملا، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھا لیا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ اور صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے، جب بھوک محسوس ہوئی تو آپ ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور بدبودار سالن لایا گیا، آپ ﷺ نے کھایا اور فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَه۔))...... ''اے اللہ! نہیں ہے کوئی بھلائی مگر آخرت کی بھلائی۔'' (صحیحہ: ۳۱۶۸) اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیوی نعمتیں ادا کر رکھی ہیں تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے، بصورتِ دیگر صبر و برداشت کے ساتھ اپنی زندگی کی گھڑیاں گزار دینی چاہئیں۔

درندوں کی حرمت

(۱۹۱۴)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ فَأَكْلُهُ حَرَامٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''درندوں میں سے ہر کچلی والے جانور کا کھانا حرام ہے۔''

(الصحيحة: ٤٧٦)

تخریج: أخرجه مسلم، ومالك، والشافعي، وأحمد، والطحاوي، والبيهقي

شرح:...... ''ذی ناب من السباع'' سے مراد ایسا درندہ ہے جو کچلیوں کے ساتھ شکار کر کے کھائے، مثلاً شیر، بھیڑیا، چیتا، گیدڑ اور لومڑ وغیرہ۔ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال کے حجت ہونے پر قطعی اور واضح دلیل ہے، کیونکہ قرآن مجید کی رو سے ان جانوروں کا حرام ہونا ثابت نہیں ہوتا، لیکن ہر مسلمان ان کو حرام سمجھتا ہے۔ ایسے تمام جانوروں کی حرمت احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتی ہے۔

(۱۹۱۵)۔ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! حَدِّثْنِي مَايَحِلُّ لِي مِمَّا يَحْرُمُ عَلَيَّ؟ فَقَالَ: ((لَا تَأْكُلِ الْحِمَارَ الْأَهْلِيَّ، وَلَا كُلَّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ۔)) (الصحيحة: ٤٧٥)

سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے بتلائیں کہ میرے لیے کون سی چیز حلال ہے اور کون سی حرام؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھریلو گدھے اور ہر کچلی والے درندے کا گوشت نہ کھایا کر۔''

تخریج: أخرجه الطحاوي في "شرح المعاني": ٢/ ٣٢٠، والحديث في "الصحيحين" و "السنن" وغيرها بلفظ: ((نهى عن اكل كل ذي ناب من السباع۔))

شرح:...... گھریلو گدھا ابتدائے اسلام میں حلال تھا، لیکن بعد میں اسے حرام قرار دیا گیا۔

ذبح کرنے والا آلہ کیسا ہو؟

(۱۹۱۶)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

مَرْفُوْعاً: ((كُلْ مَا أَفْرَى الْأَوْدَاجَ، مَالَمْ يَكُنْ قَرْضَ نَابٍ، أَوْ حَزَّ ظُفْرٍ۔)) (الصحيحة:۲۰۲۹)

فرمایا: ''(اس جانور کا گوشت) کھا لو، جس کی رگیں کسی چیز سے چاک کر دی جائیں، جب تک وہ دانت کی کاٹ نہ ہو یا ناخن کا شگاف نہ ہو۔''

تخريج: أخرجه البيهقي: ۹/ ۲۷۸، والطبراني في "الكبير"

شرح:...... اس حدیث کو درج ذیل حدیث کی روشنی میں سمجھیں: سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز (جانور کا) خون بہا دے اور جانور کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، اس جانور کو کھا لو، جب تک ذبح کا آلہ دانت اور ناخن نہ ہو، کیونکہ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔ (بخاری، مسلم)
معلوم ہوا کہ جانور کو ہر تیز دھار چیز سے ذبح کیا جا سکتا ہے، جب تک وہ ہڈی کی بنی ہوئی چیز یا ناخن نہ ہو۔
سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سفید پتھر کے ساتھ خرگوش ذبح کیا، پھر اس کا کچھ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی بھیجا۔ (بخاری، مسلم)

زیتون کے تیل کی فضیلت

(۱۹۱۷)۔ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُوْا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ، وَأَبِي أُسَيْدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ۔(الصحيحة: ۳۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کا تیل کھایا کرو اور اسی سے تیل لگایا کرو، کیونکہ وہ بابرکت درخت سے ہے۔'' یہ حدیث سیدنا عمر، سیدنا ابو اسید، سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج: (۱) اما حديث عمر فأخرجه الترمذي: ۱/ ۳٤۰، وابن ماجه: ۳۳۱۹، والحاكم: ۲/ ۱۲۲، والبيهقي في "الآدب": ٦٥٧/٣١٤، والضياء المقدسي في "الأحاديث المختارة": ۱/ ۳٥، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱/ ٥/ ۱

(۲) واما حديث اسيد فاخرجه البخاري في "الكنى" من "التاريخ الكبير": صـ٦، والترمذي، والدارمي: ۲/ ۱۰۲، والحاكم: ۲/ ۳۹۷، واحمد: ۳/ ٤۹۷

(۳)واما حديث ابي هريرة فاخرجه ابن ماجه: ۳۳۲۰

(٤)واما حديث ابن عباس فرواه الطبراني في "الاوسط"

شرح:...... زیتون کے تیل کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے: ﴿يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ﴾ (سورۂ نور: ۳۵) ......''(وہ چراغ) ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی، خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی

دینے لگے اگرچہ اسے آگ نہ بھی چھوئے۔“

روغن زیتون کے کئی فوائد ہیں، علامہ ابن قیم نے (زاد المعاد) میں ان فوائد کا تذکرہ کیا ہے۔

کچا لہسن اور پیاز کھانا کیسا ہے؟

(۱۹۱۸)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ: نَهٰى ﷺ عَنِ الثُّوْمِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لہسن، پیاز اور گندنا کھانے سے منع فرمایا۔

(الصحيحة:۲۳۸۹)

تخريج: أخرجه الطيالسي: ۲۱۷۱

شرح:...... گندھنا: ایک بدبودار قسم کی ترکاری جو پیاز کے مشابہ ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ اگر ان بدبودار چیزوں کو پکا کر ان کی بدبو ختم کر دی جائے تو ان کا کھانا جائز ہوگا۔

موجودہ دور میں انسان کی خواہشات، چاہتیں اور زبان کے ”چسکے“ اس کے مذہب پر غالب ہیں، ہمارے ہاں کھانے کے ساتھ پیاز اور مولی وغیرہ بطور سلاد استعمال کئے جاتے ہیں۔ روکنے ٹوکنے کے باوجود کھانے والوں کی توجہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کی طرف جھکاؤ ہی اختیار نہیں کرتی اور بعض احباب اتنا کہہ دیتے ہیں کہ پیاز وغیرہ کے بعد گڑ یا چینی وغیرہ کا استعمال کیا جائے تو بدبو ختم ہو جاتی ہے، لیکن وہ خود یہ نسخہ استعمال کئے بغیر مساجد کی طرف چل دیتے ہیں۔

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
اذاں رہ گئی مگر روحِ بلالی نہ رہی

اس بے توجہی کا مطلب یہ ہوا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں یا فرشتوں کی قربت سے دور رہنا چاہتے یا ان کو تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَايَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْاِنْسُ۔)) (بخاری، مسلم) ......”جو آدمی اس بدبودار درخت کا پھل (پیاز) کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ فرشتے اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، جس سے انسان کرتے ہیں۔“

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ کسی آدمی سے پیاز اور لہسن کی بو محسوس کرتے تو اسے بقیع کی طرف نکل جانے کا حکم دے دیتے۔ (مسلم: ۵۶۷)

آخر کیا وجہ ہے کہ اس قسم کی وعیدوں کے باوجود ہم ان احادیث کے مفاہیم پر غور نہیں کرتے اور اپنی طبیعت اور زبان کے چسکے کے غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔ کیا کچا پیاز وغیرہ کھانے والے آدمی کے لیے یہ وعید کافی نہیں ہے کہ اگر مسجد نبوی ہوتی اور رسول اللہ ﷺ موجود ہوتے تو اسے مسجد نبوی سے باہر نکال دیا جاتا؟

(۱۹۱۹)۔ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ،

عبید اللہ بن ابو یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ

أَخْبَرَهُ أَبُوْهُ، قَالَ: نَزَلْتُ عَلَى أُمِّ أَيُّوبَ الَّذِيْنَ نَزَلَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَزَلْتُ عَلَيْهَا فَحَدَّثَتْنِي بِهٰذَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ :أَنَّهُمْ تَكَلَّفُوْا طَعَاماً فِيْهِ بَعْضُ الْبُقُوْلِ، فَقَرَّبُوْهُ، فَكَرِهَهُ، وَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: ((كُلُوْهُ۔ يَعْنِي: الثُّوْمَ۔ فَإِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ أُوْذِيَ صَاحِبِيْ۔)) يَعْنِي: الْمَلَكَ۔

(الصحيحة:٢٧٨٤)

کہتے ہیں: میں سیدہ ام ایوب رضی اللہ عنہا، جس کے پاس رسول اللہ ﷺ اترے تھے، کے پاس گیا، اس نے مجھے بیان کیا کہ ہم لوگوں نے (خاصا) تکلف کر کے رسول اللہ ﷺ کے لیے کچھ سبزیوں سے ایک کھانا تیار کیا، لیکن جب آپ ﷺ کے قریب کیا تو آپ ﷺ نے اسے ناپسند کیا اور اپنے صحابہ سے فرمایا: ”تم (یہ لہسن) کھا لو، میں تمھاری طرح کا نہیں ہوں، مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں اپنے ساتھی (فرشتے) کو کوئی تکلیف نہ دے بیٹھوں۔“

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٤٣٣، ٤٦٢، والحميدي :٣٣٩، وابن أبي شيبة: ٨/ ٣٠١/ ٤٥٣٠، ومن طريقه ابن ماجه :٣٣٦٤، والترمذي: ٦/ ١٠٧/ ١٨١١

شرح: ...... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ۔)) (بخاری، مسلم) ...... ”جو آدمی (کچا) لہسن اور (کچا) پیاز کھائے وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔“ اس حدیث کی روشنی میں مذکورہ بالا حدیث کا یہ مفہوم بیان کیا جائے گا کہ مسجد میں جانے کا وقت اتنا دور تھا کہ اس وقت تک صحابہ کرام کے منہ سے لہسن کی بو ختم ہو چکی ہوگی۔ لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی ایسی چیز کھانا مناسب نہ سمجھی اور وجہ بھی بیان کر دی۔ اگر مسجد میں جانے کا وقت قریب ہو تو اس قسم کی چیز نہیں کھانا منع ہے۔ دراصل وہ لہسن پکا ہوا تھا جس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں مگر آپ کے پاس چونکہ فرشتے آیا کرتے تھے اس لیے آپ پکے ہوئے لہسن سے بھی بچتے تھے۔

”لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا ......“ کی تفسیر

(١٩٢٠)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوا وَأَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔﴾ قال لي: ((قِيْلَ لِي: أَنْتَ مِنْهُمْ۔)) (الصحيحة:٣٤٨٦)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں، اس چیز میں کوئی گناہ نہیں، جس کو وہ کھاتے پیتے ہیں، جبکہ وہ لوگ تقوی رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں، پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں، پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے

ہیں۔﴾ (سورۂ مائدہ:۹۳) تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''مجھے کہا گیا ہے کہ تو بھی ان میں سے ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٤٧، والترمذي: ٣٠٥٣، والنسائي في "السنن الكبرى": ٦/ ٣٣٧/ ١١١٥٣، وابن جرير الطبري في "التفسير": ٧/ ٢٥، وكذا ابن أبي حاتم: ٤/ ١٢٠١/ ٦٧٧٦

شرح:...... حرمتِ شراب کے بعد بعض صحابہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہمارے کئی ساتھی جنگوں میں شہید یا ویسے ہی فوت ہو گئے، جبکہ وہ شراب پیتے رہے۔ تو اس آیت میں اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا کہ ان کا خاتمہ ایمان و تقوی پر ہی ہوا، کیونکہ شراب اس وقت تک حرام نہیں ہوئی تھی۔ مزید اس میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

مشروب اور ماکول کی کتنی مقدار استعمال کرنی چاہیے؟

(۱۹۲۱)۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يكَرِبَ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا مَلَا آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ۔)) (الصحيحة: ٢٢٦٥)

سیدنا مقدام بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''پیٹ سب سے برا برتن ہے، جو آدمی بھرتا ہے۔ بس چند لقمے آدمی کو کافی ہیں جو اس کی کمر کو سہارا دے سکیں، اگر کسی نے لامحالہ طور پر (زیادہ کھانا) ہے تو وہ (پیٹ یعنی معدہ کا) تیسرا حصہ کھانے کے لیے، تیسرا حصہ پینے کے لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے رکھ لے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٣/ ٣٧٨، وابن حبان: ١٣٤٩ـموارد، والحاكم: ٤/ ١٢١، ٣٣١، عبدالله بن المبارك في "الزهد": ٦٠٣، وأحمد: ٤/ ١٣٢، وابن سعد: ١/ ٤١٠، والطبراني في "الكبير": ٢٠/ ٢٧٢/ ٦٤٤ـ٦٤٦، وابن عساكر: ٧/ ٣٠٧/ ٢، وابن ماجه: ٢/ ٣٢١

شرح:...... اس حدیث میں بسیار خوری اور زیادہ شکم پروری سے روکا گیا ہے۔ کم خوری سے جہاں اس حدیث کے ساتھ موافقت ہوتی ہے، وہاں صحت و توانائی بھی برقرار رہتی ہے۔ اگر تمام لوگ اس حدیث پر عمل کرنے پر متفق ہو جائیں تو حکما و اطبا کا اتفاق ہے کہ بیماریاں خود بخود دم توڑ جائیں گی۔

قارئین کرام! اگر آپ اس حدیثِ مبارکہ پر عمل کریں تو جسمانی تسکین تو کیا، آپ روحانی راحت و سکون محسوس کریں، دماغ تر و تازہ رہے گا، کھٹے ڈکار اور سینے میں ہونے والی جلن ختم ہو جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ

حلال کھانے کی تاکید اور وجہ

(۱۹۲۲)۔ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ مِلْءُ كَفٍّ مِنْ دَمٍ

سیدنا جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی میں یہ ہمت ہو کہ وہ اپنے اور جنت کے مابین مسلمان آدمی کے خون کی ایک لپ بھی حائل

امْرِئٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُهْرِيقَهُ، كَأَنَّمَا يَذْبَحُ بِهِ دَجَاجَةً، كُلَّمَا تَعَرَّضَ لِبَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، حَالَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ، وَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَّا يَجْعَلَ فِي بَطْنِهِ إِلَّا طَيِّباً، فَإِنَّ أَوَّلَ مَا يُنْتِنُ مِنَ الْإِنْسَانِ بَطْنُهُ۔)) (الصحيحة: ٣٣٧٩)

نہ ہونے دے، جسے وہ مرغی کو ذبح کرنے کی طرح (یعنی بے قیمت سمجھ کر) بہا دے (تو وہ ایسا کر لے) کیونکہ وہ جب بھی جنت کے کسی دروازے پر جائے گا تو (اس خون کو) اپنے اور جنت کے مابین بطورِ آڑ پائے گا۔ اسی طرح جو آدمی اپنے پیٹ میں صرف حلال چیز ڈال سکتا ہے (وہ بھی ایسا ہی کرے) کیونکہ انسان کا پیٹ ہی ہے، جو (مرنے کے بعد بقیہ جسم کی بہ نسبت) جلدی بدبودار ہو جاتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٢/ ١٧١/ ١٦٦٢ ـ عن أبي كامل الجحدري ـ، و "المعجم الأوسط": ٩/ ٢٢٥/ ٨٤٩٠، والبيهقي في "شعب الأيمان": ٤/ ٣٤٧/ ٥٣٥٠، وأخرجه البخاري: ٧١٥٢ بلفظ: ((من سمّع سمع الله به يوم القيمة، ومن شاقّ شق الله عليه يوم القيامة۔)) فقالوا: اوصنا، فقال: ((ان اول ما ينتن من الانسان بطنه، فمن استطاع ان لا يأكل الا طيبا فليفعل، ومن استطاع ان لا يحال بينه وبين الجنة بملء كف من دم هراقه فليفعل۔))

شرح: ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (سورۂ نساء: ۹۳) ...... ''جو جان بوجھ کر مومن کو قتل کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے عذاب تیار کیا۔''

معلوم ہوا کہ مسلمان کا قتل انتہائی سنگین جرم ہے کہ جس کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کی وعید سنائی گئی ہے۔ نیز اس حدیث میں حلال رزق پر کفایت کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا ...... ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لَهٗ۔)) (مسلم) ...... ''بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ (اور حلال) چیز ہی قبول کرتا ہے ...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا، جو لمبا سفر کرتا ہے، سر پراگندہ ہوتا ہے، پاؤں خاک آلود ہوتے ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام سے اسے غذا دی گئی، اب اس کی دعا کیسے قبول ہو گی۔''

معلوم ہوا کہ حرام خوری ایسا سنگین جرم ہے کہ بندے کی عبادات کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ اگرچہ آجکل دنیوی حرص کی وجہ سے حلال و حرام کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے، بہرحال اگر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر کے رزق کی ذمہ داری اٹھائی ہے، تو اس کا

مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ حلال رزق کے اسباب موجود رہیں گے۔

مقابلے میں دعوت کرنے والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے

(۱۹۲۳)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعاً: ((الْمُتَبَارِيَانِ لَايُجَابَانِ، وَلَا يُؤْكَلُ طَعَامُهُمَا۔)) (الصحيحة:٦٢٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو باہم مقابلہ کرنے والے (داعیوں) کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے اور نہ ان کا کھانا کھانا چاہئے۔“

تخريج: هكذاأورده الخطيب التبريزي في "المشكاة": ٣٢٢٦، ثم السيوطي في "الجامع الصغير" من رواية البيهقي في "شعب الايمان"

شرح:...... مسلمان کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے اور یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے، لیکن جب دعوت دینے والوں کا مقصد ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا، ریا کاری کرنا اور نمود و نمائش کا اظہار کرنا ہو تو سرے سے ان کی دعوتوں کو ہی ٹھکرا دینا چاہئے، تاکہ ان کو اپنی اصلاح کرنے کا موقع مل سکے۔

یہ حدیث اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے کہ دعوت میں للّٰہیت اور خلوص ہونا چاہیے اور رشتۂ اسلام کو مدنظر رکھ کر یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔

مشکیزے کے منہ سے بلا واسطہ پینا کیسا ہے؟

(۱۹۲٤)۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: نَهٰى ﷺ عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ۔ (الصحيحة:١١٢٦)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشک کے منہ کو اوپر کی طرف سے موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینے سے منع فرمایا۔

تخريج: أخرجه البخاري: ١٠/ ٧٣، و مسلم: ٦/ ١١٠، و أبوداود: ٢/ ١٣٤، والترمذي: ١/ ٣٤٥، والدارمي: ٢/ ١١٩، والطحاوي: ٢/ ٣٦٠، و كذا ابن ماجه: ٢/ ٣٣٦، والطيالسي: رقم ٢٢٣٠، وأحمد: ٣/ ٦ و ٦٧ و ٦٩ و ٩٣، وأبو عبيد في "غريب الحديث" ق ١١٢/ ١

(۱۹۲٤م)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: نَهٰى ﷺ أَنْ نَشْرِبَ مِنَ الْإِنَاءِ الْمَخْنُوْثِ۔ (الصحيحة:١٢٠٧)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برتن کے منہ کو اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینے سے منع فرمایا۔

تخريج: رواه أبويعلي في "مسنده" ٦٢٩

(۱۹۲۵)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: نَهٰى ﷺ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ۔ قَالَ أَيُّوْبُ أُنْبِئْتُ أَنَّ رَجُلاً شَرِبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ، فَخَرَجَتْ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کے منہ سے (براہِ راست) پانی پینے سے منع کیا۔ ایوب کہتے ہیں: مجھے پتہ چلا ہے کہ ایک آدمی نے مشکیزے

حَيَّةٌ۔ (الصحيحة:٣٩٩) کے منہ سے پانی پیا، تو اس کے اندر سے سانپ نکل آیا تھا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٢٣٠، ٤٩٧، والحاكم: ٤/ ١٤٠، وابن ماجه: ٢/ ٣٣٦

(١٩٢٦)۔ عَنْ عَائِشَةَ: نَهٰى ﷺ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ، لِأَنَّ ذٰلِكَ يُنْتِنُهُ۔ (الصحيحة:٤٠٠)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا، کیونکہ اس سے وہ بدبودار ہو جاتا ہے۔

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ١٤٠

شرح:...... آپ ﷺ نے مشکیزے سے مذکورہ بالا طریقے کے ساتھ پانی پینے سے کیوں منع کیا، اس کی دو وجوہات بھی بیان کر دی گئی ہیں، امام مبارکپوری نے تیسری وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ممکن ہے کہ نہی کی وجہ یہ ہو کہ پانی پینے والے پر نہ بہہ پڑے، کیونکہ عام طور پر مشکیزے کا منہ کھلا ہوتا ہے۔

لیکن سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ میں کھڑی ہوئی اور مشکیزے کا وہ منہ (مبارک سمجھ کر اسے) کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اعتراض:...... اس باب کی احادیث کی روشنی میں مشکیزے سے بلا واسطہ پانی پینے سے منع کیا گیا، لیکن سیدہ کبشہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے خود اسی انداز میں پانی پیا؟

جواب:...... امام مبارکپوری نے کہا:

(۱) ممکن ہے کہ نہی والی احادیث کا تعلق بڑے مشکیزے اور جواز والی حدیث کا تعلق چھوٹے مشکیزے سے ہو۔

(۲) نہی والی احادیث کا تعلق عام حالات سے ہو اور جواز والی حدیث کا ضرورت اور مجبوری سے۔

(۳) نہی والی احادیث کا تعلق عادت بنا لینے سے ہو اور جواز والی حدیث کا تعلق بعض اوقات کے ساتھ۔

(۴) اجازت والی حدیث، نہی والی احادیث کی ناسخ ہو۔ (تحفۃ الاحوذی: ۳/ ۱۱۴)

تیسری وجہ زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ نہی کو مستحب عمل پر اور اجازت کو مکروہ عمل پر محمول کیا جائے، کیونکہ اس جمع و تطبیق سے دونوں احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

عصر حاضر میں مشکیزوں کا وجود تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ سوال یہ ہے کیا گھر میں رکھی گئی یا بنائی گئی ٹینکیوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان سے نکلنے والی ٹونٹی سے براہِ راست پانی نہ پیا جائے؟ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مشکیزے اور ٹینکی دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باندھ کر تیر وغیرہ سے مارا جانے والا جانور نہ کھایا جائے

(١٩٢٧)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ نَهٰى ﷺ عَنْ

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

أَكْلِ الْمُجَثَّمَةِ، وَهِيَ الَّتِي تُصْبَرُ بِالنَّبْلِ۔ (الصحيحة:۲۳۹۱)

"مجثّمہ" کھانے سے منع فرمایا اور یہ وہ (پرندہ یا شکار) ہوتا ہے جس کو باندھ کر تیر مارا جاتا ہے۔

تخريج: أخرجه الترمذي:۱٤۷۳

شرح:...... اسلام میں ذبح، نحر اور شکار کرنے کے تمام طور طریقے معین ہیں، کسی جانور کو دانستہ طور پر اور بغیر کسی مجبوری کے باندھ کر نیزے یا تیر وغیرہ سے مارنا شریعتِ اسلامی سے روگردانی ہے، اس لیے ایسے انداز میں قتل کیے ہوئے جانور سے منع کر دیا گیا۔

گھریلو گدھا حرام ہے، جبکہ گھوڑا حلال

(۱۹۲۸)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَةِ، وَأَذِنَ فِي لُحُوْمِ الْخَيْلِ۔ (الصحيحة:۳۵۹)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر والے دن گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع کر دیا اور گھوڑوں کے گوشت میں اجازت (برقرار رکھی)۔

تخريج: أخرجه البخاري: ٤/ ١٦، ومسلم: ٦/ ٦٦، وأبو داود: ۳۷۸۸، ۳۷۸۹، والنسائي: ۲/ ۱۹۹، والترمذي: ۱/ ۳۳۱، والدارمي: ۲/ ۸۷، والطحاوي: ۲/ ۳۱۸، والبيهقي: ۹/ ۳۲۵، وأحمد: ۳/ ۳٦۱، ۳۸۵، وابن ماجه: ۳۱۹۱، ۳۱۹۷

شرح:...... شریعت نے کچھ عرصہ کے بعد گھریلو گدھوں کو حرام قرار دیا، جبکہ گھوڑا شرعی قواعد و قوانین کی روشنی میں حلال ہے، لیکن معلوم نہیں کہ واضح نصوص کے باوجود فقہ حنفی اور عوام الناس میں گھوڑے کی حرمت کا تصور کیوں پایا جاتا ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی مسلک ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ کا خیال ہے کہ گھوڑا حرام ہے۔ لیکن حق مسلک یہ ہے کہ گھوڑا حلال ہے، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے، اسی لیے امام ابوجعفر نے یہی مسلک اختیار کیا اور کہا کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَحِلُّ اَكْلُ لُحُوْمِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ۔)) ..... "گھوڑے، خچر اور گدھے کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔" (یہ حدیث چار وجوہات کی بنا پر ضعیف ہے، تفصیل کے لیے (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۱۱٤۹) دیکھیں۔)

یہ حدیث منکر اور ضعیف الاسناد ہے، اگر کوئی حدیث اس حدیث کے مخالف نہ ہوتی تو پھر بھی یہ حجت نہیں بن سکتی تھی، اب تو ضعیف ہونے کے باوجود اس کا مفہوم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کے مخالف ہے۔

(صحیحہ: ۳۵۹)

(١٩٢٩)۔ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! حَدِّثْنِي مَايَحِلُّ لِي مِمَّا يَحْرُمُ عَلَيَّ؟ فَقَالَ: ((لَا تَأْكُلِ الْحِمَارَ الْأَهْلِيَّ، وَلَا كُلَّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ۔)) (الصحيحة:٤٧٥)

سیدنا ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے بتلائیں کہ میرے لیے کون سی چیز حلال اور کون سی چیز حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھریلوں گدھے اور ہر کچلی والے درندے کا گوشت نہ کھایا کر۔''

تخريج:أخرجه الطحاوی فی"شرح المعانی": ٢/ ٣٢٠، والحديث فی "الصحيحين" و "السنن" وغيرها بلفظ: ((نهى عن اكل كل ذی ناب من السباع۔))

جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اس کے اعضا کاٹنا منع ہے

(١٩٣٠)۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَاعُقْرَ فِي الْإِسْلَامِ۔)) (الصحيحة:٢٤٣٦)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام میں یہ نہیں کہ ذبح کرتے وقت اونٹ کی ایک ٹانگ کاٹ دی جائے۔''

تخريج: أخرجه أبوداود:٢/ ٧١، وأحمد:٣/ ١٩٧، والرامهرمزی فی"المحدث الفاصل": صـ ٤٦

شرح:...... شریعت کے قانون کے مطابق سب سے پہلے اونٹ کو ذبح یا نحر کیا جائے، پھر اس کے جسم کے باقی اعضا کاٹے جائیں۔ ذبح کرنے سے پہلے یا ذبح کرتے وقت کوئی دوسرا عضو کاٹ دینا غیر اسلامی طریقہ ہے۔ یاد رہے کہ جانور کا جو حصہ ذبح کرنے سے پہلے کاٹ لیا جاتا ہے وہ مردار کے حکم میں ہونے کی وجہ سے حرام اور نجس ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ۔)) ''چوپائے کا جو حصہ اس حال میں کاٹ لیا جائے کہ وہ زندہ ہو تو وہ حصہ مردار ہے۔'' (ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ)

سانڈے کی حلت و حرمت

(١٩٣١)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ، فَقَالَتْ مَيْمُوْنَةُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا أُطْعِمُكَ مِمَّا أَهْدٰى لِي أَخِي مِنَ الْبَادِيَةِ؟ فَقَرَّبْتُ ضَبَّيْنِ مَشْوِيَّيْنِ عَلٰى قِنْوٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ:كُلُوْا فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ طَعَامِ قَوْمِي، أَجِدُنِي أَعَافُهُ، وَأَكَلَ مِنْهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ خَالِدٌ فَقَالَتْ مَيْمُوْنَةُ: لَا آكُلُ مِنْ طَعَامٍ لَمْ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اور خالد بن ولید خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جنگل میں مقیم میرے بھائی نے جو ہدیہ پیش کیا ہے، کیا میں وہ آپ کو کھلاؤں؟ پھر انھوں نے کھجوروں کے گچھے پر لٹکا کر بھونی ہوئی دو عدد سانڈے پیش کیے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ میری قوم کے ماکولات میں سے نہیں ہے اور مجھے اس سے گھن آتی ہے۔'' پھر سیدنا ابن عباس اور سیدنا خالد نے ان کو کھا لیا، لیکن سیدہ میمونہ نے کہا: جو کھانا

يَأْكُلْ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ اسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ فَأُتِيَ بِإِنَاءِ لَبَنٍ ، فَشَرِبَ ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَنْ يَسَارِهِ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَسْقِيَ خَالِداً؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا أُحِبُّ أَنْ أُوْثِرَ بِسُؤْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى نَفْسِي أَحَدًا ، فَتَنَاوَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَشَرِبَ ، وَشَرِبَ خَالِدٌ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَاماً فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَارْزُقْنَا خَيْراً مِنْهُ ، وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَناً فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ ، وَزِدْنَا مِنْهُ ، فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ شَيْئًا يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا اللَّبَنُ.)) (الصحيحة: ۲۳۲۰)

رسول اللہ ﷺ نہیں کھاتے ، میں بھی وہ نہیں کھاتی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مشروب طلب کیا، دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے پیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ابن عباس اور بائیں جانب خالد بن ولید بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں خالد کو پلاؤں؟'' ابن عباس نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے جوٹھے کے سلسلے میں کسی کو اپنے نفس پر ترجیح نہیں دوں گا۔ پس ابن عباس نے برتن پکڑا اور دودھ پیا، پھر خالد نے پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے وہ کہے: اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما، ہمیں اس سے بہتر رزق عطا فرما۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے وہ کہے: اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں زیادہ عطا فرما، کیونکہ میرے علم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں سے کفایت کرے سوائے دودھ کے۔''

تخریج: رواه أبو عبدالله بن مروان القرشي في "الفوائد": ۲۵/ ۱۱۳/ ۲ ، وابوداود: ۲/ ۱۳۵ ، والترمذي: ۳۴۵۱ ، وابن السني: ۴۶۸ ، واحمد: ۱/ ۲۸۴

شرح:...... حلال وحرام کے معاملات میں کسی انسان کا طبعی یا طبی فیصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، شریعت نے حلال وحرام کے سلسلے میں جو تعین کر دیا یا جو بنیادی قواعد پیش کر دیے، انہی پر اکتفا کیا جائے گا۔ اب حلت وحرمت کا مسئلہ صرف شریعت کی کسوٹی اور معیار کے مطابق ہی حل کیا جائے گا۔ اس حدیث اور کئی دوسری احادیث سے یہی حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ سانڈے حلال ہیں۔

(۱۹۳۲)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ شُبْلٍ: نَهٰى ﷺ عَنْ أَكْلِ الضَّبِّ۔

(الصحيحة: ۲۳۹۰)

سیدنا عبد الرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سانڈا کھانے سے منع فرمایا۔

تخریج: أخرجه أبوداود: ۲/ ۱۴۳ ، والحافظ الفسوي في "التاريخ": ۲/ ۳۱۸ ، والطبري في "تهذيب الآثار": ۱/ ۱۹۱ ، ۳۱۱ ، والبيهقي: ۹/ ۳۲۶ ، وابن عساكر: ۹/ ۴۸۶/ ۱

شرح:...... مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ میں ایک لحاظ سے تضاد پایا جا رہا ہے۔ مزید روایات ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سانڈے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ((لَا اٰکُلُهٗ وَلَا اُحَرِّمُهٗ۔)) (بخاری، مسلم) ...... ''نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سانڈے کے بارے میں کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام نہیں قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے کئی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے، یہ عام چرواہے لوگوں کی خوراک ہے، اگر میرے پاس ہوتا تو میں بھی کھاتا۔ (مسلم)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری خالہ ام حفید نے نبی کریم ﷺ کے لیے پنیر، گھی اور سانڈے بطورِ تحفہ بھیجے۔ آپ ﷺ نے پنیر اور گھی میں سے کچھ مقدار کھالی، لیکن گھن کرتے ہوئے سانڈا نہ کھایا۔ سیدنا ابن عباس کہتے ہیں: آپ ﷺ کے دسترخوان پر سانڈا کھایا گیا، اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کے دسترخوان پر نہ کھایا جاتا۔ (بخاری، مسلم)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے علاقے میں سانڈے پائے جاتے ہیں، آپ ان (کی حلت و حرمت) کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بنو اسرائیل کی ایک امت مسخ کر دی گئی تھی۔'' پھر آپ ﷺ نے کھانے کا حکم دیا نہ منع کیا۔ (مسلم)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بعض احادیث میں سانڈے سے منع کیا گیا، بعض میں توقف اختیار کیا گیا اور بعض کے مطابق اسے حلال قرار دیا گیا۔

امام البانی نے اس تعارض کو دور کرنے کے لیے دو تطبیقات پیش کی ہیں:

(۱) نہی والی حدیث کراہت کے لیے ہے، نہ کہ حرمت کیلیے، اس لیے سانڈا کھانا جائز و حلال ہے۔

(۲) (بعض قرائن کی بنا پر) نہی والی حدیث منسوخ ہے اور اجازت والی احادیث ناسخ ہیں۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ۹/ ۵۴۷) میں کہا: سانڈے کے حلال ہونے پر مختلف انداز میں دلالت کرنے والی مختلف احادیث ہیں، کسی میں صراحت ہے، کسی سے اشارہ ملتا ہے، کوئی آپ ﷺ کے واضح قول پر مشتمل ہے اور کسی میں آپ ﷺ کی خاموشی کا ذکر ہے، جو آپ کی رضامندی کی دلیل ہوتی ہے۔

لیکن بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے آپ ﷺ نے سانڈا کھانے سے منع فرمایا، جبکہ کچھ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جانور کے بارے میں آپ ﷺ نے توقف اختیار کیا اور اس کی حلت یا حرمت کا کوئی فیصلہ نہ دیا۔

ان تین قسم کی روایات میں جمع و تطبیق کی صورت یہ ہے کہ شروع میں جب آپ ﷺ کو شبہ ہوا کہ ایسے لگتا ہے کہ اس کا تعلق ایک مسخ شدہ قوم سے ہے تو آپ ﷺ نے ہنڈیوں کو انڈیل دینے تک کا حکم دے دیا، پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں توقف اور خاموشی اختیار کی، نہ اس کے بارے میں کوئی حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا۔

بعد میں جب آپ ﷺ کو علم ہوا کہ مسخ شدہ قوم کی نسل تو سرے سے نہیں ہوتی، اس وقت آپ ﷺ نے سانڈا کھانے کی اجازت دے دی، لیکن آپ ﷺ خود گھن محسوس کرتے رہے، پھر باقاعدہ اس جانور کو آپ ﷺ کے دسترخوان پر کھایا گیا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا کھانا مباح ہے۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ کراہت والی احادیث کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو طبعی طور پر اس کو ناپسند کرتے ہوں اور اباحت و جواز والی احادیث کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو اس کے کھانے سے گھن محسوس نہ کرتے ہوں۔ بہرحال آپ ﷺ کے نہ کھانے یا کسی چیز سے گھن محسوس کرنے سے مطلق طور پر کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ (صحیحہ: ۲۳۹۰)

اَللِّبَاسُ وَالزِّيْنَةُ وَاللَّهْوُ وَالصُّوَرُ

لباس، زینت، لہو ولعب، تصاویر

گھروں میں کتا رکھنا منع ہے..... گھروں میں تصویر رکھنا منع ہے

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ شریعت میں جس تصویر سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد مورتی یا مجسم تصویر ہوتی ہے، اگر چہ یہ مجسم تصاویر بھی حرام ہیں، لیکن اس مقام پر اس موضوع سے متعلقہ جتنی احادیث پیش کی گئی ہے، ان میں ان تصاویر کا ذکر ہے، جو کاغذ یا کپڑے یا دیواروں پر سیاہی اور پینٹ وغیرہ کے ساتھ بنائی جاتی ہیں، یا آجکل ایک تصویر سے دوسری تصویریں پرنٹ کروائی جاتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں اخبار و جرائد اور بچوں کے نصابِ تعلیم والی کتب نے مسائل کھڑے کر دیے ہیں۔ شاید ہی کوئی گھر ان سے محفوظ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

(۱۹۳۳)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: إِنِّيْ كُنْتُ أَتَيْتُكَ اللَّيْلَةَ، فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ أَنْ أَدْخُلَ عَلَيْكَ الْبَيْتَ الَّذِيْ أَنْتَ فِيْهِ، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فِيْ الْبَيْتِ تِمْثَالُ رَجُلٍ، وَكَانَ فِيْ الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ يُقْطَعُ فَيَصِيْرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ، وَمُرْ بِالسِّتْرِ يُقْطَعُ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِنَّ فِيْ الْبَيْتِ سِتْرًا فِيْ الْحَائِطِ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَاقْطَعُوْا رُؤُوْسَهَا، فَاجْعَلُوْهَا بِسَاطًا أَوْ وَسَائِدَ فَأَوْطِئُوْهُ، فَإِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ) فَيُجْعَلُ مِنْهُ وِسَادَتَانِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: میں رات کے وقت آپ ﷺ کو (ملنے کے لیے) آیا تھا، جس گھر میں آپ ﷺ تھے، اس میں داخل ہونے سے روکنے والی چیز یہ تھی کہ گھر میں ایک مرد کی تصویر تھی اور گھر میں ایک اور نقشیں پردہ تھا، اس میں بھی تصویریں تھیں۔ آپ حکم دیں کہ تصویر کا سر کاٹ دیا جائے، تاکہ وہ درخت کی مانند ہو جائے اور پردے کے بارے میں حکم دیں کی اسے بھی کاٹ دیا جائے۔'' ایک روایت میں ہے: ''گھر میں ایک دیوار کے ساتھ پردہ لٹکا ہوا ہے، اس میں تصاویر ہیں، ان کے سروں کو کاٹ دو اور اس کے بچھونے یا تکیے بنا لو اور ان کو روندواؤ، کیونکہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر ہو۔''

تُوْطَآنِ، وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَيُخْرَجُ۔)) فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَإِذَا الْكَلْبُ جِرْوٌ كَانَ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُمَا۔ قَالَ: ((وَمَا زَالَ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَوْ رَأَيْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔)) (الصحيحة: ٣٥٦)

ایک روایت میں ہے: ''اس پردے کے دو ایسے تکیے بنا لیے جائیں، جن کو روندا جائے اور کتے کے بارے حکم دیں کہ اس کو نکال دیا جائے۔'' رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی کیا، واقعی آپ کے گھر میں کتے کا پلاّ تھا، جو حسن و حسین علیہما السلام کا تھا اور ان کے سامان کے بنڈل کے نیچے پڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبریل مجھے پڑوسی (کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی) وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ خیال آنے لگا کہ وہ ان کو میرا وارث بنا دے گا۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ۲/ ۳۰۵ و ٤٧٨ والسیاق له، وأبو داود: ٤١٥٨، والترمذي: ۲/ ۱۳۲، وابن حبان في "صحيحه": ١٤٨٧، والنسائي: ۲/ ۳۰۲

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے فقہ الحدیث پر بحث کرتے ہوئے کہا: یہ حدیث مبارکہ کئی فوائد پر مشتمل ہے:

(اولاً)...... تصویریں حرام ہیں، کیونکہ یہ فرشتوں کے دخول سے مانع ہیں، ان کے حرام ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث مشہور ہیں۔

(ثانیاً)...... وہ تصویریں بھی حرام ہیں، جو مجسّم اور سائے والی نہ ہوں (یعنی کسی کاغذ، کپڑے یا دیوار وغیرہ پر ہوں)، کیونکہ حضرت جبریل کا یہ قول عام ہے: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویریں ہوں۔

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جو تصاویر پردے پر تھیں، ان کا سایہ تو نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویر کپڑے پر ڈیزائن کی صورت میں ہو، یا قلم کے ساتھ ورق پر یا کیمرے کے ساتھ بنائی گئی ہے، کیونکہ ان سب کو تصویر کہا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کے خیال ہے کہ ہاتھ سے بنائی ہوئی اور کیمرہ سے بنائی ہوئی تصویر کے حکم میں فرق ہے اور وہ اس طرح کی اول الذکر حرام ہے اور موخر الذکر جائز ہے۔ درحقیقت یہ قابل مذمت جمود اور ظاہریت ہے۔ میں نے (آداب الزفاف في السنة المطهرة: ص ـ ١١٢ ـ ١١٤) میں اس کی تحقیق پیش کی ہے۔

(ثالثاً)...... وہ تصویر بھی حرام ہے، جس کو روندا جاتا ہو، جب تک اسے کاٹ کر اس کا حکم تبدیل نہ کر دیا جائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

(رابعاً)...... جب تصویر کو کاٹ دیا جائے، تو اس کا حکم بدل جاتا ہے۔

(خامساً)...... جمادات کی تصویریں جائز ہیں، وہ فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں،...... جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((وَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا؛ فَاصْنَعِ الشَّجَرَةَ وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ.)) ...... ''اگر تو نے تصویریں بنانی ہی ہیں تو درخت کی بنا لیا کر اور ان چیزوں کی، جن میں روح نہیں ہوتی۔'' (مسلم، احمد)

(سادسا)...... کتے کو پالنا حرام ہے، کیونکہ وہ بھی فرشتوں کے دخول کو مانع ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا جانوروں کی رکھوالی اور شکار کے لیے پالا گیا کتا فرشتوں کے دخول کو مانع ہوتا ہے یا نہیں؟ ظاہر تو یہی ہے کہ نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا پالنا جائز ہے۔

اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جائز اور مباح تصویر کی وجہ سے فرشتے داخل ہونے سے نہیں رکتے۔ اس کی دلیل صحیح بخاری وغیرہ کی یہ روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں کے کھلونے بناتی اور ان کی سہیلیاں ان کے ساتھ کھیلتیں تھیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے رہتے تھے اور منع نہیں کرتے تھے، اگر ان سے فرشتوں کا دخول متاثر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو برقرار نہ رکھتے۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ: ٣٥٦) اللهم ارحم الامام الجليل المحدث الالباني رحمة واسعة۔

اگر تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو ......

(١٩٣٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلصُّوْرَةُ الرَّأْسُ، فَإِذَا قُطِعَ الرَّأْسُ فَلَا صُوْرَةَ۔))

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تصویر (کا تعلق) سر سے ہے، اگر سر کاٹ دیا جائے تو تصویر (کا حکم) نہیں رہتا۔''

(الصحيحة: ١٩٢١)

تخريج: عزاه السيوطي في "الجامع الصغير": للأسماعيلي في "معجمه":

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں حضرت جبریل کا ذکر ہے، اس حدیث کا شاہد ہے۔ اُس حدیث میں حضرت جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا: ((فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ يُقْطَعُ فَيَصِيْرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ، ......)) ...... ''آپ حکم دیں کہ تصویر کا سر کاٹ دیا جائے، تاکہ وہ درخت کی مانند ہو جائے، ......'' یہ حدیث صحیحہ (٣٥٦) میں ہے۔

اس حدیث سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ تصویر کا سر کاٹ دینے سے اس کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔

جب کسی ورق یا کپڑے پر تصویر بنی ہوئی ہو تو گردن پر اس قسم کی لکیر کھینچ دینا کافی نہیں ہے، جس سے سر اور جسم علیحدہ علیحدہ نظر آنے لگیں، بلکہ سر کو کاٹنا ضروری ہے۔ اس طرح کرنے سے تصویر کا نشان ختم ہو جائے گا، اور وہ درخت کی مانند نظر آنے لگے گی۔

یہ نکات ذہن نشین کر لیں اور فقہ کی بعض کتابوں اور ان کو مرکزی حیثیت دینے والوں کے دھوکے میں نہ آئیں اور میری کتاب (آداب الزفاف: ص ١٠٣، ١٠٤) کا مطالعہ کریں۔ (صحیحہ: ١٩٢١)

اللہ تعالیٰ کے گھروں میں تصاویر بنانا یا رکھنا حرام ہے

(١٩٣٥)۔ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: دَخَلْتُ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْكَعْبَةِ، فَرَأٰى صُوَرًا، قَالَ: فَدَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ، فَأَتَيْتُهُ بِهِ، فَجَعَلَ يَمْحُوْهَا وَيَقُوْلُ: ((قَاتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا يُصَوِّرُوْنَ مَالَا يَخْلُقُوْنَ۔))
(الصحيحة:٩٩٦)

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کعبہ میں گیا، آپ ﷺ نے تصویریں دیکھیں اور پانی کا ایک ڈول منگوایا۔ میں لے کر آیا۔ آپ ﷺ نے ان کو مٹانا شروع کر دیا اور فرمانے لگے: ''اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہلاک کرے جو ان چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں، جن کو وہ پیدا نہیں کر سکتے۔''

تخريج: رواه الضياء في "المختارة": ١/ ٤٣٤ من طريق الطيالسي، وهذا في "المسند": ٦٢٣، وابن ابي شيبة: ٨/ ٤٨٤، ١٤/ ٤٩٠

(١٩٣٦)۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ فِي الْكَعْبَةِ صُوَرٌ، فَأَمَرَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنْ يَمْحُوَهَا، فَبَلَّ عُمَرُ ثَوْبًا وَمَحَاهَا بِهِ، فَدَخَلَهَا ﷺ وَمَا فِيْهَا مِنْ شَيْءٍ۔))
(الصحيحة:٣١١٥)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کعبہ میں کچھ تصاویر تھیں، آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کو مٹا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑا گیلا کیا اور ان کو مٹا دیا۔ جب آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس میں کوئی (تصویر) نہیں تھی۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٣٩٦، والبيهقي في "دلائل النبوة": ٥/ ٧٣

جوتے پہننے کے آداب

(١٩٣٧)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: ((أَحْفِهِمَا جَمِيْعًا، أَوِ انْعَلْهُمَا جَمِيْعًا، فَإِذَا لَبِسْتَ فَابْدَأْ بِالْيُمْنٰى، وَإِذَا خَلَعْتَ فَابْدَأْ بِالْيُسْرٰى۔))
(الصحيحة: ١١١٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: ''یہ دونوں (جوتے) اتار دو یا دونوں پہن لو اور جب جوتا پہنو تو دائیں پاؤں سے ابتدا کرو اور جب اتارو تو بائیں پاؤں سے ابتدا کرو۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٤٠٩، ٤٣٠، ٤٩٧، واخرجه البخاري: ١٠/ ٢٥٦ بلفظ قريب منه

(١٩٣٨)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((إِذَا لَبِسْتَ نَعْلَيْكَ فَابْدَأْ بِالْيُمْنٰى، وَإِذَا خَلَعْتَ فَابْدَأْ بِالْيُسْرٰى، وَلْيَكُنِ الْيُمْنٰى أَوَّلَ مَا تُنْتَعَلُ، وَالْيُسْرٰى آخِرَ مَا تُحْفٰى، وَلَا تَمْشِ فِي نَعْلٍ وَاحِدٍ، اِخْلَعْهُمَا جَمِيْعًا، أَوِ الْبَسْهُمَا جَمِيْعًا۔))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم جوتا پہنو تو دائیں پاؤں سے اور جب اتارو تو بائیں پاؤں سے ابتدا کیا کرو، یعنی جوتا پہنتے وقت دائیں پاؤں میں پہلے پہنا جائے اور اتارتے وقت بائیں پاؤں سے آخر میں اتارا جائے اور تم ایک جوتا پہن کر نہ چلا کرو، بلکہ دونوں اتار لیا کرو یا پھر دونوں پہن لیا کرو۔''

(الصحيحة: ۲۵۷۰)

تخریج: رواه أبو عمر بن منده في "المنتخب من الفوائد": ۲/۲٦۵، وأحمد: ۲/ ۲٤۵، ومالك في "المؤطا": ۳/ ۱۰۵، وأخرجه البخاري ومسلم ايضا

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث میں جوتا پہننے کے آداب کا ذکر ہے، پہنتے وقت دائیں پاؤں کو مقدم کرنا چاہیے، جبکہ اتارتے وقت پہلے بائیں پاؤں سے اتارنا چاہیے۔ عصرِ حاضر میں ایسی سنتوں سے مسلمان غافل ہو چکے ہیں، اس کی دو وجوہات ہیں: ایک، جہالت کا غلبہ ہے اور دوسرا، اسلامی تربیت کرنے والے لوگوں کا فقدان ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ بزعمِ خود ایسے داعیانِ اسلام بھی موجود ہیں، جن کا خیال یہ ہے کہ یہ آداب کمتر اور گھٹیا ہیں۔

اے مسلمان! تجھے ایسے داعیوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، یہ لوگ اسلامی تعلیمات سے جاہل ہیں، بلکہ دشمن ہیں، معلوم نہیں کہ ان کو اپنے کیے کا شعور بھی ہے یا کہ نہیں۔ کہا جاتا ہے: جو شخص جس چیز سے جاہل ہوتا ہے، وہ اس کا دشمن ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنے خطبوں، مجلسوں اور محاضروں میں اسلام کے حق میں اور اس کو پورا پورا اپنانے کی بڑی بڑی بڑھکیں مارتے ہیں، لیکن سب سے پہلے خود اپنی دعوت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ صرف دعوی نہیں، بلکہ ان کی عادات و اطوار اس فرق پر شاہد ہیں، یہ سرے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت اور وضع قطع ہی اختیار نہیں کرتے، اہل علم کے لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں، کسی نے پگڑی باندھی ہوئی ہے، کسی نے عورتوں کی طرح لمبا سا جبہ پہنا ہوا، لیکن چھوٹی سی داڑھی ہے، اغیار سے مشابہت اختیار کی جا رہی ہے، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (صحیحہ: ۲۵۷۰)

(۱۹۳۹)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: نَهَى ﷺ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ (الصحيحة: ۷۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی کھڑے ہو کر جوتا پہنے۔

تخريج: ورد عن جمع من الصحابة، منهم: ابو هريرة، وعبد الله بن عمر، وانس، وجابر۔

۱۔ أما حديث أبي هريرة، فأخرجه ابن ماجه: ۲/ ۳۸۰، والترمذي: ۱/ ۳۲۸، والعقيلي في "الضعفاء": ۷۸، ۳۳۱، وابن مخلد في "المنتقى من أحاديثه": ۱/ ۸۲، وابن الأعرابي في "المعجم": ۱/ ۱۸ بطرق مختلفة

۲۔ وأما حديث ابن عمر: فرواه ابن ماجه

۳۔ وأما حديث أنس؛ فأخرجه الترمذي، وأبو يعلى في "مسنده": ۳/ ۷٦۹، وعنه الضياء المقدسي في "المختارة": ۱/ ۲۰۵، والروياني في "مسنده": ۲/ ۲٤۰

٤۔ وأما حديث جابر؛ فأخرجه أبو داود: ۲/ ۱۸۷

شرح:...... ایک اہم سوال ہے کہ کیا اس حدیثِ مبارکہ کو عام رکھا جائے اور ہر قسم کا جوتا پہنتے وقت بیٹھنے کا اہتمام کیا جائے، یا اس سے مراد وہ جوتا ہے، جس کو پہنتے وقت تسمہ وغیرہ باندھنے کے لیے ہاتھ کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے؟ ہمارا خیال دوسری صورت کی طرف میلان رکھتا ہے، کیونکہ ہمیں اس حدیث کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی

پھسل جانے سے، گر جانے سے، بار بار پاؤں اٹھانے سے اور غیر مہذب لگنے سے بچ جائے، یہ تمام صورتیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں، جب جوتا پہننے کے لیے ہاتھ کی ضرورت ہو۔ جبکہ حدیث مبارکہ کا ظاہر پہلے مفہوم کی تائید کرتا ہے اور ایسے انداز میں عمل کرنے والے علمائے کرام بھی موجود ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہمارے نزدیک یہ حدیث، اس حدیث کی قبیل میں سے ہے، جس کے مطابق آپ ﷺ نے صحابہ کو منزل مقصود تک پہنچ کر نماز عصر ادا کرنے کا حکم دیا تھا، کسی نے وقت ہونے پر راستے میں نماز پڑھ لی اور کسی نے منزل مقصود تک پہنچ کر ادا کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اجتہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سر کی حجامت کے آداب

(۱۹٤۰)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى صَبِيًّا قَدْ حَلَقَ بَعْضَ شَعْرِهِ، وَتَرَكَ بَعْضَهُ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ: ((اِحْلِقُوْهُ كُلَّهُ، أَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهُ۔)) (الصحيحة: ۱۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بچہ دیکھا، اس کے بعض بال منڈوائے ہوئے تھے اور بعض چھوڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا: ''سر کے سارے بال منڈوا دیا کرو یا پھر سارے چھوڑ دیا کرو۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ۸۸، وعنه أبوداود: ۲/ ۱۹٤۔ التنازيه، والنسائي: ۲/ ۲۷٦، وقد أخرجه مسلم: ٦/ ١٦٥ من هذا الوجه، لكنه لم يسق لفظه، وانما احال به على لفظ طريق عمر بن نافع عن ابيه بلفظ: نهى عن القزع

شرح:...... ہمارے ہاں ''پیالہ کٹ'' معروف ہے، جس میں سر کے بعض حصے کے بالوں کو مونڈ دیا جاتا ہے اور بعض کو چھوڑ دیا جاتا ہے، آپ ﷺ نے اس انداز سے منع فرما دیا ہے۔

سرمہ ڈالنے کے آداب

(۱۹٤۱)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اكْتَحَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْتَحِلْ وِتْرًا، وَإِذَا اسْتَجْمَرَ فَلْيَسْتَجْمِرْ وِتْرًا۔)) (الصحيحة: ۱۲٦۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی سرمہ ڈالے تو طاق (سلائیوں) سے سرمہ ڈالے اور جب کوئی آدمی پتھروں سے استنجا کرے تو وہ بھی طاق (پتھروں) سے استنجا کرے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ۳٥۱/ ۳٥٦

(۱۹٤۲)۔ عَنْ أَنَسٍ كَانَ ﷺ يَكْتَحِلُ فِيْ عَيْنِهِ الْيُمْنٰى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَالْيُسْرٰى مَرَّتَيْنِ۔)) (الصحيحة: ٦٣٣)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دائیں آنکھ میں تین دفعہ اور بائیں آنکھ میں دو دفعہ سرمہ ڈالتے تھے۔

تخریج: أخرجه ابن سعد فی "الطبقات": ۱/ ٤٨٤، وابن أبی شیبة فی "المصنف": ۸/ ۵۹۹

(۱۹٤۳)۔ عَنْ أَنَسٍ كَانَ ﷺ يَكْتَحِلُ وِتْرًا۔ (الصحیحة: ۲۷٤٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ طاق (سلائیوں) سے سرمہ ڈالتے تھے۔

تخریج: أخرجه البزار فی "مسنده": ق ۲۸۰/ ۲۔ کشف الأستار

شرح:...... تفصیلی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں آنکھوں میں ڈالی گئی سلائیوں کے مجموعے کا طاق ہونا مراد ہے۔

اثمد سرمے کی فضیلت

(۱۹٤٤)۔ عَنْ عَوْنِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مَرْفُوعًا: ((عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ، فَإِنَّهُ مُنْبِتَةٌ لِلشَّعْرِ، مُذْهِبَةٌ لِلْقَذَى، مُصَفَّاةٌ لِلْبَصَرِ۔)) (الصحیحة: ۲٦٤۲)

عون بن محمد بن حنفیہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اثمد سرمے کا لازمی طور پر اہتمام کیا کرو، کیونکہ بالوں کو اگانے والا، آنکھ کی کیچ (اور چیپڑ) کو ختم کرنے والا اور نظر کو جلا بخشنے والا ہے۔''

تخریج: أخرجه البخاری فی "التاریخ": ٤/ ۲/ ٤۱۲، وأبو نعیم فی "الحلیة": ۳/ ۱۷۸، و الطبرانی فی "الکبیر": ۱/ ۱۲/ ۱، و "الأوسط": ٤/ ۳۹۳

(۱۹٤۵)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ۔)) (الصحیحة: ۷۲٤)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''تم سوتے وقت اثمد سرمہ استعمال کیا کرو، کیونکہ وہ نظر کو جلا بخشتا ہے اور (پلکوں کے) بال اگاتا ہے۔''

تخریج: أخرجه ابن أبی شیبة فی "المصنف": ۸/ ۵۹۹/ ۵٦۸٤، وعنه ابن ماجه: ۳٤۹٦، والقاضی الخلعی فی "الفوائد": ۲۰/ ۵۰/ ۱

شرح:...... آجکل بھی سعودی عرب میں اثمد سرمہ پایا جاتا ہے، منگوا کر استعمال کرنا چاہئے۔

ازار پہننے کا ایک طریقہ

(۱۹٤٦)۔ عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ إِذَا اتَّزَرَ أَرْخَى مُقَدَّمَ إِزَارِهِ حَتَّى تَقَعَ حَاشِيَتَاهُ عَلَى ظَهْرِ قَدَمَيْهِ، وَيَرْفَعُ الْإِزَارَ مِمَّا وَرَاءَهُ۔ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَأْتَزِرُ هٰكَذَا؟ قَالَ: رَأَيْتُ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام جناب عکرمہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا، جب وہ ازار پہنتے تھے تو اس کا سامنے والا حصہ ڈھیلا کرتے، یہاں تک کہ اس کے کنارے پاؤں کی پشت کو چھونے لگتے، لیکن پچھلی جانب سے ازار اٹھا لیتے۔ میں نے ان سے کہا: تم اس طرح

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْتَزِرُ هٰذِهِ الْإِزْرَةَ۔ (الصحيحة:١٢٣٨)

ازار کیوں باندھتے ہو؟ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح ازار باندھتے ہوئے دیکھا۔

تخريج: رواه ابن سعد: ١/ ٤٥٩، وقد وصله هو و البيهقي في "الشعب" ٢/ ٢٢٥/ ١

شرح:...... آپ ﷺ کا ازار باندھنے کا یہ ایک انداز ہے، اس سے ازار کا ٹخنوں سے نیچے ہونا لازم نہیں آتا۔ تہبند باندھنے کا یہ انداز ساتر بھی ہے۔

ٹخنوں سے نیچے تہبند وغیرہ لٹکانا حرام ہے

(١٩٤٧)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى مُسْبِلِ الْإِزَارِ۔)) (الصحيحة:١٦٥٦)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ ازار کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے والے کی طرف نہیں دیکھتا۔''

تخريج: أخرجه النسائي: ٢/ ٢٩٩، وأحمد: ١/ ٣٢٢

(١٩٤٨)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((اَلْإِزَارُ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ۔)) فَلَمَّا رَأٰى شِدَّةَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ: ((إِلَى الْكَعْبَيْنِ، لَاخَيْرَ فِيْمَا أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔)) (الصحيحة: ١٧٦٥)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ازار (کا نچلا کنارہ) نصف پنڈلی تک ہے۔'' لیکن جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہ حکم مسلمانوں پر گراں گزر رہا ہے تو فرمایا: ''ٹخنوں تک سہی، لیکن ان سے نیچے کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ١٤٠، ٢٤٩، ٢٥٦، والبيهقي في "شعب الأيمان": ٢/ ٢٢٣/ ٢

(١٩٤٩)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُّ شَيْءٍ جَاوَزَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ۔)) (الصحيحة:٢٠٣٧)

حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے تجاوز کرے گا، (جسم کا) وہ حصہ آگ میں ہوگا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ١٣٨/ ٢

(١٩٥٠)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوْعًا: ((مَوْضِعُ الْإِزَارِ إِلٰى أَنْصَافِ السَّاقَيْنِ وَالْعَضَلَةِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَمِنْ وَّرَاءِ السَّاقِ، وَلَا حَقَّ لِلْكَعْبَيْنِ فِي الْإِزَارِ۔)) (الصحيحة:٢٣٦٦)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ازار (کی آخری حد) پنڈلیوں اور پٹھوں کے نصف تک ہے، اگر تو (ایسا کرنے سے) انکار کر دے تو پنڈلی سے نیچے کر لے، لیکن ازار میں ٹخنوں کا کوئی حق نہیں ہے۔''

تـخـريـــج: أخـرجـه الـتـرمـذي:١٧٨٤، والنسائي:٢/ ٩٩، وابن ماجه:٢/ ٣٧١، وابن حبان: ١٤٤٧، وأحمد:٥/ ٣٨٢و٣٩٦و٣٩٨و٤٠٠

(١٩٥١)۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ مَرْفُوْعًا: ((يَا سُفْيَانُ بْنُ سَهْلٍ! لَاتُسْبِلْ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُسْبِلِيْنَ۔)) (الصحيحة: ٤٠٠٤)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے سفیان بن سہل! (ازار ٹخنوں سے نیچے) نہ لٹکایا کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ ازار لٹکانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

تـخـريـــج: أخـرجـه ابـن أبـي شيبة :٨/ ٣٩٥، وعـنـه ابن ماجه :٣٥٧٤، وابن حبان:١٤٤٩، و أحمد: ٤/ ٢٤٦، ٢٥٠، ٢٥٣، والبغوي في"الجعديات": ١٠١/ ٢

(١٩٥٢)۔ عَنِ الشَّرِيْدِ قَالَ: أَبْعَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلاً يَجُرُّ إِزَارَهُ، فَأَسْرَعَ إِلَيْهِ، أَوْ هَرْوَلَ فَقَالَ: ((ارْفَعْ إِزَارَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔)) قَالَ: إِنِّي أَحْنَفُ تَصْطَكُّ رُكْبَتَايَ۔ فَقَالَ: ((ارْفَعْ إِزَارَكَ فَإِنَّ كُلَّ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حسن۔)) فَمَا رُؤِيَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ بَعْدُ إِلَّا إِزَارُهُ يُصِيْبُ أَنْصَافَ سَاقَيْهِ أَوْ إِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ۔ (الصحيحة:١٤٤١)

حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ تہبند گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف جلدی گئے یا اس کی طرف لپکے اور فرمایا: ''اپنا تہبند بلند کرلو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔'' اس نے کہا: میرے پاؤں اندر کی طرف مڑے ہوئے ہیں اور چلتے وقت میرے گھٹنے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا تہبند بلند کر لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق خوبصورت ہے۔'' اس کے بعد اس آدمی کو نہیں دیکھا گیا، مگر اس حالت میں کہ اس کا تہبند پنڈلیوں کے نصف تک ہوتا تھا۔

تـخـريـــج: أخـرجـه أحـمد: ٤/ ٣٩٠، وأخرجه أحمد ايضا والطحاوى فى "مشكل الآثار": ٢/ ٢٨٧، والحربى فى "غريب الحديث": ٥/ ٥٧/ ٢ دون قوله: ((واتق الله))

(١٩٥٣)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ فُلَانٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: بَيْنَا هُوَ يَمْشِيْ قَدْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ، إِذْ لَحِقَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَدْ أَخَذَ بِنَاصِيَةِ نَفْسِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ، اِبْنُ عَبْدِكَ، اِبْنُ اَمَتِكَ۔)) قَالَ عَمْرٌو: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي رَجُلٌ حُمْشُ

حضرت عمرو بن فلاں انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ وہ اس حال میں چل رہا تھا کہ اس نے اپنا ازار (ٹخنوں سے نیچے) لٹکا رکھا تھا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جا ملے، اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی پکڑی ہوئی تھی اور یہ کہہ رہے تھے: ''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں۔''

السَّاقَيْنِ۔ فَقَالَ: ((يَا عَمْرُو! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ۔ يَاعَمْرُو!)) وَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِأَرْبَعِ أَصَابِعَ مِنْ كَفِّهِ الْيُمْنٰى تَحْتَ رُكْبَةِ عَمْرٍو فَقَالَ: ((وَهٰذَا مَوْضِعُ الإِزَارِ۔)) ثُمَّ رَفَعَهَا، ثُمَّ ضَرَبَ بِأَرْبَعِ أَصَابِعَ تَحْتَ الأَرْبَعِ الأُوْلٰى ثُمَّ قَالَ: ((يَاعَمْرُو! هٰذَا مَوْضِعُ الإِزَارِ۔))ثُمَّ رَفَعَهَا، ثُمَّ وَضَعَهَا تَحْتَ الثَّانِيَةِ، فَقَالَ: ((يَاعَمْرُو! هٰذَا مَوْضِعُ الإِزَارِ۔)) (الصحيحة:٢٦٨٢)

عمرو کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری پنڈلیاں پتلی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمرو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو خوبصورت پیدا کیا ہے۔ اے عمرو!۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی چار انگلیاں عمرو کے گھٹنے کے نیچے رکھیں اور فرمایا: ''یہ ازار کی جگہ ہے۔'' پھر ان کو اٹھایا اور پہلے والی چار انگلیوں (کے فاصلے سے) سے نیچے پھر چار انگلیاں رکھیں اور فرمایا: ''یہ ازار کی جگہ ہے۔'' پھر ان کو اٹھایا اور دوسری والی چار انگلیوں کے نیچے رکھا اور فرمایا: ''عمرو! یہ ازار کی جگہ ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٢٠٠

شرح:...... آج مسلمانوں کی کثیر تعداد اپنی چادر، تہبند، شلوار اور پینٹ کو ٹخنوں کے نیچے رکھتی ہے، معلوم نہیں وہ نبی کریم ﷺ کی اس کیفیت کا کیا جواب دیتے ہیں، جو آپ ﷺ نے ایسے ہی شخص کو دیکھ کر اختیار کی۔

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: تہبند کا نچلا کنارہ کہاں تک ہونا چاہیے؟ اس کی تین حدّیں ہیں: مستحب، مباح اور حرام۔ اس بارے میں کافی ساری احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سے اکثر احادیث حافظ منذری نے (الترغيب و الترهيب) میں نقل کی ہیں۔

بڑی عجیب بات ہے کہ شیخ احمد عبدالرحمن بنا نے (الفتح الرباني : ١٧/ ٢٣٤) میں کتاب اللباس کے اس باب میں اس حدیث کو ذکر نہیں کیا، مجھے معلوم نہیں ہے کہ آیا انھوں نے اس حدیث کو کسی دوسرے مقام پر نقل کیا ہے، بہرحال ان کو چاہیے تھا کہ اس باب میں تنبیہ کر دیتے، تا کہ اس کا مراجعہ آسان ہو جاتا، پھر مجھے ایک بھائی نے بتلایا کہ انھوں نے اس حدیث کو (۱۷/۲۹۴) میں روایت کیا ہے۔

میں نے دو وجوہات کی بنا پر یہ حدیث صحیحہ میں قلمبند کی ہے:

(اولا)...... اس حدیث میں مشروع و غیر مشروع ازار کی بڑی عمدہ اور عملی حد بندی کی گئی ہے۔ ایسی وضاحت دوسری احادیث میں نہیں ہے۔

(ثانیا)...... اگر لوگوں کی تخلیق پر نظر دوڑائی جائے تو کوئی سفید رنگ کا نظر آتا ہے اور کوئی سیاہ رنگ کا، کوئی دراز قد ہے اور کوئی کوتاہ قد، کوئی موٹا ہے اور کوئی پتلا، کسی کے بال گھنے ہیں اور کوئی گنجا ہے، کسی کی داڑھی کے بال زیادہ ہیں اور کسی کے کم۔ اس حدیث میں اس امر کی بڑی وضاحت کی گئی ہے کہ لوگوں کی تخلیق میں پائے جانے والا یہ فرق اللہ تعالیٰ

کی طرف سے ہے اور خوبصورت ہے۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی صورت میں تبدیلی کرے، وگرنہ وہ لعنت کا مستحق قرار پائے گا اور درج ذیل حدیث کا مصداق ٹھہرے گا:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ الْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْوَاصِلَاتِ وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ وَالْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ۔)) (صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیحه : ۲۷۹۲) ...... ''اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے گودنے والیوں پر، گدوانے والیوں پر، بال جوڑنے والیوں پر، ابروؤں کے بال اکھاڑ کر ان کو باریک کرنے والیوں پر، خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والیوں پر اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرنے والیوں پر۔''

عمرو انصاری نے پتلی پنڈلیوں کو چھپانے کے لیے ان پر ازار کو لٹکا رکھا تھا، آپ ﷺ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''عمرو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو خوبصورت پیدا کیا ہے۔''

یہ چیز مسلمان کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنی صورت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو جائے۔ یہی چیز اس عورت کو ثابت قدم رکھتی ہے، جس کی ٹھوڑی پر بال اگ آتے ہیں۔ ایسے بالوں کو مونڈنا یا اکھاڑنا ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو خوبصورت پیدا کیا ہے۔ اور جب بھی ایسی عورت ایسے بالوں کو اکھاڑے گی تو وہ یہ کام حسن و جمال اختیار کرنے کی نیت سے ہی کرے گی، جیسے بال لگانے والیوں کا معاملہ ہے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کی مستحق قرار پائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

رہا مسئلہ ٹخنوں سے نیچے ازار کو لٹکانے کا، تو تکبر کی نیت سے ایسا کرنا تو حرام ہے، جیسا کہ واضح احادیث سے ثابت ہوتا ہے......

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مردوں کے لیے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے کرنا جائز نہیں ہے، اگر تکبر کے ساتھ ایسا کیا جائے تو سخت گناہ ہوتا ہے۔ عصرِ حاضر کے نوجوانوں میں یہ وبا عام پائی جا رہی ہے کہ وہ شلوار اور پینٹ کو ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ پینٹ کی بعض قسموں کے پائنچے بڑے کھلے ہوتے ہیں اور اوپر سے بہت تنگ، پہننے والے کے ران، سرین اور شرمگاہ کا حجم نظر آ رہا ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ گویا برہنہ حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہوتا ہے۔ فانا لله وانا اليه راجعون۔

بڑا تعجب ہے کہ ثقافتِ اسلامیہ کے بعض نام نہاد دعویداروں نے درج ذیل حدیث سے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا استدلال کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنا کپڑا از راہِ تکبر لٹکایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔''

یہ سن کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ازار کی ایک طرف ڈھیلی پڑ جاتی، الا یہ کہ میں اس کا خیال رکھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو ان میں سے نہیں ہے، جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔'' امام بخاری

اور امام احمد وغیرہ نے یہ حدیث بیان کی ہے، مؤخر الذکر کی روایت میں یہ زیادتی ہے: کبھی کبھی میرے ازار کی ایک طرف ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ امام بیہقی نے بھی یہ حدیث (شعب الایمان: ٢/ ٢٢١/ ٢) میں بیان کی ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: اس حدیث سے تو واضح طور پر پتہ چل رہا ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ قصداً اپنا ازار نہیں لٹکاتے تھے، بغیر ارادے کے ایسے ہو جاتا تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ (بچنے کے لیے) اس کا خیال بھی رکھتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے امام احمد کی روایت بیان کرنے کے بعد کہا: ایسے معلوم ہوتا ہے کہ چلنے وغیرہ کی وجہ سے ان کا تہبند خود بخود ڈھیلا پڑ جاتا تھا، جب وہ اس کا خیال رکھتے تو وہ ٹخنوں سے نیچے نہ لٹک پاتا تھا، کیونکہ جونہی وہ ڈھیلا پڑتا تھا تو وہ اسے پھر سے اوپر کر کے کس دیتے تھے۔

پھر ایسی روایات ذکر کیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دبلے پتلے تھے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: کیا اس وضاحت کے بعد اس حدیث سے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا استدلال کیا جا سکتا ہے، جبکہ فرق اظہر من الشمس ہے اور وہ اس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کبھی کبھار بغیر قصد کے ہو جاتا تھا اور دورِ حاضر کا فرزند جان بوجھ کر اور ہمیشہ کپڑے کو نیچے لٹکائے رکھتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں خواہش پرستی سے محفوظ رکھے۔

میں نے ان مخلص لوگوں کے لیے یہ بحث کی ہے، جو کسی سابقہ شبہ کی بنا پر کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہوں، ممکن ہے کہ جب ان پر حقیقت واضح ہو گی تو وہ اپنی شلوار، تہبند اور پینٹ کو ٹخنوں سے اوپر اٹھا لیں گے۔ جیسے ایک نوجوان ایک عمدہ پوشاک زیبِ تن کر کے اس کو ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چل رہا تھا، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: او نوجوان! ادھر آؤ۔ وہ آیا اور اس نے کہا: ابو عبد الرحمٰن! کیا مسئلہ ہے؟ انھوں نے کہا: تیرا ستیاناس ہو، کیا تو چاہتا ہے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ تجھے دیکھے؟ اس نے کہا: بڑا تعجب ہے (آپ کے اس سوال پر)، بھلا کون سی چیز اس چاہت سے مانع ہو سکتی ہے؟ انھوں نے کہا: تو پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بیشک اللہ تعالیٰ ازار کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے والے کی طرف نہیں دیکھتا......''

اس کے بعد اس نوجوان کا ٹخنوں سے نیچے کپڑا نہیں دیکھا گیا۔ اسے امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ اور امام احمد نے ایک دوسرے طریق سے روایت کیا۔ (صحیحه: ٢٦٨٢)

(١٩٥٤)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: وَعَلَيَّ إِزَارٌ يَتَقَعْقَعُ، فَقَالَ: ((مَنْ هٰذَا؟)) قُلْتُ: عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ۔ قَالَ: ((إِنْ كُنْتَ عَبْدَ اللّٰهِ فَارْفَعْ إِزَارَكَ۔)) فَرَفَعْتُ إِزَارِيْ إِلٰى نِصْفِ

حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، میں نے ازار پہنا ہوا تھا، وہ حرکت کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے کہا: میں عبد اللہ بن عمر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو واقعی اللہ کا بندہ ہے تو اپنے ازار کو بلند کر لے۔'' میں نے اپنا ازار نصف

السَّاقَيْنِ ، فَلَمْ تَزَلْ إِزْرَتُهُ حَتّٰى مَاتَ۔ (الصحيحة:١٥٦٨)

پنڈلیوں تک اٹھالیا۔ پھر ان کے تہبند کی یہی کیفیت رہی، حتی کہ وہ فوت ہو گئے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ١٤١

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ حدیث مبارکہ بڑی وضاحت کے ساتھ اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ مسلمان پر اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکانا واجب ہے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے لباس کو ٹخنوں سے اوپر رکھے، اگر چہ اس کا مقصد تکبر نہ ہو۔ اس حدیث میں ان لوگوں کا واضح ردّ کیا گیا ہے، جن کے چغے زمین پر لگ رہے ہوتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ تکبر کی نیت سے نہیں کر رہے۔

بھلا ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے ٹخنوں کو ننگا کیوں نہیں رکھا، کیا یہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ سے زیادہ صاف دل ہیں؟ (صحیحہ: ١٥٦٨)

اگر کوئی آدمی اپنی شلوار وغیرہ از راہِ تکبر ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکائے تو؟

اس موضوع سے متعلقہ یہ ایک اہم سوال ہے اور اکثر لوگ یہی بہانہ بنا کر ان احادیث نبویہ سے منحرف ہیں، اس معاملے میں درج ذیل حدیث فیصلہ کن ہے، یعنی آپ ﷺ نے لباس کی اس کیفیت کو سرے سے تکبر قرار دے کر ہمارے لیے سوچنے کی گنجائش ہی ختم کر دی ہے۔

(١٩٥٥)۔ عَنْ أَبِي جَرِيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلاً يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ لَايَقُوْلُ شَيْئًا ، إِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، قُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، مَرَّتَيْنِ ، قَالَ: ((لَاتَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ ، فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ ، قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكَ۔)) قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ وَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ ، وَإِنَّ أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَهَا لَكَ ، وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرَاءَ أَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهُ رَدَّهَا عَلَيْكَ۔)) قُلْتُ:

حضرت ابو جری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے کے سامنے سرتسلیم خم کر دیتے تھے، وہ جو کچھ بھی کہتا، وہ اسے تسلیم کر لیتے۔ میں نے پوچھا: یہ آدمی کون ہے؟ انھوں نے کہا: یہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے دو دفعہ کہا: اے اللہ کے رسول! عَلَيْكَ السَّلَام آپ ﷺ نے فرمایا "عَلَيْكَ السَّلَام مت کہہ، یہ تو مُردوں کا سلام ہے، (زندوں کو سلام دینے کے لیے) اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کہا کر۔" میں نے کہا: کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں اس اللہ کا رسول ہوں، کہ اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے اور تو اسے پکارے تو وہ دور کر دے گا، اگر تو قحط سالی میں مبتلا ہو جائے اور اس سے دعا کرے تو وہ زمین سے سبزہ اگا دے گا اور اگر تو کسی بے آب و گیاہ اور بیابان جنگل میں ہو اور تیری سواری گم ہو جائے اور تو

اَعْهِدْلِي، قَالَ: ((لَاتَسُبَّنَّ أَحَداً، وَلَاتَحْقِرَنَّ شَيْئاً مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ، وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ، فَإِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ۔)) وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ: لَاتَسُبَّنَّ أَحَداً: قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا وَلَا عَبْداً وَلَابَعِيْراً وَلَاشَاةً۔ (الصحيحة: ۱۱۰۹)

اسے پکارے تو وہ واپس لوٹا دے گا۔'' میں نے کہا: مجھے کوئی وصیت ہی فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی کو گالی نہ دینا، کسی نیکی کو حقیر و معمولی مت سمجھنا، اگرچہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ کلام کرنے کی صورت میں ہو، اپنی چادر کو پنڈلی کے نصف تک بلند رکھنا، اگر تو ایسا نہ کرے تو ٹخنوں تک رکھ لینا، ٹخنوں سے نیچے چادر (اور شلوار وغیرہ) لٹکانے سے بچنا، کیونکہ ایسا کرنا غرور (اور تکبر) ہے اور اللہ تعالیٰ غرور کو پسند نہیں کرتا۔ اگر کوئی آدمی تیرے کسی برے فعل، جسے وہ جانتا ہے، کی وجہ سے تجھے عار دلائے، تو تو اسے اس کے عیب، جسے تو جانتا ہے، کی بنا پر طعنہ نہ دینا، کیونکہ اس چیز کا وبال اس پر ہوگا۔'' ایک روایت میں ان الفاظ کی زیادتی بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی کو گالی نہ دینا'' تو ابو جری نے کہا: میں نے اس وصیت کے بعد کسی آزاد یا غلام بلکہ اونٹ یا بکری تک کو برا بھلا نہیں کہا۔

تخريج: أخرجه أبوداود: ۲/ ۱۷۹، والترمذي: ۲/ ۱۲۰، والدولابي في "الكنى و الأسماء": صـ ٦٦، وابن حبان في "صحيحه"، والنسائي، والحاكم: ٤/ ۱۸٦

شرح:...... حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور قیمتی پند و نصائح سے نوازا گیا ہے۔ ایک بات قابل وضاحت ہے کہ ہمارے ہاں مرد حضرات کو اپنی شلوار یا تہبند میں ٹخنے چھپانے کی عادت پڑ گئی، اب وہ اس کو اپنی زینت سمجھتے ہیں اور ٹخنے ننگے رکھنے کی بابت کئی عذر پیش کرتے ہیں، حالانکہ مردوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے ٹخنے ننگے رکھا کریں، اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''اپنی چادر کو پنڈلی کے نصف تک بلند رکھنا، اگر تو ایسا نہ کرے تو ٹخنوں تک رکھ لینا، ٹخنوں سے نیچے چادر (اور شلوار وغیرہ) لٹکانے سے بچنا، کیونکہ ایسا کرنا غرور (اور تکبر) ہے اور اللہ تعالیٰ غرور کو پسند نہیں کرتا۔''

نبی مہربان ﷺ نے ٹخنے چھپانے کو غرور اور تکبر کی علامت قرار دے کر ہمارے فرسودہ خیالات اور حیلوں بہانوں کو ختم کر دیا ہے، اب ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم اپنا تزکیۂ نفس کرتے ہوئے یہ کہیں کہ ہم تکبر نہیں کر رہے، جبکہ نبی کریم ﷺ نے اسے تکبر کی علامت قرار دیا ہے۔ دراصل یہ شیطانی وسوسے ہیں جو ہمیں سنتوں پر عمل پیرا ہونے سے محروم رکھتے ہیں۔ اگر شلوار یا چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے افراد کو کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی ٹخنے ننگے

رکھے، اپنے صحابہ کو ایسا کرنے سے سختی سے منع فرمایا اور اسے تکبر کی علامت قرار دیا، تو پھر ہمارے حیلے بہانوں کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے، کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی قولی اور فعلی سنت پر عمل کرنے کو ترجیح نہیں دیں گے؟ کیا صحابہ کرام تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے سختی کے ساتھ ان کو منع فرمادیا؟

عورتوں کے تہبند کی حد

(۱۹۵۶)۔ عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا قَالَ فِيْ جَرِّ الذَّيْلِ مَا قَالَ: قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَكَيْفَ بِنَا؟ قَالَ: ((جُرِّيْهِ شِبْرًا۔)) فَقَالَتْ أُمُّ سَلْمَةَ: إِذًا تَنْكَشِفُ الْقَدَمَانِ، قَالَ: ((فَجُرِّيْهِ ذِرَاعًا۔)) (الصحيحة:٤٦٠)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کپڑے کے نچلے حصے کو گھسیٹنے کے بارے (وعیدی کلمات) ارشاد فرمائے تو میں (ام سلمہ) نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم (عورتوں) کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک بالشت (کپڑا زمین پر) گھسیٹ لے۔'' ام سلمہ نے کہا: اس طرح تو پاؤں ننگے ہو سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر ایک ہاتھ گھسیٹ لے۔''

تخريج: أخرجه أبو يعلى في "مسنده": ٣٢٥/ ١، واحمد: ٦/ ٢٩٥، ٣٠٩

شرح:...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے پاؤں پردہ ہیں اور یہ حکم عہد نبوی میں اتنا معروف تھا کہ جب آپ ﷺ نے ام سلمہ کو یہ حکم دیا کہ ''ایک بالشت (کپڑا زمین پر) گھسیٹ لے۔'' ام سلمہ نے کہا: اس طرح تو پاؤں ننگے ہو سکتے ہیں۔

اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو علم تھا کہ پاؤں پردہ ہیں اور ان کو ننگا کرنا جائز نہیں ہے اور پھر آپ ﷺ نے ان کو ان کے علم پر برقرار رکھا اور تہبند کو ایک ہاتھ تک گھسیٹنے کا حکم دے دیا۔ قرآن مجید میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ﴾ (سورۂ نور: ۳۱)...... ''اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔''

(۱۹۵۷)۔ عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ذَيْلُ الْمَرْأَةِ شِبْرٌ۔)) قُلْتُ: إِذَنْ تَخْرُجُ قَدَمَاهَا؟ قَالَ: ((فَذِرَاعٌ، لَايَزِدْنَ عَلَيْهِ۔)) (الصحيحة:١٨٦٤)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(پاؤں کو ڈھانپنے کے بعد) عورت کے کپڑے کا آخری حصہ مزید ایک بالشت لمبا ہونا چاہیے۔'' میں نے کہا: اس طرح تو ان کے پاؤں بے پردہ ہو سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر ایک ہاتھ سہی، وہ اس سے زیادہ نہیں لٹکا سکتیں۔''

تخريج: أخرجه الدارمي: ٢/ ٢٧٩، والبيهقي: ٢/ ٢٣٣، وأحمد: ٦/ ٩٥، ٣٠٩، وأبويعلي: ق

۱/۳۱۹، ومالك فی "المؤطا": ۳/ ۱۰۵، وابوداود: ۲/ ۱۸٤، والنسائی: ۲/ ۲۹۹، وابن ماجه: ۲/ ۳۸۳، والترمذی: ۳/ ٤٧

شرح:...... لوگوں نے عجیب طرز حیات اختیار کر رکھا ہے، مرد کا لباس اتنا مکمل ہے کہ اس کا پاؤں، شلوار یا پینٹ میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور عورتوں کے لباس کی یہ کیفیت ہے کہ ان کی پنڈلیاں بھی نیچے سے نظر آ رہی ہوتی ہیں، بلکہ اسلامی ممالک کے بعض شہروں اور اداروں میں عورتیں نیم برہنہ نظر آتی ہیں، بالخصوص مخلوط تعلیمی اداروں میں۔ لباس کی یہ صورت ان اسلامی ممالک میں ہے، جہاں ابھی تک کچھ شرم و حیا باقی ہے، یورپ اور یورپ نواز طبقے اور ان کے ماحول کا ہر ایک کو اندازہ ہے۔

انسان اور اس کا ہر عضو خوبصورت ہے

(۱۹۵۸)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ فُلَانٍ الأَنْصَارِيِّ، قَالَ: بَيْنَا هُوَ يَمْشِيْ قَدْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ، إِذْ لَحِقَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَدْ أَخَذَ بِنَاصِيَةِ نَفْسِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ، اِبْنُ عَبْدِكَ، اِبْنُ اَمَتِكَ۔)) قَالَ عَمْرٌو: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ رَجُلٌ حُمْشُ السَّاقَيْنِ۔ فَقَالَ: ((يَا عَمْرُو! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ۔ يَا عَمْرُو!)) وَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِأَرْبَعِ أَصَابِعَ مِنْ كَفِّهِ الْيُمْنٰى تَحْتَ رُكْبَةِ عَمْرٍو فَقَالَ: ((وَهٰذَا مَوْضِعُ الإِزَارِ۔)) ثُمَّ رَفَعَهَا، ثُمَّ ضَرَبَ بِأَرْبَعِ أَصَابِعَ تَحْتَ الأَرْبَعِ الأُوْلٰى ثُمَّ قَالَ: ((يَاعَمْرُو! هٰذَا مَوْضِعُ الإِزَارِ۔))ثُمَّ رَفَعَهَا، ثُمَّ وَضَعَهَا تَحْتَ الثَّانِيَةِ، فَقَالَ: ((يَاعَمْرُو! هٰذَا مَوْضِعُ الإِزَارِ۔)) (الصحيحة:۲٦۸۲)

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ۲۰۰

حضرت عمرو بن فلاں انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ وہ اس حال میں چل رہا تھا کہ اس نے اپنا ازار (ٹخنوں سے نیچے) لٹکا رکھا تھا، اچانک رسول اللہ ﷺ اسے جا ملے، اس حال میں آپ ﷺ نے اپنی پیشانی پکڑی ہوئی تھی اور یہ کہہ رہے تھے: ''اے اللہ! تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں۔'' عمرو کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری پنڈلیاں پتلی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمرو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو خوبصورت پیدا کیا ہے، عمرو!۔'' پھر رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کی چار انگلیاں عمرو کے گھٹنے کے نیچے رکھیں اور فرمایا: ''یہ ازار کی جگہ ہے۔'' پھر ان کو اٹھایا اور پہلے والی چار انگلیوں (کے فاصلے سے) سے نیچے پھر چار انگلیاں رکھیں اور فرمایا: ''یہ ازار کی جگہ ہے۔'' پھر ان کو اٹھایا اور دوسری والی چار انگلیوں کے نیچے رکھا اور فرمایا: ''عمرو! یہ ازار کی جگہ ہے۔''

(۱۹۵۹)۔ عَنِ الشَّرِيْدِ قَالَ: أَبْعَدَ رَسُوْلُ

حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دور

اللّٰهِ ﷺ رَجُلاً يَجُرُّ إِزَارَهُ، فَأَسْرَعَ إِلَيْهِ، أَوْ هَرْوَلَ فَقَالَ: ((اِرْفَعْ إِزَارَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ.)) قَالَ: إِنِّي أَحْنَفُ تَصْطَكُّ رُكْبَتَايَ. فَقَالَ: ((اِرْفَعْ إِزَارَكَ فَإِنَّ كُلَّ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حسن.)) فَمَا رُءِيَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ بَعْدُ إِلَّا إِزَارُهُ يُصِيبُ أَنْصَافَ سَاقَيْهِ أَوْ إِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ.

(الصحيحة:١٤٤١)

ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ تہبند گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا، آپ ﷺ اس کی طرف جلدی گئے یا اس کی طرف لپکے اور فرمایا: ''اپنا تہبند بلند کرلو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔'' اس نے کہا: میرے پاؤں اندر کی طرف مڑے ہوئے ہیں اور چلتے وقت میرے گھٹنے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنا تہبند بلند کر لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق خوبصورت ہے۔'' اس کے بعد اس آدمی کو نہیں دیکھا گیا، مگر اس حالت میں اس کا تہبند پنڈلیوں کے نصف تک ہوتا تھا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٣٩٠، وأخرجه أحمد ايضا والطحاوي في "مشكل الآثار": ٢/ ٢٨٧، والحربي في "غريب الحديث": ٥/ ٥٧/ ٢ دون قوله: ((واتق الله))

شرح:...... ان احادیث کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات خوبصورت ہیں، بالخصوص انسان، جس کو اللہ تعالیٰ نے تکریم بھی عطا کی ہے، اس لیے ہمیں اپنے ذہن کے مطابق کسی انسان کو بدصورت کہنے یا اس وجہ سے اس کا مذاق کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بالوں کو سنوارنا...... روزانہ کنگھی کرنا منع ہے

(١٩٦٠)۔ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَكْرِمُوْا الشَّعْرَ.))

(الصحيحة:٦٦٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بالوں کی تعظیم کیا کرو۔''

تخريج: أخرجه البزار: ٢٩٧٤، الكشف، وابن عدي في "الكامل": ١١٣-١١٤، وأبو نعيم في "أخبار أصبهان": ٢/ ٢١٤، والديلمي: ١/ ١/ ٣٤

(١٩٦١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ.)) (الصحيحة:٥٠٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے بال ہوں، وہ ان کی تکریم کیا کرے۔''

تخريج: أخرجه أبو داود: ٤١٦٣، والطحاوي في "المشكل": ٤/ ٣٢١، والبيهقي في "الشعب": ٢/ ٢٦٥/ ٢، وأبو محمد العدل في "الشرح:...... ٣/ ١/ ٢، وابن عبد البر في "التمهيد": ٢٤/ ١٠

(١٩٦٢)۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجَحْشِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِأَبِيْ قَتَادَةَ:

حضرت سعید بن عبد الرحمن جحشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اگر

((إِنِ اتَّخَذْتَ شَعْرًا فَأَكْرِمْهُ۔)) "تمہارے بال ہوں تو ان کی تعظیم کیا کرو۔"

(الصحيحة: ٢٢٥٢)

تخريج: أخرجه عبدالرزاق في "المصنف": ١١/ ٢٧٠/ ٢٠٥١٦، و البيهقي في "شعب الايمان": ٢/ ٢٦٥/ ٢

(١٩٦٣)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: كَانَ ﷺ يُكْثِرُ دُهْنَ رَأْسِهِ وَيُسَرِّحُ لِحْيَتَهُ بِالْمَاءِ۔ (الصحيحة: ٧٢٠)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے سر پر بہت زیادہ تیل لگاتے تھے اور پانی لگا کر داڑھی کی کنگھی کرتے تھے۔

تخريج: رواه ابن الأعرابي في "المعجم": ٥٩/ ١، والبيهقي في "الشعب": ٥/ ٢٢٦/ ٦٤٦٥

شرح:...... ان تمام احادیث سے پتہ چلا کہ سر اور داڑھی کے بال سنوار کر رکھنے چاہئیں، لیکن اس سلسلے میں بیچ میں وقفہ بھی ہونا چاہیے، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

(١٩٦٤)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَامِلاً بِمِصْرَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَإِذَا هُوَ شَعِثُ الرَّأْسِ مُشْعَانٌّ۔ قَالَ: مَالِيْ أَرَاكَ مُشْعَانًّا وَأَنْتَ أَمِيْرٌ؟ قَالَ: كَانَ يَنْهَانَا عَنِ الإِرْفَاهِ۔ قُلْنَا: وَمَا الإِرْفَاهِ؟ قَالَ: ((اَلتَّرَجُّلُ كُلَّ يَوْمٍ۔)) (الصحيحة: ٥٠٢)

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا ایک صحابی مصر میں عامل تھا، اس کے بال بکھرے ہوئے، بلکہ بہت بکھرے ہوئے تھے، اس کے پاس آپ ﷺ کا ایک دوسرا صحابی آیا اور اسے کہا: کیا وجہ ہے کہ تیرے بال بہت زیادہ بکھرے ہوئے ہیں، حالانکہ تو امیر بھی ہے؟ انھوں نے کہا: نبی کریم ﷺ نے ہمیں ''اِرْفَاہ'' سے منع فرمایا۔ ہم نے پوچھا: ''اِرْفَاہ'' سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا: روزانہ کنگھی کرنا۔

تخريج: أخرجه النسائي: ٢/ ٢٧٦، وابوداود: ٤١٦٠، واحمد: ٦/ ٢٢

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(شَعِث الرأس): بکھرے ہوئے بالوں والا

(مُشْعَانّ): بکھرے ہوئے اور پراگندہ بالوں والا

(الارْفَـــاہ): ابن اثیر نے کہا: اس کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں: (۱) تیل لگانے اور خوش عیشی و آسودہ حالی کو زیادتی کے ساتھ اختیار کرنا، (۲) مشروبات و مطعومات میں وسعت اختیار کرنا۔ آپ ﷺ کا ارادہ یہ ہے کہ خوش عیشی، خوشحالی اور نرمی و نزاکت والی زندگی کو اختیار نہ کیا جائے، کیونکہ یہ عجمیوں کی طرزِ حیات اور دنیا پرستوں کا اندازِ زندگی ہے۔ بہرحال صحابی نے اپنی روایت میں ''اِرْفَـــاہ'' کی جو تفسیر بیان کی ہے، اسی کو کافی سمجھا جائے، کیونکہ وہ اپنی روایت کے معنی و مفہوم کو بہتر سمجھتا ہے۔

یہ تفسیر عبداللہ بن بریدہ سے نسائی کی روایت میں منقول ہے، جب ان سے ''اِرْفَـــاہ'' کے بارے میں پوچھا گیا

تو انھوں نے کہا: کنگھی کرنا۔ ظاہر بات یہی ہے کہ انھوں نے یہ تفسیر صحابی سے لی ہوگی۔ واللہ اعلم۔ (صحیحه : ٥٠٢)

(١٩٦٥)۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: نَهَى ﷺ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا۔ (الصحيحة:٥٠١)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا، مگر کبھی کبھار۔

تخريج: أخرجه أبو داود: ٤١٥٩، والنسائي: ٢/ ٢٧٦، والترمذي: ١/ ٣٢٦، وابن حبان: ١٤٨٠، وأحمد: ٤/ ٨٦، والحربي في "غريب الحديث": ٥/ ٧٩/ ٢، والكشي في "جزء الأنصاري": ق ١١/ ١، وعنه أبو نعيم: ٦/ ٢٧٦، وابن عدي في "الكامل": ٨/ ٢، والبغوي في "شرح السنة" ٣/ ٢١٢/ ١

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "التَرجُّل" کے معانی ہیں: بالوں میں کنگھی کرنا، ان کو صاف کرنا اور ان کو خوبصورت بنانا۔

"غِبًّا" کے معانی ہیں: ایک دن کر لینا اور دوسرے دن ترک کر دینا۔

علامہ سندھی رحمہ اللہ نے کہا: مقصد یہ ہے کہ بالوں کو سنوارنے پر مداومت اور ہمیشگی اختیار نہ کی جائے۔ اہتمام کے ساتھ ایک دن کنگھی کرنا اور ایک دن نہ کرنا مراد نہیں ہے۔

مقصودِ شریعت یہ ہے کہ مسلمان نہ تو ایسا ہو کہ ہفتوں تک نہانے اور بالوں کو سنوارنے کا اہتمام نہ کرے اور بالآخر اپنی حیثیت کو نہ سمجھنے والا قابل نفرت شخص بن جائے اور نہ ایسا ہو کہ ہر روز اور ہر وقت اپنی ظاہری ٹیپ ٹاپ پر توجہ مرکوز رکھے، کیونکہ ہر وقت کی خوشحالی، آسودگی اور خوش عیشی بھی انسان کے مزاج میں فساد پیدا کر دیتی ہے اور وہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کم صفائی رکھنے والے یا سادہ زندگی گزارنے والوں سے نفرت کرنے لگتا ہے یا کم از کم یہ ہوتا ہے کہ سادگی کی اہمیت اور فوائد کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

ایک دن صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ أَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ.)) ......"کیا تم نہیں سنتے؟ کیا تم نہیں سنتے؟ کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔"

(ابوداود: ٤١٦١)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ عمدہ لباس کے ساتھ ساتھ سادہ لباس کو بھی ترجیح دینی چاہیے اور مرغوب، لذیذ اور انواع و اقسام کی خوراک کے مقابلے میں روکھی سوکھی اور سادہ خوراک بھی استعمال کرنی چاہیے، کیونکہ دنیا کی آسائشوں اور سہولتوں میں الجھنے کی وجہ سے آخرت کا دھیان کم پڑ جاتا ہے اور تکلفات سے اجتناب کرنے کی صورت میں توجہ آخرت کی طرف رہتی ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ پاکیزگی، صفائی اور طہارت کا اہتمام کرنا اور چیز ہے اور عمدہ اور قیمتی لباس کا اہتمام کرنا اور چیز ہے۔ سادگی، صفائی کی متضاد چیز نہیں ہے۔

اس کی دوسری مثال یوں سمجھیں کہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی جوتا استعمال کیا ہے اور اس کو پہننے کی ترغیب بھی

دلائی ہے، لیکن ننگے پاؤں چلنے کا حکم بھی دیا ہے۔ غور کریں کہ قیمتی اور خوبصورت جوتا پہننے سے انسان کے جذبات کا کیا حال ہوتا ہے، ننگے پاؤں چل کر ان جذبات کو معدوم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ درج ذیل حدیث سے اس مسئلہ کی توضیح ہو جائے گی۔

سیدنا معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الْإِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا۔)) ..... ''جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع کے طور پر عمدہ لباس پہننا چھوڑ دیا، درآں حالیکہ وہ اس کی طاقت رکھتا تھا، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے اسے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا پسند کرے، پہن لے۔'' (ترمذی، صحیحہ: ۷۱۸)

اس حدیث میں تواضع کی اور دوسروں پر برتری نہ جتلانے کی فضیلت ہے۔ ایمان کے جوڑے سے مراد، جنت کے وہ اعلیٰ جوڑے ہیں، جو صرف اہل ایمان کو پہنائے جائیں گے۔

اگر درج ذیل احادیث پر غور کیا جائے تو سادگی سے متعلقہ گزارشات کو آسانی سے سمجھا جا سکے گا:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ((كَانَ ﷺ يَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيَخْصِفُ النَّعْلَ وَيَرْقَعُ الْقَمِيْصَ وَيَقُوْلُ: ((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔)) (الصحيحة: ۲۱۳۰، و رواه أبو الشيخ: ۱۲۸، والسهمي في "تاريخ جرجان": ۳۱۵) ..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوتے تھے، جوتا سلائی کرتے تھے اور قمیص کو خود ہی پیوند لگا لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: ''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَا اسْتَكْبَرَ مَنْ أَكَلَ مَعَهُ خَادِمُهُ وَرَكِبَ الْحِمَارَ بِالْأَسْوَاقِ، وَاعْتَقَلَ الشَّاةَ فَحَلَبَهَا۔)) (الصحيحة: ۲۲۱۸، البخاري في "الأدب المفرد": ۵۵۰، و الديلمي: ۴/۳۳) ..... ''وہ شخص متکبر نہیں ہے، جس کے ساتھ اُس کے خادم نے کھانا کھایا اور وہ بازاروں میں گدھے پر سوار ہوا اور بکری کی ٹانگ کو اپنی ٹانگ میں پھنسا کر اس کو دوہا۔''

سادگی ایمان کا حصہ ہے

(۱۹۶۶)۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْإِيْمَانِ۔)) يَعْنِيْ التَّقَشُّفَ (الصحيحة: ۳۴۱)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شکستہ حالی بھی ایمان میں سے ہے۔'' یعنی قصداً راحت ولذت اور خوشحالی کو ترک کرنا۔

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ۴۱۱۸، وابوداود: ۴۱۶۱

شرح: ..... ''روزانہ کنگھی کرنا منع ہے'' کے عنوان کے فوائد میں اس کی توضیح ہو چکی ہے۔

نیز درج ذیل روایات پر غور کریں، دونوں میں سادگی اپنانے کی تعلیم دی گئی ہے:

(۱۹۶۷)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((وَيْلٌ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْأَحْمَرَيْنِ: الذَّهَبِ وَالْمُعَصْفَرِ۔)) (الصحيحة: ۳۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں کے لیے دو چیزوں سے ہلاکت ہے: سونا اور معصفر۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ۱٤٦٤، والبيهقي في "شعب الايمان": ۲/ ۲۳۰/ ۲

شرح: ...... یہاں سونے اور معصفر کپڑے کی حرمت بیان نہیں کی جا رہی، بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ عام طور پر ان دو چیزوں سے عورتوں کو مذہبی طور پر نقصان ہو جاتا ہے، جیسے مردوں کے لیے عمدہ پوشاک پہننا جائز ہے، لیکن اگر وہ اس پر اترانا شروع کر دیں، تو یہ لباس ان کے لیے ہلاکت کا سبب بن جائے گا، جبکہ وہ حرام نہیں ہو گا۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مناوی نے کہا: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں جب سونے کے زیورات اور زرد رنگ کے کپڑے زیبِ تن کر کے اور خوشبوؤں میں معطر ہو کر اترا کر چلتی ہیں تو ان کی وجہ سے فتنے برپا ہو جاتے ہیں، جیسا کہ آج کل نظر آ رہا ہے۔ (صحیحہ: ۳۳۹)

(۱۹۶۸)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ ﷺ يَمْنَعُ أَهْلَهُ الْحِلْيَةَ وَالْحَرِيْرَ وَيَقُوْلُ: ((إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيْرَهَا فَلَا تَلْبَسُوْهَا فِي الدُّنْيَا۔)) (الصحيحة: ۳۳۸)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کنبے کو زیور اور ریشم سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے: ''اگر تم جنت کا زیور اور ریشم پہننا پسند کرتے ہو، تو پھر دنیا میں نہ پہنا کرو۔''

تخريج: أخرجه النسائي: ۲/ ۲۸٤، وابن حبان: ۱٤٦۳، والحاكم: ٤/ ۱۹۱، وأحمد: ٤/ ۱٤٥

شرح: ...... اس حدیثِ مبارکہ سے پتہ چلا کہ خوش عیشی سے کیوں منع کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ اپنے بیٹیوں اور بیویوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ اگر وہ جنت کے زیورات اور ریشم پہننا چاہتی ہیں تو دنیا کے زیورات اور ریشم سے گریز کریں۔ آپ ﷺ کا قطعی طور یہ مقصود نہیں ہے کہ یہ چیزیں عورتوں کے لیے حرام ہیں، اصل وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی مرد یا عورت دنیا کی زینت و آرائش کو اختیار کرتا ہے تو پھر وہ مزید اہداف کی تلاش میں پڑ جاتا ہے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فکرِ آخرت سے محروم اور دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

تواضعاً عمدہ لباس ترک کرنے والے کی فضیلت

(۱۹۶۹)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع کے طور پر عمدہ لباس پہننا چھوڑ دیا، درآں حالیکہ وہ اس کی طاقت رکھتا تھا، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ

حَتّٰى يُخَيِّرَ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الإِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا.)) (الصحيحة:٧١٨)

تمام مخلوقات کے سامنے اسے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا پسند کرے، پہن لے۔

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٧٩، والفسوي في "المعرفة": ١/ ٣٣٩و٢/ ٥١١، والحاكم: ٤/ ١٨٣، وعنه البيهقي في "الشعب": ٢/ ٢٢٥/ ١، والطبراني: ٢٠/ ١٨٠/ ٣٨٦، وأحمد: ٣/ ٤٣٩، وأبو نعيم في "الحليلة": ٨/ ٤٨، والبيهقي أيضا في "السنن": ٣/ ٢٧٢

شرح:...... ''روزانہ کنگھی کرنا منع ہے'' کے عنوان کے فوائد میں اس کی توضیح ہو چکی ہے۔

خود پسندی کا انجام بد

(١٩٧٠)۔ عَنْ كُرَيْبٍ قَالَ: كُنْتُ أَقُوْدُ ابْنَ عَبَّاسٍ فِيْ زُقَاقِ أَبِيْ لَهَبٍ، وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ بَصَرُهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ فِيْ حُلَّةٍ لَهُ، وَهُوَ يَنْظُرُ فِيْ عِطْفَيْهِ إِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.)) (الصحيحة:١٥٠٧)

کریب کہتے ہیں: میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بینائی ختم ہو جانے کے بعد ابولہب کی گلیوں میں ان کی راہنمائی کرتا تھا، ایک دن انھوں نے کہا: میں اپنے باپ (سیدنا عباس رضی اللہ عنہ) سے سنا، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایک آدمی عمدہ پوشاک (زیبِ تن کر کے) چل رہا تھا اور خود پسندی کا اظہار کر رہا تھا، اچانک اللہ تعالیٰ نے اس کو دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک اس میں دھنستا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده" صـ ١٧٠ـ زوائده

شرح:...... ہم سابقہ تین چار عناوین میں مال و دولت کے اچھا یا برا ہونے کے بارے میں جو حقائق پیش کر چکے ہیں، اس حدیث سے ان کی تائید ہو رہی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ خوش پوشاکی اور حسن و جمال سے آراستہ ہو کر انسان اعجابِ نفس، خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اپنی حیثیت کو فراموش کر کے متکبرانہ طور طریقے اختیار نہ کرے، وگرنہ دولت اور اقتدار تو ڈھلتی چھاؤں ہیں۔

عام طور پر ہمارے ہاں لوگ اپنی خوبصورت اور قیمتی موٹر سائیکلوں، گاڑیوں اور پرشکوہ کوٹھیوں کی وجہ سے خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ملبوسات خریدتے وقت ہر شخص کا خیال یہ ہوتا ہے کہ جب وہ یہ لباس زیبِ تن کرے گا تو دیکھنے والے کو کیسا لگے گا، یہی معاملہ موبائل سیٹوں، کمپیوٹروں، گھڑیوں اور جوتیوں وغیرہ کا ہے۔ خوبصورت چیز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کر کے اللہ کے ہاں ماجور بھی ٹھہرا جا سکتا ہے اور اسی چیز پر تکبر کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کے اسباب بھی جمع کیے جا سکتے ہیں۔ صورتحال یہ ہے کہ تکبر کر لینا بہت آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کرنے کے لیے نیت کو سدھارنا مشکل کام ہے۔

اللہ تعالیٰ بندے پر اپنی نعمتوں کے آثار دیکھنا پسند کرتا ہے

(۱۹۷۱)۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَنْعَمَ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً، يُحِبُّ أَنْ يَرٰى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلٰى عَبْدِهِ۔)) (الصحيحة:۱۲۹۰)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک جب اللہ تعالیٰ بندے پر کوئی نعمت کرتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔''

تخريج: رواه ابن سعد: ٤/ ٢٩١ و ٧/ ١٠، والطحاوي في "المشكل" ٤/ ١٥١، والبيهقي في "الشعب" ٢/ ٢٢١/ ١

(۱۹۷۲)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَنْعَمَ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً، يُحِبُّ أَنْ يَرٰى أَثَرَ النِّعْمَةِ عَلَيْهِ، وَيَكْرَهُ الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ، وَيُبْغِضُ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ، وَيُحِبُّ الْحَيِيَّ الْعَفِيْفَ الْمُتَعَفِّفَ۔)) (الصحيحة:۱۳۲۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ جب بندے پر نعمت کرتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے اور وہ غربت و بدحالی اور تنگ دستی ظاہر کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور وہ اصرار کے ساتھ سوال کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے اور حیادار، پاکدامن اور پاکباز کو پسند کرتا ہے۔''

تخريج: أخرجه البيهقي في "الشعب" ٢/ ٢٣١/ ١، والسهمي في "تاريخ جرجان" صـ ١٠١

شرح:...... جس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع کے طور پر سادہ لباس پہننا پسندیدہ ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کی غرض سے عمدہ لباس پہننا، اعمال خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، محتاجوں اور ضرورت مندوں کے تعاون اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی بہت پسندیدہ ہے۔ عمدہ اور قیمتی لباس تکبر اور برتری کے اظہار کے طور پر پہننا سخت جرم ہے، فی نفسہ جرم نہیں، بلکہ اظہار نعمت کی نیت سے پہننا بہت پسندیدہ ہے۔ گویا نیتوں کے اعتبار سے ایک ہی عمل ایک شخص کے لیے اچھا دوسرے کے لیے برا ہے۔ اس لیے اخلاص عمل اور تصحیح نیت بہت ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اتباع سنت بھی۔

خوش عیشی کا حکم

(۱۹۷۳)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ بِهِ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: ((إِيَّايَ وَالتَّنَعُّمَ! فَإِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ۔)) (الصحيحة:۳۵۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: ''خوش عیشی سے بچنا، کیونکہ اللہ کے بندے خوش عیش نہیں ہوتے۔''

تخریج: أخرجه أحمد ٥/ ٢٤٣ و ٢٤٤، والطبرانی فی "مسند الشامیین": صـ ٢٧٩، وأبونعیم فی "الحلیة": ٥/ ١٥٥

شرح:...... بڑی قابل تعجب بات ہے کہ ایک طرف تو منشائے شریعت یہ ہے کہ انسان کے وجود پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے آثار نظر آنے چاہئیں، لیکن دوسری طرف خوش عیشی کی مذمت کی جا رہی ہے، دراصل خوش عیشی فی نفسہ کوئی مذموم چیز نہیں ہے، لیکن جب اس کے اثرات اور نتائج پر نگاہ ڈالی جائے، تو کئی طرح سے اس میں فساد نظر آتا ہے، جس کی سب سے بڑی مثال فکرِ آخرت کی کمی ہے۔

ہم اس ضمن میں کچھ اقتباسات نقل کرنا چاہتے ہیں:

دنیوی آسائشیں، اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہیں، وہ مال و دولت کی صورت میں ہوں یا عہدہ و منصب کی صورت میں۔ بہرحال دنیا نے اکثر لوگوں کو اپنے اثرات کا پابند کر دیا اور ان کو اسلامی مزاجوں کا نہیں رہنے دیا۔ وہ آسائشوں اور سہولتوں کے اس قدر غلام بن جاتے ہیں کہ فقر و فاقہ میں مبتلا لوگوں کے مصائب کو پہچاننا ان کے لیے دشوار ہو جاتا ہے۔ ان کے رویے میں ناز نخرے آ جاتے ہیں، ان کی مسکراہٹوں اور حسن سلوک کے لیے شخصیتیں خاص ہو جاتی ہیں۔ بہرحال کوئی دولتمند ان حقائق سے اتفاق نہیں کرے گا، کیونکہ وہ اپنے دماغ کے فیصلے کے مطابق انسانِ کامل ہے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ فیکٹریوں اور صنعتوں کے مالکان، اعلی پیمانے کے تجار، مساجد و مدارس کی انتظامیہ، جن کے گھروں کے ماہوار اخراجات لاکھوں روپوں پر مشتمل ہوتے ہیں، لیکن یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے ماتحتوں کو تین چار ہزار فی مہینہ پر ہی گزارا کرنا چاہیے اور اس پر مستزاد یہ کہ اتنی معمولی تنخواہ دے کر اپنا رعب جھاڑنا شروع کر دیتے ہیں، جیسے آقا اپنے غلام سے سلوک روا رکھتا ہے۔

رہا مسئلہ قلتِ مال یا کثرتِ مال کے بہتر ہونے کا، تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار کرنا ناممکن ہے کہ دین کی حفاظت کے لیے، ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے لیے اور کئی مفاسد سے بچنے کے لیے قلتِ مال بہترین ذریعہ ہے، یقین مانیے کہ اگر گزر بسر کے بقدر رزق نصیب ہو جائے تو دنیا کا حقیقی سکون مل جاتا ہے۔ یہ غربت ہی ہے جو بچوں کو دینی تعلیم دینے، قرآن مجید حفظ کرنے اور قرآن و حدیث کی تعلیم کے حصول پر آمادہ کرتی ہے اور یہی لوگ ہیں کہ دین کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کے لیے جن کی اکثریت کو استعمال کیا گیا۔ مزاج میں سادگی اور ہر آدمی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا ان ہی لوگوں کا وطیرہ ہے۔ اس سے بڑا انعام کیا ہو سکتا ہے کہ مسکین لوگ امیر لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ بہرحال یہ ایسے حقائق ہیں جو امیر زادوں اور مال و دولت کے طلبگاروں کے لیے ناقابل تسلیم ہیں۔

قارئین کرام! ذہن نشین رہے کہ جب قلتِ مال کی مدح اور کثرتِ مال کی مذمت کی جاتی ہے تو اس وقت کسی خاص امیر یا غریب فرد کو سامنے نہیں رکھا جاتا، بلکہ مطلق ماحول پہ نگاہ ڈال کر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

مال و دولت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، لیکن بوڑھا آسمان اور بوڑھی زمین شاہد ہیں کہ اکثر لوگ اس نعمت کے تقاضے

پورے کرنے سے قاصر ہے اور من پسند اور عیش پرست زندگی میں پڑ کر کئی مفاسد میں مبتلا ہو گئے۔ مصیبت یہ ہے کہ ان بیچاروں کو ان حقائق کا اندازہ ہی نہ ہو سکا، جن کی وضاحت آپ ﷺ نے فرمائی ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کرنے کے لیے اچھا لباس پہننا اور اچھے ماکول و مشروب کا انتظام کرنا پسندیدہ ہے، لیکن اس پر دوام اختیار کرنا کسی طرح خطرے سے خالی نہیں، اس لیے آپ ﷺ نے بسا اوقات جان بوجھ کر سادہ لباس پہننے، کنگھی نہ کرنے اور ننگے پاؤں چلنے کا حکم دیا ہے۔

اگر شریعت کی روشنی میں مال و دولت کے تقاضوں کو سمجھ کر ان کو ادا کیا جائے تو اس کو اللہ کی نعمتِ عظمی سمجھا جائے گا، آخر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی تو مالدار تھے، ان کو اسی وجہ سے "غنی" کا لقب ملا اور انھوں نے اسی کے بل بوتے پر تائیدِ دین کی ایسی مثالیں قائم کر دیں، جو رہتی دنیا تک مال داروں کے لیے آئیڈیل کی حیثیت سے زندہ رہیں گی۔

اگر آپ "سادگی ایمان کا حصہ ہے" کے عنوان میں مندرج تمام احادیث کا مطالعہ کریں تو یقیناً آپ ﷺ کے مقاصد کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

اگر خوش عیشی، اللہ تعالیٰ کی کوئی پسندیدہ چیز ہوتی تو یقیناً اس کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے لیے بھی پسند کیا جاتا ہے، لیکن آپ ﷺ کی صورتحال تو یہ تھی کہ آپ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا اور اس کی بھرتی کھجور کے درخت کی چھال کی تھی۔ (صحیحہ: ۲۱۰۳)

نیا لباس پہننے والے کے لیے دعا

(۱۹۷٤)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَى النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَوْبًا أَبْيَضَ، فَقَالَ: ((أَجَدِيْدٌ ثَوْبُكَ هٰذَا أَمْ غَسِيْلٌ؟)) فَقَالَ: بَلْ غَسِيْلٌ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: جَدِيْدًا) فَقَالَ: ((اِلْبَسْ جَدِيْدًا، وَعِشْ حَمِيْدًا وَمُتْ شَهِيْدًا۔))

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک سفید کپڑا دیکھا اور پوچھا: "تمہارا کپڑا نیا ہے یا دھویا ہوا؟" انھوں نے کہا: دھویا ہوا ہے، ایک روایت میں ہے: نیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نئے (کپڑے) پہنتے رہو، تعریف والی زندگی گزارو اور شہادت والی موت مرو۔"

(الصحیحۃ:۳۵۲)

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ۳۵۵۸، والنسائی فی"عمل الیوم واللیلة": ۲۷۵/ ۳۱۱، وعنه ابن السنی فی"عمل الیوم واللیلة": ۲٦۲، وابن حبان: ۵۳٦/ ۲۱۸۳۔موارد، وأحمد: ۲/ ۸۸، واسحاق فی"مسندیهما"، والطبرانی فی"الدعاء": ۲/ ۹۸۰؛ کلهم عن عبدالرزاق وهذا فی"مصنفه": ۱۱/ ۲۲۳/ ۲۰۳۸۲

شرح:...... معلوم ہوا کہ نیا کپڑا پہننے والے کو یہ دعا دی جائے:

اِلْبَسْ جَدِيْدًا ، وَعِشْ حَمِيْدًا وَمُتْ شَهِيْدًا

سفید بالوں کی فضیلت

(١٩٧٥)۔ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ مَرْفُوْعًا: ((اَلشَّيْبُ نُوْرٌ فِيْ وَجْهِ الْمُسْلِمِ ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَنْتَفْ نُوْرَهُ۔)) (الصحيحة:١٢٤٤)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سفید بال مسلمان کے چہرے کا نور ہیں، جو چاہتا ہے، وہ اپنا نور اکھاڑتا رہے۔''

تخریج: رواه ابن عدي: ٢١٢/ ١ ، والبيهقي في "الشعب" ٢/ ٢٥٠/ ٢

(١٩٧٦)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ: ((اَلشَّيْبُ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ لَايَشِيْبُ رَجُلٌ شَيْبَةً فِي الإِسْلَامِ إِلَّا كَانَتْ لَهُ بِكُلِّ شَيْبَةٍ حَسَنَةٌ ، وَرُفِعَ بِهَا دَرَجَةٌ۔)) (الصحيحة:١٢٤٣)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفید بال مومن کا نور ہیں، اسلام میں جس آدمی کے بال سفید ہو جاتے ہیں، تو ہر ایسے بال کی وجہ سے اس کو ایک نیکی ملتی ہے اور اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔''

تخریج: أخرجه البيهقي في "الشعب" ٢/ ٢٥٧/ ١

شرح:...... ہمارا اپنا مزاج ہے، شریعت کا اپنا مزاج ہے، ہم ایک چیز سے گریز کرتے رہیں، جبکہ شریعت کی یہ چاہت ہوتی کہ ہم اس کے ساتھ متصف نظر آئیں، ان میں سے ایک چیز سفید بال ہیں، جو مومن کے چہرے کا نور ہیں اور اس کے لیے نیکیوں کا اور بلندیٔ درجات کا سبب ہیں۔

معلوم نہیں کہ یہ چیز ہم کب سمجھیں گے کہ جب آدمی کی عمر اٹھارہ بیس سال ہو جاتی ہے اور اس کی داڑھی مونچھ آ جاتی ہے تو اس کا احترام اس کے چہرے کی حسن کی وجہ سے نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کی اچھی یا بری خصلتوں کی وجہ سے اس کو اہمیت دی جاتی ہے۔لیکن ہمارے ہاں تو پچاس ساٹھ برس کی عمر کے بزرگ بھی کلین شیو کر کے ''پپو'' بننے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن یہ باتیں سلیم الفطرت لوگوں کے لیے ہیں، جو شرعی حسن کو خوبصورتی سمجھتے ہیں۔

ہمارے ماحول کی فطرت مسخ ہو گئی ہے، لوگوں کو ڈاڑھی مونڈنے والوں پر تعجب نہیں ہوتا، نہ وہ اس کو برائی سمجھتے ہیں، تعجب اس پر کیا جاتا ہے کہ فلاں آدمی نے داڑھی رکھ لی ہے۔ رہا مسئلہ سفید بالوں کا تو شروع شروع میں ان کو اکھاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے، جب وہ زیادہ ہو جائیں تو کالا خضاب لگا کر ان کی سفیدی کو سیاہی میں بدلنے کی نامراد اور مذموم کوشش کی جاتی ہے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں سرے سے ان برائیوں کو محسوس ہی نہیں کیا جاتا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو قابل مذمت ٹھہرایا جاتا ہے۔اس کی مثال تو اس معاشرے کی طرح ہے، جس میں رہنے والے سارے لوگ ناک کٹے تھے، جب وہاں ایک سالم ناک والا بندہ گیا تو وہ اس کے ساتھ مذاق کرنے لگے کہ

دیکھو! اس بیچارے کے چہرے پر ناک لگا ہوا ہے، یہ کتنا بدصورت لگ رہا ہے!

سفید بالوں کو رنگنا

(١٩٧٧)۔ عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اَحْسَنَ مَاغُیِّرَ بِهٖ هٰذَا الشَّیْبُ، الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ۔)) (الصحيحة: ١٥٠٩)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین چیز جس سے بالوں کی سفیدی کو بدلا جا سکتا ہے، وہ مہندی کے پتے اور کتم ہیں۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢/ ١٩٥۔ تازية، والنسائي: ٢/ ٢٧٩، والترمذي: ٣/ ٥٥۔ تحفة، وابن ماجه: ٢/ ٣٨٠، وابن حبان: ١٤٧٥، وأحمد: ٥/ ١٤٧، ١٥٠، ١٥٤، ١٥٦، ١٦٩، وابن سعد في "الطبقات" ١/ ٤٣٩، والطبراني: ١٦٣٨

شرح:...... کتم: ایک پودا ہے، جس کے بیج سے قدیم زمانہ میں روشنائی بنائی جاتی تھی اور بالوں کو خضاب کیا جاتا تھا۔

(١٩٧٨)۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَاتَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى۔))

(الصحيحة: ٨٣٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بالوں کی سفیدی کو بدل دیا کرو اور یہودیوں اور عیسائیوں سے مشابہت اختیار نہ کرو۔''

تخريج: رواه أحمد: ٢/ ٢٦١، ٤٩٩، وابن سعد: ١/ ٤٣٩، وأبو يعلى: ١٠/ ٣٨١/ ٥٩٧٧، وابن حبان: ٧/ ٤٠٧/ ٥٤٤٩ـــ الأحسان، والبيهقى فى "شعب الايمان": ٥/ ٢١١/ ٦٣٩٦، واخرجه الترمذى: ١/ ٣٢٥ دون ذكر النصارى

(١٩٧٩)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدٍ: كَانَ ﷺ يَأْمُرُ بِتَغْيِيْرِ الشَّيْبِ مُخَالَفَةً لِلْأَعَاجِمِ۔)) (الصحيحة: ٢١١٤)

حضرت عقبہ بن عبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بالوں کی سفیدی کو بدل دینے کا حکم دیتے تھے، تاکہ عجمی لوگوں کی مخالفت ہو۔

تخريج: رواه الطبرانى فى "الكبير" وعبدالغنى المقدسى فى "السنن": ١٧٧/ ١

(١٩٨٠)۔ عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ بِيْضٌ لِحَاهُمْ۔ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ۔)) فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ، وَيُوَفِّرُوْنَ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سفید داڑھیوں والے انصاریوں کے پاس آئے اور فرمایا: ''اے انصاریوں کی جماعت! (اپنے سفید بالوں کو) سرخ یا زرد کرلو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بیشک اہل کتاب اپنی داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی داڑھیاں

سِبَالَهُمْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ وَقَصِّرُوْا سِبَالَكُمْ، وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ۔)) فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَخَفَّفُوْنَ وَلَا يَنْتَعِلُوْنَ۔ فَقَالَ: ((اِنْتَعِلُوْا وَتَخَفَّفُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ۔)) (الصحيحة: ١٢٤٥)

بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔" انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بیشک اہل کتاب چمڑے کے موزے پہنتے ہیں اور جوتے نہیں پہنتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم جوتے بھی پہنو اور موزے بھی اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔"

تخریج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٦٤، والبيهقي في "الشعب" ٢/ ٢٥٩/ ٢

شرح:...... اس باب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ سفید بالوں کو رنگنا چاہیے، کوئی بھی رنگ استعمال کیا جا سکتا ہے، سوائے کالے رنگ کے۔ نبی کریم ﷺ خود بھی اپنے بالوں پر مہندی (ابو داود: ٤٢٠٦) اور زرد رنگ (بخاری: ١٦٦) لگاتے تھے۔

یاد رہے کہ سفید بالوں کو سرخ یا زرد رنگ لگانے سے ان کی سفیدی کے حکم میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

جنت کی مہندی

(١٩٨١)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَرْفُوْعًا: ((سَيِّدُ رَيْحَانِ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْحِنَّاءُ۔)) (الصحيحة: ١٤٢٠)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہل جنت کے خوشبودار پودوں کا سردار مہندی ہے۔"

تخریج: رواه الطبراني في "المعجم الكبير"، وعنه عبد الغني المقدسي في "السنن" ١٨٤/ ٢

شرح:...... دنیا اور جنت میں پائے جانے والی اسمی اعتبار سے مشترک چیزوں کا نام ایک ہے، نوعیت و کیفیت الگ الگ ہے۔

سرخ یا ریشمی زین پوش منع ہے

(١٩٨٢)۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ مَرْفُوْعًا: نَهٰى عَنْ مِيْثَرَةِ الْأُرْجُوَانِ۔ (الصحيحة: ٢٣٩٦)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سرخ زین پوش سے منع کیا۔

تخریج: أخرجه الترمذي: ٢٧٨٩

شرح:...... شارحین نے "مِيْثَرَة الأُرْجُوَان" کے مختلف معانی بیان کیے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

یہ سرخ رنگ کی یا ریشمی چیز ہے، وہ زین کی صورت میں یا زین پوش کی صورت میں ہو یا وہ کجاوہ پوش کی صورت میں ہو یا کجاوہ پر رکھی جانے والی گدی کی صورت میں ان اقوال سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ ممانعت کی وجہ سرخ رنگ

ہے یا ریشم اور یہ دونوں ہی ممنوع ہیں۔

معصفر لباس پہننا ممنوع ہے
لباس میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا حرام ہے
خوب سرخ کپڑا منع ہے

(۱۹۸۳)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهٰى ﷺ عَنِ الْمُفَدَّمِ۔ (الصحيحة:۲۳۹۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خوب لال (اور ڈھڈھاتے سرخ) کپڑے سے منع فرمایا۔

تخريج: أخرجه ماجه :۲/ ۳۷۷

شرح:...... "المُفَدَّم" اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں، جسے عصفر بوٹی سے خوب رنگا گیا ہو، جیسا کہ ابن ماجہ میں راویٔ حدیث حسن بن سہیل نے کہا ہے۔ لیکن یہ کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ جن کپڑوں کو عصفر سے رنگا جاتا ہے، وہ سرخ ہوتے ہیں۔

(کُسُم یا کُسُمبھ) کڑ کا پھول، جس سے شہاب نکلتا ہے، اس سے سرخ کپڑے رنگے جاتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ایک گھاٹی سے اترے، آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے، جبکہ میں نے عصفر میں لتھیڑی ہوئی چادر پہنی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم نے یہ چادر کیوں پہنی ہوئی ہے؟'' میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ نے اس کو ناپسند کیا ہے۔ جب میں گھر آیا تو گھر والے تنور جلا رہے تھے، میں نے اس کو تنور میں پھینک دیا۔ دوسرے دن جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: ''عبداللہ! چادر کا کیا بنا؟'' میں نے (اسے جلا دینے کی) بات بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے اہل کی کسی عورت کو پہنا دینی تھی، کیونکہ اس میں عورتوں کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔'' (ابو داود: ٤٠٦٦، ابن ماجه: ٣٦٠٣)

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں خوب سرخ کپڑے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ ایسے کپڑے سے کافروں کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے۔ یا پھر یہ عورتوں کا لباس ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھ پر دو معصفر کپڑے دیکھ کر فرمایا: ''تیری ماں نے تجھے یہ لباس پہننے کا حکم دیا ہے؟'' میں نے کہا: کیا میں ان کو دھو دوں، (تاکہ یہ رنگ ختم ہو جائے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ ان کو جلا دے۔'' (صحیح مسلم) واللہ اعلم۔ (صحیحه : ۲۳۹۵)

(١٩٨٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كَانَ ﷺ يَلْبَسُ يَوْمَ الْعِيْدِ بُرْدَةً حَمْرَاءَ۔

(الصحيحة:١٢٧٩)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید والے روز سرخ رنگ کی چادر زیب تن کرتے تھے۔

تخریج: رواه الطبراني في "الأوسط" ٥٣/٢ - زوائده

اسی طرح سیدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سرخ رنگ کا حلّہ زیبِ تن کر رکھا تھا، اس میں آپ بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ (بخاری: ٥٨٤٨، مسلم: ٢٣٣٧) حلّہ ایسے لباس کو کہتے ہیں، جس میں دو چادریں ہوں، یعنی ایک تہبند اور ایک چادر اوپر والے حصے کے لیے۔

حافظ ابن قیم نے کہا: جس بندے نے کہا کہ یہ خالص سرخ رنگ کا حلہ تھا اور اس میں کوئی دوسرا رنگ مکس نہیں تھا، اس نے غلطی کی۔ کیونکہ یہ حلّہ، دو یمنی چادروں پر مشتمل تھا، ان کو سرخ اور سیاہ دھاگوں سے بنا گیا تھا۔

معلوم ہوا کہ خالص سرخ لباس سے بچا جائے، اگر اس کا رنگ ہلکا سرخ ہو یا کسی اور رنگ کے ساتھ مکس ہو تو وہ جائز ہوگا، البتہ عورتیں یہ لباس پہن سکتی ہیں۔

(١٩٨٥)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَاٰی عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ: ((اِنَّ هٰذِهِ ثِيَابُ الْكُفَّارِ، فَلَا تَلْبَسْهَا۔)) (الصحيحة: ١٧٠٤)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دو معصفر کپڑے دیکھ کر فرمایا: ''یہ کافروں کے کپڑے ہیں، پس یہ نہ پہنا کرو۔''

تخریج: رواه مسلم: ٦/ ١٤٤، وأحمد: ٢/ ١٦٢ و ٢٠٧ و ٢١١، وابن سعد: ٤/ ٢٦٥

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کافروں کا لباس پہنے یا ان کی وضع قطع اور عادات و اطوار کو اپنائے، کافی ساری احادیث میں اس موضوع کو بیان کیا گیا ہے، ....لیکن اب تو بعض بلادِ اسلامیہ میں کفار کے ملبوسات اور ان کی عادات عام ہو چکی ہیں، بلکہ بعض یا تمام اسلامی ممالک کے فوجیوں پر کافروں کی تہذیب کے بعض امور فرض کر دیے گئے ہیں، مثلا ہیٹ (یعنی انگریزی ٹوپی)۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ لوگوں میں یہ شعور ہی نہیں رہا کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کی مخالفت کر رہے ہیں یا موافقت۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (صحیحہ: ۱۷۰۴)

(١٩٨٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ: اَلْجُنُبُ، وَالسَّكْرَانُ وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوْقِ۔)) (الصحيحة: ١٨٠٤)

حضرت عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے ان تین افراد کے قریب نہیں آتے: جنبی، نشے میں چور اور خلوق خوشبو میں لت پت۔''

تخریج: أخرجه البزار: صـ ١٦٤ - زوائد ابن حجر، والبخاري في "التاريخ": ٣/ ١/ ٧٤

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: خلوق: ایک قسم کی معروف خوشبو ہے، جو زعفران اور خوشبو کی دوسری اقسام سے تیار کی جاتی ہے، اس کے رنگ پر سرخی اور زردی غالب ہوتی ہے۔

اس سے منع کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ عورتوں کی خوشبو ہے۔

ورس اور زعفران بوٹیوں میں رنگی چادر پہننا

(۱۹۸۷)۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ لَهُ مِلْحَفَةٌ مَصْبُوْغَةٌ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ، يَدُوْرُ بِهَا عَلٰى نِسَائِهِ، فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ هٰذِهِ رَشَّتْهَا بِالْمَاءِ وَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ هٰذِهِ رَشَّتْهَا بِالْمَاءِ، وَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ هٰذِهِ رَشَّتْهَا بِالْمَاءِ۔)) (الصحيحة:۲۱۰۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چادر تھی، وہ ورس اور زعفران بوٹیوں سے رنگی ہوئی تھی، آپ وہ پہن کر اپنی بیویوں کے پاس جاتے تھے، جب رات کو اِس بیوی کی باری ہوتی تو وہ اس پر پانی چھڑکتی تھی اور جب اُس کا باری ہوتی تو وہ اس پر پانی چھڑکتی تھی اور جب کسی اور کی باری ہوتی تو وہ بھی اس پر پانی چھڑکتی تھی۔

تخريج: أخرجه الخطيب البغدادي في "تاريخه": ۱۳/ ۳۲۰

شرح:...... ورس: زرد رنگ کی ایک گھاس ہے، اس سے کپڑے رنگتے ہیں، بعض نے کہا کی ورس سرخ رنگ کو کہتے ہیں۔

زعفران: ایک خوشبودار مشہور پودا، جس کے باریک زرد یا سرخ ریشے ہوتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش بنوانا منع ہے

(۱۹۸۸)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: اِتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَاتَمًا وَنَقَشَ عَلَيْهِ نَقْشًا قَالَ: ((إِنَّا قَدِ اتَّخَذْنَا خَاتَمًا، وَنَقَشْنَا فِيْهِ نَقْشًا، فَلَا يَنْقُشْ أَحَدٌ عَلٰى نَقْشِهِ۔)) ثُمَّ قَالَ أَنَسٌ: فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِهِ فِيْ يَدِهِ۔ (الصحيحة:۳۵۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر (محمد رسول اللہ) کندہ کرایا اور فرمایا: ''ہم نے ایک انگوٹھی بنوائی ہے اور اس پر کندہ کرایا ہے، لیکن تم میں سے کوئی بھی وہ (الفاظ) کندہ نہیں کروا سکتا۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: گویا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہاتھ میں انگوٹھی کی چمک کو دیکھ رہا ہوں۔

تخريج: أخرجه البخاري: ۵۸۷۴، والنسائي: ۹۵۱۰، ۹۵۱۱، ۹۵۳۴، وابن ماجه: ۳۶۴۰

شرح:...... بلا شک وشبہ چاندی مردوں کے لیے حلال ہے، وہ اس کی انگوٹھی بنوا سکتے ہیں، لیکن اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی والا نقش نہیں بنا سکتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی پھینکنے کی وجہ

(۱۹۸۹)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِتَّخَذَ خَاتَمًا فَلَبِسَهُ، ثُمَّ قَالَ: ((شَغَلَنِيْ هٰذَا عَنْكُمْ مُنْذُ الْيَوْمِ، إِلَيْهِ نَظْرَةٌ، وَإِلَيْكُمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی پہنی، پھر فرمایا: ''اس (انگوٹھی) نے آج مجھے تم لوگوں (کی طرف توجہ کرنے) سے مشغول رکھا

نَظْرَةٌ۔)) ثُمَّ رَمٰى بِهٖ۔ (الصحيحة:۱۱۹۲)

ہے، ایک دفعہ اس کی طرف دیکھنا، پھر ایک دفعہ تمہاری طرف دیکھنا۔'' پھر آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا۔

تخريج: أخرجه النسائي ۲/ ۲۹۵، وابن حبان في "صحيحه" رقم ۱٤٦٨۔ الموارد، و أحمد: ۱/ ۳۲۲

شرح:...... ہم صرف مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی بحث کا خلاصہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں جس انگوٹھی کا ذکر ہے، اس سے مراد مہر والی انگوٹھی نہیں ہے، بلکہ اس سے پہلے آپ ﷺ نے زینت کے لیے انگوٹھی بنوائی تھی، لیکن جب دیکھا کہ آپ ﷺ صحابہ کی طرف توجہ نہیں کر پا رہے تو آپ ﷺ نے حرمت کی وجہ سے نہیں، بلکہ کراہت کی بنا پر اس کو پھینک دیا، بعد میں مہر والی انگوٹھی کا مسئلہ پیش آیا۔ (التعليقات السلفيه على سنن النسائى: ۲/ ۲۹۰)

آپ ﷺ کے نقش کے بارے میں تنبیہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کی نقش کی تین سطریں تھیں، ایک سطر میں ''محمد''، ایک میں ''رسول'' اور ایک میں ''اللہ'' لکھا ہوا تھا، اسماعیلی کی روایت میں یہ تفصیل ہے: (پہلی) سطر میں ''محمد''، دوسری میں ''رسول'' اور تیسری میں ''اللہ'' لکھا ہوا تھا۔ (ملاحظہ ہو: بخاری: ۵۸۷۸ اور فتح البارى: ۱۰/ ٤٠٤)

ہمارے ہاں آپ ﷺ کی مہر کا جو نقش معروف ہے، اس میں ان تین کلمات کی ترتیب اس روایت کے الٹ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عورتیں ضرورت کے پیش نظر گھروں سے باہر جا سکتی ہیں

(۱۹۹۰)۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيْمَةً لَاتَخْفٰى عَلٰى مَنْ يَعْرِفُهَا فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: يَاسَوْدَةُ! أَمَا وَاللّٰهِ! مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا، فَانْظُرِيْ كَيْفَ تَخْرُجِيْنَ؟! فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَيْتِيْ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَشّٰى وَفِيْ يَدِهِ عَرْقٌ، فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ، فَقَالَ لِيْ عُمَرُ كَذَا وَكَذَا، قَالَتْ: فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ، ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَإِنَّ الْعَرْقَ فِيْ يَدِهِ مَا وَضَعَهُ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اپنی کسی ضرورت کے لیے نکلیں، وہ بڑے جسم والی خاتون تھیں، اس لیے (پہلے سے) ان کی معرفت رکھنے والا ان کو پہچان لیتا تھا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر کہا: سودہ! اللہ کی قسم! تم ہم پر مخفی نہیں رہ سکتیں، خود غور کر لو کہ کیسے نکلتی ہو؟ وہ واپس لوٹ آئیں، رسول اللہ ﷺ میرے گھر پر تھے اور شام کا کھانا کھا رہے تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں گوشت والی ہڈی تھی۔ اتنے میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اندر داخل ہوئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے کسی کام کے لیے باہر نکلی تھی، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے یوں یوں کہہ دیا۔ (اسی اثنا میں) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی اتارنا شروع کر دی، پھر وحی والی

فَقَالَ: ((إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ، وَفِي رِوَايَةٍ: لِحَوَائِجِكُنَّ۔)) (الصحيحة:٣١٤٨)

کیفیت ختم ہوگئی، اس دوران ہڈی آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہی رہی۔ پھر فرمایا: ''تمھیں ضرورت کے لیے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ١٤٧، ٤٧٩٥، ٥٢٣٧، ومسلم: ٧/ ٦، وابن جرير في "التفسير": ٢٨/ ٣٩، والبيهقي: ٧/ ٨٨، وأحمد: ٦/ ٥٦

شرح:...... معلوم ہوا کہ عورتوں کو بلاضرورت گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کاٹنا

(١٩٩١)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ الْمَجُوْسُ، فَقَالَ: ((إِنَّهُمْ يُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ، وَيَحْلِقُوْنَ لِحَاهُمْ، فَخَالِفُوْهُمْ۔)) فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجُزُّ سِبَالَهُ كَمَا تُجَزُّ الشَّاةُ أَوِ الْبَعِيْرُ۔)) (الصحيحة:٢٨٣٤)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مجوسیوں کا ذکر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (مجوسی) لوگ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں مونڈھ دیتے ہیں، تم ان کی مخالفت کیا کرو۔'' پس سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مونچھوں کو یوں کاٹتے، جیسے بکری یا اونٹ کے بال کاٹے جاتے ہیں۔

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ٥٤٥٢۔ الاحسان، والبيهقي في "سننه": ١/ ١٥١، وأبو حامد الحضرمي في "حديثه": ق٢/ ٢، وأبو عروبة الحراني في "حديث الجزريين": ق١٤٦/ ١

(١٩٩٢)۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ بِيْضٌ لِحَاهُمْ۔ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ۔)) فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ، وَيُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ وَقَصِّرُوْا سِبَالَكُمْ، وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ۔)) فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَخَفَّفُوْنَ وَلَا يَنْتَعِلُوْنَ۔ فَقَالَ: ((انْتَعِلُوْا وَتَخَفَّفُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سفید داڑھیوں والے انصاریوں کے پاس آئے اور فرمایا: ''اے انصاریوں کی جماعت! (اپنے سفید بالوں کو) سرخ یا زرد کرلو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بیشک اہل کتاب اپنی داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ رسول! بیشک اہل کتاب چمڑے کے موزے پہنتے تھے اور جوتے نہیں پہنتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم جوتے بھی پہنو اور موزے بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔''

الْكِتَابِ۔)) (الصحيحة: ١٢٤٥)

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٦٤ ، والبيهقي في "الشعب" ٢/ ٢٥٩/ ٢

شرح :...... داڑھی اسلام کا شعار، انبیائے کرام کی سنت اور نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامت ہے، بے شمار احادیث میں اس کی تاکید موجود ہے، بلکہ آپ ﷺ نے مونچھیں تراشنے اور داڑھی بڑھانے کو فطرت قرار دیا ہے۔ اب مسلمانوں پر فرنگی تہذیب اس قدر غالب آ چکی ہے اور مسلمانوں کی فطرت اس قدر مسخ اور بد ہو گئی ہے کہ اس فرض پر عمل کرنے والا جھجک محسوس کرنے لگا ہے۔

قرآن مجید میں بھی داڑھی کے حسن کا اشارۃً ذکر کیا گیا ہے، منشائے ایزدی یہ ہے کہ داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا تقاضا بھی پورا ہو سکے۔

دیواروں پر پردے لٹکانا منع ہیں

(١٩٩٣)۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ مُرْسَلاً: نَهٰى ﷺ أَنْ تُسْتَرَ الْجُدُرُ۔ (الصحيحة: ٢٣٨٤)

علی بن حسن مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دیواروں پر پردے لٹکانے سے منع فرمایا۔

تخريج: أخرجه البيهقي: ٧/ ٢٧٢ مرسلا

شرح :...... امام البانی نے اس حدیث پر "كراهة ستر الجدر وزخرفتها" (دیواروں پر پردے لٹکانا اور ان کو مزین کرنا مکروہ ہے) کا باب ثبت کیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کسی غزوے میں چلے گئے، میں نے ایک جھالر دار چادر دروازے پر لٹکا دی، جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے وہ چادر دیکھی (اور اس کو ناپسند کیا)، میں نے آپ کے چہرے سے آپ کی کراہت کا اندازہ کر لیا، آپ ﷺ نے اس کو کھینچا اور چاک کر دیا اور فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَأْمُرْنَا اَنْ نَكْسُوا الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنِ .)) ......"اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس چیز کا حکم نہیں دیا کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں۔" (مسلم: ۲۱۰۷)

سیدنا عبد اللہ بن یزد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: .... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم آج بہتر ہو یا اس وقت ہو گے، جب ایک پیالہ لایا جائے گا اور دوسرا اٹھا لیا جائے گا، صبح کو پوشاک اور ہو گی اور شام کو اور، اور تم اپنے گھروں کی دیواروں پر یوں پردے لٹکاؤ گے، جیسے بیت اللہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔" (بیہقی)

آج کل بہرحال اُن احادیث کی مخالفت کی جا رہی ہے اور چار پانچ فٹ کھڑکی پر دس بارہ بارہ فٹ کے پردے لٹکا دیے جاتے ہیں۔ ان احادیث کا مقصود تو یہی ہے کہ ان آرائشوں کی وجہ سے آدمی فکرِ آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، دنیا کی طرف اس کا میلان بڑھ جاتا ہے اور فضول خرچی اور ظاہر پرستی شروع ہو جاتی ہے۔

نقش و نگار والے پردے لٹکانا مکروہ ہیں

(۱۹۹۴)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَتٰى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَوَجَدَ عَلٰى بَابِهَا سِتْرًا، فَلَمْ يَدْخُلْ۔ قَالَ: وَقَلَّمَا كَانَ يَدْخُلُ إِلَّا بَدَأَ بِهَا۔ فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَآهَا مُهْتَمَّةً، فَقَالَ: مَالَكِ؟ قَالَتْ: جَاءَ النَّبِيُّ إِلَيَّ، فَلَمْ يَدْخُلْ فَأَتَاهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ فَاطِمَةَ اِشْتَدَّ عَلَيْهَا أَنَّكَ جِئْتَهَا فَلَمْ تَدْخُلْ عَلَيْهَا؟ قَالَ: ((وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا؟ وَمَا أَنَا وَالرَّقْمِ؟)) فَذَهَبَ إِلٰى فَاطِمَةَ، فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَتْ: قُلْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: مَا يَأْمُرُنِيْ بِهِ؟ قَالَ: ((قُلْ لَّهَا: فَلْتُرْسِلْ بِهِ إِلٰى بَنِيْ فُلَانٍ۔)) (الصحيحة: ۲۴۲۱، ۳۱۴۰)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، لیکن ان کے (گھر کے) دروازے پر پردہ دیکھ کر اندر داخل نہ ہوئے۔ حالانکہ (پہلے روٹین یہ تھی کہ) جب بھی آتے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملتے۔
جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مغموم اور فکرمند پا کر ان سے پوچھا: تجھے کیا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا: نبی کریم ﷺ میری طرف آئے تھے، لیکن (گھر میں) داخل نہیں ہوئے۔
سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا: اے اللہ کے رسول! فاطمہ پر یہ بات بڑی گراں گزری ہے کہ آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے تھے، لیکن اس کے پاس نہیں گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا دنیا کے ساتھ کیا تعلق ہے، میرا نقش و نگار کے ساتھ کیا تعلق ہے؟'' وہ (یہ سن کر) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی۔ انھوں نے آگے سے کہا: (اے علی!) رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر آؤ کہ میں اس پردے کا کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ کو کہہ دو کہ بنو فلاں کی طرف یہ پردہ بھیج دے۔''

۲۴۲۱: تخریج: أخرجه أبو داود: ۴۱۴۹، وأحمد: ۲/ ۲۱

۳۱۴۰: تخریج: أخرجه أبو داود: ۴۱۴۹، وأحمد: ۲/ ۲۱، وابن أبي شيبة في "المصنف": ۱۳/ ۲۳۹/ ۱۶۲۲۱، وابن حبان: ۸/ ۹۱/ ۶۳۱۹، وأخرجه البخاري في "صحيحه": ۲۶۱۳، وابو داود: ۴۱۵۰

شرح: ...... اس حدیث میں آپ ﷺ نے سبب کی وضاحت کر دی ہے کہ آپ کو دنیا سے کوئی الفت اور رغبت نہیں ہے اور نہ دنیا کو آپ سے کوئی محبت ہے کہ آپ اس کی طرف راغب ہو سکیں۔

جنبی اور نشئی کی نحوست

(۱۹۹۵)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ: اَلْجُنُبُ

حضرت عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے اِن تین افراد کے قریب نہیں آتے: جنبی،

وَالسَّكْرَانُ وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوْقِ۔)) نشے میں چور اور خلوق خوشبو میں لت پت۔''

(الصحیحۃ:۱۸۰٤)

تخریج: أخرجه البزار: صـ ۱٦٤ ـ زوائد ابن حجر، والبخاری فی "التاريخ": ۳/ ۱/ ۷٤

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: خلوق: ایک قسم کی معروف خوشبو ہے، جو زعفران اور خوشبو کی دوسری اقسام سے تیار کی جاتی ہے، اس کے رنگ پر سرخی اور زردی غالب ہوتی ہے۔

اس سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عورتوں کی خوشبو ہے۔ جس آدمی پر غسل واجب ہو، اسے جنبی کہتے ہیں، شاید اس حدیث میں وہ جنبی مراد ہو، جو غسل میں تاخیر کرنے کا عادی ہو اور اکثر اوقات میں جنبی رہتا ہو۔ اس سے اس کے قلت دین اور خبثِ باطن کا پتہ چلتا ہے۔ وگرنہ یہ تو آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ (بسا اوقات) جنابت کی حالت میں سو جاتے تھے اور پانی کو چھوتے تک نہیں تھے۔ جیسا کہ میں نے (صحیح ابی داود: ۲۲۳) میں اس کی تحقیق پیش کی ہے۔ (صحیحہ: ۱۸۰٤)

عورت کے لیے دورِ جاہلیت کے طرز کے حمام میں جانا منع ہے

(۱۹۹٦)۔ عَنْ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةِ قَالَتْ: دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ نِسْوَةٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ۔ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: مِمَّنْ أَنْتُنَّ؟ فَقُلْنَ: مِنْ أَهْلِ حِمْصَ۔ فَقَالَتْ: صَوَاحِبُ الْحَمَّامَاتِ؟ فَقُلْنَ: نَعَمْ۔ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْحَمَّامُ حَرَامٌ عَلٰى نِسَاءِ أُمَّتِيْ۔)) قَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: فَلِيَ بَنَاتٌ أُمْشِطُهُنَّ بِهٰذَا الشَّرَابِ؟ قَالَتْ: بِأَيِّ الشَّرَابِ؟ فَقَالَتْ: اَلْخَمْرُ! فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَفَكُنْتِ طَيِّبَةَ النَّفْسِ أَنْ تَمْتَشِطِيْ بِدَمِ خِنْزِيْرٍ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَتْ: فَإِنَّهُ مِثْلُهُ۔

(الصحیحۃ:۳٤۳۹)

حضرت سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے: شام سے آنے والی کچھ عورتیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ انھوں نے پوچھا: تمہارا تعلق کن لوگوں سے ہے؟ انھوں نے کہا: حمص والوں سے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ حماموں والیاں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ پھر انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کی عورتوں پر حمام میں جانا حرام ہے۔'' ان میں سے ایک عورت نے کہا: کیا میں اس مشروب کے ساتھ اپنی بیٹیوں کے بالوں میں کنگھی کر سکتی ہوں؟ انھوں نے پوچھا: کون سا مشروب؟ اس نے کہا: یہ شراب۔ انھوں نے فرمایا: کیا یہ بات تجھے بھلی لگے گی کہ تو خنزیر کے خون کے ساتھ کنگھی کرے؟ اس نے کہا: نہیں۔ انھوں نے فرمایا: یہ (شراب) خنزیر کے خون کی طرح ہے۔

تخریج: أخرجه الحاكم: ٤/ ۲۸۹.

(۱۹۹۷)۔ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ: أَنَّ

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَقِيَهَا يَوْمًا فَقَالَ: ((مِنْ أَيْنَ جِئْتِ يَا أُمَّ الدَّرْدَاءِ؟)) قَالَتْ: مِنَ الْحَمَّامِ۔ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا مِنَ امْرَأَةٍ تَنْزِعُ ثِيَابَهَا فِيْ غَيْرِ بَيْتِهَا، إِلَّا هَتَكَتْ مَا بَيْنَهَا وَمَا بَيْنَ اللّٰهِ مِنْ سِتْرٍ۔))

مجھے ملے اور پوچھا: ''ام درداء! کہاں سے آ رہی ہو؟'' میں نے کہا: حمام سے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت کسی دوسرے کے گھر میں کپڑے اتارتی ہے تو وہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان والا پردہ چاک کر دیتی ہے۔''

(الصحيحة:٣٤٤٢)

تخريج: أخرجه أحمد في "المسند": ٦/ ٣٦٢، والدولابي في "الأسماء والكنى": ٢/ ١٣٤، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٤/ ٢٥٥/ ٦٥٢

شرح :..... اس باب کی ایک حدیث یہ بھی ہے: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلَا يَقْعُدَنَّ عَلٰى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ إِلَّا بِإِزَارٍ، وَمَنْ كَانَتْ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلَا تَدْخُلِ الْحَمَّامَ۔)) (مسند احمد: ١٢٥، وهو حديث حسن لغيره) ..... ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے، جس پر شراب پیا جایا جا رہا ہو، اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ حمام میں ازار کے بغیر داخل نہ ہو اور جو عورت اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو تو وہ حمام میں نہ جائے۔''

لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس حمام سے مراد دور جاہلیت کے وہ بڑے بڑے حمام ہیں، جس میں ایک سے زائد لوگ ننگے ہو کر اکٹھا غسل کرتے تھے۔ گھروں والے حمام مراد نہیں ہیں، جہاں جہاں ایک ایک آدمی باپردہ ہو کر غسل کرتا ہے۔

سونے اور ریشم کا حکم

(١٩٩٨)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ مَرْفُوْعًا: ((اَلذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ حَلَالٌ لِإِنَاثِ أُمَّتِيْ، حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِهَا۔))

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال ہے، لیکن مردوں کے لیے حرام۔''

(الصحيحة:١٨٦٥)

تخريج: رواه سمويه في "الفوائد": ٣٥/ ١، والطحاوي في "شرح المعاني": ٢/ ٢٤٥، والطبراني في "الكبير": ٥١٢٥

شرح :..... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ حدیث مبارکہ اپنے عموم پر نہیں ہے، بلکہ بعض دوسرے دلائل کی وجہ

سے اس کے مضمون کو خاص کیا گیا ہے، مثلا سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر حرام ہے۔ اسی طرح ہمارے نزدیک راجح مسلک کے مطابق مخصوص دلائل کی بنا پر عورت پر گول اور دائرہ نما زیور بھی حرام ہے، بعض لوگوں نے ان دلائل کے منسوخ ہونے کا بلا دلیل دعوی کیا ہے، میں نے اپنی کتاب (آداب الزفاف فی السنة المطهرة) میں اس کی مکمل وضاحت پیش کی ہے۔

اسی طرح کسی حاجت وضرورت کے پیش نظر مردوں کے لیے سونا اور ریشم حلال ہے، مثلا آپ ﷺ نے عرفجہ بن سعد کا ناک کٹنے کے بعد ان کو سونے کا ناک بنوا لینے کا حکم دیا، اسی طرح آپ ﷺ نے سیدنا عبد الرحمن بن عوف (اور سیدنا زبیر کو خارش کی وجہ سے) ریشم کی قمیص پہننے کی رخصت دی تھی۔ (صحیحہ: ۱۸۶۵)

مردوں کے لیے لباس پر دو، تین، چار انگلیوں جتنا ریشم استعمال کرنا جائز ہے۔ (مسلم)

(۱۹۹۹)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: رَأَى النَّبِيُّ ﷺ جُبَّةً مُجَيَّبَةً بِحَرِيرٍ، فَقَالَ: ((طَوْقٌ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔))
(الصحيحة: ٢٦٨٤)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک جبہ دیکھا کہ جس کا گریبان ریشم کا بنا ہوا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن (اس کے عوض) آگ کا ایک طوق ہوگا۔''

تخریج: أخرجه البزار: ص ١٧٢۔ زوائد البزار، والطبرانی فی "الأوسط": رقم ٨١٦٦۔ مصورتی

(۲۰۰۰)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ ﷺ يَمْنَعُ أَهْلَهُ الْحِلْيَةَ وَالْحَرِيرَ وَيَقُولُ: ((إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيرَهَا فَلَا تَلْبَسُوهَا فِي الدُّنْيَا۔))
(الصحيحة: ٣٣٨)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کنبے کو زیور اور ریشم سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے: ''اگر تم جنت کا زیور اور ریشم پہننا پسند کرتے ہو، تو پھر دنیا میں یہ نہ پہنا کرو۔''

تخریج: أخرجه النسائي: ٢/ ٢٨٤، وابن حبان: ١٤٦٣، والحاكم: ٤/ ١٩١، وأحمد: ٤/ ١٤٥

شرح: ...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: علامہ سندھی نے سنن نسائی کے حاشیے میں کہا: ظاہر تو یہی ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کو بھی سونے اور چاندی کے زیورات اور ریشم سے مطلق طور پر منع کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ حکم امہات المومنین کے ساتھ مخصوص ہو، تاکہ وہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ کے کنبے سے مراد صرف مرد حضرات ہوں۔

میں البانی کہتا ہوں: یہ احتمال بعید ہے، اس کو ذہن قبول نہیں کرتا، پہلے قول پر ہی اعتماد کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ امہات المومنین کو سونے اور ریشم سے منع کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ریشم عورتوں کے لیے جائز اور مباح ہے، لیکن امہات المومنین کے حق میں بہتر یہ ہے کہ

وہ اس کے اور زیور کے استعمال سے بچیں، آپ ﷺ کے درج ذیل ارشاد سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((وَيْلٌ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْأَحْمَرَيْنِ: الذَّهَبِ وَالْمُعَصْفَرِ.)) (صحیحه: ٣٣٩) ...... ''اِن دوسرخ چیزوں کی وجہ سے عورتوں کے لیے ہلاکت ہے: سونا اور عصفر سے رنگا ہوا کپڑا۔''

عصفر: ایک زرد رنگ کی بوٹی ہے، جس سے رنگائی کی جاتی ہے۔

مناوی نے کہا: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں جب سونے کے زیورات اور زرد رنگ کے کپڑے زیب تن کر کے اور خوشبوؤں میں معطر ہو کر اترا کر چلتی ہیں تو ان کی وجہ سے فتنے برپا ہو جاتے ہیں، جیسا کہ آج کل نظر آ رہا ہے۔ (صحیحه: ٣٣٨، ٣٣٩)

(٢٠٠١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الآخِرَةِ، وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، لَمْ يَشْرَبْهُ فِي الآخِرَةِ، وَمَنْ شَرِبَ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ بِهَا فِي الآخِرَةِ، ثُمَّ قَالَ: لِبَاسُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَشَرَابُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَآنِيَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ.)) (الصحيحة: ٣٨٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دنیا میں ریشم پہن لیا، وہ اسے آخرت میں نہ پہن سکے گا، جس نے دنیا میں شراب پی لی، وہ اسے آخرت میں نہ پی سکے گا اور جس نے دنیا میں سونے اور چاندی کے برتنوں میں (کھا) پی لیا، وہ آخرت میں ان میں نہیں (کھا) پی سکے گا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (ریشم) اہل جنت کا لباس ہے اور (شراب) اہل جنت کا مشروب ہے اور (سونے چاندی کے برتن) اہل جنت کے برتن ہیں۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ١٤١، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ١٥/ ٢٠٢/ ٢، وأخرج ابن ماجه: ٢/ ٣٢٧ منه جملة الخمر

(٢٠٠٢)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: نَهٰى ﷺ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنْ خَاتَمِ الْحَدِيْدِ. (الصحيحة: ١٢٤٢)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی اور لوہے کی انگوٹھی سے منع فرمایا ہے۔

تخريج: أخرجه البيهقي في "شعب الأيمان" ٢/ ٢٥١/ ١، والبخاري في "الادب المفرد" واحمد

(٢٠٠٣)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي يَدِهِ يَوْمًا خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاضْطَرَبَ النَّاسُ الْخَوَاتِيْمَ فَرَمٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں؛ میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، (جب لوگوں کو پتہ چلا تو) انھوں نے بھی یہ انگوٹھیاں بنوا لیں، لیکن

بِهٖ وَقَالَ: ((لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا۔)) (الصحيحة:٢٩٧٥)

آپ ﷺ نے انگوٹھی کو پھینک دیا اور فرمایا: ''میں یہ کبھی بھی نہیں پہنوں گا۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ٧/ ٤١٢/ ٥٣٦٨۔الاحسان، وأخرجه البخاري: ٥٨٦٨، ومسلم، وابوداود: ٤٢٢١، واحمد: ٣/ ١٦٠، ٢٢٣

شرح:...... ہمارے ہاں شادی بیاہ کے موقع پر نو جوانوں کا سونے کی انگوٹھی پہننے کا رواج عام ہے، جوان کو سسرال کی طرف سے ملتی ہے۔ یہ ملعون رواج ہے، جو دولہا کو ازدواجی زندگی کی ابتدا میں ہی حرام چیز کا ارتکاب کرنے پر ابھارتا ہے۔ لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ مختلف حیلے بہانے پیش کرتے ہیں، ایک دن ہم نے ایک عورت کو یہ حیلہ کرتے ہوئے سنا کہ سفر میں روپے پیسے چوری ہو سکتے ہیں، اس لیے انگوٹھی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ہم نے اس کو جواب دیا کہ اگر انگوٹھی پہننے کا یہی مقصد ہے تو اس شخص کو چاہیے کہ اس زیور کو ازار بند کے ساتھ باندھ کر رکھا کرے، تاکہ اس کے چھن جانے کا اندیشہ کم ہو جائے۔

اگر زیور کا مقصد محض نمائش اور عجب پسندی ہو تو......

(٢٠٠٤)۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: جَاءَ تْ بِنْتُ هُبَيْرَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَفِي يَدِهَا فَتْخٌ مِنْ ذَهَبٍ (خَوَاتِيمُ ضِخَامٌ) فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَضْرِبُ يَدَهَا فَأَتَتْ فَاطِمَةَ تَشْكُوْ إِلَيْهَا۔ قَالَ ثَوْبَانُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى فَاطِمَةَ وَأَنَا مَعَهُ وَقَدْ أَخَذَتْ مِنْ عُنُقِهَا سِلْسِلَةً مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَتْ: هٰذَا أَهْدَى لِي أَبُوْ حَسَنٍ وَفِي يَدِهَا السِّلْسِلَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا فَاطِمَةُ! أَيَسُرُّكِ أَنْ يَقُوْلَ النَّاسُ: فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ فِي يَدِهَا سِلْسِلَةٌ مِنْ نَارٍ۔)) فَخَرَجَ وَلَمْ يَقْعُدْ، فَعَمَدَتْ فَاطِمَةُ إِلَى السِّلْسِلَةِ فَبَاعَتْهَا، فَاشْتَرَتْ بِهَا نَسَمَةً فَأَعْتَقَتْهَا، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰى فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ۔)) (الصحيحة:٤١١)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سیدہ بنتِ ہبیرہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، اس کے ہاتھ میں سونے کی بڑی بڑی انگوٹھیاں تھیں۔ آپ ﷺ اس کے ہاتھ پر مارنے لگ گئے۔ اس نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ ثوبان کہتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی گردن میں پہنی ہوئی زنجیر یعنی چین ہاتھ میں پکڑی اور کہا: یہ ابوحسن نے مجھے بطورِ تحفہ دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ! کیا تجھے لوگوں کا یہ کہنا اچھا لگے گا کہ فاطمہ بنت محمد کے ہاتھ میں آگ کی ایک زنجیر ہے؟'' پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور وہاں نہ بیٹھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ چین فروخت کر دی اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا، جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر موصول ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تعریف اُس اللہ کی ہے، جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات دلائی ہے۔''

تخریج: أخرجه النسائی: ۲/ ۲۸۵، والطیالسی: ۱۳۳/ ۹۹۰، ومن طریقه الحاکم: ۳/ ۱۵۲، ۱۵۳، واحمد: ۵/ ۲۷۸

شرح:...... کوئی شک نہیں کہ سونا اور ریشم عورتوں کے لیے حلال ہے، چونکہ زیادہ تر یہ چیزیں مزاج میں فساد پیدا کر دیتی ہیں اور ایسی عورتیں خود پسندی اور اظہار میں مبتلا ہو جاتی ہیں، جیسا کہ آجکل عورتوں کی صورتحال ہے، جس نے جتنی قیمتی پوشاک اور زیور پہنا ہوا ہوگا، اس میں اتنی زیادہ اکڑ اور ریاکاری کا اظہار ہوگا۔

امام نسائی نے اس حدیث پہ باب قیام ہے: "الکراهية للنساء فی اظهار الحلی والذهب" (عورت کے لیے زیور اور سونے کا اظہار کرنا مکروہ ہے) اور اس باب میں یہ حدیث بھی ذکر کی ہے: ((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ ﷺ يَمْنَعُ أَهْلَهُ الْحِلْيَةَ وَالْحَرِيْرَ وَيَقُوْلُ: ((إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيْرَهَا فَلَا تَلْبَسُوْهَا فِيْ الدُّنْيَا۔)) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کنبے کو زیور اور ریشم سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے: ''اگر تم جنت کا زیور اور ریشم پہننا پسند کرتے ہو، تو پھر دنیا میں نہ پہنا کرو۔''

مطلب یہ ہوا کہ اگر عورت کا مقصد لوگوں پر نعمت کا اظہار کرنا اور فخر کرنا ہو اور وہ اس کی وجہ سے عجب پسندی میں مبتلا ہو جائے تو بلا شک وشبہ ایسے زیور سے بہرصورت اجتناب کرنا چاہیے۔ چونکہ زینت و آرائش زیادہ تر ان مفاسد کا سبب بنتی ہے، اس لیے آپ ﷺ نے سبب کا دروازہ ہی بند کر دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان احادیث میں ان عورتوں کو سونا استعمال کرنے سے روکا جا رہا ہے، جو زکوۃ کی ادائیگی کا خیال نہیں رکھتیں۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، آپ نے میرے ہاتھ میں چاندی کی چوڑیاں دیکھیں، آپ نے کہا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کے لیے زینت اختیار کرنے کے لیے ان کو تیار کیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم ان کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟'' میں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ۔)) ......''یہ آگ سے تجھے کافی ہیں۔'' (ابوداود: ۱۵۶۵، حاکم: ۱۴۳۷، بیہقی: ۷۵۴۷)

اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم ان کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَتُحِبَّانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟)) ......''کیا تم پسند کرو گی کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنا دے؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَأَدِّيَا زَكٰوتَهُ۔)) ......''تو پھر ان کی زکوۃ ادا کیا کرو۔'' (ترمذی: ۶۳۷، ابوداود: ۱۵۶۳)

ان احادیث میں آپ ﷺ نے زیورات کی زکوۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے آگ کی وعید سنائی۔

لوہے کی انگوٹھی منع ہے

(۲۰۰۵)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نَهٰی ﷺ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنْ خَاتَمِ الْحَدِيْدِ۔ (الصحيحة: ١٢٤٢) نے سونے کی انگوٹھی اور لوہے کی انگوٹھی سے منع فرمادیا۔

تخريج: أخرجه البيهقي في "الشعب الأيمان" ٢/ ٢٥١/ ١، والبخاري في "الادب المفرد" واحمد

شرح:...... سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی، اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ جب اس نے آپ ﷺ کو اعراض کرتے ہوئے دیکھا تو وہ چلا گیا اور سونے کی انگوٹھی اتار کر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آپ ﷺ کے پاس آ گیا۔ آپ ﷺ نے لوہے کی انگوٹھی دیکھ فرمایا: ((هٰذَا شَرٌّ مِّنْهُ، هٰذَا حِلْيَةُ أَهْلِ النَّارِ۔)) ......"یہ تو اس (سونے) سے بھی بدتر ہے، یہ جہنمیوں کا زیور ہے۔" اس نے اسے پھینک دیا اور چاندی کی انگوٹھی پہن لی، اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ (مسند احمد: ٢/ ١٦٣۔ ١٧٩)

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: مذکورہ بالا حدیث کی ایک اور سند بھی موجود ہے، اس میں ضعف ہے، اور اس کے تین شواہد موجود ہیں، جو سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا بریدہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ (پہلے دو شواہد میں ضعف پایا جاتا ہے)۔

تنبیہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوہے کی انگوٹھی حرام ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اسے سونے کی انگوٹھی سے بدتر قرار دیا، اس لیے اس کے جواز کا فتوی دینے والوں کو دھوکہ میں نہیں آنا چاہیے۔

جواز کے قائلین نے اپنے حق میں درج ذیل حدیث پیش کی ہے:

جس آدمی کے پاس عورت کو حق مہر دینے کے لیے کچھ نہ تھا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ((اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ۔)) ......"تم تلاش کرو، اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ (صحيح بخاری، صحيح مسلم)

لیکن یہ حدیث لوہے کی انگوٹھی پہننے کے جواز پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ لوہے کی انگوٹھی لانے سے پہننا تو لازم نہیں آتا، ممکن ہے کہ آپ ﷺ کا ارادہ یہ ہو کہ عورت اسے فروخت کر کے اس کی قیمت استعمال کر لے گی۔

فرض کریں کہ یہ حدیث لوہے کی انگوٹھی کے جواز پر دلالت کرتی ہے، ایسی صورت میں اسے منسوخ سمجھا جائے گا، کیونکہ اباحت اور حرمت میں جمع و تطبیق کا یہی قانون ہے (یعنی مختلف روایات میں جمع تطبیق نہ ہو سکے تو حرمت کو اباحت پر مقدم کیا جائے)۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، امام احمد، امام مالک اور امام ابن راہویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ لوہے کی انگوٹھی کے حرام ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث اور درج ذیل حدیث میں کوئی مخالفت نہیں ہے:

سیدنا معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی لوہے کی تھی، اس پر چاندی کی ملمع سازی کی گئی تھی، وہ بعض اوقات میرے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ (ابو داود: ٤٢٢٤، نسائی: ٥٢٢٠)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، (طبقات ابن سعد: ١/ ٢/ ١٦٣۔ ١٦٤) میں اس کے تین مرسل شواہد موجود ہیں اور ایک شاہد (طبرانی: ١/ ٢٠٦/ ٢) میں ہے۔

ان احادیث میں جمع و تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حرمت والی احادیث کا تعلق اس انگوٹھی سے ہے، جو صرف لوہے سے تیار کی گئی ہو، اگر اس میں کسی اور دھات کی ملاوٹ ہو تو کوئی حرج نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ حرمت کا تعلق آپ ﷺ کے قول سے ہے اور جواز کا تعلق آپ ﷺ کے فعل سے ہے، ایسی صورت میں قول کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اور اگر جمع تطبیق ناممکن نظر آئے تو حرمت والی دلیل کو مقدم کرنا زیادہ بہتر ہے۔ تلخیص از (آداب الزفاف: ص ۱۴۵۔ ۱۴۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صرف لوہے کی انگوٹھی ناجائز ہے۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال اور افعال، دونوں ہی امت کے لیے حجت ہیں، اس لیے جمع و تطبیق کی یہی صورت بہتر ہے کہ جس انگوٹھی میں صرف لوہا استعمال کیا گیا ہو، اس سے اجتناب کرنا چاہیے، اور جس میں کسی اور چیز کی ملاوٹ بھی ہو، اس کا پہننا جائز ہے۔

سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال حرام ہے

(۲۰۰۶)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِيْ الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِيْ الآخِرَةِ، وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِيْ الدُّنْيَا، لَمْ يَشْرَبْهُ فِيْ الآخِرَةِ، وَمَنْ شَرِبَ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِيْ الدُّنْيَا، لَمْ يَشْرَبْ بِهَا فِيْ الآخِرَةِ، ثُمَّ قَالَ: لِبَاسُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَشَرَابُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَآنِيَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔)) (الصحيحة: ۳۸٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دنیا میں ریشم پہن لیا، وہ اسے آخرت میں نہ پہن سکے گا، جس نے دنیا میں شراب پی لی، وہ اسے آخرت میں نہ پی سکے گا اور جس نے دنیا میں سونے اور چاندی کے برتنوں میں (کھا) پی لیا، وہ آخرت میں ان میں نہیں (کھا) پی سکے گا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (ریشم) اہل جنت کا لباس ہے اور (شراب) اہل جنت کا مشروب ہے اور (سونے چاندی کے برتن) اہل جنت کے برتن ہیں۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ١٤١، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ١٥/ ٢٠٢/ ٢، واخرج ابن ماجه: ٢/ ٣٢٧ منه جملة الخمر

شرح:...... اس حرمت کا تعلق مردوں اور عورتوں دونوں سے ہے۔ لیکن اس سلسلے میں دی گئی رخصت ذہن نشین کر لیں، جس کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اِنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ ﷺ اِنْكَسَرَ فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ۔...... نبی کریم ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے اس ٹوٹی ہوئی جگہ پر چاندی کا تار لگوالیا۔ (بخاری: ۳۱۰۹)

مسواک کی فضیلت

(۲۰۰۷)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ فَإِنَّهُ مُطَيِّبَةٌ لِلْفَمِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسواک کا لازمی طور پر اہتمام کرو، کیونکہ یہ منہ کو

وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ۔)) (الصحيحة: ٢٥١٧) پاک کرنے والا ہے اور اس میں ربّ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔“

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ١٠٨

شرح:...... بے شمار احادیث میں مسواک کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، بالخصوص نمازوں سے پہلے۔ ہر ایک کو اہتمام کرنا چاہیے۔

آپ کو سبز رنگ پسند تھا

(٢٠٠٨)۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ أَحَبَّ الْأَلْوَانِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْخُضْرَةُ۔ (الصحيحة: ٢٠٥٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو سبز رنگ بہت زیادہ پسند تھا۔

تخريج: أخرجه البزار في ”مسنده“: ص ١٧١ـ زوائده، والبيهقي في ”الشعب“: ٢/ ٢٤٨/ ١، والبزار، والطبراني في ”الاوسط“

شرح:...... سیدنا ابو رمثہ رضی اللہ کہتے ہیں: میں اپنے باپ کے ساتھ چلا اور نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے دو سبز رنگ کی چادریں زیبِ تن کی ہوئی تھیں۔ (ابوداود: ٤٠٦٥، ترمذی: ٢٨١٢، نسائی: ١٥٧٢) یہ رنگ آنکھوں کے لیے بہت مفید ہوتا ہے اور دیکھنے والوں کو بھی بڑا خوبصورت لگتا ہے۔ جنتی لوگوں کا لباس بھی سبز ہوگا۔

پگڑی باندھنے کا طریقہ

(٢٠٠٩)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: كَانَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عَمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔ (الصحيحة: ٧١٧)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب پگڑی باندھتے تو اس کے کنارے کو کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔

تخريج: أخرجه الترمذي: ١/ ٣٢٣، والعقيلي في ”الضعفاء“: صـ ٢٤٦

آپ ﷺ کے سفید بال...... آپ ﷺ کا حسن
آپ ﷺ کی مہر نبوت

(٢٠١٠)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، فَإِذَا ادَّهَنَ وَمَشَّطَ لَمْ يَتَبَيَّنْ، وَإِذَا شَعِثَ رَأْسُهُ تَبَيَّنَ وَكَانَ كَثِيْرَ الشَّعْرِ وَاللِّحْيَةِ۔ فَقَالَ رَجُلٌ: وَجْهُهُ مِثْلُ السَّيْفِ؟

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے سر کے سامنے والے حصے اور داڑھی مبارک کے (کچھ) بال سفید ہو گئے تھے، جب آپ تیل لگاتے اور کنگھی کرتے تو وہ واضح نہیں ہوتے تھے، لیکن جب آپ کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے تو وہ نظر آتے تھے۔ آپ ﷺ کے سر اور

قَالَ: لَا، بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ مُسْتَدِيْرًا۔ قَالَ: وَرَأَيْتُ خَاتَمَهُ، عِنْدَ كَتِفِهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهُ۔))
(الصحيحة: ٣٠٠٥)

داڑھی کے بال زیادہ (یعنی گھنے) تھے۔ ایک آدمی نے کہا: کیا آپ ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح کا (چمکدار) تھا؟ پھر کہا: نہیں، بلکہ آفتاب و مہتاب کی طرح (چمکتا ہوا) اور گول تھا۔ انھوں نے کہا: اور میں نے آپ ﷺ کی مہر (نبوت) دیکھی، وہ کندھوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی طرح تھی اور آپ کے جسم سے ملتی جلتی تھی۔

تخریج: أخرجه مسلم: ٢٣٤٤، وأحمد: ٥/ ١٠٤

(٢٠١١)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا: كَانَ شَيْبُهُ نَحْوَ عِشْرِيْنَ شَعْرَةً۔
(الصحيحة: ٢٠٩٦)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سفید ہونے والے بال تقریباً بیس تھے۔

تخریج: أخرجه الترمذی فی "الشمائل": ٣٩، وابن ماجه: ٢/ ٣٨٣، وأحمد: ٢/ ٩٠، وأبو الشيخ: ٣٠٩

(٢٠١٢)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَذَكَرَ شَيْبَ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: كَانَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ شَعْرَاتٌ إِذَا دَهَنَ رَأْسَهُ لَمْ يَتَبَيَّنْ، وَإِذَا لَمْ يَدْهَنْهُ تَبَيَّنَ۔ (الصحيحة: ٣٠٠٤)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ...... اور انھوں نے آپ ﷺ کے سفید بالوں کا ذکر کیا اور کہا: آپ ﷺ کے سر مبارک کی مانگ میں چند بال (سفید) تھے، جب آپ تیل لگاتے تو وہ واضح نہ ہوتے اور جب تیل نہ لگاتے تو وہ نظر آنے لگتے تھے۔

تخریج: أخرجه الطيالسي في "مسنده" ٢٤١٧۔ ترتيبه، وأخرجه مسلم: ٢٣٤٤، والترمذی: ٤٣، و فی "الشمائل": ٣٧، والنسائی فی "الزينة": ٨/ ١٥٠، واحمد: ٥/ ٩٠، ٩٢

شرح:...... آپ ﷺ کے حسن اور آپ ﷺ کے سفید بالوں کا معاملہ واضح ہے، رہا مسئلہ مہر نبوت کا تو ہم "السیرة النبوية و فيها الشمائل" میں اس پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں، وہی بحث یہاں دوبارہ نقل کی جاتی ہے، تاکہ قارئین آسانی سے مطالعہ کر لیں۔

دو کندھوں کے درمیان، لیکن بائیں کندھے سے زیادہ قریب آپ ﷺ کی پشت مبارک میں مہر نبوت تھی، اس کا سائز اور رنگ بیان کرنے والی مختلف روایات درج ذیل ہیں:

(۱) مہر نبوت چھپر کھٹ کی گھنڈی (بٹن) کی طرح تھی۔ (بخاری، مسلم)
(۲) مہر نبوت سرخ رنگ کی گلٹی کی طرح تھی، جیسے کبوتری کا انڈہ ہوتا ہے۔ (مسلم)
(۳) مہر نبوت اس بند مٹھی کی طرح تھی، جس پر تل ہوں، جیسے تبوڑی ہوتی ہے۔ (مسلم)

(۴) مہر نبوت ابھرے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھی۔ (مسند احمد)

(۵) مہر نبوت شتر مرغ کے انڈے کی طرح تھی۔ (ابن حبان)

(۶) مہر نبوت سیب کے دانے کی طرح تھی۔ (بیہقی)

(۷) مہر نبوت بندقہ کی طرح تھی، (جو بیر جتنا پھل ہوتا ہے)۔ (ابن عساکر)

درحقیقت ان روایات میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے، کیونکہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ کسی دیکھی ہوئی چیز کو لفظوں میں کما حقہ بیان نہیں کیا جا سکتا، کسی نے مہر نبوت کا حجم بیان کیا، کسی نے کبوتری کے انڈے، شتر مرغ کے انڈے، گھنڈی اور سیب کے دانے کی مثال دے کر اس کی شکل بیان کرنا چاہی، کسی نے اس کے ابھرے ہوئے پن کو سامنے رکھ کر اس کو بند مٹھی یا بندقہ سے تشبیہ دے دی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ عمر یا موسم یا محنت و مشقت کی وجہ سے اس کی رنگت یا حجم میں فرق آ جاتا ہو۔

آپ ﷺ کا تکیہ

(۲۰۱۳)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ وِسَادَتُهُ الَّتِيْ يَنَامُ عَلَيْهَا بِاللَّيْلِ مِنْ أُدُمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ۔)) (الصحيحة: ۲۱۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ ﷺ کا چمڑے کا تکیہ تھا، رات کو اس پر (سر رکھ کر) سوتے تھے، اس کی بھرتی کھجور کے درخت کی چھال کی تھی۔

تخريج: أخرجه أبو داود: ٤١٤٦، والترمذی: ١/ ٣٢٦، ٣٢٧، وفی "الشمائل": ١٨٨، وأبو الشيخ فی "أخلاق النبی ﷺ": ١٦٦، وأحمد في "مسنده": ٦/ ٤٨، وأخرجه البخاری: ٤/ ٢٢١ مختصرا، وكذا ابن ماجه: ٤١٥١

شرح: ...... یہ سید الاولین والآخرین ﷺ کی سادگی اور عجز وانکساری اور دنیوی آسائشوں سے دوری تھی۔

عورتوں کے لیے موزے پہننے کی رخصت

(۲۰۱٤)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُرَخِّصُ لِلنِّسَاءِ فِيْ الْخُفَّيْنِ۔)) (الصحيحة: ۲۰٦٥)

حضرت عائشہ سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کو موزوں کی رخصت دیتے تھے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٣٥

شرح: ...... معلوم ہوا کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح موزے پہن سکتی ہیں۔

آپ ﷺ کا یومِ عید کا لباس

(۲۰۱۵)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كَانَ ﷺ يَلْبَسُ يَوْمَ الْعِيْدِ بُرْدَةً حَمْرَاءَ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید والے روز سرخ رنگ کی چادر زیب تن کرتے تھے۔

(الصحيحة:١٢٧٩)

تخريج: رواه الطبراني في "الأوسط" ٢/٥٣ - زوائده

شرح:...... مختلف احادیث کے اشاروں کنایوں سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں سے ملاقات والے دن یا عیدین کو اچھے لباس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب في العيدين والتجمل فيه" میں یہ حدیث قلمبند کی: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بازار میں ریشم کا ایک جبہ فروخت ہو رہا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس جبے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ خرید لیں اور عید اور وفود والے دن اسے پہن کر زینت اختیار کیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ (ریشم) ان لوگوں کا لباس ہے، جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔"

(بخاری: ٩٤٨)

استدلال یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم ہونے کی وجہ سے اس کو ردّ کر دیا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقصد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی کا یہ معنی ہوا کہ عید کے دن اچھے لباس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

عورتوں کا بناوٹی بال لگوانا

(٢٠١٦)۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ مَرْفُوْعًا: ((أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ فِيْ شَعْرِهَا مِنْ شَعْرِ غَيْرِهَا فَإِنَّمَا تُدْخِلُهُ زُوْرًا۔))

(الصحيحة:١٠٠٨)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو عورت اپنے بالوں کے ساتھ دوسری کے بال لگائے گی، تو اس کا (یہ بال) لگانا جھوٹ (اور جعل سازی) ہوگا۔"

تخريج: أخرجه أحمد

شرح:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل عورتوں پر لعنت کی ہے: بال لگانے والیاں، بال لگوانے والیاں، تل بھرنے والیاں، تل بھروانے والیاں، بال اکھڑوانے والیاں، دانتوں میں شگاف ڈالنے والیاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جرم کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدل دیتی ہیں۔ (بخاری، مسلم)

اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت

(٢٠١٧)۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ الْمَسْتَوْشِمَاتِ، وَالْوَاصِلَاتِ وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ وَالْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ۔))

(الصحيحة:٢٧٩٢)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے گودنے والیوں پر، گدوانے والیوں پر، بال جوڑنے والیوں پر، ابروؤں کے بال اکھاڑ کر ان کو باریک کرنے والیوں پر، خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والیوں پر اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرنے والیوں پر۔"

تخریج: أخرجه الشيخان وأصحاب السنن وغيرهم من حديث ابن مسعود وهو مخرج في "آداب الزفاف": ص۲۰۳۔ الطبعة الجديدة، فلا داعي لاعادة تخريجه هنا، وانما اوردته هنا لزيادة ((الواصلات))

شرح:...... جلد میں سوئی وغیرہ چبھو کر خون نکالنا اور پھر اس جگہ پر سرمہ یا نیل وغیرہ بھر دینا تاکہ وہ جگہ سیاہ یا سبز ہو جائے، اسے گودنا کہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اپنے حسن و جمال میں بزعم خود اضافہ کرنے کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت میں کمی بیشی کر کے رد و بدل کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ تاہم بالوں پر مہندی یا کوئی اور رنگ لگانا جائز ہے، ماسوائے سیاہ رنگ کے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ۱۰/۳۷۲۔ ۳۷۳) میں کہا: ''خوبصورتی کے لیے دانتوں میں فاصلہ ڈالنے والیاں'': حدیثِ مبارکہ کے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل اس وقت قابل مذمت ہوگا، جب اسے حسن کی خاطر کیا جائے، اگر علاج وغیرہ کروانے کے لیے ایسا کرنا پڑ جائے تو جائز ہوگا۔ ''اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرنے والیاں'': یہ ہر اس فرد کی صفتِ لازمہ ہے جو گودنے یا گدوانے، ابروؤں کے بال اکھاڑنے یا اکھڑوانے، بال لگانے یا لگوانے یا دانتوں میں شگاف ڈالنے کا کام کرتا ہے۔

علامہ عینی نے (عمدة القاری: ۲۲/ ۶۳) میں کہا: اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑنے کا سبب یہی ہے کہ یہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔

اس بحث سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ غماری کا قول ساقط اور فاسد ہے، اس نے اپنے رسالے (تنوير البصيرة ببيان علامات الكبيرة: صـ ۳۰) میں کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو تبدیل کرنے'' کا مصداق وہ چیز ہے، جس کا اثر باقی رہتا ہے، مثلاً گودنا یا گدوانا یا دانتوں میں شگاف ڈالنا، یا وہ چیز جو دوبارہ آہستہ آہستہ پیدا ہوتی ہو، مثلاً ابروؤں کے بال اکھاڑنا، کیونکہ یہ دوبارہ کافی دنوں کے بعد اگنا شروع ہوتے ہیں۔ رہا مسئلہ داڑھی کو مونڈنے کا، تو اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے کے ساتھ نہیں ہے، کیونکہ دوسرے دن بال اگ آتے ہیں ......''

میں (البانی) کہتا ہوں: شیخ غماری کا یہ فرق کئی پہلوؤں سے باطل ہے:

(اولاً):...... یہ محض دعویٰ ہے، کتاب و سنت کی کوئی دلیل اور کوئی قول اس پر دلالت نہیں کرتا، لوگ کہتے تھے:

والدعاوى ما لم تقيموا عليها

بينات ابناؤها ادعياء

جن دعووں پر تم دلائل پیش نہیں کر سکتے، (ان کی حیثیت) منہ بولے بیٹوں جتنی ہوتی ہے

(ثانیاً):...... یہ دعویٰ حدیث کے الفاظ ''بال جوڑنے والیاں'' کے مخالف ہے، کیونکہ ''بال جوڑنا'' اُس ''گودنے یا گدوانے'' کی طرح تو نہیں ہے جو سرے سے زائل نہ ہوتا ہو یا آہستہ آہستہ زائل ہو جاتا ہو، بالخصوص ''وگ'' کی صورت میں، کیونکہ اسے تو یوں جلدی سے زائل کیا جا سکتا ہے، جیسے ٹوپی اتار لی جاتی ہے۔

(ثالثاً):...... سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پیشانی کے بال مونڈنے پر انکار کیا اور اسی حدیث سے دلیل پکڑی، جیسا کہ ہیثم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مونڈنے اور اکھاڑنے میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ دونوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ بالوں کو اکھاڑنا ابروؤں کے بالوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، جیسا کے بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے، آپ خود سوچیں۔

(رابعاً):...... شیخ غماری کی رائے متقدمین کہ فہم کے مخالف ہے، حافظ ابن حجر کا قول گزر چکا ہے، اس سے زیادہ واضح اور مفید قول امام طبری کا ہے، انھوں نے (۱۰/ ۳۷۷) کہا:

اللہ تعالیٰ نے جس صورت پر عورت کو پیدا کیا، وہ حسن و جمال کی خاطر اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتی ہے، یہ تبدیلی خاوند کے لیے کی جائے یا کسی اور مقصد کے لیے۔ مثلاً ابروؤں کے ملے ہوئے بالوں کے درمیان سے کچھ بال زائل کر کے ان کو علیحدہ علیحدہ کرنا، زائد دانت کو اکھاڑنا، لمبے دانت کو کٹوانا، ٹھوڑی یا اوپر والے ہونٹ یا نیچے والے ہونٹ کے نیچے اگے ہوئے بالوں کو نوچنا، سر کے بالوں کے ساتھ اور بال لگا کر ان کو لمبا کرنا یا گھنا کرنا۔ یہ ساری صورتیں نہی میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت اور تخلیق کو بدلنے کے مترادف ہیں۔ ہاں اگر کسی کو جسم کے کسی حصے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اسے زائل کرنا جائز ہے، مثلاً ایسا زائد یا طویل دانت جو کھانا کھانے سے مانع ہو......

میں (البانی) کہتا ہوں: اگر آپ امام طبری کے اس کلام پر غور کریں، تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ غماری کا قول باطل ہے۔ (صحیحہ: ۲۷۹۲)

جو مرد اپنے رخساروں اور گردن کے بال کو صاف کرتے یا اکھاڑتے ہیں، کیا ان کا یہ فعل بھی لعنتی ہے؟ اگر علت اور سبب کو دیکھا جائے تو اس کے فعل کو لعنتی کہا جائے گا، کیونکہ وہ بھی حسن تلاش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کر رہا ہے۔

چہرے پر داغ کا نشان لگانے والے پر لعنت

(۲۰۱۸)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَسِمُ فِي الْوَجْهِ۔ (الصحيحة: ۲۱٤۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے، جو چہرے میں داغ کر نشان لگاتا ہے۔

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ١٤٠/ ٢، والحديث اصله في مسلم: ٦/ ١٦٣ بلفظ: رأى رسول الله ﷺ حمارا موسوم الوجه، فأنكر ذلك۔

(۲۰۱۹)۔ عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلَيْهِ بِحِمَارٍ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: ((أَمَا بَلَغَكُمْ أَنِّي قَدْ لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایسا گدھا گزارا گیا، جس کے چہرے کو داغا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم لوگوں کو یہ حدیث نہیں پہنچی کہ

الْبَهِيْمَةَ فِي وَجْهِهَا ، أَوْ ضَرَبَهَا فِي وَجْهِهَا۔)) فَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ۔

(الصحيحة:١٥٤٩)

میں نے اس آدمی پر لعنت کی ہے جو جانور کو اس کے چہرے پر داغتا ہے یا اس کے چہرے پر مارتا ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

تخريج: أخرجه أبوداود: ١/ ٤٠١، وأخرجه مسلم: ٦/ ١٦٥ بلفظ: ((لعن الله الذى وسمه۔)) ثم من طريق اخرى بلفظ: نهى رسول الله ﷺ عن الضرب فى الوجه، وعن الوسم فى الوجه۔

شرح:...... چہرہ جسم کا حساس اور نازک حصہ ہے، اگر جانور کو سدھارنے کے لیے مارنا پڑ جائے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ شریعت نے بے زبان مخلوق کا کتنا خیال رکھا کہ اس کے چہرے پر مارنے والے یا داغنے والے کو ملعون قرار دیا ہے۔ اکثر لوگ غصے میں آ کر چوپائیوں کو سزا دیتے وقت اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث کا خیال نہیں رکھتے اور ملعون ٹھہرتے رہتے ہیں۔

ہاتھ میں لاٹھی رکھنی چاہیے

(٢٠٢٠)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ لِي بِخَالِدِ بْنِ نُبَيْحٍ؟)) رَجُلٍ مِنْ هُذَيْلٍ۔ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ قِبَلَ عَرَفَةَ بِعَرَنَةَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُنَيْسٍ: أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنْعَتْهُ لِي۔ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتَهُ هِبْتَهُ۔)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاهِبْتُ شَيْئًا قَطُّ۔ قَالَ: فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُنَيْسٍ حَتّٰى أَتٰى جِبَالَ عَرَفَةَ قَبْلَ أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَلَقِيْتُ رَجُلاً فَرُعِبْتُ مِنْهُ حِيْنَ رَأَيْتُهُ، فَعَرَفْتُ حِيْنَ رُعِبْتُ مِنْهُ أَنَّهُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ لِيْ: مَنِ الرَّجُلُ؟ فَقُلْتُ: بَاغِيْ حَاجَةٍ هَلْ مِنْ مَبِيْتٍ؟ قَالَ: نَعَمْ فَالْحَقْ، فَرُحْتُ فِيْ أَثَرِهِ فَصَلَّيْتُ الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، وَأَشْفَقْتُ أَنْ يَرَانِيْ، ثُمَّ نَحِقْتُهُ،

محمد بن کعب روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے، جو میرے لیے خالد بن نبیح کو (قتل کر دے)؟'' اس شخص کا تعلق ہذیل قبیلے سے تھا اور ان دنوں وہ عرفہ کی جانب عرنہ مقام میں سکونت پذیر تھا۔ عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں (اسے قتل کروں گا)، آپ اس کی صفات بیان کر دیں، (تاکہ میں اسے پہچان لوں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو اسے دیکھے گا، تو ڈر جائے گا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کرنے والی ذات کی قسم! میں تو (آج تک) کسی چیز سے نہیں ڈرا۔ راوی کہتا ہے: بہرحال سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے اور غروبِ آفتاب سے قبل عرفہ کے پہاڑوں تک پہنچ گئے۔ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں وہاں ایک آدمی کو ملا اور جب میں نے اسے دیکھا تو میں مرعوب ہو گیا۔ جب میں اس سے ڈرا تو مجھے پتہ چل گیا کہ یہی وہ نشانی ہے، جس کی رسول اللہ ﷺ نے نشاندہی کی

فَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ، ثُمَّ خَرَجْتُ، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَأَخْبَرْتُهُ۔ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ: فَأَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِخْصَرَةً، فَقَالَ: ((تَخَصَّرُ بِهٰذِهٖ حَتّٰى تَلْقَانِيْ، وَأَقَلُّ النَّاسِ الْمُتَخَصِّرُوْنَ۔)) قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُنَيْسٍ أَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَكَفَنِهٖ، وَدُفِنَ وَدُفِنَتْ مَعَهُ۔ (الصحيحة: ۲۹۸۱)

تھی۔ اس نے مجھے کہا: کون ہے؟ میں نے کہا: ضرورت مند ہوں، کیا رات گزارنے کی گنجائش ہے؟ اس نے کہا: ہاں، آ جاؤ۔ میں اس کے پیچھے چل پڑا، میں نے جلدی جلدی دو رکعت نمازِ عصر ادا تو کر لی، لیکن ڈرتا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھ لے۔ پھر میں اسے جا ملا اور تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر میں وہاں سے نکل پڑا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ کو واقعہ کی خبر دی۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک لاٹھی دی اور فرمایا: ''اس لاٹھی کو اپنے ہاتھ میں ہی رکھنا، حتی کہ مجھے آملو اور لاٹھی پکڑنے والے لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔'' محمد بن کعب کہتے ہیں: جب سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو انھوں نے لاٹھی کے بارے میں یہی حکم دیا تھا تو وہ ان کے پیٹ اور کفن کے اوپر رکھ دی گئی اور پھر اس کو ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

تخريج: أخرجه أبو نعيم في "الحلية": ۲/ ۵۔۶، و"أخبار أصبهان": ۱/ ۱۸۹۔۱۹۰

شرح: ...... لاٹھی انسان کا بہت بڑا سہارا ہوتی ہے، جہاں انسان اس کے ذریعے اپنا دفاع کر سکتا ہے، وہاں تھکاوٹ کی صورت میں ٹیک لگا کر چلنے، پھسلن کا خطرہ کم ہونے اور راستے میں پڑی ہوئی چیزوں کو آسانی سے دور کر دینے جیسے فوائد لاٹھی سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

اس طرح بیٹھنا منع ہے کہ جسم کے بعض حصے پر دھوپ اور بعض پر سایہ پڑ رہا ہو
نماز میں لباس کی دو ممنوعہ صورتیں

(۲۰۲۱)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَهٰى ﷺ عَنْ مَجْلِسَيْنِ وَمَلْبَسَيْنِ فَأَمَّا الْمَجْلِسَانِ: فَجُلُوْسٌ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ، وَالْمَجْلِسُ الْآخَرُ: أَنْ تَحْتَبِيَ فِيْ ثَوْبٍ يُفْضِيْ إِلٰى عَوْرَتِكَ، وَالْمَلْبَسَانِ: أَحَدُهُمَا أَنْ تُصَلِّيَ فِيْ ثَوْبٍ وَلَا تَوَشَّحُ بِهٖ، وَالْآخِرَةُ: أَنْ تُصَلِّيَ فِيْ سَرَاوِيْلَ لَيْسَ عَلَيْكَ رِدَاءٌ۔)) (الصحيحة: ۲۹۰۵)

عبد اللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ دو بیٹھکوں اور دو لباسوں سے منع فرمایا۔ دو بیٹھکیں یہ ہیں: (۱) سورج کی دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنا اور (۲) ایک کپڑے میں یوں حبوہ بنانا کہ ستر ننگا ہو رہا ہو۔ اور دو لباس یہ ہیں: (۱) توشیح کیے بغیر ایک کپڑے میں نماز پڑھنا اور (۲) (جسم کے اوپر والے حصے پر) چادر اوڑھے بغیر صرف شلوار پہن کر نماز پڑھنا۔

تخريـج: أخرجه الحاكم في"المستدرك": ٤/ ٢٧٢، وابن عدي في"الكامل": ٤/ ٣٢٩ـ ٣٣٠

شرح :...... حبوہ: سرین کے بل بیٹھ کر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد سہارا لینے کے لیے دونوں ہاتھ باندھ لینا یا کمر اور گھٹنوں کے گرد کپڑا باندھنا۔ آپ ﷺ خود اس انداز میں بیٹھ جایا کرتے تھے، شرط یہ ہے کہ بیٹھنے والا ننگا نہ ہو رہا ہو۔

توشیح: توشیح یہ ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ بائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جا کر دائیں کندھے پر ڈالنا اور دوسرا کنارہ دائیں کے تلے سے بائیں کندھے پر ڈالنا، پھر دونوں کناروں کی ملا کر سینہ پر گرہ دے دینا۔

نماز میں ستر کے علاوہ کندھوں پر کپڑا ہونا بھی ضروری ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہرگز کوئی شخص ایسے ایک باریک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ جس کا کوئی حصہ اس کے کندھے پر نہ ہو۔'' (بخاری: ٣٥٩، مسلم: ٥١٦) اگر دوسرا کپڑا نہ ہو اور ازار بھی اتنا تنگ ہو کہ وہ کندھوں تک نہ پہنچ پائے تو صرف ازار ہی باندھ لینا چاہیے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کپڑا تنگ ہو تو اس کے ساتھ (صرف) ازار باندھ لو۔'' (بخاری: ٣٦١، مسلم: ٣٠١٠)

(٢٠٢٢)۔ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يَجْلِسَ بَيْنَ الضَّحِّ وَالظِّلِّ وَقَالَ: ((مَجْلِسُ الشَّيْطَانِ۔)) (الصحيحة: ٨٣٨، ٣١١٠)

صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا کہ اس کے جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ سائے میں اور فرمایا: ''یہ تو شیطان کی بیٹھک ہے۔''

٨٣٨: تخريـج: أخرجه أحمد: ٣/ ٤١٣

٣١١٠: تخريـج: أخرجه أحمد: ٣/ ٤١٣

شرح :...... شارح ابوداود علامہ عظیم آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جب انسان کے بعض حصے پر دھوپ اور بعض پر سایہ پڑ رہا ہو تو وہ وہاں سے کھڑا ہو جائے اور مکمل سائے میں یا مکمل دھوپ میں بیٹھ جائے، کیونکہ اگر وہ وہیں بیٹھا رہا تو اس کے مزاج میں فساد آ جائے گا، کیونکہ اس کا جسم دھوپ اور سائے جیسی دو متضاد چیزوں کی لپیٹ میں ہوگا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بیٹھک سے منع کرنے کے لیے جو علت بیان کی ہے کہ یہ تو شیطان کی بیٹھک ہے، اسی پر اکتفا کیا جائے۔ (عون المعبود)

ننگا ہونا منع ہے

(٢٠٢٣)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((نُهِيتُ عَنِ التَّعَرِّيْ۔)) وَذَاكَ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ النُّبُوَّةُ۔ (الصحيحة: ٢٣٧٨)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ننگا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔'' یہ نبوت کے نزول سے پہلے کا عمل ہے۔

تخریج: أخرجه الطیالسی فی "مسنده": ۲٦٥٩

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے شواہد کا ذکر کرتے ہوئے کہا: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو طالب زمزم کے کنویں کی مرمت کر رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے، اس وقت آپ لڑکے تھے، جب آپ نے اپنے جسم کو پتھر سے بچانے کے لیے ازار اتارا، تا کہ اس کو پتھر کے نیچے رکھیں، تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ ابو طالب سے کہا گیا: اپنے بھتیجے کو سنبھال لو، اس پر غشی طاری ہو گئی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو ابو طالب نے غشی کا سبب دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس ایک آنے والا آیا، جس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے، اور مجھے کہا: پردہ کرلو۔" ابن عباس کہتے ہیں: یہ نبوت کی پہلی چیز تھی کہ آپ کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا، اس واقعہ کے بعد آپ کے پردے والے مقامات کو نہیں دیکھا گیا۔ (حاکم: ۴/ ۱۷۹)

اس کی سند میں نضر روای ضعیف ہے، لیکن اس کا ایک اور شاہد ہے: ابو الطفیل جاہلیت میں کعبہ کی تعمیر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: قریش کعبہ کی عمارت کو گرا کر وادی کے پتھروں سے اس کی تعمیر نو کرنے لگے، وہ اپنے گردنوں پر پتھر لانے لگے اور عمارت کو بیس ہاتھ (یعنی تیس فٹ) تک بلندی میں لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اجیاد سے پتھر لا رہے تھے، آپ نے ایک چادر باندھی ہوئی تھی، وہ تنگ تھی۔ جب آپ نے چادر کندھے پر رکھی تو اس کے چھوٹے پن کی وجہ سے آپ کی شرمگاہ نظر آنے لگی۔ اس وقت یہ آواز دی گئی: اے محمد! اپنے ستر کو ڈھانپ لو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگا نہیں دیکھا گیا۔ (احمد: ۵/ ۴۵۵) صحیحین میں بھی یہ قصہ مروی ہے، لیکن ان کی روایت میں پردے کے حکم کا ذکر نہیں ہے۔ (صحیحہ: ۲۳۷۸)

عام خواتین وحضرات کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی قانون بنایا ہے کہ کوئی کسی کی شرمگاہ نہ دیکھ پائے، البتہ میاں بیوی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، اکیلے آدمی کو اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے ننگا ہونے سے بچنا چاہیے۔

درندوں کے چمڑے کا لباس اور ان پر سوار ہونا منع ہے

(۲۰۲٤)۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِیْ کَرِبَ عَلٰی مُعَاوِیَةَ فَقَالَ لَهُ: أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ لَبُوْسِ جُلُوْدِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوْبِ عَلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ (الصحيحة: ۱۰۱۱)

خالد بن معدان کہتے ہیں: سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، کیا تو جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے چمڑوں کے لباس اور ان پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔

تخریج: أخرجه أبوداود: ٤١٣١، والنسائي: ۲/ ۱۹۲، والطحاوي في "المشكل" ٤/ ٢٦٤

شرح:...... حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ درندوں پر سواری کی جائے نہ ان کے چمڑے استعمال کیے جائیں۔

❀❀❀❀

اَلسَّفَرُ وَالْجِهَادُ وَالغَزْوُ وَالرِّفْقُ بِالْحَيَوَانِ

سفر، جہاد، غزوہ اور جانور کے ساتھ نرمی برتنا

الجهاد : لغوی معنی: "جھد" سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ''محنت ومشقت''

اصطلاحی تعریف:...... دین کے لیے کی جانے والی جانی، مالی، قولی، فکری، فعلی اور تحریری، غرضیکہ تمام مساعی جہاد میں شامل ہیں، تاہم اصطلاحاً وعرفاً نفس امارہ کا مقابلہ ''مجاہدہ'' اور دشمن اور فسادیوں کے ساتھ مسلح آویزش کو ''جہاد'' کہتے ہیں۔ اس باب میں یہی جہاد مراد ہے۔

الغزو :لغوی معنی: ارادہ کرنا، طلب کرنا، قصد کرنا، لڑائی کے لیے جانا یا لوٹ کے لیے۔

اصطلاحی تعریف:...... جہاد کے مترادف ہے۔

الرفق: نرمی، نرم برتاؤ، مہربانی، شفقت، ترس، حسن سلوک

الحیوان: ذی روح، جانور، جاندار

فضیلت جہاد

دین اسلام کی حفاظت وحمایت اور اللہ کے کلمے کی سربلندی کیلیے باغیوں، سرکشوں، ملحدوں اور بے دین لوگوں سے لڑنے میں پوری جدوجہد کرنا جہاد فی سبیل اللہ کہلاتا ہے، یہ انتہائی باکمال اور باعظمت عمل ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان کو جلا بخشتا ہے، اس کے بغیر ایمان و اسلام ادھورا ہے۔ اگر زندگی میں جہاد کرنے کا موقع مل جائے تو اسے اپنی سعادت اور خوش قسمتی سمجھا جائے وگرنہ کم از کم جہاد فی سبیل اللہ کی پختہ نیت رکھنا اور اس کے لیے اسباب کا اہتمام کر کے رکھنا ضروری ہے، موقع میسر آنے پر قطعا گریز نہ کیا جائے، اسلامی زندگی اسی جذبۂ قربانی سے وابستہ ہے۔ درج ذیل احادیث مبارکہ کے متون سے جہاد کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۲۰۲۵)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنْطَلَقَ زَوْجِي غَازِيًا

سہل بن معاذ بن انس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا خاوند جہاد کے لیے روانہ ہو گیا ہے اور

وَكُنْتُ أَقْتَدِي بِصَلَاتِهِ إِذَا صَلّٰى ، وَبِفِعْلِهِ كُلِّهِ ، فَأَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُبَلِّغُنِي عَمَلَهُ حَتّٰى يَرْجِعَ؟ فَقَالَ لَهَا: ((أَتَسْتَطِيْعِيْنَ أَنْ تَقُوْمِي وَلَا تَقْعُدِيْ ، وَتَصُوْمِي وَلَا تُفْطِرِيْ وَتَذْكُرِيْ اللّٰهَ- تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى- وَلَا تَفْتُرِي حَتّٰى يَرْجِعَ؟)) قَالَتْ: مَا أُطِيْقُ هٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ طُوِّقْتِيْهِ ، مَا بَلَغْتِ الْعُشْرَ مِنْ عَمَلِهِ حَتّٰى يَرْجِعَ-)) (الصحيحة:٣٤٥٠)

میں نماز میں اور اس کے تمام (اچھے) اعمال میں اس کی اقتدا کرتی تھی، اب آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں جو مجھے اس کے عمل (کے درجے) تک پہنچا دے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''کیا تو طاقت رکھتی ہے کہ (مسلسل) قیام کرتی رہے اور آرام نہ کرے اور (مسلسل) روزے رکھتی رہے اور (کسی دن) افطار نہ کرے اور (مسلسل) اللہ کا ذکر کرتی رہے اور (کبھی) اس سے غفلت نہ برتے، یہاں کہ وہ لوٹ آئے؟'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس عمل کی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تجھے یہ اعمال کرنے کی طاقت مل بھی جائے تو تو اس کے عمل کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکے گی۔

تخريج: أخرجه الأمام أحمد: ٣/ ٤٣٩، والطبراني في"المعجم الكبير": ٢٠/ ١٩٦/ ٤٤١

شرح:...... اس میں مجاہد کی فضیلت وعظمت کا بیان ہے، مسلسل قیام، روزے اور ذکر اس کے عمل کے دسویں حصے کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔

(٢٠٢٦)- عَنْ فُضَالَةَ رَضِىَ اللهُ ، قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ ، مَا أَقْرَبُ الْعَمَلِ إِلَى الْجِهَادِ؟ قَالَ: ((أَقْرَبُ الْعَمَلِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَلَا يُقَارِبُهُ شَيْءٌ ، إِلَّا مَنْ كَانَ مِثْلَ هٰذَا-)) وَأَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ إِلٰى قَائِمٍ لَا يَفْتُرُ مِنْ قِيَامٍ وَلَا صِيَامٍ- (الصحيحة: ٣٩٣٨)

سیدنا فضالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے، (ذرا بتائیں کہ) جہاد کے قریب ترین عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب عمل اس کے راستے میں جہاد کرنا ہے اور اس جیسا کوئی عمل نہیں ہے، ہاں جو اس طرح کا آدمی ہو۔'' پھر نبی ﷺ نے قیام کرنے والے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا جو نہ قیام کرنے سے سست پڑتا ہے اور نہ روزے رکھنے میں غفلت برتتا ہے۔

تخريج: أخرجه البخاري في"التاريخ الكبير": ٢/ ٢/ ١٥٢

(٢٠٢٧)- عَنْ أَبِي طَيْبَةَ ، أَنَّ شُرَحْبِيْلَ بْنَ السِّمْطِ دَعَا عَمْرَو بْنَ عَبْسَةَ السُّلَمِيَّ فَقَالَ: يَا ابْنَ عَبْسَةَ رَضِىَ اللهُ هَلْ أَنْتَ مُحَدِّثِيَّ

ابو طیبہ بیان کرتے ہیں کہ شرحبیل بن سمط نے سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا: ابن عبسہ! کیا تو ایسی حدیث بیان کر سکتا ہے، جو تو نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، نہ اس

حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ أَنْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ فِيْهِ تَزِيْدٌ وَلَا كِذْبٌ، وَلَا تُحَدِّثِيْنِهِ عَنْ آخَرَ سَمِعَهُ مِنْهُ غَيْرُكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ١۔ ((أَيُّمَا رَجُلٍ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَبَلَغَ مُخْطِئاً أَوْ مُصِيْباً فَلَهُ مِنَ الْأَجْرِ كَرَقَبَةٍ يُعْتِقُهَا مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ۔ ٢۔ وَأَيُّمَا رَجُلٍ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهُ نُوْرٌ۔ ٣۔ وَأَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَعْتَقَ رَجُلاً مُسْلِماً فَكُلُّ عُضْوٍ مِّنَ الْمُعْتِقِ بِعُضْوٍ مِنَ الْمُعْتَقِ فِدَاءً لَهُ مِنَ النَّارِ۔ ٤۔ وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ اعْتَقَتِ امْرَأَةً مُسْلِمَةً، فَكُلُّ عُضْوٍ مِّنَ الْمُعْتِقَةِ بِعُضْوٍ مِّنَ الْمُعْتَقَةِ فِدَاءً لَّهَا مِنَ النَّارِ۔ ٥۔ وَأَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ قَدَّمَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ صُلْبِهِ ثَلَاثَةً لَمْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ، أَوِ امْرَأَةٌ فَهُمْ لَهُ سِتْرَةٌ مِنَ النَّارِ۔ ٦۔ وَأَيُّمَا رَجُلٍ قَامَ إِلَى وُضُوْءٍ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ فَأَحْصَى الْوُضُوْءَ إِلَى أَمَاكِنِهِ، سَلِمَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ أَوْ خَطِيْئَةٍ لَهُ، فَإِنْ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَإِنْ قَعَدَ قَعَدَ سَالِماً۔)) (الصحيحة:١٧٥٦)

میں زیادتی ہو اور نہ کوئی جھوٹ۔ اور تو نے وہ کسی واسطے سے نہیں بلکہ نبی ﷺ سے براہِ راست سنی ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''(۱) جس آدمی نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا، وہ نشانے پر لگا یا نہ لگا، اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک غلام آزاد کرنے کے ثواب ملے گا۔ (۲) جو آدمی اللہ کے راستے میں بوڑھا ہو گیا تو یہ عمل اس کے لیے نور ہو گا۔ (۳) جس مسلمان نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو آزاد شدہ کے ہر ایک عضو کے بدلے آزاد کنندہ کا ہر عضو آگ سے آزاد ہو جائے گا۔ (۴) جس مسلمان عورت نے کسی مسلمان عورت کو آزاد کیا تو آزاد شدہ عورت کے ہر عضو کے بدلے آزاد کنندہ کا ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جائے گا۔ (۵) جس مسلمان مرد یا عورت نے اپنی اولاد میں سے تین نابالغ بچے آگے بھیج دیے (یعنی فوت ہو گئے) تو وہ اس کے لیے آگ کے سامنے آڑ بن جائیں گے (یعنی وہ جہنم میں داخل نہیں ہو گا)۔ (۶) جو آدمی نماز کے ارادے سے وضو کرنے کے لیے اٹھا اور وضو میں پانی کو اس کی جگہ تک پہنچایا تو وہ ہر گناہ یا خطا سے پاک ہو جائے گا۔ اب اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرے گا اور اگر ویسے ہی بیٹھ جاتا ہے تو (گناہوں سے) پاک ہو کر بیٹھے گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٣٨٦۔ ثم ذكر الالبانى متابعاته حسب ترتيب الفقرات المرقمة

(٢٠٢٨)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ، أَنَّهُ كَانَ فِي الرِّبَاطِ، فَفَزِعُوْا، فَخَرَجُوْا إِلَى السَّاحِلِ، ثُمَّ قِيْلَ: لَا بَأْسَ، فَانْصَرَفَ النَّاسُ وَأَبُوْهُرَيْرَةَ وَاقِفٌ، فَمَرَّ بِهِ إِنْسَانٌ،

سیدنا ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ میں سرحدی پہرہ دے رہا تھا، (اچانک) لوگ گھبرا گئے اور ساحل کی طرف نکل پڑے۔ پھر کہا گیا کہ کوئی بات نہیں ہے۔ پس لوگ پلٹ آئے اور سیدنا ابو ہریرہ ؓ کھڑے رہے، ایک آدمی ان کے پاس سے

قَالَ: مَايُوْقِفُكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَوْقِفُ سَاعَةٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ عِنْدَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ۔)) (الصحيحة:١٠٦٨)

گزرا اور کہا: ابوہریرہ! آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''اللہ کے راستے میں کچھ وقت ٹھہرنا حجرِ اسود کے پاس شبِ قدر کا قیام کرنے سے بہتر ہے۔''

تخريج: رواه عباس الترقفي في"حديثه" ٤١/ ٢، وابن حبان: ١٥٨٣، والحافظ ابن عساكر في "اربعين الجهاد": ١٨

(٢٠٢٩)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيْلِهِ، لَا يَخْرُجُ إِلَّا جِهَاداً فِي سَبِيْلِي، وَإِيْمَاناً بِي، وَتَصْدِيْقاً بِرَسُوْلِي، فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ أُرْجِعَهُ إِلٰى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ، نَائِلاً مَانَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! مَامِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ كُلِمَ، لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيْحُهُ رِيْحُ مِسْكٍ۔ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، مَاقَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَبَداً، وَلٰكِنِّي لَا أَجِدُ سَعَةً فَيَتَّبِعُوْنِي، وَلَا تَطِيْبُ أَنْفُسُهُمْ فَيَتَخَلَّفُوْنَ بَعْدِي: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوَدِدْتُ أَنْ أَغْزُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأُقْتَلَ، ثُمَّ أَغْزُوَ فَأُقْتَلَ، ثُمَّ أَغْزُوَ فَأُقْتَلَ۔)) (الصحيحة:٣٤٩٨)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی ضمانت اٹھائی ہے جو اس کے راستے میں نکلتا ہے اور (اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ) جب یہ آدمی صرف میرے راستے میں جہاد کرنے، مجھے پر ایمان لانے اور میرے رسول کی تصدیق کرنے کی وجہ سے نکلتا تو میں بھی ضمانت دیتا ہوں کہ اسے جنت میں داخل کروں گا یا اس کو اجر یا غنیمت، جو بھی اس نے حاصل کیا، سمیت اس کے گھر لوٹا دوں گا۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا:) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو زخم بھی اللہ کے راستے میں لگتا ہے تو زخمی جس حالت میں زخمی ہوا تھا، اسی حالت میں روزِ قیامت آئے گا، زخم سے بہنے والے خون کا رنگ تو وہی ہوگا جو خون کا ہوتا ہے، لیکن اس کی خوشبو کستوری کی طرح کی ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر مسلمانوں پر گراں نہ گزرتا تو میں کبھی بھی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے لشکر سے پیچھے نہ رہتا، لیکن میرے پاس (اسباب کی) وسعت نہیں کہ وہ سب میرے ساتھ آ سکیں اور مجھ سے پیچھے رہنا وہ پسند نہیں کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! میں تو چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں، پھر (زندہ ہو کر) جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں، پھر (زندہ ہو کر) جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٣٦، ومسلم: ٦/ ٣٣، وأبو عوانة: ٥/ ٢٤، والبيهقي: ٩/ ١٥٦، وأحمد: ٢/ ٢٣١، ٣٨٤، وللحديث طرق كثيرة عن ابى هريرة مطولا و مختصرا

(٢٠٣٠)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيَضْحَكُ إِلَيْهِمْ، وَيَسْتَبْشِرُبِهِمْ، الَّذِي إِذَا انْكَشَفَتْ فِئَةٌ، قَاتَلَ وَرَاءَ هَا بِنَفْسِهِ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَإِمَّا أَن يُقْتَلَ وَإِمَّا أَن يَنْصُرَهُ اللّٰهِ وَيَكْفِيَهُ۔ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أُنْظُرُوْا إِلٰى عَبْدِي كَيْفَ صَبَرَ لِي نَفْسَهُ؟ وَالَّذِي لَهُ امْرَأَةٌ حَسْنَاءُ، وَفِرَاشٌ لَيِّنٌ حَسَنٌ فَيَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَقُوْلُ يَذَرُ شَهْوَتَهُ، فَيَذْكُرُنِي وَيُنَاجِيْنِي، وَلَوْشَاءَ رَقَدَ! وَالَّذِي يَكُوْنُ فِي سَفَرٍ، وَكَانَ مَعَهُ رُكَبٌ، فَسَهِرُوْا وَنَصَبُوْا، ثُمَّ هَجَعُوْا، فَقَامَ مِنَ السَّحَرِ فِي سَرَّاءَ أَوْ ضَرَّاءَ۔))

(الصحيحة: ٣٤٧٨)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں سے محبت کرتا ہے، ان پر ہنستا ہے اور ان سے خوش ہوتا ہے: (۱) وہ آدمی کہ (اس کی جماعت) فرار ہو گئی، لیکن وہ ان کے بعد اللہ کے لیے لڑتا رہا، قتل ہو گیا یا اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی اور اسے کافی ہو گیا، اللہ تعالیٰ (ایسے آدمی کے بارے میں) کہتا ہے؟ میرے بندے کی طرف دیکھو، وہ اپنے آپ سے کیسے صبر کروا رہا ہے؟ (۲) وہ آدمی کہ جس کی بیوی خوبصورت اور اس کے پاس بہترین نرم بستر ہے، لیکن وہ قیام کرنے کے لیے رات کو کھڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: (میرے بندہ) اپنی شہوت ترک کر کے میرا ذکر کر رہا ہے اور مجھ سے سرگوشی کر رہا ہے، اگر یہ چاہتا تو سو بھی سکتا تھا۔ اور (۳) وہ آدمی جو قافلے سمیت سفر پر ہو، وہ رات کو کچھ حصہ جاگنے (اور چلنے کی وجہ سے) چکنا چور ہو گئے ہوں اور (بالآخر) سو گئے ہوں، لیکن وہ خوشی و ناخوشی میں سحری کے وقت اٹھ کھڑا ہو (اور نماز پڑھنا شروع کر دے)۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ١/ ٢٥، والبيهقي في "الأسماء والصفات": صـ ٤٧١ـ ٤٧٢ـ والسياق له۔

(٢٠٣١)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها: أَنَّ مُكَاتَباً لَهَا دَخَلَ عَلَيْهَا بِبَقِيَّةِ مُكَاتَبَتِهِ، فَقَالَتْ لَهُ: أَنْتَ غَيْرُ دَاخِلٍ عَلَيَّ غَيْرَ مَرَّتَكَ هٰذِهِ، فَعَلَيْكَ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَاخَالَطَ قَلْبَ امْرِئٍ رَهْجٌ، فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلاَّ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرا مکاتَب اپنی مکاتبت کا بقیہ حصہ لے کر میرے پاس آیا۔ میں نے اسے کہا: اس دفعہ کے بعد تو مجھ پر داخل نہیں ہو سکتا (کیونکہ تو اب آزاد ہو چکا ہے)۔ تو اللہ کے راستے میں جہاد کر، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس مسلمان کے دل پر اللہ کے راستے میں غبار لگ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام قرار دیتے ہیں۔''

(الصحيحة:٢٢٢٧، ٢٥٥٤)

٢٢٢٧: تخريج: أخرجه أحمد:٦/ ٨٥، وابن ابی عاصم فی "الجهاد": ق ٨٤/ ١، والطبرانی فی "المعجم الأوسط": رقم: ٩٥٧٧۔ مصورتی

٢٥٥٤: تخريج: أخرجه أحمد:٦/ ٨٥، وأخرج الطبرانی فی "الاوسط": ٢/ ١٢٤ نحوه

شرح:...... مکاتبت: آقا اور غلام کے درمیان ایک معاہدہ جس کے تحت غلام مقررہ رقم کی آخری قسط ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جاتا ہے۔

(٢٠٣٢)۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((لَقِيَامُ رَجُلٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ سَاعَةً أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔)) (الصحيحة:١٩٠١)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کا کچھ دیر کے لیے اللہ کے راستے میں ٹھہرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

تخريج: رواه العقيلی فی "الضعفاء": ص ٣٠، والخطيب فی "التاريخ": ١٠/ ٢٩٥

(٢٠٣٣)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَ لَهُ نُوْراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:٢٥٥٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا تو یہ روزِ قیامت اس کے لیے نور ہو گا۔''

تخريج: أخرجه البزار فی "مسنده": ص١٨٣۔ زوائده

(٢٠٣٤)۔ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رُفَاعَةَ، قَالَ: أَدْرَكَنِيْ أَبُوْ عَبْسٍ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ، فَإِنَّ خُطَاكَ هٰذِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ سَمِعْتُ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔)) (الصحيحة: ٢٢١٩)

عبایہ بن رفاعہ کہتے ہیں: میں جمعہ کی نماز کے لیے جا رہا تھا، مجھے سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ ملے اور کہا: خوش ہو جا، تیرے یہ قدم اللہ کے راستے میں ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''جس آدمی کے قدم اللہ کے راستے میں خاک آلود ہوں گے، اللہ تعالیٰ اسے آگ پر حرام کر دے گا۔''

تخريج: أخرجه البخاری:٢/ ٣٩٠۔السلفية، والترمذی:١٦٣٢، والنسائی:٢/ ٥٦، وابن حبان:٤٥٨٦، وأحمد:٣/ ٤٧٩

(٢٠٣٥)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ جُرِحَ جَرْحًا

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے اللہ کے راستے میں کوئی زخم لگا تو وہ روز قیامت

فِـي سَبِيْلِ اللّٰهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رِيْحُهُ رِيْحُ الْمِسْكِ، وَلَـوْنُـهُ لَـوْنُ الزَّعْفَرَانِ، عَلَيْهِ طَابِـعُ الشُّهَدَاءِ، مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ، مُـخْـلِصاً أَعْطَاهُ اللّٰهُ أَجْرَ شَهِيْدٍ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ۔)) (الصحيحة:٢٥٥٦)

اس حال میں آئے گا کہ اس (زخم سے بہنے والے خون کی) بو کستوری کی طرح کی اور رنگ زعفران کی طرح کا ہوگا، اس پر شہدا کی مہر ہو گی۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے خلوص دل سے شہادت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کے اجر سے نواز دے گا، اگرچہ وہ بستر پر ہی مر جائے۔''

تـخـر يــــج: أخرجه ابن حبان: ١٦١٥۔موارد، وأخرج ابوداود: ٢٥٤١ نحوه دون قوله: ((وان مات على فراشه))، والنسائى: ٣/ ٥٩ دون ذكر الفراش وفى اوله زيادة: ((من قاتل فى سبيل الله عز و جل من رجل مسلم فواق ناقة قد وجبت له الجنة۔)) وهكذا أخرجه احمد: ٥/ ٢٣٠، والترمذى: ١/ ٣١١

(٢٠٣٦)۔ أَنَّ رَجُلاً مِـنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ الـلّٰـهِ مَـرَّبِشَـعَـبٍ فِيْـهِ عُيَيْنَةٌ مَاءٍ عَذْبٍ، فَـأَعْـجَبَـهُ طِيْبُهُ، فَقَالَ: لَوْ أَقَمْتُ فِي هٰذَا الشِّعَبِ فَاعْتَزَلْتُ النَّاسَ، وَلَا أَفْعَلُ حَتّٰى اَسْتَـأْمِـرَ رَسُـوْلَ اللّٰـهِ ﷺ فَـذَكَـرَ ذٰلِكَ لِـلنَّبِيِّ ﷺ فَـقَـالَ: ((لَا تَـفْعَلْ، فَإِنَّ مَقَامَ أَحَـدِكُـمْ فِـي سَبِيْـلِ الـلّٰـهِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاةِ سِتِّيْنَ عَاماً خَالِيًا، أَلَا تُحِبُّوْنَ أَن يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَـكُـمْ وَيُـدْخِلَكُمْ الْجَنَّةَ؟ أُغْزُوْا فِي سَبِيْلِ الـلّٰـهِ، مَـنْ قَاتَلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔)) (الصحيحة:٩٠٢)

اصحابِ رسول میں سے ایک آدمی ایک گھاٹی، جس میں میٹھے پانی کا چھوٹا سا چشمہ تھا، کے پاس سے گزرا، اس کی خوشبو اسے بڑی اچھی لگی۔ وہ (دل میں) کہنے لگا: اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اسی گھاٹی میں فروکش ہو جاؤں تو ...... لیکن میں پہلے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کروں گا۔ جب اس نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے ذکر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے نہیں کرنا، کیونکہ اللہ کے راستے میں تمھارا ٹھہرنا ساٹھ سالوں کی انفرادی نماز سے بہتر ہے۔ کیا تم لوگ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں بخش دیں اور تمھیں جنت میں داخل کر دیں؟ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جس نے اللہ کے راستے میں اونٹنی کے دو بار دوہنے کی درمیانی مدت کے برابر جہاد کیا تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔''

تـخـر يـج:رواه الترمذى: ٣/ ١٤، والحاكم: ٢/ ٦٨، والبيهقى: ٩/ ١٦٠، وأحمد: ٢/ ٥٢٤، ومن طريقه عبدالغنى المقدسى فى"السنة": ٢٤٩/ ٢، والبزار: ٢/ ٢٥٨/ ١٦٥٢

(٢٠٣٧)۔ عَـنِ ابْـنِ مَسْـعُوْدٍ رضي الله عنه: جَـاءَ رَجُـلٌ بِـنَـاقَةٍ مَـخْطُوْمَةٍ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ الـلّٰـهِ! هٰـذِهِ الـنَّـاقَةُ فِـي سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَالَ: ((لَكَ بِهَـا سَبْـعُ مِـئَةِ نَـاقَةٍ مَـخْطُوْمَةٍ فِي

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نکیل شدہ اونٹنی لے کر آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ اونٹنی اللہ کی راستے میں جہاد کے لیے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لیے اس کے بدلے جنت میں سات سو

الْجَنَّةِ۔)) (الصحيحة:٦٣٤)

اونٹنیاں ہوں گی، سب کی سب مہار والی ہوں گی۔"

تخريج: أخرجه أبو نعيم فى "الحلية": ٨/ ١١٦، والحاكم: ٢/ ٩٠

(٢٠٣٨)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ، وَلَا صِيَامٍ حَتّٰى يَرْجِعَ۔)) (الصحيحة:٢٨٩٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزے دار اور قیام کرنے والے آدمی کی طرح ہے جو مجاہد کے گھر واپس آنے تک نماز سے تھکتا ہے نہ روزے سے۔"

تخريج: أخرجه مالك في "الموطأ": ٢/ ٢، وعنه ابن حبان في "صحيحه": ٧/ ٦٨/ ٤٦٠٢۔الاحسان، وأحمد: ٢/ ٤٦٥، والحديث أخرجه الشيخان من اوجه عن ابى هريرة

(٢٠٣٩)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلاً جَاءَهُ فَقَالَ: أَوْصِنِي، فَقَالَ: سَأَلْتَ عَمَّا سَأَلْتُ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْ قَبْلِكَ: ((أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ، وَعَلَيْكَ بِالْجِهَادِ، فَإِنَّهُ رَهْبَانِيَّةُ الْإِسْلَامِ، وَعَلَيْكَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ رُوْحُكَ فِي السَّمَاءِ وَذِكْرُكَ فِي الْأَرْضِ۔))

(الصحيحة:٥٥٥)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہا: مجھے کوئی وصیت کریں۔ میں نے کہا: تو نے جو سوال مجھ سے کیا ہے، میں نے تجھ سے پہلے یہی سوال رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا (اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا): "میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی بنیاد ہے، جہاد کو لازم پکڑ کہ وہ اسلام کی رہبانیت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کیا کر کیونکہ وہ آسمان میں تیرے لیے باعثِ رحمت اور زمین میں تیرے لیے باعث تذکرہ ہیں۔"

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٨٢

(٢٠٤٠)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاً: ((الْغَزْوُ غَزْوَانِ، فَأَمَّا مَنِ ابْتَغٰى وَجْهَ اللّٰهِ، وَأَطَاعَ الْإِمَامَ، وَأَنْفَقَ الْكَرِيْمَةَ، وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَإِنَّ نَوْمَهُ وَتَنَبُّهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ، وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْراً وَرِيَاءً وَسُمْعَةً، وَعَصَى الْإِمَامَ وَأَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ فَإِنَّهُ لَا يَرْجِعُ بِكَفَافٍ۔))

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "غزوے کی دو قسمیں ہیں: (۱) جس نے (جہاد کرکے) اللہ کی رضامندی تلاش کی، حکمران کی اطاعت کی، عمدہ مال خرچ کیا اور فساد سے اجتناب کیا تو اس کا سونا اور جاگنا سب عبادت ہے اور (۲) جس نے فخر کرتے ہوئے، ریاکاری کرتے ہوئے اور شہرت کے حصول کے لیے (جہاد کیا)، حکمران کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد برپا کیا تو وہ

(الصحيحة: ۱۹۹۰)

برابر سرابر بھی نہیں لوٹے گا (بلکہ برائیوں کا بوجھ لے کر آئے گا)۔"

تخريج: أخرجه ابوداود: ۲۵۱۵، والنسائی فی "السیر" من "الکبری": ۲/ ۵۲/ ۱

(۲۰۴۱)۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((عَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَإِنَّهُ بَابٌ مِّنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، يَذْهَبُ اللّٰهُ بِهِ الهَمَّ وَالْغَمَّ۔))

(الصحيحة: ۱۹٤۱)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو، کیونکہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ (باب الجہاد) ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے غم و الم اور مصیبت و پریشانی کو دور کر دیتا ہے۔"

تخريج: رواه الهيثم بن كليب في "مسنده": ۱۳۷/ ۱، والحاكم: ۲/ ۷٤۔ ۷۵، والضياء في "المختارة": ۱/٦۹، و روى احمد: ۵/ ۳۱٤ نحوه

(۲۰٤۲)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ حَنِيْفٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((أَوَّلُ مَا يُهْرَاقُ دَمُ الشَّهِيْدِ يُغْفَرُلَهُ ذَنْبُهُ كُلُّهُ إِلَّا الدَّيْنُ۔))

(الصحيحة: ۱۷٤۲)

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جونہی شہید کے خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے تو اس کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں، ماسوائے قرض کے۔"

تخريج: رواه الطبراني في "الكبير": ورجاله رجال الصحيح عن سهل بن حنيف مرفوعا كما في المجمع: ٤/ ۱۲۸، وقد أخرجه الحاكم: ۲/ ۱۱۹، ومن طريقه البيهقي: ۹/ ۱٦۳، والطبراني في "الكبير": ۵۵۵۲، ۵۵۵۳

(۲۰٤۳)۔ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ شِهَابِ الْعَنْبَرِيِّ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: أَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَا وَصَاحِبٌ لِّي، فَلَقِيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عِنْدَ بَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمَا؟ فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ: انْطَلِقَا إِلٰى نَاسٍ عَلٰى تَمْرٍ وَمَاءٍ، إِنَّمَا يَسِيْلُ كُلُّ وَادٍ بِقَدْرِهِ، قَالَ: قُلْنَا كَثِيْرٌ خَيْرُكَ، اسْتَأْذِنْ لَنَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَاسْتَأْذَنَ لَنَا فَسَمِعْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ

حبیب بن شہاب عنبری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں اور میرا دوست سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ہمیں ابن عباس کے دروازے پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ملے۔ انھوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ ہم نے اپنا تعارف کروایا۔ انھوں نے کہا: تم ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ جو کھجوروں اور پانی پر ہیں، (یہاں تو) ہر آدمی کا بمشکل اپنا گزارا ہو رہا ہے۔ ہم نے کہا: تیرے خزانے زیادہ ہوں، تم اتنا کرو کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہمارے لیے اجازت لے دو۔ انھوں نے اجازت طلب کی، ہم نے

يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ تَبُوْكَ فَقَالَ: ((مَافِي النَّاسِ مِثْلُ رَجُلٍ آخِذٍ بِعَنَانِ فَرَسِهِ فَيُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَيَجْتَنِبُ شُرُوْرَالنَّاسِ وَمِثْلُ رَجُلٍ بَادٍ فِي غَنَمِهِ، يُقْرِي ضَيْفَهُ، وَيُؤَدِّي حَقَّهُ.)) قَالَ: قُلْتُ: أَقَالَهَا؟ قَالَ: قَالَهَا: قُلْتُ: أَقَالَهَا؟ قَالَ: قَالَهَا. قُلْتُ: أَقَالَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. فَكَبَّرْتُ اللّٰهَ، وَحَمِدتُّ اللّٰهَ وَشَكَرْتُهُ.
(الصحيحة:٢٢٥٩)

ابن عباس کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے سنا: رسول اللہ ﷺ نے تبوک والے دن خطاب کیا اور فرمایا: ''جو آدمی اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور لوگوں کی شرور سے پرہیز کرتا ہے، وہ لوگوں میں بے مثال ہے۔ اور وہ آدمی بھی بے مثال ہے، جو ایک ویرانے میں فروکش ہو کر اپنی بھیڑ بکریاں پالتا ہے، مہمان کی ضیافت کرتا ہے اور اس کا حق ادا کرتا ہے۔'' میں نے کہا: واقعی آپ ﷺ نے یہ باتیں ارشاد فرمائیں؟ انھوں نے کہا: (جی ہاں) ارشاد فرمائیں۔ میں نے پھر کہا: واقعی آپ نے یہ باتیں ارشاد فرمائیں؟ انھوں نے کہا: (جی ہاں) فرمائیں۔ میں نے پھر کہا: واقعی آپ ﷺ نے یہ باتیں ارشاد فرمائیں؟ انھوں نے کہا: (جی ہاں) فرمائیں۔ میں نے ''اَللّٰهُ اَكْبَر'' اور ''اَلْحَمْدُ لِلّٰه'' کہا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔

تخريج: أخرجه الامام أحمد:١/ ٣١١

(٢٠٤٤). عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ تَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((خَيْرُالنَّاسِ مَنْزِلَةً: رَجُلٌ عَلٰى مَتْنِ فَرَسِهِ، يَخِيْفُ الْعَدُوَّ وَيُخِيْفُوْنَهُ.))
(الصحيحة:٣٣٣٣)

سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مقام و منزلت کے اعتبار سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی کمر پر سوار ہو، وہ اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کر رہا ہو اور وہ اسے ڈرا رہے ہوں۔''

تخريج: أخرجه البيهقي في"شعب الأيمان": ٤/ ٤٢/ ٤٢٩١، وأخرجه الطبراني فى "الكبير": ٢٥/ ١٠٤/ ٢٧١ نحوه أتم منه

(٢٠٤٥). عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنْ قِيَامِ رَجُلٍ وَصِيَامِهِ فِي أَهْلِهِ شَهْراً.))(الصحيحة:١٨٦٦)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دن سرحدی محاذ پر پہرہ دینا گھر میں رہ کر ایک مہینے کے قیام کرنے اور اس کے روزے رکھنے سے بہتر ہے۔''

تخريج: رواه أحمد أبو حزم بن يعقوب الحنبلي في"الفروسية": ١/ ٨/ ١

(٢٠٤٦). قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((سَافِرُوْا تَصِحُّوا وَاغْزُوْا تَسْتَغْنُوْا.)) جَاءَ مِنْ

نبی ﷺ نے فرمایا: ''سفر کیا کرو تندرست رہو گے اور جہاد کیا کرو بے نیاز ہو جاؤ گے۔'' یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا

حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہم وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ مُرْسَلاً۔ (الصحيحة:٣٣٥٢)

عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ اور زید بن اسلم سے مرسلاً مروی ہے۔

تخريج: (١)۔ أما حديث أبي هريرة: فأخرجه الأمام أحمد: ٢/ ٣٨٠، و العقيلي في "الضعفاء": ٢/ ٩٢

(٢)۔ وأما حديث ابن عمر: أخرجه البيهقي في "السنن": ٧/ ١٠٢

(٣)۔ وأما حديث ابن عباس؛ فأخرجه البيهقي، و ابن عدي في "الكامل": ٧/ ٥٧

(٤)۔ وأما حديث أبي سعيد: فأخرجه ابن عدي أيضا: ٣/ ٤٥٤

(٥)۔ وأما حديث مرسل زيد؛ فأخرجه ابن أبي شيبة: ٥/ ٣٤٩

شرح:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس سفر کی ترغیب دلا رہے ہیں، اس میں دو چیزیں صحت کی ضامن ہوتی ہیں، ایک تو یہ ہے کہ آدمی قسما قسم کی آب و ہوا سے گزرتا ہے اور اسے مختلف قسم کے ماکولات و مشروبات کھانے پینے کا موقع ملتا ہے، اس طرح اس کے جسم کے تمام تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔ جہاد کی وجہ سے مجاہد کی دنیا سے رغبت ختم ہو جاتی ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسے اتنا مالِ غنیمت مل جاتا ہے کہ اسے لوگوں سے کوئی لالچ نہیں رہتا۔

شہادت کی تکلیف

(٢٠٤٧)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ۔)) (الصحيحة:٩٦٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہید، قتل سے اتنی ہی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی کہ تم میں سے کوئی شخص چٹکی (یا پسو وغیرہ کے ڈنگ) کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔''

تخريج: رواه النسائي: ٢/ ٦٢، والترمذي: ٣/ ١٩، وابن ماجه: ٢/ ١٨٥، والدارمي: ٢/ ٢٠٥، وابن بشران في "الأمالي": ١٨/ ٧/ ٢، وأبونعيم في "الحلية": ٨/ ٢٦٤-٢٦٥، والبيهقي: ٩/ ١٦٤، والبغوي في "شرح السنة": ٣/ ١٤١/ ١

شرح:...... چٹکی سے مراد دو انگلیوں سے گوشت پکڑ کر اتنا دبانا کہ تکلیف ہونے لگے۔

شہید کا دنیا میں لوٹنے کی خواہش اور اس کی وجہ

(٢٠٤٨)۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ، وَلَهَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ،

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زمین پر جو انسان بھی پایا جاتا ہے، جب وہ مرتا ہے اور اللہ کے ہاں اس کے لیے بہتر (انجام یعنی

تُحِبُّ أَن تَرْجِعَ إِلَيْكُمْ وَلَهَا الدُّنْيَا إِلَّا الْقَتِيْلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يُحِبُّ أَن يَّرْجِعَ فَيُقْتَلَ مَرَّةً أُخْرٰى۔)) (الصحيحة:۲۲۲۸)

جنت) ہوتی ہے تو وہ واپس آنا پسند نہیں کرتا، اگرچہ اسے پوری دنیا ملتی ہو، ماسوائے اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے کے، کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ لوٹ جائے اور اسے دوبارہ شہید کر دیا جائے۔''

تخريج: أخرجه النسائي:۲/ ٦۲، وأحمد:٥/ ۳۱۸، ۳۲۲

(۲۰٤۹)۔ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا جَابِرُ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَحْيَا أَبَاكَ فَقَالَ لَهُ: تَمَنَّ عَلَيَّ، فَقَالَ: أُرَدُّ إِلَى الدُّنْيَا فَأُقْتَلُ مَرَّةً أُخْرٰى! فَقَالَ: إِنِّي قَضَيْتُ الْحُكْمَ: أَنَّهُمْ إِلَيْهَا لَا يُرْجَعُوْنَ۔)) (الصحيحة:۳۲۹۰)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''جابر! کیا تجھے خبر نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کر دیا؟ (وہ اس طرح کہ) اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ سے کہا: کوئی آرزو کرو (میں پوری کروں گا)۔ تیرے باپ نے کہا: مجھے دنیا میں واپس لوٹا دیا جائے، دوبارہ قتل ہونا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: بیشک میں ایک فیصلہ کر چکا ہوں کہ (ایک دفعہ مر جانے والوں کو) دنیا کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد في "المسند": ۳/ ۳٦۱، والحاكم: ۲/ ۱۱۹

شرح:...... ان احادیث سے شہید کی میزبانی اور قدردانی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اس میں مزید اضافے کے لیے دنیا میں واپس پلٹ کر پھر سے شہادت کے مرتبے پر فائز ہونا چاہتا ہے۔

سفرِ جہاد کی فضیلت

(۲۰۵۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ خَرَجَ حَاجًّا فَمَاتَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَ الْحَاجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ خَرَجَ مُعْتَمِراً فَمَاتَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَ الْمُعْتَمِرِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ خَرَجَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ كَتَبَ اللّٰهُ أَجْرَ الْغَازِيْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:۲۵۵۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو حج کرنے کے لیے نکلا اور فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے قیامت کے دن تک حج کرنے والے کا ثواب لکھ دیتا ہے، جو عمرہ کی ادائیگی کے لیے نکلا اور فوت ہو گیا تو اللہ اس کے لیے قیامت کے دن تک عمرہ کرنے والے کا اجر لکھ دیتا ہے اور جو غازی اللہ کے راستے میں نکلا اور فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے قیامت کے دن تک غازی کا اجر لکھ دیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه أبو يعلى في "مسنده": ٤/ ۱٥۰٥، والطبراني في "الاوسط": ۲/ ۲٤/ ۲/ ٥٤٥٤،

والبيهقي في "الشعب": ٣/ ٤٧٤

(٢٠٥١)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَن رَاحَ رَوْحَةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَ لَهُ بِمِثْلِ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْغُبَارِ مِسْكاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔))

(الصحيحة: ٢٣٣٨)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلا تو جتنا غبار اس پر پڑے گا، اسی کے بقدر اسے قیامت کے دن کستوری ملے گی۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٢/ ١٧٧

ساتھیوں اور چھوٹے بڑے لشکر کی بہترین تعداد

(٢٠٥٢)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه مَرْفُوْعاً: ((خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِئَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوْشِ أَرْبَعَةُ الآفٍ، وَلَا يُغْلَبُ اثْنَا عَشَرَ أَلْفاً مِنْ قِلَّةٍ۔))

(الصحيحة: ٩٨٦)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین سریّہ چار سو افراد کا ہے، بہترین لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار افراد کا لشکر محض تعداد کی قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ١/ ٤٠٧، والترمذي: ١/ ٢٩٤، والطحاوي في "المشكل": ١/ ٢٣٩، وابن خزيمة في "صحيحه": ١/ ٢٥٥/ ١، وابن حبان: ١٦٦٣ من طريق أبي يعلى، وهذا في "المسند": ٤/ ٤٥٩/ ٢٥٨٧، والحاكم: ١/ ٤٤٣ و٢/ ١٠١، وأحمد: ١/ ٢٩٤، وعبد بن حميد في "المنتخب من المسند": ٧٣/ ١، ومحمد بن مخلد في "المنتقى من حديثه": ٢/ ٣/ ٢، والضياء في "المختارة": ٦٢/ ٢٩٢/ ٢

شرح: ...... اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ ساتھیوں، چھوٹے اور بڑے لشکروں کی کم از کم اتنی تعداد ہونی چاہیے، اگر زیادہ ہو جائے تو اور بہتر ہوگا۔

اگر دو مسافر ہوں اور ایک کوئی چیز لینے کے لیے چلا جائے تو اسے اکیلا جانا پڑے گا اور پیچھے ٹھہرنے والے کو اکیلا ٹھہرنا پڑے گا، اگر تین ہوں اور ان میں سے ایک کسی ضرورت کے لیے جائے تو اسے اکیلا جانا پڑے گا اور دو جانے کی صورت میں پیچھے رہنے والا اکیلا رہ جائے گا، اگر چار ہوں گے تو خلوت والی وحشت ختم ہو جائے گی، یعنی ضرورت کی صورت میں دو چلے جائیں اور دو پیچھے باقی رہ جائیں گے، اس لیے چار ساتھیوں کی تعداد بہترین ہے۔

سریّہ وہ ہوتا ہے جو کہیں حملہ کرنے کے لیے بڑے لشکر سے جدا ہو جاتا ہے اور اپنی مقصود پورا کر کے واپس آ جاتا ہے، ایسے افراد کی بہترین اور کم از کم تعداد چار سو ہونی چاہیے۔

بارہ ہزار مجاہدوں پر مشتمل لشکر تھوڑی تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتا، اگر اسے شکست ہو گئی تو وہ کسی دوسرے امر کی وجہ سے ہو گی، مثلاً زیادہ تعداد پر ناز کرنا، جیسا کہ غزوۂ حنین کے موقع پر ہوا لشکرِ اسلام کی تعداد تقریباً بارہ ہزار تھی، لیکن جب انھیں اپنی کثرت پر تعجب ہوا اور وہ کہنے لگے کہ آج وہ قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پہلے حملے میں مغلوب ہو گئے، بعد میں غالب آ گئے۔

فاروقی عہدِ خلافت میں واقعہ نہاوند میں فاروقی لشکر کے پندرہ ہزار مجاہدوں نے ڈیڑھ لاکھ ایرانی مجوسیوں کے جم غفیر کو شکست دی تھی۔

شہدا کی اقسام

(۲۰۵۳)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَاتَعُدُّوْنَ الشَّهِيْدَ؟)) قَالُوْا: الَّذِي يُقَاتِلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يُقْتَلَ۔ قَالَ: ((إِنَّ الشَّهِيْدَ فِي أُمَّتِي إِذًا لَقَلِيْلٌ۔ الْقَتِيْلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ شَهِيْدٌ، وَالطَّعِيْنُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ شَهِيْدٌ، وَالْغَرِيْقُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ شَهِيْدٌ، وَالْخَارُّ عَنْ دَابَّتِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ شَهِيْدٌ، وَالْمَجْنُوْبُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ شَهِيْدٌ۔)) قَالَ: مُحَمَّدُ (يَعْنِي: ابْنِ إِسْحَاقَ) الْمَجْنُوْبُ: صَاحِبُ الْجَنْبِ۔ (الصحيحة: ۱٦٦٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''تم کن کو شہید شمار کرتے ہو؟'' انھوں نے کہا: جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے اور قتل کر دیا جاتا ہے (وہ شہید ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو میری امت میں شہدا کم ہوں گے (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ کے راستے میں قتل ہونے والا شہید ہے، اللہ کے راستے میں نیزہ سے مر جانے والا آدمی شہید ہے، ڈوب کر مر جانے والا شہید ہے، اللہ کے راستے میں اپنی سواری سے گر کر مر جانے والا شہید ہے اور اللہ کے راستے میں نمونیا سے مرنے والا آدمی شہید ہے۔'' محمد بن اسحاق نے کہا: ''مَجْنُوْب'' سے مراد ''صَاحِبُ الْجَنْب'' ہے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ٤٤١

(۲۰۵٤)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ صُرِعَ عَنْ دَابَّتِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَهُوَ شَهِيْدٌ۔)) (الصحيحة: ۲۳٤٦)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کے راستے میں اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گیا، وہ شہید ہو گا۔''

تخريج: رواه الروياني في ''مسنده'': ۱۸/ ۳٤/ ۲، ۳۵/ ۱

شرح:...... حقیقی شہادت کی تو ایک ہی قسم ہے اور وہ ہے میدانِ جنگ میں دشمن کے خلاف لڑتے لڑتے مر جانا، ایسے شہید کو نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔ شہادت کی باقی تمام اقسام حکمی ہیں، یعنی ایسے شہدا کو شہادت کا ثواب تو ملے گا، لیکن ان کے احکام عام میت والے ہوں گے، یعنی ان کو غسل دیا جائے گا اور ان کی نماز

جنازہ پڑھنا بھی ضروری ہو گی۔ حکمی شہادت کے اسباب درج ذیل ہیں:

غزوہ کے دوران لڑائی کے علاوہ کسی دوسرے سبب سے مر جانا، طاعون یا پیٹ کی بیماری یا سِل بیماری کی وجہ سے مرنا، ڈوب جانا، دیوار کے نیچے آکر مر جانا، عورت کا حمل کی وجہ سے مر جانا، جل جانا، نمونیا کی وجہ سے مر جانا، مال و جان اور اہل کا دفاع کرتے ہوئے مارا جانا، دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانا۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے والے کے مال وغیرہ کی حفاظت کی ضمانت

(٢٠٥٥)۔ عَنْ حُمَيْدٍ (يَعْنِي: ابْنَ هِلَالٍ) قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الطَّفَاوَةِ طَرِيْقُهُ عَلَيْنَا فَأَتَى عَلَى الْحَيِّ فَحَدَّثَهُمْ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِي عِيْرٍ لَّنَا، فَبِعْنَا بِضَاعَتَنَا (الْأَصْلُ: بياعتنا) ثُمَّ قُلْتُ: لَأَنْطَلِقَنَّ إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ فَلَآتِيَنَّ مِنْ بَعْدِي بِخَبَرِهِ، قَالَ: فَانْتَهَيْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَإِذَا هُوَ يُرِيْنِي بَيْتاً، قَالَ: ((إِنَّ امْرَأَةً كَانَتْ فِيْهِ (يَعْنِي: بَيْتاً فِي الْمَدِيْنَةِ) فَخَرَجَتْ فِي سَرِيَّةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وتركت ثِنْتَيْ عَشَرَةَ عَنْزاً لَّهَا وَصِيْصَتَهَا، كَانَتْ تَسُجُّ بِهَا، قَالَ: فَفَقَدَتْ عَنْزاً مِنْ غَنَمِهَا وَصِيْصَتِهَا، فَقَالَتْ: يَا رَبِّ إِنَّكَ قَدْ ضَمِنْتَ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيْلِكَ أَنْ تَحْفَظَ عَلَيْهِ، وَإِنِّي قَدْ فَقَدْتُّ عَنْزاً مِنْ غَنَمِي وَصِيْصَتِي وَإِنِّي أُنْشِدُكَ عَنْزِيْ وَصِيْصَتِي، قَالَ: فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَذْكُرُ شِدَّةَ مُنَاشَدَتِهَا لِرَبِّهَا تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَأَصْبَحَتْ عَنْزُهَا وَمِثْلُهَا، وَصِيْصَتُهَا وَمِثْلُهَا، وَهَاتِيْكَ فَأْتِهَا فَاسْأَلْهَا إِنْ شِئْتَ۔))

سیدنا حمید بن ہلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: طفاوہ قبیلے کا ایک آدمی، جو ہمارے پاس سے گزرتا تھا، اپنے قبیلے کے پاس آیا اور کہا: ہم اپنے سامانِ تجارت والے قافلے میں مدینہ آئے اور اپنا سامان فروخت کیا۔ پھر میں نے کہا: میں تو اس آدمی (رسول اللہ ﷺ) کے پاس ضرور جاؤں گا اور پچھلوں کو بھی آپ کے حالات سے آگاہ کروں گا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا، آپ نے مجھے ایک گھر دکھایا اور فرمایا: ''ایک عورت اس گھر میں رہائش پذیر تھی، وہ بارہ بکریاں اور کاتنے کا تکلا، جس کے ساتھ وہ بننے کا کام کرتی تھی، چھوڑ کر مسلمانوں کے ایک فوجی دستے میں ان کے ساتھ چلی گئی۔ (جب وہ واپس آئی تو دیکھا کہ) ایک بکری اور تکلا گم ہو گیا ہے۔ اس نے کہا: اے میرے ربّ! تو نے اپنے راستے میں نکلنے والے کی حفاظت کی ضمانت دی ہے اور میری تو ایک بکری اور تکلا گم ہو گیا ہے۔ اب میں تجھے قسم کے ساتھ واسطہ دے کر تجھ سے اپنی بکری اور تکلا طلب کرتی ہوں۔'' پھر رسول اللہ ﷺ ربّ سے اس کے مطالبے کی شدت کا تذکرہ کرنے لگے اور فرمایا: ''اس کی بکری اور اس کی مثل ایک اور بکری اور اس کا تکلا اور اس کی مثل ایک اور تکلا اسے مل گیا۔ اگر تو چاہتا ہے تو اس کے پاس چلا جا اور اس سے پوچھ لے۔''

(الصحيحة:٢٩٣٥)

تخريج: أخرجه أحمد في "مسنده": ٥/ ٦٧

شرح:...... اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے اس قسم کے مطالبات پورے کروانے کے لیے اس پر بہت مضبوط اعتقاد کی ضرورت ہے، بہرحال جب بھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کی جاتی ہے تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور آزمائش میں بھی ڈال سکتا ہے۔

اگر جہاد دنیا کی خاطر ہو تو ثواب؟

(٢٠٥٦)۔ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُنْيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ: آذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِالْغَزْوِ ، وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ، لَيْسَ لِي خَادِمٌ، فَالْتَمِسُ أَجِيْراً يَكْفِيْنِي ، وَأُجْرِيْ لَهُ سَهْمَهُ ، فَوَجَدتُّ رَجُلاً فَلَمَّا دَنَا الرَّحِيْلُ أَتَانِي فَقَالَ: مَاأَدْرِي مَاالسُّهْمَان وَمَا يَبْلُغُ سَهْمِي؟ فَسَمِّ لِي شَيْئًا ، كَانَ السَّهْمُ أَوْلَمْ يَكُنْ فَسَمَّيْتُ لَهُ ثَلاثَةَ دَنَانِيْرَ ، فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيْمَتُهُ ، أَرَدتُّ أَنْ أُجْرِيَ لَهُ سَهْمَهُ فَذَكَرْتُ الدَّنَانِيْرَ فَجِئْتُ النَّبِيَّ فَذَكَرْتُ لَهُ أَمْرَهُ ، قَالَ: ((مَا أَجِدُ لَهُ فِي غَزْوَتِهِ هٰذِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ إِلَّا دَنَانِيْرَهُ الَّتِي سَمّٰى۔))

(الصحيحة:٢٢٣٣)

سیدنا یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاد کا اعلان کیا۔ میں بوڑھا آدمی تھا اور میرا کوئی خادم بھی نہیں تھا۔ میں نے ایک ایسا مزدور تلاش کیا، جو مجھے کفایت کر سکے اور اسے اس کا حصہ دے دیا جائے۔ مجھے ایک آدمی مل گیا، جب کوچ کا وقت قریب آیا تو وہ میرے پاس آیا اور کہا: میں نہیں جانتا کہ دو حصے کیا ہوتے ہیں اور میرا حصہ کتنا بنے گا؟ آپ میرے لیے (میری مزدوری) تعین کر دیں، حصہ ملے یا نہ ملے۔ میں نے اس کے لیے تین دیناروں کا تعین کر دیا۔ جب غنیمت کی تقسیم ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ اس کا حصہ اسے دے دوں، اچانک مجھے دینار یاد آ گئے۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور یہ معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے نزدیک دنیا و آخرت میں اسے اس غزوے میں سے کچھ نہیں ملے گا، ماسوائے دیناروں کے، جن کا تعین کیا گیا تھا۔''

تخريج: أخرجه أبوداود:١/ ٣٩٦، والحاكم:٢/ ١١٢ ، وعنه البيهقي:٦/ ٣٣١، واحمد: ٤/ ٢٢٣

شرح:...... جہاد عظیم عمل ہے، لیکن اس وقت جب مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنا ہو۔

غازی کو تیار کرنے اور اس کے اہل کی کفالت کرنے کی فضیلت

(٢٠٥٧)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ، فَلَهُ مِثْلُ

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں تیار کیا (یعنی اسے جہاد کا ساز و سامان دیا)، اسے (اس غازی

أَجْرِهِ، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ، وَأَنْفَقَ عَلَى أَهْلِهِ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ۔)) (الصحيحة:٣٥٥٦)

کے ثواب) جتنا اجر ملے گا اور جس نے کسی مجاہد کی اس کے گھر میں بھلائی کے ساتھ جانشینی کی یا اس کے اہل وعیال پر خرچ کیا تو اسے بھی (مجاہد کے اجر جتنا) ثواب ملے گا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ٤/ ٣٥٨۔ ٣٥٩/ ٤٤٢٩

(٢٠٥٨)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ، وَأَنْفَقَ عَلَى أَهْلِهِ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ۔)) (الصحيحة:٢٦٩٠)

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستے میں کسی غازی کو تیار کیا، تو اسے اتنا ہی اجر ملے گا (جو غازی کو ملتا ہے) اور جس نے کسی مجاہد کی اس کے گھر میں بھلائی کے ساتھ جانشینی کی یا اس کے اہل وعیال پر خرچ کیا تو اسے بھی (مجاہد کے اجر جتنا) ثواب ملے گا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "الأوسط": ٨٠٤٧

شرح:...... سب سے پہلی کوشش تو یہ ہونی چاہیے کہ ہر مسلمان بنفس نفیس جہاد میں شمولیت اختیار کرے، بصورت دیگر غازی کو تیار کرنے اور اس کے اہل وعیال کی کفالت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دینا چاہیے۔

(٢٠٥٩)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((لِلْغَازِيْ أَجْرُهُ، وَلِلْجَاعِلِ أَجْرُهُ وَأَجْرُ الْغَازِيْ۔)) (الصحيحة:٢١٥٣)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غازی کو اپنا اجر ملے گا اور اس کو تیار کرنے والے کو (دو اجر ملیں گے)، ایک اس کا اپنا اجر اور غازی کا اجر۔''

تخريج: رواه أبوداود: ١/ ٣٩٦۔ تازية، والطحاوي في "المشكل": ٤/ ٢٧٢، وأبوعوانة في "صحيحه": ٢١/ ١، وأحمد: ٢/ ١٧٤

شرح:...... غازی کو تیار کرنے والے کو ایک اجر تو اپنی محنت کا ملتا ہے کہ وہ مجاہد پر خرچ کرتا ہے اور دوسرا اجر اس وجہ سے ملتا ہے کہ وہ غازی کے جہاد کا سبب بنتا ہے۔

پرخلوص انداز میں شہادت کا سوال کرنا

(٢٠٦٠)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ جُرِحَ جَرْحًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رِيْحُهُ رِيْحُ الْمِسْكِ، وَلَوْنُهُ لَوْنُ الزَّعْفَرَانِ، عَلَيْهِ

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے اللہ کے راستے میں کوئی زخم لگا تو وہ روز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس (زخم سے بہنے والے خون کی) بوکستوری کی طرح کی اور رنگ زعفران کی طرح کا

طَابِعَ الشُّهَدَاءِ، مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ، مُخْلِصاً أَعْطَاهُ اللّٰهُ أَجْرَ شَهِيْدٍ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ۔)) (الصحيحة:٢٥٥٦)

ہوگا، اس پر شہدا کی مہر ہوگی۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے خلوص دل سے شہادت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کے اجر سے نواز دے گا، اگرچہ وہ بستر پر ہی مر جائے۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان :١٦١٥۔موارد، وأخرج ابوداود: ٢٥٤١ نحوه دون قوله: ((وان مات على فراشه))، والنسائي: ٣/ ٥٩ دون ذكر الفراش وفي اوله زيادة: ((من قاتل في سبيل الله عز و جل من رجل مسلم فواق ناقة قد وجبت له الجنة۔)) وهكذا أخرجه احمد: ٥/ ٢٣٠، والترمذي: ١/ ٣١١

شرح:...... ہر آدمی اپنے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ کس جذبے اور خلوص سے جہاد اور شہادت کا سوال کر رہا ہے، بہرحال کوشش کرنی چاہیے۔

فتح کے تقاضے

(٢٠٦١)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ ۔ قَالَ عَبْدُالْمَلِكِ: مِنْ أَدَمٍ۔ فِي نَحْوٍ مِّنْ أَرْبَعِيْنَ رَجُلاً فَقَالَ: ((إِنَّكُمْ مَفْتُوْحٌ عَلَيْكُمْ، مَنْصُوْرُوْنَ وَمُصِيْبُوْنَ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَثَلُ الَّذِي يُعِيْنُ قَوْمَهُ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ كَمَثَلِ بَعِيْرٍ رَدِيَ فِي بِئْرٍ فَهُوَ يُنْزَعُ مِنْهَا بِذَنَبِهِ۔))

(الصحيحة: ١٣٨٣)

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا، آپ (چمڑے کے) سرخ خیمے میں تھے اور آپ کے پاس تقریباً چالیس آدمی بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں فتوحات نصیب ہوں گی، تمھاری مدد کی جائے گی اور تم غنیمتیں حاصل کرو گے۔ جو آدمی ایسا زمانہ پا لے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے، نیکی کا حکم دے، برائی سے رک جائے اور صلہ رحمی کرے۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سے تیار کرے۔ وہ آدمی جو کسی قوم کی غیر حق بات پر مدد کرتا ہے، اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کسی کنویں میں گرا دیا گیا اور پھر دم سے پکڑ کا کھینچا گیا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٤٠١، ورواه ابوداود: ٢/ ٦٢٤ بلفظ: ((من نصر قومه على غير الحق فهو كالبعير الذي ردّى فهو ينزع بذنبه۔)) ولم يسق الحديث بتمامه، وأخرجه الترمذي: ٢٢٥٨ دون قوله: ((ومثل الذي ......))، رواه ابن ماجه: ٣٠ مقتصرا على قوله: ((ومن كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار۔))

شرح:...... عام طور پر دیکھا گیا کہ فاتحین کسی علاقہ کو فتح کرنے کے بعد اپنے آپ کو حدود و قیود سے آزاد سمجھ کر

من مانیاں کرنے لگتے ہیں، لیکن اسلام نے مسلم فاتحین کو خیر و بھلائی کے امور کا پابند بنا دیا۔قوم کی غیرحق بات پر مدد کرنے والے کی جو مثال بیان کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص گناہ میں پڑا اور اس قدر ہلاک ہو گیا کہ اب اپنے آپ کو چھٹکارا بھی نہیں دلا سکتا۔موجودہ دور میں اکثر لوگ انانیت وقومیت میں پڑ کر اس مثال کے مصداق بنتے رہتے ہیں۔

فتوحات اور اس کی پیشین گوئیاں

(٢٠٦٢)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ ۔ قَالَ عَبْدُالْمَلِكُ: مِنْ أَدَمٍ۔ فِي نَحْوٍ مِنْ أَرْبَعِينَ رَجُلاً فَقَالَ: ((إِنَّكُمْ مَفْتُوحٌ عَلَيْكُمْ، مَنْصُورُونَ وَمُصِيبُونَ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَلْيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَثَلُ الَّذِي يُعِينُ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ كَمَثَلِ بَعِيرٍ رَدِيَ فِي بِئْرٍ فَهُوَ يُنْزَعُ مِنْهَا بِذَنَبِهِ۔)) (الصحيحة: ١٣٨٣)

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آپ (چمڑے کے) سرخ خیمے میں تھے اور آپ کے پاس تقریبا چالیس آدمی بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھیں فتوحات نصیب ہوں گی، تمھاری مدد کی جائے گی اور تم غنیمتیں حاصل کرو گے۔ جو آدمی ایسا زمانہ پا لے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے، نیکی کا حکم دے، برائی سے رک جائے اور صلہ رحمی کرے۔جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا پس وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سے تیار کرلے۔وہ آدمی جو کسی قوم کی غیرحق بات پر مدد کرتا ہے، اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کسی کنویں میں گرا دیا گیا اور پھر دم سے پکڑ کا کھینچا گیا۔“

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٤٠١، ورواه ابوداود: ٢/ ٦٢٤ بلفظ: ((من نصر قومه على غير الحق فهو كالبعير الذى ردّى فهو ينزع بذنبه۔)) ولم يسق الحديث بتمامه، وأخرجه الترمذى: ٢٢٥٨ دون قوله: ((ومثل الذى ۔۔۔)) ، رواه ابن ماجه: ٣٠ مقتصرا على قوله: ((ومن كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار۔))

(٢٠٦٣)۔ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ، ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ، ثُمَّ تَغْزُونَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ، ثُمَّ تَغْزُونَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ۔)) (الصحيحة: ٣٢٤٦)

سیدنا نافع بن عتبہ بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جزیرۂ عرب کے باسیوں سے لڑائی کرو گے، اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا، پھر فارس سے لڑائی ہوگی، وہ بھی فتح ہو جائے گا، پھر روم سے لڑائی ہوگی اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور پھر تم دجال سے لڑائی کرو گے، اس پر بھی اللہ تعالیٰ فتح سے ہمکنار کرے گا۔“

تخریج: أخرجه مسلم: ۸/ ۱۷۸، وابن ماجه: ۴۰۹۱ من طريق ابن أبي شيبة۔ وهذا في"المصنف" ۱۵/ ۱۴۶، وأحمد: ۱/ ۱۷۸، وكذا البخاري في"التاريخ": ۴/ ۲/ ۸۱، وابن عاصم أيضا في"الآحاد": ۱/ ۲۶۲/ ۲۴۲/ ۶۴۲، وابن أبي شيبة، والحاكم: ۳/ ۴۳۰

شــرح:...... یہ احادیث، اعلام نبوت میں سے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بہت جلد یہ پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں مسلم مجاہدوں کے قدموں میں ڈھیر ہو گئیں، البتہ ابھی تک دجال سے لڑائی باقی ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ (ظالم) بے بچارہ نہیں ہے، بھی مغلوب ہو جائے گا۔

ترکِ جہاد ہلاکت ہے
﴿ وَأَنْفِقُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ کی تفسیر

(۲۰۶۴)۔ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا تَرَكَ قَوْمٌ الْجِهَادَ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ۔)) (الصحيحة:۲۶۶۳)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ جہاد ترک کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب بھیج دیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في"الأوسط":۲/ ۲۲۸

(۲۰۶۵)۔ قَالَ أَسْلَمُ أَبُوْ عِمْرَانَ: غَزَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ نُرِيْدُ الْقُسْطُنْطِينِيَّةَ وَعَلَى أَهْلِ مِصْرَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَعَلَى الْجَمَاعَةِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ، وَالرُّوْمُ مُلْصِقُوْ ظُهُوْرِهِمْ بِحَائِطِ الْمَدِيْنَةِ، فَحَمَلَ رَجُلٌ مِّنَّا عَلَى الْعَدُوِّ، فَقَالَ النَّاسُ: مَهْ مَهْ! لَا أَلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، يُلْقِيْ بِيَدَيْهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ فَقَالَ أَبُوْ أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ: إِنَّمَا تَأَوَّلُوْنَ هٰذِهِ الْآيَةَ هٰكَذَا أَنْ حَمَلَ رَجُلٌ يُقَاتِلُ يَلْتَمِسُ الشَّهَادَةَ، أَوْ يُبْلِيْ مِنْ نَفْسِهِ! إِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْنَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، لَمَّا نَصَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ، وَأَظْهَرَ الْإِسْلَامَ، قُلْنَا بَيْنَنَا خَفِيًّا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هَلُمَّ نُقِيْمُ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحُهَا

اسلم ابوعمران نے کہا: ہم جہاد کی نیت سے مدینہ سے نکلے، قسطنطنیہ کا ارادہ تھا، اس وقت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر، عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید لشکر کے امیر تھے۔ رومی شہر پناہ کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ ہمارے ایک آدمی نے دشمن پر حملہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا: رک جا، رک جا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه (بڑا تعجب ہے) یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک آدمی شہادت کی آرزو لے کر جہاد کرتا ہے یا وہ (اللہ کی راہ میں) پوری بہادری کا مظاہرہ کرتا ہے اور تم لوگ اسے اس آیت کا مصداق بنا کر روکتے ہو۔ یہ آیت ہم انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد کی اور اسلام کو ظہور بخشا، تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دور ایک نجی مجلس میں کہا: آؤ اب اپنے مال مویشی میں رہ کر ان کی اصلاح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ

فَـأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (اَلْبَقَرَة: ١٩٥) فَالْإِلْقَاءُ بِالْأَيْدِيْ إِلَى التَّهْلُكَةِ: أَنْ نُقِيْمَ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحَهَا وَنَدَعَ الْجِهَادَ، قَالَ: أَبُوْ عِمْرَانَ: فَلَمْ يَزَلْ أَبُوْ أَيُّوْبَ يُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى دُفِنَ بِالْقُسْطُنْطِيْنِيَّةِ۔ (الصحيحة:١٣)

آیت نازل کی: ﴿اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۹۵) ہاتھوں کو ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ ہم مال مویشیوں میں رہ کر ان کی اصلاح کرنے میں مگن ہو جائیں اور جہاد ترک کر دیں۔ ابو عمران کہتے ہیں: اس کے بعد ابوایوب انصاری اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہے، حتی کی قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔

تخريج: رواه أبو داود: ١/ ٣٩٣، والنسائي في "الكبرى": ٦/ ٢٩٩/ ١٠٢٩، وابن أبي حاتم في "تفسيره": ١/ ١٠/ ٢، وابن حبان: ١٦٦٧ـ موارد، والحاكم: ٢/ ٢٧٥

شرح:...... معلوم ہوا کہ ہلاکت وتباہی اس میں ہے کہ آدمی جہاد میں خرچ کرنا یا جہاد کرنا ترک کر دے، کیونکہ ایسا کرنے سے دشمنانِ اسلام اہل اسلام پر غالب آ کر ان پر اپنا حکم مسلط کر دیں گے۔ اس وقت اگر مسلمان بے بسی اور ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں تو اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم نے جہاد ترک کیا اور ہمارا دشمن ہم پر غالب آ گیا۔ اس وقت یعنی ۲۰۰۹ء میں مسلمانوں کی باسٹھ تریسٹھ ریاستیں موجود ہیں، لیکن کوئی ایک ریاست بھی ایسی نہیں ہے، جس کا حکمران بااختیار ہو اور ظالموں کے ظلم کے خلاف کچھ کہہ سکتا ہو۔ (اللہ کی پناہ)

جہاد میں حصہ نہ لینے والے کا وبال

(٢٠٦٦)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ لَّمْ يَغْزُ، أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا، أَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ، أَصَابَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:٢٥٦١)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے جہاد نہیں کیا، یا کسی غازی کو جہاد کا سامان دے کر تیار نہیں کیا یا کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بہتر دیکھ بھال نہیں کی، تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے کسی بڑی (اور اچانک) مصیبت یا حادثے سے دوچار کرے گا۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢٥٠٣، وعنه البيهقي: ٩/ ٤٨، والدارمي: ٢/ ٢٠٩، وابن ماجه: ٢٧٦٢، وابن أبي عاصم في "الجهاد": ٨٣/ ١، والطبراني في "مسند الشاميين": ص١٧٦، و في "المعجم الكبير": ٨/ ٢١١/ ٧٧٤٧، وأبو عباس المقدسي في "الجهاد": ق١٢٠/ ٢

شرح:...... اس میں جہاد سے بے رخی کرنے والے کی سخت مذمت کی گئی ہے۔

افضل جہاد کی صورتیں

(٢٠٦٧)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((أَفْضَلُ الْجِهَادِ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُلْقَوْنَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَلَا يُلْفِتُوْنَ وُجُوْهَهُمْ حَتّٰى يُقْتَلُوْا أُولٰئِكَ يَتَلَبَّطُوْنَ فِي الْغُرَفِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ رَبُّكَ، إِنَّ رَبَّكَ إِذَا ضَحِكَ إِلٰى قَوْمٍ فَلَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ۔))

(الصحيحة: ٢٥٥٨)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل جہاد ان لوگوں کا ہے، جو پہلی صف میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں اور پیچھے کو متوجہ نہیں ہوتے حتی کہ وہ شہید ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنت کے اعلی بالا خانوں میں داخل ہوں گے۔ ان کی طرف تیرا رب دیکھتا ہے اور تیرا رب جب کسی قوم پر ہنس دے تو ان پر کوئی حساب کتاب نہیں ہوتا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "الأوسط": ٢/ ٢٢٧۔ مصورة الجامعة

(٢٠٦٨)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ عُقِرَ جَوَادُهُ وَأُهْرِيْقَ دَمُهُ۔)) (الصحيحة: ٥٥٢)

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افضل جہاد اس آدمی کا ہے جس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں اور اس کا خون بہا دیا جائے۔''

تخريج: أخرجه أحمد

شرح: ...... جان و مال اللہ تعالیٰ کی سونپی ہوئی امانتیں ہیں، اگر انسان دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اللہ تعالیٰ کو یہ امانتیں واپس کر دے تو بڑی سعادت مندی ہوگی، ایسا مجاہد اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کا مصداق بن جاتا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ﴾ (سورۂ توبہ: ١١١) ...... ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال اس بات کے عوض خرید لیے ہیں کہ ان کو جنت ملے گی، یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔''

(٢٠٦٩)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((أَفْضَلُ النَّاسِ (وَفِي رِوَايَةٍ: خَيْرُ النَّاسِ) رَجُلٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ، ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِي شَعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُاللّٰهَ رَبَّهُ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا: کون سے لوگ افضل ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں میں سب سے افضل (یا بہتر) وہ آدمی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ (اس کے بعد اس) مومن (کا درجہ ہے جو) کسی گھاٹی میں فروکش ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا

شَرِّہِ۔)) (الصحیحة:۱۵۳۱) ہے اور لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا۔''

تخریج: أخرجه البخاري: ٦/ ٤، ١١/ ٢٧٧، ومسلم: ٦/ ٣٩، وأبوداود: ١/ ٣٨٩، والنسائي: ٢/ ٥٥، والترمذي: ٣/ ١٦۔ تحفة، وابن ماجه: ٢/ ٤٧٥، والحاكم: ٢/ ٧١، وأحمد: ٣/ ١٦، ٣٧، ٥٦، ٨٨

(۲۰۶۹م): عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: ..... قُلْتُ: یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ﷺ! أَیُّ الشُّھَدَاءِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((مَنْ سُفِکَ دَمُہُ، وَعُقِرَ جَوَادُہُ۔)) (الصحیحة:۱۵۰٤)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کون سے شہدا افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا خون بہا دیا اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٦٥

شرح:...... ان احادیث کا مقصود یہ ہے کہ وہ مجاہد افضل ہے جو اپنی جان اور دنیوی مال و دولت کی پروا نہیں کرتا اور منہمک ہو کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور بالآخر خود بھی جام شہادت نوش کر لیتا ہے اور اس کی سواری بھی اسی میدان میں ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا افضل جہاد کیوں ہے؟

(۲۰۷۰)۔ قَالَ ﷺ: ((اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَةُ عَدْلٍ (وَفِیْ رِوَایَةٍ: حَقٌّ) عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِیْثِ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ، وَأَبِیْ أُمَامَةَ وَطَارِقِ بْنِ شِھَابٍ، وَجَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰہِ رضی اللہ عنہم وَالزُّھْرِیِّ مُرْسَلاً۔ (الصحیحة:٤٩١)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد، ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ عدل (یا کلمۂ حق) کہنا ہے۔'' یہ حدیث سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا ابوامامہ، سیدنا طارق بن شہاب اور سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے اور امام زہری سے مرسلاً مروی ہے۔

تخریج: (١)۔أما حدیث أبی سعید فأخرجه أبوداود: ٤٣٤٤، والترمذی: ٢/ ٢٦، وابن ماجه: ٤٠١١، والحاکم: ٤/ ٥٠٥۔٥٠٦، والحمیدی فی "مسنده": ٧٥٢، وأحمد: ٣/ ١٩، ٦١

(٢)۔وأما حدیث أبی أمامة فأخرجه ابن ماجه: ٤٠١٢، وأحمد: ٥/ ٢٥١، ١٥٦، و المخلص فی بعض الخامس من "الفوائد": ٢٦٠/ ١، والرویانی فی "مسنده: ٣٠/ ٢١٥/ ٢، وأبو بکر بن سلمان الفقیه فی "المنتقی من حدیثه": ٩٦/ ١، وأبو القاسم السمرقندی جزء من "الفوائد المنتقاة": ١١٢/ ١، وابن عدی: ١١٢/ / ٢، والبیهقی فی "الشعب": ٢/ ٤٣٨/ ١، والنسائی: ٢/ ١٨٧، وأحمد: ٤/ ٣١٥، والبیهقی، والضیاء المقدسی فی "الأحادیث المختارة": ٢١/ ٢

(٣)وأما حدیث طارق بن شهاب فاخرجه النسائی: ٢/ ١٨٧، واحمد: ٤/ ٣١٥، والبیقهی

(٤) ـ وأما حديث جابر؛ فأخرجه العقيلي في "الضعفاء": ٣٢١

شرح:...... کلمۂ حق سے مراد امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کی کوئی بات کہنا ہے۔ اس کو افضل جہاد قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مجاہد، دشمن سے لڑتا ہے اسے فتح اور غلبے کی امید بھی ہوتی ہے اور شکست اور مغلوب ہو جانے کا خدشہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص، جابر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق پیش کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں دھکیل رہا ہوتا ہے، اسے جلد ہی بادشاہ کے سامنے مقہور و مجبور کی حیثیت سے حاضر ہونا پڑتا ہے، الا ما شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و محب بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ﴾ (سورۂ مائدہ: ٥٤) ...... "وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہے دے دیتا ہے۔"

جب تک اہل ایمان اس صفت سے متصف ہو کر اللہ تعالیٰ کیلیے بے لوث جذبات کا اظہار نہیں کرتے، اس وقت تک انہیں ایمان کی مٹھاس اور شیر یں نصیب نہیں ہو سکتی، معاشرے میں جن برائیوں اور بیہودگیوں کا چلن عام ہو جاتا ہے، جنہیں معاشرہ سرے سے برائی تسلیم کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتا، ان کے خلاف نیکی پر استقامت اختیار کرنا اور ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر کاربند رہنا اس صفتِ حمیدہ کے بغیر ممکن نہیں۔ وگرنہ بیسیوں لوگ ایسے ہیں جو برائی اور معاشرتی خرابیوں سے اپنا دامن تو بچانا چاہتے ہیں، لیکن ان میں ملامت گروں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہوتی، نتیجتاً وہ ان برائیوں کے دلدل میں پھنس جاتے ہیں اور حق و باطل کے ملکیچر کو اسلام سمجھ کر اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سچی محبت سے محروم رہتے ہیں۔

فرعون و نمرود جیسے باطل پرستوں، جو لمحہ بھر کیلیے نہ مخالفین کو برداشت کر سکتے ہیں اور نہ انہیں کسی قسم کی ایذا پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کر سکتے ہیں، کے سامنے حق و انصاف کا اعلان نہ صرف دل گردے کا کام ہے بلکہ لقمۂ اجل بننے کے مترادف ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا لحاظ کرنا ان ظالموں کی ایذا رسانی کی بہ نسبت برتر ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے افضل جہاد قرار دے کر ہمیں ہر وقت اس قربانی کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

حقیقی جہاد اور جہاد کا مقصد

(٢٠٧١) ـ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ قَالَ: ((أَنْ تُجَاهِدَ نَفْسَكَ وَهَوَاكَ فِي ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.)) (الصحيحة: ١٤٩٦)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر تیرا اپنے نفس اور خواہش سے جہاد کرنا۔"

تخريج: رواه ابن مله في "الأمالي" ٣/ ٢، وأبو نعيم في "الحلية" ٢/ ٢٤٩، والديلمي: ١/ ١/ ١٢٧

شرح :...... جہاد کا اصل مقصود نفس کو سدھارنا ہے اور اس کو یہ باور کرانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں اسے ترجیح نہیں دی جا سکتی ہے، اس غرض و غایت کو دیکھا جائے تو نفس اور خواہشات نفس کی مخالفت کرنا بھی جہاد کے زمرے میں آتا ہے۔

انسان کو اپنے ایمان و اسلام کی حلاوت، مٹھاس اور شیری اس وقت محسوس ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے احکام اور نفس کی خواہشات میں کشمکش شروع ہو جائے اور نتیجتاً انسان اپنے نفس کو پس پشت ڈال کر احکام الٰہی کو مدنظر رکھنے کا نعرہ لگائے، حقیقی ہجرت اور جہاد اسی قربانی کا نام ہے۔

ضعیف لوگوں کا مقام و مرتبہ

(۲۰۷۲)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَبْغُوْنِي الضُّعَفَاءَ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ۔)) (الصحيحة:۷۷۹)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''ضعفا کو میرے لیے تلاش کر کے لاؤ، بیشک تم لوگ انہی کمزوروں کی وجہ سے رزق دیے اور مدد کئے جاتے ہو۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ۱/ ٤٠٥ ـالتازية، والنسائي: ۲/ ٦٥، والترمذي: ۳/ ۳۲، التحفة، وابن حبان: ۱٦۲۰، والحاكم: ۲/ ۱۰٦، ۱٤٥، وأحمد: ٥/ ۱۹۸

شرح :...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کمزوروں کی وجہ سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے، یہ تائید و نصرت صالحین کی ذات کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان کی دعا اور اخلاص کی وجہ سے ہوتی ہے، جیسا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہونے لگا کہ وہ اپنے سے کم مال والے صحابہ پر فضیلت رکھتے ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّمَا يَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيْفِهَا: بِدَعْوَتِهِمْ وَ صَلَاتِهِمْ وَإِخلاصهم۔)) ...... ''اللہ تعالیٰ اس امت کے کمزور لوگوں کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کی وجہ سے اس امت کی مدد کرتا ہے۔ (سنن نسائي: ۲/ ٦٥، الفوائد لتمام: ق ۱۰٥/ ۲، الحلية لأبي نعيم: ٥/ ۲٦)

اس روایت کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے، بلکہ مطلوبہ تفسیر کے علاوہ یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے، اور اسی طرح اس کو امام احمد (۱/۱۷۳) نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیحہ: ۷۷۹) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ضعیف لوگوں کی عبادات و ادعیہ میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں لذت محسوس ہوتی ہے، کیونکہ ان کے دل دنیا کی محبت اور چاہت سے خالی ہوتے ہیں، ان کا صرف ایک مقصد ہوتا ہے کہ ان کی دعائیں قبول اور ان کے اعمال پاک ہو جائیں۔ امیر اور غریب اور قوی اور ضعیف میں بیان کیا گیا مذکورہ بالا فرق امیر اور قوی لوگوں کے لیے قابل تسلیم نہیں ہے، کیونکہ وہ ان تجربات سے نہیں گزرے اور ان کو سرے سے یہ احساس نہ ہو سکا کہ ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تعلق ہوتا ہے۔

غزوۂ حنین اور مقتول کافر سے چھینا ہوا مال

(٢٠٧٣)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ هَوَازِنَ جَاءَتْ يَوْمَ حُنَيْنٍ بِالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَالْإِبِلِ وَالْغَنَمِ، فَصَفُّوهُمْ صُفُوفًا لِيُكْثِرُوْا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ، فَالْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ، فَوَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنَا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ۔)) وَقَالَ: ((يَامَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَنَا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ)) فَهَزَمَ اللّٰهُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَلَمْ يُطْعَنْ بِرُمْحٍ، وَلَمْ يُضْرَبْ بِسَيْفٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ: ((مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ۔)) فَقَتَلَ أَبُوْ قَتَادَةَ يَوْمَئِذٍ عِشْرِيْنَ رَجُلًا، وَأَخَذَ أَسْلَابَهُمْ، فَقَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ضَرَبْتُ رَجُلًا عَلَى حَبْلِ الْعَاتِقِ، وَعَلَيْهِ دِرْعٌ لَهُ فَأُعْجِلْتُ عَنْهُ أَنْ آخُذَ سَلَبَهُ، فَانْظُرْ مَنْ هُوَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَا أَخَذْتُهَا، فَأَرْضِهِ مِنْهَا، فَأَعْطِنِيْهَا! فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ، وَكَانَ لَايُسْأَلُ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ أَوْ سَكَتَ۔ فَقَالَ عُمَرُ: لَا وَاللّٰهِ، لَايُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِهِ وَيُعْطِيْكَهَا! فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ (الصحيحة:٢١٠٩)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہوازن قبیلہ کے لوگ حنین والے دن عورتوں، بچوں، اونٹوں اور بکریوں سمیت آ گئے۔ اُن کو قطاروں میں کھڑا کر دیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں اپنی کثرت کو ظاہر کریں۔ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔'' مزید فرمایا: ''انصار کی جماعت! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دے دی، نہ کسی کو نیزے کا زخم لگا تھا اور نا تلوار کی چوٹ، نبی کریم ﷺ نے اُس دن فرمایا: ''جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو اُس (مقتول) سے چھینا ہوا مال اُسی (قاتل) کے لیے ہو گا۔'' ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اُس دن بیس آدمی قتل کئے اور اُن کا مال ومتاع بھی لے لیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ایک آدمی کے کندھے کے پٹھے پر مارا اور اُس پر زرہ تھی۔ اس کا چھینا ہوا مال میرے پکڑنے سے پہلے کسی اور نے لے لیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ذرا دیکھو، وہ شخص کون ہے؟ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے وہ مال لے لیا تھا۔ آپ قتادہ کو اپنی طرف سے راضی کر دیں اور وہ مال میرے پاس ہی رہنے دیں۔ نبی کریم خاموش ہو گئے اور آپ سے جس چیز کا بھی مطالبہ کیا جاتا، آپ دے دیتے تھے، یا پھر خاموش ہو جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! (ایسے نہیں ہو گا کہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے شیروں میں سے ایک شیر کو مال دیا ہو اور آپ ﷺ تجھے دے دیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے۔

تخريج: أخرجه الحاكم:٢/ ١٣٠، وأخرجه ابو الشيخ فى "اخلاق النبى ﷺ": صـ ٥٢ مختصرا ودون

قوله ((او سكت))، وأخرج مسلم: ٧/ ٧٤ نحوه

شرح:...... نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں سائلین کو نفی میں جواب نہیں ملتا تھا، اس حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ انتہائی سخی تھے اور حسبِ استطاعت ہر کسی کا مطالبہ پورا کر دیتے تھے۔

اس حدیث میں غزوۂ حنین کا ذکر ہے، جس کی ابتدا میں لشکرِ اسلام کو شکست ہوئی، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم تہامہ کی وادیوں میں سے وادیٔ حنین میں جا رہے تھے، یہ وادی بڑی وسیع و عریض تھی، اس میں اوپر نیچے ٹیلے اور چھوٹی ڈھلوانی پہاڑیاں تھیں، ہم اوپر نیچے چڑھتے اور اترتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے، صبح کا اندھیرا قدرے باقی تھا۔ ہماری ارد گرد کی گھاٹیوں میں دشمنانِ اسلام چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے، ہر تنگ مقام پر وہ مورچہ زن تھے اور چاروں سے طرف سے جمع ہو چکے تھے اور حملے کے لیے تیار بیٹھے تھے، جبکہ ہم بالکل بے خبر اور اپنے دھیان میں چلے جا رہے تھے کہ دشمنوں نے ایک زور دار حملہ کر دیا۔ سب مجاہدین شکست کھاتے ہوئے واپس پلٹنے لگ گئے، کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی اور سب بھاگے چلے جا رہے تھے، عجیب سی بھگدڑ مچ گئی تھی، البتہ مہاجروں اور انصاریوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد موجود تھا۔ (مسند احمد) اس کے بعد دوبارہ صف بندی کی گئی، پھر مجاہدین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور فتحیاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس منظر کو ان الفاظ میں بیان کیا: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ○ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○﴾ (سورۂ توبہ: ۲۵، ۲٦) ...... ''مسلمانو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کتنے ہی مواقع پر تمہاری مدد فرما چکا، اب اس حنین کے دن بھی تمہاری مدد فرمائی کہ جب تمہاری کثرتِ تعداد نے تمہیں گھمنڈ میں مبتلا کر دیا تھا، پھر یہ تعداد تمہارے کسی کام نہ آئی اور حنین کی زمین کھلی ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ دکھا کر بھاگے چلے جا رہے تھے۔ ہاں! پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اطمینان کی نعمت نازل فرمائی اور غیبی لشکر کے ساتھ تمہاری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو (تمہارے ہاتھوں سے) عذاب دیا۔ کافروں کے کرتوتوں کا یہی بدلہ ہے۔''

حدیثِ مبارکہ میں اسی آیت کا ذکر ہے، نیز اس حدیث میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ مقتول کافر سے چھینا ہوا مال اس کے قاتل مسلمان کو ملے گا، جیسا کہ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى بِالسَّلْبِ لِلْقَاتِلِ۔ (مسلم)...... نبی کریم ﷺ نے (مسلمان) قاتل کے لیے (اس کے مقتول سے) چھینے ہوئے مال کا فیصلہ فرمایا۔ باقی مالِ غنیمت تمام مجاہدوں میں ان کے حصوں کے بقدر تقسیم ہوگا۔

حیوانات کے حقوق

دنیا میں اس وقت جتنے مذاہب، ادیان اور تہذیبیں موجود ہیں، ان میں اسلام وہ واحد مذہب ہے، جس نے سب

سے پہلے جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے کا سبق دیا، ہاں اس معاملے میں اس دین نے بعض ایسے احکام بھی وضع کیے، جو یورپ اور یورپ نواز طبقے کو چبھتے ہیں۔

(٢٠٧٤)۔ عَنْ سَهْلِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ رضي الله عنه، قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ، فَقَالَ: ((اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ، فَارْكَبُوْهَا، صَالِحَةً، وَكُلُوْهَا صَالِحَةً۔)) (الصحيحة:٢٣)

سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے، جس کی پشت (اس کی لاغری کی وجہ سے) اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پس تم ان پر سواری بھی اس حال میں کرو کہ یہ ٹھیک ہوں اور ان کو چھوڑ دیا کرو اس حال میں کہ یہ تندرست ہوں۔“

تخريج: رواه أبو داود: ٢٤٤٨، وابن حبان: ٨٤٤، وأحمد: ٤/ ١٨٠۔ ١٨١، والطبراني في "الكبير": ٥٦٢٠

(٢٠٧٥)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه، قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى رَجُلٍ وَاضِعٍ رِجْلَهُ عَلٰى صَفْحَةِ شَاةٍ، وَهُوَ يَحُدُّ شَفْرَتَهُ، وَهِيَ تَلْحَظُ إِلَيْهِ بِبَصَرِهَا، فَقَالَ: ((أَفَلَا قَبْلَ هٰذَا؟ أَتُرِيْدُ أَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَتَيْنِ؟!)) (الصحيحة:٢٤)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے، جو اپنا پاؤں بکری کے پہلو پر رکھ کر چھری تیز کر رہا تھا اور وہ اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کام پہلے کیوں نہیں کر لیا؟ کیا تو اسے دو دفعہ ذبح کرنا چاہتا ہے؟“

تخريج: رواه الطبراني في "الكبير": ٣/ ١٤٠/ ١، و"الأوسط": ١/ ٣١/ ١۔من زوائده، والبيهقي: ٩/ ٢٨٠، والحاكم: ٤/ ٢٣١ و ٢٣٣

شرح:...... اس حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ جانوروں میں بھی احساس کا مادہ موجود ہے، اس لیے ان کا لحاظ کرنا چاہیے۔ اس کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے کوئی آدمی جب جانور کو مارنے کے لیے ہاتھ یا لاٹھی کے ساتھ اشارہ کرتا ہے، تو وہ ڈرنے لگ جاتا ہے اور دور ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

(٢٠٧٦)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رضي الله عنه، قَالَ: أَرْدَفَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيْثاً لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحداً مِنَ النَّاسِ، وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ النَّخْلِ، فَدَخَلَ حَائِطاً لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور میرے ساتھ رازداری سے ایک بات کی جو میں کسی سے بیان نہیں کروں گا اور رسول اللہ ﷺ کو قضائے حاجت کے لیے کسی اونچی چیز (دیوار، ٹیلہ وغیرہ) یا کھجور کے جھنڈ کے ساتھ پردہ کرنا سب سے زیادہ پسند تھا۔ سو آپ ﷺ ایک انصاری آدمی کے باغ میں

فَإِذَا جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ ﷺ حَنَّ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَمَسَحَ سِرَاتَهُ إِلَى سَنَامِهِ وَذُفْرَاهُ فَسَكَنَ فَقَالَ: ((مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟)) فَجَاءَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: لِي يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ((أَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللّٰهُ إِيَّاهَا؟ فَإِنَّهُ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيْعُهُ وَتُدْئِبُهُ۔)) (الصحيحة:٢٠)

داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ تھا۔ پس جب اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کی کوہان اور کان کے عقبی حصے پر ہاتھ پھیرا تو اس کو قرار آ گیا۔ آپ نے پوچھا: ''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟'' پس ایک نوجوان انصاری آپ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس جانور کے بارے میں، جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتا؟ کیونکہ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور (مشقت زیادہ لے کر) تھکا دیتا ہے۔''

تخريج: رواه أبوداود: ١/ ٤٠٠، والحاكم: ٢/ ٩٩-١٠٠، وأحمد: ١/ ٢٠٤-٢٠٥، وأبو يعلى فى "مسنده": ١/٣١٨، والبيهقى فى "دلائل النبوة": ٦/ ٢٦، وابن عساكر فى "تاريخه": ٩/ ٢٨/ ١، والضياء فى "الأحاديث المختارة": ١٢٤-١٢٥

(٢٠٧٧)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اِرْكَبُوْا هٰذِهِ الدَّوَابَّ سَالِمَةً، وَايْتَدِعُوْهَا سَالِمَةً، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا كَرَاسِيَّ۔)) (الصحيحة:٢١)

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان جانوروں پر سوار ہو، اس حال میں کہ یہ صحت مند ہوں اور ان کو صحت و سلامتی کی حالت میں ہی چھوڑ دیا کرو اور ان کو کرسیاں نہ بنا لو (یعنی خواہ مخواہ ان پر نہ بیٹھے رہو)۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٢٠٠٢-موارد، والحاكم: ١/ ٤٤٤و٢/ ١٠٠، والبيهقى: ٥/ ١٢٢٥، وأحمد: ٣/ ٤٤٠و٤/ ٢٣٤، وابن قانع فى "معجم الصحابة"، وابن عبدالحكم فى "فتوح مصر": ٢٩٦، وابن عساكر: ٣/ ٩١/ ١

(٢٠٧٨)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَةٍ، فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ، فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ

عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ اپنی بشری حاجت کے لیے تشریف لے گئے، ہم نے (چڑیا کی طرح کا) ایک سرخ پرندہ دیکھا، اس

فَجَعَلَتْ تُفَرِّشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا۔)) وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: ((مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟)) قُلْنَا: نَحْنُ، قَالَ: ((إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ۔)) (الصحيحة:٢٥)

کے ساتھ اس کے دو بچے تھے، ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا۔ تو وہ پرندہ (ان کے گرد منڈلانے اور) اپنے بازو پھڑ پھڑانے لگا، اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور پوچھا: ''اس پرندے کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے رنج پہنچایا ہے؟ اسے اس کے بچے لوٹا دو۔'' پھر آپ نے چیونٹیوں کی ایک بستی دیکھی جس کو ہم نے جلا دیا تھا، آپ نے پوچھا: ''یہ بستی کس نے جلائی ہے؟'' ہم نے جواب دیا: ہم نے (جلائی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگ کا عذاب دینا تو آگ کے رب کو ہی سزاوار ہے۔''

تخريج: رواه البخاري في "الأدب المفرد": ٣٨٢، وأبوداود: ٢٦٧٥، والحاكم: ٤/ ٢٣٩

(٢٠٧٩)۔ عَنْ سَوَادَةَ بْنِ الرُّبَيِّعِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلْتُهُ۔ فَأَمَرَلِي بِذَوْدٍ، ثُمَّ قَالَ لِي: ((إِذَا رَجَعْتَ إِلَى بَيْتِكَ فَمُرْهُمْ، فَلْيُحْسِنُوْا غِذَاءَ رِبَاعِهِمْ وَمُرْهُمْ فَلْيُقَلِّمُوْا أَظْفَارَهُمْ وَلَا يَبْطِلُوْا بِهَا ضُرُوْعَ مَوَاشِيْهِمْ إِذَا حَلَبُوْا۔)) (الصحيحة:٣١٧)

سیدنا سوادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے میرے لیے کچھ اونٹنیوں کا حکم دیا اور مجھے فرمایا: ''جب تو اپنے گھر پہنچے تو انھیں کہنا کہ موسم بہار میں پیدا ہونے والے ان کے بچوں کو اچھی غذا دیں گے، نیز انھیں کہنا کہ وہ اپنے ناخن تراش لیں تاکہ دودھ دوہتے وقت مویشیوں کے تھنوں کو تکلیف نہ ہو۔''

تخريج: رواه الامام أحمد: ٣/ ٤٨٤، والبيهقي: ٨/ ١٤

(٢٠٨٠)۔ عَنْ سَوَادَةَ بْنِ الرُّبَيِّعِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَأَمَرَ لِي بِذَوْدٍ قَالَ لِي: ((مُرْ بَنِيْكَ أَنْ يَقُصُّوْا أَظَافِرَهُمْ عَنْ ضُرُوْعِ إِبِلِهِمْ وَمَوَاشِيْهِمْ۔)) وَقُلْ لَهُمْ: ((فَلْيَحْتَلِبُوْا عَلَيْهَا سِخَالَهَا، لَا تُدْرِكُهَا السَّنَةُ وَهِيَ عِجَافٌ۔)) قَالَ: ((هَلْ لَكَ مِنْ مَالٍ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، لِي مَالٌ وَخَيْلٌ وَرَقِيْقٌ۔ قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالْخَيْلِ،

سیدنا سودہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ نے میرے لیے کچھ اونٹوں کا حکم دیا اور مجھے فرمایا: ''اپنے بیٹوں کو حکم دینا کہ اپنے ناخن کاٹ دیں تاکہ اونٹنیوں اور دوسرے مویشیوں کے تھنوں کو تکلیف نہ ہو، اور انھیں یہ بھی کہنا کہ وہ دودھ دوہیں اور ان کے بچوں کے لیے بھی چھوڑیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ قحط سالی کی وجہ سے وہ لاغر و کمزور ہو جائیں۔'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''تیرے پاس کوئی مال ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں، میرے پاس مال،

فَارْتَبِطْهَا، الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِي نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ۔)) (الصحيحة:١٩٣٦)

گھوڑے اور غلام ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑوں کو پالنے کا اہتمام کئے رکھ، ان کو سرحدی حفاظت کے لیے تیار رکھ۔ گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر وابستہ ہے۔''

تخریج: أخرجه البخاري في "التاريخ": ٢/ ٢/ ١٨٤، ورواه احمد: ٣/ ٤٨٤ دون قوله: ((وقل لهم فليحتلبوا ......۔)) و رواه الطبراني و البزار بلفظ: ((الخيل معقود في نواصيها الخير۔))

(٢٠٨١)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَخْصَبَتِ الْأَرْضُ فَانْزِلُوْا عَنْ ظَهْرِكُمْ، وَأَعْطُوْهُ حَقَّهُ مِنَ الْكَلَأِ، وَإِذَا أَجْدَبَتِ الْأَرْضُ فَامْضُوْا عَلَيْهَا، وَعَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ۔))

(الصحيحة:٦٨٢)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب سرسبز و شاداب زمین آ جائے تو سواری سے نیچے اتر آیا کرو اور اسے چرنے دیا کرو اور جب قحط زدہ زمین آ جائے تو سوار ہو جایا کرو اور رات کو سفر کیا کرو کیونکہ رات کو زمین کی مسافت مختصر ہو جاتی ہے۔''

تخريج: أخرجه الطحاوي في "المشكل": ١/ ٣١، وأبو يعلى: ٦/ ٣٠١، والخطيب: ٨/ ٤٢٩، والبيهقي: ٥/ ٢٥٦

(٢٠٨٢)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((إِيَّاكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ، فَإِنَّ اللّٰهَ ـ تَعَالٰى ـ إِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ إِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ، وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ، فَعَلَيْهَا فَاقْضُوْا حَاجَاتِكُمْ))

(الصحيحة:٢٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی سواریوں کی پیٹھوں کو منبر سمجھ کر (ان پر) بیٹھے ہی نہ رہا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمھارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ یہ تمھیں ایسے شہر میں پہنچا دیں جہاں تم بغیر آدھی جان کئے پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین بنائی ہے، اس پر اپنی حاجتیں پوری کیا کرو۔''

تخريج: رواه أبوداود: ٢٥٦٧، وعنه البيهقي: ٥/ ٢٥٥، وأبوالقاسم السمرقندي في "المجلس١٢٨ من الأمالي"، وعنه ابن عساكر: ١٩/ ٨٥/ ١

(٢٠٨٣)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَوْ غُفِرَ لَكُمْ مَا تَأْتُوْنَ إِلَى الْبَهَائِمِ لَغُفِرَ لَكُمْ كَثِيْراً۔))

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو تم چوپائیوں سے (ظلم) کرتے ہو، اگر وہ بخش دیا جائے، (تو سمجھ لو کہ) بہت کچھ معاف کر دیا گیا ہے۔''

(الصحيحة: ٥١٤)

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٤٤١، والبيهقي

(٢٠٨٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعاً: ((أَخِّرُوْا الأَحْمَالَ عَلَى الْإِبِلِ فَإِنَّ الْيَدَ مُعَلَّقَةٌ، وَالرِّجْلَ مُوْثَقَةٌ۔)) (الصحيحة: ١١٣٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اونٹوں سے بوجھ اتار دیا کرو، کیونکہ (اس حالت میں) ان کے ہاتھ بھی بندھے ہوتے ہیں اور ٹانگیں بھی باندھی ہوتی ہے۔''

تخريج: رواه أبو القاسم بن الجراح الوزير في المجلس السابع من "الأمالي" ٢/ ١، وابن صاعد في "جزء من أحاديثه" ٩/ ٢، والمخلص في الثاني من السادس من "الفوائد المنتقاة" ١٨٨/ ١

شرح:...... شریعتِ اسلامیہ میں ہر ذی روح چیز کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے، سیدنا ابو یعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ...... فَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوْا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ۔)) (مسلم) یعنی: ''اللہ تعالی نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے...... اور جب جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، ہر آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی چھری تیز کر لے اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام پہنچائے۔''

جانور کو اس کی زندگی میں سکون پہنچانے کی قدر و قیمت کا اس حدیث سے اندازہ لگانا آسان ہو گیا ہے کہ جس میں جانور کے ذبح کرنے لیے راحت رساں طریقہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم جانوروں خصوصا پالتو جانوروں کو چارہ ڈالنے میں، سزا دینے اور بار بردار جانوروں پر بوجھ لادنے میں اور سب کے باڑوں کو آرام دہ بنانے میں شریعت کی نصیحتوں پر عمل کریں۔

(٢٠٨٥)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سِرْتُمْ فِي أَرْضٍ خَصْبَةٍ، فَأَعْطُوْا الدَّوَابَّ حَقَّهَا أَوْ حَظَّهَا وَإِذَا سِرْتُمْ فِي أَرْضٍ جَدْبَةٍ فَانْجُوْا عَلَيْهَا، وَعَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ وَإِذَا عَرَّسْتُمْ، فَلَا تَعْرُسُوْا عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ فَإِنَّهَا مَأْوٰى كُلِّ دَابَّةٍ۔)) (الصحيحة:١٣٥٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سبزہ زاروں میں سفر کر رہے ہو تو جانوروں کو ان کا حق دیا کرو (یعنی ان کو چرنے دیا کرو) اور جب قحط زدہ زمین سے گزر ہو رہا ہو تو تیز چلا کرو اور رات کو سفر کیا کرو کیونکہ رات میں زمین کی مسافت مختصر ہو جاتی ہے۔ جب تم کہیں پڑاؤ ڈالو تو وسطِ راہ میں ڈیرہ مت لگایا کرو، کیونکہ (ایسے مقامات رات کو) ہر قسم کے جانوروں کا ٹھکانہ ہوتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه البزار: صـ١١٣ـ زوائده، والبيهقي: ٥/ ٢٥٦

شرح:...... جب لوگ اونٹوں، گھوڑوں، خچروں اور گدھوں جیسی سواریوں پر سفر کرتے تھے، تو وہ صرف اپنے ہمراہ کھانے پینے کی چیزیں لے کر جاتے تھے، جانوروں کی خوراک کا انحصار زمین کی پیدوار پر ہوتا تھا۔ اس لیے شریعت نے سبزہ زاروں میں جانور کو چرنے کا موقع دینے کا حکم دیا اور قحط زدہ زمین میں جلدی سفر کرنے کی تلقین کی ہے تاکہ چارہ نہ ملنے کی وجہ سے جانور اتنا کمزور نہ ہو جائے کہ وہ چلنے سے عاجز آ جائے، اگر اس قاعدے پر عمل کیا گیا تو جانور بھی ظلم سے بچ جائے گا اور مسافر کو بھی کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔

قارئین کرام! آجکل سفر کے لیے چوپائیوں کو بطورِ سواری استعمال نہیں کیا جاتا۔ مختصر سفر کے لیے موٹر سائیکل اور طویل سفر کے موٹر کاریں اور بسیں وغیرہ استعمال کی جاتی ہیں، شاید اس حدیث کی رو سے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ پٹرول پمپ سے گزرتے وقت گاڑیوں کے ایندھن کا جائزہ لے لینا چاہیے، تاکہ کسی ایسی جگہ ڈیزل اور پٹرول وغیرہ ختم نہ ہو جائے، جہاں دور دور تک تیل دستیاب نہ ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ موٹر سائیکل کا تیل ختم ہو جانے وجہ سے لوگوں کو پیدل لمبا لمبا سفر کرنا پڑتا ہے اور اسی طرح موٹر کاروں میں سفر کرنے والے اس مصیبت میں مبتلا ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر مختلف اسباب کے ذریعے تیل منگوا کر روانہ ہوتے ہیں۔ تیل ختم ہو جانے کی وجہ سے گاڑی کو تکلیف تو نہیں ہوتی، لیکن بسا اوقات مسافر کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حدیثِ مبارکہ کے دوسرے حصے میں سفر کے دو آداب کی وضاحت کی گئی ہے۔

ہم نے "اَلْأَضَاحِيْ وَالذَّبَائِحِ وَالْأَطْعِمَةَ وَالْأَشْرِبَةَ وَالْعَقِيْقَةَ وَالرِّفْقِ بِالْحَيْوَانِ" میں جانداروں کے ساتھ نرمی کرنے پر اسلامی احکام کی روشنی میں بحث کی تھی، قارئین کے استفادہ کے لیے اس مقام پر وہ بحث نقل کرنا ضروری ہے۔

معزز قاری حضرات! ہم بجا طور پر اس حقیقت پر نازاں ہیں کہ روئے زمین پر پائے جانے والے مذاہب میں اسلام واحد مذہب ہے جس نے تمام جانداروں سے نرمی کرنے کا درس دیا ہے، اس معاملے میں آپ ﷺ سے ثابت ہونے والی احادیث کا تذکرہ ہی کافی ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ اس موضوع پر صحیحہ (۲۰) سے (۳۰) تک کل گیارہ احادیث نقل کیں، ہم ان کو اور اس مقام پر امام صاحب کی پیش کی گئی بحث کو بالاختصار حوالۂ قلم کرتے ہیں، (جو روایات مذکورہ بالا باب میں گزر چکی ہیں، ان کو ذکر نہیں کیا جائے گا):

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے، جو اپنا پاؤں بکری کے پہلو پر رکھ کر چھری تیز کر رہا تھا اور وہ اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَفَلَا قَبْلَ هٰذَا؟ أَتُرِيْدُ أَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَتَيْنِ؟!)) ...... "یہ کام پہلے کیوں نہیں کر لیا؟ کیا تو اسے دو دفعہ ذبح کرنا چاہتا ہے؟" (معجم کبیر: ۳/ ۱٤٠/ ۱، صحیحہ: ۲٤)

عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ اپنی بشری حاجت کے لیے تشریف لے گئے، ہم نے (چڑیا کی طرح کا) ایک سرخ پرندہ دیکھا، اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے، ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا۔ وہ پرندہ (ان کے گرد منڈلانے اور) اپنے پر پھڑ پھڑانے لگا، اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا إِلَيْهَا۔)) وَرَأٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: ((مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟)) قُلْنَا: نَحْنُ، قَالَ: ((إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ۔)) ......''اس پرندے کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے رنج پہنچایا ہے؟ اسے اس کے بچے لوٹا دو۔'' اور آپ نے چیونٹیوں کی ایک بستی دیکھی جس کو ہم نے جلا دیا تھا، تو آپ نے پوچھا: ''یہ بستی کس نے جلائی ہے؟'' ہم نے جواب دیا: ہم نے (جلائی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگ کا عذاب دینا تو آگ کے رب کو ہی سزاوار ہے۔'' (ابوداود: ۲۶۷۵، صحیحہ: ۲۵)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِرْكَبُوْا هٰذِهِ الدَّوَابَّ سَالِمَةً، وَايْتَدِعُوْهَا سَالِمَةً، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا كَرَاسِيَّ۔)) (مسند احمد: ۳/ ۴۴۰، ۴/ ۲۳۴، صحیحہ: ۲۱) ......''ان جانوروں پر سوار ہو، اس حال میں کہ یہ صحتمند ہوں اور ان کو صحت و سلامتی کی حالت میں ہی چھوڑ دیا کرو اور ان کو کرسیاں نہ بنالو (یعنی خواہ مخواہ ان پر نہ بیٹھے رہا کرو)۔''

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں بکری ذبح کرتا ہوں اور اس کے ساتھ شفقت کرتا ہوں (یہ عمل کیسا ہے؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَالشَّاةُ إِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللّٰهُ۔)) ......''اگر تو نے بکری کے ساتھ شفقت کی ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے گا۔'' (مسند احمد: ۳/ ۴۳۶، ۵/ ۳۴، صحیحہ: ۲۶)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ۔)) (الصحیحۃ: ۲۸) ......''ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا، اس نے اسے قید کر دیا تھا حتی کہ وہ مر گئی، پس وہ اس کی وجہ سے جہنم میں داخل گئی۔ نہ اس نے اسے کھلایا پلایا جب کہ اس نے اسے قید کر رکھا تھا اور نہ اسے اس نے چھوڑا کہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔'' (بخاری: ۲۳۶۵، مسلم: ۲۲۴۲، صحیحہ: ۲۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ، إِذِ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا، فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ وَخَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ، فَمَلَأَ

خُفَّهُ، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ حَتَّى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ فَقَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ فَقَالَ: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.)) ..... ''ایک وقت آدمی راستے پر چلا جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اس نے ایک کنواں پایا، پس اس میں اتر کر اس نے پانی پیا، پھر باہر نکل آیا، وہیں ایک کتا تھا جو پیاس کے مارے زبان باہر نکالے (ہانپتے ہوئے) کیچڑ چاٹ رہا تھا، پس اس آدمی نے (دل میں) کہا کہ اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس نے ستایا ہے جس طرح میں اس کی شدت سے بے حال ہو گیا تھا، چنانچہ وہ (دوبارہ) کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑے اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل اور جذبے کی قدر کی اور اسے معاف کر دیا۔ (یہ سن کر) صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے لیے چوپایوں (پر ترس کھانے) میں بھی اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ہاں) ہر تر جگر والے (جاندار کی خدمت اور دیکھ بھال) میں اجر ہے۔'' (بخاری: ٦٠٠٩، مسلم: ٢٢٤٤،صحیحہ: ٢٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بَيْنَمَا كَلْبٌ يَطِيفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَنَزَعَتْ مُوقَهَا، فَاسْتَقَتْ لَهَا بِهِ فَسَقَتْهُ إِيَّاهُ، فَغُفِرَ لَهَا بِهِ.)) ''ایک وقت ایک کتا کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا، اسے پیاس مارے دے رہی تھی، کہ اچانک اسے بنی اسرائیل کی فاحشہ عورتوں میں سے ایک بدکار عورت نے دیکھا، بس اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعے سے اس نے اس کے لیے (کنویں سے) پانی کھینچا اور اسے پلا دیا، پس اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے بخش دیا گیا۔'' (بخاری: ٣٤٦٧، مسلم: ٥٨٦١،صحیحہ: ٣٠)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ رَحِمَ وَلَوْ ذَبِيحَةَ عُصْفُورٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ..... ''جس نے رحم کیا، اگرچہ معاملہ چڑیا کو ذبح کرنے کا ہو، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس پر رحم فرمائے گا۔'' (الشعب للبیهقی: ٣/ ٣/ ١٤٥/ ١،معجم کبیر: ٧٩١٣، ٧٩١٥،صحیحہ: ٢٧)

یہ مرفوع احادیث تھیں، امام البانی رحمہ اللہ نے احادیثِ نبویہ کے بعد صحابہ و تابعین کے درج ذیل آثار پیش کیے:

(۱) مسیب بن دارم کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ ایک اونٹ والے کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو اس اونٹ پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ کیوں لادتا ہے؟ (طبقات ابن سعد: ٧/ ١٢٧)

(۲) عاصم بن عبید اللہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے ذبح کرنے کے لیے بکری پکڑی اور اس کے سامنے چھری تیز کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے لگائے اور کہا: کیا تو اس کی روح کو عذاب دینا چاہتا ہے؟ بکری کو پکڑنے سے پہلے چھری تیز کیوں نہیں کر لی؟ (بیہقی: ٩/ ٢٨٠۔ ٢٨١)

(۳) محمد بن سیرین کہتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ بکری کو ذبح کرنے کے لیے اس کو کھینچ کر لے جا رہا تھا۔ آپ نے اسے کوڑے لگائے اور کہا: تیری ماں مرے! اس کو موت کی طرف اچھے انداز میں لے کر جا۔

(بیہقی : ۹/ ۲۸۰۔ ۲۸۱)

(۴) وہب بن کیسان کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک چرواہا ویران سی جگہ پر بکریاں چرا رہا تھا۔ جب ابن عمر نے اچھی چراگاہ دیکھی تو اسے کہا: او چرواہے! تو مرے! اپنی بکریوں کو فلاں مقام میں چرنے کے لیے لے جا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''ہر نگہبان سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (مسند احمد: ۵۸۶۹)

(۵) معاویہ بن قرہ کہتے ہیں: سیدنا ابو دردا رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اونٹ تھا، اس کو ''دمون'' کہتے تھے، جب کوئی آدمی ان سے عاریۃً اونٹ لیتا تو آپ اس کے لیے بوجھ کا تعین کرتے کہ اس مقدار سے زیادہ نہ لادنا، کیونکہ اس میں اس سے زیادہ طاقت نہیں ہے، جب سیدنا ابو دردا کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے اونٹ سے مخاطب ہو کر کہا: اے دمون! کل میرے رب کے پاس مجھ کوئی جھگڑا نہ کرنا، کیونکہ میں تجھ پر اتنا بوجھ لادتا تھا، جتنی تجھے طاقت تھی۔ (قال الالبانی: رواہ ابو الحسن الاخمیمی فی حدیثہ: ق ۶۳/ ۱)

(۶) ابو عثمان ثقفی کہتے ہیں: عمر بن عبد العزیز کا غلام ان کے خچر پر کام کرتا تھا اور ہر روز ایک درہم کما کر لاتا تھا، ایک دن وہ ڈیڑھ درہم کما کر لایا۔ آپ نے اسے کہا: یہ (آدھا درہم زیادہ) کیسے ممکن ہوا؟ اس نے کہا: آج بازار میں بڑی تیزی تھی۔ انھوں نے کہا: نہیں، تو نے تو خچر کو تھکا دیا، اب تین دنوں تک اس کو آرام کرنے دے۔ (الزھد للامام احمد: ۱۹/ ۵۹/ ۱) ابو عثمان کے حالات مجھے نہ مل سکے۔

پھر امام البانی رحمہ اللہ نے ان روایات سے استدلال کرتے ہوئے کہا: میرے علم کے مطابق یہ وہ احادیث و آثار ہیں، جو اس موضوع سے متعلقہ ہیں۔ معلوم ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانات کے ساتھ نرمی کرنے کی جتنی توجیہات بیان کی ہیں، قرونِ اولی کے مسلمان ان سے متاثر تھے، جتنے دلائل ہم نے ذکر کیے ہیں، ان کو سمندر میں سے ایک قطرہ سمجھیں۔

یقینی طور پر کہنا پڑے گا کہ اسلام وہ مذہب ہے، جس نے سب سے پہلے جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے کا سبق دیا۔ اس کے برعکس بعض جاہلوں کا خیال ہے کہ یورپی کفار نے حیوانات کے ساتھ نرمی کرنے کی تعلیم دی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل یورپ کو قرونِ اولی کے مسلمانوں کے جتنے آداب موصول ہوئے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ حیوانات سے نرمی برتی جائے۔ پھر انھوں نے اس میں وسعت اختیار کی اور غلو سے کام لیا، اس کی تنظیم و تنسیق کی اور اس کے لیے کمیٹیاں تشکیل دیں۔ ان کی محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ خوبی ان کی طرف منسوب ہونے لگی، بلکہ بعض جاہلوں نے تو یہ سمجھ لیا کہ یہی لوگ اس خصلت کے موجد ہیں، ان کو یہ وہم اس بنا پر بھی ہوا کہ اسلامی سلطنتوں میں کوئی ایسا نظام نظر نہیں آ رہا، حالانکہ وہ اس خصلت سے متصف ہونے کے سب سے زیادہ مستحق تھیں۔

بعض یورپی ممالک میں غلو کی حد تک حیوانات کے ساتھ نرمی پائی جاتی ہے۔ میں نے (مجلّہ ہلال: مجلد ۲۷، ج: ۹،

ص:۱۲۶) میں ''حیوان اور انسان'' کے عنوان میں ان کے غلو کی درج ذیل مثال پڑھیں:

تقریباً ۱۹۵۰ء کی بات ہے، کوپنہاجن کے ریلوے سٹیشن میں چمگادڑوں نے تہ بتہ گھونسلے بنا رکھے تھے، جب یہ طے پایا کہ اس سٹیشن کی عمارت کو گرا کر اس کی تعمیر نو کی جائے تو بلدیہ نے چمگادڑوں کو تتر بتر ہونے سے بچانے کے لیے ایک گنبد تعمیر کیا، جس پر ہزار ہا پونڈ صرف کیے گئے۔

تین سال پہلے کی بات ہے کہ انگلینڈ کی ایک بستی میں دو چٹانوں کے درمیان ایک سوراخ میں کتیا کا پلّا گر گیا، اس کو بچانے کے لیے ارباب حکومت نے چٹانوں کو کاٹنے کے لیے ایمرجنسی کے سو آدمیوں کو مامور کیا۔

جب سے سائنسی علوم کے حصول کے لیے حیوانات کا استعمال شروع ہوا، جیسا کہ انگلینڈ نے اپنے راکٹ یا میزائل میں کتے کو اور امریکہ نے بندر کو بھیجا تھا، اس وقت سے بعض علاقوں میں عام رائے یہی پائی جا رہی ہے کہ حیوانات کو اسی قسم کے سلوک کا مستحق سمجھا جائے۔ (صحیحہ: ۱/ ۶۹)

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ امام البانی رحمہ اللہ کے مرقد پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ورثہ ہم تک پہنچانے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ (آمین)

ہر مخلوق کے ساتھ احسان کرنا

(۲۰۸۶)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه مَرْفُوعاً: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ، إِذِ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطْشُ، فَوَجَدَ بِئْراً، فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ وَخَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطْشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطْشِ مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ، فَمَلَأَ خُفَّهُ، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْراً؟ فَقَالَ: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.)) (الصحيحة:۲۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ) ایک آدمی راستے پر چلا جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اس نے ایک کنواں پایا، پس اس میں اتر کر اس نے پانی پیا، پھر باہر نکل آیا، وہیں ایک کتا تھا جو پیاس کے مارے زبان باہر نکالے (ہانپتے ہوئے) کیچڑ چاٹ رہا تھا، پس اس آدمی نے (دل میں) کہا کہ اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس نے ستایا ہے جس طرح میں اس کی شدت سے بے حال ہو گیا تھا، چنانچہ وہ (دوبارہ) کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑ کر اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل اور جذبے کی قدر کی اور اسے معاف کر دیا۔ (یہ سن کر) صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے لیے چوپایوں (پر ترس کھانے) میں بھی اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ہاں) ہر تر جگر والے (جاندار کی خدمت اور دیکھ بھال) میں اجر ہے۔''

تخریج: رواه مالك في "الموطأ": ص۹۲۹۔۹۳۰، وعنه البخاري في "صحيحه": ۲/ ۷۷، ۱۰۳،

٤/ ١١٧۔ طبع أوروبا، وفي "الأدب المفرد": ٣٧٨، ومسلم: ٧/ ٤٤، وأبوداود: ٢٥٥٠، وأحمد ٢/ ٣٧٥و ٥١٧

شــرح:......اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کے ساتھ، حتی کہ جانوروں کے ساتھ بھی احسان کرنا چاہئے، اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ معمولی نیکیوں کو معمولی سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا سبب بن سکتی ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں کتے کو پانی پلانا بخشش کا سبب بن گیا۔

(٢٠٨٧)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا: ((بَيْنَمَا كَلْبٌ يَطِيفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطْشُ، إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا، فَاسْتَقَتْ لَهَا بِهِ فَسَقَتْهُ إِيَّاهُ، فَغُفِرَلَهَا بِهِ۔)) (الصحيحة:٣٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک وقت ایک کتا کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا، اسے پیاس مارے دے رہی تھی، اچانک اسے بنی اسرائیل کی فاحشہ عورتوں میں سے ایک بدکار عورت نے دیکھا، بس اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعے سے اس نے اس کے لیے (کنویں سے) پانی کھینچا اور اسے پلا دیا، پس اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے بخش دیا گیا۔''

تخريج: رواه البخاري: ٢/ ٢٧٦۔طبع أوروبا، ومسلم: ٧/ ٤٥، وأحمد: ٢/ ٥٠٧

حیوانات کو تکلیف دینا باعث عذاب ہے

(٢٠٨٨)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنه مَرْفُوعًا: ((عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، لَاهِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ۔)) (الصحيحة:٢٨)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا' اس نے اسے قید کر دیا تھا حتی کہ وہ مر گئی، پس وہ اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو گئی۔ نہ اس نے اسے کھلایا پلایا جب کہ اس نے اسے قید کر رکھا تھا اور نہ اسے اس نے چھوڑا کہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔''

تخريج: رواه البخاري في "صحيحه": ٢/ ٧٨۔طبع أوروبا، وفي "الأدب المفرد": ٣٧٩، ومسلم: ٧/ ٤٣

شرح:......حیوانات کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک ضروری ہے، ان کے ساتھ سنگ دلی کا مظاہرہ حرام ہے۔

جانور کو آگ سے داغنا منع ہے

(٢٠٨٩)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما، قَالَ: كَانَ الْعَبَّاسُ يَسِيرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى بَعِيرٍ قَدْ وَسَمَهُ فِي وَجْهِهِ بِالنَّارِ، فَقَالَ:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ پر جا رہے تھے، انھوں نے اس اونٹ کے چہرے داغ کر خاص نشان ڈالا ہوا تھا۔

((مَاهٰـذَا الْمِيسَمِ يَاعَبَّاسُ؟)) قَالَ: مِيْسَمٌ كُـنَّا نَسِمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ: فَقَالَ: ((لَاتَسِمُوْا بِالْحَرِيْقِ۔)) يَعْنِيْ فِي الْوَجْهِ۔ (الصحيحة: ۳۰۵)

آپ ﷺ نے پوچھا: ''عباس! یہ کون سی علامت ہے؟'' انھوں نے کہا: ہم جاہلیت میں یہ علامت لگاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''داغ کر علامت نہ لگایا کرو۔'' آپ ﷺ کا مقصد چہرے پر داغنے سے منع کرنا تھا۔

تخريج: رواه الطبراني في "المعجم الكبير": ۳/ ۱٤۲/ ۱۔۲

شرح:...... اس موضوع کی تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ علامت اور امتیاز کے لیے جانور کے چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں پر داغنا جائز ہے، ایک دفعہ جب نبی کریم ﷺ ایک ایسے گدھے پر سے گزرے، جس کے چہرے کو داغا ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس کو (چہرے پر) داغا۔'' (مسلم)

جانوروں کی گردنوں میں گھنٹیاں لٹکانا منع ہے

(۲۰۹۰)۔ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُوْسٰى، قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَمَرَّتْ رُفْقَةٌ لِأُمِّ الْبَنِيْنَ فِيْهَا أَجْرَاسٌ، فَحَدَّثَ سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رَكْبًا مَعَهُمْ جُلْجُلٌ۔)) فَكَمْ تَرٰى فِي هٰؤُلَاءِ مِنْ جُلْجُلٍ۔ (الصحيحة:۱۸۷۳)

ابوبکر بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہ بن عمر کے ساتھ تھا، ام البنین کا ایک قافلہ گزرا، اس سے گھنٹیوں کی آواز آ رہی تھی۔ سالم نے اپنے باپ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھونگرو (اور چھوٹی گھنٹیاں) ہوں۔'' ان لوگوں (کے قافلے) میں بہت سارے گھونگرو ہیں۔

تخريج: أخرجه النسائي: ۲/ ۲۹۱، وأحمد: ۲/ ۲۷، والطبراني في "الاوسط": ۸۰۹۵، والحاكم في "الكنى"

شرح:...... گھنٹی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو جانور کی گردن میں لٹکا دی جائے اور حرکت کے ساتھ آواز پیدا ہوتی رہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الجرس مزامير الشيطان۔)) ... ''گھنٹی (یا گھنگرو) شیطان کے باجے ہیں۔''

آج کل اس شیطانی باجے سمیت باجے، بانسریاں، ساز ومضراب اور گانے بجانے اور موسیقی (میوزک) کے دیگر آلات اتنے عام ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ علاوہ ازیں لوگوں کی فطرتیں اس قدر مسخ ہو چکی ہیں کہ وہ موسیقی کو روح کی غذا سمجھنے لگ گئے ہیں۔ ہاں ہاں، یہ کہنا درست ہے کہ جن کی روحیں شیطان کے قبضہ وتصرف میں ہوں، ان شیطانی روحوں کی غذا یقیناً موسیقی اور گانا بجانا ہی ہو سکتا ہے، کیونکہ گندگی میں رہنے والے کو گندگی اس طرح راس آ جاتی ہے کہ پھر گندگی کے بغیر اس کا گزارہ ہی نہیں ہو سکتا۔

عصر حاضر میں مسافر کا دل بہلانے کے بہانے کاروں، بسوں اور ہوائی جہازوں میں جن فحش اور حیا سوز وڈیو فلموں کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ کسی حیادار کا اس میں سفر کرنا موت کے مترادف ہے، اگر کوئی انتظامیہ سے ان کو بند کرنے کی درخواست کرتا ہے تو تمام سواریاں اس کی طرف گھورنا شروع کر دیتی ہیں۔

مسجد میں اشعار پڑھنا درست ہیں، لیکن ......

(۲۰۹۱)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ مَرَّ بِحَسَّانَ رضی اللہ عنہ وَهُوَ يَنْشُدُ الشِّعْرَ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَحَظَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أَنْشُدُ وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فَقَالَ: أَنْشُدُكَ اللّٰهَ، أَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَجِبْ عَنِّي، اَللّٰهُمَّ! أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔)) (الصحيحة: ۹۳۳)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا حسّان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ مسجد میں بآواز بلند اشعار پڑھ رہے تھے، انھوں نے اسے گھورا، لیکن انھوں نے کہا: میں مسجد میں اس وقت بھی اشعار پڑھتا تھا، جب تجھ سے بہتر ہستی (یعنی نبی کریم ﷺ) مسجد میں موجود ہوتی تھی۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''(حسان!) تم میری طرف سے (اشعار کی صورت میں) جواب دو۔ اے اللہ! روح القدس کے ذریعے اس کی مدد فرما۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ۷/ ۱۶۲-۱۶۳، وأبوداود: ۲/ ۳۱٦، والطيالسي: صـ ۳۰٤، رقم ۲۳۰۹، وأحمد: ۲/ ۲٦۹، ۵/ ۲۲۲

شرح:...... شعر یا نثر ہونے کی وجہ سے کسی کلام کی مذمت یا تعریف نہیں کی جا سکتی۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الشِّعْرُ بِمَنْزِلَةِ الْكَلَامِ، حَسَنُهُ كَحَسَنِ الْكَلَامِ، وَقَبِيْحُهُ كَقَبِيْحِ الْكَلَامِ۔)) (دارقطني، صحيحه: ٤٤٧) ......''اشعار، عام (نثر) کلام کی طرح ہیں، یعنی اچھے اشعار، اچھے کلام اور برے اشعار، برے کلام کی طرح ہیں۔''

معلوم ہوا کہ کوئی کلام نثر یا شعر ہونے کی وجہ سے قابل تعریف یا قابل مذمت نہیں ہوتی، بلکہ اس کے اچھا یا برا ہونے کا دارومدار اس میں بیان کیے گئے مفہوم پر ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث "الاخلاق والبر والصلة" میں ''کیا شعر و شاعری قابل نفرت ہے؟'' کے عنوان کے تحت کی گئی ہے۔ اس لیے مساجد میں اچھے اشعار پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جن آیات و احادیث میں اشعار کی مذمت کی گئی ہے، ان سے مراد برے اشعار ہیں۔

اظہارِ تشکر کے لیے اور جہاد میں ثابت قدم رہنے کے لیے دعائیہ اشعار پڑھنا

(۲۰۹۲)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ رضی اللہ عنہ:

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول

أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي مَسِيْرٍ لَّهُ، فَقَالَ لَـهُ: ((يَـا ابْـنَ رَوَاحَةَ! اِنْـزِلْ، فَحَرِّكِ الرِّكَابَ۔)) فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ تَرَكْتُ ذَاكَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اسْمَعْ وَأَطِعْ قَالَ: فَرَمٰى نَفْسَهُ وَقَالَ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِن لَّاقَيْنَا

(الصحيحة: ۳۲۸۰)

اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''ابن رواحہ! نیچے اترو اور سواریوں کو بھگاؤ۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو یہ کام ترک کر چکا ہوں۔ (یہ سن کر) سیدنا عمر نے کہا: سن اور اطاعت کر۔ اس نے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا اور کہا: اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم نہ ہدایت پاتے، نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے..... ہم پر سکینت نازل کر دے اور جب (دشمنوں سے) آمنا سامنا ہو جائے تو قدموں کو ثابت قدم رکھنا۔

تخريج: أخرجه النسائي في"السنن الكبرى": ٥/ ٧٠/ ٨٢٥١، وكذا البيهقي: ١٠/ ٢٢٧

عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا کیسا ہے؟

عورتوں کا بطورِ معالج لشکرِ اسلام کے ساتھ جانا

(۲۰۹۳)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ رضی اللہ عنہا كَانَتْ مَعَ أَبِي طَلْحَةَ رضی اللہ عنہ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَإِذَا مَعَ أُمِّ سُلَيْمٍ رضی اللہ عنہا خَنْجَرٌ، فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: مَا هٰذَا مَعَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟ فَقَالَتْ: اتَّخَذْتُهُ، إِنْ دَنَا مِنِّي أَحَدٌ مِّنَ الْكُفَّارِ أَبْعَجُ بِهِ بَطْنَهُ، فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَلَا تَسْمَعُ مَاتَقُوْلُ أُمُّ سُلَيْمٍ؟ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَقْتُلُ مَنْ بَعْدَنَا مِنَ الطُّلَقَاءِ انْهَزَمُوْا بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! فَقَالَ: ((يَا أُمَّ سُلَيْمٍ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ كَفَانَا وَأَحْسَنَ۔))

(الصحيحة: ۳۲۶۰)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حنین والے دن ام سلیم، ابو طلحہ کے ساتھ تھیں، ام سلیم کے پاس ایک خنجر بھی تھا، ابوطلحہ نے پوچھا: ام سلیم! یہ تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے یہ اٹھایا ہوا ہے کہ اگر کوئی کافر میرے قریب ہوا تو میں اس کا پیٹ پھاڑ کر آنتیں نکال دوں گی۔ ابوطلحہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ ام سلیم کی بات سن رہے ہیں؟ وہ ایسے ایسے کہہ رہی ہے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جب وہ شکست کھا کر بے مہارے بنیں گے تو میں ان کو قتل کر دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ام سلیم! بیشک اللہ عز وجل نے ہمیں کفایت کیا ہے اور بہت خوب کیا ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٢٨٦، وأسحاق بن راهويه في"مسنده": ٤/ ١٥/ ١، وأخرجه مسلم: ٥/ ١٩٦

(۲۰۹۴)۔ عَنْ أُمِّ كَبْشَةَ رضی اللہ عنہا امْرَأَةٍ مِنْ قُضَاعَةَ: أَنَّهَا اسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ أَنْ تَغْزُوَ مَعَهُ؟ فَقَالَ: لَا۔ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أُدَاوِي الْجَرِيْحَ، وَأَقُوْمُ عَلَى الْمَرِيْضِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِجْلِسِيْ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَغْزُوْ بِامْرَأَةٍ۔)) (الصحيحة.۲۸۸۷)

سیدہ ام کبشہ رضی اللہ عنہا، جن کا تعلق قضاعہ قبیلے سے تھا، نے نبی ﷺ سے جہاد کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(میں تجھے اجازت) نہیں (دیتا)۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں زخمیوں کا علاج اور مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم رہنے دو، کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (ﷺ) عورتوں کو جہاد پر لیے جاتے ہیں۔“

تخريج: أخرجه ابن سعد ۸/ ۲۲۵۔۲۲۶

(۲۰۹۵)۔ عَنْ أُمِّ كَبْشَةَ رضی اللہ عنہا۔ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي عُذْرَةَ۔ أَنَّهَا قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِيْذَنْ لِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَ جَيْشِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: ((لَا)) قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنِّي لَا أُرِيْدُ الْقِتَالَ، إِنَّمَا أُرِيْدُ أَنْ أُدَاوِيَ الْجَرْحٰى وَأَقُوْمَ عَلَى الْمَرْضٰى قَالَ: ((لَوْلَا أَنْ تَكُوْنَ سُنَّةٌ يُقَالُ: خَرَجَتْ فُلَانَةٌ، لَأَذِنْتُ لَكِ، وَلٰكِنِ اجْلِسِيْ فِي بَيْتِكِ۔)) (الصحيحة: ۲۷٤۰)

سیدہ ام کبشہ رضی اللہ عنہا، جو بنوعذرہ قبیلے کی خاتون ہیں، کہتی ہیں: اے اللہ کے رسول! مجھے (جہاد کے لیے) فلاں لشکر میں نکلنے کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں لڑنا نہیں چاہتی، میرا ارادہ ہے کہ میں زخمیوں کا دوادارو اور بیماروں کی دیکھ بھال کروں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس طرح کہا جانے کی روٹین بن جانے اندیشہ نہ ہوتا کہ فلاں نکل گئی ہے تو میں تجھے اجازت دے دیتا، بس تو اپنے گھر میں بیٹھی رہ۔“

تخريج: أخرجه الطبراني في"الأوسط": ۱/ ۲۷۰/ ٤٦٠٤، وفي "الكبير": ۲۵/ ۱۷٦/ ٤۳۱، وابن منده في"المعرفة": ۲/ ۳٦۲/ ۲ عنه، وابن حجر في"تخريج المختصر": ق۱۳۷/ ۱

شرح:...... مذکورہ بالا روایات کے ساتھ ساتھ درج ذیل احادیث ذہن نشین کر لیں:

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ((نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ: اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔)) ”جی ہاں، ان پر بھی جہاد ہے، لیکن اس میں قتال نہیں ہے اور وہ ہے حج اور عمرہ (کی ادائیگی)۔“ (ابن ماجه: ۲۹۰۱، مسند احمد: ٦/ ۱٦۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول: ہمارا خیال ہے کہ جہاد افضل عمل ہے، کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا، وَلٰكِنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ۔)) ”نہیں، ہاں افضل جہاد تو حج مبرور ہے، (وہ تم کر سکتی ہو)۔“ (بخاری. ۱۵۲۰)

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوے میں جاتی تھیں، لوگوں کو پانی پلاتی تھیں، زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور مقتولین کو مدینہ کی طرف لوٹاتی تھیں۔'' (بخاری : ۲۸۸۲)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عورتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوے میں شریک ہوتی تھیں، (لیکن ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ) وہ مریضوں کا علاج کرتی تھیں اور مال غنیمت سے ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی، رہا مسئلہ مقررہ حصے کا (جیسا کہ مجاہدوں کو دیا جاتا تھا) تو وہ انھیں نہیں ملتا تھا۔ (مسلم، ابوداود، ترمذی)

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے، البتہ وہ جہاد والا اجر وثواب حج وعمرہ کے ذریعے حاصل کر سکتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کو پردے کا، آواز پست کرنے کا اور سکون کا حکم دیا گیا ہے، جبکہ جہاد میں ان تینوں امور کی مخالفت ہوتی ہے، اگر وہ مجاہدین کے ساتھ جائیں تو ان کی ذمہ داری یہ ہوگی کہ وہ پانی پلائیں مریضوں کی نگہداشت کریں اور مجاہدوں کو پیچھے سے تیر وغیرہ پکڑا دیں۔ رہا مسئلہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تو وہ دفاعی لڑائی پر دلالت کرتی ہے، جس میں ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق اپنا دفاع کر سکتا ہے۔

لیکن بعض احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں بحیثیت خادم و معالج عورتوں کو شمولیت سے منع کر دیا ہے، جبکہ بعض احادیث میں اجازت بھی دی ہے اور عملاً ایسے ہوا بھی ہے۔ یہ کوئی تضاد یا تناقض نہیں ہے، بلکہ اس اجازت یا عدم اجازت کا انحصار ضرورت و حاجت پر ہے، جیسا کہ امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس تضاد کو دیکھ کر نسخ کا دعوی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب مجاہدین کی تعداد کم تھی اور وہ سارے کے سارے لڑنے میں مصروف ہو گئے تھے، اس وقت عورتوں کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دی گئی تھی، بصورت دیگر ان کو شرکت کرنے سے منع کر دیا گیا۔ رہا مسئلہ عورتوں کو جہادی ٹریننگ دینے کا اور ان کو معرکہ میں لڑنے کے لیے لے جانے کا، جیسا کہ بعض اسلامی ممالک میں ہو رہا ہے، تو یہ اس زمانے کی دریافت اور بدعت ہے اور کیمونسٹوں کا دستور ہے اور سلف صالحین کے منہج کی کھلی مخالفت ہے۔ عورتوں کو نہ اس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا اور نہ ان کو یہ زیب دیتا ہے، اگر دشمن ان کو قیدی بنا لیتے ہیں تو کیا بنے گا۔ واللہ المستعان۔

رہا مسئلہ امور سیاست و جہانبانی، اقتصاد و تجارت اور حرب وضرب وغیرہ کا تو اسلام میں ان کاموں کے اصل ذمہ دار مرد ہیں، اسلامی تعلیمات میں اس قسم کی کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی فوجی ٹریننگ دے کر انہیں محاذ جنگ پر بھیجا جائے۔ عورت اپنے گھر کی چاردیواری کے اندر کے ماحول کی ملکہ ہے، اسے چاہئے کہ وہ اس مقام پر اکتفا کرے اور خاوندوں کو سمجھنا چاہئے کہ وہ بال بچوں کے خورد ونوش اور رہن سہن کے ذمہ دار ہیں، ہاں اگر کوئی واقعی مجبور ہے اور ماحول شریعت کے قوانین کے مطابق سازگار ہے، بطور مثال عورت کی بے پردگی نہیں ہوتی، غیر محرم مردوں کے ساتھ میل ملاپ نہیں ہوتا، کوئی راز فاش ہونے کا خطرہ نہیں ہوتا تو کوئی سرکاری یا غیر سرکاری کام کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، محض ''مزکڑوں'' سے باز رہنا چاہئے۔

حج مبرور، وہ ہے جس میں حاجی اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرے

مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکالنا

(۲۰۹۶)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَوْصَى بِثَلَاثَةٍ، فَقَالَ: ((أَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَاكُنْتُ أُجِيْزُهُمْ۔)) ثُمَّ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَ فَأُنْسِيْتُهَا۔

(الصحيحة:۱۱۳۳)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں: ''مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکال اور، وفود سے وہی سلوک کر و جو میں کرتا ہوں۔'' ابن عباس نے کہا: آپ ﷺ تیسری چیز سے خاموش رہے، یا فرمایا: ''مجھے بھلا دی گئی۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ۶/ ۲۰۸، ومسلم: ۵/ ۷۵، وأبوداود: ۲/ ۴۳، والطحاوي: ۴/ ۱۶، والبيهقي: ۹/ ۲۰۷، وأحمد: رقم ۱۹۳۵

(۲۰۹۷)۔ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: آخِرُ مَاتَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَخْرِجُوْا يَهُوْدَ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ نَجْرَانَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاعْلَمُوْا أَنَّ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔))

(الصحيحة:۱۱۳۲)

سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آخری بات، جو نبی ﷺ نے ارشاد فرمائی، یہ تھی: ''حجازی اور نجرانی یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور جان لو کہ بدترین لوگ وہ ہیں جو اپنے انبیا کی قبروں کو مسجدیں بنا لیتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: رقم ۱۶۹۱، و الدارمي: ۲/ ۲۳۳، وأبويعلي: صـ۲۴۸، و الحميدي: ۸۵، البيهقي: ۹/ ۲۰۸، والطيالسي: ۲۲۹

(۲۰۹۸)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((لَئِنْ عِشْتُ لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، حَتّٰى لَا أَتْرُكَ فِيْهَا إِلَّا مُسْلِماً۔))

(الصحيحة: ۱۱۳۴)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں زندہ رہا تو یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا اور یہاں صرف مسلمانوں کو رہنے دوں گا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ۵/ ۱۶۰، وأبوداود: ۲/ ۴۳، والترمذي: ۲/ ۳۹۸، والحاكم: ۴/ ۲۷۴، والبيهقي: ۹/ ۲۰۷، وأحمد: ۱/ ۳۲

شرح:...... العرب: بحر ہند، بحر شام، پھر دجلہ فرات نے جتنے علاقے پر قبضہ کیا ہوا ہے یا طول کے لحاظ سے عدن ابین کے درمیان سے لے کر اطراف شام تک کا علاقہ اور عرض کے اعتبار سے جدہ سے لے کر آبادی عراق کے اطراف تک کا علاقہ جزیرۃ العرب کہلاتا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کی، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد یہودیوں کو وہاں سے نکال دینے کا ارادہ کیا، کیونکہ اس وقت خیبر کی زمین تو اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہو چکی تھی۔ یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کو خیبر میں رہنے دیا جائے، وہ کام کریں گے اور نصف پیداوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا اور فرمایا: ''ہم جب تک چاہیں گے تم لوگوں کو یہاں ٹھہرنے کی اجازت دیں گے۔'' سو وہ وہیں رہے، حتی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تیما اور اریحا کے مقام کی طرف جلا وطن کر دیا۔ (بخاری: ۲۳۳۸) تیما اور اریحا، شام میں ہیں۔

وفود سے نبوی اچھا سلوک اختیار کیا جائے

(۲۰۹۹)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَوْصٰى بِثَلَاثَةٍ، فَقَالَ: ((أَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَاكُنْتُ أُجِيْزُهُمْ۔)) ثُمَّ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَ فَأُنْسِيْتُهَا۔ (الصحيحة:۱۱۳۳)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں فرمائیں: ''مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، وفود سے وہی سلوک کرو جو میں کرتا ہوں۔'' ابن عباس نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری چیز سے خاموش رہے، یا آپ نے فرمایا: ''مجھے بھلا دی گئی ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٦/ ٢٠٨، ومسلم: ٥/ ٧٥، وأبوداود: ٢/ ٤٣، والطحاوي: ٤/ ١٦، والبيهقي: ٩/ ٢٠٧، وأحمد: رقم ١٩٣٥

شرح:...... معلوم ہوا کہ باہر سے آنے والے وفود کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ جب تک وہ اقامت اختیار کریں، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے، اس میں بہت بڑی مصلحت ہے، کیونکہ وفد اپنی قوم کا سفیر ہوتا ہے، اگر اس کے ساتھ اچھا سلوک اختیار نہ کیا جائے تو وہ اپنی قوم کو اسلام اور اہل اسلام سے متنفر کر سکتا ہے۔

رات کو سفر کرنے کی ترغیب

(۲۱۰۰)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَخْصَبَتِ الْأَرْضُ فَانْزِلُوْا عَنْ ظَهْرِكُمْ، وَأَعْطُوْهُ حَقَّهُ مِنَ الْكَلَأِ، وَإِذَا أَجْدَبَتِ الْأَرْضُ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب سرسبز و شاداب زمین آ جائے تو سواری سے نیچے اتر آیا کرو اور اسے چرنے دیا کرو اور جب قحط زدہ زمین آ جائے تو سوار ہو جایا کرو اور رات کو سفر کیا کرو

فَامْضُوْا عَلَيْهَا، وَعَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ.)) (الصحيحة:٦٨٢)

کیونکہ رات کو زمین کی مسافت مختصر ہو جاتی ہے۔“

تخريج. أخرجه الطحاوي في "المشكل": ١/ ٣١، وأبو يعلى: ٦/ ٣٠١، والخطيب ٨/ ٤٢٩، والبيهقي ٥/ ٢٥٦

(۲۱۰۱)۔ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ.)) (الصحيحة: ٦٨١)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم رات کو سفر کیا کرو، کیونکہ رات کو زمین سکڑ جاتی ہے (یعنی اس کی مسافت مختصر ہو جاتی ہے)۔“

تخريج. أخرجه أبو داود: ٢٥٧١، والحاكم: ٢/ ١١٤، وعنه البيهقي ٥/ ٢٥٦

شرح:...... ان احادیث میں رات کو سفر کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، یہ بات علیحدہ ہے کہ تنہائی اور خلوت سے بچنا چاہیے کہ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ أَبَدًا.)) ”اگر لوگوں کو اس طرح پتہ چل جائے، جس طرح میں جانتا ہوں کہ تنہائی (کے کیا نقصانات) ہیں تو رات کو کوئی مسافر اکیلا سفر پر نہ نکلے۔“ (صحیحہ: ٦١) اس موضوع پر تفصیلی بحث ”الآداب والاستئذان“ میں ”رات کو اور دوران سفر خلوت اختیار کرنا منع ہے“ کے عنوان میں کی جا چکی ہے۔

کئی اسباب ہیں، جن کی وجہ رات کو سفر کی رفتار تیز ہو جاتی ہے، مثال کے طور پر چلنے والے کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس نے ابھی تک سفر کم کیا ہے، جبکہ وہ زیادہ فاصلہ طے کر چکا ہوتا ہے، اسی طرح قدرتی طور پر رات کو چلنے والے کی رفتار تیز ہو جاتی ہے، اور وہ دن کی بہ نسبت کم تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے اور اندھیرے کی وجہ سے دوسری چیزوں سے مسافر کی توجہ ہٹ جاتی ہے، اس چیز سے اس کو اپنا سفر جاری رکھنے میں مدد ملتی ہے، نیز مسافروں اور سواریوں کے چلاؤ میں روڑے اٹکانے والی رکاوٹیں بھی کم ہو جاتی ہیں۔ اس حدیث میں یہ وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے کہ زمین سکیڑ دی جاتی ہے۔ ہوائی سفر کرنے والے لوگ بتلاتے ہیں کہ دن کی بہ نسبت رات کو ہوائی جہاز جلدی پہنچ جاتے ہیں۔

دوراں سفر جلدی چلنے کی ترغیب

(۲۱۰۲)۔ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ، ثُمَّ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ الْمُشَاةُ مِنْ أَصْحَابِهِ وَصَفُّوْا لَهُ، وَقَالُوْا: نَتَعَرَّضُ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے سال نکلے، پیادہ صحابہ آپ کے پاس جمع ہوئے، صف بنا کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: ہم رسول اللہ ﷺ کی

لِدَعْوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: اشْتَدَّ عَلَيْنَا السَّفَرُ، وَطَالَتِ الشُّقَّةُ، قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِسْتَعِيْنُوْا بِالنَّسْلِ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ عَنْكُمُ الْأَرْضَ تَخِفُّوْنَ لَهُ۔)) فَفَعَلْنَا ذٰلِكَ وَخِفْنَا لَهُ. وَذَهَبَ مَاكُنَّا نَجِدُ۔ (الصحيحة: ٢٥٧٤)

دعاؤں کے درپے ہوتے ہیں۔انھوں نے کہا: سفر دشوار ہو گیا ہے اور مسافت لمبی ہے (کیا کریں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیز چلنے کی صورت میں مدد طلب کرو، اس طرح سفر بھی جلدی ہو گا اور تم لوگ خفت بھی محسوس کرو گے۔'' ہم نے ایسے ہی کیا ہمیں خفت محسوس ہوئی اور جس چیز کا ہمیں احساس ہو رہا تھا وہ ختم ہو گئی۔

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في "صحيحه" ١/ ٢٥٥/ ١، وابويعلى في "مسنده": ٣/ ٤٠٠/ ١٨٨٠

شرح:......وفي رواية ابي سعيد: ((اِرْبِطُوْا اَوْسَاطَكُمْ بِأَرْدِيَتِكُمْ وَعَلَيْكُمْ بِالْهَرْوَلَةِ۔))

''اپنی کمروں پر چادریں کس لو اور عام چال سے تیز چلو۔''

(٢١٠٣)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: شَكَا النَّاسُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الْمَشْيَ، فَدَعَا بِهِمْ فَقَالَ: ((عَلَيْكُمْ بِالنَّسَلَانِ۔)) فَنَسَلْنَا فَوَجَدْنَاهُ أَخَفَّ عَلَيْنَا۔ (الصحيحة:٤٦٥)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے پیدل چلنے کی شکایت کی، آپ ﷺ نے انھیں بلایا اور فرمایا: ''تیز چلا کرو۔'' ہم نے تیز چلنا شروع کر دیا، اس میں ہمیں خفت محسوس ہوئی۔

تخريج: رواه الحاكم: ١/ ٤٤٣، ٢/ ١٠١، والبزار: ١٦٦٣، وأبو نعيم في "الطب": ٢/ ٨/ ١

شرح:...... بسا اوقات انسان اپنے آپ کو سست محسوس کرتا ہے، اگر ایسی صورت میں اسے ایسے کام پر لگا دیا جائے، جس سے پھرتی کے ساتھ کرنا پڑے، تو سستی دور ہو جاتی ہے۔

یہی معاملہ صحابہ کے ساتھ تھا، جب انھوں نے ضعف اور ناتوانی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کو قدم اٹھا کر جلد جلد چلنے کا حکم دیا، اس طرح سے جسمانی ریاضت ہوتی ہے، محسوس ہونے والی کمزوری ختم ہو جاتی ہے اور بدن کو قوت مل جاتی ہے۔

دورانِ سفر تنہائی سے منع کر دیا

(٢١٠٤)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه: نَهَى ﷺ عَنِ الْوَحْدَةِ: أَنْ يَبِيْتَ الرَّجُلُ وَحْدَهُ، أَوْ يُسَافِرَ وَحْدَهُ۔ (الصحيحة: ٦٠)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تنہائی، یعنی آدمی کو اکیلا رات گزارنے اور اکیلا سفر کرنے سے منع فرمایا۔

تخريج: رواه أحمد: ٢/ ٩١

(٢١٠٥)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه مَرْفُوْعاً: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ فِي الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ تنہائی (کے کیا

مَاسَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ أَبَداً۔)) نقصانات) ہیں تو رات کو کوئی مسافر اکیلا سفر پر نہ نکلے۔''

(الصحيحة:٦١)

تخريج:رواه البخاري:٢/ ٢٤٧، والترمذي: ١/ ٣١٤، والدارمي: ٢/ ٢٨٩، وابن ماجه: ٣٧٦٨، وابن حبان في "صحيحه": ١٩٧٠۔ موارد، والحاكم: ٢/ ١٠١، وأحمد: ٢/ ٢٣و٢٤و٨٦و١٢٠، والبيهقي: ٥/ ٢٥٧، وابن عساكر: ١٨/ ٨٩/ ٢

(٢١٠٦)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً:((اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ.))

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مسافر شیطان ہوتا ہے، دو مسافر بھی شیطان ہوتے ہیں، تین مسافر ہوں تو قافلہ بنتا ہے۔''

(الصحيحة:٦٢)

تخريج: مالك: ٢/ ٩٧٨/ ٣٥، وعنه أبوداود: ٢٦٠٧، وكذاالترمذي: ١/ ٣١٤، والحاكم: ٢/ ١٠٢، والبيهقي: ٥/ ٢٦٧، وأحمد: ٢/ ١٨٦و٢١٤، والخطيب في "التاريخ": ٥/ ٣٨٣

شرح:...... نفع ونقصان کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس نے لوگوں کے ظاہری حالات و احساسات کو مدنظر رکھ کر تحفظ کے قوانین وضع کیے ہیں، ایک قانون یہ ہے کہ تنہا سفر نہ کیا جائے۔

عصرِ حاضر کے ماحول نے اس حدیثِ مبارکہ کی وضاحت میں خوب مدد کی ہے۔ مثلاً:

☆ سفر کے دوران ہونے والے حادثات کی وجہ سے لقمۂ اجل بن جانا یا زخمی ہو جانا

☆ اچانک موذی بیماریوں میں مبتلا ہو جانا

☆ ڈاکوؤں، چوروں اور جیب کتروں کے حملوں کی کثرت

☆ بوریت و اکتاہٹ

☆ جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کر سکنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے ہاں معروف ہے کہ ایک، ایک ہوتا ہے اور دو، گیارہ ہوتے ہیں۔ بہر حال جو خطرات تنہائی کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں، اجتماع کی وجہ سے وہ کم ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ پیدل سفر کرتے ہیں اور دورانِ سفر کئی ویران مقامات سے ان کا گزر ہوتا ہے، وہ ذاتی تجربات کی روشنی میں وضاحت کر سکتے ہیں کہ انسانوں کو شیطانوں کے تنگ کرنے کی کیا کیا صورتیں ہوتی ہیں۔ حملہ کرنے والے انسان ہوں یا شیطان ہوں یا درندے ہوں، وہ سمجھتے ہیں کہ مسافر اب اکیلا ہے اور اب دو چار ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق رفقائے سفر کی کم از کم تعداد تین ہونی چاہیے۔ (ترمذی، ابوداود)

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اکیلے بلکہ دو افراد کا سفر کرنا بھی حرام ہے،

آپ ﷺ کی نہی اسی حکم کا تقاضا کرتی ہے اور دوسری حدیث میں ایسے آدمی کو شیطان یعنی نافرمان کہا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ﴿شیاطین الانس والجن﴾ (سورۂ انعام: ۱۱۲) میں شیاطین سے مراد نافرمان انس و جن ہیں۔

امام طبری ؒ نے کہتے ہیں: آداب سفر کی تعلیم دینے کے لیے اس حدیث میں زجر و توبیخ کرتے ہوئے رہنمائی کی گئی ہے، کیونکہ تنہائی میں وحشت کا خطرہ ہوتا ہے، بہرحال یاد رہے کہ اکیلا سفر کرنا حرام نہیں ہے، حقیقتِ حال یہ ہے کہ جو آدمی کسی جنگل سے اکیلا گزر رہا ہوتا ہے یا اکیلا رات گزار رہا ہوتا ہے، وہ کسی وجہ سے وحشت اور گھبراہٹ محسوس کر سکتا ہے، بالخصوص جب بندہ بلند افکار کا مالک اور قوی دل والا نہ ہو۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کہ وحشت زدہ ہونے یا نہ ہونے میں لوگوں میں تفاوت پایا جاتا ہے، لیکن شریعت نے سرے سے یہ دروازہ بند کرنے کے لیے وحدت سے منع کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اکیلے سفر کرنا مکروہ ہے، البتہ دو ہوں تو کراہت میں کمی آجاتی ہے۔ مناوی نے یہ بات ''الفیض'' میں ذکر کی۔

میں (البانی) کہتا ہوں: شاید ان احادیث کا مصداق صحراؤں اور جنگلوں میں سفر کرنے والا مسافر ہو، جس کو شاذ و نادر ہی کوئی بندہ نظر آتا ہے، چونکہ آج کل سڑکیں ہموار ہیں اور ٹرانسپورٹ عام ہے، ایسے حالات میں اکیلے سفر کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں بعض صوفیوں کا بھی ردّ کیا گیا ہے، جو سیاحت اور نفس کو سدھارنے کے لیے جنگلوں میں نکل جاتے ہیں اور زیادہ تر بھوک اور پیاس کی وجہ سے مر جاتے ہیں، جیسا کہ ان کی حکایات میں ذکر کیا جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت بہترین سیرت ہے۔ (صحیحہ: ۶۲)

لیکن احادیث مبارکہ کا ظاہری مفہوم اس حقیقت کی تائید کرتا ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر رات کو اور سفر کے دوران تنہائی سے بچنا چاہیے، اسباب کی وضاحت درج بالا بحث میں ہو چکی ہے، شاہراہوں اور ٹرانسپورٹ کی کثرت کے باوجود ویران علاقوں سے گزرنا پڑتا ہے، ڈاکوؤں اور چوروں کی ریل پیل عام ہے، دورانِ سفر کہیں رات گزارنا پڑتی ہے، خطرناک بیماریوں کا اچانک لاحق ہو جانا عام ہے اور عصرِ حاضر میں دوران سفر اموات کی کثرت نے ان احادیث کے مفہوم کو اور زیادہ واضح کر دیا ہے۔ لہٰذا خلوت سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

(۲۱۰۷)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ (خَيْبَرَ) فَاتَّبَعَهُ رَجُلَانِ، وَآخَرُ يَتْلُوْهُمَا يَقُوْلُ: اِرْجِعَا اِرْجِعَا، حَتّٰى رَدَّهُمَا، ثُمَّ لَحِقَ الْأَوَّلَ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَيْنِ شَيْطَانَانِ، وَإِنِّي لَمْ أَزَلْ بِهِمَا حَتّٰى رَدَدْتُهُمَا، فَإِذَا أَتَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّا

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں: ایک آدمی خیبر سے نکلا، دو آدمی اس کے پیچھے چل پڑے اور ایک ان کے پیچھے، جو انھیں کہتا تھا: لوٹ آؤ، لوٹ آؤ۔ (یہاں تک کہ) انھیں لوٹا دیا، پھر وہ پہلے آدمی کو جا ملا اور اسے بتایا کہ یہ دو شیطان تھے، میں ان کے ساتھ لگا رہا، حتی کہ انھیں لوٹا دیا۔ جب تو رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ کو میرا سلام عرض کرنا اور بتلا دینا کہ میں یہاں صدقات جمع کر رہا ہوں، اگر

هٰهُنَا فِي جَمْعِ صَدَقَاتِنَا وَلَوْ كَانَتْ تَصْلُحُ لَهُ لَبَعَثْنَا بِهَا إِلَيْهِ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ الرَّجُلُ الْمَدِينَةَ أَخْبَرَ النَّبِيَّ فَعِنْدَ ذٰلِكَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْخَلْوَةِ۔

(الصحيحة: ٣١٣٤)

آپ ﷺ کے لائق ہوں تو ہم بھیج دیں گے۔ وہ آدمی مدینہ میں پہنچا اور نبی ﷺ کو اس کا پیغام پہنچا دیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے خلوت (تنہائی) سے منع کر دیا۔

تخريج: أخرجه الحاكم ٢/ ١٠٢، وأحمد ١/ ٢٧٨، ٢٩٩

(٢١٠٨)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ خَيْبَرَ، فَتَبِعَهُ رَجُلَانِ، وَرَجُلٌ يَتْلُوْهُمَا يَقُوْلُ: اِرْجِعَا، حَتّٰى أَدْرَكَهُمَا فَرَدَّهُمَا، ثُمَّ لَحِقَ الْأَوَّلَ قَالَ: إِنَّ هٰذَيْنِ شَيْطَانَانِ وَإِنِّي لَمْ أَزَلْ بِهِمَا حَتّٰى رَدَدْتُهُمَا عَنْكَ، فَإِذَا أَتَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاقْرَأْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ السَّلَامَ، وَأَعْلِمْهُ أَنَّا فِي جَمْعِ صَدَقَاتِنَا، وَلَوْ كَانَتْ تَصْلُحُ لَهُ بَعَثْنَا بِهَا إِلَيْهِ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ الرَّجُلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَهُ، فَنَهٰى عِنْدَ ذٰلِكَ عَنِ الْخَلْوَةِ۔

(الصحيحة: ٢٦٥٨)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی خیبر سے نکلا، دو آدمی اس کے پیچھے چل پڑے اور ایک ان دونوں کے پیچھے۔ (آخری آدمی) ان دو سے کہتا رہا: لوٹ آؤ۔ حتی کہ ان کو پا لیا اور واپس لوٹا دیا، پھر پہلے کو جا ملا اور اسے کہا: یہ دو شیطان تھے، میں ان کو پھسلاتا رہا، حتی کہ ان کو واپس کر دیا۔ جب تو رسول اللہ ﷺ کے پہنچے تو آپ کو میرا سلام دینا اور بتلانا کہ میں ادھر زکوۃ جمع کر رہا ہوں، اگر وہ آپ کے لیے مناسب ہے تو ہم بھیج دیں گے۔ جب وہ آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو سارا واقعہ بیان کیا، اس وقت آپ ﷺ نے خلوت سے منع کر دیا۔

تخريج: أخرجه الحاكم ٢/ ١٠٢، والبيهقي في "الدلائل" ٢/ ٢/ ٢٢٩/ ٢، وكذا البزار في "مسنده": رقم ٢٠٢٢۔ كشف الأستار

شرح: ...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں خلوت اور تنہائی سے منع کرنے کی ایسی وجہ بیان کی جا رہی ہے، جو ہمارے لیے معقول المعنی نہیں ہے اور اس تفسیر کے خلاف ہے، جو میں امام طبری کے حوالے سے صحیحہ کی حدیث نمبر (٦٢) میں بیان کی۔ (صحیحہ: ٢٦٥٨)

اسلام قبول کرنے والا اپنی جائداد کا زیادہ مستحق ہے

(٢١٠٩)۔ عَنْ صَخْرِ بْنِ عَيْلَةَ رضی اللہ عنہ: إِنَّ قَوْمًا مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ فَرُّوْا عَنْ أَرْضِهِمْ حِيْنَ

سیدنا صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو بنو سلیم قبیلہ کے کچھ لوگ اپنی زمینوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے،

جَاءَ الْإِسْلَامُ، فَأَخَذْتُهَا فَأَسْلَمُوْا، فَخَاصَمُوْنِي فِيْهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَرَدَّهَا عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: ((إِذَا أَسْلَمَ الرَّجُلُ فَهُوَ أَحَقُّ بِأَرْضِهِ وَمَالِهِ.)) (الصحيحة: ۱۲۳۰)

میں نے ان پر قبضہ کر لیا اور وہ مسلمان ہو (کر واپس آ) گئے اور اس کے بارے میں نبی ﷺ تک جھگڑا لے گئے۔ آپ ﷺ نے انھیں زمینیں واپس دلا دیں اور فرمایا: ''جب کوئی آدمی مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ اپنی زمین اور مال کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٣١٠

شرح:...... معلوم ہوا کہ اس قسم کی جائداد کا حقدار اس کا اصل مالک ہے، ذہن نشین رہنا چاہیے کہ کفر کی وجہ سے کافر کی ملکیت میں کوئی فرق نہیں آتا، غنیمت وغیرہ کے مسائل اس سے مختلف ہیں۔

گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت دو رکعت نماز پڑھنا

(۲۱۱۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا خَرَجْتَ مِنْ مَنْزِلِكَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ يَمْنَعَانِكَ مِنْ مَخْرَجِ السُّوْءِ، وَإِذَا دَخَلْتَ إِلَى مَنْزِلِكَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ يَمْنَعَانِكَ مِنْ مَدْخَلِ السُّوْءِ.)) (الصحيحة: ۱۳۲۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تو اپنے گھر سے نکلنے لگے تو دو رکعت نماز ادا کر لیا کر، کیونکہ یہ تجھے برے نکلنے سے روک لیں گی اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کر، یہ تجھے برے داخلے سے روک لیں گی۔''

تخريج: رواه المخلص في "حديثه" كما في "المنتقي منه" ١٢/ ٦٩/ ١، والبزار في "المسند" ٨١، و الديلمي في "مسنده" ١/ ١/ ١٠٨

شرح:...... ان چار رکعات کی وجہ سے آدمی گھر کے اندر اور گھر سے باہر پائی جانے والی ہر شرّ سے محفوظ رہتا ہے۔

مال و دولت کی کثرت کا وبال

(۲۱۱۱)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ خَزَائِنُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ أَيُّ قَوْمٍ أَنْتُمْ؟)) قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: نَقُوْلُ كَمَا أَمَرَنَا اللّٰهُ. قَالَ ﷺ: ((أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ تَتَنَافَسُوْنَ ثُمَّ تَتَحَاسَدُوْنَ، ثُمَّ تَتَدَابَرُوْنَ، ثُمَّ تَتَبَاغَضُوْنَ،

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب فارس (ایران) اور روم کے خزانے تمھارے لیے فتح کر لیے جائیں گے تو تم اس وقت کس قسم کے لوگ ہو گے؟۔'' سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم وہی بات کہیں گے، جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی اور بات بھی ہے؟ پہلے تو تم بڑھ چڑھ کر حصہ لو گے، پھر ایک دوسرے سے حسد کرو

أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ ثُمَّ تَنْطَلِقُوْنَ فِي مَسَاكِنِ الْمُهَاجِرِيْنَ، فَتَجْعَلُوْنَ بَعْضَهُمْ عَلٰى رِقَابِ بَعْضٍ۔)) (الصحيحة: ٢٦٦٥)

گے، پھر باہم قطع تعلق ہو کر ایک دوسرے سے دشمنی کرو گے، پھر ایک دوسرے سے منافرت رکھو گے اور اس قسم کی (قبیح عادتیں) اپناؤ گے اور پھر مہاجروں کے گھروں پر بلہ بول دو گے اور ان کو ایک دوسرے سے لڑا دو گے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ٢١٢، وابن ماجه: ٢/ ٤٨١

شرح:...... سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جواب کا یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں گے، اس کا شکر ادا کریں گے اور اس سے مزید فضل کا سوال کریں گے۔

مال و دولت کی وجہ سے سب سے پہلے مالداروں میں مقابلہ بازی شروع ہوتی ہے، جو حسد کا پہلا درجہ ہے، پھر معاملہ حسد تک جا پہنچتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے نعمت کے چھن جانے کی خواہش کرنے لگتے ہیں، جس کا نتیجہ قطع رحمی کی صورت میں نکلتا ہے، جو بغض و عداوت کو جنم دیتی ہے۔

دنیوی آسائشیں، اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہیں، وہ مال و دولت کی صورت میں ہوں یا عہدہ و منصب کی صورت میں۔ بہرحال دنیا نے اکثر لوگوں کو اپنے اثرات کا پابند کر دیا اور ان کو اسلامی مزاجوں کا نہیں رہنے دیا۔ وہ آسائشوں اور سہولتوں کے اس قدر غلام بن جاتے ہیں کہ فقر و فاقہ میں مبتلا لوگوں کے مصائب کو پہچاننا ان کے لیے دشوار ہو جاتا ہے۔ بہرحال کوئی دولتمند ان حقائق سے اتفاق نہیں کرے گا، کیونکہ وہ اپنے دماغ کے مطابق اپنے آپ کو انسانِ کامل سمجھتا ہے۔

تین مسافر با جماعت نماز ادا کریں

(٢١١٢)۔عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فِي سَفَرٍ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ، وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ۔)) (الصحيحة: ٣٩٧٩)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تین آدمی سفر پر ہوں تو ان میں سے ایک دوسروں کو امامت کروائے اور اس کا حقدار وہی ہو گا جسے قرآن مجید زیادہ یاد ہو گا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٢/ ٣٣، والدامي: ٢٨٦، والنسائي: ١/ ١٣٥، وابن خزيمة: ٣/ ٤/ ١٥٠٨، وابن حبان: ٣/ ٢٨٧/ ٢١٢٩، والبيهقي: ٣/ ١١٩، والطيالسي: ٣٨٦/ ٢١٥٢، ومن طريقه: البيهقي أيضا، وابن أبي شيبة: ١/ ٣٤٣، وأحمد: ٣/ ٢٤، ٣٤، ٣٦، ٤٨، ٥١، ٨٤

شرح:...... با جماعت نماز ادا کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، ہمارے ہاں اکثر لوگ، جو نماز کے پابند ہوتے ہیں، وہ دوران سفر سرے سے نماز ادا کرنے سے ہی غافل ہو جاتے ہیں، جماعت کا اہتمام کرنا تو دور کی بات ہے۔ (انظر: ٨/ ١٤١٧)

معذّب اقوام کی جائے عذاب سے کیسے گزرا جائے؟

(۲۱۱۳)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ ، اَنَّهٗ قَالَ لَهُمْ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ: ((لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ الْمُعَذَّبِيْنَ ، اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ، فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ، فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ ، اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ۔)) وَتَقَنَّعَ بِرِدَائِهٖ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ۔ (الصحيحة:۱۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجر مقام (منازلِ ثمود) کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''جن مکانات میں گزشتہ اقوام کو عذاب دیا گیا وہاں روتے ہوئے داخل ہوا کرو، اگر تم نہیں رو سکتے تو وہاں داخل نہ ہوا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھیں بھی اسی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔'' پھر آپ نے کجاوہ پر بیٹھے بیٹھے اپنی چادر اوپر اوڑھ لی۔

تخريج:اخرجه البخاري: ۱/ ۱۲۰ ، ومسلم:۸/ ۲۲۱ ، و أحمد: ۲/ ۹ و ۵۸ و ۶۶ و ۷۲ و ۷۴ و ۹۱ و ۹۶ و ۱۱۳ و ۱۳۷

شــرح:...... صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ ﷺ نے جلدی چلنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ وادی کو عبور کر گئے اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو ڈانٹا اور اس کو جلدی چلانا شروع کیا۔

(۲۱۱۴)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا مَرَرْتُمْ عَلٰى أَرْضٍ قَدْ أَهْلَكَتْ بِهَا أُمَّةٌ مِّنَ الْأُمَمِ ، فَأَغِذُّوْا السَّيْرَ۔))

(الصحيحة:۱۹۴۱ ۳)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جب تم ایسی زمین سے گزرو، جہاں کوئی امت ہلاکت ہوئی ہو، تو تیز چلا کرو۔''

تخريج: أخرجه أبو الشيخ في "الطبقات": ق ۵۲/ ۱ ، وعنه أبونعيم في "أخبار أصبهان": ۲/ ۱۳۹ ، و الطبراني فى "الكبير": ۸/ ۳۳۳/ ۸۰۶۸ ، ۸۰۶۹

شــرح:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: صدیق حسن ؒ نے ''نزل الابرار ص۲۹۳'' میں اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے: ''ظالموں کی قبروں اور ان کی ہلاکت گاہوں کے پاس سے گزرتے وقت رونا اور ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی فقیری کا اظہار کرنا اور ایسا کرنے سے غافل رہنے سے بچنا''۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں فقاہت فی الدین عطا فرمائے اور نیک عمل کرنے کی توفیق سے نوازے، بیشک وہ سننے والا اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔ (صحیحہ: ۱۹)

لہٰذا قوم عاد، قومِ ثمود اور اصحاب الفیل جیسی قوموں کی ہلاکت گاہوں سے گزرتے وقت وہی انداز اختیار کرنا چاہئے، جس کا اس حدیث میں بیان ہے۔

اہل دمشق دین کے معاون

(۲۱۱۵)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا وَقَعَتِ الْمَلَاحِمُ بَعَثَ اللّٰهُ بَعْثًا مِنَ الْمَوَالِيْ مِنْ دِمَشْقَ هُمْ أَكْرَمُ الْعَرَبِ فَرَسًا وَأَجْوَدُهُ سَلَاحًا يُؤَيِّدُ اللّٰهُ بِهِمُ الدِّيْنَ۔)) (الصحيحة:۲۷۷۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جب گھمسان کی جنگیں ہوں گی تو اللہ تعالی دمشق سے مخلص لوگوں کو بھیجے گا، وہ تمام عربوں میں عمدہ ترین شہسوار اور آلاتِ حرب کی مہارتِ تامّہ رکھنے والے ہوں گے۔ اللہ ان کے ذریعے اپنے دین کو محکم کرے گا۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه :۴۰۹۰، والحاكم:۴/ ۵۴۸، وابن عساكر فی "تاريخ دمشق": ۱/ ۲۵۸

شرح:...... عام احادیث میں دمشق اور اہل دمشق کی فضیلت بیان کی گئی ہے، پرفتن دور میں اس کی اہمیت قلعہ کی ہے، ابن عساکر کے بیان کے مطابق دس ہزار صحابہ دمشق میں داخل ہوئے اور نبی کریم ﷺ قبل از بعثت اور بعد از بعثت اسراو معراج اور غزوہ تبوک کے موقع پر اس میں داخل ہوئے تھے۔

اس حدیث کی تفصیل ''المناقب والمثالب'' میں ''شام اور اہل شام کی فضیلت'' کے عنوان میں موجود ہے۔

تیر اندازی کی ترغیب

(۲۱۱۶)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ شَمَّاسَةَ: أَنَّ فُقَيْمًا اللَّخْمِيَّ قَالَ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضي الله عنه : تَخْتَلِفُ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْغَرَضَيْنِ، وَأَنْتَ كَبِيْرٌ يَشُقُّ عَلَيْكَ۔ قَالَ عُقْبَةُ: لَوْلَا كَلَامٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ أُعَانِ۔ قَالَ الْحَارِثُ: فَقُلْتُ لِابْنِ شَمَّاسَةَ: وَمَاذَاكَ؟ قَالَ: إِنَّهُ قَالَ: ((مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا، أَوْ قَدْ عَصٰى۔)) (الصحيحة:۳۴۴۸)

عبد الرحمٰن بن شماسہ سے روایت ہے کہ فقیم لخمی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم ان دونشانوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہو، حالانکہ تم عمر رسیدہ ہو اور یہ عمل تمہارے لیے باعثِ مشقت ہوگا۔ حضرت عقبہ نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو اس مشقت میں نہ پڑتا۔ حارث نے کہا: میں نے ابن شماسہ سے کہا: وہ کون سی حدیث ہے؟ انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تیراندازی سیکھی اور پھر ترک کر دی، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' یا آپ نے فرمایا کہ ''اس نے نافرمانی کی۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ۶/ ۵۲، وأبوعوانة: ۵/ ۱۰۲۔ ۱۰۳، والبيهقي في "السنن": ۱۰/ ۱۳، والرّوياني في "مسنده": ۱/ ۱۶۳/ ۱۹۵، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱۷/ ۳۱۸/ ۸۸۲

(۲۱۱۶م): عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى قَوْمٍ يَرْمُوْنَ، فَقَالَ: ((اِرْمُوْا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صحابہ کی ایک جماعت، جو تیر اندازی کر رہی تھی، کے پاس سے

بَنِي إِسْمَاعِيْلَ! فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا۔)) (الصحيحة:١٤٣٩)

گزرے اور فرمایا: ''اے اولادِ اسماعیل! تم تیر اندازی کرو، اس لیے کہ تمھارے باپ بھی تیر انداز تھے۔''

تخريج: رواه أحمد بن محمد الزعفراني في"فوائد أبي شعيب" ٨٢/ ١، وأخرجه ابن حبان: ١٦٤٦، والحاكم: ٢/ ٩٤ بلفظ: ((۔۔۔ ارموا وانا معكم۔))

(٢١١٧)۔ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ مَرْفُوْعًا: ((عَلَيْكُمْ بِالرَّمْيِ فَإِنَّهُ خَيْرُ لَعِبِكُمْ۔)) (٦٢٨)

مصعب بن سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم تیر اندازی کیا کرو، کیونکہ یہ بہترین کھیل وتفریح ہے۔''

تخريج: رواه البزار في"مسنده": ٢/ ٢٧٩/ ١٧٠١۔الكشف، والطبراني في"الأوسط": ٣/ ٣٩/ ٢٠٧٠ ط، وأبو حفص المؤدب في"المنتقى من حديث ابن مخلد وغيره": ٢٢٥/ ٢، والخطيب في"الموضح": ٢/ ٣٠

شرح:...... کئی احادیث میں تیر اندازی کرنے کی تعلیم وترغیب دی گئی ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ﴾ (سورۂ انفال: ٦٠) میں لفظ ''قوۃ'' سے مراد تیز اندازی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تیر اندازی بہت بڑا جنگی ہتھیار اور نہایت اہم فن تھا، لیکن اب سائنسی ترقی کی وجہ سے گنوں، میزائلوں، ٹینکوں، بموں، جنگی جہازوں، آبدوزوں کی تیاری اور حسب استطاعت ان کی تعلیم حاصل کرنا اور مشق کرنا ضروری ہے۔ بہرحال تیر اندازی اور تلوار زنی وغیرہ جیسے فن ہمارا اصل ورثہ ہیں، اس لیے ان کو برقرار رکھنا بھی ضروری ہے، کیونکہ اس مادی ترقی کے زوال کے بعد جنگ وجدل کا پرانا طریقہ پھر سے شروع ہو جائے گا۔

بہترین گھوڑوں کی صفات

(٢١١٨)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَرَدتَّ أَنْ تَغْزُوَ، اِشْتَرِ فَرَسًا أَدْهَمَ، أَغَرَّ، مُحَجَّلاً، مُطْلَقَ الْيُمْنٰى، فَإِنَّكَ تَغْنَمُ وَتَسْلَمُ۔)) (الصحيحة:٣٤٤٩)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر جہاد کرنے کا ارادہ ہے تو ایسا گھوڑا خرید کر رکھو جس کا رنگ کالا ہو، پیشانی اور ٹانگوں میں بیڑی کی جگہ سفید ہو اور اس کی ایک یا دونوں ٹانگوں میں سفید حلقہ نہ ہو۔ (اگر ایسا گھوڑا ہوا تو) تو مالِ غنیمت پاؤ گے اور سالم رہو گے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٢/ ٩٢، والطبراني في"المعجم الكبير": ١٧/ ٢٩٣/ ٨٠٩

شرح:...... اگرچہ قرآن وحدیث میں مطلق طور پر گھوڑوں کو خیر وبرکت کی علامت قرار دیا گیا ہے، بہرحال بعض گھوڑوں کو ان کی عمدہ صفات کی بنا پر بعض پر ترجیح دی گئی ہے۔

جہاد کی خاطر گھوڑوں کی نگہداشت کرنا

(۲۱۱۹)۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رُءِيَ وَهُوَ يَمْسَحُ وَجْهَ فَرَسِهِ بِرِدَائِهِ، فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: ((إِنِّي عُوْتِبْتُ اللَّيْلَةَ فِي الْخَيْلِ۔)) (الصحیحۃ: ۳۱۸۷)

یحی بن سعید (مرسلاً) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا گیا کہ آپ اپنے گھوڑے کا چہرہ اپنی چادر سے پونچھ رہے تھا، جب آپ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''گزشتہ رات مجھے گھوڑوں کے بارے میں ڈانٹا گیا۔''

تخریج: أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف": ۸/ ۲۰۵/ ۴۱۷۰، واحمد: ۲/ ۱۰۸، و الترمذی: ۶/ ۱۴۸/ ۱۸۸۰، والطحاوی فی "شرح المعانی": ۲/ ۳۵۸، والبیهقی فی "السنن": ۷/ ۲۸۳، والطیالسی فی "مسنده": ۲۵۸/ ۱۰۹۴

(۲۱۲۰)۔ عَنْ سَوَادَةَ بْنِ الرُّبَيِّعِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَأَمَرَ لِي بِذُوْدٍ قَالَ لِي: ((مُرْ بَنِيْكَ أَنْ يَقُصُّوْا أَظَافِرَهُمْ عَنْ ضُرُوْعِ إِبِلِهِمْ وَمَوَاشِيْهِمْ۔)) وَقُلْ لَهُمْ: ((فَلْيَحْتَلِبُوْا عَلَيْهَا سَخَالَهَا، لَاتُدْرِكُهَا السَّنَةُ وَهِيَ عِجَافٌ۔)) قَالَ: ((هَلْ لَكَ مِنْ مَالٍ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، لِي مَالٌ وَخَيْلٌ وَرَقِيْقٌ۔ قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالْخَيْلِ، فَارْتَبِطْهَا، الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِي نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ۔)) (الصحیحۃ:۱۹۳۶)

سیدنا سوادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ نے میرے لیے کچھ اونٹوں کا حکم دیا اور مجھے فرمایا: ''اپنے بیٹوں کو حکم دینا کہ اپنے ناخن کاٹ دیں تا کہ اونٹنیوں اور دوسرے مویشیوں کے تھنوں کو تکلیف نہ ہو، اور انھیں یہ بھی کہنا کہ وہ دودھ دوہیں اور ان کے بچوں کے لیے بھی چھوڑیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ قحط سالی کی وجہ سے وہ لاغر وکمزور ہو جائیں۔'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''تیرے پاس کوئی مال ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں، میرے پاس مال، گھوڑے اور غلام ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑوں کو پالنے کا اہتمام کیے رکھ، ان کو سرحدی حفاظت کے لیے تیار رکھ۔ گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر وابستہ ہے۔''

تخریج: أخرجه البخاري في "التاريخ": ۲/ ۲/ ۱۸۴، ورواه احمد: ۳/ ۴۸۴ دون قوله: ((وقل لهم فليحتلبوا ......۔)) و رواه الطبرانی و البزار بلفظ: ((الخیل معقود فی نواصیها الخیر۔))

شرح:...... اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر گھوڑوں کو پالنے کی تلقین کی ہے، تا کہ دشمن ڈرتے رہیں، کیونکہ قدیم زمانے میں گھوڑے جنگ کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے تھے۔ اگرچہ اب سائنسی ترقی کی وجہ سے جنگی آلات میں بہت زیادہ تبدیلی آ چکی ہے، اس لیے ان کے بارے میں تعلیم حاصل کرنا اور ان کی مشق کرنا ضروری ہے۔ بہرحال گھوڑوں کے سلسلے کو جاری رکھنا بھی ضروری ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے جانوروں کو تکلیف سے بچانے اور ان کے بچوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تلقین فرمائی ہے۔

تضمیر

(۲۱۲۱)۔ عَـنِ ابْـنِ عُـمَـرَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً:كَانَ يُضَمِّرُ الْخَيْلَ يُسَابِقُ بِهَا۔ (الصحيحة:۲۱۳۳)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گھوڑوں کی دوڑ کرانے کے لیے ان کی تضمیر کرتے تھے۔

تخريج: أخرجه أبوداود:۱/ ۴۰۳، تازية، ورواه ابن ماجه: ۲/ ۲۰۵ نحوه

شرح:...... جدید سائنسی دور سے پہلے جنگ کے لیے گھوڑے مرکزی حیثیت رکھتے تھے، اس لیے ان کی تربیت پر خوب توجہ دی جاتی تھی۔

تضمیر میں گھوڑے کو خوب چارہ کھلایا جاتا ہے، حتی کہ وہ موٹا اور قوی ہو جاتا ہے، پھر اس کا چارہ کم کر کے اتنی مقدار تک لایا جاتا ہے، جو اس کے بدن کی بقا کے لیے ضروری ہو، اس عرصے میں اسے ایک کمرے میں داخل کیا جاتا ہے اور اس پر جھول وغیرہ ڈال دی جاتی ہے، حتی کہ وہ گرم ہو جاتا اور اسے پسینہ آتا ہے، جب اس کا پسینہ خشک ہوتا ہے تو اس کا گوشت کم ہو جاتا ہے اور اس میں دوڑنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

جہادی سفر میں پہرہ داری اور اس کی فضیلت

(۲۱۲۲)۔ عَنْ سَهْلِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ رضی اللہ عنہ، أَنَّهُـمْ سَـارُوْا مَـعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَـأَطْنَبُـوْا حَتّٰـى كَـانَـتْ عَشِيَّةً فَحَضَرَتِ الـصَّلَاةُ عِـنْـدَ رَسُـوْلِ اللّٰـهِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَـارِسٌ فَـقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي اِنْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ حَتّٰى طَلَعْتُ جَبَلَ كَذَا وَكَذَا، فَـإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلٰى بُكْرَةِ آبَائِهِمْ بِظُعْنِهِمْ وَنَـعَـمِهِـمْ وَشَائِهِمُ اجْتَمَعُوْا إِلٰى حُنَيْنَ، فَتَبَسَّـمَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ وَقَـالَ: ((تِلْكَ غَـنِيْـمَةُ الْـمُـسْـلِـمِيْـنَ غَداً إِنْ شَـاءَ اللّٰـهُ تَـعَـالٰـى۔)) ثُـمَّ قَـالَ: ((مَـنْ يَحْرِسُنَـا اللَّيْلَةَ؟))قَالَ: أَنَسُ بْنُ أَبِي مَرْثَدِ الْغَنَوِيُّ:

سیدنا سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حنین والے دن صحابہ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، دیر تک چلتے رہے، حتی کہ شام ہوگئی۔ نماز کا وقت آ گیا۔ ایک گھوڑ سوار آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کے آگے آگے چلتا رہا اور فلاں فلاں پہاڑ کو عبور کرتا گیا، حتی کہ صبح سویرے ہوازن قبیلے تک پہنچ گیا، ان کے آباء اپنی بیویوں، اونٹوں اور بھیڑ بکریوں سمیت حنین میں جمع ہیں۔ رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''یہ مال تو کل مسلمانوں کی غنیمت بننے والا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔'' پھر فرمایا: ''آج رات کون پہرہ دے گا؟'' انس بن ابو مرثد غنوی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سوار ہو جا۔'' وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا،

أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَارْكَبْ فَرَكِبَ فَرَساً لَهُ، فَجَاءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِسْتَقْبِلْ هٰذَا الشِّعْبَ حَتّٰى تَكُوْنَ فِي أَعْلَاهُ وَلَا نُغَرَّنَّ مِنْ قِبَلِكَ اللَّيْلَةَ۔)) فَلَمَّا أَصْبَحْنَا، خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلٰى مُصَلَّاهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ أَحْسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا أَحْسَسْنَاهُ، فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَهُوَ يُصَلِّي يَلْتَفِتُ إِلَى الشِّعْبِ، حَتّٰى إِذَا قَضٰى صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ، قَالَ: ((أَبْشِرُوْا فَقَدْ جَاءَ كُمْ فَارِسُكُمْ۔)) فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ إِلٰى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشِّعْبِ فَإِذَا هُوَ قَدْ جَاءَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمَ، فَقَالَ إِنِّي انْطَلَقْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِي أَعْلٰى هٰذَا الشِّعْبِ حَيْثُ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ طَلَعْتُ الشِّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَلَمْ أَرَ أَحَداً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ؟)) قَالَ: لَا إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ قَاضِيًا حَاجَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَدْ أَوْجَبْتَ فَلَا عَلَيْكَ أَلَّا تَعْمَلَ بَعْدَهَا۔))

(الصحيحة:۳۷۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس گھاٹی کی طرف چلنا شروع کر دے اور اس کی بلند چوٹی تک پہنچ جا، ہمیں آج رات تیری سمت سے کوئی دھوکا نہیں دیا جانا چاہیے۔'' جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ جائے نماز کی طرف نکلے، دو رکعت سنتیں پڑھیں اور پوچھا: ''کیا تم نے اپنے گھوڑ سوار کو محسوس کیا؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں تو محسوس نہیں ہوا۔ پھر اقامت کہی گئی، رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانا شروع کی اور نماز میں ہی اس گھاٹی کی طرف متوجہ ہوتے رہے، یہاں تک کہ نماز مکمل کی اور سلام پھیرا۔ پھر فرمایا: ''خوش ہو جاؤ، تمھارا گھوڑ سوار آ گیا ہے۔'' ہم نے گھاٹی کے درختوں کے بیچ سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اچانک وہ پہنچ گیا، رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا، سلام دیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق میں گیا اور وادی کی چوٹی تک پہنچ گیا، جب صبح ہوئی تو میں نے دو گھاٹیوں کو عبور کیا، لیکن کوئی آدمی مجھے نظر نہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو رات کو اپنی سواری سے اترا ہے؟'' اس نے کہا: نہیں، مگر نماز پڑھنے یا قضائے حاجت کرنے کے لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''تو نے (اپنے حق میں جنت کو) واجب کر دیا ہے، آج کے بعد اگر عمل نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ۱/ ۳۹۱، والحاكم: ۲/ ۸۳۔۸۴، والنسائي في "سننه الكبرى"

شرح :...... جہادی سفر میں ایک رات کے پہرے کو آئندہ عمل نہ کرنے کے باوجود جنت کے لیے کافی قرار دیا گیا۔

(۲۱۲۳)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَرُبَّمَا لَمْ يَرْفَعْهُ، قَالَ: ((أَلَا

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی ﷺ نے فرمایا (بسا اوقات وہ اس حدیث کو آپ ﷺ کی طرف منسوب

أُنَبِّئُكُمْ بِلَيْلَةٍ أَفْضَلَ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ حَارِسٌ حَرَسَ فِي أَرْضِ خَوْفٍ لَعَلَّهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ۔)) (الصحيحة:۲۸۱۱)

نہیں کرتے تھے): ''کیا میں تمھیں ایسی رات کے بارے میں بتلاؤں جو شب قدر سے بھی زیادہ فضیلت والی ہے؟ (وہ رات جس میں) آدمی ایسی سرزمین میں پہرہ دے رہا ہو، جہاں خوف و دہشت ہو اور اسے یہ اندیشہ ہو کہ شاید وہ اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹ سکے۔''

تخريج: أخرجه الروياني في "مسنده": ق۲۴۷/ ۲، والحاكم: ۲/ ۸۰، والبيهقي: ۹/ ۱۴۹

شرح:...... اس حدیث میں ایک وجۂ فضیلت بھی بیان کی گئی ہے کہ پہرہ دار نہ صرف جاگ رہا ہوتا ہے، بلکہ اسے یہ خطرہ بھی لاحق ہوتا ہے کہ شاید وہ اسی رات کسی حملے کی وجہ سے دنیائے فانی سے کوچ کر جائے اور اپنے بیوی بچوں کے پاس نہ پہنچ پائے۔

اسلامی آداب بوقت الوداع

(۲۱۲۴)۔ عَنْ قَزْعَةَ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: أَرْسَلَنِي ابْنُ عُمَرَ فِي حَاجَةٍ فَقَالَ: تَعَالَ حَتَّى أُوَدِّعَكَ كَمَا وَدَّعَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَأَرْسَلَنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ، فَقَالَ: ((أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ۔))(الصحيحة:۱۴)

قزعہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کسی کام کیلیے بھیجنا چاہا اور کہا: ادھر آؤ، تا کہ میں تجھے الوداع کہوں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے الوداع کہہ کر اپنے ضرورت کے لیے بھیجا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''میں تیرے دین کو، تیری امانت کو اور تیرے آخری عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

تخريج: رواه أبوداود: ۲۶۰۰، والحاكم: ۲/ ۹۷، وأحمد: ۳۸و۱۳۶، وابن عساكر: ۱۴/ ۲۹۰/ ۲ و ۱۵/ ۴۶۹/ ۱، والترمذي: ۲/ ۲۵۵

شرح:...... ابن حبان اور طبرانی کی روایت میں اس دعا کی یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کی جاتی ہے تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

(۲۱۲۵)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ الْخَطَمِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ، قَالَ: ((أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ۔))

(الصحيحة: ۱۵)

سیدنا عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو الوداع کہنے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: ''میں تیرے دین کو، تیری امانت کو اور تیرے آخری عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

تخريج:(أ) رواه أبو داود: ۲۶۰۱، والنسائي في "عمل اليوم والليلة": ۵۰۷، وابن السني في "عمل اليوم

والليلة": ٤٩٨، والحاكم: ٢/ ٩٧-٩٨

(ب) اخرجه الترمذي: ٢/ ٢٥٥- طبع بولاق، واحمد: ٢/ ٧، واالطبراني في "الدعاء": ٨٢١، وعبد الغني المقدسي في "الجزء الثالث و الستون": ٤١/ ١-

(ج) اخرجه ابن حبان في "صحيحه": ٢٣٧٦، والطبراني في "الدعاء" ٨٢٨، وفي "المعجم الاوسط": ٢/ ٢٨٦/ ٢/ ٤٨٠٤ بترقيمي

(د) رواه الترمذي: ٢/ ٢٥٥ طبع بولاق-

(٢١٢٦)- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا وَدَّعَ أَحَداً قَالَ: ((أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ-)) (الصحيحة:١٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کسی کو الوداع کہتے تو فرماتے: ''میں تیرے دین کو، تیری امانت کو اور تیرے آخری عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٣٥٨

شرح:...... معلوم ہوا کہ مقیم، مسافر کو الوداع کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے: أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ۔ اور مسافر یوں جواب دے: أَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا تَضِيْعُ وَدَائِعُهُ۔

رسول کو تکلیف پہنچانے والا اور رسول کا مقتول دونوں عذابِ الٰہی کے مستحق ہیں

(٢١٢٧)- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ فَعَلُوْا هٰذَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَهُوَ حِيْنَئِذٍ يُشِيْرُ إِلٰى رُبَاعِيَتِهِ، اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ-)) (الصحيحة: ١٤٦٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے سامنے والے دانتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا جنھوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کیا۔ اس آدمی پر بھی اللہ تعالیٰ سخت غضبناک ہوتا ہے جس کو اللہ کا رسول، جو جہاد کر رہا ہو، قتل کرتا ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٥/ ٣٧، ومسلم: ٥/ ١٧٩

شرح:...... آپ ﷺ نے غزوۂ احد میں زخمی ہونے کے بعد یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیا و رسل بھی دنیوی تکالیف و مصائب میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

مسافر کو سات ایام تک موزوں پر مسح کرنے کی اجازت

(٢١٢٨)- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ، قَالَ: خَرَجْتُ مِنَ الشَّامِ

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے شام سے مدینہ کی طرف جمعہ والے دن سفر شروع کیا۔ میں سیدنا عمر بن

إِلَى الْمَدِيْنَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَدَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: مَتَى أَوْلَجْتَ خُفَّيْكَ فِي رِجْلَيْكَ؟ قُلْتُ: يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَالَ: فَهَلْ نَزَعْتَهُمَا؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: أَصَبْتَ السُّنَّةَ. (الصحيحة:٢٦٢٢)

خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انھوں نے پوچھا: تو نے اپنے پاؤں موزوں میں کب داخل کیے تھے؟ میں نے کہا: جمعہ کے دن۔ انھوں نے کہا: کیا ان کو اتارا بھی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: تو نے سنت کی موافقت کی ہے۔

تخريج: أخرجه الطحاوي في "شرح المعاني": ١/ ٤٨، والدارقطني في "السنن": ص٧٢، والحاكم: ١/ ١٨٠۔١٨١، وعنه البيهقي في "السنن": ١/ ٢٨٠

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ایسے لگتا ہے کہ امام بیہقی اور امام نووی وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا، کیونکہ انھوں نے اس کو مسح کے لیے ایک اور تین ایام کے تعین پر دلالت کرنے والی احادیث کے تعارض میں ذکر کیا اور ضعیف نہیں کہا...... (موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں متعارض قسم کی روایات مروی ہیں، ایک حدیث کے مطابق مقیم ایک دن تک اور مسافر تین دنوں تک مسح کر سکتا ہے، جبکہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسافر کو سات ایام تک مسح کرنے کی رخصت ہے۔) ان دو احادیث میں اس طرح جمع و تطبیق ممکن ہے کہ سات دنوں والی روایت کو ضرورت اور جماعت کی معیت میں رہنے کی وجہ سے موزے نہ اتار سکنے پر محمول کیا جائے، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا بھی یہی خیال ہے۔ (صحیحہ: ٢٦٢٢)

شعروں کے ذریعے دشمن کی مذمت کرنا

(٢١٢٩)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ: ((اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ، فَإِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ۔)) (الصحيحة:٨٠١)

حضرت برا بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ والے دن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''(اشعار کے ذریعے) مشرکوں کی مذمت کرو، بیشک جبریل (علیہ السلام) تمہارے ساتھ ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٥/ ٥١ تعليقا، وأحمد: ٤/ ٢٨٦ و٣٠٣ موصولا، وكذا الخطيب: ١٤/ ٣١، ثم اخرجه البخاري: ٤/ ٧٩، ٥/ ٥١، ٧/ ١٠٩، ومسلم: ٧/ ١٦٣

(٢١٣٠)۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَنْزَلَ فِي الشِّعْرِ مَاأَنْزَلَ، فَقَالَ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ، وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنَّ مَا تَرْمُوْنَهُمْ بِهِ نَضْحُ النَّبْلِ۔))

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا: بیشک اللہ تعالیٰ نے اشعار کے بارے میں جو کچھ نازل کیا، وہ نازل کیا (تو اب شعروں کے بارے میں کیا خیال ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ مومن اپنی تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان

(الصحيحة:١٦٣١)

ہے! جو کچھ تم انھیں زبان سے کہتے ہو (یعنی شعروں کے ذریعے دشمنوں کی مذمت کرتے ہو) وہ ان پر تیروں کے برسنے کی طرح (اثر کرتا ہے)۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٣٨٧

(٢١٣١)۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنَّمَا تَنْضَحُوْنَهُمْ بِالنَّبْلِ فِيمَا تَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مِنَ الشِّعْرِ۔))

(الصحيحة:١٩٤٩)

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (دشمنوں کی مذمت کرتے ہوئے) جو تم شعر کہتے ہو یہ (ان پر) تیر برسانے کی طرح ہیں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٤٥٦

شرح:...... معلوم ہوا کہ جنگ و جدل کے موقع پر مشرکین کی ہجو اور مذمت کر کے اور ان کے عیوب بیان کر کے ان کی توہین کرنی چاہئے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((جَاهِدُوْا الْمُشْرِكِيْنَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ۔)) (ابوداود، نسائی)...... ''اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ مشرکوں سے جہاد کرو۔''

زبان کے جہاد سے مراد دلائل کے ذریعے ان پر حجت قائم کرنا، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا اور دورانِ جنگ ان کی ہجو کرنا ہے۔

فی سبیل اللہ کی اقسام

(٢١٣٢)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِذْ طَلَعَ شَابٌّ مِنَ الثَّنِيَّةِ ، فَلَمَّا رَأَيْنَاهُ رَمَيْنَاهُ بِأَبْصَارِنَا ، فَقُلْنَا: لَوْ أَنَّ هٰذَا الشَّابَّ جَعَلَ شَبَابَهُ وَنَشَاطَهُ وَقُوَّتَهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ! فَسَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَقَالَتَنَا فَقَالَ: ((وَمَا سَبِيْلُ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ قُتِلَ؟ مَنْ سَعٰى عَلٰى وَالِدَيْهِ فَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَمَنْ سَعٰى عَلٰى عِيَالِهِ فَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنْ سَعٰى عَلٰى نَفْسِهِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک نوجوان پہاڑی راستے کو عبور کرتا ہوا آ رہا تھا، جب ہم نے اسے (ایک دفعہ) دیکھا تو پھر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ ہم نے کہا: کاش یہ نوجوان اپنی نوجوانی، مستعدی اور قوت کو اللہ کے راستے میں صرف کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہماری یہ بات سنی اور فرمایا: ''کیا اللہ کا راستہ یہی ہے کہ آدمی شہید ہو جائے؟ (نہیں، بلکہ) جس نے والدین کی خدمت کی وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے، جس نے اپنے اہل و عیال کو پالا پوسا وہ بھی اللہ کی راہ میں

لِيُعِفَّهَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنْ سَعٰى مُكَاثِراً فَفِي سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ، وَفِي رِوَايَةٍ: سَبِيْلِ الشَّيْطَانِ.)) (الصحيحة: ٢٢٣٢)

ہے اور جس نے اپنے آپ کو پاکدامن رکھنے کے لیے کوشش کی وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے اور جس نے مقابلہ بازی کے لیے کوشش کی تو وہ طاغوت (شیطان) کے راستے پر ہے۔''

تخريج: أخرجه البزار: ١٨٧١ـ الكشف، وأبونعيم في "الحلية": ٦/ ١٩٦ـ ١٩٧، والأصبهاني في "الترغيب والترهيب": ٤٧/ ٢ـ ٤٨/ ١ـ مصورة الجامعة الاسلامية الثانية، والبيهقي في "السنن": ٩/ ٢٥، والطبراني في "الاوسط"

شرح:...... قرآن مجید میں مصارفِ زکوۃ میں ''فی سبیل اللہ'' سے مراد جہاد ہے، بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج بھی اسی ''فی سبیل اللہ'' میں داخل ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابوطلیق نے اس بنا پر اپنی بیوی کو حج کرنے کے لیے اونٹ دینے سے انکار کر دیا تھا کہ اس نے اس کو فی سبیل اللہ یعنی جہاد کے لیے وقف کر دیا تھا، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج بھی فی سبیل اللہ ہے۔ (دیکھئے: صحیحہ: ۳۰۶۹)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ لغوی طور پر ہر کارِ خیر کو فی سبیل اللہ کہا جا سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو ''احصروا فی سبیل اللہ'' کا مصداق ٹھہرایا۔

حج بھی فی سبیل اللہ ہے

(٢١٣٣)ـ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيْبٍ الْبَصْرِيِّ، أَنَّ أَبَا طَلِيْقٍ ؓ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ امْرَأَتَهُ أُمَّ طَلِيْقٍ أَتَتْهُ فَقَالَتْ لَهُ: حَضَرَ الْحَجُّ يَا أَبَا طَلِيْقٍ! وَكَانَ لَهُ جَمَلٌ وَنَاقَةٌ، يَحُجُّ عَلَى النَّاقَةِ. وَيَغْزُوْ عَلَى الْجَمَلِ، فَسَأَلَتْهُ أَنْ يُعْطِيَهَا الْجَمَلَ تَحُجَّ عَلَيْهِ؟ فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمِي أَنِّي حَبَسْتُهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَتْ: إِنَّ الْحَجَّ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَأَعْطِنِيْهِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ! قَالَ: مَا أُرِيْدُ أَنْ أُعْطِيَكَ، قَالَتْ: فَأَعْطِنِي نَاقَتَكَ وَحُجَّ أَنْتَ عَلَى الْجَمَلِ. قَالَ: لَا أُوْثِرُكِ بِهَا عَلَى نَفْسِي. قَالَتْ: فَأَعْطِنِي مِنْ نَفَقَتِكَ قَالَ: مَاعِنْدِي

طلق بن حبیب بصری سے روایت ہے کہ سیدنا ابوطلیق ؓ نے ان کو بیان کیا کہ میری بیوی ام طلیق ؓ میرے پاس آئی اور کہا: ابوطلیق! حج کی تیاری کرو۔ میرے پاس ایک اونٹ اور ایک اونٹنی تھی۔ اونٹنی کو حج کے لیے اور اونٹ کو جہاد کے لیے استعمال کرتا تھا۔ اس نے مجھ سے اونٹ کا مطالبہ کیا تاکہ وہ حج کر سکے۔ میں نے کہا: کیا تو جانتی نہیں کہ میں نے اسے اللہ کی راہ کے لیے وقف کر دیا ہے؟ اس نے کہا: حج بھی اللہ کی راہ میں آتا ہے، اس لیے مجھے دے دے، اللہ تجھ پر رحم کرے۔ میں نے کہا: میں نہیں چاہتا کہ تجھے دوں۔ اس نے کہا: تو پھر مجھے اونٹنی دے دو اور خود اونٹ پر حج کر لو۔ میں نے کہا: میں تجھے خود پر ترجیح نہیں دوں گا۔ اس نے کہا: تو پھر کوئی خرچ مرچ ہی دے دو۔ میں نے کہا: میرے پاس اتنا

فَضْلٌ عَنِّي وَعَنْ عِيَالِي مَا أَخْرُجُ بِهِ وَمَا أَتْرُكُ (الْأَصْلَ: أُنْزِلَ) لَكُمْ، وَقَالَتْ: إِنَّكَ لَوْ أَعْطَيْتَنِي أَخْلَفَكَهَا اللّٰهُ۔ قَالَ: فَلَمَّا أَبَيْتُ عَلَيْهَا، قَالَتْ: فَإِذَا أَتَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَقْرِءْهُ مِنِّي السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ بِالَّذِي قُلْتُ لَكَ، قَالَ: فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَقْرَأْتُهُ مِنْهَا السَّلَامَ، وَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَتْ أُمُّ طُلَيْقٍ، قَالَ: ((صَدَقَتْ أُمُّ طُلَيْقٍ، لَوْ أَعْطَيْتَهَا الْجَمَلَ كَانَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَوْ أَعْطَيْتَهَا نَاقَتَكَ كَانَتْ وَكُنْتَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَوْ أَعْطَيْتَهَا مِنْ نَفَقَتِكَ أَخْلَفَكَهَا اللّٰهُ۔)) قَالَ: وَإِنَّهَا تَسْأَلُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَايَعْدِلُ الْحَجَّ مَعَكَ قَالَ: ((عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ۔))

(الصحيحة: ٣٠٦٩)

مال سے ہی نہیں جو میری اور میرے اہل وعیال کی ضروریات سے زائد ہو۔ اس نے کہا: اگر تو مجھے دے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے بہتر بدلہ عطا کرے گا۔ جب میں نے اس کا بھی انکار کیا تو اس نے کہا: جب تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جائے تو آپ کو میرا سلام دینا اور میں نے جو کچھ تجھے کہا، آپ کو بتلا دینا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، آپ کو اس کا سلام پہنچایا اور اس کی ساری باتیں بتلا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ام طلیق سچی ہے، اگر تو اسے اونٹ دے دیتا تو وہ اللہ کی راہ میں ہی ہوتا اور اگر اونٹنی دیتا تو تم دونوں اللہ کی راہ میں ہوتے اور اگر تو اسے کوئی خرچ مرچ دے دیتا تو اللہ تجھے بہترین بدل عطا کرتا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ آپ سے یہ سوال بھی کر رہی تھی کہ آپ کے پاس کون سا عمل ہے جو حج کرنے کے برابر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان میں عمرہ کرنا۔''

تخريج: أخرجه الدولابي في "الأسماء والكنى" ١/ ٤١، ورواه الطبراني في "الكبير": ٢٢/ ٣٢٤/ ٨١٦ مطولا و مختصرا، و البزار: ٢/ ٣٨/ ١١٥١ مختصرا

شرح:...... معلوم ہوا کہ جہاد کی طرح حج بھی فی سبیل اللہ ہے، یہی وجہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم حج کے لیے زکوۃ دینے کے قائل تھے، کیونکہ مصارف زکوۃ میں ایک مصرف فی سبیل اللہ ہے۔

زمانۂ فتن میں بہترین لوگ

(٢١٣٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((خَيْرُ النَّاسِ فِي الْفِتَنِ رَجُلٌ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ أَوْ قَالَ: بِرَسَنِ فَرَسِهِ۔ خَلْفَ أَعْدَاءِ اللّٰهِ يُخِيْفُهُمْ وَيُخِيْفُوْنَهُ، أَوْ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي بَادِيَتِهِ يُؤَدِّي حَقَّ اللّٰهِ الَّذِي عَلَيْهِ۔))(الصحيحة: ٦٩٨)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فتنوں کے زمانے میں بہتر آدمی وہ ہو گا جو اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر اللہ کے دشمنوں کے تعاقب میں رہے گا، وہ انھیں ڈرائے گا اور وہ اس کو خوفزدہ کریں گے یا وہ آدمی جو کسی ویرانے میں فروکش ہو گا اور اپنے اوپر عائد ہونے والے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا رہے گا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٤٤٦

شرح:...... اس حدیث کا تعلق اس پرفتن دور سے ہے کہ جس میں زمانے میں اتنا بگاڑ پیدا ہو جائے کہ دین میں فتنے کا ڈر ہو اور حرام و مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو نیز ان محرمات سے بچ کر ان کا مقابلہ کرنے کی سکت بھی نہ ہو، ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنا افضل لوگوں کا کام ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ.)) ...... ''عنقریب ایسا (پرفتن) وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے گرنے کے مقامات (یعنی جنگلوں میں) چلا جائے گا، اس طرح وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچا سکے گا۔'' (صحيح بخاري: ١٩)

یاد رہے کہ عام حالات میں اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان دنیا سے بھاگ کر جنگلوں اور صحراؤں میں نکل جائے، مسلمان کا کمال اور امتیاز اس میں ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں میں رہ کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو احسن انداز میں ادا کرے، حق و باطل کی کشمکش اور معرکہ آرائی میں حق کو سربلند کرنے اور باطل کو نیست و نابود کرنے کے لیے جدوجہد کرے اور اس منہج میں صبر آزما مشکلات کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرے۔

کچھ لوگ مجبوراً مشرف باسلام ہوتے ہیں، لیکن ......

(٢١٣٥)۔ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ رضي الله عنه، قَالَ: ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اسْتَغْرَقَ ضِحْكاً ثُمَّ قَالَ: ((أَلَا تَسْأَلُوْنِّي مِمَّا ضَحِكْتُ؟)) قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مِمَّا ضَحِكْتَ؟ قَالَ: ((رَأَيْتُ نَاساً مِنْ أُمَّتِي يُسَاقُوْنَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي السَّلَاسِلِ، مَا أَكْرَهَهَا إِلَيْهِمْ!)) قُلْنَا: مَنْ هُمْ؟ قَالَ: ((قَوْمٌ مِّنَ الْعَجَمِ يُسْبِيْهُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ فَيُدْخِلُوْنَهُمْ فِي الْإِسْلَامِ.)) (الصحيحة: ٢٨٧٤)

سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور بہت مسکرائے، پھر فرمایا: ''کیا تم مجھ سے میری مسکراہٹ کے بارے میں دریافت کرو گے؟'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اپنی امت کے کچھ لوگ دیکھے، جنھیں زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہے، وہ جنت انھیں بڑی ہی ناپسند ہے!'' ہم نے کہا: وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ عجمی لوگ ہیں، مہاجروں نے انھیں قیدی بنا کر اسلام میں داخل کر دیا۔''

تخريج: رواه أبو نعيم في "أخبار أصبهان": ٢/ ٢٩٨، والبزار في "مسنده": ٢/ ٢٨٩/ ١٧٣٠، والطبراني

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے مختلف شواہد پیش کرتے ہوئے کہا: سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ہنس پڑے، آپ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ((عَجِبْتُ لِأَقْوَامٍ يُسَاقُوْنَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي السَّلَاسِلِ وَهُمْ كَارِهُوْنَ .)) ...... ''مجھے ان لوگوں پر بڑا تعجب ہو رہا ہے، جن کو زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لایا جا رہا ہے، جب کہ وہ ناپسند کر رہے ہیں۔'' (احمد: ۵/ ۲۴۹، ۲۵۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يُقَادُوْنَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي السَّلَاسِلِ .)) ...... ''ہمارے رب نے ان لوگوں پر تعجب کیا ہے، جنہیں زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لایا جا رہا ہے۔'' (صحیح بخاری، بحوالہ صحیحہ: ۲۸۷۴)

ان احادیث کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ مجاہدین کافر قیدیوں کو زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ کر دار الاسلام میں لائیں گے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر جنت کے حقدار بن جائیں گے، گویا کہ یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہونا چاہتے تھے، کیونکہ قیدی بن کر دار الاسلام میں آنا ان کو سخت ناپسند تھا، لیکن ان کی یہ قید ان کی بہشت کا سبب بن گئی۔

رات کو سوتے وقت کی دعا

(۲۱۳۶)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ، أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِي وَأَنْتَ تَوَفَّاهَا، لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا، إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا، وَإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْلَهَا، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ۔ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ عُمَرَ؟ فَقَالَ: مِنْ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ، مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الصحيحة: ۳۹۹۸)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ جب وہ اپنے بستر پر لیٹے تو کہے: اے اللہ! تو نے میری جان کو پیدا کیا ہے اور تو ہی اس کو فوت کرے گا، تیرے لیے ہی اس کا مرنا اور زندہ رہنا ہے۔ اگر تو اس کو زندگی عطا کرے تو اس کی حفاظت کرنا اور اگر موت دے تو بخش دینا۔ اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اس آدمی نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا: کیا تو نے یہ کلمات اپنے باپ عمر رضی اللہ عنہ سے سنے ہیں؟ انھوں نے کہا: عمر سے اعلی شخصیت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں۔

تخريج: أخرجه مسلم: ۸/ ۷۸، وابن حبان: ۷/ ۴۲۸/ ۵۵۱۶، والبيهقي في "الأسماء والصفات": ۷۵، وأحمد: ۲/ ۷۹

شرح: ...... معلوم ہوا کہ سوتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِي وَأَنْتَ تَوَفَّاهَا، لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا، إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا، وَإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْلَهَا، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ۔

جہاد کا آغاز کرنے کا بہترین وقت اور واقعہ نہاوند
فاروقی سپاہ سرزمین ایران میں

(۲۱۳۷)۔ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ، قَالَ: (أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ قَالَ لِلْهُرْمُزَانِ: أَمَا إِذْ فُتَّنِي بِنَفْسِكَ فَانْصَحْ لِي۔ وَذٰلِكَ أَنَّهُ قَالَ لَهُ: تَكَلَّمْ لَا بَأْسَ فَأَمَّنَهُ، فَقَالَ الْهُرْمُزَانُ: نَعَمْ، إِنَّ فَارِسَ الْيَوْمَ رَأْسٌ وَجَنَاحَانِ۔ قَالَ: فَأَيْنَ الرَّأْسُ؟ قَالَ: نَهَاوَنْدُ مَعَ بُنْدَارٍ، قَالَ: فَإِنَّ مَعَهُ أَسَاوِرَةُ كِسْرٰى وَأَهْلُ أَصْفَهَانَ۔ قَالَ: فَأَيْنَ الْجَنَاحَانِ؟ فَذَكَرَ الْهُرْمُزَانُ مَكَانًا نَسِيْتُهُ، فَقَالَ الْهُرْمُزَانُ: اِقْطَعِ الْجَنَاحَيْنِ تُوْهِنِ الرَّأْسَ۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ، بَلْ أَعْمِدُ إِلَى الرَّأْسِ فَيَقْطَعُهُ اللّٰهُ، فَإِذَا قَطَعَهُ اللّٰهُ عَنِّي اِنْقَطَعَ عَنِّي الْجَنَاحَانِ۔ فَأَرَادَ عُمَرُ أَنْ يَسِيْرَ إِلَيْهِ بِنَفْسِهِ، فَقَالُوْا: نُذَكِّرُكَ اللّٰهَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْ تَسِيْرَ بِنَفْسِكَ إِلَى الْعَجَمِ، فَإِنْ أُصِبْتَ بِهَا لَمْ يَكُنْ لِلْمُسْلِمِيْنَ نِظَامٌ، وَلٰكِنِ ابْعَثِ الْجُنُوْدَ۔ قَالَ: فَبَعَثَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ وَبَعَثَ فِيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَبَعَثَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارَ، وَكَتَبَ إِلٰى أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنْ سِرْ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ، وَكَتَبَ إِلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ يَمَانٍ أَنْ سِرْ بِأَهْلِ الْكُوْفَةِ، حَتّٰى تَجْتَمِعُوْا بِنَهَاوَنْدَ جَمِيْعًا،

زیاد بن جبیر بن حیہ کہتے ہیں: مجھے میرے باپ نے بیان کیا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہرمزان سے کہا: تم تو مجھ سے بچ گئے ہو، اب ہماری خیرخواہی تو کرو۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انھوں نے اسے امان دیتے ہوئے کہا: کوئی حرج نہیں، تم بات کر سکتے ہو۔ سو ہرمزان نے کہا: جی ہاں، آج فارس کا ایک سر ہے اور دو بازو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: سر کہاں ہے؟ ہرمزان: نہاوند، جو بندار کے ساتھ ہے، اس کے ساتھ کسری کے کمانڈر اور اہل اصفہان بھی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: دو بازوں کہاں ہیں؟ ہرمزان: راوی کہتا ہے کہ اس نے جو جگہ ذکر کی تھی، وہ اسے بھول گئی ہے، پھر ہرمزان نے کہا: بازوؤں کو کاٹ دو، تاکہ سر کمزور ہو جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بول رہا ہے، ہم پہلے سر پر چڑھائی کریں گے، اس طرح اللہ تعالیٰ اس کو ملیا میٹ کر دے گا، اگر ایسے ہو گیا تو بازو خود بخود دم توڑ جائیں گے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ جنگ میں بنفس نفیس شرکت کریں۔ لیکن لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ خود عجموں کی طرف نہ جائیں، اگر آپ شہید ہو گئے تو مسلمانوں کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، آپ مجاہدین کے لشکروں کو بھیج دیں۔ (آپ نے اسی رائے پر عمل کیا اور) اور اپنے بیٹے سیدنا عبد اللہ بن عمر، مہاجرین اور انصار سمیت اہل مدینہ کو اہل فارس سے لڑنے کے لیے بھیج دیا۔ اُدھر سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو لے کر اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ اہل کوفہ کو لے کر نہاوند جمع ہو جائیں۔ جب تم سارے

فَإِذَا اجْتَمَعْتُمْ فَأَمِيْرُكُمُ النُّعْمَانُ بْنُ مُقَرِّنٍ الْمَزَنِيُّ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا بِنَهَاوَنْد أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ بُنْدَار الْعَلَجِ أَنْ أَرْسِلُوْا إِلَيْنَا يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ رَجُلًا مِنْكُمْ نُكَلِّمُهُ فَاخْتَارَ النَّاسُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ قَالَ أَبِيْ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ رَجُلٌ طَوِيْلٌ أَشْعَثُ أَعْوَرُ، فَأَتَاهُ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَيْنَا سَأَلْنَاهُ؟ فَقَالَ لَنَا: إِنِّي وَجَدْتُ الْعَلَجَ قَدِ اسْتَشَارَ أَصْحَابَهُ فِي أَيِّ شَيْءٍ تَأْذَنُوْنَ لِهٰذَا الْعَرَبِيِّ؟ أَبِشَارَتِنَا وَبَهْجَتِنَا وَمُلْكِنَا؟ أَوْ نَتَقَشَّفُ لَهُ فَنُزْهِدُهُ عَمَّا فِي أَيْدِيْنَا؟ فَقَالُوْا: بَلْ نَأْذَنُ لَهُ بِأَفْضَلِ مَا يَكُوْنُ مِنَ الشَّارَةِ وَالْعِدَةِ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ رَأَيْتُ تِلْكَ الْحِرَابَ وَالدُّرَقَ يَلْمَعُ مِنْهَا الْبَصَرُ، وَرَأَيْتُهُمْ قِيَامًا عَلَى رَأْسِهِ، فَإِذَا هُوَ عَلَى سَرِيْرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَعَلَى رَأْسِهِ التَّاجُ فَمَضَيْتُ كَمَا أَنَا وَنَكَسْتُ رَأْسِيْ لِأَقْعُدَ مَعَهُ عَلَى السَّرِيْرِ۔ فَقَالَ: فَدُفِعْتُ وَنُهِرْتُ۔ فَقُلْتُ: إِنَّ الرُّسُلَ لَا يُفْعَلُ بِهِمْ هٰذَا۔ فَقَالُوْا لِيْ: إِنَّمَا أَنْتَ كَلْبٌ، أَتَقْعُدُ مَعَ الْمَلِكِ؟ فَقُلْتُ: لَأَنَا أَشْرَفُ فِيْ قَوْمِيْ مِنْ هٰذَا فِيْكُمْ، قَالَ: فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ اجْلِسْ۔ فَجَلَسْتُ فَتُرْجِمَ لِيْ قَوْلُهُ؟ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ أَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا، وَأَعْظَمَ النَّاسِ شِقَاءً، وَأَقْذَرَ النَّاسِ قَذْرًا، وَأَبْعَدَ النَّاسِ دَارًا، وَأَبْعَدَهُ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ، وَمَاكَانَ مَنَعَنِي

جمع ہو جاؤ تو تمہارے امیر سیدنا نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ جب یہ لشکر نہاوند میں جمع ہوئے تو (عامل کسری) بندار، جو کہ آتش پرست تھا، نے ان کی طرف پیغام بھیجا: عربوں کی جماعت! اپنا قاصد بھیجو تاکہ بات کی جا سکے۔ لوگوں نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ جبیر بن حیہ کہتے ہیں: گویا میں اب بھی مغیرہ کو دیکھ رہا ہوں، وہ ایک دراز قد آدمی تھے، ان کے لمبے لمبے بال تھے اور وہ کانے بھی تھے۔ پس وہ چلے گئے اور جب (گفت وشنید کر کے) واپس آئے تو ہم نے پوچھا (کہ کیا کر کے آئے ہو)۔ انھوں نے کہا: آتش پرست نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور پوچھا: اس عربی کے لیے ہم کیسا ماحول بنائیں؟ کیا حسن و جمال، خوشی و شادمانی اور ملوکیت و بادشاہت والا یا پھر جان بوجھ کر تنگ حالی ظاہر کریں اور دنیوی (آرائشوں اور سہولتوں) سے ذرا دور ہو جائیں؟ انھوں نے کہا: بلکہ ہمیں چاہیے کہ اپنے حسن اور تعداد کی اعلی صورت اختیار کریں۔ (بہرحال میں وہاں پہنچ گیا) کیا دیکھتا ہوں کہ لڑنے کے آلے اور ڈھالیں، بس آنکھیں چندھیا جاتی ہیں، میں نے دیکھا کہ وہ بندار کے پاس کھڑے تھے، جبکہ وہ سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سر پر تاج تھا۔ میں سیدھا آگے نکل گیا اور اس کے ساتھ تخت پر بیٹھنے کے لیے سر جھکایا (جیسے عام بندہ بیٹھنے کی تیاری کرتا ہے)، لیکن مجھے دھکیلا گیا اور میری زجروتوبیخ کی گئی۔ میں نے کہا کہ قاصدوں سے ایسی (بدسلوکی) نہیں کرتے۔ جبکہ انھوں نے مجھے کہا: تو کتا ہے، کیا تو بادشاہ کے ساتھ بیٹھتا ہے؟ میں نے کہا: جتنا تم میں اس کا مقام ہے، میری قوم میں اس سے زیادہ میرا مقام ہے۔ پھر بھی اس نے مجھے ڈانٹا اور کہا: بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ (پہلے بادشاہ نے کچھ کہا اور)

أَنْ آمُرَ هٰذِهِ الْأَسَاوِرَةَ حَوْلِي أَنْ يَنْتَظِمُوْكُمْ بِالنُّشَّابِ إِلَّا تَنْجِيْسًا لِجِيَفِكُمْ لِأَنَّكُمْ أَرْجَاسٌ، فَإِنْ تَذْهَبُوْا يُخَلّٰى عَنْكُمْ، وَإِنْ تَأْبَوْا نُبَوِّئْكُمْ مَصَارِعَكُمْ. قَالَ الْمُغِيْرَةُ: فَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَأَثْنَيْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: وَاللّٰهِ! مَا أَخْطَأْتَ مِنْ صِفَتِنَا وَنَعْتِنَا شَيْئًا، إِنْ كُنَّا لَأَبْعَدَ النَّاسِ دَارًا، وَأَشَدَّ النَّاسِ جُوْعًا، وَأَعْظَمَ النَّاسِ شِقَاءً، وَأَبْعَدَ النَّاسِ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ، حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْنَا رَسُوْلًا فَوَعَدَنَا بِالنَّصْرِ فِي الدُّنْيَا، وَالْجَنَّةِ فِي الآخِرَةِ، فَلَمْ نَزَلْ نَتَعَرَّفُ مِنْ رَبِّنَا مُذْ جَاءَنَا رَسُوْلُهُ ﷺ الْفَلَاحَ وَالنَّصْرَ حَتّٰى أَتَيْنَاكُمْ، وَإِنَّا وَاللّٰهِ نَرٰى لَكُمْ مُلْكًا وَعَيْشًا لَا نَرْجِعُ إِلٰى ذٰلِكَ الشَّقَاءِ أَبَدًا حَتّٰى نَغْلِبَكُمْ عَلٰى مَا فِي أَيْدِيْكُمْ أَوْ نُقْتَلَ فِي أَرْضِكُمْ. فَقَالَ: أَمَا الْأَعْوَرُ فَقَدْ صَدَقَكُمُ الَّذِي فِي نَفْسِهِ. فَقُمْتُ مِنْ عِنْدِهِ وَقَدْ وَاللّٰهِ أَرْعَبْتُ الْعِلَجَ جَهْدِي، فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا الْعِلَجَ: إِمَّا أَنْ تَعْبُرُوْا إِلَيْنَا بِنَهَاوَنْدَ وَإِمَّا أَنْ نَعْبُرَ إِلَيْكُمْ. فَقَالَ النُّعْمَانُ: أُعْبُرُوْا، فَعَبَرْنَا. فَقَالَ أَبِي: فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ قَطُّ إِنَّ الْعُلُوْجَ يَجِيْئُوْنَ كَأَنَّهُمْ جِبَالُ الْحَدِيْدِ، وَقَدْ تَوَاثَقُوْا أَنْ لَا يَفِرُّوْا مِنَ الْعَرَبِ، وَقَدْ قُرِنَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ حَتّٰى كَانَ سَبْعَةٌ فِي قِرَانٍ، وَأَلْقَوْا حَسَكَ الْحَدِيْدِ خَلْفَهُمْ وَقَالُوْا: مَنْ فَرَّ مِنَّا

میرے سامنے اس کی بات کا یوں ترجمہ پیش کیا گیا: او عربوں کی جماعت! تم سب سے زیادہ بھوکے تھے، سب سے بڑے بدبخت تھے، سب سے زیادہ گندے تھے، (ترقی یافتہ سلطنتوں سے) بلکہ ہر خیر سے بہت دور تھے، میں نے تمہیں تیروں میں پرونے والے اپنے کمانڈروں کو حکم دے دینا تھا، لیکن تمہاری گندی اور پلید لاشوں کی وجہ سے ایسے نہیں کیا، اب اگر تم واپس چلے گئے تو ٹھیک اور اگر ایسا کرنے سے انکار کیا تو ہم تمہیں تمہاری قتل گاہوں میں ٹھہرا دیں گے۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا: بخدا! تو نے ہمارے صفات بیان کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی، ہم (ترقی یافتہ سلطنتوں) سے دور تھے، بھوکے تھے، بدبخت تھے اور ہر بھلائی سے محروم تھے۔ (لیکن ایک ایسا وقت آیا کہ) اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا رسول مبعوث کر دیا، اس نے ہمیں دنیا میں تائید و نصرت اور آخرت میں جنت و بہشت کی خوشخبریاں دیں، اس رسول کی آمد سے لے کر یہاں تمہارے پاس پہنچنے تک ہم اپنے رب سے کامیابی اور مدد وصول کرتے رہے، ٹھیک ہے، تمہارے پاس ایسی بادشاہت اور زندگی ہے، (لیکن یہ ہمارے نزدیک بدبختی ہے) اور ہم اس شقاوت کی طرف کبھی نہیں لوٹیں گے، جب تک تم پر غالب نہ آ جائیں یا پھر یہیں شہید نہ ہو جائیں۔ اس نے کہا: کانے (مغیرہ) نے اپنے دل کی بات بیان کر دی اور سچ کہا ہے۔ اس کے بعد میں اس کے پاس سے کھڑا ہوا (اور واپس آ گیا)، اللہ کی قسم! میں نے اپنے انداز سے پارسی کو مرعوب کر دیا۔ اس نے ہماری طرف پیغام بھیجا کہ تم (دریا) عبور کر کے آؤ گے یا ہم؟ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: (میرے ساتھیو!) تم عبور کر کے جاؤ، پس ہم (دریا) عبور کر کے پہنچ گئے۔ میرے

عَقَرَهُ حَسَكُ الْحَدِيْدِ۔ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ حِيْنَ رَأَى كَثْرَتَهُمْ: لَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ قَتِيْلاً، إِنَّ عَدُوَّنَا يَتْرُكُوْنَ أَنْ يَتَنَامُوْا، فَلَا يُعْجِلُوْا، أَمَا وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ الْأَمْرَ إِلَيَّ لَقَدْ أَعْجَلْتُهُمْ بِهِ۔ قَالَ: وَكَانَ النُّعْمَانُ رَجُلاً بَكَّاءً، فَقَالَ: قَدْ كَانَ اللّٰهُ جَلَّ وَعَزَّ يُشْهِدُكَ أَمْثَالَهَا فَلَا يَحْزُنْكَ وَلَا يَعِيْبُكَ مَوْقِفُكَ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُنِي أَنْ أُنَاجِزَهُمْ إِلَّا لِشَيْءٍ شَهِدْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا غَزَا فَلَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ لَمْ يُعَجِّلْ حَتّٰى تَحْضُرَ الصَّلَوَاتُ، وَتَهُبَّ الْأَرْوَاحُ، وَيَطِيْبَ الْقِتَالُ۔ ثُمَّ قَالَ النُّعْمَانُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ تُقِرَّ عَيْنِي بِفَتْحٍ يَكُوْنُ فِيْهِ عِزُّ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ، وَذَلُّ الْكُفْرِ وَأَهْلِهِ۔ ثُمَّ اخْتِمْ لِي عَلٰى إِثْرِ ذٰلِكَ بِالشَّهَادَةِ۔ ثُمَّ قَالَ: أَمِّنُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ۔ فَأَمَّنَّا وَبَكٰى فَبَكَيْنَا۔ فَقَالَ النُّعْمَانُ: إِنِّي هَازٌّ لِوَائِي فَتَيَسَّرُوْا لِلسِّلَاحِ، ثُمَّ هَازُّهَا الثَّانِيَةَ، فَكُوْنُوْا مُتَيَسِّرِيْنَ لِقِتَالِ عَدُوِّكُمْ بِإِزَائِكُمْ، فَإِذَا هَزَزْتُهَا الثَّالِثَةَ فَلْيَحْمِلْ كُلُّ قَوْمٍ عَلٰى مَنْ يَلِيْهِمْ مِنْ عَدُوِّهِمْ عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ، قَالَ فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَهَبَّتِ الْأَرْوَاحُ كَبَّرَ وَكَبَّرْنَا۔ وَقَالَ: رِيْحُ الْفَتْحِ وَاللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَإِنِّي لَأَرْجُوْ أَنْ يَسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لِيْ، وَأَنْ يَفْتَحَ عَلَيْنَا۔

باپ (جبیر) نے کہا: میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا، آتش پرست فارسیوں کا لشکر یوں لگ رہا تھا، جیسے وہ لوہے کا پہاڑ ہے، انھوں نے عربوں کا مقابلہ کرنے سے فرار نہ ہونے کا عہد و پیمان کر رکھا تھا اور بعض (جنگجوؤں) کو بعض کے ساتھ ملایا گیا تھا، حتی کہ ایک رسی میں سات افراد تھے اور انھوں نے اپنے پیچھے نوک دار لوہا بچھا دیا اور کہنے لگے کہ جو بھی فرار اختیار کرے گا، نوک دار لوہا اسے زخمی کر دے گا۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان کی کثرت کو دیکھ کر کہا کہ (اس جنگ میں کافروں کی جتنی تعداد قتل ہو گی) اتنی تعداد میں نے کبھی نہیں دیکھی، بیشک ہمارا دشمن نیند یا سکون کو ترک کر چکا ہے، اس لیے جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال اگر میں امیر ہوتا تو ان کے ساتھ تیزی کے ساتھ مقابلہ کرتا۔ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رونے والے شخص تھے، انھوں نے مجھے کہا: اللہ تجھے اس قسم کے حالات میں حاضر کرے گا، (اس وقت دیکھ لینا کہ کیا کرنا ہے)۔ اب تیرا جو مقام ہے، اس پر تجھے پریشان ہونا چاہیے نہ اسے معیوب سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے ان کے ساتھ لڑائی کرنے میں عجلت سے مانع چیز آپ ﷺ کی حدیث ہے، جب آپ ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو دن کے شروع میں لڑائی نہ کرتے، بلکہ ٹھہرتے حتی کی نماز کا وقت حاضر ہو جاتا (یعنی سورج ڈھل جاتا)، ہوائیں چلنا شروع ہو جاتیں اور لڑنا خوشگوار ہو جاتا۔ پھر سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس فتح میں اسلام اور اہل اسلام کی عزت اور کفر اور اہل کفر کی ذلت ہو، اس کے ذریعے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دینا اور اس کے بعد مجھے شہادت عطا کر دینا۔ پھر کہا: آمین کہو، پس ہم نے آمین کہی۔ پھر وہ رونے

فَهَزَّ اللِّوَاءَ فَتَيَسَّرُوْا، ثُمَّ هَزَّهَا الثَّانِيَةَ، ثُمَّ هَزَّهَا الثَّالِثَةَ، فَحَمَلْنَا جَمِيْعًا كُلُّ قَوْمٍ عَلٰى مَنْ يَلِيْهِمْ، وَقَالَ النُّعْمَانُ: إِنْ أَنَا أُصِبْتُ فَعَلَى النَّاسِ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ فَإِنْ أُصِيْبَ حُذَيْفَةُ فَفُلَانٌ، فَإِنْ أُصِيْبَ فُلَانٌ فَفُلَانٌ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَةً آخِرُهُمُ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ۔

قَالَ أَبِي: فَوَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَحَدًا يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِهِ حَتّٰى يُقْتَلَ أَوْ يَظْفَرَ، فَثَبَتُوْا لَنَا، فَلَمْ نَسْمَعْ إِلَّا وَقْعَ الْحَدِيْدِ عَلَى الْحَدِيْدِ، حَتّٰى أُصِيْبَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ عِصَابَةٌ عَظِيْمَةٌ۔ فَلَمَّا رَأَوْا صَبْرَنَا وَرَأَوْنَا لَا نُرِيْدُ أَنْ نَرْجِعَ انْهَزَمُوْا، فَجَعَلَ يَقَعُ الرَّجُلُ فَيَقَعُ عَلَيْهِ سَبْعَةٌ فِي قِرَانٍ فَيُقْتَلُوْنَ جَمِيْعًا، وَجَعَلَ يَعْقِرُهُمْ حَسَكُ الْحَدِيْدِ خَلْفَهُمْ۔ فَقَالَ النُّعْمَانُ: قَدِّمُوْا اللِّوَاءَ، فَجَعَلْنَا نُقَدِّمُ اللِّوَاءَ فَنَقْتُلُهُمْ، وَنَهْزِمُهُمْ، فَلَمَّا رَأَى النُّعْمَانُ قَدِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهُ وَرَأَى الْفَتْحَ، جَاءَتْهُ نُشَّابَةٌ فَأَصَابَتْ خَاصِرَتَهُ، فَقَتَلَتْهُ فَجَاءَ أَخُوْهُ مَعْقِلُ بْنُ مُقَرِّنٍ فَسَجّٰى عَلَيْهِ ثَوْبًا وَأَخَذَ اللِّوَاءَ، فَتَقَدَّمَ ثُمَّ قَالَ: تَقَدَّمُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، فَجَعَلْنَا نَتَقَدَّمُ فَنَهْزِمُهُمْ وَنَقْتُلُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْنَا وَاجْتَمَعَ النَّاسُ، قَالُوْا: أَيْنَ الْأَمِيْرُ؟ فَقَالَ مَعْقِلٌ: هٰذَا أَمِيْرُكُمْ قَدْ أَقَرَّ اللّٰهُ عَيْنَهُ بِالْفَتْحِ، وَخَتَمَ لَهُ

لگ گئے اور ہم بھی روئے۔ پھر سیدنا نعمان نے کہا: جب میں پہلی دفعہ جھنڈا ہلاؤں گا تو اپنا اسلحہ تھام لینا، جب دوسری دفعہ ہلاؤں تو دشمن سے لڑنے کے لیے تیار ہو جانا اور جب تیسری دفعہ ہلاؤں تو ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ اپنے قریبی دشمن پر حملہ کر دے۔ جب (ظہر کی) نماز کا وقت ہوا اور ہوائیں چل پڑیں تو انھوں نے اللہ اکبر کہا، ہم نے بھی اللہ اکبر کہا۔ پھر انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! ان شاء اللہ فتح کی ہوا چل پڑی ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول کر کے ہمیں فتح عطا کرے گا۔ پھر انھوں نے پہلی دفعہ جھنڈا ہلایا، پھر دوسری دفعہ ہلایا اور جب تیسری دفعہ اسے حرکت دی تو ہم میں سے ہر ایک اپنے قریبی دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں شہید ہو جاؤں تو حذیفہ بن یمان امیر لشکر ہوں گے، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو فلاں ہوں، ان کے بعد فلاں، حتی کہ انھوں نے سات امیروں کا ذکر کیا، آخر میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ میرے باپ (جبیر) نے کہا: اللہ کی قسم! میرے علم کے مطابق ہر مسلمان یہ چاہتا تھا کہ یا تو وہ شہید ہو جائے یا پھر فتحیاب، دشمن بھی ہمارے مقابلے میں ڈٹے رہے، ہمیں صرف لوہے کی لوہے پر پڑنے کی آواز آتی تھی، بالآخر ایسے ہوا کہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد شہید ہو گئی، لیکن جب انھوں نے ہمارا صبر اور عزم دیکھا کہ ان لوگوں کا فرار ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے تو وہ شکست کے لیے تیار ہو گئے، جب ایک مجاہد کسی ایک دشمن پر حملہ آور ہوتا تو وہ ایک رسی میں باندھے ہوئے ساتوں کے سات اس پر ٹوٹ پڑتے، لیکن ہوتا یوں کہ سارے کے سارے قتل ہو جاتے، پیچھے سے نوکیلا لوہا ان کو زخمی کرتا۔ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جھنڈا آگے بڑھاؤ، پس ہم نے جھنڈا آگے بڑھانا

بِالشَّهَادَةِ۔
فَبَايَعَ النَّاسُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رِضْوَانَ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِالْمَدِيْنَةِ يَدْعُو اللّٰهَ، وَيَنْتَظِرُ مِثْلَ صَيْحَةِ الْحُبْلٰى، فَكَتَبَ حُذَيْفَةُ إِلٰى عُمَرَ بِالْفَتْحِ مَعَ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ قَالَ: أَبْشِرْ يَاأَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِفَتْحٍ أَعَزَّ اللّٰهُ فِيْهِ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ وَأَذَلَّ فِيْهِ الشِّرْكَ وَأَهْلَهُ۔ وَقَالَ: النُّعْمَانُ بَعَثَكَ؟ قَالَ: اِحْتَسِبِ النُّعْمَانَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَبَكٰى عُمَرُ وَاسْتَرْجَعَ، فَقَالَ: وَمَنْ وَيْحَكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ وَفُلَانٌ حَتّٰى عَدَّ نَاسًا ثُمَّ قَالَ: وَآخَرِيْنَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَاتَعْرِفُهُمْ، فَقَالَ عُمَرُ رِضْوَانَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْكِي: لَايَضُرُّهُمْ أَنْ لَايَعْرِفَهُمْ عُمَرُ، لٰكِنِ اللّٰهَ يَعْرِفُهُمْ۔ (الصحيحة: ٢٨٢٦)

اور ان کو قتل کرنا شروع کر دیا اور وہ شکست کھانا شروع ہو گئے۔ جب سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی ہے اور فتح عطا کی ہے، اسی اثنا میں ایک تیر آیا اور ان کی کوکھ میں پیوست ہو گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ ان کے بھائی معقل بن مقرن نے ان کو کپڑے سے ڈھانپ لیا اور جھنڈا خود تھام لیا اور آگے بڑھا اور کہا: اللہ تم پر رحم کرے، پیش قدمی جاری رکھو، سو ہم نے ایسے ہی کیا اور ان کو شکست دینا اور ان کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو لوگ جمع ہو کر پوچھنے لگے کہ امیر کہاں ہے؟ معقل نے کہا: یہ تمہارا امیر ہے، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کر کے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر کے ان کو شہادت سے ہمکنار کر دیا۔ لوگوں نے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اُدھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں دعا کرنے میں مگن اور حاملہ کے چیخنے کی طرح منتظر تھے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو فتح کا پیغام پہنچانے کے لیے خط لکھا اور ایک مسلمان کے ہاتھ بھیج دیا۔ جب وہ پہنچا تو یوں فتح کا پیغام سنایا: امیر المؤمنین! خوش ہو جاؤ، فتح ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت دی ہے اور شرک اور مشرکوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تجھے نعمان نے بھیجا ہے؟ اس نے کہا: امیر المؤمنین! نعمان کی وفات پر ثواب کی توقع کے ساتھ صبر کرو۔ یہ سن کر آپ نے رونا اور انا للہ پڑھنا شروع کر دیا اور کہا: تو ہلاک ہو جائے، تو پھر امیر کا کیا بنا؟ اس نے کہا: فلاں تھا، فلاں تھا، پھر اس نے کچھ نام لینے کے بعد کہا: امیر المؤمنین! اور لوگ بھی ہیں، لیکن آپ ان کو نہیں جانتے۔ سیدنا عمر رضوان اللہ علیہ نے کہا، جبکہ وہ خود رو رہے تھے: اگر عمر نہیں جانتا تو کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے۔

تخريج: أخرجه ابن جرير الطبري في "التاريخ": ٢/ ٢٣٣۔ ٢٣٥، وابن حبان: ١٧١٢۔ الموارد، واخرجه البخاري: ٣١٥٩، ٣١٦٠ مختصرا وفيه زيادة "والجناح قيصر"، وروى منه احمد و غيره حديث الترجمة، يعني لفظ: كان اذا غزا فلم يقاتل اول النهار لم يعجل حتى تحضر الصلوات، وتهب الارواح، ويطيب القتال۔

شرح:...... اس میں نہاوند کی جنگ کا ذکر ہے، جو قادسیہ کے بعد دوسری فیصلہ کن جنگ تھی، اسے مؤرخین فتح

الفتوح کا نام دیتے ہیں، فاروقی عہدِ خلافت میں اس میں سیدنا نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پندرہ ہزار مسلمانوں نے ڈیڑھ لاکھ ایرانی مجوسیوں کے جمِ غفیر کو شکست دی، اس کے بعد اہل فارس کبھی بھی اتنا بڑا لشکر اکٹھا نہ کر سکے۔ ہرمزان: یہ فارس کا ایک کمانڈر تھا، تستر کے موقع پر مسلمانوں کے خلاف بہت زیادہ لڑنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اتر آیا اور سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کو قید کر کے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کو قریب کرتے اور اس سے مشورہ لیتے تھے۔

عِلج: اس کی جمع عُلوج ہے، اس کے معانی یہ ہیں: قوی موٹا تازہ آدمی، عجمی کافر، مجوسی، گبر، آتش پرست، پارسی لوگ۔

اشعری لوگوں کا ایثار

(٢١٣٨)۔ عَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْأَشْعَرِيِّيْنَ أَذَا أَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ فِي الْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَتْ عِنْدَهُمْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْهُ بَيْنَهُمْ فِيْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ۔)) (الصحيحة: ٣٥٠٤)

سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک کسی غزوہ کے دوران اشعری لوگوں (میں سے) جب بعض لوگ بے توشہ ہونے لگتے ہیں یا مدینہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہونے لگتا ہے تو جس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے، وہ سارا ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں، پھر ایک برتن کے ذریعے برابر برابر آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، یہ لوگ مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٢٤٨٦، ومسلم: ٧/ ١٧١، والبيهقي: ١٠/ ١٣٢، والبغوي في"شرح السنة": ١٠/ ٢١٥

شرح:...... اس حدیث میں اشعری لوگوں کے ایثار کی بہت بڑی مثال بیان کی گئی ہے۔

شہید، عالم، قاری اور سخی، جو کہ ریاکار تھے

(٢١٣٩)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ: رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهِ، فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اُسْتُشْهِدْتُ۔ قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِيُقَالَ: جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ،

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزِ قیامت جن لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا (وہ یہ ہیں:) (١) وہ آدمی جو شہید ہوا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا تعارف کروائے گا اور وہ اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے کون سا عمل کیا ہے؟ وہ کہے گا: میں نے تیری خاطر لڑائی کی، حتی کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو تو اس لیے

فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ۔ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَءَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيْكَ الْقُرْآنَ۔ قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِىءٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ، فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ۔ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِن سَبِيْلٍ تُحِبُّ أَن يُّنْفَقَ فِيْهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيْهَا، لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنْ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ۔ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ، فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ۔)) (الصحيحة:٣٥١٨)

لڑا تھا تا کہ تجھے بہادر کہا جائے، اور وہ کہا جا چکا ہے، پھر اس کے بارے میں حکم ہوگا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۲) وہ آدمی، جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن مجید پڑھا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کا تعارف کروائیں گے، وہ اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کون سا عمل کر کے آیا ہے؟ وہ کہے گا: میں نے تیری خاطر علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے تو علم اس لیے حاصل کیا تھا تا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن مجید پڑھا، تا کہ تجھے قاری کہا جائے اور وہ کہہ دیا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (۳) وہ آدمی، جسے اللہ تعالیٰ نے رزق میں فراوانی دی اور ہر قسم کا مال عطا کیا۔ اس کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا تعارف کروائیں گے، وہ اقرار کر لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو کون سا عمل کر کے لایا ہے؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس مصرف میں مال خرچ کیا جہاں خرچ کرنا تجھے پسند تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے تو اس لیے کیا تھا تا کہ تجھے سخی کہا جائے اور وہ کہہ دیا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٦/ ٤٧، والنسائي: ٢/ ٥٨، و الحاكم: ١/ ١٠٧، ٢/ ١١٠، والبيهقي: ٩/ ١٦٨، وأبونعيم في "الحلية": ٢/ ١٩٢، والخطيب في "تقييد العلم": ١٩٧، وأحمد: ٢/ ٣٢٢

شرح: ...... بڑے بڑے نیک اعمال کو سرانجام دینے میں سب سے مشکل مرحلہ نیت کا ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا: رُبَّ عَمَلٍ صَغِيْرٍ تُعَظِّمُهُ النِّيَّةُ، وَرُبَّ عَمَلٍ كَبِيْرٍ تُصَغِّرُهُ النِّيَّةُ ...... بہت سے چھوٹے اعمال کو نیت بڑا کر دیتی ہے اور بہت سے بڑے اعمال کو نیت چھوٹا کر دیتی ہے۔

نیت، اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، اس لیے اس کو درست کرنے کے لیے سنجیدگی کی ضرورت ہے، اس نقطے پر بار بار غور کیا جائے کہ عمل کرنے کا ہمارا مقصد کیا ہے۔

(٢١٤٠)۔ عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

((اَلْغَزْوُ غَزْوَانِ، فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللّٰهِ، وَأَطَاعَ الْإِمَامَ، وَأَنْفَقَ الْكَرِيْمَةَ، وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَإِنَّ نَوْمَهُ وَتَنَبُّهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ، وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْراً وَرِيَاءً وَسُمْعَةً، وَعَصَى الْإِمَامَ وَأَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ فَإِنَّهُ لَا يَرْجِعُ بِكَفَافٍ۔)) (الصحيحة: ۱۹۹۰)

نے فرمایا: ''غزوے کی دو قسمیں ہیں: (۱) جس نے (جہاد کر کے) اللہ کی رضامندی تلاش کی، حکمران کی اطاعت کی، عمدہ مال خرچ کیا اور فساد سے اجتناب کیا تو اس کا سونا اور جاگنا سب عبادت ہے اور (۲) جس نے فخر کرتے ہوئے، ریاکاری کرتے ہوئے اور شہرت کے حصول کے لیے (جہاد کیا)، حکمران کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد برپا کیا تو وہ برابر سرابر بھی نہیں لوٹے گا۔''

تخریج: أخرجه ابوداود: ۲۵۱۵، والنسائي في "السير" من "الكبرى": ۲/ ۵۲/ ۱

شرح:...... برابر سرابر نہ لوٹنے سے مراد یہ ہے کہ واپسی پر نیکیوں کے بجائے برائیوں کا بوجھ ہوتا ہے۔

ہجرت بے نظیر عمل ہے

(۲۱٤۱)۔ عَنْ أَبِي فَاطِمَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَلَيْكَ بِالْهِجْرَةِ فَإِنَّهُ لَا مِثْلَ لَهَا، عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا مِثْلَ لَهُ، عَلَيْكَ بِالسُّجُوْدِ، فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً۔)) (الصحيحة: ۱۹۳۷)

سیدنا ابو فاطمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو ہجرت کر، اس کی کوئی مثال نہیں۔ تو روزوں کا اہتمام کر، وہ بے مثال عبادت ہے اور سجدے کیا کر، کیونکہ جب بھی تو سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

تخريج: رواه الطبراني في "الكبير": كما في "الجامع الصغير": و "الكبير": للسيوطي، من حديث ابى فاطمة، ولم اقف على اسناده، ولا على من تكلم عليه بتصحيح او تضعيف، وقد استطعت الوقوف على الحديث كله الا فقرة الجهاد المحذوفة وهى ((عليك بالجهاد فانه لا مثله له))، مفرقا فى عدة مصادر۔ ثم بين الالبانى رحمه الله هذه المصادر

شرح:...... اصطلاح میں دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف منتقل ہونا ''ہجرت'' کہلاتا ہے، یہ واحد عمل ہے کہ جس کے ذریعے مسلمان برے ماحول سے نکل کر نیک ماحول تک رسائی حاصل کرنے کے لیے گھر بار، مال و جائداد اور بسا اوقات اپنے بیوی بچے اور عزیز و قریب بھی چھوڑ دیتا ہے، اوّلین مہاجرین کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اگرچہ عصر حاضر میں دیارِ کفر دنیوی سہولتوں اور آرائشوں کے اعتبار سے جنت کا سماں پیش کر رہے ہیں، بہرحال مومن کو دار الاسلام کا ہی انتخاب کرنا چاہیے۔

ہجرت اور جہاد لازم وملزوم ہیں

(۲۱٤۲)۔ عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ: أَنَّ رِجَالاً مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: إِنَّ الْهِجْرَةَ قَدِ انْقَطَعَتْ، فَاخْتَلَفُوْا فِي ذٰلِكَ، قَالَ: فَانْطَلَقْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أُنَاسًا يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ الْهِجْرَةَ قَدِ انْقَطَعَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الْهِجْرَةَ لَاتَنْقَطِعُ مَاكَانَ الْجِهَادُ۔))

(الصحيحة: ۱٦٧٤)

سیدنا جنادہ بن ابوامیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہجرت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اس بارے میں ان کی آرا میں اختلاف نظر آنے لگا۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہجرت منقطع ہو چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک جہاد باقی ہے، ہجرت کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔''

تخريج: أخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار": ۳/ ۲۵۷، وأحمد: ٤/ ٦۲ و ٥/ ۳۷٥

شرح:......اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام کی بقا تک جہاد اور ہجرت کا حکم باقی ہے۔

ہجرتِ حبشہ

(۲۱٤۳)۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا ضَاقَتْ عَلَيْنَا مَكَّةُ، وَأُوْذِيَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَفُتِنُوْا، وَرَأَوْا مَايُصِيْبُهُمْ مِنَ الْبَلَاءِ وَالْفِتْنَةِ فِي دِيْنِهِمْ، وَأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَايَسْتَطِيْعُ دَفْعَ ذٰلِكَ عَنْهُمْ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي مَنْعَةٍ مِّنْ قَوْمِهِ وَعَمِّهِ لَايَصِلُ إِلَيْهِ شَيْءٌ مِمَّايَكْرَهُ، مِمَّا يَنَالُ أَصْحَابَهُ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ مَلِكًا لَايُظْلَمُ أَحَدٌ عِنْدَهُ، فَالْحَقُوْا بِبِلَادِهِ حَتّٰى يَجْعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ فَرَجًا وَمَخْرَجًا مِمَّا أَنْتُمْ فِيْهِ۔)) فَخَرَجْنَا إِلَيْهَا أَرْسَالاً حَتّٰى اجْتَمَعْنَا وَنَزَلْنَا بِخَيْرِ

زوجۂ رسول سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب مکہ (کی سرزمین) ہم پر تنگ ہو گئی، اصحابِ رسول کو تکالیف دی گئیں اور انھیں آزمایا گیا اور انھوں نے دیکھا کہ ہم اپنے دین کی وجہ سے جن آزمائشوں اور فتنوں میں مبتلا ہیں، (فی الحال) رسول اللہ ﷺ ان کو رفع دفع نہیں کر سکتے اور خود رسول اللہ ﷺ کو اپنی قوم اور چچا کی وجہ سے طاقت و عزت حاصل تھی، اس لیے آپ مکروہات، جن میں عام صحابہ مبتلا تھے، سے محفوظ تھے۔ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''حبشہ میں ایک بادشاہ ہے، اس کی سلطنت میں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا، تم لوگ اس سے جا ملو، حتی کہ اللہ تعالی ان مصائب سے کشادگی اور راہِ فرار کی کوئی صورت پیدا کر دے۔'' ہم (نے اس تجویز پر عمل کیا اور) گروہوں کی شکل میں (مکہ سے) نکل پڑے اور ایک بہترین مقام پر اور

دَارٍ أُلِى خَيْرِ جَارٍ۔ أَمَّنَا عَلٰى دِيْنِنَا وَلَمْ يُخْشَ مِنْهُ ظُلْمًا وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ كَذَا فِى (السُّنَنِ) وَقَدْ سَاقَهُ بِطُوْلِهِ فِى أَرْبَعِ صَفَحَاتٍ۔ (الصحيحة: ۳۱۹۰)

بہترین پڑوسی کے پاس اکٹھے ہو گئے، اس نے ہم کو ہمارے دین پر امان دی اور ہمیں اس کی طرف سے کسی قسم کے ظلم کا اندیشہ نہ رہا۔ راوی نے طویل حدیث ذکر کی، اسی طرح یہ روایت سنن میں ہے اور چار صفحات میں مکمل روایت بیان کی ہے۔

تخريج: أخرجه البيهقي في "السنن". ۹/ ۹ (وقد ساقه بطوله فى اربع صفحات) و في "الدلائل": ۲/ ۳۰۱، واحمد: ۱/ ۲۰۱، ۵/ ۲۹۰

شرح:...... حبشہ کا بادشاہ ایک انصاف پسند حکمران تھا۔ مکی دور میں صحابہ کرام نے مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر اور آپ ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کیں، پہلی ہجرت میں بارہ مرد اور چار خواتین، جبکہ دوسری ہجرت میں بیاسی یا تراسی مرد اور اٹھارہ خواتین تھیں۔

سفرِ ہجرت میں فوت ہونے والے کی فضیلت

(۲۱٤٤)۔ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، قَالَ: هَاجَرَ خَالِدُ بْنُ حِزَامٍ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، فَنَهَشَتْهُ حَيَّةٌ فِى الطَّرِيْقِ فَمَاتَ فَنَزَلَتْ فِيْهِ: ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾ (النِّسَاء: ۱۰۰) قَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ. وَكُنْتُ أَتَوَقَّعُهُ وَأَنْتَظِرُ قُدُوْمَهُ وَأَنَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، فَمَا أَحْزَنَنِى شَيْءٌ حُزْنَ وَفَاتِهِ حِيْنَ بَلَغَنِى، لِأَنَّهُ قَلَّ أَحَدٌ مِمَّنْ هَاجَرَ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا مَعَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ أَوْ ذِى رَحِمِهِ، وَلَمْ يَكُنْ مَعِى أَحَدٌ مِنْ بَنِى أَسَدِ بْنِ عَبْدِالْعُزّٰى وَلَا أَرْجُوْ غَيْرَهُ۔ (الصحيحة: ۳۲۱۸)

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: خالد بن حزام نے حبشہ کی سرزمین کی طرف ہجرت کی، راستے میں ایک سانپ نے اسے ڈسا اور وہ فوت ہو گیا، پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہوا، پھر اسے موت نے آ پکڑا تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔﴾ (سورۂ نساء: ۱۰۰) زبیر بن عوام کہتے ہیں کہ مجھے ان کی توقع تھی اور حبشہ میں میں ان کے آنے کا انتظار کر رہا تھا، جب مجھے ان کی وفات کی خبر ملی تو میں رنج وغم میں مبتلا ہو گیا، کیونکہ جو بھی قریش سے ہجرت کر کے گیا، اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی بیوی بچہ یا رشتہ دار ہوتا تھا اور میرے ساتھ بنو اسد بن عبد العزیٰ قبیلے کا کوئی آدمی نہ تھا اور نہ مجھے اس کے علاوہ کسی کی امید تھی۔

تخريج: أخرجه ابن أبي حاتم في "التفسير": ۲/ ۱۷۵/ ۱، وأخرجه ابو نعيم فى "المعرفة": ۱/ ۲۰۹/ ۲

دون قول الزبير: وكنت أتوقعه...... ألخ۔

شرح:...... اس میں اس شخص کی فضیلت کا ذکر ہے، جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کرتا ہے اور اس سفر کے دوران وفات پا جاتا ہے۔ سیدنا زبیر بن عوام اور سیدنا خالد بن حزام رضی اللہ عنہما دونوں کا تعلق بنو اسد سے تھا، اس لیے اول الذکر رنج و غم میں مبتلا ہو گئے تھے۔

دورانِ قتال شعار

(۲۱٤٥)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ بُيِّتُّمْ فَلْيَكُنْ شِعَارُكُمْ: حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ۔)) (الصحيحة:۳۰۹۷)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''اگر تم پر رات کو اچانک حملہ کر دیا جائے تو تمھارا شعار (تعارف کرانے کے لیے نشانِ خاص) ''حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ'' (حم۔کافروں کی مدد نہیں کی جائے گی۔) ہونا چاہیے۔''

تخريج: هو من حديث البراء بن عازب رضي الله عنه ، يرويه أبوأسحاق عمرو بن عبدالله السبيعي ، وقد اختلف عليه في أسناده علي وجوه:

الأول: سفيان عنه عن المهلب بن أبي صفرة، فأخرجه أبوداود: ۲۵۹۷، والترمذي: ۱٦۷۲، وابن الجارود في"المنتقي":۳۵۵/ ۱۰٦۳، والحاكم: ۲/ ۱۰۷

الوجه الثانية: شيبان عن أبي أسحاق عن البراء : فأخرجه النسائي: ٦۱۵

الوجه الثلاث: ...... أخرجه النسائي۔

شرح:...... شعار وہ علامت ہے، جس کے ذریعے شبہ پڑ جانے کی صورت میں مجاہد دورانِ جنگ اپنے لشکر کے افراد کو پہچان سکتا ہے۔

آپ ﷺ کے زمانے میں ''اَمِتْ اَمِتْ'' (مار، مار) کے الفاظ کو بھی بطورِ شعار استعمال کیا گیا۔ (ابوداود)

مشرکوں سے معاونت نہ لی جائے

(۲۱٤٦)۔ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ أُحُدٍ، حَتّٰى إِذَا جَاوَزَ ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ إِذَا هُوَ بِكَتِيبَةٍ خَشْنَاءَ، فَقَالَ: هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالُوْا: هٰذَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ أُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلَ فِي سِتِّ مِئَةٍ مِّنْ مَوَالِيْهِ مِنَ الْيَهُوْدِ مِنْ أَهْلِ قَيْنُقَاعَ، وَهُمْ رَهْطُ

سیدنا ابو حمید ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز اتوار نکلے اور ثنیہ وداع کو عبور کر گئے، آپ کو ہتھیاروں سے لیس ایک لشکر نظر آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہے۔'' صحابہ نے کہا: یہ عبد اللہ بن ابی بن سلول ہے، جو سیدنا عبد اللہ بن سلام کے قبیلے بنو قینقاع کے چھ سو یہودی رفقا کے ہمراہ ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''آیا یہ لوگ مسلمان ہو گئے

عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ ، قَالَ: وَقَدْ أَسْلَمُوْا؟ قَالُوْا: لَا ، يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((قُوْلُوْا لَهُمْ فَلْيَرْجِعُوْا ، فَإِنَّا لَا نَسْتَعِيْنُ بِالْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ۔)) (الصحيحة: ۱۱۰۱)

ہیں؟'' انھوں نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان سے کہو کہ لوٹ جاؤ، ہم مشرکوں کے خلاف مشرکوں سے مدد طلب نہیں کرتا۔''

تخريج: أخرجه ابن سعد: ۲/ ۴۸، والطحاوي في "المشكل" ۳/ ۲۴۱، والطحاوي: ۳/ ۲۳۹، واحمد: ۳/ ۴۵۴، والحاكم: ۲/ ۱۲۱

شرح:...... دیگر احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مشرکوں کی مدد قبول نہیں کی، لیکن اس کے برعکس آپ ﷺ کی زندگی میں ایسے واقعات بھی موجود ہیں، جن میں آپ ﷺ نے مشرکوں سے مدد لی، مثال کے طور پر حنین کے دن آپ ﷺ نے صفوان بن امیہ سے مدد لی، اسی طرح فتح مکہ کے سال بنوخزاعہ کے لوگ حالت شرک میں قریش کے خلاف آپ ﷺ کے ساتھ نکلے تھے۔

بہتر یہ ہے کہ نسخ کا دعوی کرنے کے بجائے ان احادیث کو اس طرح جمع کیا جائے جہاں ضرورت ہے یا کوئی مشرک حسن الرائے ہو تو ان سے مدد لی جا سکتی ہے، بصورت دیگر اجتناب کرنا چاہیے۔

فتح پر دف بجانے کی نذر پوری کرنا

(۲۱۴۷)۔ عَنْ بُرَيْدَةَ ﷛ ، قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِي بَعْضِ مَغَازِيْهِ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ ، جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ ، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي نَذَرْتُ إِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ سَالِمًا أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَأَتَغَنّٰى ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا۔)) فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ، ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ ، ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ ، فَأَلْقَتِ الدُّفَّ تَحتَ إِسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ! إِنِّي

سیدنا بریدہ ﷛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوے کے لیے نکلے۔ جب واپس آئے تو ایک سیاہ رنگ کی لڑکی آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عافیت و سلامتی کے ساتھ لوٹایا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو نے (واقعی) نذر مانی ہے تو دف بجا لے، وگرنہ نہیں۔'' اس نے دف بجانا شروع کر دیا۔ سیدنا ابوبکر ﷛ تشریف لائے وہ بجاتی رہی، سیدنا علی ﷛ تشریف لائے وہ بجاتی رہی، پھر سیدنا عثمان ﷛ تشریف لائے وہ بجاتی رہی۔ پھر سیدنا عمر ﷛ تشریف لائے تو اس نے اپنے سرین کے نیچے دف رکھ دیا اور اس پر بیٹھ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! شیطان تجھ سے ڈرتا ہے، میں بیٹھا ہوا تھا یہ دف بجاتی رہی، ابوبکر آئے

كُنْتُ جَالِسًا وَهِيَ تَضْرِبُ، فَدَخَلَ أَبُوبَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ، ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ، ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ أَنْتَ يَا عُمَرُ أَلْقَتِ الدُّفَّ.)) (الصحيحة: ۲۲۶۱)

یہ بجاتی رہی، پھر علی آئے یہ بجاتی رہی، پھر عثمان آئے یہ بجاتی رہی۔ عمر! جب تم داخل ہوئے تو اس نے دف رکھ دیا۔“

تخريج: أخرجه الترمذي: ۳۶۹۱، وابن حبان: ۴۳۷۱۔الأحسان، والبيهقي: ۱۰/ ۷۷، أحمد: ۵/ ۳۵۳

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: یہ بات تو معروف ہے کہ دُف، موسیقی اور ساز کے ان آلات میں سے ہے، جو شریعت اسلامیہ میں حرام ہیں اور فقہائے اربعہ سمیت بڑے بڑے ائمہ اس کی حرمت پر متفق ہیں، اس موضوع پر صحیح احادیث پائی جاتی ہیں، البتہ شادی بیاہ اور عیدین کے موقع پر صرف دُف بجانے کی اجازت دی گئی ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو دف بجانے کی نذر پوری کرنے کی اجازت کیوں دی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مانی گئی نذر پوری نہیں کی جاتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس نذر کا تعلق اس خوشی سے تھا، جو اس کو نبی کریم ﷺ کے فاتح اور سالم لوٹنے سے نصیب ہوئی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اس کو شادی اور عیدین کے موقع پر بجائے جانے والے دف کی اجازت دی، اور بلا شک وشبہ آپ ﷺ کا غزوہ سے کامیابی و کامرانی کے ساتھ لوٹنے کی خوشی اتنی بڑی ہے کہ اس کو شادی اور عید کی خوشی پر تو قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اس حکم کو آپ ﷺ کے ساتھ خاص سمجھا جائے گا اور کسی دوسرے کے معاملے کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ لوہاروں کو فرشتوں پر قیاس کرنے والی بات ہوگی۔

امام خطابی نے (معالم السنن) میں اور علامہ صدیق حسن خان نے (الروضة الندية: ۲/ ۱۷۷۔ ۱۷۸) میں جمع وتطبیق کی یہی صورت ذکر کی۔ (صحیحہ: ۲۲۶۱)

مومن، شیطانوں کو تھکا دیتا ہے

(۲۱۴۸)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه مَرْفُوْعاً: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُنْضِي شَيَاطِيْنَهُ، كَمَا يُنْضِي أَحَدُكُمْ بَعِيْرَهُ فِي السَّفَرِ.)) (الصحيحة: ۳۵۸۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک مومن اپنے شیطانوں کو اس طرح تھکا دیتا ہے، جس طرح تم میں سے ایک آدمی سفر میں اپنے اونٹ کو تھکا دیتا ہے۔“

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ۳۸۰

شرح:...... مومن، اعمال صالحہ کو سرانجام دینے میں مصروف رہتا ہے، کھانے پینے سے پہلے اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے جیسے امور میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے ماکولات ومشروبات میں شیطان کا کوئی

حصہ نہیں رہتا اور نہ شیطان اس کے گھر رات گزار سکتا ہے، علاوہ ازیں شیطانی خواہشات اور وساوس اس پر کارگر ثابت نہیں ہوتے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شیطان اپنی تمام کاروائیوں میں ناکام اور ضعیف اور مغلوب ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پاسداری، اس کی نواہی سے اجتناب اور نفسانی شہوات سے دوری کی وجہ سے شیطان کی حیثیت قیدی اور مجبور سے زیادہ نہیں رہتی، بلکہ وہ اس جانور کی طرح ہو جاتا ہے، جس کو سفروں نے کمزور اور لاغر کر دیا ہو۔

حیرہ مقام کی فتح کی پیشین گوئی

(۲۱۴۹)۔ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مُثِّلَتْ لِيَ الْحِيرَةُ كَأَنْيَابِ الْكِلَابِ، وَإِنَّكُمْ سَتَفْتَحُوْنَهَا۔)) فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: هَبْ لِي يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ابْنَةَ بَقِيْلَةَ۔ فَقَالَ: ((هِيَ لَكَ۔)) فَأَعْطَوْهَا إِيَّاهُ فَجَاءَ أَبُوْهَا فَقَالَ: أَتَبِيْعُنِيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: بِكَمْ؟ قَالَ: اَحْتَكِمْ مَاشِئْتُ۔ قَالَ: بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهَا فَقِيْلَ: لَوْ قُلْتَ ثَلَاثِيْنَ أَلْفًا۔ قَالَ: وَهَلْ عَدَدٌ أَكْثَرُ مِنْ أَلْفٍ؟ (الصحيحة: ۲۸۲۵)

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے لیے حیرہ (مقام) کو کتوں کی کچلیوں سے تشبیہ دی گئی اور عنقریب تم اسے فتح کر لو گے۔“ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! بنت بقیلہ مجھے عطا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ اسے دے دو۔“ اس کے باپ نے آ کر کہا: ”کیا تو مجھے وہ فروخت کر دے گا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ اس نے پوچھا: کتنی قیمت میں؟ اس نے کہا: من مانی کروں گا اور ایک ہزار درہم (کے عوض فروخت کروں گا)۔ اس نے کہا: میں نے خرید لی ہے۔ کہا گیا کہ اگر تیس ہزار کہتا تو؟ اس نے کہا: بھلا ہزار سے بڑا کوئی عدد ہے!

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ۱۷۰۹، وابن أبي عاصم في "الوحدان": ق۲۶۹/ ۱، والطبراني في "الكبير": ۱۷/ ۸۱/ ۱۸۳ بلفظ "اخوها" مكان "ابوها"، والبيهقي في "السنن": ۹/ ۱۳۶

شرح:...... حیرہ لخمی بادشاہوں کا دار الحکومت تھا، جس کے آثار عراق میں کوفہ اور نجف کے درمیان پائے جاتے ہیں، آغاز اسلام کے وقت یہاں نسطوری عیسائی آباد تھے۔

جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لیے بحری اور بری راستے امغیشیا روانہ ہوئے، ان کے خَوَرْنَق پہنچنے سے پہلے تمام اسلامی دستے اکٹھے ہو گئے۔ ادھر حیرہ کے مرزبان آزاد بہ، غریّیں اور قصر ابیض کے درمیان ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ جب اسے خالد کے قریب آ پہنچنے کی خبر ملی تو وہ پسپا ہو گیا اور دریائے فرات کے پار چلا گیا اور حیرہ کے عربوں کو وہیں چھوڑ گیا، ان لوگوں کے چار بڑے قلعے تھے۔ ان قلعوں کے اردگرد جنگ جاری رہی اور ان پر ہر طرف سے یورش کی گئی حتی کہ انھوں نے جزیے اور مسلمانوں کی حفاظت میں آنے کی شرط پر صلح کر لی۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۱۲ھ کو پیش آیا۔

آخرت کی کامیابی کے مقابلے میں فتوحات بھی بے معنی ہیں

(۲۱۵۰)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، ...

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عُرِضَ عَلَيَّ مَاهُوَ مَفْتُوْحٌ لِأُمَّتِي بَعْدِيْ، فَسَرَّنِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُوْلٰى ......﴾ (الضحى: ٤) إِلَى قَوْلِهِ ﴿فَتَرْضٰى﴾ أَعْطَاهُ اللّٰهُ فِي الْجَنَّةِ أَلْفَ قَصْرٍ مِّنْ لُؤْلُؤٍ، تُرَابُهَا الْمِسْكُ فِي كُلِّ قَصْرٍ مَا يَنْبَغِي لَهُ۔)) (الصحيحة: ۲۷۹۰)

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھ پر میری امت کے مفتوحہ علاقے پیش کئے گئے تو میں بڑا خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿اور آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے۔ اور تجھے تیرا رب بہت جلد (انعام) دے گا اور تو راضی (وخوش) جائے ہوگا۔﴾ (سورۂ ضحی: ۴،۵) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جنت میں موتیوں کے ایک ہزار محلات دیے ہیں، جن کی مٹی کستوری ہے اور ہر ایک محل میں وہی کچھ ہے جو اسے جچتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ۱/ ۳٤/ ۱

شــــرح: ...... مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی آخرت سنوارنے کے لیے ہر ممکنہ کوشش کرے، کبھی بھی ایسا نہ ہونے پائے کہ اس کی صلاحیتیں اور لیاقتیں اس کی اخروی کامیابی کے سامنے روڑے اٹکانا شروع کر دیں۔

لیکن اس وقت دنیا میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، جس شخص میں مال و دولت، حسب و نسب، سیاست و سیادت، عہدہ و منصب اور حسن و جمال وغیرہ کی صورت میں جتنی بڑی اہلیت پائی جاتی ہے، وہ اتنا ہی آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔

عہد کی حفاظت کی عظیم مثال

(۲۱۵۱)۔ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: بَعَثَنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُلْقِيَ فِي قَلْبِيَ الْإِسْلَامُ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي وَاللّٰهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنِّي لَا أَخِيْسُ بِالْعَهْدِ، وَلَا أَحْبِسُ الْبُرْدَ وَلٰكِنِ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ۔)) (الصحيحة: ۷۰۲)

سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی گئی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! میں کبھی بھی ان کے پاس لوٹ کر نہیں جاؤں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو روکتا ہوں۔ تم لوٹ جاؤ اور اگر دل میں وہی (قبولیتِ اسلام کی چاہت) رہی، جو اب ہے تو لوٹ آنا۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ۱/ ۴۳۳۔۴۳٤، والنسائي في "السير": ۲/ ٤٨/ ١، وابن حبان في "صحيحه": ١٦٣٠۔موارد، والحاكم: ٣/ ٥٩٨، وأحمد: ٦/ ٨

شــــرح: ...... مسلمان اور کافر، دونوں سے کیے گئے معاہدے کی پاسداری ضروری ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے

مقامِ حدیبیہ پر مشرکینِ مکہ سے طے پانے والے معاہدے کا لحاظ کیا اور سیدنا ابو رافع کو واپس کر دیا۔ سنن ابی داود میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق چلے گئے تھے، بعد میں آ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسلام، کافروں کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کی کس قدر پاسداری کا قائل ہے، مسلمان کی شان کا اندازہ خود لگا لینا چاہیے۔

دورانِ سفر روزہ رکھنا

(۲۱۵۲)۔ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ؟ فَقَالَ: ((أَيُّ ذٰلِكَ عَلَيْكَ أَيْسَرُ فَافْعَلْ۔)) (الصحيحة:۲۸۸٤)

سیدنا حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سفر میں روزوں کے بارے میں سوال کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں سے) جس چیز میں تیرے لیے آسانی ہو، وہ اختیار کر لے۔“

تخريج: أخرجه تمام في "الفوائد" ق١٦١/ ١

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سفر میں رمضان کے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں علما و فقہا کے اقوال معروف ہیں۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ دورانِ سفر روزہ ترک کرنا رخصت ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہی عمل محبوب ہے، الا یہ کہ روزے کی قضا دینا مشکل سمجھی جاتی ہو، ایسی صورت میں روزہ رکھ لینا ہی پسندیدہ عمل ہو گا۔ واللہ اعلم۔ اس موضوع پر وسیع مطالعہ کے خواہش مندوں کو (نیل الاوطار اور اہل علم و تحقیق کی دوسری کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(صحیحہ: ۹۳۲)

والدین، مسافر اور مظلوم کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں

(۲۱۵۳)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِيْهِنَّ: دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ۔))

(الصحيحة: ٥٩٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تین دعائیں مقبول ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: باپ کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔“

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ٣٢، ٤٨١، وأبوداود: ١٥٣٦، والترمذي: ٢/ ٢٥٦، وابن ماجه: ٣٨٦٢، وابن حبان: ٢٤٠٦، والطيالسي: ٢٥١٧، وأحمد: ٢/ ٢٥٨، ٣٤٨، ٤٧٨، ٥١٧، ٥٢٣، وابن ماسي في "فوائده-آخر جزء الأنصاري": ٩/ ٢، والبرزالي في "جزء فيه أحاديث منتخبة من جزء الأنصاري": ١٥-وهو الأخير، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ٩/ ٢١١/ ٢

شرح:...... ہمیں چاہیے کہ مظلوم کی بددعا سے بچیں اور سفر کی حالت میں اپنے لیے اور اپنی اولاد کی خیر و بھلائی

کے لیے دعائیں کریں۔

سفر، تندرستی کا ضامن ہے

(۲۱۵۴)۔ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((سَافِرُوْا تَصِحُّوا وَاغْزُوْا تَسْتَغْنُوْا۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہم وَأَبِي سَعِيْدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ رحمہ اللہ مُرْسَلاً۔ (الصحيحة:۳۳۵۲)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''سفر کیا کرو تندرست رہو گے اور جہاد کیا کرو بے نیاز ہو جاؤ گے۔'' یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہم اور زید بن اسلم سے مرسلا مروی ہے۔

تخريج: (۱)۔ أما حديث أبي هريرة: فأخرجه الأمام أحمد: ۲/ ۳۸۰، و العقيلي في"الضعفاء": ۲/ ۹۲

(۲)۔ وأما حديث ابن عمر: أخرجه البيهقي في"السنن": ۷/ ۱۰۲

(۳)۔ وأما حديث ابن عباس؛ فأخرجه البيهقي، و ابن عدي في"الكامل": ۷/ ۵۷

(٤)۔ وأما حديث أبي سعيد: فأخرجه ابن عدي أيضا: ۳/ ٤٥٤

(۵)۔ وأما حديث مرسل زيد؛ فأخرجه ابن أبي شيبة: ۵/ ۳٤۹

شرح:...... آپ ﷺ جس سفر کی ترغیب دلا رہے ہیں، اس میں دو چیزیں صحت کی ضامن ہوتی ہیں، ایک تو یہ ہے کہ آدمی قسما قسم کی آب و ہوا سے گزرتا ہے اور اسے مختلف قسم کے ماکولات و مشروبات کھانے پینے کا موقع ملتا ہے، اس طرح اس کے جسم کے تمام تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔

جہاد کی وجہ سے مجاہد کی دنیا سے رغبت ختم ہو جاتی ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسے اتنا مالِ غنیمت مل جاتا ہے کہ اسے لوگوں سے کوئی لالچ نہیں رہتا۔

مالِ غنیمت حلال ہو گیا

(۲۱۵۵)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((لَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ سُوْدِ الرُّءُ وْسِ مِنْ قَبْلِكُمْ، كَانَتْ تَنْزِلُ نَارٌ مِّنَ السَّمَاءِ فَتَأْكُلُهَا۔)) فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَعُوْا فِي الْغَنَائِمِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ لَهُمْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (الْأَنْفَالُ: ٦٨) (الصحيحة:۲۱۵۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے کسی انسان کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا، آسمان سے آگ نازل ہوتی اور مالِ غنیمت جلا دیتی تھی۔'' جس دن بدر کا معرکہ ہوا، لوگ غنیموں کے حلال ہونے سے پہلے ان کے حصول کے لیے ان پر ٹوٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس بارے میں تمھیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔﴾ (سورۂ انفال: ٦٨)

تخریج: أخرجه الترمذي:۳۰۸٤، وابن حبان:۱٦٦۸، والطحاوي في "المشكل": ٤/ ۲۹۲

(۲۱۵٦)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِمَنْ كَانَ قَبْلَنَا، ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ رَأٰى ضُعْفَنَا وَعِجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا۔)) (الصحيحة:۲۷٤۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم سے پہلے لوگوں کے لیے غنیمتیں حلال نہیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور بے بسی کی بنا پر ان کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔''

تخریج: أخرجه أحمد في "المسند":۲/ ۳۱۷، والسلمي في "صحيفة همام": رقم ۸۷، ومن طريقه أبو القاسم الأصبهاني في "الحجة": ق۴۳/ ۲، والبيهقي:٦/ ۲۹۰، وأخرجه البخاري: ۳۱۲٤ مطولا ومسلم: ٥/ ١٤٥

شرح:......ان احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ایک فضل کا بیان ہے، یہ خاصہ ہمیں ہماری عجز و بے بسی کی وجہ سے ملا۔

تقسیم مالِ غنیمت خلیفہ و امام کے حکم سے ہو گا

(۲۱۵۷)۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَرْقَمِ بْنِ أَبِي الْأَرْقَمِ، عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ: ((ضَعُوْا مَا كَانَ مَعَكُمْ مِنَ الْأَنْفَالِ۔)) فَرَفَعَ أَبُوْ أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ سَيْفَ ابْنِ عَائِذِ الْمَرْزُبَانِ، فَعَرَفَهُ الْأَرْقَمُ بْنُ أَبِي الْأَرْقَمِ، فَقَالَ: هَبْهُ لِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔ (الصحيحة:۲۹۰۳)

عثمان بن ارقم بن ابو ارقم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر والے دن فرمایا: ''تمھارے پاس جو مالِ غنیمت ہے، وہ رکھ دو۔'' ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ابن عائذ مرزبان کی تلوار رکھ دی، ارقم بن ابو ارقم نے اسے پہچان لیا اور کہا: اے اللہ کے رسول یہ مجھے دے دیں۔ آپ ﷺ نے اسے دے دی۔

تخریج: أخرجه الحاكم ۳/ ۵۰٤، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱/ ۲۸۵۔۲۸٦/ ۹۰۹، "الأوسط": ۲/ ۷۱/ ۱/ ٦۱۷۳، وأبو نعيم في "المعرفة": ۱/ ۷۹/ ۱

شرح:......دشمنانِ اسلام سے سختی اور غلبے کے ذریعے چھینے ہوئے مال کو مالِ غنیمت کہتے ہیں۔

اس مال میں شرکت کرنے والے ہر مجاہد کا حصہ ہوتا ہے، سوار کو تین حصے دیے جاتے ہیں اور پیدل کو ایک، لیکن کون سی چیز کس کو دینی ہے اور کس کی درخواست پر کتنا عمل کرنا ہے، یہ حکمران کی مرضی ہے۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ اسے شریعت کی روشنی میں مکمل عدل و انصاف کرنا ہو گا۔

ہر عمل کے لیے توحید شرط ہے
عمل قلیل، لیکن اجر کثیر

(۲۱۵۸)۔ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ؟ قَالَ: ((لَا، بَلْ، أَسْلِمْ۔)) ثُمَّ قَالَ: فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَمِلَ هٰذَا قَلِيْلاً وَأُجِرَ كَثِيْراً۔)) (الصحيحة:۲۹۳۲)

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی ہتھیاروں سے لیس ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں لڑوں یا اسلام قبول کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ اسلام قبول کر پھر جہاد کرنا۔“ وہ مسلمان ہو گیا، پھر جہاد کیا اور شہید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس نے (تھوڑا وقت) عمل کیا اور بہت زیادہ اجر وثواب حاصل کر لیا۔“

تخريج: أخرجه البخاري:۲۸۰۸، وأحمد: ٤/ ۲۹۱ و۲۹۳، ومسلم: ٦/ ٤٣

شرح:...... آپ ﷺ نے پہلے مشرف باسلام ہونے کی تلقین کی، کیونکہ قبولیتِ اسلام کے بغیر اعمال صالحہ فائدہ مند نہیں ہوتے۔ جب کوئی کافر، اسلام قبول کرتا ہے تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، یہی قاعدہ اس شخص کے حق میں استعمال کیا گیا، جو چند لمحے یا چند گھڑیاں عمل کر کے جنت کا حقدار بن گیا۔

سرداری ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے

(۲۱۵۹)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: ((الْعِرَافَةُ أَوَّلُهَا مَلَامَةٌ، وَآخِرُهَا نَدَامَةٌ وَالْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ۱۹۸۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سرداری کے شروع میں ملامت ہوتی ہے، آخر میں ندامت و پشیمانی اور روزِ قیامت عذاب ہوتا ہے۔“

تخريج: رواه الطيالسي في ”مسنده“: رقم۔ ۲۵۲٦، وأبو العباس الأصم في ”حديثه“: ۳/ ۱٤۸/ ۱ رقم ۱۲۵

شرح:...... سرداری، امارت، خلافت یا کسی منصبِ حکومت کی آرزو کرنا اور اس کے لیے کوشش کرنا ناپسندیدہ ہے، اگر کوئی یہ منصب قبول کرتا ہے، تو اس کے لیے دو شرطیں ہیں: ایک، اس منصب کی اہلیت، اور دوسری، اس منصب کی ذمے داریوں کی ادائیگی کی استعداد و قوت اور امانت و دیانت کے ساتھ ان کو ادا کرنے کا جذبہ۔ چونکہ یہ بہت بڑی امانت ہے، اس لیے اکثر لوگ اس میں کوتاہیوں کی وجہ سے عند اللہ بھی مجرم اور عذابِ آخرت کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور لوگوں کی طعن و تشنیع کا نشانہ بھی بنتے ہیں۔

(۲۱٦۰)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ عَرِيْفٍ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں کے لیے سردار ہونا ضروری ہے، (لیکن)

وَالْعَرِيْفُ فِي النَّارِ)) (الصحيحة:١٤١٧) سردار ہوتا جہنم میں ہے۔''

تخريج: أخرجه أبو الشيخ في "طبقات الأصبهانيين" ص ٢٥ معلقا، و وصله أبو نعيم في "أخبار أصبهان" ٢/ ١٤٨

شرح:...... کوئی شک نہیں کہ خلیفہ، امیر اور سردار کے بغیر زندگی نہیں گزاری جا سکتی، لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ جو بھی اس منصب پر آیا، وہ نہ صرف عدل و انصاف کو برقرار نہ رکھ سکا، بلکہ انسانیت پر ظلم ڈھانے لگا، جیسا کہ اس وقت پوری دنیا کے حکمرانوں اور منصب داروں کی صورتحال ہے (الا ما شاء اللہ)

ہاں اگر آدمی امانتدار اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والا ہو تو یہ اس کے لیے عظیم منصب ثابت ہوگا، خلفائے راشدین کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

دورانِ قتال عورت اور نوکر کو قتل نہ کیا جائے

(٢١٦١)۔ عَنْ عَبَّادِ بْنِ رُبَيِّعٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي غَزْوَةٍ، فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى شَيْءٍ، فَبَعَثَ رَجُلاً فَقَالَ: ((أُنْظُرْ عَلَامَ اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ؟)) فَجَاءَ فَقَالَ: امْرَأَةٌ قَتِيْلٌ. فَقَالَ: ((مَاكَانَتْ هٰذِهِ لِتُقَاتِلَ۔)) قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدَّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ، فَبَعَثَ رَجُلاً فَقَالَ: ((قُلْ لِخَالِدٍ: لَايَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيْفاً۔))

(الصحيحة:٧٠١)

سیدنا رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، آپ نے کچھ لوگوں کو ایک چیز پر ہجوم کئے دیکھا اور ایک آدمی کو بھیجا کہ (جاؤ اور) دیکھ کر آؤ کہ لوگ کس چیز پر جمع ہیں؟ اس نے واپس آ کر کہا: مقتولہ عورت پر جمع ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو تو قتل نہیں کیا جانا چاہئے تھا۔'' اس وقت ہراول دستے کے کمانڈر خالد بن ولید تھے، آپ نے ایک آدمی کے ذریعے پیغام بھیجا کہ: ''خالد کو کہو کہ وہ عورت کو قتل کرے نہ کسی نوکر چاکر کو۔''

تخريج: أخرجه أبو داود: ١/ ٤١٦

شرح:...... مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دورانِ قتال عورتوں، مزدوروں، بوڑھوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ اگر ضرورت پڑ جائے تو ایسے افراد کو قتل کرنا جائز ہے، جیسا کہ سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ابوا یا ودان مقام کے پاس سے گزرے، صحابہ کی طرف سے آپ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ جب وہ مشرکوں پر شب خون مارتے ہیں تو بیچ میں عورتیں اور بچے بھی مار دیے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((هم منهم۔)) ......''وہ بھی ان میں سے ہی ہیں۔'' (بخاری: ۳۰۱۲)((هم منهم)) کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو قتل کرنے کا عام حکم ہے، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب ان کو قتل کیے یا روندے بغیر اصل جنگجوؤں تک رسائی حاصل کرنا ممکن نہ ہو یا اندھیرے میں امتیاز کرنا مشکل ہو تو ان کو قتل کرنا بھی جائز ہوگا۔

دورانِ سفر نمازِ فجر کے بعد تھوڑا سا پیدال سفر کرنا

(۲۱۶۲)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً: كَانَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ فِي سَفَرٍ مَشَى عَنْ رَاحِلَتِهِ قَلِيْلاً۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں نماز فجر ادا کرتے تو سواری سے اتر کر کچھ دیر چلتے۔''

(الصحيحة: ۲۰۷۷)

تخريج: أخرجه أبو عثمان النجيرمي: ۲/ ٤/ ۲، وأبو نعيم: ۸/ ۱۸۰، والبيهقي: ۵/ ۲۵۵، و الضياء في "الأحاديث والحكايات": ۱٤/ ۱۵۱/ ۲، والطبراني في "الاوسط"

شرح:...... انسان سواری پر سفر کرنے کے بعد یا فجر کے بعد کچھ دیر پیدل چلنے میں راحت محسوس کرتا ہے اور سواری کی وجہ سے ہونے والی تھکاوٹ بھی قدرے دور ہو جاتی ہے، اس حدیث سے پتہ چلا کہ ایسا کرنا سنت بھی ہے۔

دورانِ جہاد زخمی ہونے والی انگلی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب

(۲۱۶۳)۔ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ فِي بَعْضِ الْمَشَاهِدِ قَدْ دَمِيَتْ إِصْبَعُهُ فَقَالَ:
هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک غزوے میں تھے، جبکہ آپ کی انگلی خون آلود تھی، آپ نے فرمایا: ''تو ایک انگلی ہی ہے جو خون آلود ہوئی ہے اور اللہ کے راستے میں اس تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے۔''

(الصحيحة: ۳۲۸۲)

تخريج: أخرجه البخاري: ۲۸۰۲، ومسلم: ۵/ ۱۸۱، والنسائي في "عمل اليوم والليلة": ۶۲۰، وأبويعلي في "مسنده" ۱۵۳۳، وعنه ابن حبان في "صحيحه": ۶۵٤۳، وكذا ابن السني في "عمله": ۵۰۵، والطبراني في "المعجم الكبير": ۲/ ۱۸۶/ ۱۷۰۸

شرح:...... اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا محاسبہ کر رہے ہیں اور اس زخم کو معمولی لیتے ہوئے اپنے آپ کو صبر دلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک انگلی کا زخمی ہو جانا کوئی بڑا کمال نہیں ہے، بلکہ ایسے ہوتا رہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈوں کا رنگ

(۲۱٦٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما مَرْفُوْعاً: كَانَ لِوَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَبْيَضَ، وَرَايَتُهُ سَوْدَاءَ۔ (الصحيحة: ۲۱۰۰)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا جھنڈا سفید اور بڑا جھنڈا سیاہ ہوتا تھا۔

تخريج: أخرجه الترمذي: ۱۶۸۱، وابن ماجه ۲/ ۱۸۹، والحاكم: ۲/ ۱۰۵، والخطيب في "التاريخ":

١٤/ ٣٣٢

شرح:...... ایک فرق کا اندازہ تو ترجمہ سے ہو رہا ہے، دوسرا فرق یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''رایۃ'' صاحب حرب کے پاس ہوتا ہے، وہ اس جھنڈے پر لڑائی کرتا ہے اور جنگجو اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، جبکہ ''لواء'' امیر اور اس کی متحد جماعت کی علامت ہوتا ہے اور اس کو اس کے ساتھ ساتھ رکھا جاتا ہے اور تیسرا فرق یہ کہ ''لواء'' کو نیزے پر باندھ کر اس کے ساتھ لپیٹ دیا جاتا ہے، جبکہ ''رایۃ'' کو نیزے کے ساتھ باندھ کر کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ ہوا کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے۔

قتال کا بہترین وقت

(٢١٦٥)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَنْهَضَ إِلَى عَدُوِّهِ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ۔ (الصحيحة: ٢١٢٦)

سیدنا عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زوالِ آفتاب کے وقت دشمن سے مقابلہ کرنا پسند کرتے تھے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٣٥٦، وابنه عبدالله، والطبراني في "الكبير"، وأخرجه البخاري: ٦/ ٩١، والبيهقي بلفظ: ان رسول الله ﷺ في بعض ايامه التي لقي فيها انتظر حتى مالت الشمس

شرح:...... سیدنا نعمان بیان کرتے ہیں: كَانَ إِذَا غَزَا فَلَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ لَمْ يُعَجِّلْ حَتَّى تَحْضُرَ الصَّلَوَاتُ، وَتَهُبَّ الْأَرْوَاحُ، وَيَطِيبَ الْقِتَالُ ...... جب آپ ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو دن کے شروع میں لڑائی نہ کرتے، بلکہ ٹھہرتے حتی کی نماز کا وقت حاضر ہو جاتا (یعنی سورج ڈھل جاتا)، ہوائیں چلنا شروع ہو جاتیں اور لڑنا خوشگوار ہو جاتا۔ (صحیحہ: ٢٨٢٦)

زوال آفتاب کے بعد والے وقت میں پھرتی اور مستعدی زیادہ ہوتی ہے، جنگ اور اسلحہ کی تیزی اور جوش میں سکون آ جاتا ہے اور نمازِ ظہر کی ادائیگی کے متصل بعد جنگ کا آغاز ہوتا ہے، جو نیک فال اور قبولیتِ دعا کی علامت ہے۔ زوال کے بعد عام طور پر مخصوص ہوائیں چل پڑتی ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ غزوۂ خندق میں ہواؤں کی وجہ سے دشمن بھاگ گیا تھا، اس لیے ان کو بھی فتح کا مظنہ سمجھ لیا گیا۔

ہر کوئی اپنی قوم کے جھنڈے تلے ہوگا

(٢١٦٦)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ جَدِّ أَبِيْهِ الْمُخَارِقِ، قَالَ: لَقِيْتُ عَمَّاراً رضی اللہ عنہ يَوْمَ الْجَمَلِ، وَهُوَ يَبُوْلُ فِي قَرْنٍ فَقُلْتُ: أُقَاتِلُ مَعَكَ فَأَكُوْنُ مَعَكَ؟ فَقَالَ: قَاتِلْ تَحْتَ رَايَةِ قَوْمِكَ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَسْتَحِبُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يُقَاتِلَ تَحْتَ رَايَةِ

عقبہ بن مغیرہ اپنے پڑدادے مخارق سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں جنگِ جمل والے دن سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو ملا اور وہ سینگ میں پیشاب کر رہے تھے۔ میں نے کہا: اگر میں نے آپ کے ساتھ لڑنا ہے، تو آپ کے ساتھ ہو جاتا ہوں؟ انھوں نے کہا: اپنے قوم کے جھنڈے کے نیچے لڑ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ آدمی کے لیے اس بات کو پسند

قَوْمِہٖ۔ (الصحیحۃ: ۳۱۱۶) کرتے تھے کہ وہ اپنی قوم کے جھنڈے کے نیچے لڑے۔‘‘

تخریج: أخرجه أحمد: ٤/ ٢٦٣، وابو یعلی فی "مسنده": ٣/ ٢٠٦/ ١٦٤١

شرح:...... لشکرِ اسلام مختلف اقوام پر مشتمل ہوتا تھا اور ہر قوم کا جتھا علیحدہ ہو کر لڑتا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ آدمی اپنی قوم کے دھڑے کے ساتھ مل کر جنگ کرے، تاکہ اس کی بہادری کے جوہر میں مزید نکھار پیدا ہو سکے۔

جمعرات کو سفر کا آغاز کرنا

(۲۱۶۷)۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا مَرْفُوْعاً: کَانَ یَسْتَحِبُّ یَوْمَ الْخَمِیْسِ أَنْ یُّسَافِرَ۔ (الصحیحۃ:۲۱۲۸)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کو سفر کرنا پسند کرتے تھے۔

تخریج: أخرجه أبو الشيخ فی "أخلاق النبی ﷺ": ٢٦٢، وابن عدی: ١١٤/ ١، والطبرانی فی "الكبير"

شرح:...... سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے موقع پر جمعرات والے دن نکلے اور آپ اسی دن کو نکلنا پسند کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ سفر کے لیے کم ہی نکلتے تھے، مگر جمعرات کے دن۔(بخاری: ۲۹۴۹، ۲۹۵۰)

ہمیں بھی اس سنت کا اہتمام کرنا چاہیے، اگرچہ دوسرے دنوں میں بھی سفر کا آغاز کرنا درست ہے، جیسا کہ آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر سنیچر وار کو گھر سے نکلے تھے۔

بنو قریظہ کے بارے میں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

(۲۱۶۸)۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِی وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِیْهِ، قَالَ: لَمَّا حَکَمَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِی بَنِی قُرَیْظَةَ أَنْ یُقْتَلَ مَنْ جَرَتْ عَلَیْهِ الْمَوْسُ، وَأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ وَذَرَارِیْهِمْ، فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَقَدْ حَکَمَ فِیْهِمُ الْیَوْمَ بِحُکْمِ اللّٰهِ الَّذِی حَکَمَ بِهٖ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ۔)) (الصحیحۃ: ۲۷۴۵)

عامر بن سعد بن ابو وقاص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بنوقریظہ کے بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ جن (مردوں) کے زیرِ ناف بال نکل آئے ہیں، انھیں قتل کر دیا جائے اوران کے اموال اور بیوی بچوں کو (بطور قیدی) تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(سعد) نے ان کے بارے میں آج وہ فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے۔‘‘

تخریج: أخرجه النسائی فی "مناقب الكبری": ٥/ ٦٢-٦٣/ ٨٢٢٣، وابن سعد فی "الطبقات": ٣/ ٤٢٦، والطحاوی فی "شرح المعانی": ٢/ ١٢٤ ـ هندية، والحاكم: ٢/ ١٢٤، وعبد بن حميد فی "المنتخب من المسند":

۲۵/ ۱۔۲، ومن طریقه العسقلاني في "تخریج المختصر": ق۲۳۷/ ۱، والبزار: ۲/ ۳۰۱۔البحر الزخار

شــرح:...... بنوقریظہ نے غزوۂ خندق کے موقع پر عہد شکنی کی تھی، آپ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہو کر انصار و مہاجرین کے جلو میں نکلے اور بنوقریظہ کا محاصرہ کر لیا، جو پچیس دنوں تک جاری رہا، آخر کار بنوقریظہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ثالثی پر راضی ہو گئے، انھوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے اموال تقسیم کر دیے جائیں۔"

دورانِ قتال جبریل و میکائیل کا سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہونا

(۲۱۶۹)۔ عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ مَرْيَمَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! فَقَدْ فَارَقَكُمْ أَمْسِ رَجُلٌ مَاسَبَقَهُ الْأَوَّلُوْنَ، وَلَا يُدْرِكُهُ الْآخِرُوْنَ۔ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَبْعَثُهُ الْبَعْثَ فَيُعْطِيْهِ الرَّايَةَ، فَمَا يَرْجِعُ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، جِبْرِيْلُ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَمِيْكَايِلُ عَنْ يَسَارِهِ، يَعْنِي عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا تَرَكَ بَيْضَاءَ وَلَا صَفْرَاءَ إِلَّا سَبْعَ مِئَةِ دِرْهَمٍ فَضَلَتْ مِنْ عَطَائِهِ أَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا خَادِماً۔ (الصحيحة:۲۴۹۶)

ہبیرہ بن مریم کہتے ہیں کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا: لوگو! کل ایسے آدمی (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) نے تم کو داغِ مفارقت دیا ہے، کہ پہلے لوگ جس سے سبقت نہ لے سکے اور بعد والے لوگ جس (کے مقام) کو نہ پا سکیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ کوئی لشکر بھیجتے تو انھیں جھنڈا تھماتے تھے، وہ اس وقت تک نہ لوٹتے جب تک فتح نہ ہو جاتی، ان کی دائیں جانب جبریل ہوتے تھے اور بائیں جانب میکائیل۔ ان کی مراد "سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے درہم چھوڑا ہے نہ دینار، ماسوائے سات سو درہموں کے اور وہ بھی اس طرح بچ گئے کہ وہ ایک خادم خریدنا چاہتے تھے۔

تخريج: أخرجه ابن حبان: ۲۲۱۱، وأحمد: ۱/ ۱۹۹، والبزار: ۲۵۷۴۔الکشف، و الطبراني في "المعجم الكبير": ۱/ ۱۳۱/ ۱، والنسائي في "الخصائص": رقم ۲۵، وابن عساكر: ۱۲/ ۲۱۵/ ۱۔۲

(۲۱۷۰)۔ عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ وَلِأَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ بَدْرٍ: ((مَعَ أَحَدِكُمَا جِبْرِيْلُ وَمَعَ الْآخَرِ مِيْكَائِيْلُ، وَإِسْرَافِيْلُ مَلَكٌ عَظِيْمٌ يَشْهَدُ الْقِتَالَ، أَوْ قَالَ: يَشْهَدُ الصَّفَّ۔)) (الصحيحة:۳۲۴۱)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے بدر والے دن فرمایا: "تم میں ایک کے ساتھ جبریل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے اور اسرافیل بھی بہت بڑا فرشتہ ہے جو جنگ میں یا جنگ کی صف میں شریک ہوتا ہے۔"

تخريج: أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف": ۱۲/ ۱۶/ ۱۲۰۰۲، وأحمد: ۱/ ۱۴۷، وابن سعد

في "الطبقات": ٣/ ١٧٥ـ ١٧٦، والبزار: ٢/ ٣١٤/ ١٧٦٥، وأبويعلي: ١/ ٢٨٣، وابن أبي عاصم في "السنة": ٢/ ٥٧٤ـ ٥٧٥، والحاكم: ٣/ ٦٨

شرح:...... اس میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا بیان ہے، نیز ثابت ہوا کہ فرشتے بھی میدانِ قتال میں حاضر ہوتے ہیں۔

غزوۂ بدر کے لیے مشاورت

انصاریوں کا جذبۂ جہاد

(٢١٧١)ـ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: لَمَّا سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى بَدْرٍ، خَرَجَ فَاسْتَشَارَ النَّاسَ، فَأَشَارَ عَلَيْهِ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ اسْتَشَارَهُمْ فَأَشَارَ عَلَيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَكَتَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: إِنَّمَا يُرِيْدُ فَقَالُوْا: تَسْتَشِيْرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ وَاللّٰهِ! لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿اِذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾ (المائدة: ٢٤))) وَلٰكِنَّ وَاللّٰهِ! لَوْ ضَرَبْتَ أَكْبَادَ الْإِبِلِ حَتّٰى تَبْلُغَ بَرْكَ الْغِمَادِ، لَكُنَّا مَعَكَ۔ (الصحيحة: ٣٣٤٠)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف چلے اور لوگوں سے مشورہ کیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مشورہ دیا۔ آپ ﷺ نے پھر مشورہ کیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مشورہ دیا، آپ خاموش ہو گئے۔ ایک انصاری نے کہا: (انصاریو!) نبی کریم ﷺ تم سے مشورہ لینا چاہتے ہیں، انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے مشورہ لینا چاہتے ہیں؟ اللہ کی قسم! ہم اس طرح نہیں کہیں گے، جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿(موسیٰ!) تو اور تیرا ربّ، تم دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں﴾ (سورۂ مائدہ: ۲۴) اللہ کی قسم! اگر آپ ''برک الغماد'' تک سواریوں کو چلاتے رہیں تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ چلیں گے۔

تخريج: أخرجه النسائي في "السنن الكبرى": ٥/ ١٧٠/ ٨٥٨٠ و ٦/ ٣٣٤/ ١١١٤١، وأحمد: ٦/ ١٠٥ و ١٨٨ـ والسياق والزيادة لهـ، وأبويعلي: ٦/ ٤٠٧/ ٣٧٦٦، ٤٣٠/ ٣٨٠٣، و من طريقه ابن حبان في "صحيحه": ١١/ ٢٣/ ٤٧٢١ـ المؤسسة

شرح:...... اس سے صلاح ومشورہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے، نیز انصاریوں کی فضیلت عیاں ہوتی ہے کہ ان میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یمن میں ایک جگہ کا نام ''برک الغماد'' ہے۔

اہل بدر کی فضیلت

(٢١٧٢)ـ عَنْ رُفَاعَةَ بْنُ رَافِعِ الزُّرَقِيِّ رضی اللہ عنہ، قَالَ: أَتٰى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ ﷺ

سیدنا رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: تم اہل بدر کو

فَقَالَ: مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ؟ قَالَ: ((مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ۔)) قَالَ: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ فِيْنَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ۔

(الصحيحة:٢٥٢٨)

اپنے اندر کیسا شمار کرتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب مسلمانوں میں افضل۔'' اس نے کہا: ایسے ہی وہ فرشتے (افضل ہیں) جو جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔

تخريج: أخرجه ابن أبى خيثمة فى "التاريخ": ٢٣٠، وأخرج البخارى: ٣٩٩٣ نحوه

شرح:...... اس میں بدر میں شریک ہونے والے مجاہدین کی فضیلت کا بیان ہے، جس سے جہاد کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

غزوۂ خندق کے بعد مشرک چڑھائی نہ کر سکے

(٢١٧٣)۔ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ ؓ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ أَجْلَى الْأَحْزَابَ يَعْنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنْهُ: ((الآنَ (وَفِي رِوَايَةٍ: الْيَوْمَ) نَغْزُوْهُمْ (يَعْنِي: مُشْرِكِي مَكَّةَ الَّذِيْنَ انْهَزَمُوْا فِي غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ) وَلَا يَغْزُوْنَا، نَحْنُ نَسِيْرُ إِلَيْهِمْ۔)) (الصحيحة:٣٢٤٣)

سیدنا سلیمان بن صرد ؓ کہتے ہیں: جب غزوۂ خندق والے دن لشکروں کو بھگا دیا گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''اب ہم (غزوۂ خندق میں شکست سے دوچار ہونے والے مشرکینِ مکہ سے) سے لڑنے کے لیے ان کے علاقے میں گھسیں گے، وہ ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے، اب ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں گے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٤١٠٩، ٤١١٠، والطيالسي: ١٢٨٩، وأحمد: ٤/ ٢٦٢، والطبراني في "المعجم الكبير": ٧/ ١١٥/ ٦٤٨٤ و ٦٤٨٥، وأبونعيم في "الحلية": ٤/ ٣٤٥، ٧/ ١٣٥، والبيهقي في "الدلائل": ٣/ ٤٥٧

شرح:...... غزوۂ خندق درحقیقت جان و مال کے نقصان کی جنگ نہیں تھی، یہ اعصاب کی جنگ تھی، اس میں کوئی خونریز معرکہ پیش نہیں آیا، لیکن پھر بھی یہ اسلامی تاریخ کی ایک فیصلہ کن جنگ تھی، چنانچہ اس کے نتیجے میں مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے اور یہ واضح ہو گیا کہ عرب کی کوئی قوت مدینہ منورہ میں نشوونما پانے والی طاقت کو ختم نہیں کر سکتی، کیونکہ غزوۂ احزاب میں عربوں کی جتنی بڑی طاقت فراہم ہو گئی تھی، اس سے بڑی طاقت فراہم کرنا ان کے بس کی بات نہ رہی تھی، اس لیے وہ اس واقعہ کے بعد مدینہ منورہ کا رخ نہ کر سکے۔

یہ حدیث، اعلامِ نبوت میں سے ایک ہے، کیونکہ جیسے آپ ﷺ نے فرمایا، ایسے ہی ہوا۔ غزوۂ خندق کے بعد نہ تو مشرکینِ مکہ، مدینہ منورہ کا رخ کر سکے اور نہ کسی میدان میں آپ ﷺ کے لشکر کا سامنا کر سکے۔ ۵ ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا تھا، ٦ ھ میں آپ ﷺ عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے، لیکن عمرہ کی ادائیگی نہ ہو سکی اور حدیبیہ کے مقام پر

مشرکین مکہ سے صلح کا واقعہ پیش آیا، جو مسلمانوں کے حق میں فتح مبین کا پیغام تھا، پھر مشرک یہ معاہدہ برقرار نہ رکھ سکے اور ۸ ھ میں آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کر کے مشرکین مکہ کا سلسلہ ہی ختم کر دیا۔

وفد بنو ہوازن کی آمد اور آپ ﷺ کا ان پر احسان

(۲۱۷٤)۔ عَنِ ابْنِ جَرْوَلٍ زُهَيْرِ بْنِ صُرَدٍ الْجُشَمِيِّ قَالَ: لَمَّا أَسَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَوْمَ حُنَيْنٍ يَوْمَ هَوَازِنَ وَذَهَبَ يُفَرِّقُ الشُّبَّانَ وَالسَّبِيَّ أَنْشَدْتُهُ هٰذَا الشِّعْرَ:

اَمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَرَمٍ
فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوْهُ وَنَنْتَظِرُ
اُمْنُنْ عَلٰى بَيْضَةٍ قَدْ عَاقَهَا قَدْرٌ
مُفَرَّقًا شَمْلُهَا فِي دَهْرِهَا غَيَرَ
أَبْقَتْ لَنَا الدَّهْرُ هَتَافاً عَلٰى حَزَنٍ
عَلٰى قُلُوبِهِمُ الْغَمَاءُ وَالْغُمَرُ
إِن لَّمْ تُدَارِكْهُمْ نَعْمَاءُ تَنْشُرُهَا
يَا أَرْجَحَ النَّاسِ حِلْماً حِيْنَ يُخْتَبَرُ
اُمْنُنْ عَلٰى نِسْوَةٍ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهَا
وَإِذْ يَزِيْنُكَ مَا يَأْتِي وَمَا تَذَرُ
لَاتَجْعَلَنَّ كَمَنْ شَالَتْ نُعَامَتُهُ
فَاسْتَبْقِ مِنَّا فَإِنَّا مَعْشَرٌ زُهُرُ
إِنَّا لَنَشْكُرُ لِلنَّعْمَاءِ إِذْ كُفِرَتْ
وَعِنْدَنَا بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ مُدَّخَرٌ
فَأَلْبِسِ الْعَفْوَ مَنْ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهُ
مِنْ أُمَّهَاتِكَ إِنَّ الْعَفْوَ مُشْتَهِرُ
يَاخَيْرَ مَنْ مَرَحَتْ كُمْتُ الْجِيَادِ بِهِ
عِنْدَ الْهِيَاجِ إِذَا مَا اسْتَوْقَدَ الشَّرُّ

ابو جرول زہیر بن صرد جشمی کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں غزوۂ حنین (ہوازن) کے دن قیدی بنایا، تو آپ نے نوجوانوں اور عورتوں کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ میں نے اس وقت یہ اشعار پڑھے:

اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم پر احسان کرو، مہربانی ہوگی
آپ ایسی شخصیت ہیں، جن سے ہمیں امید ہے اور (اپنی درخواست پوری ہونے کا) انتظار ہے۔
باعصمت عورتوں پر احسان کرو، جنھیں تقدیر نے پابند کر دیا ہے
جن کی شیرازہ بندی زمانے میں بکھر چکی ہے
زمانے نے ہمیں غمگین ہو کر چلانے پر مجبور کر دیا ہے
ہمارے دلوں پر سختی و مصیبت چھائی ہوئی ہے
اگر ان پر احسان نہیں کریں گے تو وہ بکھر جائیں گی
اے وہ ہستی جو کٹھن مراحل میں بردباری میں راجح ترین ہوتی ہے
ان عورتوں پر رحم کرو کہ جن کا تم دودھ پیتے تھے
وہ تمھیں اس وقت مزین کر رہی تھیں، جب کچھ چیزیں اختیا[ر] کی جاتی ہیں اور کچھ کو ترک کر دیا جاتا ہے
تم ان کو اس طرح نہ کرو کہ جن کا شیرازہ بکھر چکا ہوتا ہے
تم ہم پر احسان کرنے میں ہم سے سبقت لے جاؤ، ہم تو ایک ہی قوم ہیں
جن نعمتوں کی ناشکری کی جاتی ہے، ہم ان کا شکریہ ادا کریں گے

إِنَّــا نُــؤَمِّــلُ عَــفْــواً مِـنْكَ نَـلْبَسُــهُ
هَــادِي الْبَــرِيَّةِ إِذْ تَـعْــفُـوْ وَتَـنْتَـصِــرُ
فَــاعْفُ عَـفَــا الـلّٰــهُ عَمَّـا أَنْـتَ رَاهِبُـهُ
يَــوْمَ الْــقِيَــامَةِ إِذْ يَهْـدِي لَكَ الـظَّـفَـرُ
فَـلَمَّا سَمِعَ هٰذَا الشِّعْرَ، قَالَ: ((مَاكَانَ لِي وَلِبَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَهُوَلَكُمْ۔)) وَقَالَتْ قُـرَيْـشٌ: مَـاكَانَ لَنَا، فَهُوَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ، وَقَـالَـتِ الْأَنْـصَـارُ: مَـاكَانَ لَنَا، فَهُوَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ۔ (الصحيحة:٣٢٥٢)

اور ہم آج کے بعد آپ کے احسان مند ہوں گے
ان کو معاف کر دو کہ جن کا تم دودھ پیتے تھے
یعنی اپنی ماؤں کو، بیشک اس معافی کو شہرت ملے گی
اے وہ بہترین شخصیت کہ سیاہ و سرخ گھوڑوں (کے سوار حفاظت کے لیے) جن کو گھیر لیتے ہیں
اس وقت جب (جنگ میں) جوش وخروش اور چنگاریاں اٹھ رہی ہوتی ہیں
تم سے معافی (کے لباس) کی امید رکھتے ہیں، ہم وہ پہنیں گے

اے مخلوق کے ہادی! جب تم معاف کرو گے اور بازی مار جاؤ گے۔تم معاف کر دو، اللہ تمھارے لیے روز قیامت وہ امور معاف کر دے جن سے ڈرتے ہو، جب کامیابی تمھارے ہمرکاب ہوگی۔

جب آپ ﷺ نے یہ اشعار سنے تو فرمایا: ''جو میرا اور عبد المطلب کا حصہ ہے، وہ تم لوگوں کا ہے۔قریشیوں نے کہا: جو ہمارے حصے میں آیا، وہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ اور انصاریوں نے کہا: جو کچھ ہمارے حصے میں آیا وہ بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ہے۔

تخريج: أخرجه الطبراني في "الكبير": ٥/ ٢٦٩/ ٥٣٠٣، و"الصغير": ١/ ٢٣٦، و"الاوسط": ٤٦٣٠

شرح:...... غزوۂ طائف، جو شوال ۸ ھ میں پیش آیا، سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے جعرانہ مقام پر پڑاؤ ڈالا اور دس دن سے زیادہ ٹھہرے رہے اور مالِ غنیمت تقسیم نہ کیا، آپ ﷺ کو یہ انتظار تھا کہ ہوازن توبہ کر کے آ جائیں اور اپنے مال اور قیدی واپس لے جائیں گے، لیکن جب کوئی نہ آیا تو آپ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ تقسیم کے بعد ہوازن کا وفد اپنے رئیس زہیر بن صرد سمیت پہنچ گیا اور عرض پرداز ہوا، تفصیل درج بالا حدیث میں گزر چکی ہے، پھر آپ ﷺ نے انھیں نمازِ ظہر کے بعد اپنے اسلام کا اظہار کرنے اور اپنے مال اور قیدی واپس لینے کی ترکیب بتائی، جس میں وہ کامیاب ہو گئے۔

عاجزی، رفعت کا اور تکبر، ذلت کا سبب کیسے بنتے ہیں؟

(٢١٧٥)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ آدَمِيٍّ إِلَّا فِي رَأْسِهِ حَكَمَةٌ بِيَدِ الْمَلَكِ، فَإِذَا تَوَاضَعَ قِيْلَ لِلْمَلَكِ: ارْفَعْ حَكَمَتَهُ وَإِذَا تَكَبَّرَ قِيْلَ

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر آدمی کے سر میں قدر ومنزلت، جو فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، پائی جاتی ہے۔ جب بندہ عاجزی اختیار کرتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کی قدر و

لِلْمَلَكِ: ضَعْ حَكَمَتَهُ۔)) (الصحيحة:۵۳۸)

منزلت کو بلند کر دے اور جب وہ تکبر کرتا ہے تو فرشتے کو کہا جاتا ہے کہ اس کی قدر و منزلت کو پست کر دے۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في"المعجم الكبير": ۳/ ۱۸۲/ ۱، والحاكم: ۲/ ۵۹۱

شرح:...... اللہ تعالیٰ ہی ہے جو عزتوں سے نوازتا ہے اور ذلتوں سے دوچار کرتا ہے، بہر حال عجز و انکساری اس کو پسند ہے اور غرور و تکبر اس کو سخت ناپسند ہے۔ اس حدیث میں اس چیز کا بیان ہے کہ آدمی کیسے عزت پاتا ہے اور کیسے ذلیل ہو جاتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے مزاج کو شریعت کی روشنی میں تبدیل کریں۔

معافی کا اجر وثواب

(۲۱۷۶)۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَامِنْ رَجُلٍ يُجْرَحُ فِي جَسَدِهِ جِرَاحَةً فَيَتَصَدَّقُ بِهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلَ مَاتَصَدَّقَ بِهِ۔)) (الصحيحة:۲۲۷۳)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جب کوئی آدمی زخمی ہو جاتا ہے اور پھر وہ (زیادتی کرنے والے کو) معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی معافی کے بقدر (اس کے گناہوں کو) مٹا دیتا ہے۔''

تخریج: أخرجه أحمد:۵/ ۳۱۶، ۳۲۹، ۳۳۰

شرح:......مقدار کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کتنے زخم کی وجہ سے کتنے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

جفتی کے لیے گھوڑا دینے کا اجر وثواب

(۲۱۷۷)۔ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ أَتَى رَجُلاً فَقَالَ: أَطْرِقْنِي مِنْ فَرَسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ أَطْرَقَ فَرَسَهُ مُسْلِماً كَانَ لَهُ كَأَجْرِ سَبْعِيْنَ فَرَساً حُمِلَ عَلَيْهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَإِنْ لَّمْ تُعْقِبْ كَانَ لَهُ كَأَجْرِ فَرَسٍ يُحْمَلُ عَلَيْهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔)) (الصحيحة: ۲۸۹۸)

سیدنا ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس آئے اور کہا: مجھے جفتی کے لیے گھوڑا عاریۃً دو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جس نے جفتی کے لیے کسی مسلمان کو عاریۃً گھوڑا دیا تو اسے اللہ کے راستے میں دیے جانے والے ستر گھوڑوں کے ثواب جتنا اجر ملے گا۔ اگر اس جفتی کی وجہ سے اولاد نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیے جانے والے ایک گھوڑے کے ثواب کے برابر اجر ملے گا۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان :۱۶۳۷۔ الموارد، وأحمد: ۴/ ۲۳۱، وأبو اسحاق الحربي في"غريب الحديث": ۵/ ۹/ ۱، والطبراني في"المعجم الكبير": ۲۲/ ۳۴۱/ ۸۵۳

بدفالی کی بنا پر کسی کام کے ارادے کو ترک نہیں کرنا چاہیے

(۲۱۷۸)۔ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جو آدمی، برے شگون کی

الْأَنْصَارِيِّ ﷺ: مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ، فَقَدْ قَارَفَ الشِّرْكَ۔ (الصحيحة:١٠٦٥)

وجہ سے (کسی کام سے) رک جاتا ہے، وہ شرک سے آلودہ ہو جاتا ہے۔

تخريج: رواه ابن وهب في "الجامع" صـ ١١٠، واحمد: ٢/ ٢٢٠، والطبراني

شرح:...... دورِ جاہلیت میں بعض اسباب کے ذریعے سے نیک شگونی یا بدشگونی لینا عام تھا، مثلا سفر کا ارادہ کرنے والا کسی پرندے کو اڑاتا، اگر وہ دائیں جانب اڑ جاتا، تو وہ اسے سفر بخیر کی علامت سمجھتے ہوئے سفر شروع کر دیتا، اور اگر وہ پرندہ بائیں جانب اڑ جاتا تو وہ اسے منحوس سفر کی علامت سمجھ کر اپنا ارادہ ترک کر دیتا۔ کئی اور علامتیں بھی مقرر تھیں۔ یہ سب امور ممنوع اور حرام ہیں۔ محض کسی بات کے اتفاقیہ طور پر صحیح نکل آنے سے ان تمام خرافات کا جواز ثابت نہیں ہوگا۔ جلبِ منفعت یا دفعِ مضرت میں ان چیزوں کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ یہ سب ظن وتخمین اور انکل پچو ہیں، جن پر اعتبار اور اعتماد کرنا جہالت، گمراہی اور توہم پرستی ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ جس کام کو سرانجام دینے کا عزم کر لے، اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اس کو کر گزرے اور بدفالیوں کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دے۔

لیکن شریعت نے اچھی بات سن کر اچھا شگون لینے کو جائز قرار دیا ہے، جس کی بنا پر انسان اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن قائم کر لیتا ہے، جو ایک مستحسن امر ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ۔)) ...... ''نہ کوئی بیماری متعدی ہے اور نہ کوئی بدشگونی (کی حقیقت ہے)، لیکن مجھے ''فال'' اچھی لگتی ہے۔'' صحابہ نے پوچھا: ''فال'' کیا ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ۔)) ...... ''اچھی بات (کا سننا اور اس سے خیر کی امید وابستہ کر لینا)۔ (بخاری، مسلم)

رات کو مسلمانوں پر تیر پھینکنے والے کی مذمت

(٢١٧٩)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ مَرْفُوعاً: ((مَنْ رَمَانَا بِاللَّيْلِ فَلَيْسَ مِنَّا۔)) (الصحيحة:٢٣٣٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رات کو ہم پر تیر پھینکا، وہ ہم میں سے نہیں۔''

تخريج: روى عن ابى هريرة و عن ابن عباس

(١) اما حديث ابى هريرة ﷺ؛ فأخرجه أحمد: ٢/ ٣٢١، والبخارى فى "الأدب المفرد": ١٢٧٩، وابن حبان: ١٨٥٧

(٢) وأما حديث ابن عباس فأخرجه والطبرانى: ٣/ ١٢٦/ ٢

شرح:...... دن کو بھی ایسا کرنا منع ہے، چونکہ رات کو تیر اور تیر پھینکنے والے کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ دفاع کیا جا سکے اور نقصان بھی زیادہ ہو سکتا ہے اور مسلمانوں کے سکون میں خلل بھی آ سکتا ہے، اس لیے حدیث میں رات کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ کی مدد کی بنیاد صبر پر اور آسانی کی بنیاد مشکل پر ہے

(۲۱۸۰)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ: ((النَّصْرُ مَعَ الصَّبْرِ، وَالْفَرَجُ مَعَ الْكَرْبِ، وَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً وَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً۔)) (الصحيحة:۲۳۸۲)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مدد، صبر کے ساتھ ہوتی ہے، کشادگی، رنج وغم کے ساتھ ہوتی ہے اور بلاشبہ تنگی کے ساتھ آسانی ہوتی ہے اور بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہوتی ہے۔''

تخريج: أخرجه الخطيب في "التاريخ": ۱۰/ ۲۸۷، والديلمي: ٤/ ۱۱۱، ۱۱۲

شرح:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً تئیس سالہ دورِ نبوت میں سے پہلے تیرہ سال انتہائی کٹھن اور مشکل تھے، لیکن ان مشکلات اور تنگیوں میں کیے گئے صبر کا نتیجہ دس سالہ مدنی دور کی صورت میں نکلا۔

یہی قانون قدرت ہے کہ ہر آسانی کے راستے میں مشکل اور ہر خوشی کے راستے میں غمی ہے۔

قتال سے پہلے دعوتِ اسلام دینا ضروری ہے

(۲۱۸۱)۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا بَعَثَ عَلِيًّا بَعَثَ خَلْفَهُ رَجُلاً فَقَالَ: اتَّبِعْ عَلِيًّا، وَلَا تَدَعْهُ مِن وَرَائِهِ، وَلٰكِنِ اتَّبِعْهُ وَخُذْهُ بِيَدِهِ وَقُلْ لَهُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((أَقِمْ حَتّٰى يَأْتِيَكَ۔)) قَالَ: فَأَقَامَ حَتّٰى جَاءَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: ((لَا تُقَاتِلْ قَوْماً حَتّٰى تَدْعُوَهُمْ۔)) (الصحيحة: ۲٦٤۱)

یحییٰ بن اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو ان کے پیچھے ایک اور آدمی کو بھیجا اور اسے فرمایا: ''اس کے پیچھے چلتا رہ اور اس کے پیچھے ہی رہنا ہے (بلکہ) تو اس کا تعاقب کر، ان کو پکڑ لے اور کہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: ''ٹھہر جاؤ، یہاں تک میں پہنچ جاؤں۔'' وہ ٹھہر گئے، حتی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا: ''اس وقت تک کسی قوم سے نہیں لڑنا، جب تک (اسلام کی) دعوت نہ پہنچا دو۔''

تخريج: أخرجه عبد الرزاق في "المصنف": ٥/ ۲۱۷/ ۹٤۲٤

شرح:...... اس حدیثِ مبارکہ میں بڑے اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قتال سے پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دی جائے، اگر وہ یہ دعوت قبول کر لیں تو بہتر، وگرنہ ان پر جزیہ لاگو کر دیا جائے گا، اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں، تو ان سے اعلان جنگ ہوگا اور وہ قتال کے مستحق ٹھہریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا یہی طرزِ قتال تھا۔ لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر شبخون مارا، جبکہ وہ غافل تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ان تک نہیں پہنچی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تو فارس و روم کے بادشاہوں تک پہنچ گئی تھی۔

یہ عصر حاضر کے بعض مؤلفوں کی کم عقلی ہے، جو اس حدیث کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ شرعی قواعد کے مخالف

ہے، حالانکہ یہ تو ضروری نہیں ہے کہ قتال سے متصل پہلے کافروں کو تبلیغ کی جائے۔ جب اسی قسم کا سوال حسن بصری سے کیا گیا تو انھوں نے کہا: کیا ان کو قتال سے پہلے دعوت دی جائے گی؟ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ کی بعثت کے بعد ہر ایک کافر کو دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ (۱۲/ ۳۶۵) اور سعید بن منصور (۳/ ۲/ ۲۰۶/ ۲۴۸۶) نے روایت کیا۔ میں نے (صحیح ابی دوا: ۲۳۶۷) میں اس موضوع پر دلالت کرنے والی بعض روایات کی تخریج پیش کر کے اس کا ردّ کیا ہے۔ (صحیحہ: ۲۶۴۱)

جمہور علما وفقہا کی یہ رائے ہے کہ اگر اُن کافروں کو سرے سے اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان کو دعوت دینا واجب ہے، بصورتِ دیگر مستحب ہو گی۔

ہر مسلمان پناہ دے سکتا ہے

(۲۱۸۲)۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مُهَاجِراً اسْتَأْذَنَتْ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرُّبَيِّعِ زَوْجَهَا أَنْ تَذْهَبَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَذِنَ لَهَا فَقَدِمَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ إِنَّ أَبَا الْعَاصِ لَحِقَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا: أَنْ خُذِيْ لِيْ أَمَاناً مِنْ أَبِيْكَ فَخَرَجَتْ فَأَطَلَّتْ بِرَأْسِهَا مِنْ بَابِ حُجْرَتِهَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الصُّبْحِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَقَالَتْ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَإِنِّي قَدْ أَجَرْتُ أَبَا الْعَاصِ، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسِ إِنِّي لَمْ أَعْلَمْ بِهٰذَا حَتّٰى سَمِعْتُمُوْهُ، أَلَا وَإِنَّهُ يُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَدْنَاهُمْ۔))

(الصحيحة: ۲۸۱۹)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے (مدینہ) چلے گئے تو آپ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابو العاص بن ربیع سے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی، اس نے اجازت دے دی۔ وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئیں، پھر ابو العاص بھی مدینہ پہنچ گیا اور سیدہ زینب کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے باپ سے میرے لیے امان حاصل کرو۔ میں نکلی اور اپنے حجرے سے جھانکا، تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ میں نے کہا: لوگو! میں زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہوں، میں نے ابو العاص کو پناہ دے دی ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''لوگو! مجھے اس بات کا پتہ نہیں تھا، حتی کہ تم نے خود سن لی۔ آگاہ ہو جاؤ! ادنی (اور کم مرتبہ) مسلمان بھی کسی کو مسلمانوں پر پناہ دے سکتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "الأوسط": ۲/ ۲۹۶/ ۲/ ٤٩٥٨، وفی "الکبیر": ۲۳/ ٤٢٥/ ۱۰٤٧

شرح: ...... اگرچہ اعمال کی وجہ سے مومنوں اور مسلمانوں کے ایمان میں تفاوت پایا جاتا ہے، لیکن بحیثیتِ اسلام

تمام مسلمانوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ مرد و زن، ادنی و اعلی اور امیر و غریب میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے جو مسلمان کسی کافر کو پناہ دے دے گا، دوسرے مسلمانوں پر فرض ہو گا کہ وہ اس پناہ کا لحاظ کرتے ہوئے کافر کے حقوق کا خیال رکھیں۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر عذر خواہوں کا راز کھل گیا

(۲۱۸۳)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہما، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَا جُدُّ! هَلْ لَكَ فِي جِلَادِ بَنِي الْأَصْفَرِ؟)) قَالَ جُدٌّ: أَوَ تَأْذَنُ لِي يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَإِنِّي رَجُلٌ أُحِبُّ النِّسَاءَ وَإِنِّي أَخْشَى إِنْ أَنَا رَأَيْتُ بَنَاتَ بَنِي الْأَصْفَرِ أَنْ أُفْتَنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَهُوَ مُعْرِضٌ عَنْهُ: ((قَدْ أَذِنْتُ لَكَ۔)) فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَمِنْهُمْ مَن يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ (التَّوْبَة:٤٩)
(الصحيحة:۲۹۸۸)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جُدّ بن قیس! کیا تجھے بنو الاصفر سے تلوار کے ساتھ مقابلہ کرنے کی رغبت ہے؟'' جد نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے (اپنے ساتھ نہ جانے کی) اجازت دے دیں، کیونکہ میں عورتوں سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ بنو الاصفر کی بیٹیوں کو دیکھ کر فتنے میں نہ پڑ جاؤں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کرتے ہوئے اسے فرمایا: ''میں نے تجھے اجازت دے دی ہے۔'' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿اور ان میں سے کوئی تو کہتا ہے: مجھے اجازت دیجئے، مجھے فتنے میں نہ ڈالیے۔ آگاہ رہو! وہ تو فتنے میں پڑ چکے ہیں﴾
(سورۂ توبہ: ۴۹)

تخريج: أخرجه ابن أبي حاتم في "التفسير": ٤/ ١/٥١

شرح:...... جلاد کے دو معانی ہیں: (۱) یہ جَـلْد کی جمع ہے، جس کے معانی ''باہمت صابر اور جری'' کے ہیں۔ (۲) یہ جَالَدَ يُجَالِد باب سے مُجَالدة کی طرح مصدر ہے، جس کے معانی ''تلوار سے مقابلہ کرنے اور شمشیر زنی کرنے'' کے ہیں۔

بنو الاصفر: ایشائے کوچک اور قسطنطنیہ وغیرہ میں رہنے والے رومی باشندوں کا لقب بنو الاصفر ہے۔

اس حدیث میں غزوۂ تبوک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جو رجب ۹ ھ میں پیش آیا۔ اس غزوے میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے خلاف فیصلہ کن جنگ کی ضرورت محسوس کرنے والے رومیوں سے مقابلہ کرنا تھا، یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا، لمبا سفر تھا، لوگ تنگی اور قحط سے دوچار تھے اور پھل پک چکے تھے اور سائے خوشگوار لگ رہے تھے۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ نے اہل ثروت صحابہ کو تنگ دستوں کی تیاری کی ترغیب دلائی اور ان سے جو کچھ بن سکا، وہ لے آئے۔

اُدھر منافقین اور بدوی بناوٹی عذر لے لے کر آئے اور نبی کریم ﷺ سے اس غزوے میں عدم حضوری کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ ان کے علاوہ بعض مسلمان محض سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔

اس حدیث میں اسی قسم کے ایک عذر خواہ کا ذکر ہے، جو بنو الاصفر کی لڑکیوں کا بہانہ پیش کر کے دراصل اس غزوے میں شمولیت اختیار کرنے سے کترا رہا تھا، جب آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی تو بعد میں نازل ہونے والی آیت سے پتہ چلا کہ اس کا عذر درست نہیں تھا۔

اَلتَّوْبَةُ وَالْمَواعِظُ والرَّقَائِقُ

توبہ،نصیحت،اور نرمی کے ابواب

التوبة :لغوی معنی: رجوع کرنا

اصطلاحی تعریف:......جب انسان گناہ اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے اور پھر گناہ سے باز آ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے تا کہ وہ اسے معاف فرما کر اپنے دامنِ رحمت میں ڈھانپ لے، اسے توبہ کہتے ہیں۔

المواعظ: لغوی معنی: ”مَوْعِظَه“ کہ جمع ہے، نصیحت

اصطلاحی تعریف:......ایسے اقوال وافعال جن سے اصلاحِ حال کی کوشش کی جائے۔

الرقائق: لغوی معنی: ”رَقِيْقَة“ کی جمع ہے، نازک، لطیف، نرم

اصطلاحی تعریف:......ایسے اقوال وافعال جن سے دل میں رقت ورحمت اور نرمی و لطافت پیدا ہو جائے۔

بالآخر دنیا سے رخصت اور ہر دوست کو الوداع کہنا پڑے گا

(٢١٨٤)۔ قَالَ ﷺ: ((اَتَانِي جِبْرِيْلُ، فَقَالَ:يَا مُحَمَّدُ!عِشْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ، وَاَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ، وَاعْمَلْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهٖ، وَاعْلَمْ اَنَّ شَرَفَ الْمُؤْمِنِ قِيَامُهٗ بِاللَّيْلِ، وَعِزَّهٗ اسْتِغْنَاؤُهٗ عَنِ النَّاسِ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ ﷺ۔ (الصحيحة:٨٣١)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ! جیسے چاہو زندگی گزارو (بالآخر) مرنا تو ہے، جس کو چاہو اپنا محبوب بناؤ (بالآخر) جدا تو ہونا ہے، اپنی چاہت کے مطابق عمل کرو (بالآخر) اس کا بدلہ تو ملنا ہے۔ (اتنا ضرور) جان لو کہ مؤمن کا شرف رات کی نماز میں اور اس کی عزت لوگوں سے بے پرواہ ہو جانے میں ہے۔“ یہ حدیث حضرت سہل بن سعد، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخریج: ۱۔ أماحديث سهل؛فأخرجه الطبراني في"الأوسط": ۱/ ٦١/ ۲۔من الجمع بينه وبين"الصغير"، والسهمي في"تاريخ جرجان": ٦٢، وأبونعيم في"الحلية": ٣/ ٢٥٣، والحاكم: ٤/ ٣٢٤۔٣٢٥، والبيهقي في"شعب الايمان": ٧/ ٣٤٩/ ١٠٥٤١۔١٠٥٤٢۔لبنان

۲۔وأماحديث جابر؛ فأخرجه الطيالسي في "مسنده": ١٧٥٥، وعنه البيهقي في"شعب الايمان": ١٠٥٤٠

۳۔وأماحديث علي؛ فأخرجه أبونعيم في"الحلية": ٣/ ٢٠٢

شرح:...... اس فرمان نبوی ﷺ میں یہ فکر دلائی گئی ہے کہ بندہ جیسے چاہے اپنی چاہتوں اور امنگوں کو پورا کرتا رہے، بالآخر اس نے اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانا ہے اور جس سے چاہے، دوستی کی پینگیں بڑھاتا رہے، ایک روز ایسا بھی آئے گا کہ سب کو داغ مفارقت دینا پڑے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر مسلم اس حقیقت کا دعویدار ہے کہ اچھے اعمال کا بدلہ اچھا اور برے اعمال کا بدلہ برا ملے گا، لیکن عملی طور پر مسلمانوں کی اکثریت غفلت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

مومن کا شرف تہجد میں اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے

(۲۱۸۵)۔ قَالَ ﷺ: ((اَتَانِي جِبْرِيْلُ، فَقَالَ:يَا مُحَمَّدُ!عِشْ مَاشِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ، وَاَحبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهٗ، وَاعْمَلْ مَاشِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهٖ، وَاعْلَمْ اَنَّ شَرَفَ الْمُؤْمِنِ قِيَامُهٗ بِاللَّيْلِ، وَعِزَّهٗ اسْتِغْنَاؤُهٗ عَنِ النَّاسِ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ ﷺ (الصحيحة:٨٣١)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جبریل میرے پاس آئے اور کہا: اے محمد! جیسے چاہو زندگی گزارو (بالآخر) مرنا تو ہے، جس کو چاہو اپنا محبوب بناؤ (بالآخر) جدا تو ہونا ہے، اپنی چاہت کے مطابق عمل کرو (بالآخر) اس کا بدلہ تو ملنا ہے۔ (اتنا ضرور) جان لو کہ مؤمن کا شرف رات کی نماز میں اور اس کی عزت لوگوں سے بے پرواہ ہو جانے میں ہے۔'' یہ حدیث حضرت سہل بن سعد، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخریج: ۱۔ أماحديث سهل؛فأخرجه الطبراني في"الأوسط": ۱/ ٦١/ ۲۔من الجمع بينه وبين"الصغير"، والسهمي في"تاريخ جرجان": ٦٢، وأبونعيم في"الحلية": ٣/ ٢٥٣، والحاكم: ٤/ ٣٢٤۔٣٢٥، والبيهقي في "شعب الايمان": ٧/ ٣٤٩/ ١٠٥٤١۔١٠٥٤٢۔لبنان

۲۔وأماحديث جابر؛ فأخرجه الطيالسي في "مسنده": ١٧٥٥، وعنه البيهقي في"شعب الايمان": ١٠٥٤٠

۳۔وأماحديث علي؛ فأخرجه أبونعيم في"الحلية": ٣/ ٢٠٢

شرح:...... حدیثِ مبارکہ کے دوسرے حصے میں دو اعمال کی رغبت دلائی گئی ہے کہ مومن کو چاہئے کہ وہ رات کو

قیام کیا کرے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَّ عُيُونٍ○.... كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ○ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ○﴾ (سورۂ ذاریات : ۱۷) ......''بیشک پرہیزگار لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے...... (ان کی صفات یہ ہیں کہ) وہ رات کو کم سوتے ہیں اور سحریوں کے وقت بخشش طلب کرتے ہیں۔''

ارشادِ نبوی ہے: ''لوگو! سلام کو عام کرو، (لوگوں کو) کھانا کھلاؤ، جب لوگ رات کو سو رہے ہوں تو نمازِ (تہجد) پڑھو، سلامتی کے ساتھ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' (ترمذی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نازل ہو کر کہتے ہیں: کوئی ہے جو مجھے پکارے، تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے، تاکہ میں اس کو عطا کر دوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے، تاکہ میں اس کو بخش دوں۔'' (بخاری، مسلم)

نیز یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ مومن کا وقار اور احترام و اکرام اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور لوگوں کے مال و دولت پر نگاہ رکھنا ترک کر دے، اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کی عزت کا راز اسی میں ہے کہ وہ متقی اور پرہیزگار ہو اور معاشرے میں عزت و وقار اسی میں ہے کہ آدمی میں لالچ اور حرص جیسی کمینی صفات نہ ہوں۔

مفلس کون ہے؟

(۲۱۸۶)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟)) قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ۔ فَقَالَ: ((إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔)) (الصحيحة:٨٤٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے میرے صحابہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے، ؟'' صحابہ نے کہا: ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ ہی کوئی اور سامان ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(نہیں، بلکہ) میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت والے دن نماز، روزے، اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا (لیکن اس کے ساتھ ساتھ) وہ اس حال میں آئے گا کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر بہتان تراشی کی ہو گی، کسی کا مال کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا پیٹا ہو گا۔ پس ان (تمام مظلومین) کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی (تاکہ ان پر کئے گئے ظلم کی تلافی ہو جائے)۔ لیکن اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں قبل اس کے کہ اس کے ذمے دوسروں کے حقوق باقی ہوں، تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ١٨، والترمذي: ٣/ ٢٩١-٢٩٢، وابن حبان: ٤٣٩٤، ٧٣١٥، وأحمد: ٢/ ٣٠٣، ٣٣٤، ٣٧٢، والبيهقي في "الشعب": ١/ ٣٠٣/ ٣٤٤

شرح:...... دیکھئے کہ حقوق العباد میں کی گئی کمی، حقوق اللہ کی ادائیگی پر ملنے والے اجر وثواب کو لے ڈوبے گی۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان کو چاہیے کہ جہاں وہ اپنے خالق کے حقوق کی پاسداری کا اہتمام کرتا ہے، اسی طرح اسے چاہیے کہ اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں کسی قسم کی سستی و کاہلی سے کام نہ لے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی زیادہ ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے حقوق معاف بھی کر سکتا ہے۔ یہ سوچ شریعت سے دوری کی علامت ہے، اگر معاملہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کا ہے تو وہ بندوں کے حق میں کیے گئے گناہوں کو بھی معاف کروا سکتا ہے۔ اس حدیث سے حقوق العباد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

کثرتِ سوال باعثِ ہلاکت ہے

(٢١٨٧)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُتْرُكُوْنِي مَاتَرَكْتُكُمْ، فَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فَخُذُوْا عَنِّيْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ۔)) (الصحيحة: ٨٥٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں (یعنی کوئی جدید حکم نہ دوں) تم بھی مجھے چھوڑے رکھو (یعنی نئے نئے امور کے بارے میں دریافت نہ کرو)۔ ہاں جب میں تمھیں کوئی حکم دے دوں تو اسے اپنا لو، (یاد رکھو کہ) تم سے پہلے والی امتیں انبیا سے زیادہ سوال کرنے اور ان پر اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٣/ ٣٧٩، وابن ماجه: ١/ ٤-٥، وأحمد: ٢/ ٤٩٥، وقد اخرجه البخاري: ٩/ ٧٧، ومسلم: ٤/ ١٠٢

شرح:...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (سورۂ مائدہ: ١٠١) ...... ''اے ایمان والو! ایسے سوال مت پوچھو کہ اگر تم پر ان کو ظاہر کر دیا جائے تو تمھیں ناگوار لگیں۔''

نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں فضول اور لایعنی قسم کے سوالات کرنا ممنوع تھا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے لیے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے پہلے تو اس حکم کو سنجیدہ نہ لیا، پھر اس کی صفات کے بارے میں پوچھتے پوچھتے اپنے حق میں تنگی کرتے رہے۔

اسی طرح جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ ﷺ خاموش رہے، اس نے یہ سوال تین دو ہرایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں جواب میں

''ہاں'' کہہ دوں تو حج ہر سال فرض ہو جائے گا اور اگر ایسا ہو گیا تو تمہارے لیے ہر سال حج کرنا ناممکن ہو گا۔'' (مسلم)
چونکہ حلت و حرمت کا تعلق صرف آپ ﷺ کے دور سے تھا، اب حلال و حرام کی تعیین ہو چکی ہے، کسی کے سوال کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن آپ ﷺ کی شریعت کے تمام احکام پر عمل کرنا ہم پر فرض ہے، جو ہم نے حسبِ استطاعت ادا کرنا ہے۔
آجکل لوگوں نے اپنی کم عقلی و کج فہمی کی بنا پر جدید طرز کے سوالات اٹھانا شروع کر دیے ہیں، مثلا عذاب قبر کی کیفیت کیا ہے؟ قبر کی مٹی میں مردے کا جسم گل سڑ جاتا ہے تو پھر عذاب کیسے ہوتا ہے؟ صرف تین نمازوں میں جہری قرائت کرنے کی کیا حکمت ہے؟
اس قسم کے سوالات بھی انتہائی فضول، لایعنی اور راہِ راست سے دور کرنے والے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرما دیا، وہ ہماری عقل کے مطابق ممکن ہو یا محال، اسے من وعن تسلیم کر کے اس پر عمل کرنا یا اس کے مطابق اعتقاد بنانا ہمارا منصبی فرض ہے۔

خیانت کیے ہوئے اونٹ، گائے اور بکری کی وجہ سے میدانِ حشر میں رسوائی

(۲۱۸۸)۔ عَنِ ابْنِ طَاوسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: اسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ عَلَى الصَّدَقَةِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: ((اِتَّقِ يَا أَبَا الْوَلِيْدِ! أَنْ تَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَعِيْرٍ تَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِكَ لَهُ رُغَاءٌ، وَبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ، أَوْشَاةٍ لَهَا ثُؤَاجٌ۔))

(الصحيحة: ۸۵۷)

ابن طاوس اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو صدقات (کی وصولی) پر عامل مقرر کیا اور اسے فرمایا: ''ابو الولید! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، (کہیں ایسا نہ ہو کہ) تو روزِ قیامت اپنی گردن پر بلبلاتا ہوا اونٹ، ڈکارتی ہوئی گائے یا ممیاتی ہوئی بکری اٹھا کر لے آئے (جو تو نے خیانت کر لی ہو)۔''

تخريج: أخرجه الحميدي في "مسنده": ۸۹۵، والبيهقي في "السنن": ٤/ ۱۵۸

شرح: ...... حدیثِ نبوی کے مطابق خیانت کرنا منافق کی صفت ہے، نیز اس کی سنگینی کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کون سی رسوائی ہو سکتی ہے کہ روزِ قیامت بنی آدم کے سامنے خائن نے اپنی گردن پر اونٹ یا گائے یا بکری یا تینوں قسم کے جانور اٹھا رکھے ہوں اور وہ اپنی اپنی آوازیں نکال رہے ہوں۔

(۲۱۸۹)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ أَوْلِيَائِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُتَّقُوْنَ، وَإِنْ كَانَ نَسَبٌ أَقْرَبَ مِنْ نَسَبٍ، فَلَا يَأْتِيْنِي النَّاسُ بِالْأَعْمَالِ وَتَأْتُوْنِّي بِالدُّنْيَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن پرہیز گار لوگ میرے دوست ہوں گے، اگرچہ وہ نسب میں قریب تر ہوں (یا نہ ہوں)۔ (خیال رکھنا) کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تو میرے پاس (نیک)

تَحْمِلُوْنَهَا عَلٰى رِقَابِكُمْ فَتَقُوْلُوْنَ: يَامُحَمَّدُ! فَاَقُوْلُ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا: لَا۔)) وَاَعْرَضَ فِيْ كِلَا عِطْفَيْهِ۔ (الصحيحة: ٧٦٥)

اعمال لے کر آئیں اور تم دنیا (کی خیانتوں اور دوسروں کے غصب شدہ حقوق) کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لاؤ اور پکارو: اے محمد! اور میں ادھر ادھر اعراض کرتے ہوئے کہوں: نہیں۔'' پھر آپ نے اپنی دونوں جانب اعراض کیا۔

تخريج: أخرجه البخاري في "الادب المفرد": ٨٩٧، وابن أبي عاصم في "السنة": ٢١٣، ١٠١٢

شرح:...... سبحان اللہ! اگر ہم میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے اور روزِ قیامت آپ کی صحبت اختیار کرنے کے جذبات موجود ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے ہماری اس خواہش کو پورا کرنے کے اسباب بھی پیدا فرما دیے ہیں کہ ہر متقی اور پرہیز گار روزِ قیامت آپ ﷺ کا دوست ہو گا۔ آپ ﷺ کی ولایت کی بنیاد حسب و نسب پر نہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم خیانتوں سے بچیں تا کہ آپ ﷺ ہم سے بے رخی نہ کریں اور تقوی و طہارت میں نام پیدا کر کے آپ ﷺ کی دوستی کے اسباب پیدا کریں۔

سات کبیرہ گناہ

(٢١٩٠)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: ((اجْتَنِبُوْا الْكَبَائِرَ السَّبْعَ۔)) فَسَكَتَ النَّاسُ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ. فَقَالَ: ((اَلَا تَسْاَلُوْنِّيْ عَنْهُنَّ؟ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ، وَالتَّعَرُّبُ بَعْدَ الْهِجْرَةِ۔)) (الصحيحة: ٢٢٤٤)

حضرت سہل بن ابو حثمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا: ''سات کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو۔'' لوگ خاموش رہے اور کسی نے (تفصیل کی بابت) کوئی بات نہ کی۔ آپ نے فرمایا: ''تم مجھ سے ان (سات گناہوں) کے بارے میں دریافت کیوں نہیں کرتے؟ وہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، کافروں سے لڑائی کے وقت راہ فرار اختیار کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا اور ہجرت کے بعد پھر جنگل میں مقیم ہو کر بدّو بن جانا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٦/ ١٢٤/ ٥٦٣٦

شرح:...... یہ حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے، آخری چیز ''ہجرت کے بعد بدو بن جانا'' میں کچھ ابہام ہے۔ محمد بن سہل نے سیدنا سہل رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ابو جان! ہجرت کے بعد بدو بننا، اس چیز کو یہاں کیوں ذکر کیا گیا؟ انھوں نے کہا: بیٹا! آدمی کا ہجرت کرنا کتنا عظیم عمل ہے، لیکن جب مالِ فَی میں اس کا حصہ ثابت ہوتا ہے اور جہاد فرض ہوتا ہے تو وہ اپنی گردن سے ہجرت (کے مقصد) کو اتار پھینکتا ہے اور پہلے کی طرح بدو بن جاتا ہے۔ (صحیحہ: ۲۲۴۴ کے تحت)

((التعرب بعد الهجرة)): ابن اثیر نے (النهاية) میں کہا: ہجرت کرنے کے بعد پھر جنگل کی طرف لوٹ

جانا اور بدوؤں کے ساتھ سکونت اختیار کرنا۔ جو آدمی ہجرت کے بعد بغیر عذر کے اپنے سابقہ مقام کی طرف چلا جاتا تھا، اسے وہ مرتد شمار کرتے تھے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: "اَلتَّعَرُّب" کا تعلق بھی اسی ممنوعہ صورت سے ہے، ...... بلاوجہ اسلامی ممالک سے مغربی ممالک اور دوسری کفریہ سلطنتوں کی طرف سفر کرنا۔ (صحیحہ : ٢٢٤٤) کتاب ''ایمان، توحید، دین اور تقدیر کا بیان'' میں عنوان ''غیر اسلامی ممالک میں سکونت پذیر ہونا کیسا ہے؟'' کے تحت اس موضوع پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔

چھوٹے گناہوں کی کثرت بھی مہلک ہے

(٢١٩١)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ ، كَقَوْمٍ نَزَلُوْا فِيْ بَطْنِ وَادٍ ، فَجَاءَ ذَا بِعَوْدٍ ، وَجَاءَ ذَا بِعَوْدٍ ، حَتّٰى اَنْضَجُوْا خُبْزَتَهُمْ ، وَاِنَّ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ مَتٰى يُؤْخَذُ بِهَا صَاحِبُهَا ، تُهْلِكُهُ۔))

(الصحيحة:٣٨٩)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صغیرہ گناہوں سے گریز کرو۔ (اور ان کو حقیر مت سمجھو، غور فرماؤ کہ) کچھ لوگ ایک وادی میں پڑاؤ ڈالتے ہیں، ایک آدمی ایک لکڑی لاتا ہے اور دوسرا ایک لاتا ہے...... (ایک ایک کر کے اتنی لکڑیاں جمع ہو جاتی ہیں کہ) وہ آگ جلا کر روٹیاں وغیرہ پکا لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر صغیرہ گناہوں کی بنا پر مؤاخذہ ہوا تو وہ بھی ہلاک کر سکتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٣١

شرح:...... آپ ﷺ نے مثال کے ذریعے اپنا مقصود واضح کر دیا ہے کہ پوری زندگی کے معمولی معمولی گناہ جمع ہو کر انسان کی ہلاکت کا سبب بن سکتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانی سے اجتناب کرنا چاہئے۔ مومن و مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سے گریز کرے، قطع نظر اس سے کہ وہ صغیرہ گناہ ہو یا کبیرہ۔

چھوٹے گناہوں کی وجہ سے مؤاخذہ

(٢١٩٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا عَائِشَةُ! اِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الْاَعْمَالِ۔وَفِيْ لَفْظٍ: الذُّنُوْبِ۔فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔))

(الصحيحة:٥١٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے سے بچتے رہنا، کیونکہ ان کا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤاخذہ کیا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه الدارمي: ٢/ ٣٠٣، وابن ماجه: ٤٢٤٣، وابن حبان: ٢٤٩٧، وأحمد: ٦/ ٧٠، ١٥١، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ٧/ ١٧٦/ ١

شرح:...... مومنانہ تہذیب یہ ہے کہ کسی نیکی کو حقیر سمجھ کر ترک نہ کیا جائے اور کسی برائی کو معمولی تصور کر کے اس

کا ارتکاب نہ کیا جائے، کیونکہ پوری زندگی کی معمولی معمولی غفلتیں اور سستیاں انسان کی ہلاکت کا سبب بن سکتی ہیں۔

حرام کے قریب تک نہیں پھٹکنا چاہیے

(۲۱۹۳)۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِجْعَلُوْا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْحَرَامِ سُتْرَةً مِّنَ الْحَلَالِ، مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ اَرْتَعَ فِيْهِ كَانَ كَالْمُرْتِعِ اِلٰى جَنْبِ الْحِمٰى۔)) (الصحيحة :۸۹٦)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''اپنے اور حرام (امور) کے مابین کسی حلال چیز کو آڑ بنائے رکھو، جس نے ایسے کیا وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لے گا اور جو (اس آڑ کو پھلانگ کر حرام کے) قریب تک جا پہنچے گا، وہ اس آدمی کی طرح ہے جو (ممنوعہ) چراگاہ کے ساتھ (مویشیوں کو) چرا رہا ہے (قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں)۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ۲۵۵۱۔ موارد، والديلمي: ۱/ ۱/ ۱۳، والطبراني فى "الكبير"

شرح: ......شریعت نے حرام اور ممنوعہ امور سے بچنے کو اتنی اہمیت دی کہ ان جائز اور مباح چیزوں کے قریب جانے سے منع کر دیا، جن کے بعد حرام امور کا آغاز ہوتا ہے، اسی حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں: ((اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ......)) (بخاری،مسلم) ......''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں، اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے، جو آدمی ان مشتبہ امور سے بھی بچا رہا، وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لے گا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں گھس گیا (تو یوں سمجھ لیں کہ) وہ حرام چیزوں میں گھس گیا......''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ حرام کاموں کا ارتکاب کرنا تو درکنار، ان کے قریب تک نہ پھٹکیں، مثلاً عورت کو دیکھنا حرام ہے۔ اب اس حرام کام سے بچنے کے لیے کسی اشد ضرورت کے بغیر آدمی سرے سے ان بازاروں میں نہ جایا جائے جہاں بے پردہ اور بے حیا قسم کی عورتوں کی کثرت ہو۔ اسی طرح جس مجلس میں غیبت کرنے یا سننے کا اندیشہ ہو تو سرے سے اس مجلس میں نہ بیٹھا جائے۔

صدقہ کی فضیلت

(۲۱۹٤)۔ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اِجْعَلُوْا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ النَّارِ حِجَابًا، وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔)) (الصحيحة :۸۹۷)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(کوئی نیکی کر کے) اپنے اور آتشِ دوزخ کے درمیان پردہ لٹکائے رکھو، اگرچہ وہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کا صدقہ کرنے کی صورت میں ہو)۔''

تخريج: رواه الطبراني في "الكبير"

شـــرح :...... اللہ تعالیٰ کے مبارک نام پر صدقہ وخیرات کرنا رحمت خداوندی کے حصول کا سبب بنتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص حلال کی کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ کمائی کا ہی صدقہ قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے، پھر وہ اسے صاحب صدقہ کے لیے بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے کو پالتا اور بڑھاتا ہے، یہاں تک کہ وہ (کھجور کے برابر کیا ہوا صدقہ) پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔'' (بخاری، مسلم)

راہ خدا میں صدقہ کرنا اتنا مبارک عمل ہے کہ کھجور کا دانہ صدقہ کیا، لیکن پہاڑ کے برابر اجر وثواب وصول کیا۔ ہمیں چاہئے ہم اپنے اور جہنم کے مابین بڑے بڑے پہاڑ نصب کر کے اپنے آپ کو بچانے کی بھرپور کوشش کریں۔

بعض مومنوں کے دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نرم ہوتے ہیں

(۲۱۹۵)۔ عَنْ اَبِي رَاشِدِ الْحِبْرَانِيِّ، قَالَ: اَخَذَ بِيَدِي اَبُوْاُمَامَةَ الْبَاهِلِيُّ رضي الله عنه، قَالَ: اَخَذَ بِيَدِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لِي: ((يَا اَبَا اُمَامَةَ! اِنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ يَلِيْنُ لِي قَلْبُهُ۔)) (الصحيحة:۲٤۷۰)

ابو راشد حبرانی کہتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''ابو امامہ! بعض مومن ایسے ہیں جن کا دل میرے لیے نرم (اور لچکدار) ہوتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الأمام أحمد:٥/ ٢٦٧

شرح :...... صحابہ کرام، شمع نبوت کے پروانے، حدیث رسول کے جیالے، اور فرمان نبوی کے شیدائی تھے، سب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت گزاری کا جذبہ موجود تھا، بہرحال بعض میں آپ کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور آپ کے حق میں نرم خور رہنے کا جذبہ زیادہ تھا۔

مومن کے انجام خیر کے لیے دنیوی آزمائشیں بہتر ہیں

(۲۱۹٦)۔ عَنْ اَنَسٍ رضي الله عنه مَرْفُوْعًا: ((اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ شَرًّا اَمْسَكَ عَلَيْهِ ذُنُوْبَهُ حَتّٰى يُوَافِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ۱۲۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو (اس کے گناہوں کی سزا) جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے (یعنی تکلیفوں اور آزمائشوں کے ذریعے سے اس کے گناہوں کی معافی کے اسباب پیدا کر دیتا ہے) اور جب کسی بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے اس کے گناہوں کی سزا (دنیا میں) روک لیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت والے دن اس کو پوری سزا دے گا۔''

تخریج: رواه الترمذي: ۲/ ٦٤، وابن عدي: ۱۷٤/ ۱ و ۲، والبيهقي في "الأسماء" ص ١٥٤

شرح:...... ''ہر انسان طبعی طور پر غلطی کے دہانے پر کھڑا ہوتا ہے اور کسی وقت بھی اس سے کسی قسم کا گناہ سرزد ہو سکتا ہے، انبیا کے بعد کوئی کس و ناکس عفت و عصمت کا دعویٰ نہیں کرسکتا ہے، ہر امتی کسی نہ کسی انداز میں کوئی نہ کوئی ٹھوکر ضرور کھائے گا۔

لیکن سعادت اس میں ہے اللہ تعالیٰ روزِ محشر بشری تقاضوں کو معاف کر دے، اس خوش بختی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رحیم و رحمان کا ثبوت دیتے ہوئے ایک قانون بنایا کہ دنیا میں مومن پر پڑنے والی آزمائشیں اور بیماریاں اس کے گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا بہت بڑا سبب ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے دنیا میں مصائب کا مطالبہ کرنا شروع کر دے۔ مومن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے لیے خیر و سعادت کا پیغام لاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کسی آزمائش میں مبتلا ہو جائے تو صبر کا دامن ترک نہ کرے اور اگر اس کے نصیبے میں صحت و تندرستی ہو تو اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا اتنا شکر اور اتنی حمد و ثنا بیان کرے کہ وہ بیماریوں پر صبر کرنے کی وجہ سے ملنے والے درجات ویسے ہی عطا کر دے۔

جو انسان برا ہو، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور استفادہ بھی کر رہا ہو اور دن بدن اس کے مزاج میں بغاوت کے آثار کا ظہور ہو رہا ہو تو ایسے شخص کو بہرحال سنجیدہ فکر کرنی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا میں اسے مہلت ملتی رہے اور آخرت میں اس کا گھیرا تنگ کر دیا جائے۔

موت سے پہلے اعمالِ صالحہ کی فضیلت

(۲۱۹۷)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَمْقِ الْخُزَاعِيِّ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا عَسَّلَهُ۔)) فَقِيْلَ: وَمَا عَسَّلَهُ؟ قَالَ: ((يَفْتَحُ لَهُ عَمَلًا صَالِحًا بَيْنَ يَدَيْ مَوْتِهِ حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهُ مَنْ حَوْلَهُ۔))

(الصحيحة:١١١٤)

حضرت عمرو بن حمق خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے لوگوں میں نیک شہرت بنا دیتا ہے۔'' کسی نے کہا کہ نیک شہرت کیسے عطا کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ اس طرح کہ اس کے لیے اس کی موت سے قبل نیک اعمال آسان کر دیتا ہے، حتی کہ اس کے آس پاس والے اس سے خوش ہو جاتے ہیں (اور اس طرح وہ نیک نامی میں شہرت یافتہ ہو جاتا ہے)۔''

تخریج: رواه الطحاوي في "مشكل الآثار" ۳/ ۲٦۱، وابن حبان: ۱۸۲۲، وأحمد: ٥/ ۲۲٤، وابن قتيبة في "غريب الحديث" ۱/ ٥۲/ ۱، والبيهقي في "الزهد" ق ۹۹/ ۱ وهبة الله الطبري في "الفوائد الصحاح" ۱/ ۱۳۲/ ۲، والبخاری فی "التاریخ الکبیر": ٤/ ۲/ ۳۰۲، والطحاوی والخطیب فی "التاریخ": ۱۱/ ٤۳٤

شرح:...... حسنات و خیرات پر مشتمل لمبی عمریں خوش نصیبوں کا بخت بنتی ہیں، بہر حال اگر مومن کو اس کی زندگی کے آخری برسوں، مہینوں، ہفتوں اور دنوں میں ربّ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا موقع مل جائے تو یہ مرتبہ بھی بڑی سے بڑی سعادت سے کم نہیں ہے۔

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ فِيْمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ لَمِنْ اَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَل فِيْمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِخَوَاتِيْمِهَا)) (بخاری) ...... ''لوگ سمجھتے ہیں کہ آدمی اہل جنت کے اعمال کر رہا ہے، حالانکہ وہ جہنمیوں میں سے ہوتا ہے۔ اسی طرح لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں اہل دوزخ والے اعمال کر رہا ہے، حالانکہ وہ جنتیوں میں سے ہوتا ہے۔ دراصل انہی اعمال کا اعتبار کیا جاتا ہے جو زندگی کی آخری گھڑیوں میں کیے جاتے ہیں۔''

غیر مستحق پر لعنت کرنے کا وبال

(۲۱۹۸)۔ عَنِ الْعِيْزَارِ بْنِ جَرْوَلِ الْحَضْرَمِيِّ ، قَالَ:كَانَ مِنَّا رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ اَبُوْ عُمَيْرٍ ، قَالَ: وَكَانَ مُوَاخِيًا لِعَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ - يَعْنِيْ: ابْنَ مَسْعُوْدٍ- فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَاْتِيْهِ فِيْ مَنْزِلِهِ فَاَتَاهُ مَرَّةً ، فَلَمْ يُوَافِقْهُ فِيْ الْمَنْزِلِ ، فَدَخَلَ عَلٰى امْرَاَتِهِ ، قَالَ: فَبَيْنَا هُوَ عِنْدَهَا اِذْ اَرْسَلَتْ خَادِمَهَا فِيْ حَاجَةٍ ، فَاَبْطَاَتْ عَلَيْهَا ، فَقَالَتْ: قَدْ اَبْطَاَتْ ، لَعَنَهَا اللّٰهُ! قَالَ: فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَجَلَسَ عَلَى الْبَابِ ، قَالَ: فَجَاءَ اَبُوْ عُمَيْرٍ ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ: اَلَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِ اَخِيْكَ؟ قَالَ: فَقَالَ :قَدْ فَعَلْتُ ، وَلٰكِنَّهَا اَرْسَلَتِ الْخَادِمَةَ فِيْ حَاجَةٍ ، فَاَبْطَاَتْ عَلَيْهَا فَلَعَنَتْهَا ، وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: ((اِذَا خَرَجَتِ اللَّعْنَةُ مِنْ فِيْ صَاحِبِهَا نَظَرَتْ ، فَاِنْ وَجَدَتْ مَسْلَكًا فِيْ الَّذِيْ وُجِّهَتْ اِلَيْهِ ، وَاِلَّا عَادَتْ اِلَى الَّذِيْ

عیزار بن جرول حضرمی کہتے ہیں: ہم میں ایک ابوعمیر نامی آدمی تھا، جس کا رشتۂ اخوت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قائم تھا، سیدنا عبداللہ اس کے گھر آتے جاتے رہتے تھے۔ ایک دن وہ آئے لیکن حضرت ابوعمیر رضی اللہ عنہ گھر پر نہیں تھے، وہ اس کی بیوی کے پاس بیٹھ گئے۔ بیوی نے اپنی خادمہ کو کسی کام کے لیے بھیج دیا، اس نے واپس آنے میں تاخیر کی۔ (جس کی وجہ سے) اس نے کہا: میری خادمہ پر اللہ لعنت کرے، اس نے تو بہت دیر کر دی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ باہر آ گئے اور دروازے پر بیٹھ گئے۔ جب حضرت ابوعمیر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انھیں کہا: آپ اپنے بھائی کے اہل کے پاس تشریف رکھتے۔ انھوں نے کہا: میں نے تو ایسے ہی کیا تھا، لیکن اس نے خادمہ کو کسی کام کے لیے بھیجا اور اس نے بہت تاخیر کر دی، جس کی وجہ سے اس نے اس پر لعنت کی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جب لعنت کرنے والا لعنت کرتا ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ آیا وہ آدمی، جس پر لعنت کی گئی ہے، اس کا مستحق ہے۔ اگر (وہ حقدار) ہو تو ٹھیک وگرنہ وہ لعنت، لعنت کرنے والے کی طرف لوٹا دی جاتی

خَرَجَتْ مِنْهُ۔)) وَاِنِّي كَرِهْتُ اَنْ اَكُوْنَ لِسَبِيْلِ اللَّعْنَةِ۔ (الصحيحة: ۱۲۶۹) ہے۔'' اور میں نے ناپسند کیا کہ لعنت کے راستے پر بیٹھوں۔

تخريج: أخرجه أحمد: ۱/ ۴۰۸، والبيهقي في "الشعب" ۲/ ۹۲/ ۲

شرح:...... کسی معین آدمی پر لعنت کرنا منع ہے، بلکہ جب ایک سفر میں ایک آدمی نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ۔)) (مسلم) ...... ''وہ اونٹنی اب ہمارے ہمراہ نہ چلے جس پر لعنت کی گئی ہے۔''

رہا مسئلہ مومن پر لعنت کرنے کا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ۔)) (بخاری، مسلم) ...... ''مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مانند ہے۔''

مطلق طور پر نافرمانوں پر لعنت کی جا سکتی ہے، جیسے کافروں پر لعنت ہو، بدکاروں پر لعنت ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿الا لعنة الله علي الظالمين﴾ (سورۂ ھود: ۱۸) یعنی: ''خبردار! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔'' اسی طرح احادیث میں سود خوروں، مصوّروں، چوروں، مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی گئی ہے۔ بعض لوگ بلا سوچے سمجھے اور تکیہ کلام کے طور پر ایک دوسرے پر لعنت کرتے اور ایک دوسرے کو لعنتی کہہ کر پکارتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنا رویہ بدلنا چاہیے۔

نافرمانیوں کے باوجود دنیوی مال و دولت ملنا استدراج ہے

(۲۱۹۹)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اِذَا رَاَيْتَ اللّٰهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مَعَاصِيْهِ مَا يُحِبُّ، فَاِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ، ثُمَّ تَلَا: ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ﴾ (سورة الانعام: ٤٤)۔)) (الصحيحة: ٤١٣)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آپ دیکھیں کہ ایک آدمی کو اس کی برائیوں کے باوجود دنیا میں رزق دیا جا رہا ہے تو (سمجھ لیں کہ) اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دی جا رہی ہے، جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے: ﴿پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیے، یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں، وہ خوب اترا گئے، ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا، پھر تو وہ بالکل مایوس ہو گئے﴾ (سورۂ انعام: ۴۴)۔''

تخريج: أخرجه أحمد في "المسند": ٤/ ١٤٥، وفي "الزهد": ١٢ عن رشدين ابن سعد، وابن جرير في "التفسير": ٧/ ١١٥ عن أبي الصلت، والدلاوبي في "الكنى": ١/ ١١١ عن حجاج بن سليمان الرعيني،

والطبرانی فی "الأوسط": ۹٤۲٦ ۔بترقیمی، والبیهقی فی "الأسماء والصفات": ٤۸۸

شـــرح: ...... ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس حدیث کی روشنی میں اپنے طرزِ حیات کا جائزہ لے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی قابل قدر نعمتیں اس کے لیے وبال کے اسباب پیدا کر دیں۔ صرف مال و دولت سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا پتہ نہیں چلتا، بلکہ اعمالِ صالحہ سے اس چیز کا اندازہ ہوتا ہے۔

پرفتن دور کے احکام

(۲۲۰۰)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ ، قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، إِذَا ذَکَرُوْا الْفِتْنَةَ ، اَوْ ذُکِرَتْ عِنْدَهُ ، قَالَ: ((إِذَا رَأَیْتَ النَّاسَ قَدْ مَرَجَتْ عُهُوْدُهُمْ ، وَخَفَّتْ اَمَانَاتُهُمْ ، وَکَانُوْا هٰکَذَا)) وَشَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِهِ۔ قَالَ الرَّاوِي۔ فَقُمْتُ اِلَیْهِ ، فَقُلْتُ لَهُ: کَیْفَ اَفْعَلُ عِنْدَ ذٰلِكَ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ؟ قَالَ: ((اِلْزَمْ بَیْتَكَ ، وَامْلِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ ، وَخُذْ مَا تَعْرِفُ ، وَدَعْ مَا تُنْکِرُ ، وَعَلَیْكَ بِاَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ ، وَدَعْ عَنْكَ اَمْرَ الْعَامَّةِ۔)) (الصحیحة: ۲۰۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے سامنے فتنوں کا تذکرہ ہونے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ دیکھیں گے کہ لوگوں کے عہدو پیمان میں کھوٹ پیدا ہو گا اور امانتوں (کی حفاظت میں) کمزوری آ جائے گی۔'' پھر آپ نے اپنی انگلیوں میں تشبیک دیتے ہوئے فرمایا کہ ''لوگ اس طرح ہو جائیں گے۔'' راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ تک رسائی حاصل کی اور پوچھا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، ایسے (حالات) میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خانہ نشیں ہو جانا، اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، معروف چیز کا اہتمام کرنا اور منکر چیز کو چھوڑ دینا اور عوام الناس کے معاملات کو ترک کر کے صرف اپنی فکر کرنا۔''

تخریج: أخرجه أبوداود: ۲/ ٤۳۷۔ ٤۳۸ ، والحاکم: ٤/ ٥۲٥ ، وأحمد: ۲/ ۱٦۲ ، ۲۱۲ ، ۲۲۰ ، ۲۲۱ ، وابن ماجه: ۲/ ٤٦۷۔ ٤٦۸

شـــرح: ...... قارئین کرام! اس حدیثِ مبارکہ میں کیے گئے پند و نصائح پر اس وقت عمل کیا جائے گا، جب شر و فساد کا اتنا غلبہ ہو جائے گا کہ اس کو تبدیل کرنے والے مصلح لوگ بے بس ہو جائیں گے اور اس میں تبدیلی لانے کی بجائے ان کو اس میں ملوث ہونا پڑے گا۔

برائی کے بعد نیکی کرنے کی تعلیم

(۲۲۰۱)۔ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَوْصِنِيْ ، قَالَ: ((اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَةً فَاَتْبِعْهَا حَسَنَةً تَمْحُهَا۔)) قَالَ:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرنا، تاکہ نیکی برائی

يَـا رَسُوْلَ اللّٰـهِ! أَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ: ((هِيَ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ۔)) (الصحيحة:١٣٧٣)

(کے اثر) کو مٹا دے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه'' کہنا بھی نیکی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو سب نیکیوں میں افضل ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ١٦٩، وابو نعيم فى "الحلية": ٤/ ٢١٧

شرح:...... انسان سے بتقاضۂ بشریت کسی وقت بھی کسی قسم کا گناہ سرزد ہو سکتا ہے، یہ اپنی نوعیت کا جرم ضرور ہے، جس کے اثر کو توبہ تائب ہو کر یا نیکیاں کر کے زائل کیا جا سکتا ہے، لیکن اس جرم پر برقرار رہنا ہلاکت خیز گناہ ہے۔ اس حدیث میں اسی ہلاکت سے بچانے کے لیے آپ ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی کہ اگر گناہ ہو جائے، جو کہ یقیناً ہو گا، تو نیکی کر کے اس کے برے اثر کو مٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ (سورهٔ هود: ١١٤) ...... ''دن کے دونوں سروں میں نماز قائم رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لیے۔''

''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہنا افضل و عظیم نیکی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کے تہتر چوہتر شعبے ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ شعبہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہنا ہے۔''

امانت، سچائی، حسن اخلاق اور بقدر کفایت رزق کی اہمیت

(٢٢٠٢)۔ عَـنْ عَبْـدِ اللّٰـهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اَرْبَعٌ اِذَاكُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حِفْظُ اَمَانَةٍ، وَصِدْقُ حَدِيْثٍ، وَحُسْنُ خَلِيْقَةٍ، وَعِفَّةُ طُعْمَةٍ۔)) (الصحيحة:٧٣٣)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تجھ میں چار خصائل پائے جاتے ہوں تو تجھے دنیا کے کسی فائدے سے محرومی کا کوئی افسوس نہیں ہونا چاہیے: امانت کی حفاظت، سچا کلام، حسنِ فطرت اور رزق کی پاکدامنی۔''

تخريج: رواه ابن وهب فى "الجامع": ٨٤، وأحمد: ٢/ ١٧٧، والحاكم: ٤/ ٣١٤

شرح:...... دنیا کی سب سے عظیم نعمت یہ ہے کہ مسلمان کو بقدر کفایت رزق کے ساتھ ساتھ اسلامی احکام پر عمل کرنے کا موقع مل جائے، ایسے شخص کے سامنے دنیا کا ہر قسم کا مال و متاع اور جاہ و منصب اس کے سامنے بے قدر اور ہیچ ہو کر رہ جائے گا۔

ہاں اگر مال و دولت کے ساتھ ساتھ غنی صحابہ کرام کا طرزِ حیات اپنانے کا موقع مل جائے اور روپیہ پیسہ کے حقوق ادا کیے جائیں تو پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہو گا، لیکن لوگوں کی کثیر تعداد کے شرعی مزاج کو دولت کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہے، جسے وہ خود بیچارے نہیں سمجھ پاتے۔

چھ امور کی پابندی پر جنت کی ضمانت

(۲۲۰۳)۔ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اُكْفُلُوْا لِيْ بِسِتٍّ اَكْفُلْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: اِذَا حَدَّثَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبْ، وَاِذَا ائْتُمِنَ فَلَا يَخُنْ، وَاِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفْ، وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ، وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ۔)) (الصحيحة:۱۵۲۵)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دوں گا: جب تم میں سے کوئی آدمی کلام کرے تو جھوٹ مت بولے، جب کسی کو امین بنایا جائے تو وہ خیانت نہ کرے، جب وعدہ کرے تو عہد شکنی نہ کرے، (نیز) اپنی نظروں کو جھکا کر رکھو، اپنے ہاتھوں کو قابو میں رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔''

تخريج: أخرجه ابن عدي في"الكامل": ق ۳۲۵/ ۱، والطبراني: ۸۰۱۸، والسلفي في "معجم السفر": ق ۱۳۷/ ۲، وابن الجوزي في"ذم الهوى": صـ ۸۳و ۱۳۸

شرح:...... اگر ہم ان بیش قیمت پند ونصائح کو عملی طور پر اپنا لیں تو جنت کا تعلق تو مرنے کے بعد سے ہے، سرے سے یہ دنیا بھی جنت نظیر کا ماحول پیش کرنے لگے گی۔ جس سے ہمارے قلوب و اذہان اور اطوار و افعال کو اطمینان و سکون والی فضا ملنا شروع ہو جائے گی۔

نیکیاں کرنے اور رحمتِ الٰہی کے در پے رہنے کی تلقین

(۲۲۰۴)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((اِفْعَلُوْا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ، وَتَعَرَّضُوْا لِنَفَحَاتِ رَحْمَةِ اللّٰهِ، فَاِنَّ لِلّٰهِ نَفَحَاتٍ مِنْ رَحْمَتِهِ، يُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَسَلُوْا اللّٰهَ اَنْ يَسْتُرَ عَوْرَاتِكُمْ، وَاَنْ يُؤَمِّنَ رَوْعَاتِكُمْ۔)) (الصحيحة: ۱۸۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی زندگی میں نیکیاں کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عطیات کے در پے رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے عطیات عطا کرتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کہ وہ تمھارے معائب و نقائص پر پردہ ڈالے اور گھبراہٹوں اور بے چینیوں کو امن میں بدل دے۔''

تخريج: رواه الطبراني في"الكبير": رقم: ۷۲۰

شرح:...... دنیا میں عزت و عظمت پانے کا واحد حل یہ ہے کہ آدمی کی ذات مختلف عیوب و نقائص سے پاک ہو، بلاشبہ کوشش و کاوش کے باوجود گناہ کے کام سرزد ہوتے رہتے ہیں، ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہئے کہ اے اللہ! بتقاضہ بشریت مجھ سے سرزد ہونے والی خطاؤں پر پردہ ڈال دے۔ رہا مسئلہ قلق و اضطراب کا تو وہ تو اس وقت عالم اسلام کے گھر گھر کا مسئلہ بن چکا ہے، روحانی سکون کا فقدان ہے، شکوہ و شکایت کی بھرمار ہے، رہی سہی کسر دشمنانِ اسلام کے گھیرے نے پوری کر دی ہے، افغانستان، عراق اور فلسطین کے تلخ تجربات مسلمانوں کے مستقبل کی غیر یقینی اور بدامنی

میں اضافہ کر رہے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ مسبّب الاسباب ہے، عزتیں عطا کرنے والا وہ ہے، اعمالِ صالحہ کو سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ کثرت سے اس سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ دنیا و آخرت میں ہماری لغزشوں پر پردہ ڈالے اور ہماری بے چینیوں کو امن میں بدل دے۔

طویل عمر، بہترین لوگوں کی صفت ہے، بشرطیکہ......

(۲۲۰۵)۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ؟ خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا اِذَا سَدَّدُوْا۔)) (الصحيحة:۲٤۹۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تم لوگوں کے لیے تمھارے بہترین افراد کی نشاندہی نہ کر دوں؟ تم میں سے بہترین افراد وہ ہیں جن کی عمریں لمبی ہوں، بشرطیکہ وہ راہِ راست پر چلتے رہیں۔''

تخريج: أخرجه أبو يعلى فى "مسنده": ۲/ ۸۸٤

شرح:...... اگر کوئی آدمی کسی سلیم الفطرت آدمی سے دنیا کی مدح سرائی کرنے کا مطالبہ کرے تو اس کا جواب یہ ہونا چاہئے ہر آدمی کے ساتھ دنیا کا ایک خاص تعلق ہے، آیا وہ تعلق ثمر آور ہے یا بے فائدہ؟ ہر آدمی مرنے کے بعد اپنا انجام دیکھ کر اس چیز کا فیصلہ کرے گا کہ دنیا نے اس کے ساتھ وفا کی یا بے وفائی؟ دنیا اس کے حق میں مفید ثابت ہوئی ہے یا مضرّ؟ جو اپنی زندگی کا نتیجہ جنت کی صورت میں دیکھے گا، یقیناً وہ دنیا کے گن گائے گا، کہ جس میں گزرے ہوئے اس کے شب و روز نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسے جنت کا وارث بنا دیا اور جو آدمی موت کے بعد ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوگا، وہ دنیا کی موافقت یا مخالفت میں کیا کہے گا؟ ہر ایک پر عیاں ہے۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی حکمت و دانائی کے مطابق مختصر یا لمبی زندگی عطا فرمائی ہے، دنیا کے ان ایام کی ایک ہی غرض و غایت ہے کہ آپ کو جنت و بہشت کے اسباب جمع کرنے کا موقع دیا جائے، تاکہ آپ کل اپنا انجام دیکھ کر اس پر گلہ شکوہ نہ کر سکیں۔ اس لیے وہ لوگ انتہائی افضل و اعلی ہیں، جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے لمبی عمریں وصول کیں اور ان کو تقوی و پارسائی کے ماحول میں تبدیل کر کے قیمتی سے قیمتی بنا لیا۔

جو آدمی اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا، وہ دن بدن اللہ تعالیٰ کا مقروض اور اپنے انجامِ بد کے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے آدمی کے زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، لیکن وہ اس بے فائدہ زندگی سے جان بھی نہیں چھڑا سکتا، اگر خودکشی کرے تو معاملے میں مزید بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے۔ بس ایک ہی حل ہے کہ فکرِ آخرت دامن گیر کر کے اپنے شب و روز کو قیمتی بنایا جائے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کون سے لوگ بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ طَالَ عُمْرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ)) ......''جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال اچھے ہوں۔'' اس نے کہا: کون سے لوگ سب سے زیادہ برے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ طَالَ عُمْرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ)) ......''جس کی

عمر طویل ہو اور اعمال برے ہوں۔'' (ترمذی)

نبی کریم ﷺ کی تواضع اور طلبِ مسکنت کی دعا

(۲۲۰۶)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((اَللّٰهُمَّ! أَحْيِنِي مِسْكِيْنًا، وَأَمِتْنِي مِسْكِيْنًا، وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ۔)) (الصحيحة:۳۰۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! مجھے مسکین کی زندگی اور مسکین کی موت عطا فرما اور میرا حشر بھی مسکینوں کی جماعت میں ہو۔''

تخريج:أخرجه ابن ماجه : ٦/ ٤١٢ ، وعبد بن حميد في "المنتخب"، والسلمي في "الأربعين الصوفية": ٥/ ٢ ، والخطيب في "التاريخ": ٤/ ١١١

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہتے ہیں: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (تلخیص الحبیر : صـ ۲۷۵) میں کہا: ابن جوزی رحمہ اللہ نے توثیق و تجریح کی حدود کو پھلانگتے ہوئے اس حدیث کو (الموضوعات) میں ذکر کر دیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ نبی کریم ﷺ جس حالت پر فوت ہوئے، وہ غنا اور غیر محتاجی والی حالت تھی۔

امام بیہقی نے کہا: یہ توجیہ بیان کی جا سکتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مسکنت کا سوال نہیں کیا، جس کا تعلق قلتِ مال سے ہوتا ہے، بلکہ اس مسکنت کا سوال کیا جو عاجزی و انکساری پر مشتمل ہوتی ہے۔ (صحیحہ : ۳۰۸)

اور اگر مسکین سے مراد فقیر اور مسکین ہی لیا جائے تو چونکہ جنت کی اکثریت فقرا و مساکین پر مشتمل ہو گی اور سب سے پہلے داخل ہونے والے بھی یہی ہوں گے، یہی لوگ ہیں جو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے دست و بازو بنے، یہی سعادت مند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شجرِ اسلام کی آبیاری کے لیے جن کے خونوں کا انتخاب کیا۔ بہرحال بنیاد تقوی و طہارت اور نیکی و پارسائی پر ہے۔ اسی قسم کی وجوہات ہیں کہ جن کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے بھی ان ہی خوش بختوں کے زمرے میں داخل ہونے کی دعا کی، کیونکہ دنیوی زندگی کی ضروریات کی تکمیل یا عدمِ تکمیل کی آپ ﷺ کو کوئی پروا نہیں تھی اور آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے اکثر ایام بھی فقیری و مسکینی پر مشتمل تھے۔

دنیوی فقر و فاقہ کے عوض اخروی خزانے

(۲۲۰۷)۔ قَالَ الْعِرْبَاضُ بْنُ سَارِيَةَ رضی اللہ عنہ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ عَلَيْنَا فِي الصُّفَّةِ وَعَلَيْنَا الْحَوْتَكِيَّةُ فَيَقُوْلُ: ((لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا ذُخِرَ لَكُمْ، مَاحَزِنْتُمْ عَلٰى مَا زُوِيَ عَنْكُمْ وَلَيُفْتَحَنَّ لَكُمْ فَارِسُ وَالرُّوْمُ۔)) (الصحيحة:۲۱۶۸)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آتے تھے اور ہم پر معمولی قیمت کا کپڑا ہوتا تھا، آپ ﷺ اسے دیکھ کر فرماتے: ''اگر تمھیں پتہ چل جائے کہ تمھارے لیے کیا کچھ خزانہ کر دیا گیا ہے، تو تم اپنی غریبی و ناداری پر غمزدہ نہیں ہو گے۔ عنقریب تم ایران و روم کو بھی فتح کر لو گے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ١٢٨، وأبونعيم في "الحلية": ٢/ ١٤

شرح:...... اللہ تعالیٰ دنیا میں غربت و افلاس کے بدلے آخرت میں حد درجہ قدر دانی کرتے ہیں، یہ غربا و فقرا کا مقام و مرتبہ ہے، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ شرعی احکام کی خوب تعمیل کریں۔

کفایت کرنے والا مالِ قلیل، غافل کر دینے والے مالِ کثیر سے بہتر ہے

(٢٢٠٨)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَأَلْهٰى.)) (الصحيحة: ٩٤٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کفایت کرنے والا قلیل مال غافل کر دینے والے کثیر مال سے بہتر ہوتا ہے۔''

تخريج: رواه ابن عدي: ٧/ ٢

شرح:...... شاذ و نادر لوگوں کو نہیں، بلکہ ان کی اکثریت کو دیکھ کر کسی چیز کی منفعت یا مضرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ مال و دولت کی کثرت سے کم ہی لوگ ہیں جو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرح اخروی اعتبار سے مستفید ہوئے ہوں۔ اس نعمتِ خداوندی سے لوگوں کو دھوکہ ہوا اور وہ غفلت کا شکار ہوتے رہے۔ انھوں نے معیار اس چیز کو سمجھ لیا کہ عالیشان محل ہو، پرتکلف گاڑی ہو، سیاست میں حصہ لیا جائے، شادیوں پر ہزاروں لوگوں کو بلا کر بے دریغ خرچ کیا جائے۔ رہا مسئلہ حسنات و خیرات میں حصہ لینے کا تو وہ تلاوتِ قرآن پاک سے دور ہوتے گئے، غربا و فقرا سے رشتہ منقطع ہوتا گیا، نمازوں سے سرے سے غفلت برتی یا پھر جماعت کا کوئی خیال نہ کیا، خوش خلقی کے لیے شخصیات مخصوص ہو گئی، ہدایا و تحائف کے سلسلے میں محض مسکراہٹوں کا تبادلہ ہونے لگا، مذہبی طبقے کے افراد سے منافرت بڑھتی گئی اور وہ ان کے معیار سے نیچے گرتے گئے، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ کم مایہ لوگوں کا امتیاز صرف اس میں نہیں کہ ان کے پاس دنیوی اسباب کی قلت ہے، بلکہ اعمالِ صالحہ ان کا امتیازی وصف ہوتا ہے۔ ہاں ایسے لوگ بھی متنبہ رہیں کہ اگر وہ اس صفت سے کما حقہ متصف نہ ہو سکے تو پھر زندگی کا فائدہ ہی نہیں ہے، زندگی گزارنے والا خوشحال ہو یا بدحال۔ بہر حال فریقین کو شرعی اصول و ضوابط کی روشنی میں اپنے طرزِ حیات کا جائزہ لینا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیوی آسائشوں کو ترجیح نہ دینا
دنیا کے عارضی پن کی مثال

(٢٢٠٩)۔ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ: اِضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى حَصِيْرٍ، فَأَثَّرَ فِيْ جَنْبِهِ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ، جَعَلْتُ أَمْسَحُ جَنْبَهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور وغیرہ کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر لیٹے، اس سے آپ کے پہلو میں نشان پڑ گئے، جب آپ بیدار ہوئے تو میں نے آپ کے پہلو پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیے اور کہا:

اٰذَنْتَنَا حَتّٰى نَبْسُطَ لَكَ عَلَى الْحَصِيْرِ شَيْئًا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا؟! مَا اَنَا وَالدُّنْيَا؟! اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَرَاكِبٍ ظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا۔)) (الصحيحة: ٤٣٨)

اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمیں کیوں نہیں بتلایا، ہم آپ کے لیے چٹائی پر (کوئی گدا وغیرہ) بچھا دیتے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا دنیا سے کیا تعلق ہے؟ میری دنیا سے کیا نسبت ہے؟ میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی طرح ہے جو (ستانے کے لیے) کسی درخت کے سائے میں (چند لمحوں کے لیے) بیٹھا اور پھر اسے ترک کر کے چل دیا۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٦٠، والحاكم: ٤/ ٣١٠، والطيالسي: ٣٦/ ٢٧٧، وعنه ابن ماجه: ٢/ ٥٢٦، وأحمد: ١/ ٣٩١، ٤٤١، وأبو نعيم في "الحلية": ٢/ ١٠٢، ٤/ ٢٣٤، و الأصبهاني في "الترغيب": ١/ ١٤٣

شرح:...... آپ ﷺ کا دنیا کی عیش و عشرت سے کوئی تعلق نہ تھا، آپ ﷺ کا ہدف یہ تھا کہ اس عارضی زندگی کا نتیجہ جنت کی صورت میں وصول کیا جائے، ظاہر ہے کہ جس شخصیت کے نظریات یہ ہوں، دنیا اپنے ساز و سامان سمیت اس کے سامنے اپنی برتری منوانے میں ناکام ہو جاتی ہے۔ قابلِ فخر صلاحیتوں سے متصف لوگ دنیا میں آئے اور اپنے حصے کا کھیل کھیل کر چل دیے، کسی کو یہاں دوام نصیب نہ ہو سکا، ہمارے بعد بڑی بڑی ہستیاں آئیں گے اور بالآخر ان کی زندگی کی شام ہو جائے۔ ہم بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں، یہ دنیا دل لگانے کا مقام نہیں، یہ تو ایک سفر نامہ ہے، جس کی حقیقت کسی مردے سے دریافت کی جا سکتی ہے۔

(٢٢١٠)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ رضی اللہ عنہ وَهُوَ عَلٰى حَصِيْرٍ قَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! لَوِ اتَّخَذْتَ فِرَاشًا اَوْثَرَ مِنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: ((مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا؟! مَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الدُّنْيَا، اِلَّا كَرَاكِبٍ سَارَ فِيْ يَوْمٍ صَائِفٍ، فَاسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا۔)) (الصحيحة: ٤٣٩)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھجور وغیرہ کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر تشریف فرما تھے، اس سے آپ کے پہلو پر نشان پڑ گئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! اگر آپ کوئی نرم بچھونا بنوا لیں (تو اچھا ہو گا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا دنیا (کی آسائشوں) سے کیا تعلق ہے؟ میری اور دنیا کی مثال تو اس سوار کی طرح ہے، جو گرمی والے دن سفر کرتا رہا اور (ستانے کی خاطر) دن کی ایک گھڑی کے لیے درخت کے سائے میں قیام کیا اور پھر اسے چھوڑ کر چل دیا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "الكبير": ١١٨٩٨، وأبو الشيخ في "الأمثال": ٢٩٨، وابن حبان: ٢٥٢٦،

والحاکم: ٤/ ٣٠٩، وأحمد: ١/ ٣٠١، والضیاء فی "المختارة": ٦٦/ ٨٥/ ١

اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کی بے وقعتی

(٢٢١١)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ قَدْ اَلْقَاهَا اَهْلُهَا۔ فَقَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ عَلٰى اَهْلِهَا۔)) (الصحیحة: ٢٤٨٢)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مردار بکری، جس کو اس کے مالک نے (بے قیمت سمجھ کر) پھینک دیا تھا، کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ مردار جس قدر اپنے مالک کے لیے حقیر ہے، دنیا اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر حقیر (اور بے وقعت) ہے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ١/ ٣٢٩

شرح: ...... سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جَناح بعوضة، ماسقی کافرا منها شَرْبَة ماء .)) (ترمذی) ...... ''اگر دنیا کی وقعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔''

دنیا سے گزر جانے والے ہی اس کی اہمیت و افادیت بیان کر سکتے ہیں کہ انھوں نے اپنی دنیوی زندگی میں کیا کھویا اور کیا پایا۔ دنیا میں زینت و آرائش اور آرام و سکون کے جتنے وسائل و ذرائع نظر آ رہے ہیں، وہ سب عارضی ہیں اور کل نہیں تو پرسوں، پرسوں نہیں تو اس سے اگلے دن یہ سب صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔

مالداری میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن کب؟

صحت، غنی سے بہتر ہے

(٢٢١٢)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَمِّهِ (يَسَارِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْجُهَنِيِّ)، قَالَ: كُنَّا فِيْ مَجْلِسٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلٰى رَاْسِهِ اَثَرُ مَاءٍ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُنَا: نَرَاكَ الْيَوْمَ طَيِّبَ النَّفْسِ، فَقَالَ: اَجَلْ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، ثُمَّ اَفَاضَ الْقَوْمُ فِيْ ذِكْرِ الْغِنٰى، فَقَالَ: ((لَا بَاْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقٰى، وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰى خَيْرٌ مِنَ الْغِنٰى، وَطَيِّبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ۔))

معاذ بن عبداللہ بن خبیب اپنے باپ سے، وہ اپنے چچا حضرت یسار بن عبداللہ جہنی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے اور آپ کے سر پر پانی کے نشانات تھے۔ ہم میں سے کسی نے کہا: آج ہم آپ کو (پہلے کی بہ نسبت) خوشگوار موڈ میں دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جی ہاں، (بات ایسے ہی ہے) اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔'' پھر لوگ مالداری کی باتوں میں مشغول ہو گئے، آپ نے ان کی گفتگو سن کر فرمایا: ''اگر آدمی متقی ہو تو مالدار ہونے

(الصحيحة:١٧٤)

میں کوئی حرج نہیں، بہرحال پرہیزگار آدمی کے لیے صحت و عافیت، مال و دولت سے بہتر ہے اور طیّب النفس ہونا بھی ایک نعمت ہے۔"

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٢١٤١، والحاكم: ٢/ ٣، وأحمد: ٥/ ٣٧٢ و٣٨١

شرح:...... مومن کا گراں مایہ متاعِ حیات تقوی و پارسائی ہے اور اس صفت کے ساتھ ساتھ مال و دولت اور صحت و عافیت کے خزانے مل جائیں تو اسے اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین احسان سمجھا جائے گا۔

جہاں تمام دنیوی نعمتوں کا دارومدار صحت پر ہے، وہاں کافی حد تک اخروی کامیابی کا انحصار بھی صحت و عافیت پر ہے۔ اگر مال و دولت ہو اور صحت نہ ہو تو زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے، لیکن اگر صحت ہو اور درہم و دینار نہ ہوں تو زندگی گزارنا ممکن ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے دوست

(٢٢١٣)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُوْلُ: ((إِنَّ آلَ أَبِيْ فُلَانٍ لَيْسُوْا لِيْ بِأَوْلِيَاءَ، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ.)) (الصحيحة: ٧٦٤)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مخفی انداز میں نہیں، بلکہ اعلانیہ فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: "بے شک ابو فلاں کی آل والے میرے دوست نہیں ہیں۔ میرے دوست تو اللہ تعالیٰ اور نیک مومن ہیں۔"

تخريج: أخرجه البخاري: ١٠/ ٣٤٤، وأحمد: ٤/ ٢٠٣، وعنه مسلم: ١/ ١٣٦

شرح:...... نبی کریم ﷺ کے تعلق کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اگر دوستی کے لیے کسی انسان کا انتخاب کیا ہے تو اس کی بنیاد ایمان و ایقان پر رکھی۔ آپ ﷺ کے تعلق کی بنیاد کسی نسب، خاندان اور قبیلہ پر نہیں ہے۔ ہاں قرابتداروں، ہمسائیوں اور اجنبی لوگوں کے حقوق ادا کرنا آپ ﷺ کے مذہب کی اہم شق تھی۔

(٢٢١٤)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ أَوْلِيَائِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُتَّقُوْنَ، وَإِنْ كَانَ نَسَبٌ أَقْرَبَ مِنْ نَسَبٍ، فَلَا يَأْتِيْنِي النَّاسُ بِالْأَعْمَالِ وَتَأْتُوْنِّي بِالدُّنْيَا تَحْمِلُوْنَهَا عَلٰى رِقَابِكُمْ فَتَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ! فَأَقُوْلُ: هٰكَذَا وَهٰكَذَا: لَا.)) وَأَعْرَضَ فِيْ كِلَا عِطْفَيْهِ. (الصحيحة: ٧٦٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن پرہیزگار لوگ میرے دوست ہوں گے، اگرچہ وہ نسب میں قریب تر ہوں (یا نہ ہوں)۔ (خیال رکھنا) کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تو میرے پاس (نیک) اعمال لے کر آئیں اور تم دنیا (کی خیانتوں اور دوسروں کے غصب شدہ حقوق) کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لاؤ اور پکارو: اے محمد! اور میں ادھر ادھر اعراض کرتے ہوئے

کہوں: نہیں۔'' پھر آپ نے اپنی دونوں جانب اعراض کیا۔

تخریج: أخرجه البخاری فی "الادب المفرد": ۸۹۷، وابن أبی عاصم فی "السنة": ۲۱۳، ۱۰۱۲

شرح:...... سبحان اللہ! اگر ہم میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے اور روزِ قیامت آپ کی صحبت اختیار کرنے کے جذبات موجود ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے ہماری اس خواہش کو پورا کرنے کے اسباب بھی مہیا کر دیے ہیں کہ ہر متقی اور پرہیز گار روزِ قیامت آپ ﷺ کا دوست ہوگا۔ آپ ﷺ کی ولایت کی بنیاد حسب و نسب پر نہیں، بلکہ تقوی اور پرہیز گاری پر ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم خیانتوں سے بچیں تاکہ آپ ﷺ ہم سے بے رخی اختیار نہ کریں اور تقوی و طہارت میں نام پیدا کر کے آپ ﷺ کی دوستی کے اسباب پیدا کریں۔

برے لوگوں کی نحوست

(۲۲۱۵)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَنْزَلَ سَطْوَتَهُ بِأَهْلِ الْأَرْضِ وَفِيْهَا الصَّالِحُوْنَ فَيَهْلِكُوْنَ بِهَلَاكِهِمْ؟ فَقَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَنْزَلَ سَطْوَتَهُ بِأَهْلِ نِقْمَتِهِ وَفِيْهِمُ الصَّالِحُوْنَ، فَيُصَابُوْنَ مَعَهُمْ، ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِم۔)) (الصحيحة: ۱۶۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب اللہ تعالیٰ اہلِ زمین پر اپنا عذاب نازل کرے گا تو ان میں نیک لوگ بھی ہوں گے، کیا وہ بھی (برے لوگوں کے ساتھ) ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ انتقام والے لوگوں سے انتقام لینے کے لیے عذاب نازل کرتا ہے تو نیک لوگ بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں، لیکن ان کا حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہوگا۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان: ۱۸۴۶، ویثبت معنی هذا الحدیث من روایات الشیخین

شرح:...... پاکستان کے شمالی علاقے کے لوگوں کی بھاری تعداد اکتوبر ۲۰۰۵ء میں آنے والے زلزلے کی وجہ سے موت کے شکنجے میں پھنس گئی، یقیناً یہ بھونچال عذابِ الٰہی کی ایک شکل تھی، جس کے نرغے میں اس عذاب کے مستحق بدترین لوگ بھی آئے اور نیک ترین لوگ بھی۔ ایسے میں جب ان لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو نیکوکاروں کا حشر انکی حسنات اور سیئات کے مطابق ہوگا۔

ہر بندے کو جو کچھ عطا کیا گیا وہ اس کے لیے آزمائش ہے

(۲۲۱۶)۔ عَنْ أَحَدِ بَنِي سُلَيْمٍ، قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَبْتَلِيْ عَبْدَهُ بِمَا أَعْطَاهُ، فَمَنْ رَضِيَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ بَارَكَ اللّٰهُ لَهُ فِيْهِ وَوَسَّعَهُ، وَمَنْ لَمْ يَرْضَ لَمْ

بنو سلیم قبیلے کا ایک آدمی بیان کرتا ہے: بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی عطا کردہ نعمتوں میں آزماتا رہتا ہے۔ جو آدمی اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ان نعمتوں میں برکت اور وسعت عطا کرتا

يُبَارِكْ لَهُ فِيْهِ۔)) (الصحيحة:١٦٥٨)

ہے اور جو راضی نہیں ہوتا اس کے لیے ان نعمتوں میں برکت نہیں کی جاتی۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٤

شرح:...... مختلف لوگوں کے پاس مختلف انداز میں دنیوی نعمتیں بکثرت موجود ہیں۔ جہاں امیر زادے ہیں وہاں غریب زادے بھی ہیں اور جہاں مال و دولت کے ماحول میں نشو و نما پانے والے ہیں وہاں فقر و فاقہ کی پستی میں مبتلا ہو کر زندگی بسر کرنے والے بھی ہیں۔ اس میں کسی کی صلاحیت کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ محض اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، وہ کسی کو عطا کر کے آزماتا ہے اور کسی کو محروم کر کے۔ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور اس کی تقسیم پر راضی ہونا چاہئے۔ بلکہ جس کے پاس مال و دولت کا فقدان ہو، وہ اپنے سے کم تر مال والے آدمی کی طرف دیکھے، کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی تنقیص و تحقیر نہیں ہوتی۔

کون سا عمل مقبول ہے؟

(٢٢١٧)۔ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اَرَاَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالذِّكْرَ، مَالَهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا شَيْءَ لَهُ۔)) فَأَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يَقُوْلُ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا شَيْ لَهُ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَاكَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُهُ۔)) (الصحيحة:٥٢)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: ایک آدمی اجر و ثواب اور صیت و شہرت کی خاطر جہاد کرتا ہے، اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اسے کوئی (اجر و ثواب) نہیں ملے گا۔'' آپ ﷺ نے تین دفعہ یہی فرمایا کہ ''اسے کوئی (ثواب) نہیں ملے گا۔'' پھر فرمایا: ''بیشک اللہ عزوجل صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو اسی کے لیے خالص ہو اور اس کی ذات کی تلاش کے لیے کیا گیا ہو۔''

تخريج: رواه النسائي في "الجهاد": ٢/ ٥٩

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: اس حدیث اور اس موضوع پر مشتمل دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کا وہ نیک عمل قبول نہیں ہوتا، جو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نہ ہو اور اس کی ذات کی رضامندی کو تلاش کرنے کے لیے نہ کیا گیا ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (سورۂ کہف: ١١٠) ......''جو بندہ اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، وہ نیک عمل کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک اور ساجھی نہ ٹھہرائے۔''

اگر مومن کی صورتحال یہ ہے تو اس کافر کی حالت کیا ہوگی جو اپنے عمل میں مخلص نہیں ہوتا؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ

نے یوں دیا: ﴿وَقَدِمْنَآ إِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ (سورۂ فرقان: ۲۳) ...... ''اور ان (کافروں) نے جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذرّوں کی طرح کر دیا۔''

مفہوم یہ ہے کہ کافروں کے اعمال بھی قیامت والے دن ذروں کی طرح بے حیثیت ہوں گے، کیونکہ وہ ایمان و اخلاص سے بھی خالی ہوں گے اور موافقتِ شریعت سے بھی عاری۔ جب کہ عند اللہ قبولیت کے لیے دونوں شرطیں ضروری ہیں۔ نیز اس موضوع کو صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان کرنے والی حدیث درج ذیل ہے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰـهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَتَهُ، يُعْطٰى بِهَا (وَفِيْ رِوَايَةٍ: يُثَابُ عَلَيْهَا الرِّزْقَ فِي الدُّنْيَا) وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى أَذَا أَفْضٰى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا۔)) (مسلم) ...... ''بیشک اللہ تعالیٰ مومن پر اس کی نیکی کے سلسلے میں ظلم نہیں کرتا، اسے اس کی نیکی کی وجہ سے دنیا میں رزق عطا کرتا ہے اور آخرت میں اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ رہا مسئلہ کافر کا تو اسے اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں چکا دیا جاتا ہے، جب وہ آخرت تک پہنچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہوتی کہ اسے جزا دی جائے۔''

معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں قاعدہ یہ ہے: کافر کو اس کے عملِ صالح کی بنا پر دنیا میں ہی بدلہ دے دیا جاتا ہے، اس کی نیکیاں آخرت میں اس کو کوئی فائدہ نہیں دیں گی کہ ان کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو سکے۔

تنبیہ: یہ قانون اس کافر کے بارے میں ہے جو حالتِ کفر میں مر جاتا ہے۔ اگر کوئی کافر مسلمان ہو جاتا ہے اور حالتِ اسلام پر فوت ہوتا ہے، اس کی سابقہ تمام نیکیاں محفوظ کر لی جاتی ہیں اور آخرت میں اس کو ان کا صلہ دیا جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ، كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ كُلَّ حَسَنَةٍ كَانَ أَزْلَفَهَا، وَمُحِيَتْ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ أَزْلَفَهَا، ثُمَّ كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ: الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِئَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهَا۔)) (صحیحہ: ۲۴۷) ...... ''جب آدمی اسلام قبول کرتا ہے اور اس کے اسلام میں حسن آ جاتا ہے، تو اس نے جو نیکی کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے لکھ کر (محفوظ کر لیتا) ہے اور اس نے جس برائی کا ارتکاب کیا ہوتا ہے اسے مٹا دیا جاتا ہے۔ پھر (اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مزید بدلہ یوں ہوتا ہے کہ ایک نیکی دس سے سات سو گنا تک کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور رہا مسئلہ برائی کا، تو وہ ایک ہی رہتی ہے، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ وہ بھی معاف کر دے۔''

اس موضوع پر کتاب ''ایمان، توحید، دین اور تقدیر کا بیان'' کے عنوان میں ''قبولیتِ اسلام کے بعد کافر کی حالتِ کفر میں کی گئی نیکیوں کی اہمیت'' کے تحت سیر حاصل اور تسکین قلب بحث گزر چکی ہے۔

لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ درج ذیل حدیث اس قاعدہ کی نفی کرتی ہے کہ حالتِ کفر میں مرنے والے کافر کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ ، يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ۔)) (صحیحہ: ٥٤)...... ''ممکن ہے کہ میری سفارش اسے روزِ قیامت فائدہ دے اور اسے کم مقدار آگ میں ڈال دیا جائے، جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی اور اس کی حرارت سے اس کا دماغ کھولنا شروع ہو جائے گا۔'' اس اعتراض کے دو جوابات ہیں:

(اول)...... ابو طالب کے عذاب میں تخفیف نبی کریم ﷺ کی سفارش کی وجہ سے ہوئی، نہ کہ اس کے ذاتی عمل کی وجہ سے، لہٰذا ہمارا قاعدہ متاثر نہیں ہوا، ہم کافر کے نیک اعمال پر بات کر رہے ہیں۔ اس دعوے کی دلیل یہ ہے:

سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے چچا ابو طالب کو آپ سے کوئی فائدہ ہوا ہے؟ کیونکہ وہ آپ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کی خاطر غصے ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ ، وَلَوْلَا اَنَا (اَيْ: شَفَاعَتُهُ) ، لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ)) (صحیحہ: ٥٥) ...... ''جی ہاں، اب وہ کم مقدار آگ میں ہوگا، اگر میری شفاعت نہ ہوتی تو وہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتا۔''

اس حدیث سے پتہ چلا کہ ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کا اصل سبب آپ ﷺ کی سفارش ہے، نہ کہ اس کا ذاتی عمل، اس لیے یہ حدیث ہمارے قانون کے مخالف نہیں ہے، بلکہ اس لحاظ سے اس کے مطابق ہے کہ حالتِ کفر میں مرنے والے کافر کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

سفارش کی اس قسم کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت قرار دیا گیا ہے کہ ابو طالب حالتِ شرک میں مرا تھا، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی سفارش قبول کر لی، حالانکہ مشرکوں کے حق میں سفارش کے بارے میں قانون یہ ہیں: ﴿فما تنفعهم شفاعة الشافعين﴾ (سورۂ مدثر: ٤٨) ...... ''پس ان (کافروں اور مشرکوں) کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دے گی۔''

لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، اپنے فضل و احسان کے ساتھ خاص کرتا ہے اور سید الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ ہی اس فضل کے سب سے زیادہ مستحق ہو سکتے ہیں۔

(دوم)...... اگر ہم تسلیم کر لیں کہ ابو طالب کے عذاب کی تخفیف کی وجہ اس کی رسول اللہ ﷺ کی تائید و نصرت ہے، حالانکہ وہ خود کافر تھا، تو اسے عام قاعدہ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔ اس لیے اس معاملے کو دوسری احادیث کے متعارض ہی نہیں سمجھا جائے گا، جیسا کہ اصول فقہ کا مقررہ اصول ہے۔ بہرحال ہمارا اعتماد پہلے جواب پر ہی ہے۔
(صحیحہ: ٢٤٨)

یہ نیت ہی ہے جو بظاہر نیکیوں کو برائیوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ۔)) (بخاری) ...... ''اعمال (کے معتبر یا غیر معتبر ہونے) کا دارو

مدار نیتوں پر ہے۔‘‘

اگر کسی جہاد، تعلیم، امامت، خطابت اور فتوی جیسی نیکیوں سے دنیوی منفعت کے حصول کی امید بھی ہو تو اسے اپنے اقدام کا اولین مقصد نہیں سمجھنا چاہیے۔ تعلیم اور فتوی جیسے اعمالِ صالحہ کی غرض و غایت دین کی تبلیغ و ترویج، لوگوں کی تربیت و اصلاح اور ترغیب و ترہیب ہونی چاہیے اور جہاد جیسے عظیم عمل کا ہدف ”کَلِمَةُ اللّٰه“ کی سربلندی ہونا چاہیے۔ اگر ان اعمال کے ضمن میں بالتبع دنیوی منفعت مل جائے تو قبول کر لینی چاہیے۔

احکامِ الٰہی کی پاسداری سے فاقہ ختم ہو جاتا ہے

(۲۲۱۸)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ اَمْلَا صَدْرَكَ غِنًى ، وَاَسُدَّ فَقْرَكَ ، وَاِنْ لَاتَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا ، وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ۔)) (الصحيحة:۱۳۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! (ہر کام سے سبکدوش ہو کر) میری عبادت میں منہمک ہو جا، میں تجھے بے نیاز کر دوں گا اور تیرا فقر و فاقہ پورا کر دوں گا۔ اگر تو نے اس طرح نہ کیا تو میں تجھے (دنیوی امور میں) مصروف کر دوں گا اور (کبھی بھی) تیری فقیری کو پورا نہیں کروں گا۔‘‘

تخريج: أخرجه الترمذي: ۳/ ۳۰۸، وابن ماجه: ۲/ ۵۲۵، وابن حبان: ۲۴۷۷، وأحمد: ۲/ ۳۵۸

شرح:...... اللہ تعالیٰ کی عبادت میں منہمک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عبادات اور دنیوی معاملات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہوئے اس پر مکمل بھروسہ کیا جائے۔ مثلا معاملات کے سلسلے میں صرف ان چیزوں کا کاروبار کیا جائے، جن کی تجارت کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے اور ان اشیا کی خرید و فروخت سے مکمل اجتناب کیا جائے، جو شریعت کی روشنی میں حرام ہیں۔ مثلا سگریٹ، نسوار، ہیروئن، چرس، شیو کرنا، بالوں کو کالا رنگ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اگر کسی کا کوئی سرکاری یا پرائیویٹ کام ہو تو امانت و دیانت سے متصف ہو کر اور نگران کی موجودگی و عدم موجودگی کی پرواہ کیے بغیر اس کے تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے اور نماز فجر، نماز عشا کے وقت یا تعطیل کی صورت میں کچھ وقت کے لیے اللہ تعالیٰ کے گھروں میں یا اپنے گھروں میں بیٹھ کر ذکر اذکار اور تلاوتِ قرآن کے ذریعے روح میں پیدا ہونے والی آلودگی کو صیقل و زائل کیا جائے۔

اس سلسلے میں دوسرا پہلو یہ ہے کاروبار، کھیتی باڑی اور دفتری کام کے دوران اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مطالبہ کیا جاتا ہے تو اسے فوراً پورا کیا جائے۔ مثلا نماز کا وقت، کسی تنگدست کی معاونت، کسی بیمار کی تیمار داری، کسی مہمان کی میزبانی، زکوۃ کی ادائیگی، حج کی ادائیگی وغیرہ وغیرہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کسی دنیوی پہلو کو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم پر ترجیح نہ دی جائے اور حسب استطاعت نفلی عبادات کا اہتمام کیا جائے، اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں منہمک ہونے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ اور رسول

اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ موجود رہے۔

صحت اور ٹھنڈے پانی کی اہمیت

(۲۲۱۹)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنْ يُّقَالَ لَهُ: اَلَمْ اُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ، وَاُرْوِكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ؟)) (الصحيحة: ٥٣٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزِ قیامت بندے کا سب سے پہلے محاسبہ یوں ہوگا کہ اسے کہا جائے گا: کیا میں نے تیرے جسم کو تندرست نہیں کیا تھا، کیا میں نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٤٠، وابن حبان: ٢٥٨٥، والحاكم: ٤/ ١٣٨، وفي "علوم الحديث": ١٨٧، وعبدالله بن أحمد في "زوائد الزهد": ٣١، وابن معين في "التاريخ والعلل": ٤/ ٢، والخرائطي في "فضيلة الشكر": ١٣٢/ ٢، و تمام في "الفوائد": ٣٦/ ١، وابن بشران في "الأمالي": ١٨/ ٥/ ١، وابن شاذان الأزجي في "الفوائد": ٢/ ١٢٠/ ١، والرامهرمزي في "الفاصل": ١٣٧، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ٢/ ٢٠/ ١ و٨/ ٢٠٣/ ١، والضياء في "المنتقى من مسموعاته": ٥٩/ ١، وكذا أبو القاسم بن أبي القعنب في "حديث القاسم بن الأشيب": ق ٧/ ٢

شرح:...... حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون کا محاسبہ کیا جائے گا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے سامنے اس پر کیے گئے احسانات کا تذکرہ کرے گا تو سب سے پہلے صحت اور ٹھنڈے پانی کے بارے میں محاسبہ ہوگا، جو زندہ رہنے کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ پانی کی اہمیت تو واضح ہے کہ جس کے بغیر زندگی کا وجود ہی نہیں ملتا اور رہا مسئلہ صحت کا تو اس کے بغیر دنیا کی لذت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

آخرت کی گھاٹیاں طے کرنے کیلیے گناہوں کا بوجھ کم ہونا چاہیے

(۲۲۲۰)۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ عَقَبَةً كَؤُوْدًا، لَايَنْجُوْمِنْهَا اِلَّا كُلُّ مُخِفٍّ۔)) (الصحيحة: ٢٤٨٠)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے سامنے (آخرت کی) دشوار گزار گھاٹی ہے، جس سے نجات پانے والا وہی ہوگا جو (گناہوں کے بوجھ سے) ہلکا ہوگا۔''

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده": ص ٣٢٥ـ زوائده، وابن جرير الطبري في "تهذيب الأثار": ١/ ٤٠٧/ ٩٣٥

شرح:...... آج کسی کو گناہوں کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا، لیکن مرنے کے بعد ہر ایک کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے عالم غیب سے تعلق رکھنے والی غیر محسوس چیز کو محسوس انداز میں بیان کر دیا کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ شخص

سفر کی صعوبتوں کو جلدی طے کر جاتا ہے جس کی گردن پر کوئی وزن نہ ہو اور وزن ہونے کی صورت میں آسان راستوں کو طے کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی معاملہ آخرت کا ہے۔

کثرتِ عبادت دیندار ہونے کا معیار نہیں

(۲۲۲۱)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ: ذَكَرَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ فِيْكُمْ قَوْمًا يَتَعَبَّدُوْنَ حَتّٰى يُعْجِبُوْا النَّاسَ، وَيُعْجِبُهُمْ أَنْفُسُهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔)) (الصحيحة:۱۸۹۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک تم میں سے بعض لوگ اتنی عبادت کریں گے کہ لوگوں کو اور خود ان کو بھی تعجب ہونے لگے گا، لیکن وہ دین سے (بیزار ہو کر) یوں نکلیں گے جیسے تیر شکار کو چیرتے ہوئے تیزی سے دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔''

تخريج: أخرجه أبويعلي:۳/ ۱۰۰۷

شرح:...... بعض لوگ کثرتِ عبادت میں اپنی مثال آپ ہوتے ہیں، لیکن اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، مثال کے طور پر پہلی صدی ہجری میں خوارج کا گروہ منظرِ عام پر آیا، جو بظاہر بڑے عبادت گزار اور زاہد نظر آتے تھے، لیکن عقائدِ فاسدہ کے مالک تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف انھوں نے بغاوت کی تھی۔ سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے تھے، کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے تھے، سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما نے ان سے قتال کیا۔

قرآن و حدیث میں شریعتِ اسلامیہ کی وضاحت موجود ہے، جس میں خلافت و امارت سے لے کر گھر کی اصلاح تک کے قوانین وضوابط موجود ہیں، نیز جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی مقدس زبان پر لبیک کہا اور آپ کی آنکھ کے اشاروں پر جانوں کے نذرانے پیش کر دیے اور جن لوگوں نے ہم تک شرعی احکام منتقل کیے یا کرسیٔ خلافت پر جلوہ افروز رہ کر مسلمانوں کی باگ ڈور سنبھالے رکھی، ان کے بارے میں مخصوص شرعی مزاج اپنانے کی ضرورت ہے، صرف کسی کے صوم وصلاۃ کی کثرت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ لیکن ذہن نشین رہے کہ شریعت میں اعتدال کی حد تک کثرتِ عبادت کو سراہا گیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسرے ارکانِ اسلام کی پاسداری کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عبادات ومعاملات کے سلسلے میں شریعت کا پابند ہونا چاہیے۔

مال و دولت دوسرے لوگوں کے منافع کے لیے ملتا ہیں

(۲۲۲۲)۔ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ لِلّٰهِ أَقْوَامًا يَخْتَصُّهُمْ بِالنِّعَمِ لِمَنَافِعِ الْعِبَادِ، وَيُقِرُّهُمْ فِيْهَا مَابَذَلُوْهَا، فَإِذَا مَنَعُوْهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ، فَحَوَّلَهَا إِلٰى

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نفع پہنچانے کے لیے کچھ لوگوں کو بطورِ خاص نعمتیں عطا کرتا ہے، اگر وہ خرچ کرتے رہیں تو وہ نعمتیں برقرار رہتی ہیں اور اگر وہ (صدقہ و

غَيْرِهِمْ۔)) (الصحيحة:١٦٩٢) خیرات کرنے سے) رک جائیں تو وہ ان سے سلب کر کے دوسروں کو عطا کر دیتا ہے۔"

تخريج: أخرجه ابن أبي الدنيا في "قضاء الحوائج": رقم ٥، والطبراني في "الأوسط": ٥٢٩٥، وأبونعيم في "الحلية": ٦/ ١١٥، ١٠/ ٢١٥، والخطيب في "التاريخ": ٩/ ٤٥٩، وابو نعيم فی "اخبار اصبهان": ٢/ ٢٧٦، وابن عساكر فی "التاريخ": ١٦/ ٣٩٥/ ١

شرح: ...... اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو رزق فراہم کرنے کے دو انداز اختیار کئے ہیں: (۱) براہِ راست رزق کے اسباب مہیا کرنا اور (۲) اپنے بعض بندوں کے ذریعے دوسروں کو رزق عطا کرنا، جیسے کوئی کسی کی خدمت کر کے تنخواہ وصول کرتا ہے اور کوئی کسی سے صدقہ و خیرات لے کر گزارا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا براہِ راست رزق کے اسباب مہیا کرنا، اس کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے در در کی ٹھوکروں سے محفوظ کر دیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ذریعے کسی کو رزق عطا کرتا ہے تو اس پر بھی اس کا فضل و کرم ہوگا کہ اس کی آمدنی میں کئی لوگ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں۔ لہٰذا اگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے وسعت کے ساتھ رزق عطا کر رکھا ہے تو ہمیں چاہئے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا دوسرے لوگوں کا خیال رکھیں، کیونکہ اس نیکی سے اجرِ عظیم بھی ملتا ہے اور رزق میں برکت بھی ہوتی ہے۔

بندگانِ خدا اپنی عقل و فراست سے لوگوں کو پہچان لیتے ہیں

(٢٢٢٣)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يَعْرِفُوْنَ النَّاسَ بِالتَّوَسُّمِ۔)) (الصحيحة:١٦٩٣)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے بعض بندے اپنی عقل و فراست سے دوسرے لوگوں کو پہچان لیتے ہیں۔"

تخريج: رواه أبو الشيخ في "عواليه": ٢/ ٣٢/ ١، والطبراني في "الأوسط": ٣٠٨٦، والقضاعي: ٨٤/ ٢، والواحدي في "التفسير":

شرح: ...... نیک و بد آدمیوں کے چہروں میں واضح فروق موجود ہوتے ہیں، ظاہری خوبصورتی اور بدصورتی اور چیز ہے اور چہرے کا نورانی اور غیر نورانی ہونا اور چیز ہے۔ سلیم الفطرت لوگ دوسروں کے چہروں کو دیکھ کر ان کے نیک یا بد یا مسلم یا غیر مسلم ہونے کا انداز لگا لیتے ہیں۔

مومن کو ماحول سے متاثر نہیں ہونا چاہیے

(٢٢٢٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ، اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "بیشک اللہ تعالیٰ برے قول و فعل اور بدکلامی و فحش گوئی سے نفرت کرتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخُوْنَ الْاَمِيْنُ، وَيُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ، حَتّٰى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَحُّشُ وَقَطِيْعَةُ الْاَرْحَامِ وَسُوْءُ الْجِوَارِ، اِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْقِطْعَةِ مِنَ الذَّهَبِ، نَفَخَ فِيْهَا صَاحِبُهَا فَلَمْ تَغَيَّرْ، وَلَمْ تَنْقُصْ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، اِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ النَّحْلَةِ، اَكَلَتْ طَيِّبًا، وَوَضَعَتْ طَيِّبًا، وَوَقَعَتْ فَلَمْ تُكْسَر، وَلَمْ تَفْسُدْ۔)) (الصحيحة: ٢٢٨٨)

کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت اس وقت قائم ہوگی جب امانتدار خیانت کرے گا، خائن کو امین سمجھا جائے گا اور بدگوئی، فحش گوئی، قطع رحمی اور پڑوسیوں سے برا سلوک کرنے جیسی قباحتیں منظرِ عام پر آ جائیں گی۔ بیشک مومن کی مثال سونے کے اس (خالص) ٹکڑے کی طرح ہے کہ مالک جسے (دھونکنی میں رکھ کر) پھونک مارتا ہے لیکن اس میں نہ تبدیلی آتی ہے اور نہ وہ کم ہوتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مومن کی مثال شہد کی مکھی کی مانند ہے، جو پاکیزہ چیز کھاتی ہے، پاکیزہ رس خارج کرتی ہے اور جس (پھول یا پتی یا پتے) پر بیٹھتی ہے، وہ نہ ٹوٹتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ١٩٩، والرمهرمزي في "الأمثال": ٥٠/ ١-٢، والأصبهاني في "الترغيب": ١١/ ٢، والحاكم: ٤/ ٥١٣

شرح: ...... حدیث کے ابتدائی حصے میں جتنے قبیح افعال کی پیشین گوئی کی گئی ہے، عصر حاضر میں لوگ کسی نہ کسی انداز میں ان کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ (آمین)

حدیث کے آخری حصے میں دو مثالیں دے کر مومن کی تعریف کی گئی ہے، جن کی وضاحت یہ ہے کہ مومن سنجیدہ مزاج کا مالک ہوتا ہے، کوئی مجلس اس کے طرزِ حیات کو متاثر نہیں کر سکتی، شہد کی مکھی کی طرح وہ ہر اپنے اور پرائے کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے، اور وہ جہاں مرضی بیٹھ جائے، کسی کو اس سے نقصان نہیں پہنچتا، ہر کوئی اس کے کردار اور طرزِ عمل کو پسند کرتا ہے۔

کھانے پینے کو زیادہ اہمیت نہ دی جائے

(٢٢٢٥)۔ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ مَطْعَمَ ابْنِ آدَمَ قَدْ ضَرَبَ لِلدُّنْيَا مَثَلًا، فَانْظُرْ مَايَخْرُجُ مِنَ ابْنِ آدَمَ، وَاِنْ قَزَّحَهُ وَمَلَّحَهُ، قَدْ عَلِمَ اِلٰى مَايَصِيْرُ۔)) (الصحيحة: ٣٨٢)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کے کھانے نے دنیا کے لیے ایک مثال بیان کی ہے، آپ دیکھیں کہ (کھانا کھانے کے بعد) ابن آدم سے (پائخانے کی صورت میں اس سے) کیا نکلتا ہے، اگرچہ کھانا مسالے دار اور نمکین ہو، وہ جانتا ہے کہ (بالآخر) اس نے کیا ہو جانا ہے۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ۲٤۸۹، والطبراني في "الكبير": ۱/ ۲۷/ ۲، و البيهقي في "الزهد الكبير": ٤۷/ ۱، وعبدالله بن أحمد في "زوائد المسند": ٥/ ۱۳٦

شرح: ...... مطلب یہ ہے کہ ابن آدم کو لالچی اور حریص اور زبان کے چسکوں کا غلام اور گرویدہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ان چیزوں کا تعلق حلق سے اوپر تک ہے۔ حلق سے نیچے کھانے کا کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا کہ وہ مزیدار تھا یا بے مزہ۔ سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ، فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ۔)) (ترمذی) ...... ''کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا۔ آدمی کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ اپنے کھانے کے لیے، تیسرا حصہ پانی کے لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے ہو۔''

نوع بنوع کے کھانوں کو ترجیح دینا کیسا ہے؟

(۲۲۲٦)۔ عَنْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنْ شِرَارِ أُمَّتِي الَّذِيْنَ غُذُّوْا بِالنَّعِيْمِ، اَلَّذِيْنَ يَطْلُبُوْنَ اَلْوَانَ الطَّعَامِ وَاَلْوَانَ الثِّيَابِ، يَتَشَدَّقُوْنَ بِالْكَلَامِ۔)) (الصحيحة:۱۸۹۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جنھیں مختلف نعمتوں سے نوازا گیا، لیکن انھوں نے (آخرت کو بھلا کر) قسما قسم کے کھانوں اور رنگا رنگ کے کپڑوں پر بھرپور توجہ دینا اور فصیح و بلیغ گفتگو کرنے کے لیے باچھوں کو موڑنا شروع کر دیا۔''

تخریج: أخرجه أحمد في "الزهد": صـ ۷۷، وابن أبي الدنيا في "الجوع": ق ۹/ ۱، وابن عدي في "الكامل" ق ۲٤۹/ ۱، و أبو الحسين الأبنوسي في "الفوائد": ق ۱٤/ ۱۔۲، وعنه ابن عساكر في "التاريخ": ۹/ ٦۰/ ۲

شرح: ...... اس سے مراد ہر دور کا طبقہ اشرافیہ ہے، یعنی امرا اور فارغ البال لوگ جو سونے کے چمچ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ پیسے کی ریل پیل میں آنکھ کھولتے ہیں، غربت و افلاس کے نام تک سے ناواقف ہوتے ہیں، لذتِ کام و دہن کے حد درجہ رسیا اور زبان کے چٹخاروں کے اسیر ہوتے ہیں، آئے دن نئے نئے ہوٹلوں اور ذائقوں کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہوتے ہیں، یوں مہک مہک کے بیان جھاڑتے ہیں، گویا ساری دنیا جاہل اور یہی عقلِ کل کے مالک ہیں، کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور زبان کے تمام پیچ وخم سے آگاہ پرلے درجے کے شاطر اور باتونی ہوتے ہیں۔

ذہن نشین رہنا چاہئے کہ پر تکلف کھانے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس چیز کو اس قدر مقصودِ حیات نہ سمجھا جائے اور اس کی اتنی پابندی نہ کی جائے کہ بدترین مخلوق ہونے کا لقب مل جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں کا شاہانہ قسم کا طرزِ حیات چلتا ہے، وہ زیادہ تر امور شریعت سے غافل ہوتے ہیں، بری بری مجالس میں ان کو بطور مہمانِ

خصوصی جانا پڑھتا ہے۔ میں نے ۲۰۰۵ء میں ایک اشتہار دیکھا، جس میں ایک دربار پر ہونے والی کتوں کی لڑائی کی تشہیر کی گئی تھی، اس میں بطورِ مہمان خصوصی تشریف لانے والا ایک ایم این اے تھا، جو اچھے عقائد کا حامل تھا، لیکن اس عہدے کی وجہ سے اسے شرکت کرنا پڑ رہی تھی۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

نیز لوگوں کو چاہیے کہ سادہ سے انداز میں مقصودِ کلام بیان کر دیا کریں اور زیادہ تکلفانہ اور فصاحانہ الفاظ میں گفتگو نہ کیا کریں۔ نبی کریم ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے تھے، لیکن لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کا انداز گفتگو کیا تھا؟ بصیرت والوں کے لیے اس میں بہت بڑا سبق بیان کیا گیا ہے۔

خیر کا سبب بننے والے کیلیے سعادت اور شر کا سبب بننے والے کیلیے ہلاکت

(۲۲۲۷)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحُ لِلْخَيْرِ، مَغَالِيْقُ لِلشَّرِّ، وَاِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحُ لِلشَّرِّ، مَغَالِيْقُ لِلْخَيْرِ، فَطُوْبٰي لِمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيْحَ الْخَيْرِ عَلٰي يَدَيْهِ، وَوَيْلٌ لِّمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيْحَ الشَّرِّ عَلٰي يَدَيْهِ۔)) (الصحيحة:۱۳۳۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک بعض لوگ ایسے ہیں جو نیکی کا سرچشمہ اور برائی کی راہ روکنے والے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں جو شرّ کا منبع اور نیکی کی راہ بند کرنے والے ہیں۔ اس آدمی کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے ہاتھ پر خیر کی راہیں کھول دیں اور ہلاکت ہے اس آدمی کے لیے جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے شر کی راہیں کھول دیں۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ۲۳۷، وابن أبي عاصم في "السنة" ۲۵۱ - منسوخة المكتب

شرح:...... اللہ تعالیٰ بعض افراد کو ان کے خاندانوں میں خاص مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے، خاندان کے افراد ان کو اپنے قبیلے کا سربراہ اور چاہتے نہ چاہتے ہوئے اپنے آپ کو ان کے فیصلوں کا پابند سمجھتے ہیں۔ ایسے معزز لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے خاندانوں میں اچھے امور کو رواج دیں، شریعت کے مخالف امور کا خاتمہ کریں۔ اس میں تو سربراہ کا کوئی کمال نہیں ہے کہ اس کے ماتحت افراد اپنے من مانیاں کرتے رہیں اور اس کی حیثیت تماشائی کے سوا کچھ نہ ہو۔

اس حدیث میں ایسے سربراہوں کے لیے سخت وعید بیان کی گئی ہے، جن کی قیادت میں شادی بیاہ جیسے موقعوں پر شریعت کے مخالف امور کو بھرپور انداز میں ترجیح دی جاتی ہے۔

آخرت کی خیر، ہی خیر ہے

(۲۲۲۸)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوا يَقُوْلُوْنَ وَهُمْ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ:

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے وقت رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کہتے تھے: ہم وہ ہیں جنھوں نے محمد (ﷺ) کی تا حیات جہاد کرنے پر بیعت

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا
وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ:
اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَه
وَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ عَلَيْهِ اِهَالَةٌ سَنِخَةٌ، فَاَكَلُوْا مِنْهَا. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَاِنَّمَا الْخَيْرُ خَيْرُ الْاٰخِرَةِ.))

(الصحيحة:۱۱۰۲)

کی اور نبی کریم ﷺ فرماتے:
اے اللہ! بھلائی تو آخرت کی ہی بھلائی ہے
تو انصاریوں اور مہاجروں کو معاف کر دے
رسول اللہ ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور بد بو والا سالن لایا گیا، لیکن ان سب نے کھالیا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”آخرت والی بھلائی ہی بھلائی ہے۔“

تخريج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات" ۲/ ۷۰

شرح:...... یہ دو جہانوں کے سردار کی حالت ہے، اگر دنیوی زینت و آرائش کوئی قابل فخر چیز ہوتی تو آپ ﷺ کو اس سے محروم نہ رکھا جاتا۔ یقیناً خیر و بھلائی وہی ہے جو موت کے بعد نصیب ہو گی، کیونکہ دنیا کے ایام خوشحالی میں بیت جائیں یا بد حالی میں گزر جائیں، بالآخر یہاں سے روانہ ہونا پڑتا ہے اور ایسی روانگی کہ جس کے بعد واپسی کی کوئی صورت اور امید نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مال و دولت عطا کر رکھا ہے، وہ اسیرِ شریعت بن کر زندگی گزاریں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے تقاضے پورے کریں۔

موت استراحت ہے، اگر بخشش ہو جائے تو

(۲۲۲۹)۔ قَالَ ﷺ: ((اِنَّمَا يَسْتَرِيْحُ مَنْ غُفِرَ لَهُ.)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ، وَبِلَالٍ الْحَبْشِيِّ رضی اللہ عنہما، وَمُحَمَّدِ بْنِ عُرْوَةَ رحمہ اللہ مُرْسَلًا

(الصحيحة:۱۷۱۰)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”(دنیا اور اہل دنیا سے) آرام تو وہ کرتا ہے جسے (موت کے بعد) بخش دیا جاتا ہے۔“ یہ حدیث حضرت عائشہ، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہما اور محمد بن عروہ سے مرسلاً روایت کی گئی ہے۔

تخريج: (۱)۔ أما حديث عائشة: فأخرجه أحمد: ٦/ ٦٩ و ١٠٢، وأبو نعيم في "الحلية": ٨/ ٢٩٠

(۲)۔ وأما حديث بلال: فأخرجه ابن عساكر كما في "الجامع".

(۳)۔ وأما حديث محمد بن عروة: فأخرجه ابن المبارك في "الزهد": ٢٥١

شرح:...... اس حدیث کا سیاق و سباق یہ ہے کہ عام طور پر لوگ مرنے والے کے بارے میں کہتے ہیں کہ دنیوی مصائب اور فتنوں سے اس کی جان چھوٹ گئی ہے اور وہ اپنی آخری آرام گاہ میں پہنچ چکا ہے...... آپ ﷺ نے اس

قسم کے تاثرات کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مرنے والے کو استراحت نصیب ہوتی ہے، جسے بخش دیا جائے۔
جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۸۵)...... ''جس کو آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، یقیناً وہ کامیاب ہوگا۔''
یہ بات علیحدہ ہے کہ نیک آدمی کی کامیابی کا حسن ظن رکھا جائے اور اس کی مغفرت کی دعا کی جائے۔

اگر ہمیں اتنا علم ہوتا، جتنا کہ آپ ﷺ کو تھا تو

(۲۲۳۰)۔ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا﴾ (سورة الانسان: ۱) حَتّٰى خَتَمَهَا، ثُمَّ قَالَ: ((اِنِّيْ اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ، وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ، اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ، مَا فِيْهَا مَوْضِعُ قَدْرِ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا مَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ، وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ۔))

(الصحيحة:۱۷۲۲)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿یقیناً انسان پر ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ اس میں یہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔﴾ (سورۂ انسان (دہر): ۱) پھر فرمایا: ''بیشک جو میں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھ سکتے اور جو میں سنتا ہوں وہ تم نہیں سن سکتے۔ (سنو!) آسمان چرچراتے ہیں اور انھیں چرچرانا ہی زیب دیتا ہے، کیونکہ وہاں چار انگلیوں کے بقدر بھی جگہ خالی نہیں ہے۔ ہر جگہ فرشتے سجدہ ریز ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر تمھیں اس کا علم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسنا کم کر دو، رونا زیادہ کر دو، بچھونوں پر اپنی بیویوں سے لذتیں اٹھانا ترک کر دو اور (اللہ کی طرف) گڑگڑاتے ہوئے گھاٹیوں کی طرف نکل جاؤ۔''

تخريج: رواه الحاكم في "المستدرك": ۲/ ۵۱۰، ورواه الترمذي: ۲/ ۵۱، وابن ماجه: ۴۱۹۰ دون قراءة الآية، ، و أخرجه احمد: ۵/ ۱۷۳ مصرّحا بان قوله: ((والله لوددت ......)) من قول ابى ذر

شرح: ...... اس میں نبی کریم ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت، نافرمانوں پر انتقامی کاروائیوں اور موت کے وقت کے اور قبر و قیامت کے ہولناک مناظر اور سخت مناقشوں کا جو علم آپ ﷺ کو تھا، کسی امتی کو اس کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر ان حالات و واقعات کو مدنظر رکھا جائے تو مسلمان پر لرزہ طاری ہو جائے اور وہ اپنے حسنِ خاتمہ کے بارے میں سسکیاں بھرنا شروع کر دے۔ شریعتِ اسلامیہ میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی جائے، کثرت سے اس کی عبادت کی جائے۔ اور گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

تقویٰ، جہاد، ذکر اور تلاوتِ قرآن کی نصیحت

(۲۲۳۱)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ: اَنَّ رَجُلًا جَاءَهُ فَقَالَ: اَوْصِنِيْ، فَقَالَ: سَاَلْتَ عَمَّا سَاَلْتُ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْ قَبْلِكَ، فَقَالَ: ((اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَاِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ وَعَلَيْكَ بِالْجِهَادِ، فَاِنَّهُ رَهْبَانِيَّةُ الْاِسْلَامِ، وَعَلَيْكَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، فَاِنَّهُ رُوْحُكَ فِي السَّمَاءِ، وَذِكْرُكَ فِي الْاَرْضِ۔)) (الصحيحة:٥٥٥)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کرو۔ میں نے کہا: میں نے تجھ سے قبل رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا، آپ ﷺ نے جواباً فرمایا تھا: ”میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ عمل ہر چیز کی بنیاد ہے اور جہاد کو لازم پکڑ کیونکہ وہ اسلام میں رہبانیت (کی صورت) ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تلاوتِ قرآن کا اہتمام کر کیونکہ وہ آسمان میں تیرے لیے باعثِ رحمت اور زمین میں باعثِ تذکرۂ خیر ہے۔“

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٨٢

عالم برزخ کے لیے تیاری کا حکم

(۲۲۳۲)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ بَصُرَ بِجَمَاعَةٍ فَقَالَ: ((عَلَامَ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ هٰؤُلَاءِ؟)) قِيْلَ: عَلٰى قَبْرٍ يَحْفِرُوْنَهُ، قَالَ: فَفَزِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبَدَرَ بَيْنَ يَدَيْ اَصْحَابِهِ مُسْرِعًا حَتّٰى انْتَهٰى اِلَى الْقَبْرِ فَجَثَا عَلَيْهِ، قَالَ: فَاسْتَقْبَلْتُهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ لِاَنْظُرَ مَا يَصْنَعُ، فَبَكٰى حَتّٰى بَلَّ الثَّرٰى مِنْ دُمُوْعِهِ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا قَالَ: ((اَيْ اِخْوَانِيْ! لِمِثْلِ الْيَوْمِ فَاَعِدُّوْا۔)) (الصحيحة: ١٧٥١)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، اچانک آپ کی نگاہ لوگوں کے ایک گروہ پر پڑی، آپ نے پوچھا: ”یہ لوگ کس چیز پر جمع ہیں؟“ کہا گیا کہ قبر کھود رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے اور صحابہ سے سبقت لیتے ہوئے لپکے، قبر تک پہنچے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ میں آپ کے سامنے سے آیا تاکہ دیکھوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ (میں نے دیکھا کہ) آپ رو رہے تھے (اور اتنے روئے کہ) زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہو گئی، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”میرے بھائیو! اس دن کے لیے تیاری کرو۔“

تخريج: أخرجه البخاري في "التاريخ" ٨/ ١/ ٢٢٩، وابن ماجه: ٤١٩٥، وأحمد: ٤/ ٢٩٤، وأبوبكر الشافعي في "مجلسان" ٦/ ٢، والروياني في "مسنده": ق ٩٦/ ١، والخطيب في "التاريخ": ١/ ٣٤١

شرح:...... مرنے کے بعد کامیابی ہی دنیا کا مقصود و مطلوب اور غرض و غایت ہے لہٰذا دوربین، ہوشمند اور عقلمند

وہی ہے، جو دنیا کے ذریعے موت کے بعد کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو جائے۔

آدمی کا مال وہی ہے، جو وہ خرچ کر چکا

(٢٢٣٣)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا مِنَّا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا مَالُهُ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِ وَارِثِهِ، قَالَ: ((اِعْلَمُوْا اَنَّهُ لَيْسَ مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ، مَالُكَ مَا قَدَّمْتَ، وَمَالُ وَارِثِكَ مَا اَخَّرْتَ۔)) (الصحيحة:١٤٨٦)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال کی بہ نسبت اپنے وارث کا مال زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص کو اپنے وارث کی بہ نسبت اپنا مال سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جان لو! تم میں سے ہر ایک کو وارث کے مال کی بہ نسبت اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ (یاد رکھو کہ) تمہارا مال تو وہ ہے جو تم نے (صدقہ و خیرات کر کے) آگے بھیج دیا اور جو کچھ پیچھے چھوڑ جاؤ گے وہ تمہارے وارث کا مال ہوگا۔''

تخريج: أخرجه النسائي: ٢/ ١٢٥، وأحمد: ١/ ٣٨٢، وأخرج البخاري مختصرا نحوه

شرح:...... انسان اپنی زندگی میں اپنے مال کا جو حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے وہی اس کا اصل سرمایہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اس سے بطورِ قرضہ وصول کیا ہے اور مرنے کے بعد اسے چکا دے گا۔ باقی مال اس کے ورثا کا ہے، جو وہ اس کے مرنے کے بعد آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اصل ورثے میں اضافہ کریں۔

سیدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ ﴿الهاكم التكاثر﴾ کی تلاوت کر رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال!'' اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم! تیرا مال نہیں ہے، مگر وہی جو تو کھا کر فنا کر دے یا پہن کر بوسیدہ کر دے یا صدقہ کر کے اس کی تکمیل کر دے۔'' (مسلم)

لیکن یہ بڑی حیران کن بات ہے کہ لوگ قیمتی ماکولات، مشروبات، ملبوسات، گھروں کی تعمیر اور شادی بیاہ جیسے مواقع پر کثیر رقم خرچ کر دیتے ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کرنے کی باری آتی ہے تو سو پچاس کو ہی کافی سمجھ لیا جاتا ہے اور کچھ دنوں تک یاد بھی رکھا جاتا ہے؟

تین نجات دلانے والے اور تین ہلاک کرنے والے امور

(٢٢٣٤)۔ قَالَ ﷺ: ((ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ، وَثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ، فَقَالَ: ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ: شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ، وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین (برائیاں) ہلاک کرنے والی اور تین (نیکیاں) نجات دینے والی ہیں۔ تین ہلاک کر دینے والی برائیاں یہ ہیں: بخل جس کی پیروی کی جائے، خواہش

بِـنَـفْسِـهٖ ، وَثَلَاثٌ مُـنْـجِيَاتٌ: خَشْيَةُ اللّٰهِ فِـي السِّـرِّ وَالْعَلَانِيَةِ ، وَالْقَصْدُ فِي الْـفَقْرِ وَالْغِنٰى ، وَالْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا۔)) رُوِيَ عَـنْ اَنَـسِ بْنِ مَالِكٍ ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّـاسٍ ، وَاَبِـيْ هُرَيْرَةَ ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰي ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہم ۔

(الصحيحة:١٨٠٢)

نفس جس کے پیچھے چلا جائے اور بڑائی خور ہونا۔ تین نجات دینے والی نیکیاں یہ ہیں: خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ کی خشیت، فقر و غنی میں میانہ روی اور غضب و رضا میں عدل۔'' یہ حدیث حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن ابو اوفی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: (١)۔ أما حديث أنس ، فله عنه طرق:

الأولي: عن أيوب بن عتبة: فأخرجه البزار: رقم٨٠، والعقيلي: صـ ٣٥٢، وأبوبكر الدينوري في"المجالسة وجواهر العلم": ٧/ ١٤٥/ ١ ، والسياق له، وأبومسلم الكاتب في "الأمالي": ٢٦١/ ١ ، وأبونعيم في"الحلية": ٢/ ٣٤٣، والهروي في"ذم الكلام": ١٤٥/ ١ ، والقضاعي: ٢٥/ ٢

الثانية: أخرجه البزار: رقم- ٨٠ ، وابن شاهين في"الترغيب والترهيب": ٢٦٤/ ٢ ، والهروي۔

الثالثة: أخرجه الدولابي في"الكنى": ١/ ١٥١ ، والطبراني في"الأوسط": ٥٥٨٤ ، والضياء في"المنتقي من مسموعاته بمرو": ١٣٧/ ١

الرابعة:أخرجه ابن عبدالبر في"جامع بيان المعلم": ١/ ١٤٣

(٢)۔ وأما حديث ابن عباس ، فله عنه طريقان:

الأولي:أخرجه البزار: رقم۔٨٢

الاخرى: أخرجه أبونعيم في"الحلية": ٣/ ٢١٩ ، والهروي۔

(٣)۔وأما حديث أبي هريرة ، فله عنه طريقان أيضا:

الأولي: أخرجه البيهقي في"شعب الأيمان": ٢/ ٣٨٢/ ١

والاخرى:أخرجه الهروي وأبو موسى المديني في"اللطائف": ٨٣/ ١

(٤)۔وأما حديث ابن أبي أوفي ، فيرويه محمد بن عون عن يحي بن عقيل عنه: فأخرجه البزار: رقم۔٨٣

(٥)۔وأما حديث ابن عمر: فقال الهيثمي في"المجمع": ١/ ٩١ ، و رواه الطبراني في"الأوسط"

انسان کسی نہ کسی انداز میں ناشکری کرتا رہتا ہے

(٢٢٣٥)۔ عَـنْ خَـوْلَةَ بِنْتِ قَيْسِ بْنِ فَهْدٍ الْاَنْـصَـارِيَّةِ مِنْ بَنِيْ النَّجَّارِ رضی اللہ عنہا ، قَالَـتْ:

حضرت خولہ بنت قیس بن فہد انصاریہ، جو بنو انصار سے تھیں، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف لائے، میں

جَـاءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَـوْمًا..... فَقَدَّمْتُ اِلَيْـهِ بُـرْمَةً، فِيْهَا خُبْزَةٌ اَوْحَرِيرَةٌ، فَوَضَعَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَـدَهُ فِـيْ الْبُرْمَةِ لِيَاْكُلَ، فَـاحْتَـرَقَتْ اَصَابِعُهُ، فَقَالَ: ((حَسِّ)) ثُمَّ قَـالَ: ((اِبْـنُ آدَمَ اِنْ اَصَـابَـهُ الْبَـرْدُ قَـالَ: حَسِّ، وَاِنْ اَصَابَهُ الْحَرُّ قَالَ:حَسِّ۔)) (الصحيحة: ١٥٧٨)

نے ہانڈی پیش کی جس میں روٹی یا (ایک مخصوص) حلوا تھا، رسول اللہ نے کھانے کے لیے ہانڈی میں اپنا ہاتھ ڈالا، (کھانا گرم ہونے کی وجہ سے) آپ کی انگلیاں جلنے لگیں، جس کی وجہ سے آپ نے ''ہائے'' کہا اور پھر فرمایا: ''جب ابن آدم کو کوئی چیز ٹھنڈی محسوس ہوتی ہے تو وہ ہائے کرتا ہے اور جب کوئی چیز گرم محسوس کرتا ہے تو بھی وہ ہائے کرتا ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٤١٠

شـــرح:...... اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی حالت پر راضی نہیں ہوتا اور صبر نہیں کرتا، وہ کسی نہ کسی انداز میں ناشکری کرتا رہتا ہے۔ موسم گرما میں لوگوں کا یہ شکوہ ہوتا ہے کہ گرمی زیادہ پڑ رہی ہے، لیکن جب موسم سرم میں سردی پڑتی تو پھر وہ اس کا بھی شکوہ کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کا یہ شکوہ اس انداز میں ہوتا ہے کہ وہ واقعی اس کو سختی سے ناپسند کر رہے ہوتے ہیں، حالانکہ اس کا مسبّب اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ خوشی اور غمی کو اور ساز گار اور ناساز گار ماحول کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اس کا شکریہ ادا کریں یا صبر کریں۔

جماعت رحمت ہے اور فرقہ بندی عذاب

(٢٢٣٦)۔ عَـنِ الـنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ، قَـالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَلْـجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ، وَالْفُرْقَةُ عَذَابٌ۔)) (الصحيحة: ٦٦٧)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جماعت (کی زندگی) رحمت ہے اور افتراق (کی زندگی) عذاب ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٢٧٨، وهو وابنه عبدالله في "الزوائد": ٤/ ٣٧٥، وابن أبي عاصم في "السنة": ٤٤/ ٩٣، والقضاعي: ٣/ ١

شـــرح:...... نبی کریم ﷺ نے جماعت کے ساتھ منسلک رہنے کی تلقین کی ہے، وہ جماعت باجماعت نماز کی صورت میں ہو یا مسلمانوں کی جماعت کی صورت میں۔ اسلام میں مستقل طور پر علیحدہ پسندی اور خلوت کی کوئی گنجائش نہیں، مسلمان کو چاہئے کہ وہ مسلمان معاشرے میں مل جل کر رہے، لوگ ایک دوسرے کی اصلاح کریں اور ایک دوسرے کی خوشی غمی میں شریک ہوں۔

سیدنا ابودردا رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث، جس میں نماز باجماعت کا ذکر ہے، میں آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةِ)) (ابوداود، نسائی) ......''تم جماعت کو لازم پکڑو، کیونکہ بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو (ریوڑ سے علیحدہ ہو کر) دور چلی جاتی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔)) (مسلم) ...... ''جس آدمی نے (امیر کی) اطاعت ترک کر دی اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

فی الحال امتِ مسلمہ کا شیرازہ بری طرح منتشر چکا ہے، غیروں کا تسلط ہے، ساٹھ سے زیادہ مسلم ریاستوں میں سے کوئی حکومت بھی اسلام اور اہل اسلام کی قیادت نہیں کر رہی۔ فالی اللہ المشتکی۔

دنیا کی لذت، آخرت کی تلخی ہے

(۲۲۳۷)۔ عَنْ اَبِي عُبَيْدٍ الْحَضْرَمِيِّ يَعْنِيْ: شُرَيْحًا اِنَّ اَبَا مَالِكٍ الْاَشْعَرِيَّ رضی اللہ عنہ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ! لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ، اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((حُلْوَةُ الدُّنْيَا مُرَّةُ الْاٰخِرَةِ، وَمُرَّةُ الدُّنْيَا حُلْوَةُ الآخِرَةِ۔)) (الصحيحة:۱۸۱۷)

ابو عبید شریح حضرمی سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے کہا: اے اشعریوں کی جماعت! موجودہ لوگ غائب لوگوں تک میری بات پہنچا دیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''دنیا کی لذت آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی لذت و شیری ہے۔''

تخريج: رواه أحمد: ٥/ ٣٤٢، وعنه الحاكم: ٤/ ٣١٠، ومحمد بن العباس البزار في "حديثه": ٢/ ١٢١/ ٢، وابن عساكر: ١٩/ ٨٢/ ١

شرح:...... حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری میں آخرت میں تو کجا، دنیا میں بھی لذت ہی لذت اور حلاوت ہی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ لیکن عام لوگ جن پر نیکی کرنا اور برائی ترک کرنا گراں گزرتا ہے، انھیں سمجھانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے ذہن کے مطابق جس چیز کو کڑوا اور کٹھن سمجھتے ہیں، حقیقت میں وہی ان کی سعادت کی علامت ہو گی اور جو چیز زیادہ مرغوب اور پسندیدہ لگے، لیکن بندے کی آخرت کے لیے مضر ہو تو اسے ترک کرنے میں اگرچہ تکلیف ہو گی، لیکن یہ تکلیف کئی رحمتوں کا سبب بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے عمل صالح پر اس کی قدردانی

(۲۲۳۸)۔ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا ابْنَ آدَمَ! قُمْ اِلَيَّ، اَمْشِ اِلَيْكَ، وَامْشِ اِلَيَّ اُهَرْوِلْ اِلَيْكَ۔)) (الصحيحة: ۲۲۸۷)

ایک صحابیٔ رسول بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! تو میرے لیے کھڑا ہو، میں تیری طرف چل کر آؤں گا اور اگر تو میری طرف چل پڑے تو میں تیری طرف دوڑ کر آؤں گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٤٧٨

شرح:...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۵۸) ...... ''پس بیشک اللہ تعالیٰ قدر دان اور علم والا ہے۔'' اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی اسی صفت کا بیان ہے کہ وہ بندے کی کوشش و کاوش اور تگ و دو کی بڑی قدر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بندوں کے ساتھ معاملہ ان کے گمان کے مطابق ہوتا ہے

(۲۲۳۹)۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: عَبْدِيْ! اَنَا عِنْدَ ظَنِّكَ بِيْ وَاَنَا مَعَكَ اِذَا ذَكَرْتَنِيْ۔)) (الصحيحة:٢٠١٢)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے کہا: اے میرے بندے! میرے بارے میں جو تیرا گمان ہوگا میں اسی کے مطابق تجھ سے پیش آؤں گا اور جب تو میرا ذکر کرے گا تو میں تیرے ساتھ ہوں گا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ١/ ٤٩٧

شرح:...... بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہونا چاہیے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بابت یہ یقین رکھا جائے کہ وہ توبہ قبول کرتا ہے، مغفرت فرماتا ہے، پریشان حال لوگوں کی چارہ سازی کرتا ہے اور مصائب سے نجات عطا فرماتا ہے۔ اس یقین کے ساتھ انسان ایسے کام بھی کرے جن سے اللہ خوش ہوتا ہے اور ان امور سے اجتناب کرے جن سے اس نے منع فرمایا ہے، اس کے بعد انسان اللہ تعالیٰ سے حسن ظن اور اچھی امید رکھے۔ اس دعوی کو یوں واضح کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح ایک کاشت کار زمین میں ہل چلاتا ہے، اس میں اچھا بیج ڈالتا ہے، اسے پانی دیتا ہے اور اس کی اچھی نگہداشت کرتا ہے، اتنے مراحل کے بعد وہ اچھی فصل کی امید کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی ڈاکٹر یا انجینئر بننا چاہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ ان فنون سے متعلقہ کتب پڑھے اور خوب محنت کرے، تا کہ اپنے ہدف تک رسائی حاصل کر سکے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اور اچھی امید وابستہ کرنے کا مسئلہ ہے۔ انسان جب تک اس کے لیے بھی ایمان اور عملِ صالح کی بنیاد فراہم نہیں کرے گا، اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے محض حسن ظن نادانشی اور ناسمجھی کا ہی مظہر ہوگا۔ ایسا حسنِ ظن رکھنے والے سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی وہی ہوتا ہے، جس کی اس کے بندے کو امید ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر عرشِ معلّٰی پر جلوہ افروز ہے، لیکن اپنے علم، سمع، بصر، قدرت اور طاقت کے اعتبار سے گویا کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اس کی معیت کی دو اقسام ہیں:

(۱) معیت عامہ: جو مسلم و غیر مسلم کو شامل ہے اور......

(۲) معیتِ خاصّہ: جو پرہیز گار اور متقی لوگوں کو نصیب ہوتی ہو۔ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے ذکر میں محو رہتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی معیتِ خاصّہ کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

دو امن ممکن ہیں نہ دو خوف

(۲۲٤۰)۔ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رضی اللہ عنہ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: وَعِزَّتِيْ! لَا اَجْمَعُ لِعَبْدِيْ اَمْنَيْنِ وَلَا خَوْفَيْنِ ، اِنْ هُوَ اَمِنَنِيْ فِي الدُّنْيَا اَخَفْتُهُ يَوْمَ اَجْمَعُ فِيْهِ عِبَادِيْ وَاِنْ هُوَ خَافَنِيْ فِي الدُّنْيَا آمَنْتُهُ يَوْمَ اَجْمَعُ فِيْهِ عِبَادِيْ۔)) (الصحيحة:۷٤۲)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت کی قسم! میں اپنے بندے پر دو امن جمع کرتا ہوں نہ دو خوف۔ یعنی اگر میرا بندہ دنیا میں (اپنی من مانیاں کر کے) مجھ سے امن میں رہا تو میں اسے بندوں کے حشر والے دن خوف دلاؤں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈر گیا تو لوگوں کے جمع ہونے والے دن اسے امن عطا کروں گا۔''

تخريج: أخرجه أبو نعيم في "الحلية": ٦/ ۹۸

شرح:...... مسلمان کو چاہیے کہ فکرمندانہ انداز میں دنیوی زندگی گزارے اور اپنے آپ کو اس دارِ فانی میں اللہ تعالیٰ کا غلام سمجھے اور ہر وقت اس کی رضامندی اور اس کی ناراضگی کو مدنظر رکھ کر اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے تگ و دو میں رہے۔

کسی معین شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں قرار دیا جا سکتا

(۲۲٤۱)۔ عَنْ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ ، فَقَالَ اللّٰهُ: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَاَلّٰى عَلَيَّ اَنْ لَّا اَغْفِرَ لِفُلَانٍ۔ فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ ، وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ۔)) (الصحيحة:۲۰۱٤)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ فلاں آدمی کو نہیں بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: کون ہے جو مجھ پر قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا۔ میں نے اس کو بخش دیا اور (اے قسم اٹھانے والے!) تیرے اعمال برباد کر دیے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ۸/ ۳٦، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱/ ۸٤/ ۱

شرح:...... شرعی قانون یہ ہے کہ کسی کی ظاہری حالت کو ملحوظِ خاطر رکھ کر اس پر مسلم یا غیر مسلم ہونے کا حکم لگایا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی تعیین کے بغیر کسی مخصوص آدمی کو جنتی یا جہنمی نہ قرار دیا جائے اور نہ کسی کے بارے میں یہ فیصلہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو کسی صورت میں نہیں بخشے گا اور فلاں کو ہر صورت میں معاف کر دے گا۔ ظاہری نیک اور بد اعمال کو دیکھ کسی کو مسلمان، مومن، فاسق، فاجر، کافر، مشرک اور بدعتی کہنا اور مسئلہ ہے، اور کسی کے بارے میں تعیین کے ساتھ جنت و جہنم کا فیصلہ کرنا اور بات ہے۔

فرعون سے جبریل کی انتقامی کاروائی

(۲۲٤۲)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَالَ لِي جِبْرِيْلُ: لَوْرَأَيْتَنِي وَأَنَا آخُذُ مِنْ حَالِ الْبَحْرِ فَأَدُسُّهُ فِي فَمِ فِرْعَوْنَ مَخَافَةَ أَنْ تُدْرِكَهُ الرَّحْمَةُ۔)) (الصحیحة:۲۰۱۵)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جبریل نے مجھے کہا: کاش آپ مجھے اس وقت دیکھتے جب میں سمندر کی کالی مٹی لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونس رہا تھا، اس ڈر سے کہ کہیں (اللہ کی) رحمت اس کو پا نہ لے۔''

تخریج: أخرجه الطیالسی فی"مسنده":۲٦۱۸، والترمذی: ۳۱۰۷، والحاکم: ۲/ ۳٤۰، ٤/ ۲٤۹، واحمد: ۱/ ۲٤۰، ۳٤۰، وابن جریر: ۱۷۸۵۹

شرح:...... برے لوگوں کا انجام بھی برا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا اصل قانون یہ ہے کہ جو آدمی جس انداز میں زندگی گزارتا ہے، اسی انداز میں اس کو موت آتی ہے۔ سجدوں میں ان لوگوں کی روحیں پرواز کر گئیں جو اپنے زندگی میں کثرت سے سجدے کرنے کے عادی تھے اور برائی کی حالت میں ان لوگوں کو موت کا پیغام قبول کرنا پڑا جو برائیوں کے دلدادہ تھے۔ فرعون کی زندگی بغاوت اور سرکشی کی سنگین مثالوں سے بھری ہوئی تھی، اس لیے اسی کے مطابق ہی اس کا خاتمہ ہونا تھا۔

عدم صبر ہر گناہ کی حفاظت کرتا ہے

(۲۲٤۳)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رضی اللہ عنہا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قِلَّةُ الصَّبْرِ لَا يَمُرُّ بِذَنْبٍ إِلَّا حَمَاهُ۔)) (الصحیحة:۲۰۱٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عدم صبر، ہر گناہ کی حفاظت کرتا ہے۔''

تخریج: أخرجه البزار فی"مسنده":۱۵٤۵، وأبو الشیخ فی"الطبقات":٦٦/ ۲، وأبو نعیم فی"أخبار أصبهان": ۲/ ۳٦، ۱۹۱

شرح:...... صبر کی تین قسمیں ہیں: (۱) بیماریوں پر صبر کرنا، (۲) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر صبر کرنا اور (۳) برائیوں سے بچنے پر صبر کرنا۔

اگر کوئی مسلمان صبر کی صفت سے ہی نہتا ہو جائے، تو وہ مذکورہ بالا تین صورتوں میں کیا کرے گا، پہلی صورت میں واویلا اور چیخ و پکار کرے گا، دوسری صورت میں نیکیوں کے کام ترک کر دے گا اور تیسری صورت میں گناہوں میں ملوث ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ عدم صبر آدمی کے برا ہونے میں ہر قسم کا تعاون کرتا ہے۔

آپ ﷺ کا کمزوروں کا خیال رکھنا

(۲۲٤٤)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ

ابوامامہ بن سہل بن حنیف اپنے باپ سے روایت کرتے

حَنِيْفٍ، عَنْ أَبِيْهِ مَرْفُوْعًا: كَانَ ﷺ يَأْتِي ضُعَفَاءَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَيَزُوْرُهُمْ، وَيَعُوْدُ مَرْضَاهُمْ، وَيَشْهَدُ جَنَائِزَهُمْ۔ (الصحيحة: ۲۱۱۲)

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کمزور مسلمانوں کے پاس جاتے، ان سے ملاقات کرتے، ان کے مریضوں کی بیمار پرسی کرتے اور ان کے جنازوں میں حاضر ہوتے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ۲/ ٤٦٦

شرح:...... بے سہارا و بے آسرا، غریب و نادار اور معاشرے کے بے وقعت و بے اہمیت لوگ آپ ﷺ کا دست و بازو بنے، اس لیے آپ ﷺ نے بھی ان کی قدر کی، ان کی دلجوئی کی اور زندگی کے ہر موڑ پر ان کے ساتھ ہر قسم کی ہمدردی و خیر خواہی کا ثبوت دیا۔ جب مشرک سرداروں اور وڈیروں نے آپ ﷺ کو طعنہ دیا یا مطالبہ کیا کہ آپ کے ارد گرد تو فقرا و مساکین اور غریب لوگوں کا ہجوم لگا رہتا ہے، اگر آپ ان کو اپنی مجلس میں نہ آنے دیں تو ہم آپ کی بات سننے پر آمادہ ہو سکتے ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ انعام: ۵۲) ......''(اے محمد ﷺ) ان لوگوں کو (اپنی مجلس سے) نہ نکالیے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں، خاص اسی اللہ کی رضا مندی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب، ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ کو نکال دیں۔ ورنہ آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

خلوتوں کی برائیاں جلوتوں کی نیکیوں کو لے ڈوبتی ہیں

(۲۲٤٥)۔ عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِيْ يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ، بِيْضًا، فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا۔)) قَالَ ثَوْبَانُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! صِفْهُمْ لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا، أَنْ لَّا نَكُوْنَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ۔ قَالَ: ((أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ، وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ، وَيَأْخُذُوْنَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُوْنَ، وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ انْتَهَكُوْهَا۔)) (الصحيحة: ٥٠٥)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنی امت کے ان لوگوں کو جانتا ہوں جو روزِ قیامت تہامہ پہاڑوں کی مثل (ڈھیروں) نیکیاں لے کر آئیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو فضا میں پھیلے ہوئے غبار کے باریک ریزوں کی طرح (بے اہمیت) کر دے گا۔'' ثوبان نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایسے لوگوں کی صفات بیان کرو، ان کی ذرا وضاحت کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم لاعلمی میں ان کی صف میں کھڑے ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! وہ تمھارے ہی بھائی ہوں گے، تمھاری ہی نسل سے ہوں گے، رات کو تمھاری طرح قیام کرنے والے

ہوں گے، (بس ان کی خرابی یہ ہوگی) کہ خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کا ارتکاب کرنے والے ہوں گے۔"

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ٤٢٤٥

شرح:...... کامیاب وہی ہے جس کا ظاہر و باطن اور جلوت و خلوت ایک ہو، جو نیکی و برائی کے سلسلے میں ماحول سے متأثر ہونے والا نہ ہو، جو جلوتوں کی بہ نسبت خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ اطاعت کرنے والا ہو۔ لیکن اگر کوئی فرد اس کے برعکس ظاہر کو تو پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن باطن کی کوئی پروا نہیں کرتا، لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو نیک ظاہر کرنے اور اپنا بھرم برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کا کوئی لحاظ نہیں کرتا، تو نہ وہ دنیا میں عزت پاتا ہے اور نہ آخرت میں ذلت سے بچ سکے گا۔

اعمالِ صالحہ کو مخفی رکھنا چاہیے

(٢٢٤٦)۔ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَامِ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ خَبْءٌ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ فَلْيَفْعَلْ۔))

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس میں عملِ (صالح) کو مخفی رکھنے کی استطاعت ہو تو وہ اسے مخفی ہی رکھے۔''

(الصحيحة:٢٣١٣)

تخريج: أخرجه الخطيب في "التاريخ":١١/ ٢٦٣، ، والضياء في "الاحاديث المختارة": ١/ ٣٩٦

شرح:...... ریاکاری اور نمود و نمائش اعمالِ صالحہ کو راکھ کر دینے والے عناصر ہیں، لہٰذا بندے کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے اعمال کو مخفی رکھے، مثلا صدقہ و خیرات کرنا، نفلی نماز پڑھنا، حج و عمرہ کرنا، نفلی روزے رکھنا۔

لیکن یہ یاد رہے کہ جن اعمال کا تعلق جماعت سے یا لوگوں سے ہے، ان میں کوئی اخفا نہیں، مثال کے طور پر فرضی نماز، نمازِ عیدین، خوش خلقی، وغیرہ۔

عصرِ حاضر میں بعض نیکیوں کے موقعوں پر مبارکباد کے سلسلے میں اعمالِ صالحہ کی اتنی شہرت ہو جاتی ہے کہ عامل کے عمل کے ضائع ہونے کے خطرات و شبہات لاحق ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر حج و عمرہ کے لیے روانگی اور واپسی کے موقع پر، قرآن مجید کا حفظ مکمل کرنے پر، رمضان میں قرآن مجید کی تلاوت کی تکمیل پر، اور اعتکاف سے واپسی پر، عقیقہ کے موقع پر، وغیرہ وغیرہ۔ فی الحال ہمارے ہاں ان مواقع پر جو کچھ ہوتا ہے، شاید وہ روحِ اسلام کے منافی ہو۔

برائیوں میں اس امت کا سابقہ امتوں کی پیروی کرنا

(٢٢٤٧)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، وَبَاعًا بِبَاعٍ، حَتّٰى لَوْاَنَّ اَحَدَهُمْ دَخَلَ جُحْرَ ضَبٍّ دَخَلْتُمْ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ضرور پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے، بالشت کے بدلے بالشت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور دو ہاتھ کے پھیلاؤ کے بدلے دو ہاتھ کا پھیلاؤ (یعنی ہو بہو ان

وَحَتّٰی لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ ضَاجَعَ اُمَّهُ فِي الطَّرِيْقِ لَفَعَلْتُمْ۔)) (الصحيحة:١٣٤٨)

کے نقشِ قدم پر چلو گے)، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے بل میں داخل ہوا تو تم بھی ایسا کرو گے اور ان میں سے کسی نے اپنے ماں سے علانیہ بدکاری کی تو تم بھی کرو گے۔“

تخريج: رواه الدولابي في "الكنى" ٢/ ٣٠، والحاكم: ٤/ ٤٥٥

شرح:...... امام نووی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ عام معصیتوں اور مخالفتوں میں آپ ﷺ کی امت پہلی امتوں سے موافقت کرے گی، کفر وشرک میں مشارکت مراد نہیں ہے۔ یہ آپ ﷺ کا بڑا واضح معجزہ ہے، کیونکہ جیسے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا، ایسے ہی واقع ہوا۔

مومن سے وقتاً فوقتاً گناہ ہوتے رہتے ہیں

(٢٢٤٨)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَامِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَلَهُ ذَنْبٌ يَعْتَادُهُ الْفَيْنَةَ بَعْدَ الْفَيْنَةِ، اَوْذَنْبٌ هُوَمُقِيْمٌ عَلَيْهِ لَا يُفَارِقُهُ حَتّٰى يُفَارِقَ الدُّنْيَا، اِنَّ الْمُؤْمِنَ خُلِقَ مُفَتَّنًا تَوَّابًا نَسَّاءً، اِذَا ذُكِّرَ ذَكَرَ۔)) (الصحيحة:٢٢٧٦)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہر آدمی کسی نہ کسی گناہ کا عادی ہوتا ہے، وہ اس کا وقتاً فوقتاً ارتکاب کرتا رہتا ہے اور بسا اوقات وہ مرنے تک اس گناہ پر تسلسل کے ساتھ مصرّ بھی رہتا ہے، (دراصل) مومن کو اس حال میں پیدا کیا گیا کہ وہ آزمائش میں مبتلا ہونے والا، توبہ کرنے اور بھولنے والا ہوتا ہے۔ جب اسے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ وعظ ونصیحت قبول کرتا ہے۔“

تخريج: رواه الطبراني:٣/ ١٣٦/ ٢

شرح:...... اس میں اس بات کا بیان ہے کہ مسلمان سے بسا اوقات بتقاضۂ بشریت لغزش ہو جاتی ہے، لیکن اس کا امتیاز اس میں ہے کہ وہ غلطی کرنے کے بعد توبہ کرے اور جب اس کے خیر خواہ اہل علم اسے وعظ ونصیحت کریں تو وہ فوراً ان کی نصیحت قبول کرے اور اپنے گناہ پر مصرّ نہ رہے۔ گناہ پر اصرار کرنا یا سرے سے اسے گناہ ہی تسلیم نہ کرنا ہلاکت و بربادی کا سامان پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔

گناہ کی نحوست

(٢٢٤٩)۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا تَوَادَّ اثْنَانِ فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَوْفِي الْاِسْلَامِ، فَيُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا اِلَّا ذَنْبٌ يُحْدِثُهُ اَحَدُهُمَا))

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب دو آدمی اللہ کے لیے یا اسلام کی خاطر آپس میں محبت کرتے ہیں اور ان میں بعد میں جدائی پڑ جاتی ہے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے گناہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔“

(الصحيحة:٦٣٧)

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ٤٠١

شرح:...... یہ گناہوں کی نحوست اور بے برکتی ہے، جو غیر محسوس انداز میں تقوی وطہارت کی بنیاد پر دوستی کا رشتہ قائم رکھنے والوں کو جدا کر دیتی ہے۔

گناہ کے بعد توبہ کرنے کی تلقین

(٢٢٥٠)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِيْ اللّٰهَ وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ، فَاِنَّ التَّوْبَةَ مِنَ الذَّنْبِ: النَّدْمُ وَالْاِسْتِغْفَارُ۔)) (الصحيحة:١٢٠٨)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو واقعی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھی ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر اور اس کی طرف توبہ کر، کیونکہ کسی گناہ سے توبہ کرنے کا طریقہ اس پر ندامت کا اظہار اور اس سے استغفار کرنا ہے۔''

تخريج: أخرجه البيهقي في "الشعب" ٢/ ١/٣٤٤، وأخرجه البخاري: ٨/ ٣٨٤، ومسلم: ٨/ ١١٦، واحمد: ٦/ ١٩٦

شرح:...... یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے، کہ جب منافقوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ان کی عفت وعصمت اور صداقت وطہارت کی شہادت دی اور قرآن مجید میں اس موضوع کی خوب وضاحت کی۔

سیدہ عائشہ کی عفت وصداقت کی شہادت دینے کے لیے نازل ہونے والی وحی سے قبل آپ ﷺ نے ان کو یہی تعلیم دی کہ اگر واقعی گناہ سرزد ہو گیا ہے، تو اس کا حل صرف اور صرف توبہ ہی ہے۔

توبہ واستغفار کا حکم

(٢٢٥١)۔ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ۔وَفِيْ رِوَايَةٍ: قَالَ: جَلَسْتُ اِلٰى شَيْخٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ، فَحَدَّثَنِيْ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، اَوْ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا اَيُّهَا النَّاسُ! تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ، فَاِنِّيْ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ وَاَسْتَغْفِرُهُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِئَةَ مَرَّةٍ۔))

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں مسجدِ کوفہ میں ایک عمر رسیدہ صحابی کے پاس بیٹھا تھا، اس وقت انھوں نے مجھے ایک حدیث بیان کی اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ (رجوع) کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو۔ میں تو بارگاہِ الٰہی میں روزانہ سو سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں اور اس سے بخشش کا مطالبہ کرتا ہوں۔''

(الصحيحة: ١٤٥٢)

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٢٦٠-٢٦١، ٥/ ٤١١، والطبراني في "المعجم الكبير": ١/ ٤٥/ ٢

شرح:...... اس میں توبہ واستغفار کی ترغیب ہے کہ نبی کریم ﷺ جو مغفور تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے تھے، جو دراصل گناہ بھی نہ تھے، بلکہ حسنات الابرار اور سیئات المقربین کے مطابق خلافِ اَولیٰ کام تھے، جنھیں گناہ سے تعبیر کیا گیا۔ تو پھر ہم عام لوگ کس طرح توبہ واستغفار سے بے نیاز رہ سکتے ہیں جب کہ از فرق تا بہ قدم (سر سے لے کر پاؤں تک) ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ توبہ کی کثرت اور اس کا استمرار اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ غیر شعوری کیفیت میں کیے گئے گناہ بھی معاف ہوتے رہیں۔

توبہ سے گناہوں کی معافی

غفور و رحیم ہو تو ایسا

(٢٢٥٢)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَوْاَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمُ السَّمَاءَ ثُمَّ تُبْتُمْ، لَتَابَ عَلَيْكُمْ۔))

(الصحيحة: ٩٠٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم (اس قدر) گناہ کرتے رہو کہ وہ آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگ جائیں اور پھر تم توبہ کرو تو وہ (اللہ) تمھاری توبہ قبول کر لے گا۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٢/ ٥٦١

(٢٢٥٣)۔ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ الْكِنْدِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ: اَنَّ امْرَاَةً خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تُرِيْدُ الصَّلَاةَ، فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا، فَقَضٰى حَاجَتَهُ مِنْهَا، فَصَاحَتْ، فَانْطَلَقَ، وَمَرَّبِهَا رَجُلٌ فَقَالَتْ: اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ كَذَاوَكَذَا۔ وَمَرَّتْ بِعِصَابَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ: اِنَّ ذَاكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ كَذَاوَكَذَا۔ فَانْطَلَقُوْا فَاَخَذُوْا الرَّجُلَ الَّذِيْ ظَنَّتْ اَنَّهُ وَقَعَ عَلَيْهَا، فَاَتَوْهَا، فَقَالَتْ: نَعَمْ هُوَهٰذَا ...... فَاَتَوْا بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا اَمَرَ بِهِ لِيُرْجَمَ، قَامَ

علقمہ بن وائل کندی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک عورت نماز کے ارادے سے (گھر سے) نکلی، اسے راستے میں ایک آدمی ملا، اس نے اسے گرا دیا اور بدکاری کی۔ وہ چیخ و پکار کرنے لگی، وہ آدمی چل دیا۔ (اتنے میں) اس کے پاس سے کوئی دوسرا شخص گزرا، اس نے اسے بتایا کہ اس آدمی نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے۔ پھر وہ مہاجرین کے ایک گروہ کے پاس سے گزری اور انھیں بتایا کہ فلاں آدمی نے میرے ساتھ ایسے ایسے کیا ہے۔ وہ گئے اور اس آدمی کو پکڑ کر اس عورت کے سامنے لے آئے، اس نے کہا: واقعی یہی آدمی ہے ...... وہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے، جب آپ ﷺ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا تو ایک دوسرا آدمی، جو

صَاحِبُهَا الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَا صَاحِبُهَا۔ فَقَالَ لَهَا: ((اِذْهَبِيْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ۔)) وَقَالَ لِلرَّجُلِ قَوْلًا حَسَنًا، وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا: ((اُرْجُمُوْهُ۔)) وَقَالَ: ((لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ۔)) (الصحيحة: ٩٠٠)

درحقیقت مجرم تھا، اٹھا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! اس سے بدکاری کرنے والا (یہ شخص نہیں ہے)، بلکہ میں ہوں۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: ''تو چلی جا، اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف کر دیا ہے۔'' پھر سابقہ آدمی کے بارے میں کلمۂ خیر کہا اور (اپنے جرم کا اقرار کرنے والے) زانی آدمی کے بارے میں فرمایا: ''اس کو رجم (سنگسار) کر دو۔'' اور فرمایا: ''اس اقرار کرنے والے آدمی نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ اتنی توبہ کر لیں تو ان سے قبول کی جائے گی۔''

تخريج: أخرجه أبو داود: ٤٣٧٩، والترمذي: ١/ ٢٧٤

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیثِ مبارکہ میں ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ جو آدمی صحیح توبہ کر لیتا ہے، اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن قیم کا بھی یہی میلان ہے۔ انھوں نے (اعلام الموقعين: ٣/ ١٧۔ ٢٠) میں اس موضوع پر بحث کی ہے۔ (صحيحه: ٩٠٠)

انسان سے بتقاضۂ بشریت غلطی ہو جاتی ہے، بہر حال اس غلطی پر مصر رہنا اسے قطعی طور پر زیب نہیں دیتا، اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اصولوں کے مطابق اپنی غلطی کا ازالہ کرے۔ جب صحابیٔ رسول نے یہی انداز اختیار کیا اور اخروی عذاب کو دنیوی سزا پر ترجیح دے کر اپنی آخرت سنوارنے کا سوچا تو محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ مژدہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کے اعترافِ جرم کے بدلے اس پر وہ رحمت نچھاور کی ہے کہ اگر وہ مدینہ کے تمام لوگوں پر تقسیم کی جاتی تو وہ بھی بخش دیے جاتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۂ آل عمران: ١٣٥) ...... ''(جنت ان لوگوں کے لیے ہے کہ) جن سے جب کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔''

امام نووی کہتے ہیں: علما کا کہنا ہے کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے، اگر گناہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور کسی آدمی کا حق اس سے متعلق نہیں ہے تو ایسے گناہ سے توبہ کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں: (١) اس گناہ کو چھوڑ دینا، (٢) اس پر ندامت کا اظہار کرنا اور (٣) آئندہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرنے پر پکا عزم کرنا۔ اگر ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔ اور اگر اس گناہ کا تعلق بندوں سے ہے، تو اس کے لیے چار شرطیں ہیں، تین

وہی جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، اور چوتھی یہ ہے کہ وہ صاحب حق کا حق ادا کرے، مثلاً اگر کسی کا مال یا اس قسم کی کوئی چیز ناجائز طریقے سے لی ہو تو اسے واپس کرے۔ (رياض الصالحين: باب التوبه)

اللہ گناہ بخش دیتا ہے

(۲۲۵٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَوْ اَنَّ الْعِبَادَ لَمْ يُذْنِبُوْا، لَخَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ ثُمَّ يَغْفِرُ لَهُمْ، وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔)) (الصحيحة:٩٦٧)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر بندے گناہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے پیدا کر دے گا جو گناہ کر کے اس سے مغفرت طلب کریں گے اور وہ انھیں بخش دے گا اور وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

تخريج:أخرجه الحاكم: ٤/ ٢٤٦، وأبونعيم فى "الحلية": ٧/ ٢٠٤، والبزار: ٤/ ٨١/ ٣٢٤٧، والطبرانى فى "الاوسط": ١/ ٧٩/ ١٤٥٤

(۲۲۵۵)۔ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ انْصَارِيٍّ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَوْ اَنَّكُمْ لَمْ تَكُنْ لَكُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَكُمْ، لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ لَهُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا لَهُمْ۔)) (الصحيحة:٩٦٨)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ کے بخشنے کے لیے تمھارے گناہ نہ ہوئے تو وہ ایسی قوم لے آئے گا، جس کے گناہ ہوں گے اور وہ ان گناہوں کو معاف کرے گا۔''

تخريج:أخرجه مسلم: ٨/ ٩٤

(۲۲۵٦)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَوْ اَنَّكُمْ لَا تُخْطِئُوْنَ لَاَتَى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُخْطِئُوْنَ يَغْفِرُ لَهُمْ۔)) (الصحيحة: ٩٦٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم گناہ نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو خطائیں کریں گے اور وہ انھیں بخشے گا۔''

تخريج:أخرجه الحاكم: ٤/ ٢٤٦، وابن المبارك فى "الزهد": ١٠٧٥، والطيالسى: صـ٣٣٧، رقم: ٢٥٨٣، واحمد: ٢/ ٣٠٤، ٣٠٥، والبيهقى فى "الشعب": ٥/ ٤٠٩/ ٧١٠١

(۲۲۵۷)۔ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ اَنَّهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ كُنْتُ كَتَمْتُ عَنْكُمْ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((لَوْلَا اَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ

جب حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے کہا: میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ایک حدیث (کسی مصلحت کے پیش نظر) چھپاتا رہا، (لیجئے اب بیان کر دیتا ہوں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا کر دے گا

فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔)) (الصحيحة:١٩٦٣) جو گناہ کرے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو بخشے گا۔"

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ٩٤، والترمذي: ٢/ ٢٧٠، وأحمد: ٥/ ٤١٤

(٢٢٥٨)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔)) (الصحيحة: ٩٧٠)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم گناہ نہیں کرو تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم پیدا کر دے گا جو گناہ کرے گی اور وہ اسے بخشے گا۔"

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ١/ ٢٨٩، والطبراني في "الكبير" و "الاوسط"، والبزار

(٢٢٥٩)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔)) (الصحيحة:١٩٥٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم لوگ گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو فنا کر کے ایسی قوم پیدا کر دے گا جو گناہ کر کے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے گی اور وہ اسے معاف کرے گا۔"

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ٩٤، وأحمد: ٢/ ٣٠٨

شرح:...... ہر انسان طبعی طور پر غلطی کے دہانے پر کھڑا ہوتا ہے اور کسی وقت اس سے کسی قسم کا گناہ سرزد ہو سکتا ہے اور یقیناً ایسے ہی ہو گا، انبیا کے بعد کوئی کس و ناکس عفت و عصمت کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے، ہر امتی کسی نہ کسی انداز میں کوئی نہ کوئی ٹھوکر ضرور کھائے گا۔

ان احادیثِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کر کے اس پر اصرار کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کیا جائے، کیونکہ یہ چیز اسے بہت پسند ہے اور اتنی پسند ہے کہ اگر ایسے لوگ ناپید ہو جائیں، کہ جن سے گناہ کا صدور ہی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جو گناہوں کے مرتکب ہونے کے بعد بخشش طلب کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا۔ اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ گناہوں کو پسند کرتا ہے اور گناہ گار اسے محبوب ہیں، بلکہ وہ توبہ و انابت کو پسند فرماتا ہے اور ایسے ہی لوگ اسے محبوب ہیں اور یہی اس حدیث کا مفہوم ہے۔

قارئین کرام! انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کے انسان پر یہ نوبت نہیں آئی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی قوم کو فنا کر دیا ہو جو گناہ نہ کرتی ہو اور اس کی جگہ ایسے لوگ پیدا کر دیے ہوں، جو گناہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہوں اور وہ ان کو بخشتا ہو۔ کیونکہ سرے سے کوئی ایسی قوم پیدا ہی نہیں ہوئی، جو گناہ میں ملوث نہ ہوئی ہو۔ دراصل درج بالا احادیث میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی طلب کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت زیادہ خوش ہوتا ہے جو گناہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتا ہے۔ اس لیے اس حدیث سے یہ جرأت کسی کو نہیں ہونی چاہیے کہ وہ بے فکری کے ساتھ گناہ کا ارتکاب کرنا شروع کر دے۔

خود پسندی بھی گناہ سے کم نہیں

(٢٢٦٠)۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْلَمْ تَكُوْنُوْا تُذْنِبُوْنَ، خَشِيْتُ عَلَيْكُمْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ الْعُجْبَ۔)) (الصحيحة:٦٥٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے ہوتے تو مجھے اندیشہ تھا کہ تم خود پسندی واتراہٹ میں پڑ جاؤ گے۔''

تخريج: أخرجه البزار: ٣٦٣٣-الكشف، والعقيلي: ١٧١، وابن عدي: ١٦٤/١، والبيهقي في "الشعب": ٥/ ٤٥٣، والقضاعي في "مسندالشهاب": ١١٧/١

شرح:...... قابل توجہ بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہر بندے کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے، یعنی جو وہ چاہے وہی ہو جائے تو اس میں غرور پیدا ہو جائے گا اور وہ کہنے لگے گا کہ اس کے اعمال اتنے عمدہ ہیں کہ اس کی ہر دعا قبول ہو جاتی ہے۔ نتیجتًا وہ اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھنے کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی بھی ہر خواہش پوری نہیں کرتا اور نہ ان کی ہر دعا ان کے مانگنے کے مطابق قبول کرتا ہے، تاکہ ان کے دلوں میں عاجزی پیدا ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔ بلکہ وہ نیک بندوں پر طرح طرح کی آفتیں نازل کرتا ہے اور ان کے صبر کا امتحان لیتا رہتا ہے۔ مجمع البحرین میں ہے کہ اگر کوئی آدمی دن کو روزے میں اور رات کو تہجد میں مصروف رہے تو اس کے دل میں ایک خوشی اور شادمانی پیدا ہو جاتی ہے، اگر وہ اسے اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان سمجھے اور ڈرتا رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا عمل بارگاہِ الٰہی میں قبول ہی نہ ہو اور دوسرے بندگانِ خدا کو حقیر نہ جانے اور نہ اپنے آپ کو اچھا سمجھے، تب اس کا بیڑا پار ہو جائے گا۔

اگر عبادت گزاروں میں ذرا سا بھی اس قسم کا خیال پیدا ہو جائے کہ وہ دوسروں سے بہتر ہیں، یا ان کے پاس اخروی کامیابی کے اسباب موجود ہیں یا انھوں نے اللہ تعالیٰ پر کوئی احسان کر دیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ عجب، اتراہٹ اور خود پسندی میں پڑ گئے ہیں، جو ہلاکت کو دعوت دینے کے لیے کافی ہے۔

دورِ حاضر کے لوگوں میں بہت بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ ہر کوئی اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو کم تر سمجھتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر کوئی دوسرے کی عیب جوئی کرتا ہوا نظر آتا ہے، کوئی شخص اپنی برائیوں اور دوسروں کی نیکیوں کا جائزہ لینے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ گناہوں میں لتھڑا ہوا ہر بدعمل دوسرے پر تبصرہ کر کے اپنی بدکرداری پر مطمئن نظر آتا ہے، بہرحال یہ مہلک مزاج اور شیطانی حملہ ہے۔

عجب پسندی، خود پسندی، فوقیت اور برتری جیسے عناصر کو ختم کرنے کے لیے متعلقہ افراد کو چاہیے کہ وہ اپنے گناہوں پر نگاہ ڈالیں اور دوسروں کی نیکیوں کو مدنظر رکھیں۔

ہر جاندار کی خدمت میں اجر ہے

(٢٢٦١)۔ عَنْ سُرَاقَةَ رضي الله عنه قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ فَلَمْ اَدْرِ مَا اَسْاَلُهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّي اَمْلَأُ حَوْضِي اَنْتَظِرُ ظَهْرِيْ يَرِدُ عَلَيَّ، فَتَجِيْءُ الْبَهْمَةُ فَتَشْرَبُ، فَهَلْ فِيْ ذٰلِكَ مِنْ اَجْرٍ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَكَ فِيْ كُلِّ كَبِدٍ حَرِيٍّ اَجْرٌ۔)) (الصحيحة:٢١٥٢)

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، جبکہ وہ جعرانہ میں تھے، مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں اس کے بارے میں کیسے سوال کروں۔ (بالآخر) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنا حوض بھر کر اپنی سواریوں کے پہنچنے کا انتظار کر رہا ہوتا ہوں کہ (کسی دوسرے آدمی کے) بکری یا بھیڑ کے بچے پانی پی جاتے ہیں، کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ہاں) ہر تر جگر والے (جاندار کی خدمت اور دیکھ بھال) میں اجر ہے۔''

تخريج: أخرجه الحميدى فى "مسنده": ٩٠٢، وابن ماجه: ٢/ ٢٩٤، والحاكم: ٣/ ٦١٩، واحمد: ٤/ ١٧٥

شرح:...... ہر ذی روح اور جاندار کی خدمت میں انسانیت کی سعادت ہے، بنو اسرائیل کی بدکار عورت کو پیاسے کتے پر ترس کھانے اور اسے پانی پلانے کی وجہ سے بخش دیا گیا۔ (بخاری، مسلم) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے، تو اس سے جتنا حصہ کھا لیا جاتا ہے، وہ اس کے لیے صدقہ ہے، اگر کوئی اس سے چرا لے جائے، وہ بھی صدقہ ہے۔ (الغرض) جو کوئی اسے نقصان پہنچائے وہ اس کے لیے صدقہ ہو گا۔'' (مسلم)

میدانِ حشر میں غیر معمولی اعمال معمولی نظر آئیں گے

(٢٢٦٢)۔ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ رضي الله عنه قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ اَنَّ رَجُلًا يُجَرُّ عَلٰى وَجْهِهِ مِنْ يَوْمِ وُلِدَ اِلٰى يَوْمِ يَمُوْتُ هَرِمًا فِيْ مَرْضَاةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَحَقَّرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:٤٤٦)

حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ایک آدمی اپنے یوم ولادت سے انتہائی عمر رسیدگی میں مرنے والے دن تک اللہ کی اطاعت میں چہرے کے بل گھسٹتا رہے تو وہ روزِ قیامت اس (مشکل اور کٹھن) عمل کو بھی حقیر سمجھے گا۔''

تخريج: آخرجه أحمد: ٤/ ١٨٥، والبخارى فى "التاريخ الكبير": ١/ ١/ ١٥، وأبو العباس الأصم فى "حديثه": ٥٤۔نسختى، وأبوبكر الشاشى فى "الفوائد": ١٠٧/ ١، والطبرانى فى "الكبير": ١٧/ ١١٥، وأبو نعيم فى "الحلية" ٢/ ١٥، ٥/ ٢١٩

شرح:...... یہ روزِ قیامت کی ہولناکیاں ہیں کہ بڑے سے بڑا نیکوکار بھی اپنے اعمالِ صالحہ کو معمولی اور حقیر تصور کرے گا۔ چہرے کے بل گھسٹنا کسی شریعت کا حصہ نہیں رہا اور نہ ہماری شریعت میں اس کی گنجائش ہے، اس سے مراد یہ

ہے کہ اگر کوئی آدمی پوری زندگی مشکل ترین اور مشقت طلب اعمال سرانجام دینے میں گزار دیتا ہے تو وہ بھی قیامت کے روز یہ سمجھے گا کہ وہ کچھ کر کے نہیں لایا۔

رزق بندے کا پیچھا کرتا ہے

(۲۲۶۳)۔ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَوْ اَنَّ ابْنَ آدَمَ هَرَبَ مِنْ رِزْقِهِ كَمَا يَهْرُبُ مِنَ الْمَوْتِ، لَاَدْرَكَهُ رِزْقُهُ كَمَا يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ۔)) (الصحيحة:۹۵۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر ابن آدم اپنے رزق سے یوں بھاگے جیسے وہ موت سے بھاگتا ہے تو اس کا رزق اسے یوں پالے گا جیسے اسے موت پالیتی ہے۔''

تخريج: رواه أبو نعيم في "الحلية": ۷/ ۹۰و۲٤٦، وابن عساكر: ۲/ ۱۱/ ۱

شرح:...... کوئی شک نہیں کہ شریعتِ اسلامیہ میں رہبانیت اور ترکِ دنیا کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام نے رزق کے اسباب جمع کرنے کی تلقین کی ہے، البتہ اس معاملے میں جتنی کاوش و کوشش کی جائے، بہرحال نتیجہ اللہ تعالیٰ پر ہے کہ زیادہ محنت کے باوجود کچھ بھی عطا نہ کرے یا کم محنت پر بے حساب دے دے۔

دراصل اس حدیث میں مسلمان کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ رزق کی تلاش کے لیے اسے جائز اسباب کا سہارا لینا چاہیے اور حرام امور و اسباب سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ وہّاب و رزّاق ہے اور منفعت و مضرت کا بلا شرکتِ غیرے مالک ہے۔ ہمیں چاہیے کہ احکام شریعت کے اندر رہ کر حصولِ رزق کے لیے تگ و دو کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کریں اور پھر اس پر رضامندی کا اظہار کریں۔

توکل علی اللہ

(۲۲٦٤)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ سَمِعَ نَبِيَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ، لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا۔)) (الصحيحة: ۳۱۰)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جیسا کہ اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اس طرح روزی دے گا جیسے وہ پرندوں کو روزی عطا کرتا ہے، جو صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۱/ ۳۰، ۵۲، والترمذي: ۲/ ۵۵-بولاق، وابن ماجه: ٤١٦٤، و الحاكم: ٤/ ۳۱۸

شرح:...... توکل کا مطلب ہے جائز اسباب و وسائل استعمال کر کے اپنے مقصود تک پہنچنے کی کوشش کی جائے اور اصل بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا جائے، کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت شامل حال نہیں ہو گی، اسباب و وسائل بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ بہرحال ظاہری اسباب کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، جیسے پرندے گھونسلوں کے اندر نہیں بیٹھے رہتے، بلکہ تلاشِ رزق میں باہر نکلتے اور گھومتے پھرتے ہیں۔

آجکل اکثر و بیشتر تاجروں اور دوکانداروں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی تجارت اور دوکانداری میں اتنے مصروف ہو جاتے ہیں کہ نماز سمیت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے کئی حقوق کا خیال نہیں رکھتے، دراصل ایسے لوگ انتہائی ضعیف الایمان ہو چکے ہیں، ان کو چاہیے کہ کاروبار کو نہیں، اللہ تعالیٰ کو روزی رساں سمجھیں اور اس کی فرمانبرداری کر کے اس پر توکل کرنے کا صحیح حق ادا کریں۔

مختلف اسباب کی بنا پر ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے

(٢٢٦٥)۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا كُنَّا عِنْدَكَ رَاَيْنَا فِيْ اَنْفُسِنَا مَا نُحِبُّ، وَاِذَا رَجَعْنَا اِلٰى اَهْلِيْنَا فَخَالَطْنَاهُمْ اَنْكَرْنَا اَنْفُسَنَا۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَاتَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ فِي الْخَلَاءِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُظِلَّكُمْ بِاَجْنِحَتِهَا عِيَانًا، وَلٰكِنْ سَاعَةً وَ سَاعَةً۔)) (الصحيحة: ١٩٦٥)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمیں اپنے آپ میں پسندیدہ صفات نظر آتی ہیں، لیکن جب ہم اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹتے ہیں اور ان میں مل جل کر رہتے ہیں تو خود کو گنہگار سمجھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم اپنی خلوتوں میں اسی حالت پر قائم رہو جس پر میرے ہاں ہوتے ہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں گے اور اپنے پروں سے تم پر اس طرح سایہ کریں گے کہ ہر کوئی دیکھ سکے گا۔ (دراصل حالات بدلتے رہتے ہیں) کبھی یہ اور کبھی وہ۔“

تخريج: أخرجه أبويعلي: ٢/ ٧٨٦، وابن حبان: ٢٤٩٣

(٢٢٦٦)۔ عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَيْدِيِّ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَوْ تَكُوْنُوْنَ كَمَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ لَاَظَلَّتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا۔)) (الصحيحة:١٩٧٦)

حضرت حنظلہ اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم لوگ (ایمان و ایقان کی اسی) حالت و کیفیت پر برقرار رہو جس پر میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تم پر اپنے پروں سے سایہ کرنا شروع کر دیں۔“

تخريج: أخرجه الطيالسي: صـ ١٩١ برقم ١٣٤٥، والترمذي: ٢/ ٧٤، واحمد: ٤/ ٣٤٦

(٢٢٦٧)۔ عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَيْدِيِّ رضی اللہ عنہ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَقَالَ: كَيْفَ اَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ۔ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا تَقُوْلُ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ

حضرت حنظلہ اسدی رضی اللہ عنہ، جو آپ کے کاتبین میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے کہا: حنظلہ! کیا حال ہے؟ میں نے کہا: حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ انھوں نے کہا: سبحان اللہ! (بڑا تعجب ہوا) کیا کہہ رہے ہو تم؟ میں نے کہا: (حقیقت یہ ہے کہ) جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں، آپ ہم کو جنت و

حَتّٰى كَأَنَّهَا رَأْيُ عَيْنٍ، فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِيْنَا كَثِيْرًا۔ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: فَوَاللّٰهِ إِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قُلْتُ: نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتّٰى كَأَنَّهَا رَأْيُ عَيْنٍ۔ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِيْنَا كَثِيْرًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنْ لَّوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ، وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ! سَاعَةً وَسَاعَةً، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔))

(الصحيحة: ١٩٤٨)

جہنم کے موضوع پر وعظ ونصیحت کرتے ہیں (تو ایسے لگتا ہے کہ) ہم جنت و دوزخ کو رو برو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور اپنی آل اولاد اور مال و منال میں بیٹھتے ہیں تو ہمیں بہت سی چیزیں بھول جاتی ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ شکوہ تو ہمیں بھی ہے۔ سو میں اور ابوبکر چل پڑے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' میں نے کہا: جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جنت و دوزخ کا وعظ کرتے ہیں (تو ہماری روحانی رغبت و رہبت کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ) گویا کہ ہم جنت وجہنم کو دیکھ رہے ہیں، لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور اہل و عیال اور ساز و سامان میں مشغول ہو جاتے ہیں تو (ایسی کیفیتوں کو) بھول جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم لوگ اسی حالت پر برقرار رہتے جس پر میرے پاس ہوتے ہو اور اللہ کے ذکر میں محو رہتے تو فرشتے تمھارے بچھونوں اور شاہراہوں پر تم سے مصافحہ کرنے کے لیے آتے۔ لیکن حنظلہ! (حالات بدلتے رہتے ہیں) کبھی یہ حالت ہوتی ہے اور کبھی وہ۔'' آپ نے یہ جملہ تین دفعہ دوہرایا۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ٩٤۔ ٩٥، والترمذي: ٢/ ٨٣۔ ٨٤، وابن ماجه: ٢/ ٥٥٩، و أحمد: ٤/ ١٧٨ و ٣٤٦

شرح:...... معلوم ہوا کہ انتہائی اعلیٰ تقوی سے ہر وقت متصف رہنا کسی عام بندے کے بس کی بات نہیں ہے، لیکن اتنا تو ہونا چاہئے کہ جب آدمی قرآن و حدیث پر مشتمل وعظ ونصیحت سنے تو اس کے ایمان میں اضافہ ہو۔ عصر حاضر میں جہاں دل کو ورغلانے کے یا کم از کم غافل کرنے کے اسباب بکثرت پائے جاتے ہیں، وہاں دل کو صیقل کرنے والے وسائل اپنانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

دل کی کیفیت بدلتی رہتی ہے

(٢٢٦٨)۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مامِنَ الْقُلُوْبِ قَلْبٌ اِلَّا وَلَهُ سَحَابَةٌ كَسَحَابَةِ الْقَمَرِ، بَيْنَا الْقَمَرُ مُضِيْءٌ اِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَاظْلَمَ، اِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَاَضَاءَ۔)) (الصحيحة:٢٢٦٨)

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”چاند کے سامنے آ کر (چاند کی روشنی کو ختم یا مدھم کر دینے والی) بدلی کی طرح ہر دل پر (گناہوں کی) بدلی چھا جاتی ہے۔ (آپ دیکھتے ہیں کہ) چاند چمک رہا ہوتا ہے، اچانک اس کے سامنے بدلی آ جاتی ہے اور وہ تاریک ہو جاتا ہے، جب بدلی سامنے سے ہٹ جاتی ہے تو وہ روشن ہو جاتا ہے (یہی معاملہ دل کا ہے)۔“

تخريج. رواه أبو الطيب الحوراني في"جزئه":٧٠/ ١، وأبونعيم في"الحلية":٢/ ١٩٦، و الديلمي:٤/ ٨

شرح:...... مسلمان کے دل کی کیفیات بدلتی رہتی ہیں، جب وہ نیکیوں کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو وہ چاند کی طرح چمک رہا ہوتا ہے اور اس کی روح کو حقیقی تسکین نصیب ہوتی ہے، لیکن بعض اوقات شیطان کے ورغلانے سے وہ برائیوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، ایسے میں اس کے دل کی چمک دمک ختم ہو جاتی ہے، وہ سیاہی میں ڈوب جاتا ہے۔ جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنے گناہ پر پچھتاوے کا اظہار کرتا ہے تو اس کا دل صاف اور اس کا نور بحال ہو جاتا ہے، جیسے بدلی کے ہٹ جانے کے بعد چاند دوبارہ چمکنا شروع کر دیتا ہے۔

یقیناً ہم سے گناہ تو ہوں گے، کوئی آدمی عفت و عصمت کا دعوی نہیں کر سکتا، یہ ہماری فطرت کا تقاضا ہے، لیکن اس تقاضے پر اڑے رہنا ایسا جرم ہے جو اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا سبب بنتا ہے۔

کون سا مال بہتر ہے؟

(٢٢٦٩)۔ عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لِيَتَّخِذْ اَحَدُكُمْ قَلْبًا شَاكِرًا وَلِسَانًا ذَاكِرًا وَزَوْجَةً صَالِحَةً تُعِيْنُهُ عَلَى اَمْرِ الْآخِرَةِ۔)) (الصحيحة:٢١٧٦)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے ہر کوئی شکر کرنے والے دل، ذکر کرنے والی زبان اور امورِ آخرت پر تعاون کرنے والی نیک بیوی کا اہتمام کرے۔“

تخريج: رواه الترمذي:٣٠٩٣، وابن ماجه:١/ ٥٧١، أحمد:٥/ ٢٧٨، ٢٨٢، وأبونعيم في "الحلية": ١/ ١٨٢، ١٨٣، والحافظ ابن حجر في"الأحاديث العاليات":١٥

شرح:...... سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ....﴾ (اور جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ کرتے ہیں ....) تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ صحابہ نے کہا: سونے اور چاندی کے بارے میں تو (یہ وعید) نازل ہو چکی ہے، اب ہمیں یہ علم ہونا چاہیے کہ کون سا مال

بہتر ہے، تاکہ اس کا اہتمام کریں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ، وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِينُهُ عَلٰى اِيْمَانِهِ۔)) ...... ''افضل مال ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور صاحب ایمان بیوی ہے، جو ایمان کے معاملات میں اپنے خاوند کی معاونت کرے۔'' (ترمذی: ۳۰۹۴)

جو مسلمان ان تین صفات سے متصف ہو جائے وہ دنیا میں ذہنی و جسمانی آرام وسکون پائے گا اور آخرت میں کامیابی و کامرانی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و برکت کا حصول اس کی نعمتوں پر شکریہ کرنے سے ہی ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔'' یعنی جو آدمی اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا وہ اس قسم کا مردہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے اسباب مہیا کر رکھے ہیں لیکن وہ محرومی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

کوئی کس و ناکس، ادنی و اعلی، امیر و غریب اور ادنی و اعلی ہو، گھر میں حقیقی سکون اس کو ملے گا جس کی بیوی پارسا و متقی ہو، یہ واحد نعمت ہے جس سے خاوند کے اور اس کی اولاد کے حوصلے بلند ہوتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ.)) (مسلم) ...... ''دنیا ساز و سامان ہے اور اس کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔''

ایک ہی دن میں روزہ رکھنے، مریض کی تیمارداری کرنے جنازہ پڑھنے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی فضیلت

(۲۲۷۰)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا؟)) قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَا۔ قَالَ: ((مَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا؟)) قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَا۔ قَالَ: ((مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً؟)) قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَا۔ قَالَ: ((مَنْ اَطْعَمَ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا؟)) قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَا۔ قَالَ مَرْوَانُ: بَلَغَنِيْ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَا اجْتَمَعَ هٰذِهِ الْخِصَالُ فِيْ رَجُلٍ فِيْ يَوْمٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔))

(الصحيحة: ۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''آج تم میں سے کون روزے دار ہے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں۔ آپ نے پوچھا: ''آج تم میں سے کس نے مریض کی بیمار پرسی کی ہے؟'' ابوبکر نے کہا: میں نے۔ آپ نے پوچھا: ''آج تم میں سے کس نے کوئی نماز جنازہ پڑھی ہے؟'' ابوبکر نے کہا: میں نے۔ آپ نے پوچھا: ''آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟'' ابوبکر نے کہا: میں نے۔ مروان کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آخر میں فرمایا: ''جس آدمی میں ایک دن میں یہ صفات جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہو گا۔''

تخريج: رواه مسلم في "صحيحه": ۷/ ۱۱۰، والبخاري في "الأدب المفرد": ۵۱۵، وابن خزيمة في

"صحيحة": ۳/ ۳۰۴/ ۲۱۳۱، والبيهقي في"السنن": ٤/ ۱۸۹، و"الشعب": ۷/ ۵۳۷/ ۹۱۹۹، وابن عساكر في"تاريخه": ۹/ ۲۸۸/ ۱

شرح:...... اگر ہم توجہ کریں تو اس حدیثِ مبارکہ کا آسانی سے مصداق بن سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ہم روزہ بھی رکھ سکتے ہیں، بے شمار مریض بھی موجود ہیں، اسی طرح ہر شہر اور ہر گاؤں میں روزانہ کوئی نہ کوئی جنازہ ضرور ہوتا ہوگا، بہر حال کچھ فکر کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد ہے مسکین کو کھانا کھلانا، تو یہ کام بھی مشکل اور مشقت طلب نہیں ہے۔

امن، صحت اور بقدر کفایت رزق کی اہمیت

(۲۲۷۱)۔ قَالَ ﷺ: ((مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِيْ سَرْبِهِ، مُعَافًى فِيْ جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْاَنْصَارِيِّ، وَاَبِي الدَّرْدَاءِ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ رضی اللہ عنہم ۔ (الصحيحة:۲۳۱۸)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تم میں سے اس حالت میں صبح کرے کہ وہ اپنے گھر یا قوم میں امن سے ہو، جسمانی لحاظ سے تندرست ہو اور ایک دن کی خوراک اس کے پاس موجود ہو تو گویا اس کے لیے دنیا، اپنے تمام تر ساز و سامان کے ساتھ، جمع کر دی گئی ہے۔'' یہ حدیث حضرت عبید اللہ بن محصن انصاری، حضرت ابو درداء، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: (۱)۔ أما حديث الأنصاري؛ فأخرجه البخاري في"الأدب المفرد":۳۰۰، و "التاريخ": ۳/ ۱/ ۳۷۳، والترمذي:۲۳٤۷، وابن ماجه:۲/ ۵۲۵، والحميدي في "مسنده": رقم ٤۳۹، والعقيلي في"الضعفاء":۱٦٦، وابن أبي الدنيا في"القناعة":۲/ ٤/ ۲، والخطيب في "التاريخ":۳/ ۳٦٤، والبيهقي في"الزهد":۱٤/ ۲، والقضاعي في"مسنده":٤۵/ ۲

(۲)۔ وأما حديث أبي الدرداء: أخرجه ابن حبان:۲۵۰۷، وأبو نعيم في "الحلية": ۵/ ۲٤۹، والخطيب: ٦/ ۱٦٦، وابن عساكر في"التاريخ":۲/ ۲٦۸/ ۲، ۱۹/ ۲۸۰/ ۱،

(۳)۔ وأما حديث ابن عمر؛ فأخرجه ابن أبي الدنيا أيضا

(٤)۔ وأما حديث علي؛ فأخرجه السهمي في"تاريخ جرجان":۳۲۲

شرح:...... موجودہ دور، جو عالمِ اسلام کے لیے آزمائش بن چکا ہے، میں اس حدیثِ مبارکہ کی حقانیت کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ بے امنی کا دور دورہ ہے، اکثریت فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور بیماریوں کا عفریت رقص کناں ہے۔ ایسے میں اگر کسی آدمی کو اس کے گھر میں سکون میسر ہے، جسم توانا و تندرست ہے اور کھانے پینے کے لیے اتنا ہے کہ کسی کے سامنے دستِ سوال پھیلانے کے سلسلے میں غیرت و حمیت محفوظ ہے، تو وہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر احسانات کی بھر مار کر دی ہے۔

ہر آدمی کی اچھی یا بری شہرت کا آغاز آسمان پر ہوتا ہے

(۲۲۷۲)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَلَهُ صِيْتٌ فِي السَّمَاءِ، فَاِذَا كَانَ صِيْتُهُ فِي السَّمَاءِ حَسَنًا وُضِعَ فِيْ الْاَرْضِ حَسَنًا، وَاِذَا كَانَ صِيْتُهُ فِي السَّمَاءِ سَيِّئًا وُضِعَ فِي الْاَرْضِ سَيِّئًا۔))
(الصحيحة: ۲۲۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر آدمی کی آسمان میں مخصوص شہرت ہوتی ہے، اگر وہ شہرت اچھی ہو تو زمین میں بھی اچھی ہوتی ہے اور اگر آسمان والی شہرت ہی بری ہو تو زمین میں بھی بری ہوتی ہے۔''

تخريج: أخرجه البزار: ۳۲۶، زوائد، وابن عدى: ۵۸/ ۲، وأخرج مسلم والترمذى وغيرهما نحوه

شرح:...... دنیا میں محبت و نفرت کے سلسلے میں اہل زمین کا کوئی کمال نہیں، یہ فیصلے آسمانوں پر ہوتے ہیں اور آسمان کے باسیوں میں اہل زمین کے ایک ایک فرد کے بارے میں جو نظریہ ہوتا ہے، اسے اہل زمین میں نافذ کر دیا جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيْلُ: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ۔ فَيُحِبَّهُ جِبْرِيْلُ، فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ: اَهْلَ السَّمَاءِ! اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبَّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ۔ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ۔)) (بخاری، مسلم) ...... ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر کہتا ہے: بیشک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت کر، سو جبریل اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر جبریل اعلان کرتا ہے: آسمان والو! بیشک اللہ تعالیٰ فلاں آدمی سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو، سو اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر زمین میں اسے مقبول (اور ہر دلعزیز) بنا دیا جاتا ہے۔''

امت محمدیہ کی مثال بارش کی سی کیوں؟

(۲۲۷۳)۔ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ الْمَطَرِ لَايُدْرٰى اَوَّلُهُ خَيْرٌ اَمْ آخِرُهُ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہم۔
(الصحيحة: ۲۲۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی مثال بارش کی ہے، جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی ابتدا میں خیر و بھلائی ہے یا انتہا میں؟'' یہ حدیث حضرت عمار بن یاسر، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت علی بن ابو طالب اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: (۱)__ أما حديث أنس فأخرجه الترمذى: ۲۸۷۳، والطيالسى: ۲/ ۱۹۷، وأحمد: ۳/ ۱۳۰، ۱۴۳، وابن عدى: ۷۴/ ۱

(۲) ــ أما حديث عمار، فأخرجه ابن حبان:۷/ ۲۳۰، والبزار:۲۸٤۳ــ الكشف، والرامهرمزي في"الأمثال" والبيهقي في"الزهد" والشاموخي في"جزئه":۱۰، وأحمد:٤/ ۳۱۹،

(۳) ــ وأما حديث ابن عمر: فأخرجه أبو نعيم في"الحلية":۲/ ۳۲۱، والسهمي في"تاريخ جرجان": ۳۸٦، والقضاعي في"مسند الشهاب": ۱۱۰/ ۱

(٤) ـ وأما حديث علي: فرواه أبو يعلي كما في"الجامع"

(٥) ـ وأما حديث ابن عمرو: فرواه الطبراني في"المعجم الكبير"

شرح:...... اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگلوں کا مرتبہ پچھلوں سے بڑھ کر نہیں ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ پچھلوں میں بھی ایسے افراد پیدا ہوں گے جو علم وفضل میں بہت سے اگلے لوگوں سے عالی مرتبہ ہوں گے۔

امام مبارکپوری رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیثِ مبارکہ سے کسی کو اس تردّد میں نہیں پڑنا چاہیے کہ آیا اس امت کے اگلے لوگ افضل ہیں یا پچھلے؟ کیونکہ بلا شک وشبہ قرنِ اول کے لوگ اس امت کی سب سے افضل شخصیات ہیں، پھر قرنِ ثانی کی اور پھر قرنِ ثالث کی۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات پر وضاحت کر دی ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت کو عام کرنے اور اس کے حقائق کا دفاع کرنے میں تمام فرزندان امت شریک ہیں۔ جیسے بارش کا اول، متوسط اور آخر، غرضیکہ اس کا ہر دور نشوونما کے لیے مفید ہے۔ اسی طرح اگر امت کے اولین لوگوں نے معجزاتِ نبوی کا مشاہدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا اور آپ پر ایمان لائے، تو متاخرین لوگ آیات واحادیث پر بالغیب ایمان لائے اور سلف صالحین کی اخلاص واحسان کے ساتھ پیروی کی۔ اگر اس امت کے متقدمین نے نبوی وشرعی علوم وفنون کی تاسیس وتمہید میں ہمتیں صرف کر دیں تو متاخرین نے سابقہ تصنیفات وتالیفات کی تلخیص وتجرید اور تقریر وتاکید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا .... خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خیر وفلاح کے معاملے میں فرزندانِ امت آپس میں مرتبط ہیں، یہ علیحدہ بات ہیں کہ بعض افضل ہیں اور بعض مفضول۔ (تلخیص تحفة الاحوذی: ٤/ ٤٠)

مومن آزمائشوں سے مفید تاثر لیتا ہے

(۲۲۷٤)۔ قَالَ ﷺ: ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ السُّنْبُلَةِ، تَمِيلُ أَحْيَانًا، وَتَقُومُ أَحْيَانًا۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ۔ (الصحيحة:۲۲۸٤)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کی مثال اس بالی کی طرح ہے جو کبھی ادھر جھکتی ہے، کبھی ادھر جھکتی ہے۔'' یہ حدیث حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

تخريج: ۱ ـ أما حديث أنس: فأخرجه أبو يعلى:۲/ ۸۳۱، وعنه الضياء في"المختارة": ٤۹/ ۲، والبزار في "مسنده":۸۲ـزوائده، والبغوي في"حديث هدبة بن خالد"۱/ ۲٤٦/ ۲، والرامهرمزي في "الأمثال:

٦٢/ ٢، وأبوبكر المعدل في"اثنا عشر مجلسا من الأمالي": ٢/ ١، وابن عدي:١٤٨/ ١، والأصبهاني في"الترغيب":١٠/ ٢

٢ ــ أما حديث أبي هريرة رضي الله عنه: أخرجه الضياء في"الأحاديث والحكايات":١٢/ ٢٠٦/ ١ـ٢، وهو في الصحيحين نحوه

(٢٢٧٥)۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُمِيْلُهَا الرِّيْحُ مَرَّةً هٰكَذَا، وَمَرَّةً هٰكَذَا، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْاَرُزَةِ الْمُجْذِيَةِ عَلَى الْاَرْضِ حَتّٰى يَكُوْنَ انِجفَافُهَا مَرَّةً۔)) (الصحيحة: ٢٢٨٣)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی مثال اس تر وتازہ کھیتی کی مانند ہے جسے ہوائیں اِدھر اُدھر جھکاتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو زمین پر سیدھا کھڑا رہتا ہے، حتی کہ ایک ہی دفعہ اچانک اکھاڑ لیا جاتا ہے۔''

تخريج: رواه البخاري:٤/ ٤٠، ومسلم:٨/ ١٣٦، والدارمي:٢/ ٣١٠، وأحمد:٣/ ٤٥٤، وأبو عبيد في "الغريب":١٨/ ١

شرح:...... اس حدیث میں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ مومن اپنے نفس کو بطورِ عاریہ لی ہوئی ایک چیز سمجھے، اس کو لذات وشہوات سے دور رکھے، مصائب وحوادث کا محور سمجھے، نیز اسے یہ یقین ہونا چاہیے کہ اس کے نفس کو تو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس طرح سے آزمائشیں اس کے حق میں بہت آسان ہو جائیں گی۔ رہا مسئلہ منافق کا تو سرے سے اس پر نازل ہونے والے امتحانات ہی کم ہوتے ہیں، تاکہ آخرت میں اس کے عذاب میں کوئی کمی نہ ہونے پائے۔

مومن اور منافق دونوں کے حق میں ہواؤں کی طرح آزمائشوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، لیکن ان سے متأثر ہونے والا اور عبرت حاصل کرنے والا صرف مؤمن ہوتا ہے، جب بھی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بلا آپڑتی ہے تو وہ اپنے طرزِ حیات کا جائزہ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی تو نہیں ہوگئی کہ وہ مجھے سزا دے رہا ہو۔ ہر جسمانی، ذہنی اور مالی آزمائش اس کے لیے یہی پیغام لاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور اس سے دور نہ ہو۔ نیز وہ ہر آزمائش پر صبر کرتا ہے اور اسلامی احکام کے مطابق اس کے تقاضے پورا کرتا ہے، اس طرح اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

لیکن منافق مضبوط تنے والے درخت کی طرح ان آزمائشوں سے متأثر نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی پروا کرتا ہے نہ اس کے عذابوں کی پروا۔ حتی کہ ایک دن اچانک کوئی بڑی آفت آتی ہے، جو اس کی زندگی کو ختم کر دیتی ہے۔

یک لخت گرا اور جڑیں تک نکل آئیں
وہ پیڑ جسے آندھی میں ہلتے نہیں دیکھا

مومن کی مثال کھجور کے درخت کی سی ہے

(۲۲۷۶)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه مَرْفُوْعًا: ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ النَّخْلَةِ، مَا اَخَذْتَ مِنْهَا مِنْ شَیْءٍ نَفَعَكَ۔)) (الصحیحة:۲۲۸۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کی مثال کھجور کے درخت کی ہے۔ آپ اس سے جو چیز لیں گے، وہ آپ کو فائدہ دے گی۔“

تخریج: رواہ الطبرانی:۳/ ۲۰٤/ ۱

شرح:...... کھجور کے درخت کا پھل، عمر کے جس مرحلے میں ہو، مفید ہے، اس کی گٹھلی میں کئی امراض کا علاج پایا جاتا ہے اور اس کے پتوں سے ٹوکریاں، چٹائیاں، چارپائی بننے والا دھاگہ اور مصلے تیار کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح مومن بھی اپنا مقام سمجھے اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائے، بلکہ وہ ہر مسلمان کے لیے مفید ثابت ہو۔

امام مبارکپوری رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لَمَا بَرْكَتُهُ كَبَرْكَةِ الْمُسْلِمِ۔)) (بخاری: ٥٤٤٤) ......”ایک درخت ایسا ہے کہ اس کی برکت، مسلمان کی برکت کی طرح ہے۔“ آپ کی مراد کھجور کا درخت تھا۔

کھجور کے تمام اجزا مبارک ہیں اور ہر وقت ان کی برکات کا حصول ممکن ہے، جونہی کھجور کا دانہ وجود پکڑتا ہے، اس وقت سے لے کر خشک ہونے تک اس کی مختلف انواع کھائی جاتی ہے، پھر اس کی گٹھلی جانوروں کے چارہ میں استعمال کی جاتی ہے اور پتوں سے رسیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔ اسی طرح مومن کی برکتیں ہر قسم کے حالات کے لیے عام ہونی چاہئیں، اس کے وجود سے خود اس کو اور دوسروں کو اس کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی مستفید ہونا چاہیے۔

(تحفة الاحوذی: ٤/ ۳۹)

مومنوں کی گزرگاہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا باعثِ جنت ہے

(۲۲۷۷)۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه مَرْفُوْعًا: ((مَنْ اَخْرَجَ مِنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا يُؤْذِيْهِمْ، كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ حَسَنَةً، وَمَنْ كَتَبَ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً، اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ۔)) (الصحیحة:۲۳۰٦)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے مسلمانوں کی گزرگاہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیکی لکھے گا اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نیکی لکھ دیتا ہے اسے اس کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔“

تخریج: رواہ الطبرانی فی ”الأوسط“:۱/ ۹٤/ ۲، من الجمع بین المعجمین

شرح:...... مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا جنت کا حقدار بنا دینے والا عمل ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ

ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِيْنَ۔)) (مسلم) ...... ''ایک آدمی کو اس بنا پر جنت میں چلتے پھرتے دیکھا کہ اس نے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جو راستے کے درمیان میں تھا اور مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔''

صورتحال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہمیں اس قسم کی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہیں، بطور مثال ایک آدمی کسی راستے سے پیدل گزر رہا ہے تو وہ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹاتا جائے گا، اگر وہی آدمی سائیکل پر سوار ہو کر گزر رہا ہو اور راستے پر مسافر کی تکلیف کا باعث بننے والی کوئی رکاوٹ ہو تو شاید اس آدمی کو یہ توفیق نہ ہو کہ وہ اپنی سواری سے اتر کر اس کو دور کر دے اور اگر اسی آدمی کو موٹر سائیکل یا موٹر کار مل جائے تو وہ اس نیکی سے مزید دوری کا سبب بنیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم نیکی و برائی کے سلسلے میں زمان و مکاں اور خوشحالی و تنگ حالی سے بالکل متاثر نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا مقام معلوم کرنے کے کلیہ

(۲۲۷۸)۔ قَالَ ﷺ: ((مَنْ اَرَادَ اَنْ يَعْلَمَ مَالَهُ عِنْدَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ فَلْيَنْظُرْ مَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عِنْدَهُ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ، وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہم۔ (الصحیحۃ: ۲۳۱۰)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو یہ جاننا چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے تو وہ یہ دیکھ کر (اندازہ کر لے) کہ اس کے ہاں اللہ تعالیٰ کا کتنا پاس و لحاظ ہے۔''

تخریج: ۱۔أما حدیث أنس: فأخرجه أبو الحسن بن الصلت فی "حدیث حمزة بن القاسم ابن عبد العزیز الهاشمی": ۷۵/ ۲

۲۔أما حدیث أبی هریرة: فأخرجه أبو نعیم فی "الحلیة": ٦/ ۱۷٦ ، ۲۷٤ ،

۳۔أما حدیث سمرة: فأخرجه أبو نعیم أیضا: ۸/ ۲۱٦

شرح: ...... سبحان اللہ! جو آدمی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا یعنی اس کے احکام کا جتنا خیال رکھے گا، اللہ تعالیٰ آخرت میں اتنا ہی اس کا خیال رکھیں گے۔ لیکن یہ حقیقت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کو یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اس سے تقاضے کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے احکام و مسائل کی تفصیل کیا ہے؟ نیکی و برائی کا معیار کیا ہے؟

جو آدمی اپنی زندگی سے متعلقہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات و فرمودات کا علم رکھتا ہو اور پھر ان پر عمل کرنے کے سلسلے میں کسی جدید و قدیم تہذیب اور کسی مذہبی و دنیا پرست انسان سے متاثر ہونے والا نہ ہو۔ دنیا کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے والا ہو، نہ کہ دنیا کے مطابق ڈھلنے والا اور ہر قسم کی نیکی کرنے اور برائی ترک کرنے میں بے دھڑک ہو اور اسے اس بات پر ناز ہو کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تہذیب کا باشندہ و شیدائی ہے۔

جو آدمی ایسا طرزِ حیات اختیار کرتا ہے، یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی قدر و منزلت پا لیتا ہے۔

لوگوں کی پروا کیے بغیر اللہ کو راضی کرنے کی برکت اور اللہ کی پروا کیے بغیر لوگوں کو خوش کرنے کی نحوست

(۲۲۷۹)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا مَرْفُوْعًا: ((مَنْ اَرْضَى اللّٰهَ بِسَخَطِ النَّاسِ، كَفَاهُ اللّٰهُ النَّاسَ، وَمَنْ اَسْخَطَ اللّٰهَ بِرِضَى النَّاسِ، وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ۔)) (الصحيحة:۲۳۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کیا، اللہ اسے لوگوں سے کافی ہو جاتا ہے، لیکن جس نے لوگوں کو راضی کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا، تو اللہ اسے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے (اور خود اس کی کوئی مدد نہیں کرتا)۔''

تخريج: أخرجه عبد بن حميد في "المنتخب من المسند":١٦٢/ ١-٢، والجوزجاني في كتابه "أحوال الرجال": رقم ٢- منسوختي، وعنه ابن حبان: ١٥٤١، والبيهقي في "الزهد": ق ١٠٨/ ١، وأخرج ابن حبان: ١٥٤٢، وابن عساكر: ١٥/ ٢٧٨/ ١ نحوه

شرح:...... معاشرے میں جن برائیوں کا چلن عام ہو، ان کی مخالفت کرتے ہوئے نیکی پر استقامت اور اللہ کے احکام کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حقیقی جذبے کے بغیر ممکن نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی کثیر تعداد، جو برائی، معصیت الٰہی اور معاشرتی خرابیوں سے اپنا دامن بچانا چاہتے ہیں، لیکن ملامت گروں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے، نتیجتًا وہ برائیوں کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں، حق و باطل کی تمیز کرنے کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں اور دین کا وسعت پسندانہ کلچر تیار کر کے اسی کو حقیقی اسلام سمجھ بیٹھتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ (سورۂ مائدہ: ۵۴) ......''(مومن تو وہ ہوں گے جو) اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ بھی نہیں کریں گے۔''

مسلمان کو چاہئے کہ جس چیز کو وہ شریعت سمجھے، لوگوں کا لحاظ کئے بغیر اسے کر گزرے۔ لوگ اسے قدامت پرست کہیں، مولوی کہیں، موجودہ معاشرے سے ہم آہنگی نہ کرنے والا کہیں، تنگ ذہن والا کہیں یا کسی اور لقب سے نوازیں۔ مقابلے میں اس کا ایک ہی نعرہ ہو کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی تہذیب ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا ہے۔

جنگل میں مقیم ہونے، شکار کے پیچھے پڑنے اور بادشاہوں کے دروازوں پر آنے کی نحوستیں

(۲۲۸۰)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ بَدَا جَفَا، وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ، وَمَنْ اَتَى اَبْوَابَ السُّلْطَانِ اُفْتُتِنَ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جنگل میں اقامت اختیار کی، وہ سخت دل ہو گیا، جو شکار کے پیچھے پڑا وہ غافل ہو گیا۔ جو بادشاہ

وَمَا ازْدَادَ اَحَدٌ مِّنَ السُّلْطَانِ قُرْبًا اِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا۔)) (الصحيحة:١٢٧٢)

کے دروازے پر آیا وہ فتنے میں پڑ گیا اور جو آدمی بادشاہ کے جتنا قریب ہوتا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی دور ہوتا جائے گا۔''

تخريج: رواه أحمد: ٢/ ٣٧١و ٤٤٠، وابن عدي: ١٤/ ١

شرح:...... بدّو، دیہاتی اور جنگلی لوگوں میں اکھڑ پن اور اجڈ پن جیسی صفات پائی جاتی ہیں، حق قبول کرنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے، جبکہ شہری لوگوں میں شائستگی اور نرمی زیادہ ہوتی ہیں اور ان کے دل و دماغ کی زمین زرخیز ہوتی ہے۔ جو آدمی شکار کی تلاش میں نکل پڑتا ہے، اس کا دل کبھی بھی معمور نہیں ہوتا، حرص، لالچ اور شغل میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ دور دور تک نکل جاتا ہے، نماز اور دوسرے حقوق کی ادائیگی سے غافل ہو جاتا ہے۔

جو آدمی سلطانوں اور بادشاہوں کی بارگاہوں میں جا پھنسا، وہ حق سے دور اور باطل کے قریب ہو گیا، اب اسے اربابِ حکومت کی آنکھوں کے اشارے پر نقل و حرکت کرنا ہو گی، ان کی خوشامد اور چاپلوسی کرنا ہو گی، رفتہ رفتہ اسلامی غیرت ختم ہوتی جائے گی اور بالآخر ایسا شخص ''اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم'' کا مصداق بن کر دنیا و آخرت میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ سلف صالحین نے بادشاہوں سے دور رہنے اور سادہ لوح عوام کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے میں عافیت سمجھی، اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بہترین نتائج سے سرفراز فرمایا اور آج بھی دنیا ان کے گیت گا رہی ہے۔

باپ کے دوستوں سے تعلقات قائم کرنا نیکی ہے

(٢٢٨١)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مِنَ الْبِرِّ اَنْ تَصِلَ صَدِيْقَ اَبِيْكَ۔)) (الصحيحة:٢٣٠٣)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے باپ کے دوست کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "الأوسط": ٣٥٠

شرح:...... والدین کے دوستوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے ہی مترادف ہے۔ عبد اللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ کسی راستے میں ایک دیہاتی آدمی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ملا۔ سیدنا عبد اللہ نے اسے سلام کیا، اسے اپنے گدھے پر سوار کیا اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اسے دے دیا۔ میں نے کہا: اے عبد اللہ! یہ تو دیہاتی لوگ ہیں، تھوڑی سی چیز پر راضی ہو جاتے، اتنا کچھ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: دراصل اس شخص کا باپ میرے والد گرامی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ۔)) (مسلم) ...... ''سب سے بڑی نیکی آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرنا ہے۔''

جنت جیسی انتہائی قیمتی چیز کا حصول مشکل ہوتا ہے

(۲۲۸۲)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ خَافَ اَدْلَجَ ، وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ۔)) (الصحيحة: ۲۳۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو (دشمن کے حملے سے) ڈرا اور رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا اور (یہ حقیقت ہے کہ) جو رات کے ابتدائی حصے میں نکل جاتا ہے، وہ منزل کو پہنچ جاتا ہے، اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ کا سامان بیش قیمت ہے، خبردار! اللہ کا سامان جنت ہے۔''

تخريج: رواه البخاري في "التاريخ": ۱/ ۲/ ۱۱۱/ ۱۸۷۳ ، والترمذي: ۲۴۵۲ ، والحاكم: ۴/ ۳۰۷، ۳۰۸ ، وعبد بن حميد في "المنتخب من المسند": ۱۵۶/ ۲ ، والعقيلي في "الضعفاء": ۴۵۷ ، والقضاعي: ۳۳/ ۱ ، وأبو نعيم في "الجنة": ۸/ ۲

شرح:...... لوگوں کو اپنی جان اتنی پیاری ہے کہ اگر اسے دشمنوں یا ہلاکتوں سے بچانے کے لیے جلد از جلد کہیں چلے جانا مناسب ہو تو وہ اندھیروں کی پروا کیے بغیر راتوں رات نکل جاتے ہیں۔ اگر ایک آدمی جہنم سے آزادی حاصل کر کے جنت تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے تحفظ کے لیے کون سے اقدامات کرنا پڑیں گے۔ پاکستان کے شمالی علاقوں میں اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے کے بعد لوگوں نے اپنی جان کی خاطر عالیشان کوٹھیوں اور پلازوں میں رہنے سے انکار کر دیا تھا، حالانکہ جنت کے مقابلے میں ہماری جان کی کیا قیمت ہے، لیکن اس کے حصول کے لیے کیا کاوش و کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے جسم و جان کے ساتھ وفا کریں اور اس کو ایسا بنا دیں کہ یہ جہنم سے آزاد ہو جائیں اور جنت کے مستحق بن جائیں۔

(۲۲۸۳)۔ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : ((مَنْ خَافَ اَدْلَجَ ، وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى غَالِيَةٌ ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ ، جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ۔)) (الصحيحة: ۹۵۴)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو (دشمن کے حملے سے) ڈرا اور (اس سے بچنے کے لیے) رات کے ابتدائی حصے میں نکل پڑا اور (یہ حقیقت ہے کہ) جو شخص رات کی ابتدا میں نکل پڑتا ہے، وہ منزلِ (مقصود) تک پہنچ جاتا ہے، اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ کا سامان گراں قیمت ہے۔ خبردار! اللہ کا سامان جنت ہے۔ (سنو! کہ) کانپنے والی آ گئی ہے، اس کے بعد آنے والی بھی آ گئی ہے۔ موت سارا کچھ لے کر پہنچ گئی ہے۔''

تخريج: أخرجه أبو نعيم في "الحلية": ۸/ ۳۷۷ ، والبيهقي: ۷/ ۳۵۸/ ۱۰۵۷۷ عن وكيع ، والحاكم: ۴/ ۳۰۸

شرح :...... ''کانپنے والی'' سے مراد پہلا نفخہ ہے، جس سے ساری کائنات کانپ اور لرز اٹھے گی اور ہر چیز فنا ہو جائے گی اور ''اس کے بعد آنے والی'' سے مراد دوسرا نفخہ ہے، جس سے سب لوگ زندہ ہو کر قبروں سے نکل آئیں گے، یہ دوسرا نفخہ پہلے نفخے سے چالیس بعد ہو گا، اسے ''رَادِفَۃ'' اس لیے کہا گیا کہ یہ پہلے نفخے کے بعد ہو گا، یعنی نفخہ ثانیہ، نفخہ اولی کا ردیف ہے۔

مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کی فضیلت

(۲۲۸٤)۔ عَنْ هُبَيْبٍ عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: بَلَغَ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ أَنَّهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ سَتَرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ فِي الدُّنْيَا، سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) فَرَحَلَ اِلَيْهِ۔ وَهُوَ بِمِصْرَ۔ فَسَأَلَهُ عَنِ الْحَدِيْثِ، قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ سَتَرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ فِي الدُّنْيَا، سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) قَالَ: فَقَالَ: وَاَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ (الصحيحة: ۲۳٤۱)

ھبیب اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی کو یہ بات پہنچی کی فلاں صحابی، نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے: ''جس نے دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کے (عیوب کی) پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی پردہ پوشی کرے گا۔'' (اُس صحابی نے دوسرے صحابی سے براہِ راست یہ حدیث سننے کے لیے) اس کی طرف سفر شروع کر دیا اور وہ مصر میں تھا، بالآخر وہ اس کے پاس پہنچا اور اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا، اس نے کہا: جی ہاں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا: ''جو دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے (معائب و نقائص کی) پردہ پوشی کرے گا۔'' انھوں نے کہا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٦٢ و٥/ ٣٧٥

شرح :...... اگر کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان کا کوئی عیب نظر آتا ہے تو اس کے دو حل ہیں، تیسرا کوئی نہیں۔ متعلقہ آدمی کی مصلحت بھرے اور اچھے انداز میں اصلاح کرے اور اسے اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ اس بدخصلت سے باز آ جائے، اگر وہ اس کے منہ پر بات کرنے سے شرماتا ہے تو خط یا فون وغیرہ جیسے ذرائع استعمال کرے۔ اگر کسی میں یہ جرأت بھی نہ ہو تو اسے دوسروں کے سامنے اس کی برائی کا تذکرہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ وہ اس کی برائی پر پردہ ڈالے تاکہ پورا ماحول اور معاشرہ متاثر نہ ہو۔ سیدنا ابو دردا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) (ترمذی) ...... ''جس نے اپنی بھائی کی عزت کا دفاع کیا، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کا جہنم سے دفاع کرے گا۔''

دو، رخے پن کا وبال

(۲۲۸۵)۔ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا ، كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ۔)) (الصحيحة:۸۹۲)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو آدمی دنیا میں دو رُخا ہو گا، روزِ قیامت اس کی دو زبانیں آگ کی ہوں گی۔“

تخريج: أخرجه أبوداود:۲/ ۲۹۸ ، واللفظ له ، والبخاري في "الأدب المفرد": ۱۸۸ ، وعبدالله بن أحمد في "الزهد": ص۲۱٦ ، وكذا الدارمي:۲/ ۳۱٤ ، وأبو يعلي في "مسنده": ق۹۸/ ۲ ، وعنه ابن حبان :۱۹۷۹ ، وابن أبي شيبة أيضاً:۸/ ٥٥۸/ ٥٥۱٥ ، وابن أبي الدنيا في "الصمت":۱٥۱/ ۲۷٤ ، والبيهقي في "الشعب": ٤/ ۹۲۹/ ٤۸۸۱ ، وابن عساكر في "تاريخه": ۱۲/ ۳۰۱/ ۱ ، والطبرانی فی "الاوسط"

شرح:...... مومن دو رخا، ابن الوقت اور چڑھتے سورج کا پجاری نہیں ہوتا، اس کا مؤقف اٹل اور کھرا ہوتا ہے، زمان و مکاں کی وجہ سے اس کے نزدیک سچ اور جھوٹ اور صحیح اور غلط میں کوئی فرق نہیں پڑھتا۔ کوئی اپنا ہو یا بیگانہ، کوئی ادنی ہو یا اعلی، کوئی غریب ہو یا امیر، مومن کی حق گوئی میں کوئی فرق نہیں پڑھتا۔ جو لوگ دو زبانیں استعمال کرتے ہیں۔ اس مجلس میں بیٹھ کر اِن کی موافقت اور اُن کی مخالفت اور اُن کے پاس جا کر اُن کی موافقت اور اِن کی مخالفت کرنا جن کا شیوہ بن جاتا ہے، یہ لوگ چند ہی دنوں کے بعد ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں اور اس شعر کا مصداق بن کر اپنا وقار کھو بیٹھتے ہیں۔

اِدھر کے رہے، نہ اُدھر کے رہے
خدا ہی ملا ، نہ وصالِ صنم

اخروی فکر اور دنیوی فکر رکھنے والے سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

(۲۲۸٦)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ ، وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ ، جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ أَمْرَهُ ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ۔)) (الصحيحة:۹٥۰)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس آدمی کا رنج و غم دنیا ہی دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس پر اس کے معاملات کو منتشر کر دیتا ہے، اس کی فقیری و محتاجی کو اس کی آنکھوں کے درمیان رکھ دیتا ہے اور اسے دنیا سے بھی وہی کچھ ملتا ہے جو اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہوتا ہے۔ (لیکن اس کے برعکس) جس آدمی کی فکر آخرت ہو، اللہ تعالیٰ اس کے امور کی شیرازہ بندی کر دیتا ہے، اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر (اس کے مقدر کے مطابق) اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔“

تخریج:أخرجه ابن ماجه: ٢/ ٥٢٤-٥٢٥، وابن حبان: ٧٢، وأحمد: ٥/ ١٨٣، والبيهقي: ٧/ ٢٨٨/ ١٠٣٣٨

(٢٢٨٧)۔ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه مَرْفُوْعًا: ((مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ، جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ، وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ، جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ۔)) (الصحيحة:٩٤٩)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کی فکر آخرت ہو، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بے نیاز اور غنی کر دیتا ہے، اس کے امور کی شرازہ بندی کرتا ہے اور دنیا عاجز و درماندہ ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔ اور جس کی فکر محض دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے فقر و فاقہ کو اس کی پیشانی پر رکھ دیتا ہے، اس پر اس کے امور کو منتشر کر دیتا ہے اور اسے دنیا میں سے بھی وہی کچھ ملتا ہے جو اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہوتا ہے۔''

تخريج:أخرجه الترمذي: ٢/ ٧٦

شرح:...... اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنی عبادات و معاملات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو مدنظر رکھے۔ اپنی عبادات میں حسن پیدا کرے اور جائز و مباح اسباب کے ذریعے حصولِ رزق کے لیے کوشاں رہے۔ روزی کے حصول کے لیے کبھی بھی حرام وسیلہ استعمال نہ کرے، نیز اگر اپنے کام کاج کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دوسری ذمہ داری عائد کر دی جاتی ہے تو اپنے مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر پہلے اس ذمہ داری کو پورا کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو کبھی بھی اس کی دنیوی ضروریات پوری نہیں ہوں گی۔ اس کا ذہن ''مزید، مزید اور مزید'' کی تلاش میں لگا رہے گا اور اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغامِ اجل آ جائے گا۔

اجر و ثواب کا وعدہ تو پورا ہو کر رہے گا، لیکن عذاب و عقاب کا وعدہ......

(٢٢٨٨)۔ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه مَرْفُوْعًا: ((مَنْ وَعَدَهُ اللّٰهُ عَلٰى عَمَلٍ ثَوَابًا، فَهُوَ مُنْجِزُهُ لَهُ، وَمَنْ وَعَدَهُ عَلٰى عَمَلٍ عِقَابًا فَهُوَ فِيهِ بِالْخِيَارِ۔)) (الصحيحة:٢٤٦٣)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جس آدمی سے اس کے نیک عمل پر اجر و ثواب دینے کا وعدہ کیا، وہ اسے (بہر صورت) پورا کرے گا اور جس آدمی سے اس کے برے عمل پر عذاب کا وعدہ کیا تو (اس کے بارے میں) اسے اختیار حاصل ہے (اگر چاہے تو عذاب دے کر وعدہ پورا کر دے اور چاہے تو سرے سے معاف کر دے)۔''

تخريج: أخرجه أبو يعلى في" مسنده": ٢/ ٨٣٨، وابن أبي عاصم في"السنة":٩٦٠۔ بتحقيقي، وعبدالله

البغوي في "حديث هدبة بن خالد": ١/ رقم ٥٥، وابن عدي في "الكامل": ١٨٩/ ١، وابن عساكر في "التاريخ": ١٢/ ٢٦٠/ ٢، والطبراني في "الاوسط"

شرح:...... سبحان اللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ جب اجر وثواب کی باری آتی ہے تو وہ ہر صورت میں اس کی ادائیگی کو اپنی ذمہ داری قرار دیتا ہے، لیکن جب عذاب وعقاب کی باری آتی ہے تو ضروری نہیں سمجھتا کہ سزا ہی دی جائے بلکہ اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق معاف بھی فرما دیتا ہے، البتہ شرک کے بارے میں اس کا قانون حتمی ہے کہ وہ اس جرم کو معاف نہیں کرے گا۔

ہمیں چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ ہم پر اس قدر عظیم احسان کرنا چاہتے ہیں تو ہم بھی اس کی طرف متوجہ ہوں۔ اس کی طرف متوجہ ہونے کا قاعدہ کلیہ یہ ہونا چاہئے: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک قریب المرگ نوجوان کے پاس گئے اور پوچھا: ''اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید یا اس کے عذاب سے ڈر کے متعلق اپنے بارے میں کیا سمجھتے ہو؟'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! بخدا! مجھے اللہ تعالیٰ سے (اچھے انجام کی) امید ہے، لیکن اپنے گناہوں سے ڈر بھی لگ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ دو چیزیں موت کے وقت بندے کی دل میں آ جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے، جس کی اسے امید ہوتی ہے اور اس چیز سے امن دے دیتا ہے، جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔''
(ترمذی، ابن ماجہ)

آجکل جب برائیوں میں ملوث لوگوں کو باز آ جانے کی نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے اور سہارا لیتے ہوئے جواباً کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحیم ورحمان ہے، وہ معاف کرے گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ کس کی برائیاں معاف کرے گا اور کس کی نیکیوں کو شرفِ قبولیت عطا کرے گا، بہر حال ان لوگوں کا یہ جواب مومنانہ نہیں ہے، جہاں مومن سے بتقاضۂ بشریت گناہ سرزد ہوتا ہے وہاں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے ازالے کا بھی سوچتا ہے۔

حرام امور اور زیادہ ہنسنے سے گریز کرنے کے فوائد

(٢٢٨٩)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تُكْثِرُوْا الضِّحْكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكَ تُمِيْتُ الْقَلْبَ۔))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زیادہ نہ ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔''

(الصحيحة: ٥٠٦)

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٤١٩٣، والترمذي: ٢/ ٥٠، واحمد: ٢/ ٣١، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ٩/ ٢٤٧/ ١

شرح:...... نبی کریم ﷺ سے اگرچہ ہنسنا اور مسکرانا ثابت ہے، لیکن اس چیز کی کثرت بہر حال آدمی کے لیے

نقصان دہ ہے، نتیجتًا وہ غافل ہو جاتا ہے اور اس کی روح پر نحوست چھا جاتی ہے اور ایسا کرنے کے بعد دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

(۲۲۹۰)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ يَاْخُذُ عَنِّيْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلَ بِهِنَّ، اَوْيُعَلِّمَ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ؟)) فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: فَقُلْتُ: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ: ((اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ، وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا، وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَاتُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا، وَلَاتُكْثِرِ الضَّحْكَ، فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ۔)) (الصحیحة:۹۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کون ہے جو مجھ سے ان کلمات کی تعلیم حاصل کرے اور خود ان پر عمل کرے یا ان پر عمل کرنے والے کو سکھا دے؟'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور شمار کرتے ہوئے پانچ چیزیں بتلائیں، فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو، لوگوں میں سب سے بڑا عبادت گزار بن جاؤ گے۔ اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جاؤ، سب سے بڑے غنی بن جاؤ گے۔ اپنے پڑوسی سے حسن سلوک سے پیش آؤ، مومن بن جاؤ گے۔ لوگوں کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو، مسلمان بن جاؤ گے اور کثرت سے ہنسا ترک کر دو کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ۲/ ۵۰، وأحمد: ۲/ ۳۱۰، والخرائطي في "مكارم الأخلاق": ص۔۴۲

شرح:...... محرمات سے اجتناب کرنا صبر کی مشقت طلب صورت ہے، یہی عبادت ہے جس کے ذریعے انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے، کیونکہ جب بندے کا نفس کسی برائی کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن دوسری طرف جب وہ اللہ تعالیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے نفسِ اَمّارہ کو شکست دیتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی محبت میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے۔ مزید اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہونا، اپنے پڑوسیوں سے حسنِ سلوک سے پیش آنا اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے پسند و ناپسند میں ان کو اپنے وجود کے قائم مقام سمجھنا، یہ ایسی نیکیاں ہیں جن سے دلی فرحت و انبساط نصیب ہوتا ہے۔

بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہنسی اور مسکراہٹ ثابت ہے، سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس جنتی آدمی کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ اس آدمی کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ حکم دیں گے: اس سے اس کے صغیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کرو اور کبیرہ گناہوں کا تذکرہ ہی نہ کرو۔ سو اسے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں دن کو فلاں فلاں گناہ کیا تھا۔''

پھر اسے کہا جائے گا کہ تیری ہر برائی کے بدلے تجھے نیکی دی جاتی ہے۔ یہ سن کر وہ کہے گا: اے میرے ربّ! میں

نے تو بڑے بڑے گناہ بھی کئے تھے، وہ تو مجھے نظر نہیں آ رہے۔

میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ (ترمذی)

لیکن یہ واقعات انتہائی شاذ و نادر ہیں۔ آپ ﷺ نے کثرت سے ہنسنے سے منع کیا، کیونکہ اس سے انسان کا دل مردہ ہو جاتا ہے اور خیر و بھلائی کے کاموں سے بے رغبت ہو جاتا ہے۔

بنو آدم خاکی ہیں

(۲۲۹۱)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((اَلنَّاسُ وَلَدُ آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔)) (الصحيحة:۱۰۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ حضرت آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے (پیدا کیا گیا)۔''

تخريج: رواه ابن سعد في "الطبقات" ۱ / ۵

شرح:...... بنیادی طور پر بنی آدم میں کوئی فرق نہیں، سب کے نسب حضرت آدم علیہ السلام سے ملتے ہیں، جن کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ اس اعتبار سے تمام انسانیت میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا انتخاب اس یکسانیت کی بنا پر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کے ایمان و ایقان، تقوی و طہارت اور نیکی و پارسائی کے جذبات کو مدنظر رکھ کر اپنی ترجیحات کا ذکر کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (سورۂ حجرات: ۱۳) ...... ''بیشک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سب سے زیادہ معزز ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''

کونسا مومن راہِ جنت پر چل رہا ہوتا ہے؟

(۲۲۹۲)۔ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ عِمْرَانَ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! مَامِنْ عَبْدٍ يُؤْمِنُ، ثُمَّ يُسَدِّدُ، اِلَّا سُلِكَ بِهِ فِي الْجَنَّةِ، وَاَرْجُوْ اَنْ لَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى تُبَوَّءُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ذُرِّيَّاتِكُمْ مَسَاكِنَ فِي الْجَنَّةِ، وَلَقَدْ وَعَدَنِيْ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ۔)) (الصحيحة:۲٤۰۵)

حضرت رفاعہ بن عمران جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! جو بندہ ایمان لاتا ہے اور راہِ راست پر گامزن رہتا ہے، (اس کے بارے میں یہ سمجھنا چاہئے کہ) اس کو جنت کی طرف چلا دیا گیا ہے، اور مجھے امید ہے کہ تم اپنی نیک اولاد سمیت جنت میں داخل ہونے سے پہلے (اعمال کے ذریعے) وہاں اپنی رہائش گاہیں بنوا لو گے۔ میرے ربّ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) افراد کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرے گا۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه:۲/ ٥٧٤، وابن خزيمة في "التوحيد": ص٨٧، وابن حبان: ٩- موارد، والطيالسي: ١/ ٢٧، وأحمد: ٤/ ٦،

شرح: ...... معلوم ہوا کہ نیک اعمال کی بنا پر انسان کی نجات ہو گی۔ لہٰذا ایمان واسلام کے بعد راہِ حق پر گامزن رہتے ہوئے اس کے تمام تقاضے پورے کرنے چاہئیں، تا کہ جنت تک رسائی حاصل کرنا آسان ہو سکے۔

اس حدیث میں بغیر حساب و کتاب کے داخل ہونے کی تعداد ستر ہزار بتائی گئی ہے، جبکہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے ستر ہزار فرد کسی قسم کے حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے اور ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار داخل ہوں گے۔'' (یعنی کل تعداد ۴۹۷۰۰۰۰ ہوئی)۔ (صحیحہ: ۲۱۷۹) لیکن درج ذیل حدیث فیصلہ کن ہے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أُعْطِيْتُ سَبْعِيْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَاسْتَزَدْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فَزَادَنِيْ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ سَبْعِيْنَ أَلْفًا۔)) قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: فَرَأَيْتُ أَنَّ ذٰلِكَ آتٍ عَلٰى أَهْلِ الْقُرٰى، وَمُصِيْبٌ مِنْ حَافَاتِ الْبَوَادِيْ)) ...... ''میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، ان کے چہرے بدر والی رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ان کے دل ایک انسان کے دل کی مانند ہوں گے۔ جب میں نے اپنے ربّ سے مزید مطالبہ کیا تو اس نے ہر ایک کے ساتھ مزید ستر ہزار افراد کا اضافہ کر دیا۔'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ چیز بستیوں والوں پر آئے گی اور دیہاتوں کے کناروں تک پہنچے گی۔ (مسند احمد: ١/ ٦، صحيحه: ١٤٨٤)

اس حدیث کے مطابق چار عرب، نوے کروڑ اور ستر ہزار (۴،۹۰،۰۰،۷۰،۰۰۰) افراد حساب و کتاب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔ (سبحان اللہ)

معذب اقوام کی جائے عذاب سے کیسے گزرا جائے؟

(٢٢٩٣)۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((إِذَا مَرَرْتُمْ عَلٰى أَرْضٍ قَدْ أَهْلَكَتْ بِهَا أُمَّةٌ مِّنَ الْأُمَمِ، فَأَغِذُّوا السَّيْرَ۔))

(الصحيحة: ٣٩٤١)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جب تم ایسی زمین سے گزرو، جہاں کوئی امت ہلاکت ہوئی ہو، تو تیز چلا کرو۔''

تخريج: أخرجه أبو الشيخ في "الطبقات": ق ٥٢/ ١، وعنه أبو نعيم في "أخبار أصبهان": ٢/ ١٣٩، و الطبراني في "الكبير": ٨/ ٣٣٣، ٨٠٦٨، ٨٠٦٩

(۲۲۹٤)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّهَا قَالَ لَهُمْ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ: ((لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ الْمُعَذَّبِيْنَ ، اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ، فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ، فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ ، اَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ۔)) وَتَقَنَّعَ بِرِدَائِهٖ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ۔ (الصحيحة:١٩)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر مقام کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''جن مکانات میں گزشتہ اقوام کو عذاب دیا گیا وہاں روتے ہوئے داخل ہوا کرو، اگر تم نہیں رو سکتے تو وہاں داخل نہ ہوا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھیں بھی اسی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔'' پھر آپ نے کجاوہ پر بیٹھے بیٹھے اپنی چادر اوپر اوڑھ لی۔

تخريج: اخرجه البخاري: ١/ ١٢٠ ، ومسلم: ٨/ ٢٢١ ، وأحمد: ٢/ ٩ و ٥٨ و ٦٦ و ٧٢ و ٧٤ و ٩١ و ٩٦ و ١١٣ و ١٣٧

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: صدیق حسن رحمہ اللہ نے ''نزل الابرار ص ۲۹۳'' میں اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے: ''ظالموں کی قبروں اور ان کی ہلاکت گاہوں کے پاس سے گزرتے وقت رونا اور ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی فقیری کا اظہار کرنا اور ایسا کرنے سے غافل رہنے سے بچنا''۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں فقاہت فی الدین عطا فرمائے اور نیک عمل کرنے کی توفیق سے نوازے، بیشک وہ سننے والا اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔ (صحیحہ: ۱۹)

لہٰذا قوم عاد، قوم ثمود اور اصحاب الفیل جیسی قوموں کی ہلاکت گاہوں سے گزرتے وقت وہی انداز اختیار کرنا چاہئے، جس کا اس حدیث میں بیان ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے پیار ہے، تو جہنم کا کیا تُک ہے؟

(۲۲۹٥)۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ: مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِاُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ ، وَصَبِيٌّ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الطَّرِيْقِ ، فَلَمَّا رَاَتْ اُمُّهُ الدَّوَابَّ خَشِيَتْ عَلٰى ابْنِهَا اَنْ يُوْطَاَ ، فَسَعَتْ وَالِهَةً ، فَقَالَتْ: اِبْنِيْ! اِبْنِيْ! فَاحْتَمَلَتْ اِبْنَهَا ، فَقَالَ الْقَوْمُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُلْقِيَ ابْنَهَا فِي النَّارِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا وَاللّٰهِ ، لَا يُلْقِي اللّٰهُ حَبِيْبَهٗ فِي النَّارِ۔)) (الصحيحة: ٢٤٠٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ کے پاس سے گزرے اور وہاں ایک بچہ راستے کے وسط میں کھڑا تھا۔ جب اس کی ماں نے چوپایوں کو آتے دیکھا تو اسے یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ وہ بچے کو روند ڈالیں گے، اس لیے وہ بدحواسی کے عالم میں یہ کہتے ہوئے بھاگ پڑی: میرا بچہ! میرا بچہ! اتنے میں اس نے اپنا بچہ اٹھا لیا۔ صحابہ نے (یہ منظر دیکھ کر) کہا: اے اللہ کے نبی! کیا یہ عورت اپنے بیٹے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، اللہ کی قسم! نہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیارے کو آگ

میں نہیں پھینکے گا۔“

تخريج: أخرجه الحاكم:٤/ ١٧٧، وأحمد:٣/ ١٠٤و٢٣٥

شرح:...... اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو جنت میں داخل کرنے اور کسی کو جہنم رسید کرنے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ذاتی مفاد سے نہیں ہے، وہ تو اپنے بندوں کے اعمالِ صالحہ اور اعمالِ سیئہ کو مدنظر رکھ کر جنت و جہنم کا فیصلہ کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں رہ کر اس کی بغاوت کرتا ہے، اس کا انجام واضح ہے اور جو ہر اقدام میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کو ترجیح دیتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے اور وہ اسے ماں کی طرح ہر قسم کی آفت سے بچائے گا۔

عبادات کے باوجود ڈرنے کا کیا مفہوم ہے؟
کثرتِ عبادت مزید عبادت کا سبب بنتی ہے

(٢٢٩٦)۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِي ﷺ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاآتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ (المومنون:٦٠) قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: هُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ؟ قَالَ: ((لَا، يَا بِنْتَ الصِّدِّيْقِ! وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْهُمْ ﴿اُولٰئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ﴾)) (المومنون:٦١) (الصحيحة:١٦٢)

زوجۂ رسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا: ﴿اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں﴾ (سورۂ مومنون: ٦٠) میں نے کہا: (اے اللہ کے رسول!) کیا اس آیت کا مصداق شراب پینے والے اور چوری کرنے والے لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، اے بنتِ صدیق! اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے بھی رکھتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں اور صدقہ و خیرات بھی کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اعمال قبول ہی نہ ہوں۔ ﴿یہی لوگ ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کرتے ہیں﴾“

(سورۂ مومنون:٦١)

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٠١، وابن جرير: ١٨/ ٢٦، والحاكم: ٢/ ٣٩٣۔٣٩٤، والبغوي في "تفسيره": ٦/ ٢٥، وأحمد: ٦/ ١٥٩و٢٠٥

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”مومنوں کو نیک اعمال سرانجام دینے کے بعد یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اعمال قبول ہی نہ ہوں۔“

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو پورا اجر نہ ملنے کا خطرہ ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ (سورۂ نسا: ١٧٣)

''پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کو ان کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائے گا'' بلکہ اضافے کے ساتھ اجر و ثواب عطا کرے گا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ﴾ (سورۂ فاطر: ۳۰) ...... ''تاکہ ان کو ان کی اجرتیں پوری دے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دے۔'' اور اللہ تعالیٰ وعدے کی مخالفت نہیں کرتا۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قبولیت کا تعلق عملِ صالح کے صحیح سرانجام پانے سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے پاس اتنی طاقت ہی نہیں کہ وہ یہ کہہ دیں ان کا عمل اللہ تعالیٰ کی مراد و منشا کے مطابق ہے، بلکہ ان کو یہ گمان ہوتا ہے کہ انھوں نے اس عمل کو پورا کرنے میں کوتاہی برتی ہے، اس لیے وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کمی بیشی کی بنا پر اعمالِ صالحہ قبول ہی نہ ہوں۔

جب مومن یہ بات سوچتا ہے تو اس میں یہ حرص پیدا ہوتی ہے کہ اس کی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق حسن پیدا ہونا چاہیے اور اس مقصد کو پورا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار کی پیروی کی جائے اور پرخلوص انداز میں اعمالِ صالحہ سرانجام دیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کا یہ مفہوم ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (سورۂ کہف: ۱۱۰)...... ''جو بندہ اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، وہ نیک عمل کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک اور ساجھی نہ ٹھہرائے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالے (التوبۃ) میں اس حدیث پر بڑی عمدہ کلام کی ہے، اس کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔ (صحیحہ: ۱۶۲)

یہ مومن کی پہچان ہے کہ نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں اور صدقہ و خیرات جیسے عظیم اعمال میں حصہ لیا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال قبول ہی نہ کرے اور جب ہم اس کی بارگاہ میں اجر و ثواب وصول کرنے جائیں تو وہ ہمیں دھتکار دے۔ یہ فکر دامن گیر کر کے وہ نئے عزم اور نئے ولولے کے ساتھ حسنات و خیرات میں حصہ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے درپے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دینِ حق کی کیسے حفاظت کی؟

(۲۲۹۷)۔ عَنْ أَبِي عِنَبَةَ الْخَوْلَانِيِّ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا يَزَالُ اللّٰهُ يَغْرِسُ فِيْ هٰذَا الدِّيْنِ غَرْسًا يَسْتَعْمِلُهُمْ فِيْ طَاعَتِهِ۔))

حضرت ابوعنبہ خولانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ اس دین میں ایسے لوگ پیدا کرتا رہے گا، جنھیں وہ اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق دے گا۔''

(الصحيحة: ۲٤٤۲)

تخریج: أخرجه البخاری فی "التاریخ ـ الکنی": ص ٦١، وابن ماجه: ١/ ٧ ـ ٨، وابن حبان فی "صحیحه": ٣٢٦ ـ الاحسان، وفی "الثقات": ٤/ ٧٥، والدولابی فی "الکنی": ١/ ٤٦، وابن شاهین فی "السنه": ١٨/ ٤٧/ ١، وابن عدی: ٥٨/ ٢، وابن منده فی "المعرفة": ٢/ ١/ ١

شرح: ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ﴾ (سورۂ فتح: ٢٨) ......''وہ اللہ ہے جس نے ہدایت اور دین حق کے ہمراہ اپنا رسول بھیجا، تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔''

محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو پندرہویں صدی جاری ہے، لیکن یہ دین جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں محفوظ تھا، اسی طرح آج بھی ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کی اور اُسے پچھلی سے اگلی نسلوں تک پہنچایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے بندوں سے لیا اور ایسی ایسی شخصیتیں پیدا کیں، جنھوں نے دین کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کے حصول کے لیے دین کی سربلندی کے لیے اپنے فرائض ادا کیے۔

مومن اپنے آپ کو ذلیل کیسے کرتا ہے؟

(٢٢٩٨)۔ عَنْ حُذَیْفَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((لَا یَنْبَغِیْ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَهٗ۔)) قَالُوْا: وَکَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَهٗ؟ قَالَ: ((یَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا یُطِیْقُ۔)) (الصحیحة: ٦١٣)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات مومن کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرتا پھرے۔'' صحابہ نے عرض کی: آدمی اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ ایسی آزمائشوں کے درپے ہو جاتا کہ جن کی اس میں طاقت نہیں ہوتی۔''

تخریج: رواه الترمذی: ٢/ ٤١، بولاق، وابن ماجه: ٤٠١٦، وأحمد: ٥/ ٤٠٥، وأبو الشیخ فی "الأمثال": ١٥١، وابن عدی: ٦/ ٣٠٥، والبغوی فی "شرح السنة": ١٣/ ١٧٩

شرح: ...... بلا شک وشبہ مختلف آزمائشوں اور بیماریوں سے مومنوں کے درجات بلند ہوتے ہیں اور ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں، لیکن کسی مومن کو شریعت میں یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ خود بیماریوں میں مبتلا ہونے کا سوال کرنے لگے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے صحت و عافیت کی نعمت سے نواز رکھا ہے تو وہ اس کا شکریہ ادا کرے اور صحت کے تقاضے پورے کرے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے آزمائشوں میں مبتلا کر دے تو صبر کرے اور ان کے چھوٹ جانے کی دعا کرے۔

بخل مہلک ہے

ظلم کی تعریف اور اس کا انجام بد

(٢٢٩٩)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِتَّقُوْا الظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوْا الشُّحَّ، فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَائَهُمْ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ۔))

(الصحيحة:۸۵۸)

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظلم کرنے سے بچو! اس لیے کہ ظلم قیامت والے دن (کئی) ظلمتوں کا باعث بنے گا اور بخل سے بچو! اس لیے کہ بخل نے ہی تم سے پہلے والے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اس بخل نے انھیں اپنوں کا خون بہانے پر اور حرام چیزوں کو حلال سمجھنے پر آمادہ کیا۔''

تخريج:أخرجه مسلم: ۸/ ۱۸، والبخاري في"الأدب المفرد":۴۸۳، والبيهقي في"السنن": ۶/ ۹۳، ۱۰/ ۱۳۴، و"الشعب" ۷/ ۴۲۴/ ۱۰۸۳۲، وأحمد: ۳/ ۳۲۳

شرح:...... کنجوسی، بخل اور حرص جیسے اوصاف انسان کے کمینہ ہونے کے لیے کافی ہیں، بخیل آدمی سنگ دل بن جاتا ہے، دوسروں کی خوشی و غمی سے مستغنی ہو جاتا ہے، اپنے روپے پیسے کو بچانے یا اس کو بڑھانے کے لیے وہ قتل و غارت گری جیسے اقدامات کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور شریعت میں گنجائشیں تلاش کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی حدود کو پھلانگنا شروع کر دیتا ہے۔

مال کی شدید محبت کو "شُحّ" کہتے ہیں۔ جب انسان کے دل میں دنیا اور دنیا کے مال و اسباب کی محبت حد سے تجاوز کر کے شدید ہو جائے تو ہر انسان حرام اور حلال کے درمیان تمیز بھی نہیں کرتا اور دوسرے انسانوں کا خون بہانے سے گریز بھی نہیں کرتا۔ جیسے آج کل ہمارے معاشرے کا حال ہے اور یہ حالت اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس معاشرے کی بقا کی کوئی ضمانت نہیں ہے، یہ دیر یا سویر ہلاکت سے دوچار ہو کر ہی رہے گا۔

دنیا میں کیا گیا ایک ظلم، روزِ قیامت کئی ظلمتوں کا سبب بنے گا، جیسے اگر کوئی آدمی گائے کی خیانت کرتا ہے تو وہ اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر میدانِ حشر میں آئے گا، جبکہ وہ گائے بلبلا رہی ہو گی، یہی معاملہ ہر جانور اور دوسری خیانتوں کا ہے۔ کسی چیز کو بے موقع یا بے محل رکھنا ظلم کہلاتا ہے، اس اعتبار سے برائیوں کا ارتکاب کرنا اور فرائض و واجبات کی ادائیگی میں غفلت برتنا ظلم ہے۔

بخل کو کیسے دور کیا جائے؟

مال کے ذریعے عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنا

(۲۳۰۰)۔ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِبْتَاعُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ مَالِ اللّٰهِ، فَاِنْ بَخِلَ اَحَدُكُمْ اَنْ يُعْطِيَ مَالَهُ لِلنَّاسِ، فَلْيَبْدَءْ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اللہ تعالیٰ سے اس کے مال کے عوض اپنے نفس خرید لو، اگر کوئی آدمی لوگوں کو اپنا مال دینے کے معاملے میں کنجوسی کرے تو وہ اپنے اوپر خرچ کرنا شروع کر دے اور اللہ

بِنَفْسِهِ، وَلْيَتَصَدَّقْ عَلَى نَفْسِهِ، فَلْيَأْكُلْ وَلْيَكْتَسِ مِمَّا رَزَقَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.)) (الصحيحة:۲۷۱، ۳۷۷)

تعالیٰ کے دیے ہوئے میں سے کھائے پیے اور ملبوسات زیب تن کرے۔''

۲۷۱: تخريج: أخرجه الخرائطي في "مكارم الأخلاق": ٥٤

۳۷۷: تخريج: أخرجه الخرائطي في "مكارم الأخلاق": ٥٤

شرح:...... رزق کے جتنے وسائل گردش میں ہیں، وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ نے عطا کئے ہیں اور وہ کسی کی صلاحیت و قابلیت کا نتیجہ نہیں ہیں۔ لیکن جب بندہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہے تو وہ اسے اپنے حق میں قرضہ قرار دیتا ہے اور اس کے بدلے جتنے احسانات دوبارہ کرتا ہے، ان میں سے ایک اپنے بندے کے وجود کو جہنم سے آزاد کرنا ہے۔ لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے۔

جہاد، روزے اور صدقے کی فضیلت
اچھا بول غنیمت ہے، وگرنہ خاموشی سلامت ہے
زبان کے بول باعثِ جہنم ہیں

(۲۳۰۱)۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى رَاحِلَتِهِ، وَأَصْحَابُهُ مَعَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَتَأْذَنُ لِيْ فِيْ أَنْ أَتَقَدَّمَ إِلَيْكَ عَلٰى طِيْبَةِ نَفْسٍ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) فَاقْتَرَبَ مُعَاذٌ إِلَيْهِ، فَسَارَا جَمِيْعًا، فَقَالَ مُعَاذٌ: بِأَبِيْ أَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَ يَوْمَنَا قَبْلَ يَوْمِكَ، أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ شَيْءٌ، وَلَا نَرٰى شَيْئًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَأَيُّ الْأَعْمَالِ نَعْمَلُهَا بَعْدَكَ؟ فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((نِعْمَ الشَّيْءُ الْجِهَادُ، وَالَّذِيْ بِالنَّاسِ أَمْلَكُ مِنْ ذٰلِكَ.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر نکلے اور صحابۂ کرام آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ مجھے برضا و رغبت اپنی طرف آنے کی اجازت دیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' حضرت معاذ آپ کے قریب ہو گئے اور دونوں ایک ساتھ چلتے رہے۔ چلتے چلتے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر قربان ہو، میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ میری موت کا وقت آپ کی وفات سے پہلے ہو۔ آپ کا کیا خیال کہ اگر (اس کے برعکس) کچھ ہوا تو ہمیں آپ کے بعد کون سے عمل کرنے چاہئیں؟ البتہ فی الحال کوئی علامت نظر تو نہیں آ رہی۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ میں نے کہا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد تو بہترین عمل ہے، اور جو چیز لوگوں کے پاس ہے

فَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ؟ قَالَ: ((نِعْمَ الشَّيْءُ الصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ))۔ فَذَكَرَ مُعَاذٌ كُلَّ خَيْرٍ يَعْمَلُهُ ابْنُ آدَمَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَعَادَ بِالنَّاسِ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ)) ۔قَالَ: فَمَاذَا بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي عَادَ بِالنَّاسِ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: فَأَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى فِيْهِ۔قَالَ: ((اَلصَّمْتُ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ۔)) قَالَ: وَهَلْ نُؤَاخَذُ بِمَا تَكَلَّمَتْ بِهِ أَلْسِنَتُنَا؟ قَالَ: فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخِذَ مُعَاذٍ، ثُمَّ قَالَ: ((يَا مُعَاذُ! ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ فِيْ جَهَنَّمَ إِلَّا مَا نَطَقَتْ بِهِ أَلْسِنَتُهُمْ؟ فَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْيَسْكُتْ عَنْ شَرٍّ، قُوْلُوْا خَيْرًا تَغْنَمُوْا وَاسْكُتُوْا عَنْ شَرٍّ تَسْلَمُوْا۔)) (الصحيحة: ٤١٢)

وہ اس سے بھی زیادہ نیکیوں کی حفاظت کرنے والی ہے۔'' میں نے کہا: وہ روزے اور صدقات ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''روزے اور صدقہ و خیرات بہترین اعمال ہیں۔'' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ابن آدم کے ہر نیک عمل کا تذکرہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' اس سے بھی زیادہ اچھی چیز لوگوں کے پاس موجود ہے۔'' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے والدین آپ پر قربان ہوں، کون سی چیز ان سب (اعمال) سے بہتر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جوابًا اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: خیر و بھلائی والے امور کے علاوہ (ہر چیز سے) خاموشی اختیار کرنا۔'' انھوں نے کہا: ہم اپنی زبانوں سے جو گفتگو کرتے ہیں، آیا اس پر ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے معاذ کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''تیری ماں تجھے گم پائے، یہ زبانوں کے بول ہی ہوں گے جو لوگوں کو ان کے نتھنوں کے بل جہنم میں گرا دیں گے۔ اس لیے جو آدمی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ خیر پر مشتمل بات کرے یا (پھر دوسری) بری باتوں سے خاموش رہے۔ (لوگو!) اچھی باتیں کیا کرو، غنیمت پاؤ گے اور بری باتوں سے رک جایا کرو، محفوظ رہو گے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٢٨٦-٢٨٧

شرح:...... حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے، مختلف احکام و مسائل کا بیان ہے، جن کا نتیجہ زبان کی حفاظت کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ زبان ایک ایسی چیز ہے کہ اگر آدمی اس کو احتیاط سے استعمال نہ کرے تو یہ آدمی کو جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی اکثر عورتیں جہنم میں صرف اسی زبان کو غلط استعمال کرنے کی وجہ جائیں گی، اور اسی طرح آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ جو آدمی دو چیزوں (یعنی ایک زبان اور دوسری شرم گاہ) کی ضمانت دے دے میں محمد ﷺ اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

ریاکاری اور خفیہ شہوت کے بارے میں فکر کرنا

(٢٣٠٢)۔ عَنْ عِبَادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ (عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ رضی اللہ عنہ)

عباد بن تمیم اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہائے

مَرْفُوْعًا:((يَا نَعَايَا الْعَرَبِ! يَا نَعَايَا الْعَرَبِ! (ثَلَاثًا)، اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الرِّيَاءُ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ۔)) (الصحيحة:٥٠٨)

عربوں کی اموات کی اخبار! ہائے عربوں کی اموات کی خبریں! (تین دفعہ یہ آواز دی) مجھے تمھارے بارے میں سب سے زیادہ خوف ریاکاری اور خفیہ شہوت کا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في"المعجم الكبير"، وابن عدى في"الكامل": ٢٢٠/ ٢، وأبونعيم في "الحلية": ٧/ ١٢٢، و"أخبار أصبهان": ٢/ ٦٦، والبيهقي في"الزهد": ٢/ ٣٧/ ٢

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: ابن اثیر نے (النهاية) میں کہا: ایک روایت میں ((يا نُعْيان العرب)) ہے۔ جب کسی میت کی موت کی اطلاع عام کی جاتی ہے یا اس کے محاسن بیان کر کے اس پر رویا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے: نعى الميت يَنعاه نَعْيا ونَعِيا.

زمخشری نے کہا: اس حدیث کے لفظ ((نعايا)) میں تین وجوہات بیان کی گئی ہیں:

(۱) یہ "نَعِيّ" کی جمع ہے، اور وہ مصدر ہے، جیسے "صَفِيّ و صَفَايا."

(۲) یہ اسم جمع ہے، جیسے "أخِيّة أخايا."

(۳) یہ "نَعَاءِ" کی جمع ہے، جو اسم فعل ہے۔

پس "يا نعايا العرب!" کا معنی یہ ہوا: اے عربوں کی موتوں کا اعلان کرنے والیو یا عربوں کی میتوں کے محاسن ذکر کر کے رونے والیو! آ جاؤ، یہ تمہارا وقت ہے اور تمہارا زمانہ ہے۔

اگر اس کو اسم فعل تسلیم کیا جائے تو "يا نعايا العرب!" کا معنی "يا هذا! اِنْعِ العرب۔" ہو گا، ......او فلاں! عربوں کو موت کا اعلان کر۔

جو ترکیب بھی مراد لی جائے، مقصد عربوں کی ہلاکت کی خبر دینا ہے۔ (صحیحہ: ۵۰۸)

اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی عمل قابل قبول ہے، جو خالصتاً اسی کے لیے کیا جائے۔ سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے۔'' صحابہ نے پوچھا: شرکِ اصغر کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ریاکاری، جب اللہ تعالیٰ روزِ قیامت لوگوں کو بدلہ دے گا تو ریاکاری کرنے والوں سے کہے گا: تم جن لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتے تھے، ان کے پاس چلے جاؤ اور جائزہ لو کہ آیا ان کے ہاں تمہارے لیے کوئی بدلہ ہے؟'' (صحیحہ: ۹۵۱)

خفیہ شہوت سے مراد یہ ہے کہ بظاہر نیکی کا لبادہ اوڑھ کر دل میں بری خواہشات کو پناہ دینا اور نیکی کا بھرم ظاہر کر کے لوگوں کو متقی و پارسا باور کرانا، نیز لڑکیوں سے ہم کلام ہوتے وقت یا ان کا چہرہ دیکھتے وقت دل میں غلط خیالات کو ہوا دینا۔

ادنی مومن بھی پناہ دے سکتا ہے

(۲۳۰۳)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يُجِيْرُ عَلٰى أُمَّتِيْ اَدْنَاهُمْ۔)) (الصحیحۃ:۲٤٤۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ادنی (مسلمان) بھی میری امت پر پناہ دے گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد:٢/ ٣٦٥، والحاكم:٢/ ١٤١.

شرح:...... اسلام میں ادنی واعلی کا تصور نیکی اور بدی کی بنا پر ہے، کوئی آدمی اپنے عہدے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں ممتاز نہیں ہوسکتا ہے۔ بہرحال معاشرے میں ظاہر پرستی ہوتی ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کو کمتر نگاہوں سے دیکھ کر ان کی باتوں اور فیصلوں کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس نظریہ کی کوئی قیمت نہیں ہے، اسی لیے شریعت نے یہ قانون بنایا ہے کہ اگر کوئی ادنی مسلمان بھی کسی غیر مسلم کو پناہ دے دیتا ہے تو ہر کس و ناکس، حاکم و محکوم اور ادنی واعلی پر فرض ہے کہ اس پناہ کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس بات کی توفیق دے کہ ہم بھی رشتۂ اسلام کو مدنظر رکھ کر شخصیات کو پہچانیں اور ان کی قدر کریں۔

❀❀❀❀

اَلْمَوَاعِظُ وَالرِّقَائِقُ

نصیحتیں اور دل کو نرم کرنے والی احادیث

المواعظ: لغوی معنی: "مَوْعِظَه" کہ جمع ہے، نصیحت

اصطلاحی تعریف:...... ایسے اقوال و افعال جن سے اصلاحِ حال کی کوشش کی جائے۔

الرقائق: لغوی معنی: "رَقِيْقَة" کی جمع ہے، نازک، لطیف، نرم

اصطلاحی تعریف:...... ایسے اقوال و افعال جن سے دل میں رقّت و رحمت اور نرمی و لطافت پیدا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار

(٢٣٠٤)۔ عَنْ أَبِي مُوْسَى الأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يُعَلِّمُهُمْ مِنْ أَمْرِ دِيْنِهِمْ إِذْ شَخَصَتْ أَبْصَارُهُمْ، فَقَالَ: ((مَا أَشْخَصَ أَبْصَارَكُمْ عَنِّيْ؟)) قَالُوْا: نَظَرْنَا إِلَى الْقَمَرِ۔ قَالَ: ((فَكَيْفَ بِكُمْ إِذَا رَأَيْتُمُ اللّٰهَ جَهْرَةً؟)) (الصحيحة:٣٠٥٦)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: آپ ﷺ صحابہ کو دین کی باتوں کی تعلیم دے رہے تھے کہ اچانک اُن کی آنکھیں اوپر اٹھ گئیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "کون سی چیز ہے، جس نے تمہاری آنکھوں کو اوپر اٹھا دیا ہے؟" انہوں نے کہا: ہم نے چاند کی طرف دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تم اللہ تعالیٰ کو واضح طور پر دیکھو گے۔"

تخريج: أخرجه الآجري في "الشريعة": صـ ٢٦٣ ـ ٢٦٤

شرح:...... بہت ساری شرعی نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ دیدار کس طرح ہو گا؟ ہم اس کی بابت کوئی ہیئت و کیفیت اور تمثیل و تشبیہ بیان نہیں کر سکتے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ شرف و اعزاز جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں معیار کا دارومدار عمل اور دل کی صفائی پر ہے

(٢٣٠٥)۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى أَجْسَادِكُمْ، وَلَا إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَشَارَبِأَصَابِعِهِ إِلٰى صَدْرِهِ وَأَعْمَالِكُمْ۔)) (الصحيحة:٢٦٥٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں، شکلوں اور مالوں کی طرف نہیں دیکھتا، وہ تو صرف تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔'' (دل کی بات کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ١١، وابن ماجه: ٤١٤٣، وأحمد: ٢/ ٥٣٩، وأبو نعيم في "الحلية": ٤/ ٩٨، والبيهقي في "الأسماء والصفات": ص ٤٨٠

شرح: ...... اس حدیث سے اخلاص اور تصحیح نیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اس لیے ہر نیک عمل میں اس کا اہتمام ضروری ہے اور دل کو ہر اس چیز سے صاف رکھنا چاہیے جس سے وہ عمل برباد ہوسکتا ہے، جیسے ریا کاری اور نمود و نمائش کا جذبہ یا دنیا کا لالچ یا اس قسم کے اور گھٹیا مفادات۔

کسی انسان کو خوبصورت اور کسی کو بدصورت قرار دینا ہمارا طبعی فیصلہ ہے، جس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وقعت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی، وہ حسین ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس کا مقام و مرتبہ کتنا ہے تو اس کی بنیاد حسب و نسب، ذات و برادری، مال و دولت، عہدہ و منصب اور حسن و جمال پر نہیں، بلکہ دل کی طہارت اور اعمال صالحہ پر ہے۔

گمنام متقی، اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے

(٢٣٠٦)۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ سَعْدُ بْنُ أَبِیْ وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ فِیْ إِبِلِهِ فَجَاءَهُ ابْنُهُ عُمَرُ، فَلَمَّا رَآهُ سَعْدٌ قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الرَّاكِبِ، فَنَزَلَ فَقَالَ لَهُ أَنَزَلْتَ فِیْ إِبِلِكَ وَغَنَمِكَ وَتَرَكْتَ النَّاسَ يَتَنَازَعُوْنَ الْمُلْكَ بَيْنَهُمْ؟ فَضَرَبَ سَعْدٌ فِیْ صَدْرِهِ فَقَالَ: اُسْكُتْ! سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ۔)) وَرَوَاهُ كَثِيْرُ بْنُ زَيْدٍ الْأَسْلَمِیِّ عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ

عامر بن سعد سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں میں تھے، اُن کے پاس اُن کا بیٹا عمر آیا، جب سعد نے اُس کو دیکھا تو کہا: میں اس سوار کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ پھر وہ اُترا اور کہا: تم تو اپنے اونٹوں اور بکریوں کے ہوکر رہ گئے ہو اور لوگوں سے اس حال میں کنارہ کش ہو گئے ہو کہ وہ حکومت کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ حضرت سعد نے اُس کے سینے پر ضرب لگائی اور کہا: خاموش ہوجا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ پرہیزگار، بے نیاز اور گمنام بندے سے محبت کرتا ہے۔'' کثیر بن اسلمی نے یہ روایت

سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَهُ ابْنُهُ عَامِرٌ، فَقَالَ أَيْ بُنَيَّ! أَفِي الْفِتْنَةِ تَأْمُرُنِي أَنْ أَكُونَ رَأْسًا؟ وَاللّٰهِ! حَتّٰى أُعْطَى سَيْفًا، إِنْ ضَرَبْتُ مُسْلِمًا نَبَا عَنْهُ، وَإِنْ ضَرَبْتُ بِهِ كَافِرًا قَتَلَهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ...... فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔

(الصحيحة: ٣٥١٤)

مطلب ہے، اُس نے عمر بن سعد سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا: میرا بیٹا میرے پاس آیا، میں نے (اس کی بات پر) اس کو کہا: میرے بیٹا! کیا تو مجھے فتنے کا سردار بننے کی دعوت دیتا ہے؟ اللہ کی قسم! (اس وقت تک میں نہیں جاؤں گا کہ) جب تک مجھے ایسی تلوار نہ دی جائے کہ اگر میں کسی مسلمان پر وار کروں تو وہ نشانے پر نہ لگے اور کسی کافر پر اس کی ضرب لگاؤں تو وہ اس کو قتل کر دے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ...... (درج بالا حدیث ذکر کی)۔

تخريج: أخرج مسلم: ٨/ ٢١٤، وأحمد: ١/ ١٦٨، وأبونعيم في "الحلية": ١/ ٢٤ و ٣٦٨، والبغوي في "شرح السنة": ١٥/ ٢١-٢٢

شرح:...... پرہیز گار وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے تمام منع کردہ کاموں سے اجتناب کرے اور اللہ تعالیٰ کے واجبات ادا کرے۔ بے نیاز، وہ شخص ہے جس کا دل غنی ہو یعنی وہ غریب ومحتاج ہونے کے باوجود ہر اس چیز سے بے نیاز ہو جو لوگوں کے پاس ہے اور اسے لوگوں کی چیزوں میں کوئی طمع و لالچ نہ ہو۔ گمنام وغیر معروف ایسا شخص جو خفیہ طور پر عبادات سرانجام دے اور ریا کاری وشہرت کے مقامات سے بچے، جس کے باعث لوگوں کو اس کے حال کا علم نہ ہو۔

دورِ جاہلیت میں درگور کی ہوئی بیٹیوں کا کفارہ

(٢٣٠٧)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ﴾ قَالَ: جَاءَ قَيْسُ بْنُ عَاصِمٍ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي وَأَدْتُّ ثَمَانِيَ بَنَاتٍ لِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟ فَقَالَ: ((أَعْتِقْ عَنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ رَقَبَةً۔)) قَالَ: إِنِّي صَاحِبُ إِبِلٍ؟ قَالَ: ((فَانْحَرْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَأَهْدِ إِنْ شِئْتَ) عَنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ بَدَنَةً۔))

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿اور جب زندہ درگور کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا﴾ سے متعلقہ روایت ہے، وہ کہتے ہیں: حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اللہ کے رسول! میں نے دورِ جاہلیت میں اپنی آٹھ بیٹیاں زندہ درگور کی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُن میں سے ہر ایک کے عوض ایک ایک غلام آزاد کرو۔'' اُس نے کہا: میں تو اونٹوں والا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو یہ چاہتا ہے تو پھر ہر ایک کی طرف سے ایک اونٹ قربان کر۔''

(الصحيحة:٣٢٩٨)

تخريج: أخرجه البزار: ٣/ ٧٨/ ٢٢٨٠ـ كشف الأستار، والطبراني: ١٨/ ٣٣٣/ ٨٦٣، و البيهقي: ٨/ ١١٦، وكذا ابن أبي حاتم كما في "تفسير ابن كثير": ٤/ ٤٧٨، وابن منده۔ كما في "الإصابة"

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر "كَفَّارَةُ وَأْدِ الْبَنَاتِ" کی سرخی ثبت کی ہے۔ یہ عربوں کی سنگ دلی اور بے رحمی تھی کہ وہ مختلف وجوہات کی بنا پر اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، کوئی غربت و افلاس کا بہانہ بناتا تھا تو کوئی اس کی شادی کر کے کسی کو اپنا داماد بنانے میں عار سمجھتا تھا۔ یہ اسلام اور محسن انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کہ جنہوں نے نہ صرف اس قبیح عمل کو حرام قرار دیا، بلکہ بیٹیوں کو تحفظ فراہم کیا اور ان کی اچھی تربیت پر جنت کی بشارت دی اور ان کو گھر کے لیے رحمت اور خاندان کے لیے عزت قرار دیا۔

خودکشی کا انجام

(٢٣٠٨)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اَلَّذِيْ يَطْعَنُ نَفْسَهُ إِنَّمَا يَطْعَنُهَا فِي النَّارِ، وَالَّذِيْ يَتَقَحَّمُ فِيْهَا يَتَقَحَّمُ فِي النَّارِ، وَالَّذِيْ يَخْنِقُ نَفْسَهُ يَخْنِقُهَا فِي النَّارِ۔)) (الصحيحة: ٣٤٢١)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو نیزہ مار کر (خودکشی) کرتا ہے، وہ دوزخ میں بھی نیزہ مارتا رہے گا۔ جو گر کر (اپنے آپ کو مارتا) ہے، وہ جہنم میں بھی گرتا رہے گا اور جو گلا گھونٹ کر (خودکشی) کرتا ہے وہ آگ میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٤٣٥، وابن حبان: ٥٩٥٥، والطحاوي في "مشكل الآثار": ١/ ٧٣، و أخرجه البخاري: ١٣٦٥ بلفظ: ((الذي يخنق نفسه يخنقها في النار، والذي يطعنها يطعنها في النار۔))

شرح:...... انسانی وجود اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور زندگی اس کی بہت بڑی نعمت ہے، ان دونوں چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ خود ہے، مسلمان شریعت کی اجازت کے بغیر ان میں تصرف نہیں کر سکتا ہے، اسے چاہیے کہ روحانی اور جسمانی پریشانیوں پر صبر کرے اور جائز اسباب کے ساتھ ان پر قابو پانے کی کوشش کرے۔

(٢٣٠٩)۔ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جَرْحٌ فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّيْناً فَحَزَّ بِهِ يَدَهُ، فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَادَرَنِيْ عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔)) (الصحيحة:٣٠١٣)

سیدنا جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے ایک آدمی تھا، وہ زخمی ہو گیا اور زخم برداشت نہ کر سکا، اس نے چھری لی اور اپنا ہاتھ کاٹ دیا۔ خون بہتا رہا، یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کہا: میرے بندے نے اپنی جان کے معاملے میں مجھ سے سبقت لینا چاہی اس لیے میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔''

تخریج: أخرجه البخاري في "صحيحه" ٣٤٦٣۔ فتح

شرح:...... معلوم ہوا کہ صبر وتحمل کے ساتھ تکالیف کو برداشت کرنا چاہئے، بے تاب اور مایوس نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ آزمائشیں بلندئ درجات کا سبب بنتی ہیں۔

صبر کی تین اقسام ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کرنے کا حکم دیا ہے، معاشرے کی طرف سے وصول ہونے والی طعن وتشنیع، اور گالی گلوچ کی پروا کئے بغیر وہ سب کچھ کر گزرنا۔

(۲) اللہ کی نافرمانی نہ کرنے پر صبر کرنا، یعنی جن امور سے اللہ تعالیٰ نے باز رہنے کا حکم دیا ہے، ہر صورت میں ان سے پرہیز کرنا اور اس پرہیز پر صبر کرنا۔

(۳) جسمانی تکالیف، اموال میں کمی، عزیزوں کی اموات جیسے صبر آزما مواقع پر اللہ تعالیٰ کے احکام کو سامنے رکھ کر "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن" پڑھنا اور اللہ کی تقدیر پر راضی ہو کر صبر کا دامن پکڑنا۔

جو شخص ان تین اقسام، بالخصوص پہلی دو کو عملاً اپناتا ہے، اسے ایمان کی مٹھاس اور شیرینی نصیب ہوتی ہے، ایسے آدمی کے بارے میں کہا جا سکے گا کہ وہ "صابر" ہے۔

مومن اور کافر کی نیکیوں کا صلہ

(۲۳۱۰)۔ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَظْلِمُ الْمُؤْمِنَ حَسَنَةً يُثَابُ عَلَيْهَا الرِّزْقَ فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُعْطٰى بِحَسَنَاتِهِ مَاعَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا، فَإِذَا لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُعْطٰى بِهَا خَيْرًا۔)) (الصحيحة: ٢٧٧٠)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یقیناً اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے سلسلے میں بھی ظلم نہیں کرتا۔ مومن کو (جہاں) دنیا میں اس کی نیکی کا بدلہ دیا جاتا ہے، وہاں آخرت میں بھی جزا دی جائے گی۔ جبکہ کافر جو نیکیاں اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہے، اس کو ان کا بدلہ دنیا میں ہی چکا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا جب وہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اس کی کوئی نیکی (باقی) نہیں ہوگی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔"

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ١٢٥، والسياق له، ومسلم: ٨/ ١٣٥، والزيادة له، وكذا عبد بن حميد في "المنتخب": ق ١٥٥/ ١

مومن کو خوش کرنا، اس کا قرضہ چکانا اور اس کو کھانا کھلانا افضل اعمال ہیں

(۲۳۱۱)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((أَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے

تُدْخِلَ عَلٰى أَخِيْكَ الْمُؤْمِنِ سُرُوْرًا، أَوْ تَقْضِيَ عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ تُطْعِمَهُ خُبْزًا۔)) (الصحيحة:٢٧١٥)

فرمایا: ''تیرا اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا، یا اس کا قرضہ چکانا، یا اس کو کھانا کھلانا۔''

تخريج: أخرجه الأصبهاني في "الترغيب": ١/٢١٤

شرح:...... یہ بھی افضل اسلام ہے کہ آپ کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اگر آپ یہ درجہ طے کر کے دوسرے بھائیوں کو چین وسکون اور مسرت وفرحت مہیا کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنا شروع کر دیتے ہیں تو پڑھیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوَنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوَنِ اَخِيْهِ۔))...... ''جو شخص کسی مومن سے دنیا کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکالیف میں ایک تکلیف دور کرے گا، جو فرد کسی تنگدست اور بدحال پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی فرمائے گا، جو آدمی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی تائید ونصرت میں لگا رہتا ہے۔'' (مسلم: ٢٦٩٩)

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی زندگیوں کو خوشیوں سے بھر دیں، ان کی حاجات وضروریات کو پورا کریں، ان کی پریشانیاں دور کرنے کے لیے تگ و دو میں لگے رہیں، نیز کسی بھائی کو ہماری وجہ سے کوئی پریشانی و پشیمانی اور رنج وغم لاحق نہیں ہونا چاہئے، اس میں ہمارا اپنا فائدہ ہے کہ ہماری آخرت سنور جائے گی۔

دنیوی آزمائشوں کا انجامِ خیر

(٢٣١٢)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُوْنُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ الْمَنْزِلَةُ، فَمَا يَبْلُغُهَا بِعَمَلٍ، فَلَا يَزَالُ اللّٰهِ يَبْتَلِيْهِ بِمَا يَكْرَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ إِيَّاهَا۔)) (الصحيحة:٢٥٩٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک آدمی کیلیے بلند مرتبت کا فیصلہ ہو جاتا ہے، لیکن وہ اپنے عمل کے بل بوتے پر اس درجہ تک پہنچ نہیں پاتا، اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو ایسے امور کے ساتھ آزماتے رہتے ہیں، جو اسے ناپسند ہوتے ہیں، حتی کہ اس کو اس مرتبے تک پہنچا دیتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه أبو يعلى في "المسند": ٤/ ١٤٤٧، ١٤٤٨، وعنه ابن حبان: ٦٩٣۔ موارد، والحاكم: ١/ ٣٤٤

شرح:...... جسمانی بیماریاں اور آزمائشیں اور روحانی پریشانیاں گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں، جیسا کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں بیمار تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے اور فرمایا: ((اَبْشِرِيْ يَا أُمَّ

الْعَلاءِ! فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يَذْهَبُ اللّٰهُ بِهِ خَطَايَاهُ ، كَمَا تُذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔)) ......''ام العلا! خوش ہو جا، اللہ تعالیٰ مسلمان کی مرض کی وجہ سے اس کے گناہ اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کی کھوٹ ختم کر دیتی ہے۔'' (ابوداود: ۳۰۹۲)

اگرچہ بیماریوں اور آزمائشوں کو برداشت کرنا دل گردے کا کام ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خصوصی احسان کرتے ہوئے ان کو ہماری لغزشوں کے آثار کو زائل کرنے کا ایک بہانہ بنا دیا ہے۔ بشرطیکہ ہم اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو کر صبر کریں۔

اس میں بنیادی شرط یہ ہے کہ آدمی صبر کرے، جائز وسائل کے ذریعے علاج کرے، شفایاب نہ ہونے یا شفا میں تاخیر ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر مکمل رضامندی کا اظہار کرے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي الْمُؤْمِنَ وَلَمْ يَشْكُنِي إِلٰى عُوَّادِهِ، أَطْلَقْتُهُ مِنْ إِسَارِي ، ثُمَّ أَبْدَلْتُهُ لَحْمًا خَيْرًا مِنْ لَحْمِهِ ، وَدَمًا خَيْرًا مِنْ دَمِهِ ، ثُمَّ يَسْتَأْنِفُ الْعَمَلَ۔)) ......''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میں اپنے مؤمن بندے کو آزماتا ہوں اور وہ تیمارداری کرنے والوں کے سامنے میرا شکوہ نہیں کرتا تو اس کو اپنے قید سے آزاد کر دیتا ہوں، اس کے پہلے گوشت کے عوض بہترین گوشت عطا کرتا ہوں، اسی طرح اس کے پہلے خون کے بدلے بہترین خون دیتا ہوں اور وہ ازسرِ نو عمل کرتا ہے۔'' (مستدرك حاكم: ۱/ ۳۴۹، سنن بیهقی: ۳/ ۳۷۵، صحیحه: ۲۷۲)

انسان کے نیک و بد ہونے کی بنیاد دل پر ہے

(۲۳۱۳)۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: ((إِنَّ فِي ابْنِ آدَمَ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ جَسَدِهِ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ جَسَدِهِ، أَلا وَهِيَ الْقَلْبُ۔)) (الصحيحة: ۲۷۰۸)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک ابن آدم (کے جسم) میں ایک ایسا ٹکڑا ہے، اگر وہ صحیح ہو تو سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے، خبردار وہ (ٹکڑا) دل ہے۔''

تخریج: أخرجه أبوداود الطيالسي في "المسند": ۷۸۸، والطبراني في "الصغير": ۸۹۰، واحمد: ٤/ ۲۷٤

شرح:...... بلاشک وشبہ انسان کے دل کو مرکزیت حاصل ہے، اگر دل میں نیک جذبات ہوں تو جسم پر بھی نیکی کے آثار نظر آتے ہیں اور دل میں کجی اور ٹیڑھا پن ہو تو جسم میں بھی اعتدال نہیں آ سکتا ہے۔

مومن نصیحت قبول کرنے والا ہوتا ہے

(۲۳۱٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ خُلِقَ مُفَتَّنًا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک مومن کو اس حال میں پیدا کیا گیا کہ

تَوَّابًا نَسَّاءً إِذَا ذُكِّرَ تَذَكَّرَ۔))

(الصحيحة:٣١٣٢)

وہ فتنے میں مبتلا ہونے والا اور بہت زیادہ توبہ کرنے اور بھولنے والا ہے، جب اُسے نصیحت کی جائے تو وہ نصیحت قبول کر لیتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ١٠/ ٣٤٢/ ١٠٦٦٦، وابن عدي في "الكامل" ٣/ ٩١، وأبونعيم في "الحلية": ٣/ ٢١١، وأخرج الطبراني في "الاوسط": ٢/ ٦٠/ ٢/ ٦٠١١ بلفظ: ((ما من مؤمن الا وله ذنب يصيبه الفينة بعد الفينة، ان المؤمن نسّاء؛ اذا ذكر ذكر۔))

شرح:...... انبیا و رسل کے علاوہ کوئی انسان طبعی طور پر اور چاہتے نہ چاہتے ہوئے بشری لغزشوں سے سالم نہیں رہ سکتا ہے۔ اس طبعی تقاضے کی وجہ سے ہونے والی کمی کو وعظ و نصیحت کے ذریعے توبہ کرنے اور دوسرے اعمال صالحہ کے ذریعے پورا کیا گیا ہے۔ اس لیے اگر کوئی مسلمان کسی برائی میں مبتلا ہونے کے بعد یہ بہانہ کرے کہ آخر وہ انسان ہے، فرشتہ تو نہیں ہے، تو پھر اسے اس حدیث میں پیش کیے گئے کلیوں کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے، وگرنہ اس کا بہانہ زیادہ دیر تک کارگر ثابت نہ ہو سکے گا۔

نیکیوں سے برائیوں کی نحوست زائل ہو جاتی ہے

(٢٣١٥)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مَثَلَ الَّذِيْ يَعْمَلُ السَّيِّاتِ ثُمَّ يَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ دِرْعٌ ضَيِّقَةٌ قَدْ خَنَقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَانْفَكَّتْ حَلْقَةٌ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً أُخْرٰى فَانْفَكَّتْ حَلْقَةٌ أُخْرٰى حَتّٰى يَخْرُجَ إِلَى الْأَرْضِ۔))

(الصحيحة:٢٨٥٤)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ برائیاں کرنے کے بعد نیکیاں کرنے والے شخص کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس پر ایسی تنگ زرہ ہو، کہ اُس نے اُس کا گلا گھونٹ رکھا ہو، (ایسا برا آدمی جب) نیکی کرتا ہے تو ایک کڑا ٹوٹ جاتا ہے، پھر وہ دوسری نیکی کرتا ہے تو دوسرا کڑا ٹوٹ جاتا ہے، (یہی سلسلہ جاری رہتا ہے) یہاں تک کہ (وہ زرہ) زمین پر گر جاتی ہے۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٤/ ١٤٥، والطبراني في "الكبير": ١٧/ ٢٨٤/ ٧٨٣

شرح:...... سیدنا ابو ذر اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔)) ...... ''تو جہاں کہیں بھی ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈر اور برائی کے بعد نیکی کر، تاکہ نیکی برائی (کے اثر) کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ۔'' (ترمذی)

ماحصل یہ ہے کہ جہاں انسان بتقاضۂ بشریت لغزشوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا، وہاں اسے اپنی برائیوں کا اثر زائل

کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنی چاہئیں۔ جب کوئی مسلمان برائی کے بعد اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے نیکی کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندگی کا اظہار کرے گا تو اس کا یہ رویہ بالآخر اسے سرے برائیوں سے اجتناب کرنے پر آمادہ کرے گا۔

گناہ کے معمولی یا غیر معمولی ہونے کا تعین شریعت کرتی ہے

(۲۳۱۶)۔ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِيْ أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ، كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمُوبِقَاتِ۔ (الصحيحة:۳۰۲۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: بلاشبہ تم ایسے اعمال بھی سرانجام دے رہے ہو جو تمہارے نزدیک بال سے بھی زیادہ باریک ہیں (یعنی تم ان کو نہایت معمولی سمجھتے ہو) حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہم ان کو ہلاک کر دینے والے امور میں شمار کرتے تھے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ۳/ ۳، والبزار: ۱/ ۷۲/ ۱۰۸

شرح:...... موجودہ دور میں لوگوں کی تربیت میں آڑے آنے والی سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ ان کو نیکی اور برائی کی صورتوں کا علم ہی نہیں تاکہ وہ نیکیاں کر سکیں اور برائیوں سے بچ سکیں۔ مثلاً بے پردگی، تنگ لباس، موسیقی، تہمت بازی، دوڑخاپن، چغلی و غیبت، مکروفریب، جھوٹ، تمباکو نوشی، شیو کرنا، مردوں کا شلوار اور تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا، داڑھی تراشنا، خط کروانا، چہرے سے بال اکھاڑنا، لمبی لمبی مونچھیں رکھنا، ہمسائیوں کو تنگ کرنا، اپنے آپ کو نیک و برتر سمجھنا اور دوسروں کو گھٹیا و کمتر سمجھنا، بے صبری، قطع رحمی، ناراضگی، حد سے زیادہ گپ شپ، حلال و حرام کی تمیز نہ کرنا، تلاوت سے دوری، عورتوں کا تھریڈنگ کرنا، مصنوعی ناخن لگانا، جوڑے باندھنا، وگ لگانا، سلام کا اہتمام نہ کرنا، تصویریں بنوانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ماحصل یہ ہے کہ ہر مسلمان آخرت کی فکر کرے اور قرآن و حدیث کا مطالعہ کر کے اپنا مقام سمجھے اور اپنی منزل مقرر کرے۔

خائن اور سود خور کا انجام

(۲۳۱۷)۔ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِيَّاكَ وَالذُّنُوْبَ الَّتِيْ لَا تُغْفَرُ، (وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَمَا لَا كَفَّارَةَ مِنَ الذُّنُوْبِ) فَمَنْ غَلَّ شَيْئًا أُتِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَآكِلُ الرِّبَا، فَمَنْ أَكَلَ الرِّبَا بُعِثَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَجْنُوْنًا يَتَخَبَّطُ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو ایسے گناہوں سے بچ جو معاف نہیں کیے جاتے اور ایک روایت میں ہے: جن گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا۔ جس نے جو چیز خیانت کی، روزِ قیامت اسے اس کے ہمراہ لایا جائے گا اور سود کھانے والے (کے بارے میں یہ وعید ہے کہ) جس نے سود کھایا وہ اُس کی وجہ سے قیامت کے روز دیوانہ اور بدحواس اٹھایا جائے گا۔'' پھر آپ ﷺ

يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ﴾ (الصحيحة:۳۳۱۳)

نے قرآن کی آیت پڑھی: ((جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اُن لوگوں کی طرح کھڑے ہونگے جن کو شیطان نے چھوکر خبطی (اور دیوانہ) بنا رکھا ہو۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ۱۸/ ۶۰/ ۱۰۰، والخطيب في "التاريخ": ۸/ ۱۷۸

شرح:...... عصر حاضر میں خیانت اور سود خوری دونوں غیر محسوس انداز میں عام ہیں، دور اندیش لوگوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہیے۔

صغیرہ گناہوں سے اجتناب بھی ضروری ہے
چھوٹے گناہوں کی کثرت بھی مہلک ہے

(۲۳۱۸)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ، كَقَوْمٍ نَزَلُوْا فِيْ بَطْنِ وَادٍ، فَجَاءَ ذَا بِعَوْدٍ، وَجَاءَ ذَا بِعَوْدٍ، حَتّٰى أَنْضَجُوْا خُبْزَتَهُمْ، وَإِنَّ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ مَتٰى يُؤْخَذُ بِهَا صَاحِبُهَا، تُهْلِكْهُ۔)) (الصحيحة:۳۸۹)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صغیرہ گناہوں سے گریز کرو۔ (اور ان کو حقیر مت سمجھو، غور فرماؤ کہ) کی کچھ لوگ ایک وادی میں پڑاؤ ڈالتے ہیں، ایک آدمی ایک لکڑی لاتا ہے اور دوسرا ایک لاتا ہے...... (ایک ایک کر کے اتنی لکڑیاں جمع ہو جاتی ہیں کہ) وہ آگ جلا کر روٹیاں وغیرہ پکا لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر صغیرہ گناہوں کی بنا پر مؤاخذہ ہوا تو وہ بھی ہلاک کر سکتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ۵/ ۳۳۱

شرح:...... آپ ﷺ نے مثال کے ذریعے اپنا مقصود واضح کر دیا ہے کہ پوری زندگی کے معمولی معمولی گناہ جمع ہو کر انسان کی ہلاکت کا سبب بن سکتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مومن و مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سے گریز کرے، قطع نظر اس سے کہ وہ صغیرہ گناہ ہو یا کبیرہ۔

(۲۳۱۹)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَإِنَّمَا مَثَلُ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ كَقَوْمٍ نَزَلُوْا فِيْ بَطْنِ وَادٍ فَجَاءَ ذَا بِعُوْدٍ، وَجَاءَ ذَا بِعُوْدٍ حَتّٰى أَنْضَجُوْا خُبْزَتَهُمْ، وَإِنَّ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ مَتٰى يُؤْخَذْ بِهَا صَاحِبُهَا تُهْلِكْهُ۔)) (الصحيحة:۳۱۰۲)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اُن گناہوں سے بچو جن کو معمولی سمجھا جاتا ہے۔ جن گناہوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے، ان کی مثال ایسے لوگوں کی مانند ہے جنھوں نے ایک وادی میں پڑاؤ ڈالا، ایک آدمی ایک لکڑی لے آیا، دوسرا ایک اور لے آیا، حتی کہ (اتنی لکڑیاں جمع ہو گئیں کہ) انھوں نے اپنی روٹی پکا لی اور بے شک جب حقیر گناہوں کے مرتکب کا مؤاخذہ کیا

جائے گا تو وہ اس کو ہلاک کر دیں گے۔''

تخریج: أخرجه الأمام أحمد: ۵/ ۳۳۱، والطبرانی فی "المعجم الکبیر": ۶/ ۲۰۴/ ۵۸۷۲، وفی "الاوسط": ۲/ ۱۶۱/ ۷۴۵۹، وفی "الصغیر": صـ ۱۸۷

(۲۳۲۰)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رضی اللہ عنہا: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((یَا عَائِشَةُ! إِیَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ. فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔)) (الصحیحة: ۲۷۳۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اے عائشہ! حقیر سمجھے جانے والے گناہوں سے گریز کرنا، یقیناً اُن کے متعلق بھی اللہ کی طرف سے باز پرس ہوگی۔''

تخریج: أخرجه الدارمی: ۲/ ۳۰۳، وابن ماجه: ۲/ ۵۶۰۔ التازیة، وابن حبان فی "صحیحه": ۲۷۹۷، وأحمد: ۶/ ۷۰ و ۱۵۱، والحارث فی "مسنده": ق ۱۲۸/ ۲۔ زوائده

شرح:...... ضروری امر یہ ہے کہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی معصیت کی صورتوں کا علم ہو، اس کے بعد وہ اس نظریے کو ترک کر دے کہ فلاں گناہ صغیرہ ہے اور فلاں کبیرہ۔ اس کے مدنظر یہ قانون ہونا چاہیے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی لازم آئے گی۔ اس اعتقاد کے باوجود گناہ سرزد ہو جانے کی صورت میں توبہ کرے اور اس پر ندامت کا اظہار کرے اور ربّ کبریا سے بخشش طلب کرے۔

شیطان گمراہ کرنے کا حریص ہے

(۲۳۲۱)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الإِثْمُ حَوَّازُ الْقُلُوْبِ وَمَا مِنْ نَظْرَةٍ إِلَّا وَلِلشَّيْطَانِ فِيْهَا مَطْمَعٌ۔)) (الصحیحة: ۲۶۱۳)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گناہ دلوں پر غلبہ پانے والا ہے اور ہر نظر میں شیطان کی (گمراہ کرنے کی) حرص ہوتی ہے۔''

تخریج: أخرجه البیهقی فی "الشعب الایمان" ۲/ ۱۲۶/ ۲. وهذا الحدیث اعل بالوقف

شرح:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: کیا اس حدیث کے لفظ "حَوَّاز" کو "حَوَازّ" بھی پڑھا جا سکتا ہے؟ ابن اثیر کہتے ہیں: "حَوَازّ" جو "حَازّ" کی جمع ہے، سے مراد دل پر اثر کرنے والے امور ہیں، جو کسی چیز کو کاٹنے کی طرح اثر انداز ہوتے ہیں، یعنی معصیتوں کی صورتیں جو دل میں اطمینان کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ شمر نے اس کو "حَوَّاز القلوب" کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کا معنی ہوگا: دلوں کو گھیرنے والا گناہ، ان کو قابو کرنے والا اور ان پر غالب آ جانے والا ہے۔ (صحیحه: ۲۶۱۳)

کسی گناہ میں ملوث کرنے کے مرکزی ذرائع آنکھ اور کان ہیں، بقیہ اسباب ان دو کے تابع ہیں، یہی وجہ ہے کہ نابینا اور اندھا انسان آسانی کے ساتھ کئی گناہوں سے محفوظ رہ سکتا ہے، اس لیے شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ آنکھ کے

ذریعے دل میں گندے خیالات ڈال کر دل کو اتنا متاثر کر دے کہ آنکھ اور کان برائی میں دل کے تابع ہو جائیں۔

زبان بھی جہنم کا سبب بن سکتی ہے

(۲۳۲۲)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ: أَنُؤَاخَذُ بِكُلِّ مَانَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: ((ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَامَعَاذَ بْنَ جَبَلٍ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ فِيْ جَهَنَّمَ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ۔)) (الصحيحة: ٣٢٨٤)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو ہم باتیں کرتے ہیں، کیا ان میں سے ہر بات پر ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معاذ بن جبل! تیری ماں تجھے گم پائے، لوگوں کو جہنم میں ان کے نتھنوں کے بل گرانے والی چیز ان کی زبانوں کی فضول باتیں ہوں گی۔''

تخريج: أخرجه ابن البَنَّاء في "جزء السكوت ولزوم البيوت" ٥٧/ ٥، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٠/ ١٢٧، وأخرجه أحمد: ٥/ ٢٣٥، ٢٣٦ مطولا و مختصرا

شرح:...... بے شمار احادیث میں زبان کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس حدیث میں زبان کے خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے، اگر زبان کی حفاظت نہ کی گئی تو سارے اعمال برباد ہو سکتے ہیں اور انسان جنت میں جانے کے بجائے، جہنم کا ایندھن بن سکتا ہے۔

اس دور میں لوگوں کو گپ شپ کا بڑا شوق ہے اور وہ اس کے لیے اہتمام بھی بڑا کرتے ہیں اور ان کے پاس اس مقصد کیلیے وقت بھی بہت زیادہ ہوتا ہے، پھر بدحواسی کے عالم میں آ کر ہر قسم کی بات اگلنا شروع کر دیتے ہیں، مرکزی عنوان دوسرے لوگوں کے عیوب اور نقائص بیان کرنے پر مشتمل ہوتا ہے۔

وصایائے نبوی

اللہ تعالیٰ کا تقوی کو پسند کرنا، کثرت سے ذکر کرنا، فی الفور توبہ کرنا

(۲۳۲۳)۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! أَوْصِنِيْ قَالَ: ((عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ مَا اسْتَطَعْتَ، وَاذْكُرِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عِنْدَ كُلِّ حَجَرٍ وَشَجَرٍ وَإِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَأَحْدِثْ عِنْدَهَا تَوْبَةً، اَلسِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةُ بِالْعَلَانِيَةِ۔))

(الصحيحة: ٣٣٢٠)

عطا بن یسار کہتے ہیں: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسب استطاعت تقوی اختیار کر، ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کر اور جب تو کوئی برائی کرے تو اُسی وقت توبہ کر۔ مخفی برائی کی توبہ مخفی انداز میں اور علانیہ برائی کی توبہ علانیہ انداز میں ہونی چاہیے۔''

تخريج: أخرجه أحمد في "الزهد": صـ ٢٦ ، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٠/ ١٥٩/ ٣٣١

شرح: ...... بزرگوں کی نصیحتیں اس وجہ سے اہم ہوتی ہیں کہ وہ اپنی طویل زندگی کے تجربے کی روشنی میں بات کر رہے ہوتے ہیں اور جب رسول اللہ ﷺ نصیحت فرمائیں گے تو آپ کے سامنے ان کی بیش قیمت حیاتِ مبارکہ کا تجربہ ہوگا، خلاصۂ شریعت ہوگا، امت کی خیرخواہی ہوگی، تبلیغِ دین کی امانت ہوگی اور جنت میں لے جانے کی حرص ہو گی۔ ایسی وصیتیں کتنی اہم ہوں گی؟!

(٢٣٢٤)۔ عَنْ سَهْمِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنِ الْهُجَيْمِيِّ: أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ بَعْضِ أَزِقَّةِ الْمَدِيْنَةِ ، فَوَافَقَهُ فَإِذَا هُوَ مُؤْتَزِرٌ بِإِزَارِ قُطْنٍ قَدِ انْتَثَرَتْ حَاشِيَتُهُ ، وَقَالَ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتٰى۔)) فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوْصِنِيْ۔ فَقَالَ: ((لَاتَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَأْتِيَهُ، وَلَوْ أَنْ تَهَبَ صِلَةَ الْحَبْلِ ، وَلَوْ أَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ إِنَاءِ الْمُسْتَسْقِيْ وَلَوْ أَنْ تَلْقٰى أَخَاكَ الْمُسْلِمَ وَوَجْهُكَ بَسْطٌ إِلَيْهِ ، وَلَوْ أَنْ تُؤْنِسَ الْوَحْشَانَ بِنَفْسِكَ وَلَو أَنْ تَهَبَ الشِّسْعَ۔)) (الصحيحة:٣٤٢٢)

سہم بن معتمر ہجیمی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مدینہ منورہ تشریف لائے اور مدینہ کی کسی گلی میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے آپ ﷺ کو اس حال میں پایا کہ آپ نے روئی سے بنا ہوا کا تہبند باندھا ہوا تھا اور اُس کا کنارہ پھیلا ہوا تھا۔ ہجیمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! عَلَيْكَ السَّلَامُ۔ رسول اللہ نے فرمایا: "عَلَيْكَ السَّلَامُ تو مردوں کا سلام ہے۔" اُس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: "کوئی نیکی سرانجام دینے کو معمولی خیال نہ کرنا، اگرچہ (وہ نیکی یہ ہو کہ تو کسی کو) رسی کا عطیہ دے دے، اپنے ڈول سے پانی مانگنے والے کے برتن میں پانی ڈال دے، اپنے مسلمان بھائی کو خندہ پیشانی کے ساتھ ملے، خوف و گھبراہٹ میں مبتلا آدمی کا دل بہلا دے یا (کسی کو) تسمہ ہبہ کر دے۔"

تخريج: أخرجه النسائي في "السنن الكبرى": ٥/ ٤٨٦/ ٩٦٩٤ ، ورواه احمد: ٣/ ٤٨٢ عن ابى تميمة الهجيمى عن رجل من قومه

شرح: ...... یہ رسولِ معظم ﷺ کی تعلیمات ہیں، جبکہ ہمارے ہاں عمل سے جان چھڑانے کے لیے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں: سنت ہی ہے، اگر اس پر عمل نہ کیا تو کیا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کس کی ملاقات پسند اور کس کی ناپسند کرتا ہے

(٢٣٢٥)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَالَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا

تَبَارَكَ وَتَعَالَى: إِذَا أَحَبَّ عَبْدِيْ لِقَائِيْ أَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَإِذَا كَرِهَ لِقَائِيْ كَرِهْتُ لِقَاءَهُ۔)) (الصحيحة: ٣٥٥٤)

بندہ میری ملاقات پسند کرتا ہے تو میں بھی اُس کی ملاقات پسند کرتا ہوں اور جب وہ میری ملاقات ناپسند کرتا ہے میں بھی اُس کی ملاقات ناپسند کرتا ہوں۔''

تخريج: وله عن ابى هريرة طرق: الأولي: عن الأعرج عنه: فأخرجه مالك، والنسائي: ١٨٣٥۔ أبو غدة، وأحمد: ٢/ ٤١٨

الثانية: عن شريح بن هانيء عنه به: فأخرجه مسلم: ٨/ ٦٦، والنسائي: ١٨٣٤

الثالثة: عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة: فأخرجه أحمد: ٢/ ٤٥١

شرح :......اس کی مکمل توضیح درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ کی ملاقات پسند کرتا ہے، اللہ بھی اس کی ملاقات پسند کرتا ہے اور جو اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔'' میں (عائشہ) نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے تو ہم سب موت کو ناپسند کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ مطلب نہیں، بلکہ (موت کے وقت) جب مومن کو اللہ کی رحمت، اس کی رضامندی اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہیں تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرنے لگتا ہے، پس اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور کافر کو جب (موت کے وقت) اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنے لگتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔'' (مسلم)

ماحصل یہ ہے کہ مسلمان اعمالِ صالحہ کا اس قدر اہتمام کرے کہ جب اسے موت کے وقت حسنِ انجام کی خوشخبری سنائی دے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرنے لگے۔

گناہ پر ندامت کا اظہار ہی توبہ ہے

(٢٣٢٦)۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فِيْ قِصَّةِ الإِفْكِ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ((أَمَّا بَعْدُ يَاعَائِشَةُ! فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكِ كَذَا وَكَذَا، إِنَّمَا أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ فَإِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوْبِيْ إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ إِلَى اللّٰهِ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔)) وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((فَإِنَّ التَوْبَةَ مِنَ الذَنْبِ النَّدَمُ۔))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قصۂ افک کے بارے میں روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(حمد و ثنا کے بعد بات یہ ہے کہ) اے عائشہ! مجھے تیرے متعلق اس قسم کی باتیں موصول ہوئی ہیں، بے شک تو آدم کی بیٹیوں میں سے ایک ہے، اگر تو بری (اور پاکدامن) ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تیری براءت ثابت کر دے گا۔ لیکن اگر تو نے گناہ کر لیا تو اللہ سے معافی مانگ اور اُس کی طرف رجوع کر، یقیناً بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ

(الصحیحۃ: ۲۵۰۷)

تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے: یقیناً (کسی گناہ پر) ندامت (کا اظہار کرنا) اس سے توبہ کرنا ہے۔"

تخریج: أخرجه البخاری ۸/ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ فتح، ومسلم ۸/ ۱۱۶، وأحمد: ٦/ ١٩٦ والرواية الأخرى له: ٦/ ٣٦٤، وأبو يعلى: ٣/ ١٢٠٨ و١٢١٨، والطبری فی "التفسير": ١٨/ ٧٣ و ٧٥، والبغوی: ٦/ ٧٤

شرح:...... اگر گناہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے تو ایسے گناہ سے توبہ کی قبولیت کے لیے تین شرطیں ہیں: (۱) اس گناہ کو ترک کر دینا، (۲) اس پر ندامت کا اظہار کرنا اور (۳) اس کو آئندہ نہ کرنے پر پکا ارادہ کرنا۔ اور اگر گناہ کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے تو اس کی چار شرطیں ہیں، مذکورہ تین اور چوتھی یہ کہ صاحب حق کا حق ادا کیا جائے اور کسی انداز میں اس کے ساتھ تصفیہ کر لیا جائے۔

مرکزی شرط ندامت ہی ہے، جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی خطا پر نادم ہو گا تو امید ہے کہ وہ آئندہ ایسا گناہ کرنے سے محفوظ رہے گا۔

مذکورہ حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی عفت و براءت کا اعلان کیا تھا۔ جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں معلوم نہیں وہ واقعہ افک کے بارے میں کیا کہیں گے؟ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہ علم بھی نہیں تھا کہ آیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے غلطی ہوئی ہے یا نہیں۔

توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے

(۲۳۲۷)۔ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔))

(الصحیحۃ: ۳۵۱۳)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کر سکے، پھر دن کو ہاتھ پھیلا دیتے ہیں تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر سکے۔ مغرب سے سورج کے طلوع ہونے تک (یہی سلسلہ جاری رہے گا)۔"

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ٩٩۔ ١٠٠، والبيهقي في "سننه": ٨/ ١٣٦، ١٠/ ١٨٨ وفي "الأسماء و الصفات": ٣٢١، وأحمد: ٤/ ٣٩٥، ٤٠٤

شرح:...... اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ رات یا دن کی جس گھڑی میں بھی گناہ ہو جائے انسان بلا تاخیر توبہ کے لیے بارگاہِ الٰہی میں جھک جائے۔ اللہ تعالیٰ اس قدر رحیم و شفیق ہے کہ وہ گنہگاروں کی توبہ کا منتظر رہتا ہے۔

توبہ ہر گناہ پر غالب ہے

(۲۳۲۸)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ وَلَحِقَ بِالشِّرْكِ ثُمَّ تَنَدَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلَى قَوْمِهِ: سَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: هَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَجَاءَ قَوْمُهُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: إِنَّ فُلَانًا قَدْ نَدِمَ، وَإِنَّهُ أَمَرَنَا أَنْ نَسْأَلَكَ هَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَنَزَلَتْ: ﴿كَيْفَ يَهْدِيْ اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ......﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران: ۸۶۔۸۹) فأَرْسَلَ إِلَيْهِ قَوْمُهُ فَأَسْلَمَ۔ (الصحيحة: ۳۰۶۶)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: انصاری قبیلہ کا ایک آدمی مسلمان ہوا اور پھر وہ مرتد ہو گیا اور مشرکوں سے جا ملا۔ بعد میں وہ (اپنے کیے پر) شرمندہ ہوا اور اُس نے اپنی قوم کی طرف پیغام بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کرو کہ کیا اُس کیلیے توبہ ہے؟ چنانچہ اُس کی قوم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: بے شک فلاں شخص کو ندامت ہوئی ہے اور اُس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ سے پوچھیں کیا اُس کی کوئی توبہ ہے؟ پس یہ آیت نازل ہوئی: ((اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے جنھوں نے ایمان کے بعد کفر کیا۔)) غفورٌ رحیم تک آیت پڑھی۔ پس قوم نے اُس کی طرف پیغام بھیجا اور وہ پھر سے مسلمان ہو گیا۔

تخريج: أخرجه النسائي: ۲/ ۱۷۰، وابن جرير: ۳/ ۲۴۱، وابن حبان: ۱۷۲۸، والحاكم: ۲/ ۱۴۲

شرح:...... معلوم ہوا کہ مرتد آدمی دوبارہ مسلمان ہو سکتا ہے، مکمل آیات سے مضمون واضح ہو جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں: ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○﴾ (سورۂ آل عمران: ۸۶ تا ۸۹)...... ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد کافر ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو راہِ راست پر نہیں لاتا۔ ان کی تو یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ جس میں یہ ہمیشہ پڑے رہیں گے، نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا، نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع کا انداز

(۲۳۲۹)۔ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُنْ مَعَ صَاحِبِ الْبَلَاءِ تَوَاضُعًا لِرَبِّكَ وَإِيْمَانًا۔))

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے اور اُس پر ایمان رکھتے ہوئے آزمائش والے آدمی

(الصحیحۃ:۲۸۷۷)

کے ساتھ (بھی) رہا کرے۔"

تخریج: أخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار": ۲/ ۳۷۹

شرح:...... تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی آزمائشوں کا احساس ہو سکے اور نفس میں پایا جانے والا تکبر، گھمنڈ اور نخوت دور ہو جائے۔

اعمالِ صالحہ انسان کو جنت میں داخل نہیں کر سکتے، لیکن پھر بھی......

(۲۳۳۰)۔ وَعَنْ أَسَدِبْنِ كُرْزٍ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا أَسَدُ بْنُ كُرْزٍ! لَاتَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِعَمَلٍ، وَلٰكِنْ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ۔)) قُلْتُ: وَلَا أَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَلَافَانِيَ اللّٰهُ، أَوْيَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ۔))

(الصحیحۃ:۳۱۳۸)

حضرت اسد بن کرز رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: "اے اسد بن کرز! تو اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بل بوتے پر۔" میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور آپ بھی (اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل) نہیں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "(جی ہاں) میں بھی نہیں، ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا (تو جنت میں داخل ہو جاؤں گا)۔"

تخریج: أخرجه البخاري في "التاريخ": ۱/ ۲/ ۴۹، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱/ ۳۳۴/ ۱۰۰۱

(۲۳۳۱)۔ قَالَ ﷺ: ((لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ، وَلَا يُنْجِيْهِ مِنَ النَّارِ۔)) قَالُوْا: وَلَا أَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((وَلَا أَنَا)) وَأَشَارَ بِيَدِهِ هٰكَذَا عَلَى رَأْسِهِ((إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ۔)) مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا((فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَأَبْشِرُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا، وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ، وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ۔)) وَرَدَ عَنْ جَمْعٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، مِنْهُمْ أَبُوْهُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةُ، وَجَابِرٌ، وَأَبُوْسَعِيْدٍ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کسی ایک کو اُس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا اور نہ ہی اُس کو نجات دلائے گا۔" صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور آپ کو بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! نہ ہی مجھے"۔ پھر آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے ڈھانپ لے (تو کام بن جائے گا)۔" یہ بات آپ ﷺ نے دو یا تین دفعہ ذکر کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "رائے صواب پر چلتے رہو، میانہ روی اختیار کرو، خوشخبریاں سناتے رہو اور صبح کو، شام کو اور کچھ وقت رات کو عبادت کرتے رہو اور میانہ روی اختیار کرو، اعتدال کو اپناؤ، منزلِ (مقصود) تک پہنچ جاؤ گے اور جان لو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر

الْخُدْرِیُّ ، وأُسَامَةُ بْنُ شَرِیْكٍ ﷺ۔

(الصحیحة:۲٦۰۲)

ہمیشگی اختیار کی جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔'' یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے، اُن میں حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

تخریج: ورد عن جمع من الصحابة رضی اللہ عنهم ، منهم : أبوهريرة ، وعائشة ، وجابر ، وأبوسعيد الخدری ، وأسامة بن شريك

(۱) أما حديث أبی هريرة ؛ فأخرجه البخاری: ٤/ ٤٨ ، ومسلم : ٨/ ١٤٠ ...... ، وأحمد: ٢/ ٢٦٤ ، وابن ماجه : ٤٢٠١

(٢) وأما حديث عائشة : أخرجه البخاری: ٤/ ٢٢٣ ، ومسلم: ٨/ ١٤١ ، وأحمد: ٦/ ١٢٥

(٣) وأما حديث جابر؛ فأخرجه مسلم ، وأحمد: ٢/ ٤٩٥ ، ٣/ ٣٣٧ ، ٣٦٢ ، و الدارمی: ٢/ ٣٠٥

(٤) وأما حديث أبی سعيد؛ فأخرجه أحمد: ٣/ ٥٢ ، وعطية ضعيف

(٥) وأما حديث أسامة؛ فأخرجه الطبرانی فی "المعجم الكبير": ١/ ٢٥/ ٢

شرح:...... ان احادیث کی شرح کے لیے "الأَیْـمَـانُ وَالتَّوْحِیْدُ وَالدِّیْنُ وَالْقَدْرُ" میں ''راہِ اعتدال پر گامزن رہنے کی تلقین اور طریقہ'' کا عنوان دیکھیں۔

آخری حدیث کے آخری جملے کا معنی یہ ہے کہ کثرتِ عبادت کی بجائے ان اوقات میں عبادت کی کچھ مقدار پر ہمیشگی اختیار کی جائے، تاکہ بوریت اور اکتاہٹ بھی نہ ہو اور احکامِ اسلام پر عمل بھی ہوتا رہے۔ اصل میں اس جملے کے ذریعے مسافر کو سفر جاری رکھنے کا ایک انداز بتلایا گیا کہ وہ اپنا سفر دن رات جاری نہ رکھے، وگرنہ عاجز آ جائے گا اور منزل مقصد تک نہیں پہنچ پائے گا، اسے چاہیے کہ صبح کے وقت، شام کے وقت اور اسی طرح رات کو کچھ وقت اپنا سفر جاری رکھا کرے، کیونکہ یہ پھرتی اور چستی کے اوقات ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی آخرت تک پہنچنے کے لیے سفر کر رہا ہے، اسے چاہیے کہ اچھے سفر کے لیے اپنی عبادات کے لیے ایسے اوقات کا تعین کرے، جن میں وہ ہشاش بشاش ہو، اور ان عبادات کا تعین رسول اللہ ﷺ نے کر دیا ہے، ہمیں ان پر کاربند رہنا چاہیے، کیونکہ آپ ﷺ سب سے بڑے حکیم اور دانا تھے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ ایک طرف آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ کوئی شخص اپنے نیک اعمال کے بل بوتے پر جنت میں نہیں جا سکتا، جبکہ دوسری طرف آپ ﷺ عمل کرنے کا حکم بھی دے رہے ہیں۔ حقیقت میں ان دو امور میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلا شک و شبہ جنت میں داخل ہونے کا سبب اعمالِ صالحہ ہیں اور داخلہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوگا، مزید تفصیل امام صاحب کے کلام میں پیش کی جاتی ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: بعض لوگ اشکال میں پڑ گئے اور اس حدیث کو درج ذیل آیت کے مخالف گمان کرنے لگے: ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۂ زخرف: ۷۲) ...... "تم لوگوں کو اس جنت کا وارث بنا دیا گیا ہے، اس وجہ سے کہ جو تم عمل کرتے تھے۔" اس موضوع پر دلالت کرنے والی کئی آیات و احادیث پائی جاتی ہیں۔

اس تضاد کو دور کرنے کے لیے مختلف جوابات دیے گئے ہیں، سب سے بہتر جمع و تطبیق یہ ہے کہ ((لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِعَمَلٍ)) جیسی مذکورہ بالا احادیث میں "باء الثمنیۃ" ہے اور درج بالا آیت میں "باء السببیۃ" ہے۔ یعنی اعمالِ صالحہ جنت میں داخل ہونے کا سبب ضرور ہیں، لیکن یہ جنت اور اس کی نعمتوں اور اس کے درجات کی قیمت نہیں ہیں۔

امام ابن تیمیہ نے کہا: اسی لیے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسباب کو سب کچھ سمجھ لینا شرک ہے، اسباب کو سرے سے ختم کر دینا عقل کے ناقص ہونے کی علامت ہے اور اسباب سے کلی طور پر اعراض کرنے سے شریعت پر طعن لازم آتا ہے۔

صرف اسباب، مسبَّب کے حصول کے لیے کافی نہیں ہیں، اگر دیکھا جائے تو بارش کا نازل ہونا اور بیج کا کاشت کر دینا کھیتی کے لیے بہت بڑے اسباب ہیں، لیکن درحقیقت یہ کافی نہیں ہیں، بلکہ ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مفید ہواؤں کا چلنا، دوسری تمام شرائط کا پایا جانا اور موانع کی نفی ہونا ضروری امور ہیں۔ یہ سارا کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قضا سے ہوگا ایک اور مثال سمجھیں کہ بچے کی ولادت کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے جماع کرے، کیونکہ ایسے بے شمار واقعات ہے کہ جماع کے باوجود بچے کی پیدائش نہ ہو سکی، کیونکہ اس سبب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی مشیت ضروری ہے کہ عورت کو حمل ہو، بچہ رحم میں پرورش پائے اور اس کی تخلیق کے سارے مراحل طے پائیں اور اس کے ساتھ ساتھ کوئی مانع بھی نہ ہو۔

یہی معاملہ آخرت کا ہے، سعادت مند بننے کے لیے اعمال کافی نہیں ہیں، ہاں یہ سبب ضرور ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۂ نحل: ۳۲) ...... "جنت میں داخل ہو جاؤ، سبب یہ ہے کہ تم عمل کرتے تھے۔" یہ "باء السبب" ہے، یعنی اعمال صالحہ جنت میں داخل کرنے کا سبب ہیں، اور جن احادیث میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے عمل کے بل بوتے میں جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، ان میں "باء" مقابلہ کے لیے آئی ہے، یعنی ہمارے اعمال جنت میں داخل ہونے کا عوض یا قیمت نہیں ہیں، بلکہ اعمالِ صالحہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی معافی، رحمت اور فضل ضروری ہے، کیونکہ اس کی معافی کی وجہ سے برائیاں مٹ جائیں گی، اس کی رحمت سے خیر و بھلائی آئے گی اور اس کے فضل کی وجہ سے درجات بلند ہوں گے۔

اس مقام پر لوگوں میں دو فرقے گمراہ ہو گئے ہیں:

(۱) ایک فریق نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لانے کو حصولِ مقصود کے لیے کافی سمجھ لیا اور اسبابِ شرعیہ اور اعمالِ صالحہ سے مکمل اعراض کر لیا۔ ان کے اس عقیدے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتب، رسل اور دین کا کفر

کرنے پر اتر آتے ہیں۔

(۲) دوسرا فریق عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے یوں اجر وثواب طلب کرتا ہے، جیسے مزدور اپنی مزدوری پوری کرنے کے بعد مالک سے اجرت طلب کرتا ہے، یعنی ان لوگوں کو اپنے عمل اور قوت پر حد سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے، یہ لوگ بھی جاہل اور گمراہ ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی تعمیل میں ہماری اپنی خیر و بھلائی پنہاں ہے، نہ اس کا کوئی ذاتی فائدہ، جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے میرے بندو! تم مجھے نقصان دے سکتے ہو نہ نفع۔''

بادشاہ اپنی ذاتی حاجت وضرورت کی وجہ سے اپنے ماتحت لوگوں کو حکم دیتا ہے اور وہ اپنی ذاتی قوت کی بنا پر اس کا مطالبہ پورا کر کے اجرت کے مستحق ٹھہرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ جہان والوں سے غنی ہے، اس نیکی و بھلائی کے امور سر انجام دینے کی قوتیں اس نے عطا کی ہیں۔ نیکی کرنے والا اپنا ہی فائدہ کرتا ہے اور برائی کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔
ابن تیمیہ کا کلام ختم ہوا جو (مجموعة الفتاوی: ۸/ ۷۰۔ ۷۱) سے نقل کیا گیا، اسی قسم کا کلام علامہ ابن قیم نے (مفتاح دار السعادة: صـ ۹۔ ۱۰) میں اور مقریزی نے (تجرید التوحید المفید: صـ ۳۶۔ ۴۳) میں پیش کیا ہے۔ (صحیحه: ۲۶۰۲)

برائیوں کا نیکیوں میں بدل جانا
اسلام قبول کرنے، نیکیاں کرنے اور برائیاں ترک کرنے کی برکتیں

(۲۳۳۲)۔ عَنْ أَبِیْ طَوِیْلٍ شَطْبِ الْمَمْدُوْدِ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ أَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَرَأَیْتَ رَجُلًا عَمِلَ الذُّنُوْبَ كُلَّهَا، فَلَمْ یَتْرُكْ مِنْهَا شَیْئًا، وَهُوَ فِیْ ذٰلِكَ لَمْ یَتْرُكْ حَاجَةً وَلَا دَاجَةً إِلَّا أَتَاهَا، فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: ((فَهَلْ أَسْلَمْتَ؟)) قَالَ: أَمَّا أَنَا، فَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْكَ لَهُ، وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ قَالَ: ((نَعَمْ، تَفْعَلُ الْخَیْرَاتِ وَتَتْرُكُ السَّیِّئَاتِ، فَیَجْعَلُهُنَّ اللّٰهُ لَكَ خَیْرَاتٍ كُلَّهُنَّ۔)) قَالَ: وَغَدَرَاتِیْ وَفَجَرَاتِیْ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ! فَمَا زَالَ یُكَبِّرُ

حضرت ابو طویل شطب ممدود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: ایسے آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے تمام گناہوں کا ارتکاب کیا ہو اور کوئی گناہ نہ رہنے دیا ہو اور اس سلسلے میں اس نے اپنی ہر چھوٹی بڑی (بری) حاجت (اور خواہش) پوری کر لی ہو۔ کیا ایسے شخص کیلیے بھی کوئی توبہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو مسلمان ہوگیا ہے؟'' اُس نے کہا: بلا شبہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (ایسے آدمی کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، لیکن یہ بات ہے کہ) تو اعمالِ صالحہ کرتا رہ اور برائیاں ترک کر دے، اللہ تعالیٰ تیرے تمام گناہوں کو نیکیوں میں

حَتّٰی تَوَارٰی۔ (الصحیحة: ۳۳۹۱)

تبدیل کر دے گا۔'' اُس نے کہا: میرے تمام فریبوں اور ساری بدکاریوں (کو بھی نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے گا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اُس نے کہا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ ،پھر وہ غائب ہونے تک اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا چلا گیا۔

تخریج: أخرجه البزار في "مسنده": ٤/ ٧٩- ٨٠/ ٣٢٤٤- كشف الأستار، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني": ٥/ ١٨٨- ١٨٩/ ٢٧١٨، ومن طريقه ابن الأثير في "أسد الغابة": ٢/ ٣٧٢، والطبراني في "المعجم الكبير": ٧/ ٣٧٥- ٣٧٦/ ٧٢٣٥، ومن طريق أبي نعيم في "معرفة الصحابة": / شطب

شرح:...... سبحان اللہ! یہ ہے سچی توبہ کرنے والے کی قدر! کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف پلٹ کر آنے والے بندے سے اس قدر پیار فرماتے ہیں کہ زندگی کے پہلے گناہوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔ اگر اب بھی کوئی اللہ سے دور رہے تو یہ اُس کی بدقسمتی ہے۔

(۲۳۳۳)۔ عَنْ أَبِی ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُقَالُ: اَعْرِضُوْا عَلَیْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ فَتُعْرَضُ عَلَیْهِ وَیُخَبَّأُ عَنْهُ كِبَارُهَا، فَیُقَالُ: عَمِلْتَ یَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا، وَهُوَ مُقِرٌّ لَایُنْكِرُ، وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنَ الْكِبَارِ، فَیُقَالُ: أَعْطِهٖ مَكَانَ كُلِّ سَیِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً قَالَ: فَیَقُوْلُ: إِنَّ لِیْ ذُنُوْبًا مَاأَرَاهَا هٰهُنَا۔)) قَالَ أَبُوْ ذَرٍّ: فَلَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔ (الصحیحة: ۳۰۵۲)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کو قیامت کے روز لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو، سو وہ اُس پر پیش کئے جائیں گے اور اُس کے کبیرہ گناہوں کو پوشیدہ رکھا جائے گا اور (اقرار کروانے کے لیے) اسے کہا جائے گا: کیا تو نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیا تھا؟ (جواباً) وہ اقرار کرے گا اور انکار نہیں کرے گا، لیکن اپنے کبیرہ گناہوں (کی پیشی سے) ڈر رہا ہو گا۔ (اتنے میں کہا جائے گا: اس کے ہر گناہ کے عوض اس کو نیکی عطا کر دو۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''(رحمتِ ایزدی کا یہ عالم دیکھ کر) وہ بندہ کہے گا: میرے تو کچھ اور گناہ بھی تھے، وہ مجھے یہاں نظر نہیں آ رہے۔'' ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ (یہ بات کہہ کر) ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں۔

تخریج: أخرجه وكيع في "الزهد": ٢/ ٦٥١/ ٣٦٧، ومن طريق وكيع أخرجه احمد: ٥/ ١٧٥، وابو عوانة في "صحيحه": ١/ ١٧٠، ومسلم: ١/ ١٢٢ ايضا، الا انه لم يسق لفظه، وانما احال به على لفظ عبد الله بن نمير، وهو مروى في "صحيحه": ١٩٠، وفي اوله زيادة: ((انى لاعلم آخر أهل الجنة دخولا

الجنة ......))

(۲۳۳٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيَتَمَنَّيَنَّ اَقْوَامٌ لَوْ اَكْثَرُوا مِنَ السَّيِّئَاتِ۔)) قَالُوا: بِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الَّذِيْنَ بَدَّلَ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔)) (الصحيحة: ۳۰۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کئی لوگ یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ زیادہ برائیاں کر کے لاتے۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایسے کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ جن کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٢٥٢

شرح:...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورۂ فرقان: ۷۰) ......''سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔'' یہ خالص توبہ کے فائدے ہیں۔

مسلسل گناہ، عذابِ عام کو دعوت دیتے ہیں

(۲۳۳۵)۔ عَنْ عَبَيْدِاللّٰهِ بْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَامِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِي، هُمْ أَكْثَرُ وَأَعَزُّ مِمَّنْ يَعْمَلُ بِهَا، ثُمَّ لَايُغَيِّرُوْنَهُ، إِلَّا يُوْشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ۔)) (الصحيحة: ۳۳۵۳)

عبیداللہ بن جریر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس قوم میں برائیوں کا ارتکاب کیا جائے اور (برائیاں نہ کرنے والے لوگ) برائیاں کرنے والے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ بھی ہوں اور طاقتور (اور معزز) بھی، لیکن وہ پھر بھی ان کو نہ روکیں تو قریب ہے اللہ تعالیٰ سب کو عام عذاب میں مبتلا کر دے۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٤٣٣٩، وابن ماجه: ٤٠٠٩، وابن حبان: ١٨٣٩، ١٨٤٠۔ موارد، والطحاوي في "مشكل الآثار": ٣/ ٢١٤/ ١١٧٤، والبيهقي في "السنن": ١٠/ ٩١، وعبدالرزاق في "المصنف": ١١/ ٣٤٨/ ٢٠٧٢٣، ومن طريقه أحمد: ٤/ ٣٦٦، و أبويعلي: ١٣/ ٤٩٧/ ٧٥٠٨، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢/ ٣٧٧/ ٢٣٨٠، وأحمد أيضا: ٤/ ٣٦٤، ٣٦٦، والطبراني: ٢٣٨١۔ ٢٣٨٥، والأصبهاني في "الترغيب والترهيب": ١/ ١٥٤/ ٢٩٠

شرح:...... امتِ مسلمہ کے افراد کا یہ خاصہ ہے کہ جہاں تک ان کا بس چلے وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی

سے روکتے ہیں، وگرنہ یہ کمال نہیں ہے کہ بندہ خود تو برائی نہ کرے، لیکن برائی کو برداشت کرتا رہے، جیسا کہ آج کل اکثر خاندانوں کے سربراہوں کا حال ہے۔

زائد از ضرورت عمارت وبال ہے

(۲۳۳۶)۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجَ فَرَاٰى قُبَّةً مُشْرِفَةً، فَقَالَ: ((مَاهٰذِهٖ؟)) قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ: هٰذِهٖ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِيْ نَفْسِهٖ، حَتّٰى إِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ، أَعْرَضَ عَنْهُ، صَنَعَ ذَالِكَ مِرَارًا حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيْهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكٰى ذَالِكَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ وَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُنْكِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا خَرَجَ فَرَاٰى قُبَّتَكَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ اِلٰى قُبَّتِهٖ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا بِالْاَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا قَالَ: ((مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ۔)) قَالُوْا شَكٰى اِلَيْنَا صَاحِبُهَا اِعْرَاضَكَ فَاَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ: ((اَمَا اِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ اِلَّا مَالَا۔)) يَعْنِيْ: مَالَا بُدَّ مِنْهُ۔ (الصحيحة: ۲۸۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نکلے، ایک بلند گنبد دیکھا اور فرمایا: (یہ کیا ہے؟) آپ ﷺ کے صحابہ نے کہا: یہ فلاں انصاری آدمی کا ہے۔ آپ ﷺ خاموش رہے اور اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا۔ جب اس کا مالک رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور لوگوں کی موجودگی میں آپ کو سلام کہا۔ آپ نے اُس سے اعراض کیا، اُس نے کئی مرتبہ سلام کہا (لیکن آپ ﷺ اعراض کرتے رہے)۔ بالآخر اس آدمی کو آپ ﷺ کی ناراضگی اور اعراض کا اندازہ ہو گیا، اُس نے صحابہ سے اس بات کی شکایت کی اور کہا: بخدا! میں رسول اللہ ﷺ کو عجیب و اجنبی محسوس کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: (دراصل) آپ ﷺ باہر نکلے تھے اور تیرا گنبد دیکھا تھا۔ سو وہ آدمی فوراً اپنے گنبد کی طرف لوٹا اور اُس کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ (پھر) ایک دن رسول اللہ ﷺ نکلے اور وہ گنبد آپ کو نظر نہ آیا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''گنبد کا کیا بنا؟ صحابہ نے کہا: اس کے مالک نے ہمارے سامنے آپ کے اعراض کرنے کا شکوہ رکھا تھا، ہم نے (آپ کی ناپسندیدگی کی ساری صورتحال) اس پر واضح کر دی، اس لیے اس نے اس کو منہدم کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! ہر عمارت اُپنے مالک کے حق میں وبال ہے، سوائے اس کے جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔''

تخريج: هو من حديث أنس، وله عنه طرق: الأولى: أخرجه أبو داود: ۲/ ۳٤۷۔۳٤۸۔ تازية، والطحاوي في "مشكل الآثار": ۱/ ٤۱٦، وأبو يعلي في "مسنده": ۷/ ۳۰۸/ ۱۵۹۲، والبيهقي في "شعب الايمان":

۷/ ۳۹۰/ ۱۰۷۰٤

الثانية: أخرجه ابن أبي الدنيا في"قصر الأمل ": ۳/ ۲۵/ ۲ ، وفيه القصة باختصار مع زيادة ((رحمہ اللہ))

الثالثة: أخرجه أبو نعيم في"أخبار أصبهان": ۱/ ۱۳۹

الرابعة: أخرجه ابن ماجه: ٤١٦١ مختصرا

(۲۳۳۷)۔ عَنْ خَبَّابٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: اِكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ ، فَأَتَيْنَاهُ نَعُوْدُهُ ، فَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَاتَتَمَنَّوا الْمَوْتَ)) لَتَمَنَّيْتُهُ ، وَإِذَا هُوَ يُصْلِحُ حَائِطاً لَهُ ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:((إِنَّ الرَّجُلَ يُؤْجَرُ فِي نَفَقَتِهِ كُلِّهَا إِلَّا فِي هٰذَا التُّرَابِ۔)) (الصحيحة: ۲۸۳۱)

ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ ، جنھوں نے اپنے بدن پر سات داغ لگائے ہوئے تھے، کے پاس بیمار پرسی کے لیے گئے۔ انھوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو ''موت کی تمنا نہ کیا کرو۔'' فرماتے نہ سنا ہوتا تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا۔ وہ اپنی دیوار (یعنی مکان وغیرہ) درست کر رہے تھے، اسی اثنا میں انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''آدمی کو اس کے ہر قسم کے خرچے پر اجر دیا جاتا ہے مگر اس مٹی میں (یعنی مکان تعمیر کرنے میں کوئی اجر نہیں)۔''

تخريج: أخرجه هناد بن السري في"الزهد": ۲/ ۳۷٤/ ۷۲۲ ، وأخرجه البخاري في "صحيحه": ۵٦۷۲ ، واحمد: ۵/ ۱۱۰ ، والحميدي: ۱۵٤ موقوفا على خباب۔

قلت: وهو اصح ، ولكني ارى انه في حكم المرفوع ، وبخاصة أنه قد جاء مرفوعا صراحة في بعض الطرق والمتابعات والشواهد۔ ثم بدء الالباني يذكر طرقه۔

شرح:...... علامہ البانی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ لکھتے ہیں: آپ کو علم ہونا چاہیے کہ ان احادیث میں مسلمان کو ترغیب دلائی جا رہی ہے کہ وہ ضرورت سے زائد عمارتوں پر زیادہ توجہ نہ دھرے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اگر کسی فرد کے کنبے کے قلیل یا کثیر افراد اور مہمانوں کی کثرت یا قلت کو سامنے رکھا جائے تو عمارت کے سلسلے میں کوئی معینہ حد پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ درج ذیل حدیث مبارکہ کو درج بالا احادیث کا متضاد نہیں سمجھا گیا: ((فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ ، وَفِرَاشٌ لِامْرَأَتِهِ ، وَالثَّالِثُ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ .)) ......''ایک بچھونا مرد کے لیے، ایک بچھونا اس کی بیوی کے لیے، ایک مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے۔'' یہ صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث ہے، میں نے صحیح ابوداود میں اس کی تخریج کی ہے۔ اسی لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ان تمام روایات کو (ان عمارتوں پر) محمول کیا جائے گا، جن کی تعمیر کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، یعنی وہ رہائش کے لیے اور گرمی و سردی سے بچنے کے لیے نہیں بنائی جاتیں۔

پھر حافظ صاحب نے بعض لوگوں کے ایسے اقوال بیان کیے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی عمارت میں گناہ ہے، پھر ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا:

عمارت کا معاملہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ اس میں تفصیل ہے، ضرورت سے زائد ہر عمارت کو گناہ نہیں قرار دیا جا سکتا...... بلکہ بعض عمارتوں میں تو ثواب ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ دوسرے لوگ ان سے استفادہ کرتے ہیں، ایسی صورت میں مالک اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ: ۲۸۳۱)

عصرِ حاضر میں پوری قوم کی فکر یہ ہے کہ بھاری رقم خرچ کر کے پرشکوہ محلات اور کوٹھیاں تیار کی جائیں، حماقت کی انتہا دیکھیں کہ صرف چھت کی ڈیکوریشن پر لاکھوں روپیہ خرچ کر دیا جاتا ہے، حالانکہ گھر بنانے کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ مختلف موسموں کی سختیوں سے اپنی حفاظت کی جائے اور یہ مقصد دس گیارہ مرلہ کے پلاٹ پر پانچ چھ لاکھ روپیہ صرف کر کے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے اور کروڑہا روپیہ بھی۔ بہر حال شریعت میں موجودہ دور کے ذوق کی گنجائش نہیں ہے۔

قوم عاد نے مضبوط اور عالی شان رہائشی عمارتیں تعمیر کیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾ (سورۂ شعراء: ۱۲۹) ...... ''اور بڑی صنعت والے (مضبوط محل تعمیر) کر رہے ہو، گویا کہ تم ہمیشہ یہاں رہو گے۔''

سجدۂ تواضع کی فضیلت

(۲۳۳۸)۔ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ((مَرَّ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِجُمْجُمَةٍ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، فَحَدَّثَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ ثُمَّ قَالَ: يَارَبِّ! أَنْتَ أَنْتَ، وَأَنَا أَنَا، أَنْتَ الْعَوَّادُ بِالْمَغْفِرَةِ، وَ أَنَا الْعَوَّادُ بِالذُّنُوْبِ وَخَرَّ لِلّٰهِ سَاجِدًا، قِيْلَ لَهُ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ، فَأَنْتَ الْعَوَّادُ بِالذُّنُوْبِ، وَأَنَا الْعَوَّادُ بِالْمَغْفِرَةِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَغُفِرَ لَهُ۔))

(الصحيحة: ۳۲۳۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے والے لوگوں میں سے ایک آدمی (کا ذکر ہے، وہ) ایک کھوپڑی کے پاس سے گزرا، اُس نے اُس کی طرف دیکھا اور اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا۔ پھر اس نے کہا: اے میرے پروردگار! تو بڑی عظیم ذات ہے اور میں بڑا کمزور ہوں، تو بار بار بخشنے والا ہے اور میں بار بار گناہ کرنے والا ہوں، پھر اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑا، (غیبی آواز آئی اور) اُسے کہا گیا: اپنا سر اٹھائیے، تو بار بار گناہ کرنے والا ہے اور میں بار بار بخشنے والا ہوں۔ سو اس نے اپنا سر اٹھایا اور (اللہ تعالیٰ نے) اسے بخش دیا۔''

تخریج: أخرجه ابن عدي: ۲/ ۱۴۷، والخطيب في "التاريخ": ۹/ ۹۲، والديلمي في "مسند الفردوس": ۳/ ۶۷، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ۲/ ۷۱، والبزار في "مسنده": ۱/ ۳۶۱/ ۷۵۵

شرح:...... جو شخص بھی ایسے انداز میں اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرے گا، بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے معصیت کے کاموں سے باز رہنے کی توفیق عطا کر دیں گے۔

دنیا کو ترجیح دینے والا آخرت میں نقصان پائے گا

(۲۳۳۹)۔ عَـنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَـنْ طَلَبَ الدُّنْيَا أَضَرَّ بِالْآخِرَةِ وَمَنْ طَلَبَ الْآخِرَةَ أَضَرَّ بِالدُّنْيَا، فَأَضِرُّوا بِالْفَانِيْ لِلْبَاقِيْ۔)) (الصحيحة: ۳۲۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دنیا طلب کی اُس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت کا مطالبہ کیا اُس نے اپنی دنیا کو نقصان دیا۔ پس تم باقی (رہنے والی زندگی) کی خاطر فنا ہونے والی (دنیا) کا نقصان ہونے دو۔''

تخریج: أخرجه ابن أبي عاصم في "الزهد": ۷۸/ ۱۶۱

شرح:...... بذاتِ خود دنیا اور دنیوی مال و دولت کوئی بری چیز نہیں ہے، لیکن اس کے نتائج نے اس کو قابل تعریف نہ رہنے دیا۔

مال و دولت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، لیکن قدیم آسمان اور بوڑھی زمین شاہد ہیں کہ اکثر لوگ اس نعمت کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر رہے اور من پسند اور عیش پرست زندگی میں پڑ کر کئی مفاسد میں مبتلا ہو گئے۔ مصیبت یہ ہے کہ ان بیچاروں کو ان حقائق کا اندازہ ہی نہ ہو سکا، جن کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔

دنیوی آسائشیں، اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہیں، وہ مال و دولت کی صورت میں ہوں یا عہدہ و منصب کی صورت میں۔ بہر حال دنیا نے اکثر لوگوں کو اپنے اثرات کا پابند کر دیا اور ان کو اسلامی مزاجوں کا نہ رہنے دیا۔ وہ آسائشوں اور سہولتوں کے اس قدر غلام بن جاتے ہیں کہ فقر و فاقہ میں مبتلا لوگوں کے مصائب کو پہچاننا ان کے لیے دشوار ہو جاتا ہے۔ بہر حال کوئی دولتمند ان حقائق سے اتفاق نہیں کرے گا، کیونکہ وہ اپنے دماغ کے فیصلے کے مطابق اپنے آپ کو انسانِ کامل سمجھتا ہے۔

رہا مسئلہ قلتِ مال یا کثرتِ مال کے بہتر ہونے کا، تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار کرنا ناممکن ہے کہ دین کی حفاظت کے لیے، ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے لیے اور کئی مفاسد سے بچنے کے لیے قلتِ مال بہترین ذریعہ ہے، یقین مانیے کہ اگر گزر بسر کے بقدر رزق نصیب ہو جائے تو دنیا کا حقیقی سکون مل جاتا ہے۔ یہ غربت ہی ہے جو بچوں کو دینی تعلیم دینے، قرآن مجید حفظ کرنے اور قرآن و حدیث کی تعلیم کے حصول پر آمادہ کرتی ہے اور یہی لوگ ہیں کہ دین کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کے لیے جن کی اکثریت کو استعمال کیا گیا۔ مزاج میں سادگی اور ہر آدمی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا ان ہی لوگوں وطیرہ ہے۔ اس سے بڑا انعام کیا ہو سکتا ہے کہ مسکین لوگ، امیر لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں۔ بہر حال یہ ایسے حقائق ہیں جو امیر زادوں اور مال و دولت کے طلبگاروں کے لیے ناقابل تسلیم ہیں۔

قارئین کرام! ذہن نشین رہے کہ جب قلتِ مال کی مدح اور کثرتِ مال کی مذمت کی جاتی ہے تو اس وقت کسی خاص امیر یا غریب فرد کو سامنے نہیں رکھا جاتا، بلکہ پورے ماحول پہ نگاہ ڈال کر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

زمین ناحق غصب کرنے کا انجامِ بد

(۲۳۴۰)۔ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ غَصَبَ رَجُلًا أَرْضًا ظُلْمًا، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔)) (الصحيحة:٣٣٦٥)

علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کوئی زمین ظلماً غصب کر لی، وہ اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ اُس پر غصے ہوگا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في"المعجم الكبير": ٢٢/ ١٨/ ٢٥

تکبر، قرض اور خیانت سے اجتناب کرنا جنتی لوگوں کا وصف ہے

(۲۳۴۱)۔ عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ فَارَقَ الرُّوْحُ الْجَسَدَ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِنْ ثَلَاثٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ: الْكِبْرِ، وَالدَّيْنِ، وَالْغُلُوْلِ۔)) (الصحيحة: ٢٧٨٥)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی کی روح اس کے جسم سے اس حال میں نکلے کہ وہ تین چیزوں: تکبر، قرض اور خیانت، سے بری ہو تو (وہ شخص) جنت میں داخل ہوگا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٧٦، ٢٨١، ٢٨٢، والبيهقي:٥/ ٣٥٥، والترمذي:١٥٧٣، والدارمي: ٢/ ٢٦٢، والنسائي في"الكبرى": ٥/ ٢٣٢/ ٨٧٦٤، وابن ماجه :٢٤١٢، وابن حبان :١٦٧٦، وابن عساكر في تاريخ دمشق": ٢/ ١٨/ ١

شرح:...... قرض اور خیانت کا معاملہ واضح ہے۔ کسی شخص کا مال و دولت، دولت و ثروت، حسن و جمال، جاہ و منصب، حکومت و سلطنت، غلبہ و اقتدار، علم و فضل، حسب و نسب، سرداری و سربراہی یا احترام و اکرام کی بنا پر اپنے آپ کو دوسروں سے برتر اور دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھنا اور حق بات ماننے سے ہٹ دھرمی کا ارتکاب کرنا اور ان دنیوی صفات کی بنا پر بعض سنتوں پر عمل نہ کرنا تکبر کہلاتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ)) (مسلم) ......''(اچھے کپڑے زیب تن کرنا اور اچھے جوتے پہننا تو قابل تعریف چیز ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ خود بھی خوبصورت ہے اور حسن و جمال کو پسند بھی کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق بات کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔''

تکبر کی ایک مثال سمجھنے کے لیے سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا سہارا لیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ((كُلْ بِيَمِيْنِكَ۔)) ......''دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔'' اس نے کہا: اس کی میرے اندر طاقت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اگر تجھے طاقت نہیں تو) تو اس کی طاقت نہ رکھے۔'' دراصل اس کو صرف تکبر نے آپ کی بات ماننے سے روکا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد

وہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منہ کی طرف نہیں اٹھا سکا۔ (مسلم) یہ ہے تکبر اور اس کا وبال کہ پوری زندگی کے لیے دائیں ہاتھ سے کھانا پینا نصیب نہ ہوا۔

انسان کی موت اور اس کی امیدوں کی مثال

(۲۳۴۲)۔ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ: غَرَزَ بَیْنَ یَدِیْهِ عُوْدًا؟ ثُمَّ غَرَزَ إِلٰی جَنْبِهِ آخَرَ، ثُمَّ غَرَزَ الثَّالِثَ فَأَبْعَدَهُ، ثُمَّ قَالَ: ((هَلْ تَدْرُوْنَ مَاهٰذَا؟)) قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: ((هٰذَا الإِنْسَانُ، وَهٰذَا أَجَلُهُ، وَهٰذَا أَمَلُهُ، یَتَعَاطَی الأَمَلَ، ثُمَّ یَخْتَلِجُهُ الْأَجَلُ دُوْنَ ذٰلِكَ۔)) (الصحیحة:۳۴۲۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لکڑی اپنے سامنے اور ایک دوسرے پہلو کے ساتھ گاڑھی اور پھر ذرا دور کر کے تیسری لکڑی گاڑھ دی اور فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟'' صحابہ نے کہا: اللہ اور اُس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ انسان ہے، یہ اُس کی موت ہے اور وہ اُس کی تمنائیں ہیں، وہ اپنی آرزوؤں کے پیچھے پڑا رہتا ہے، لیکن (ان تک رسائی حاصل کرنے) سے پہلے موت اُس کو اچک لیتی ہے۔''

تخریج: أخرجه الأمام أحمد: ۳/ ۱۸، وابن ابی الدنیا فی "قصر الامل": ۳۱/ ۱۱، و الرامهرمزی فی "الامثال": ۱۷۰/ ۷٤

شرح:...... جائز امیدوں کے حصول کے لیے شریعت کے دائرے میں رہ کر کوشش کرنا قابل مذمت نہیں ہے۔ بہرحال آخرت کے بارے میں بھی منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کی اہمیت

(۲۳۴۳)۔ عَنْ أَبِیْ الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ: بِدِمْنَةِ قَوْمٍ، فِیْهَا سَخْلَةٌ مَیْتَةٌ، فَقَالَ: ((مَا لِأَهْلِهَا فِیْهَا حَاجَةٌ؟)) قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ کَانَ لِأَهْلِهَا فِیْهَا حَاجَةٌ مَانَبَذُوْهَا، فَقَالَ: ((وَاللّٰهِ لَلدُّنْیَا أَهْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ السَّخْلَةِ عَلٰی أَهْلِهَا فَلَا أُلْفِیَنَّهَا أَهْلَکَتْ أَحَدًا مِنْکُمْ۔)) (الصحیحة:۳۳۹۲)

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ گندگی کے ڈھیر کے پاس سے گزرے، وہاں بکری کا مردار بچہ پڑا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اس کے مالکوں کو اس کی کوئی ضرورت ہے؟'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر ان کو ضرورت ہوتی تو وہ اس کو یوں نہ پھینکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! بکری کے بچے کا یہ مردار جس قدر اپنے مالکوں کی نگاہ میں (بے قیمت ہے)، دنیا اس سے کہیں زیادہ حقیر ہے۔ سو میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ دنیا نے اس کو ہلاک کر رکھا ہو۔''

تخریج: أخرجه البزار في "مسنده": ٤/ ۲٦۸/ ۳٦۹۰۔ الکشف

شرح:...... اس قدر حقیر اور عارضی دنیا کے لیے شب و روز محنت کرنا اور حد درجہ قیمتی و ابدی آخرت کے لیے کچھ نہ کرنا...... !یقیناً ذلت و رسوائی کا سامان ہے، مسلمان بھائیو! دنیا کے لیے اِتنی محنت کرو جتنا یہاں رہنا ہے۔ اور آخرت کے لیے اُتنی محنت کرو جتنا وہاں رہنا ہے۔

مالِ میراث کے بارے میں وصیت کی مقدار کا تعین

(٢٣٤٤)۔ عَنْ ذَيَّالِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ حَنْظَلَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ بْنَ حَذِيْمٍ -جَدِّيْ- اَنَّ جَدَّهُ حَنِيْفَةَ قَالَ لِحَذِيْمٍ: اِجْمَعْ لِيْ بَنِيَّ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أُوْصِيَ، فَجَمَعَهُمْ، فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَاأُوْصِيْ أَنَّ لِيَتِيْمِيْ هٰذَا الَّذِيْ فِيْ حَجْرِيْ مِئَةً مِنَ الْإِبِلِ الَّتِيْ كُنَّا نُسَمِّيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ (الْمُطَيَّبَةَ)۔ فَقَالَ حَذِيْمٌ: يَا أَبَتِ! إِنِّي سَمِعْتُ بَنِيْكَ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّمَا نُقِرُّ بِهٰذَا عِنْدَ (فِي الْمَجْمَعِ: عَيْنِ) أَبِيْنَا، فَإِذَا مَاتَ رَجَعْنَا فِيْهِ! قَالَ: فَبَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ حَذِيْمٌ: رَضِيْنَا فَارْتَفَعَ حَذِيْمٌ وَحَنِيْفَةُ وَحَنْظَلَةُ مَعَهُمْ غُلَامٌ، وَهُوَ رَدِيْفٌ لِحَذِيْمٍ، فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ سَلَّمُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَمَا رَفَعَكَ يَا اَبَا حَذِيْمٍ؟)) قَالَ: هٰذَا وَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلٰى فَخِذِ حَذِيْمٍ، فَقَالَ إِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ يَفْجَأَنِيَ الْكِبَرُ أَوِ الْمَوْتُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أُوْصِيَ أَنَّ لِيَتِيْمِيْ هٰذَا الَّذِيْ فِيْ حَجْرِيْ مِئَةً مِنَ الْإِبِلِ كُنَّا نُسَمِّيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ (الْمُطَيَّبَةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى رَأَيْنَا الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهِ، وَكَانَ قَاعِدًا فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَقَالَ: ((لَا، لَا، لَا

ذیال بن عتبہ بن حنظلہ کہتے ہیں: میں نے اپنے دادا حنظلہ بن حذیم سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ اُس کے دادا حنیفہ نے حذیم سے کہا: میرے بیٹوں کو اکٹھا کرو، میں وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے اُن کو اکٹھا کیا، حنیفہ نے کہا: میری سب سے پہلی وصیت یہ ہے کہ میرے زیر پرورش یتیم کیلیے سو اونٹ ہیں، جس کو ہم جاہلیت میں ''مطیبہ'' کہتے تھے۔ حذیم نے کہا: اے ابا جان! میں نے آپ کے بیٹوں کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہم مجمع میں باپ کے پاس تو اس کا اقرار کرلیں گے، لیکن جب وہ فوت ہوجائے گا تو ہم (اپنے معاہدے سے) پھر جائیں گے۔ حنیفہ نے کہا: تو پھر ہم اپنے مابین رسول اللہ ﷺ کو (شاہد بناتے ہیں)۔ حذیم نے کہا: ہم اس بات پر راضی ہیں۔ چنانچہ حذیم اور حنیفہ چلے پڑے اور اُن کے ساتھ یتیم لڑکا بھی تھا، وہ حذیم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ رسول ﷺ کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کہا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: (اے ابوحذیم! کیسے آئے ہو؟) اُس نے کہا: یہ، پھر اس نے حذیم کی ران پر ہاتھ مارا اور کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بڑھاپا یا موت اچانک آ پڑے، اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ اپنے اِس زیر تربیت بچے کے لیے سو اونٹوں کی وصیت کر دوں، جس کو ہم جاہلیت میں ''مطیبہ'' کہتے تھے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غصے میں آ گئے حتیٰ کہ ہم نے آپ ﷺ کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے۔ پہلے آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے،

الْصَدَقَةُ خَمْسٌ، وَإِلَّا فَعَشْرٌ، وَإِلَّا فَخَمْسَ عَشْرَةَ، وَإِلَّا فَعِشْرُوْنَ، وَإِلَّا فَخَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ، وَإِلَّا فَثَلَاثُوْنَ، وَإِلَّا فَخَمْسٌ وَثَلَاثُوْنَ، فَإِنْ كَثُرَتْ فَأَرْبَعُوْنَ۔)) قَالَ فَوَدَّعُوْهُ، وَمَعَ الْيَتِيْمِ عَصًا، وَهُوَ يَضْرِبُ جَمَلًا، فَقَالَ النَّبِيّ ﷺ: ((عَظُمَتْ! هٰذِهِ هَرَاوَةُ يَتِيْمٍ!)) قَالَ حَنْظَلَةُ: فَدَنَا أَبِيْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ لِي بَنِيْنَ ذَوِيْ لِحىً وَدُوْنَ ذٰلِكَ، وَإِنَّ ذَا أَصْغَرُهُمْ فَادْعُ اللّٰهَ لَهُ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَقَالَ: ((بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ، أَوْبُوْرِكَ فِيْكَ۔)) قَالَ ذَيَّالٌ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ حَنْظَلَةَ يُؤْتَى بِالْإِنْسَانِ الْوَارِمِ وَجْهُهُ، أَوِالْبَهِيْمَةِ الْوَارِمَةِ الضَّرْعُ فَيَتْفُلُ عَلٰى يَدَيْهِ وَيَقُوْلُ: بِسْمِ اللّٰهِ وَيَضَعُ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهِ، وَيَقُوْلُ: عَلٰى مَوْضِعِ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَيَمْسَحُهُ عَلَيْهِ، قَالَ ذَيَّالٌ: فَيَذْهَبُ الْوَرِمُ۔ (الصحيحة:٢٩٥٥)

(یہ سن کر) گھٹنوں کے بل ہو گئے اور فرمایا: ''نہیں، نہیں، نہیں۔ صدقہ پانچ (اونٹوں کا ہوسکتا ہے)، وگرنہ دس، نہیں تو پندرہ، یا پھر بیس، (اگر کوئی اس سے تجاوز کرے تو) پچیس، وگرنہ تیس، یا پھر پینتیس، اگر زیادہ کا (ارادہ ہو) تو چالیس۔'' انھوں نے آپ ﷺ کو الوداع کہا اور یتیم کے پاس ایک لاٹھی تھی، جس سے وہ اونٹ کو مار رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''گراں گزرا ہے یتیم کا یہ چلنا۔'' حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا باپ نبی کریم ﷺ کے قریب ہوا اور کہا: میرے بعض بیٹے باریش اور بعض کم عمر والے ہیں اور یہ اُن میں سب سے چھوٹا ہے، آپ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں۔ آپ ﷺ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: ''اللہ تجھ میں برکت فرمائے یا تجھ میں برکت کردی جائے۔'' ذیال نے کہا: میں نے حنظلہ کو دیکھا کہ اُس کے پاس سوزش زدہ چہرے والا انسان لایا جاتا یا سوزش زدہ تھنوں والا جانور لایا جاتا، وہ اپنے ہاتھ پر تھوکتا اور بسم اللہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اُس کے سر پر رکھ دیتا اور کہتا رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی کی جگہ پر، پھر ہاتھ پھیر دیتا۔ ذیال نے کہا: وہ سوزش ختم ہو جاتی تھی۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٦٧۔٦٨

شرح :...... اس موضوع سے متعلقہ تمام روایات کو جمع کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ میت وصیت کر سکتا ہے، لیکن اس کی دو شرطیں ہے: وارث کے حق میں اور کل ترکہ کے ایک تہائی حصے سے زیادہ کی وصیت نہیں جا سکتی۔

پاکدامنی کا انجام جنت ہے

(٢٣٤٥)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَاشَبَابَ قُرَيْشٍ! احْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ لَاتَزْنُوْا، أَلَا مَنْ حَفِظَ فَرْجَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ۔)) (الصحيحة:٢٦٩٦)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قریشی جوانو! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، زنا مت کرو، خبردار جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اُس کے لیے جنت ہے۔''

تخریج: أخرجه الطبرانی فی "الأوسط": رقم ـ ٦٩٩٣ ـ بترقیمی ، والحاکم : ٤/ ٣٥٨، والبیهقی فی "شعب الایمان": ٢/ ١١٩/ ٢ ، وأخرجه الطیالسی فی "مسنده": ٢٧٥٦ بلفظ: ((یا فتیان قریش! لاتزنوا ، فانه من سلم الله له شبابه دخل الجنة ـ))

دو خوف جمع ہو سکتے ہیں نہ دو امن

(٢٣٤٦)۔ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا: ((یَقُوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: وَعِزَّتِیْ! لَا أَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِی خَوْفَیْنِ وَلَا أَجْمَعُ لَهُ أَمْنَیْنِ ، إِذَا أَمِنَنِیْ فِی الدُّنْیَا أَخَفْتُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، وَإِذَا خَافَنِیْ فِی الدُّنْیَا أَمَنْتُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ـ)) (الصحیحة: ٢٦٦٦)

حسن سے مرسل روایت ہے (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھے میری بڑائی (اور غلبے) کی قسم! میں اپنے بندے کے لیے نہ دو ڈر جمع کروں گا اور نہ ہی دو امن اکٹھا کروں گا۔ جو دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا، میں اُس کو آخرت میں ڈراؤں گا اور جو دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا، میں اُس کو روزِ قیامت امن عطا کروں گا۔''

تخریج: رواه ابن المبارك فی "الزهد": ٢/١٦٣ من الکواکب: ٥٧٥ ورقم ١٥٧ ـ ط ثنا عوف عن الحسن مرسلا ، لکن روی من مسند ابی هریره نحوه ، رواه ابن حبان فی "صحیحه": ٢٤٩٤ ، والبزار روی کلا الحدیثین

شرح:...... معلوم ہوا کہ دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے، جس کی صورت یہ ہے کہ اس کے مامورات پر عمل کیا جائے اور منہیات سے گریز کیا جائے اور اس ضمن میں نمود و نمائش اور ریاکاری سے مکمل اجتناب کیا جائے اور ہر شخص یہ دعا کرے کہ اس کے اعمالِ صالحہ کو شرفِ قبولیت سے نواز دیا جائے۔

❀❀❀❀